فقیہ واحد اشد علی الشیطٰن من الف عابد
فتاویٰ عالمگیری
اردو جدید
مترجم
مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ
تسہیل وعنوانات
مولانا ابو عبید اللہ
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ - اردو بازار - لاہور

فَقِیہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ

فتاویٰ عالمگیری

جدید اردو

جلد دوم

مترجم
مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ تعالیٰ
مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن و عین الہدایہ وغیرہ

تسہیل و عنوانات
مولانا ابو عبید اللہ
خطیب جامع مسجد رحمۃ للعالمین
ڈیفنس روڈ لاہور

- کتاب الصوم
- کتاب الحج
- کتاب النکاح
- کتاب الرضاع
- کتاب الطلاق

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ——— فتاویٰ عالمگیری جدید اردو

مترجم ——— مولانا سید امیر علی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل وعنوانات ——— مولانا ابو عبید اللہ

تصحیح ——— طارق اسمٰعیل صاحب ایم اے اسلامیات

مطبع ——— علی اعجاز پرنٹرز

ناشر ——— مکتبہ رحمانیہ

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

کتاب الصوم

باب : ①

روزہ کی تعریف' تقسیم' سبب' وجوب' وقت اور شرائط کے بیان میں

روزے کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اہلیت روزہ کی رکھتا ہو وہ بہ نیت عبادت صبح سے سورج کے غروب ہونے تک کھانا' پینا اور جماع چھوڑ دے یہ کافی میں لکھا ہے اور وہ کئی قسم کی ہیں فرض اور واجب اور نفل فرض کی دو اقسام ہے ایک فرض معین جیسے رمضان اور ایک غیر معین جیسے کفارہ اور رمضان کی قضا(۱) کے روزے واجب روزہ کی دو اقسام ہے ایک معین جیسے کہ خاص کسی دن روزہ رکھنے کی کوئی شخص نذر کرے اور ایک غیر معین مثلاً روزہ رکھنے کی کوئی شخص نذر کرے اور نفل کی ایک ہی قسم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور سبب روزہ کے اسباب واجب ہونے کے مختلف ہوتے ہیں نذر کے روزہ میں مسبب وجوب کا نذر ہوتی ہے اور کفارہ کے روزہ میں مسبب وجوب کا وہی امور ہوتے ہیں جن کے سبب سے کفارہ لازم ہو جیسے جھوٹی قسم[1] قتل[2] اور قضا روزہ کے واجب ہونے کا سبب وہی امور ہوتے ہیں جن کے سبب سے کفارہ لازم ہو جیسے جھوٹی قسم اور قتل قضا روزہ کے واجب ہونے کا سبب وہی ہوتا ہے جو ادا روزے کے واجب ہونے کا سبب ہوتا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور رمضان کے روزہ کے واجب ہونے کے سبب کی نسبت قاضی امام ابوزید اور فخر الاسلام اور صدر الاسلام ابوالیسر نے یہ کہا ہے کہ سبب اس کے واجب ہونے کا ہر دن کا وہ پہلا جزو ہوتا ہے جس کے اور جزو نہیں نکل سکتے یہ کشف الکبیر میں لکھا ہے اور غایۃ البیان میں کہا ہے کہ میرے نزدیک یہی حق ہے اور امام ہندی نے اسی کو صحیح کہا ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

جنون سے افاقہ:

اگر کسی شخص کو رمضان کی پہلی شب میں افاقہ تھا اور صبح اس کو جنون کی حالت میں ہوئی اور مہینہ بھر تک برابر جنون رہا تو شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ اس پر قضا واجب نہ ہوگی یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اور اس طرح اگر مہینہ کے درمیان کی رات میں افاقہ ہوگیا اور صبح اس کو جنون کی حالت میں ہوئی تو اس پر قضا واجب نہ ہوگی یہ محیط اور بحر الرائق میں لکھا ہے اور افاقہ اس وقت سمجھا جائے گا کہ جب بالکل جنون کی علامتیں دفع ہو جائیں اور اگر بعضی باتیں ٹھیک کرنے لگا تو افاقہ[3] نہیں ہے۔ یہ زاہدی میں لکھا ہے روزہ کا وقت صبح طلوع ہونے سے ہے جس وقت کہ اس کی روشنی آسمان کے کنارہ پر پھیلتی ہے سورج کے ڈوبنے تک اور اس میں اختلاف ہے کہ اعتبار صبح صادق کے شروع ہونے کا ہے یا اس کے روشن ہونے اور پھیل جانے کا ہے شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ پہلے قول میں احتیاط زیادہ ہے اور دوسرے قول میں آسانی زیادہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اکثر

---

[1] کہ اس کا کفارہ تین روزے ہیں۔

[2] کہ اس کا کفارہ دو ماہ کے روزے ہیں۔

[3] مسئلہ دلیل ہے کہ ایمان واحکام کے واسطے پوری سمجھ واجب ہے۔

علما اسی طرف مائل ہیں یہ خزانۃ الفتاویٰ کی کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔

مشتبہ سحری:

اگر کسی شخص نے سحری کھائی اور اس کو گمان تھا کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی اور اصل میں فجر طلوع ہو چکی تھی یا روزہ افطار کیا اور اس کو یہ گمان تھا کہ سورج ڈوب گیا اور حقیقت میں نہیں ڈوبا تھا تو اس پر قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ اس نے عمداً روزہ نہیں توڑا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر فجر کے طلوع میں شک ہو تو افضل یہ ہے کہ کھانا چھوڑ دے اور اگر کھالیا تو روزہ اس کا پورا ہو جائے گا جب تک یہ یقین نہ ہو کہ اس نے فجر کے بعد کھایا ہے اور جب یہ یقین ہو گیا تو روزہ کو قضا کرے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر غالب گمان یہ ہے کہ اس نے سحری ایسے وقت میں کھائی ہے کہ صبح صادق شروع ہو چکی تھی تو بموجب اس کے گمان غالب کے قضا لازم آئے گی اور اسی میں احتیاط ہے اور ظاہر روایت کے بموجب قضا لازم نہ آئے گی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب پھر کچھ ظاہر نہ ہوا اور اگر ظاہر ہو گیا کہ فجر کے شروع ہونے کے بعد کھانا کھایا ہے تو قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہ ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر دو آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ فجر شروع ہو چکی ہے اور دو آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ فجر شروع نہیں ہوئی پھر اس نے کھانا کھالیا پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو گئی تھی تو بالاتفاق قضا اور کفارہ لازم ہوگا اثبات کی شہادت قبول کی جاتی ہے نفی کی شہادت اس کے معارض نہیں ہوتی جیسے کہ بندوں کے حقوق کا حکم ہے اگر ایک شخص نے گواہی دی کہ فجر طلوع ہو گئی اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ فجر طلوع نہیں ہوئی اور اس نے کھانا کھالیا پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو کفارہ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ طلوع فجر پر ایک شخص کی شہادت پوری حجت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

وقتِ سحر کا اعتبار:

اگر کوئی شخص سحری کھاتا تھا اور اس کے پاس ایک جماعت نے آ کر کہا کہ فجر طلوع ہو گئی تو اس شخص نے کہا کہ اس صورت میں میں روزہ دار نہیں رہا اور میں بے روزہ دار بن گیا اور اس کے بعد اس نے کھانا کھالیا پھر ظاہر ہوا کہ پہلی بار کھانا طلوع فجر سے پہلے تھا اور دوسری بار کھانا طلوع فجر کے بعد تھا تو حاکم ابومحمدؒ نے کہا ہے کہ اگر ایک جماعت نے اس سے آ کر کہا اور ان کی تصدیق کی تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور اگر ایک شخص نے کہا تھا تو کفارہ واجب ہوگا خواہ وہ شخص عادل ہو یا غیر عادل اس واسطے کہ ایک شخص کی شہادت اس قسم کی باتوں میں قبول نہیں ہوتی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ دیکھ فجر طلوع ہوئی یا نہیں؟ اور اس نے دیکھا اور کہا کہ نہیں طلوع ہوئی پھر اس کے شوہر نے اس سے مجامعت کی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو بعض فقہا نے کہا ہے کہ اگر اس کے قول کو سچ جانا تھا اور وہ ثقہ تھی تو کفارہ واجب نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ کسی صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا اور اگر عورت کو معلوم تھا کہ فجر طلوع ہو گئی ہے اور اس نے روزہ توڑا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

حالتِ شک میں کھانا پینا:

اگر سورج کے غروب ہونے میں شک ہے تو روزہ کا افطار کرنا حلال نہیں یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر شک کی حالت میں کھالیا اور پھر ظاہر نہیں ہوا کہ حقیقت میں سورج ڈوب گیا تھا یا نہیں تو اس پر قضا لازم ہوگی اور کفارہ کے لازم ہونے میں دو روایتیں ہیں یہ تبیین میں لکھا ہے۔ فقیہ ابوجعفر نے یہ اختیار کیا ہے کہ کفارہ لازم ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر پھر ظاہر ہو گیا کہ اس نے غروب

سے پہلے کھایا ہے تو اس پر کفارہ واجب ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر کسی نے روزہ افطار کیا اور غالب گمان اس کا یہ تھا کہ سورج غروب نہیں ہوا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے اس واسطے کہ دن کا ہونا پہلے سے ثابت تھا اور اس کے ساتھ اس کا گمان غالب بھی مل گیا تو بمنزلہ یقین کے ہوگیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

خواہ پھر یہ ظاہر ہوا کہ اس نے غروب سے پہلے کھایا ہے خواہ کچھ ظاہر نہ ہوا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ سورج چھپ گیا اور دوسرے دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ نہیں چھپا اور اس نے روزہ افطار کر لیا پھر ظاہر ہوا کہ سورج نہیں چھپا تو اس پر قضا لازم ہوگی بالاتفاق کفارہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان لکھا ہے۔

سحر یا افطار میں گمانِ مخاطب کا اعتبار کرنا:

اگر اپنی اٹکل (اندازے) سے وقت کا اندزہ کر کے سحری کھائے تو اس صورت میں جائز ہے کہ نہ خود فجر کو دیکھ سکتا ہے نہ اور کوئی شخص دیکھ کر اس کو بتا سکتا ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ جو شخص گمان غالب پر سحری کھائے اور وہ شخص ایسا ہو کہ اس قسم کی باتوں میں اس کی اٹکل صحیح ہوتی ہے تو مضائقہ نہیں اور اگر اس کی اٹکل غلط ہوتی ہے تو تدبیر اس کی یہ ہے کہ کھانا چھوڑ دے اگر سحر کے نقارہ کی آواز پر سحری کھانے کا ارادہ کیا تو اگر نقارہ کی آواز شہر کی سب طرفوں سے آئی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور ایک ہی آواز آتی ہو اور یہ جانتا ہو کہ وہ نقارہ بجانے والا عادل ہے تو اس پر اعتماد کر لے اور اگر اس کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو احتیاط کرے اور کھانا نہ کھائے اور اگر مرغ کی آواز پر اعتماد کرنا چاہے تو ہمارے بعض مشائخ نے اس کا انکار کیا ہے اور بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ اگر بہت بار کے تجربہ سے ظاہر ہوگیا ہو کہ وہ مرغ ٹھیک وقت پر بولتا ہے تو مضائقہ نہیں اور شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے کہ ظاہر روایت کے بموجب ہمارے اصحاب کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ گمان غالب پر افطار کر لینا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

روزہ کی شرائط:

روزہ کی تین اقسام ہیں اوّل اس کے واجب ہونے کی شرط اور وہ مسلمان اور عاقل اور بالغ ہونا ہے۔ دوسرے اس کے ادا کے واجب ہونے کی شرط اور تندرست اور مقیم ہونا تیسرے ادا کے صحیح ہونے کی شرط اور وہ نیت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے یہ کافی اور نہایہ میں لکھا ہے۔ نیت سے مراد یہ ہے کہ دل میں جانتا ہو کہ روزہ رکھتا ہے یہ خلاصہ اور محیط سرخسی میں لکھا ہے اور وہ سنت یہ ہے کہ زبان سے بھی کہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے ہمارے نزدیک رمضان میں ہر دن کے روزہ کے واسطے نیت کرنا ضروری ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

نیتِ سحر:

رمضان میں سحری کھانے سے نیت ہو جاتی ہے یہ نجم الدین نسفی نے ذکر کیا ہے اسی طرح اگر اور روزہ کے لئے سحری کھائے تو بھی نیت ہو جاتی ہے اور اگر سحری کھاتے وقت یہ ارادہ کیا کہ صبح کو روزہ نہ رکھوں گا تو نیت نہ ہوگی اگر رات سے روزہ کی نیت کی اور فجر کے طلوع ہونے سے پہلے نیت بدل دی تو سب روزوں میں نیت بدل دینا صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ خدا چاہے تو کل روزہ رکھوں گا تو نیت صحیح ہوگی یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر یہ نیت کی کہ اگر کل کہیں دعوت میں بلایا گیا تو روزہ نہ رکھوں گا اور اگر نہ بلایا گیا تو روزہ رکھوں گا تو اس نیت سے وہ روزہ دار نہ ہوگا اگر رمضان کے دن میں نہ روزہ کی نیت کی نہ بے روزہ رہنے کی اور وہ جانتا ہے کہ یہ دن رمضان کا ہے تو شمس الائمہ حلوائی نے بواسطہ فقیہ ابو جعفرؒ کے ہمارے اصحاب سے ذکر کیا ہے کہ اس کے روزہ دار ہو جانے میں دو روایتیں ہیں اور اظہر یہ ہے کہ وہ روزہ دار نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر روزہ دار نے روزہ توڑنے کی

نیت کر لی تھی لیکن اس نیت کے سوا اور کوئی نفل روزہ توڑنے کا اس سے پایا نہیں گیا تو روزہ اس کا پورا ہوگا یہ ایضاح میں لکھا ہے جو کرمانی کی تصنیف ہے۔

وقتِ نیت:

نیت کرنے کا وقت ہر روز سورج ڈوبنے کے بعد ہے اس سے پہلے نیت جائز نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر سورج ڈوبنے سے پہلے یہ نیت کی کہ کل روزہ رکھوں گا پھر سو گیا یا بے ہوش ہو گیا یا غافل ہو گیا یہاں تک کہ سورج دوسرے دن ڈھل گیا تو وہ نیت جائز نہ ہوگی اور اگر سورج ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو جائز ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے رمضان اور نذر معین[1] اور نفل کا روزہ اس دن کے روزہ کی نیت یا مطلق روزہ یا نفل کے روزہ کی نیت سے اگر رات سے لے کر آدھے دن سے پہلے تک کسی وقت نیت کر لے تو جائز ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے اور قدوری نے یہ کہا ہے کہ رات اور زوال کے درمیان میں نیت کا وقت ہے اور صحیح پہلا قول ہے مسافر اور مقیم اور تندرست اور بیمار میں کچھ فرق نہیں یہ تبیین میں لکھا ہے زوال سے پہلے نیت اسی وقت صحیح ہوتی ہے جبکہ فجر کے طلوع ہونے کے بعد کوئی فعل روزہ کے مخالف اس سے ظاہر نہ ہوا اور اگر اس سے پہلے روزہ کے خلاف کوئی فعل اس سے ظاہر ہوا مثلاً کھانا اور پینا اور جماع کرنا خواہ عمداً ہو یا بھول کر ہو تو اس کے بعد نیت جائز نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر دن میں نیت کرے تو یوں نیت کرے کہ میں جب سے دن شروع ہوا ہے تب سے روزہ دار ہوں اور اگر یہ نیت کی کہ جب سے نیت کرتا ہوں تب سے روزہ ہے تو روزہ دار نہ ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ اور سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر رمضان کی کسی رات میں یا دن میں بے ہوش ہو گیا تو اگر زوال سے پہلے افاقہ ہو گیا اور روزہ کی نیت کر لی تو جائز ہے مجنون کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر رمضان میں دن کے شروع ہونے کے وقت کوئی شخص مرتد ہو گیا اور پھر مسلمان ہوا اور زوال سے پہلے روزہ کی نیت کر لی تو وہ روزہ دار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسافر اور مریض نے تخصیص نہ کی تو؟

افضل یہ ہے کہ جس چیز کی نیت دن میں کرنا جائز ہے تو اس کی نیت رات سے کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور نیز افضل یہ ہے کہ نیت کو معین کر لے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اگر رمضان میں کسی اور واجب روزہ کی نیت کی تو روزہ رمضان کا ہوگا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس حکم میں مسافر اور مقیم برابر ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر مسافر رمضان میں دوسرے واجب کی نیت سے روزہ رکھے تو اسی واجب کا روزہ ہوگا اور اگر نفل کی نیت کرے تو اس میں دو روایتیں ہیں یہ کافی میں لکھا ہے اصح یہ ہے کہ وہ رمضان کا روزہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور مریض کا روزہ صحیح یہ ہے کہ رمضان کا روزہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر مسافر اور مریض روزہ میں یہ تخصیص نہ کریں کہ روزہ رمضان کا ہے یا کسی اور طرح کا تو روزہ رمضان کا ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر خاص کسی دن روزہ رکھنے کی نذر کی تھی اور اس دن کسی اور واجب کی نیت سے روزہ رکھا مثلاً رمضان کی قضا یا کفارہ کا تو روزہ اس واجب کا ہوگا اور نذر کی قضا لازم ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور یہی اصح ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

قضاء اور کفارہ میں نیت:

قضا اور کفارہ میں شرط یہ ہے کہ رات سے نیت کرے اور نیت کو معین کرے یہ نقایہ میں لکھا ہے اور اس نذر کے روزہ کا بھی یہی حکم ہے جس میں خاص دن کی تخصیص نہیں کی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ جس کو کافر قید کر لیں اُس پر اگر رمضان کا مہینہ مشتبہ ہو جائے اور وہ اپنی اٹکل سے روزہ رکھے تو اگر وہ زمانہ بعد رمضان کے ہو اور ایام تشریق[2] و عید نہ ہوں اور نیت روزہ کی رات سے کی ہو تو

[1] اپنے تعیین روزہ و تاریخ و ماہ کے ساتھ مقرر ہوگی۔ [2] کیونکہ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

روزے ادا ہو جائیں گے اور اگر رمضان سے پہلے روزے رکھے ہیں تو فرض روزے ادا نہ ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور ان روزوں میں قضا کی نیت شرط نہیں یہی صحیح ہے اس لئے کہ اس نے یہ نیت کی ہے کہ جو رمضان کے روزے مجھ پر فرض ہیں ان کو ادا کرتا ہوں یہ بدائع میں لکھا ہے پس اگر وہ روزے اس کے شوال میں واقع ہوئے تو اگر اس سال میں رمضان اور شوال دونوں تیس دن کے مہینے تھے یا دونوں انتیس دن کے تھے (۱) اس پر ایک دن کی قضاء لازم ہوگی اور اگر رمضان تیس دن کا تھا اور شوال انتیس دن کا تو دو دن کی قضا لازم ہوگی اور اگر رمضان انتیس دن کا تھا اور شوال تیس دن کا تو کسی دن کی قضا لازم نہ ہوگی اور اگر اس کے روزے ذی الحجہ کے مہینہ میں واقع ہوئے تو اگر اس سال میں رمضان اور ذی الحجہ دونوں تیس دن کے یا دونوں انتیس دن کے مہینے تھے تو اس پر چار دن کی قضا لازم آئے گی اور اگر رمضان انتیس دن کا تھا (۲) اور ذی الحجہ تیس دن کا تو تین دن کی قضا لازم ہوگی اور اگر رمضان تیس دن کا تھا اور ذی الحج انتیس دن کا تو پانچ دن کی قضا لازم ہوگی اور اگر وہ روزے اس کے ذیقعدہ یا کسی اور مہینہ میں واقع ہوئے تو اگر رمضان اور وہ مہینہ تیس دن کا یا دونوں انتیس دن کے تھے یا وہ مہینہ پورے تیس دن کا تھا تو کوئی قضا لازم نہ ہوگی اور اگر رمضان کا مہینہ تیس دن کا اور دوسرا مہینہ انتیس دن کا ہو تو صرف ایک دن کی قضا لازم ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

دار الحرب میں روزے:

اگر کوئی شخص دار الحرب میں تھا اور وہاں اس نے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کئی سال کے روزے رمضان سے پہلے رکھے تو پہلے سال کے روزے بالاتفاق ادا نہ ہوں گے اب اس امر میں بحث ہے کہ دوسرے سال کے روزے پہلے سال کی قضا اور تیسرے سال کے روزے دوسرے سال کی قضا ہو جائیں گے یا نہیں؟ تو فقیہ ابو جعفرؒ نے کہا ہے کہ اگر اس نے ان دونوں سالوں میں یہ نیت کی کہ میں رمضان کے روزے رکھتا ہوں تو ادا ہو جائیں گے اور اگر اس طرح نیت کی کہ دوسرے سال کے روزے رکھتا ہوں تو ادا نہ ہوں گے اور یہ اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر رمضان کے دو دن کی قضا واجب ہو تو یوں نیت کرے کہ میں اس رمضان کے اس پہلے دن کا روزہ رکھتا ہوں جس کی قضا مجھ پر واجب ہے اور اگر پہلے دن کا تعین نہ کیا تو بھی جائز ہے اور یہی حکم ہے اس صورت میں جب اس پر دو رمضانوں کے دو دن کی قضا واجب ہو یہی مختار ہے اور اگر اس نے صرف قضا کی نیت کی اور کچھ نیت نہ کی تو بھی جائز ہے اگر چہ اس نے دن کا تعین نہ کیا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر رمضان میں کسی نے عمداً روزہ توڑا اور وہ فقیر ہے اس سبب سے اس نے اکسٹھ دن کے روزے قضا اور کفارہ کے رکھے اور قضا کے دن کی تخصیص نہیں کی تو جائز ہے فقیہ ابو اللیث نے اسی طرح ذکر کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر دو مختلف چیزوں کی نیت کی جو تاکیداً اور فرض ہونے میں برابر ہیں اور ایک کو دوسرے پر کچھ ترجیح نہیں تو وہ دونوں باطل ہو جائیں گے اور اگر ایک کو دوسرے پر ترجیح ہے تو جس کو ترجیح ہے وہی ثابت ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ پس اگر کسی نے ایک روزہ میں قضائے رمضان اور نذر کی نیت کی تو بطور استحسان کے وہ روزہ رمضان کی قضا کا ہوگا اور اگر نذر معین اور نفل کی نیت رات سے کی یا دن میں کی یا نذر معین اور کفارہ کی نیت رات میں کی تو بالاجماع وہ روزہ نذر معین سے واقع ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر قضائے رمضان اور کفارہ ظہار کی نیت کی تو وہ بطور استحسان کے قضا سے واقع ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

اگر قضائے بعض رمضان اور نفل کی نیت کی تو امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب رمضان کی قضا واقع ہوگی یہی روایت ہے امام ابو حنیفہؒ سے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کفارہ ظہار اور کفارہ قتل کی نیت کی یا قضائے رمضان اور کفارہ قتل کی نیت کی تو بالاتفاق روزہ

نفل ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کفارہ اور نفل کی نیت کی تو بطور استحسان کے وہ روزہ کفارہ واجب سے ادا ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر عورت نے حیض میں روزہ کی نیت کی پھر فجر سے پہلے پاک ہوگئی تو اس کا روزہ صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر روزہ میں قضا اور قسم کے کفارہ کی نیت کی تو ان دونوں میں سے کوئی روزہ نہیں ہوگا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تعارض کی وجہ سے اور امام محمدؒ کے نزدیک تنافی کی وجہ سے لیکن نفل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر طلوع فجر کے بعد قضا کے روزہ کی نیت کی تو قضا صحیح نہ ہوگی لیکن نفل روزہ شروع ہو جائے گا اگر اس کو توڑے گا تو قضا لازم آئے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

باب: ②

چاند دیکھنے کے بیان میں

رمضان کا چاند دیکھنا:

شعبان کی انتیسویں تاریخ غروب کے وقت لوگوں پر چاند کا تلاش کرنا واجب ہے اگر چاند نظر آ گیا تو روزہ رکھیں اور اگر بادل ہو تو شعبان کے مہینے کے تیس دن پورے کریں یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اسی طرح شعبان کے مہینہ کی پوری گنتی معلوم ہونے کے لئے شعبان کا چاند ڈھونڈنا چاہئے نجومیوں سے جو لوگ سمجھ والے اور عادل ہوں کیا ان کے قول کا اعتبار کیا جاتا ہے؟ صحیح یہ ہے کہ ان کا قول قبول نہیں کیا جاتا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور منجم کو خود بھی اپنے حساب پر عمل کرنا نہیں چاہئے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے چاند دیکھتے وقت اشارہ کرنا مکروہ ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر زوال سے پہلے یا زوال کے بعد چاند دیکھا تو نہ اس کی وجہ سے روزہ رکھیں نہ روزہ توڑیں اور وہ آنے والی رات کا چاند ہے یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر آسمان پر ابر ہو تو ایک شخص کی گواہی رمضان کا چاند دیکھنے میں قبول ہوگی بشرطیکہ وہ عادل اور مسلمان اور عاقل اور بالغ ہو خواہ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت اور اسی طرح اگر ایک شخص کی گواہی دینے کی ایک شخص گواہی دے تو بھی مقبول ہوگی اگر کسی شخص کو کسی پر زنا کی تہمت لگانے سے حد لگی ہو اور پھر اس نے توبہ کی ہو تو اس کی گواہی ظاہر روایت کے بموجب مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جس شخص کا حال پوشیدہ[1] ہے ظاہر یہ ہے کہ اس کی شہادت مقبول نہیں حسنؒ اور امام ابو حنیفہؒ سے یہ روایت کی ہے کہ اس کی شہادت مقبول ہوگی یہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور حلوائی نے اسی کو اختیار کیا ہے یہ شرح نقایہ میں لکھا ہے جو ابوالمکارم کی تصنیف ہے غلام کی گواہی پر غلام کی گواہی رمضان کے چاند پر قبول کی جائے گی اور اسی طرح عورت کی گواہی عورت کی گواہی پر قبول کی جائے گی قریب بلوغ کے لڑکے کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اس گواہی میں شہادت کا لفظ اور دعوے اور حاکم کا حکم شرط نہیں ہے اگر کسی شخص نے حاکم کے پاس گواہی دی اور دوسرے شخص نے گواہی سنی اور ظاہر میں وہ گواہ عادل تھا تو سامع پر واجب ہے کہ روزہ رکھے حاکم کے حکم کی احتیاج نہیں چاند کی گواہی میں کیا مفصل کیفیت پوچھنا چاہئے ابوبکر اسکاف نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص یوں بیان کرے کہ میں نے شہر سے باہر جنگل یا کسی بستی میں پھٹے ہوئے بادل میں چاند دیکھا تو وہ گواہی قبول کی جائے گی اور اگر امام یا قاضی تنہا چاند دیکھے تو اس کو اختیار ہے کہ کسی اور شخص کو گواہی دینے کے واسطے تلاش کرے یا خود ہی لوگوں کو روزہ کا حکم کر دے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند کا حکم اس کے برخلاف ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

[1] یعنی یہ نہیں معلوم کہ یہ باطن میں بدکار یا نیکوکار ہے لیکن ظاہر میں نیکوکار ہوتا ہے اس کو مستور الحال کہتے ہیں پس ایسے شخص کے ظاہر حال پر حکم کیا جائے گا اگرچہ باطن میں بدکار ہی کیوں نہ ہو۔

آزاد ہو یا غلام بہر صورت چاند کی گواہی دے:

اگر ایک عادل شخص رمضان کا چاند دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اس رات میں اس کی گواہی دے آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت یہاں تک کہ پردہ نشین باندی بغیر اجازت اپنے مالک کے نکل کر گواہی دے فاسق اگر اکیلا چاند دیکھے تو گواہی دے اس واسطے کہ قاضی کبھی اس کی گواہی قبول کر لیتا ہے لیکن قاضی کو چاہئے کہ اس کی گواہی رد کرے یہ وجیز کردری میں لکھا ہے یہ حکم شہر کے اندر کا ہے اور شہر سے باہر اگر ایک آدمی رمضان کا چاند دیکھے تو اس گاؤں کی مسجد میں گواہی دے اور اگر وہ عادل ہو اور وہاں کوئی حاکم نہ ہو جس کے سامنے گواہی دی جائے تو لوگوں کو چاہئے کہ اس کے قول پر روزہ رکھیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے تنہا رمضان کا چاند دیکھا اور اسے گواہی دی اور گواہی مقبول نہ ہوئی تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے اور اگر روزہ نہ رکھا تو قضا لازم آئے گی کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر قاضی کی گواہی رد کرنے سے پہلے اس نے روزہ توڑ دیا تو صحیح یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر فاسق نے گواہی دی اور امام نے اس کو قبول کر لیا اور آدمیوں کو روزہ کا حکم کیا اور اس شخص نے یا شہر کے لوگوں میں سے کسی نے اس روز روزہ توڑ دیا تو عامہ مشائخ نے کہا ہے کہ اس شخص پر کفارہ لازم آئے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر اس شخص کے تیس روزے پورے ہو گئے تو جب تک امام روزہ افطار نہ کرے گا یہ بھی افطار نہ کرے گا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر آسمان صاف ہو تو ایسی جماعت کثیر کی گواہی قبول ہو گی جن کے خبر دینے سے یقین حاصل ہو جائے اور وہ امام کی رائے پر موقوف ہے کہ کچھ مقدار مقرر نہیں ہے یہی صحیح ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے رمضان اور شوال اور ذی الحجہ کا چاند اس حکم میں برابر ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ ایک شخص کی گواہی اس وقت مقبول ہوتی ہے جب وہ شہر کے باہر سے آئے یا وہ کسی بلند جگہ پر ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور طحاوی کے قول پر امام مرغینانی اور صاحب اقضیہ اور صاحب فتاویٰ صغریٰ نے اعتماد کیا ہے لیکن ظاہر روایت کے موجب شہر کے باہر سے آنے والے اور شہر کے اندر چاند دیکھنے والے میں کچھ فرق نہیں یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے شوال کا چاند رمضان کی انتیسویں تاریخ کو ڈھونڈھے اور اگر صرف ایک شخص دیکھے تو وہ روزہ نہ توڑے اس لئے کہ عبادت میں احتیاط پر عمل ہوتا ہے اور اگر توڑ دیا تو قضا لازم آئے گی کفارہ واجب نہ ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا اور گواہی دی لیکن اس کی گواہی مقبول نہیں ہوئی تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے اور اگر اس دن روزہ توڑا تو اس پر قضا لازم آئے گی کفارہ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر اس نے اپنے کسی دوست کے سامنے گواہی دی اور اس نے کچھ کھا لیا تو اگر اس کے قول کو سچ جانتا تھا تو بھی کفارہ لازم نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر اکیلے امام نے یا اکیلے قاضی نے شوال کا چاند دیکھا تو عیدگاہ کی طرف نہ نکلے اور نہ لوگوں کو نکلنے کا حکم دے اور نہ روزہ توڑے نہ پوشیدہ نہ ظاہر یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر آسمان برابر ہو تو دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی مقبول نہ ہو گی اور ان کا آزاد ہونا اور شہادت کے لفظ ادا کرنا بھی شرط ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر شوال کے چاند کی شہر سے باہر دو شخصوں نے خبر دی اور آسمان پر ابر ہے اور وہاں کوئی والی اور قاضی نہیں ہے اگر لوگ روزہ توڑ دیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ زاہدی میں لکھا ہے لیکن ان دونوں کا عادل ہونا شرط ہے یہ نقایہ میں لکھا ہے دعوے شرط نہیں اور جس شخص کو قذف[1] میں حد لگی ہو اگرچہ

---

[1] یعنی جس کسی نے کسی شخص محصن یا محصنہ پر زنا کی تہمت لگائی اور اس پر شہادت کاملہ نہ پہنچا سکا اس سبب سے اس کو حد لگائی جائے گی۔

اس نے تو بہ کر لی ہو اس کی گواہی مقبول نہیں اور اگر آسمان صاف ہو تو جب تک جماعت گواہی نہ دے تب تک مقبول نہیں جیسے کہ رمضان کے چاند کا حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور یہی کافی میں لکھا ہے شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ اگر دوسری جگہ سے آئیں تو دو آدمیوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور ذوالحجہ کا حکم ظاہر روایت کے بموجب مثل عید الفطر کے ہے یہی اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہی حکم اور مہینہ کے چاند دن کا ہے کہ جب تک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل اور آزاد جن کو حد نہ لگی ہو گواہی نہ دیں تب تک مقبول نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے حسنؒ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کی ہے کہ اگر ایک شخص کی گواہی پر روزہ رکھ لیا اور تیس پورے کر لئے اور شوال کا چاند نہ دیکھا تو احتیاطاً روزہ نہ چھوڑے اور امام محمدؒ سے یہ روایت ہے کہ روزہ توڑ دیں یہ تبیین میں لکھا ہے غایۃ البیان میں ہے کہ قول امام محمدؒ کا اصح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ یہ اختلاف اس وقت ہے کہ چاند نہ دیکھیں اور آسمان صاف ہو اور اگر آسمان پر ابر ہو تو بلا خلاف روزہ توڑ دیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے یہی اشبہ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر باوجود اَبر آلود موسم کے دو عادل اشخاص نے گواہی دی؟

اگر رمضان کے چاند پر دو شخصوں نے گواہی دی اور آسمان پر بادل ہے اور قاضی نے ان کی گواہی قبول کر لی اور تیس روزے رکھے پھر شوال کا چاند نظر آیا تو اگر آسمان پر بادل ہے تو دوسرے دن بالاتفاق روزہ افطار کریں گے اور اگر آسمان صاف ہے تو بھی صحیح قول کے بموجب روزہ افطار کریں گے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے رمضان کی انتیسویں تاریخ یہ گواہی دی کہ ہم نے تمہارے روزہ رکھنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے لوگ ہیں تو امام ان کی گواہی قبول نہ کرے کیونکہ انہوں نے واجب کو ترک کیا اور اگر کہیں دور سے آئے ہیں تو اُن کی گواہی جائز ہوگی اس لئے کہ ان کے ذمہ تہمت نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ظاہر روایت کے بموجب مطلعون کے اختلاف کا اعتبار نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

فقیہ ابواللیثؒ کا اسی پر فتویٰ ہے اور شمس الائمہ حلوائی بھی اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور انہوں نے کہا ہے کہ اہل مغرب کے رمضان کا چاند دیکھنے سے اہل مشرق پر روزہ واجب ہو جاتا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور جن لوگوں نے بعد کو چاند دیکھا ہے ان پر روزہ اس صورت میں واجب ہوگا جب ان لوگوں کا چاند دیکھنا بطریق یقین ثابت ہو جائے یہاں تک کہ اگر ایک جماعت گواہی دے کہ کسی شہر کے لوگوں نے تم سے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہے اور روزہ رکھا ہے اور یہ دن اس حساب سے تیسویں تاریخ ہے اور ان لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا تو دوسرے دن روزہ کا توڑنا مباح نہیں ہے اور نہ اس رات میں تراویح کو چھوڑیں اس لئے کہ اس جماعت نے چاند دیکھنے کی گواہی نہیں دی اور نہ غیروں کی گواہی پر گواہی دی بلکہ غیروں کے دیکھنے کی حکایت بیان کی ہے اور اگر انہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں نے شہر کے قاضی کے پاس فلاں شب میں چاند دیکھنے کی دو آدمیوں نے گواہی دی اور قاضی نے ان کی گواہی کے بموجب حکم کیا تو اس قاضی کا جائز ہے کہ ان کی گواہی پر حکم کرے اس لئے کہ قاضی کی قضا حجت ہوتی ہے اور ان لوگوں نے قاضی کی قضا کی گواہی دی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر کسی شہر کے لوگوں نے رمضان کا چاند نہیں دیکھا اور روزے رکھنا شروع کئے تھے اور اٹھائیسویں روزہ کو شوال کا چاند دیکھا تو اگر انہوں نے شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن پورے گن لئے تھے اور رمضان کا چاند نہیں دیکھا تھا تو ایک کی قضا کریں گے اور اگر انتیسویں روزہ کو شوال کا چاند دیکھا تھا تو کچھ قضا ان پر لازم نہ آئے گی اور اگر شعبان کے چاند کے تیس دن پورے گنے تھے اور شعبان کا چاند نہیں دیکھا تھا اور اس کے بعد رمضان کے روزے رکھے تو دو دن کی قضا کریں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی شہر کے لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھ کر انتیس روزے رکھے اور ان میں بعض مریض تھے انہوں نے روزہ نہیں رکھا تو ان پر انتیس دن کی

قضا لازم آئے گی اور اگر مریض کو شہر والوں کا حال معلوم نہ ہوا تو وہ تیس دن کے روزے قضا کرے گا تا کہ یقیناً واجب ادا ہو جائے یہ محیط میں لکھا ہے۔

باب : ③

اُن چیزوں کے بیان میں جو روزہ دار کو مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں

گوند چبانا روزہ دار کو مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے اور یہی متون میں لکھا ہے ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں یوں تفصیل ہے کہ اگر بنے ہوئے گوند کی ڈلی نہ ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر بنے ہوئے گوند کی ڈلی ہو تو اگر وہ سیاہ ہے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر سفید ہے تو نہ ٹوٹے گا لیکن کتاب میں اس کی تفصیل نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے بلا ضرورت کسی چیز کو چکھنا اور چبانا مکروہ ہے یہ کنز میں لکھا ہے اور چکھنے میں منجملہ عذر کے یہ بھی ہے کہ کسی عورت کا شوہر یا مالک بدخو ہو اور اس سبب سے وہ شوربا چکھے اور چبانے کے عذر میں سے یہ بھی ہے کہ کسی عورت کے پاس کوئی حیض والی یا نفاس والی عورت یا اور کوئی بے روزہ دار ایسا نہ ہو کہ جو اس کے بیٹے کو کھانا چبا کر کھلائے اور اس کو نرم پکا ہوا کھانا اور دودھ پلا ہوا دودھ بھی نہیں ملتا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور تجنیس میں مذکور ہے کہ چکھنا فرض روزہ میں مکروہ ہے نفل روزہ میں کچھ مضائقہ نہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے اور روزہ دار کو مکروہ ہے کہ شہد یا تیل کو خریدتے وقت اچھا یا برا پہچاننے کے واسطے چکھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ اگر اس کا خریدنا ضرور ہو اور دھوکے کا خوف ہو تو مضائقہ نہیں یہ زاہدی میں لکھا ہے روزہ دار کو استنجا کرنے میں مبالغہ مکروہ ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ناک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کے مبالغہ کا بھی یہی حکم ہے شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے مبالغہ سے یہ مراد ہے کہ منہ میں اکثر پانی لے اور منہ بھرے رہے اور یہ نہیں کہ غرغرہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر پانی میں روزہ دار کی ریح صادر ہو آواز سے یا بغیر آواز کے تو روزہ فاسد نہ ہوگا مگر مکروہ ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ وضو کے سوا روزہ دار کو کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا مکروہ ہے اور نہانا شروع کرنا اور سر پر پانی ڈالنا اور پانی کے اندر بیٹھنا اور تر کپڑے کو بدن پر لپیٹنا مکروہ ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں مکروہ ہے اور یہی اظہر ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور روزہ دار کے حق میں مکروہ ہے کہ منہ میں اپنا تھوک جمع کر کے اس کو نگل جائے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے مسواک کرنا خواہ تر ہو خواہ خشک صبح اور شام کے وقت ہمارے نزدیک مکروہ نہیں امام ابو یوسفؒ نے یہ کہا ہے کہ اگر مسواک پانی میں بھیگی ہوئی ہو تو مکروہ ہے اور ظاہر روایت کے بموجب اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر مسواک تر اور سبز ہو تو کسی کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بغیر قصدِ زینت سرمہ لگانا یا مونچھوں وغیرہ میں تیل لگانا مکروہ نہیں:

سرمہ لگانا اور مونچھوں میں تیل لگانا مکروہ نہیں یہ کنز میں لکھا ہے یہ حکم اس وقت ہے جب زینت کا قصد نہ ہو اور اگر زینت کا قصد ہو تو مکروہ ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اس میں فرق نہیں ہے کہ روزہ دار ہو یا بے روزہ دار ہو یہ تبیین میں لکھا ہے اگر ضعف کا خوف نہ ہو تو پچھنے لگانے میں مضائقہ نہیں لیکن ضعف کا خوف ہو تو مکروہ ہے اور اس کو چاہئے کہ غروب کے وقت تک تاخیر کرے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے کہ ایسے ضعف کے خوف میں مکروہ ہوگا جس میں روزہ توڑنے کی ضرورت پڑے اور فصد کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے جس شخص کو جماع کر لینے یا انزال کا خوف نہ ہو تو اس کو بوسہ لینے میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر خوف ہو تو مکروہ ہے اور ان

سب صورتوں میں مساس کا حکم مثل بوسہ کے ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور ہونٹوں کا چوسنا ہر صورت میں مکروہ ہے اور فرج کے سوا چھونا جماع اور مباشرت کرنا ظاہر روایت میں مثل بوسہ کے ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مباشرت فاحشہ بھی مکروہ ہے اگرچہ خوف نہ ہو یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور مباشرت فاحشہ اس کو کہتے ہیں کہ دونوں چپٹے ہوئے ہوں اور ننگے ہوں اور مرد کا ذکر عورت فرج کو لگے اور وہ بلا خوف مکروہ ہے یہ محیط میں لکھا اور اگر اپنے اوپر خوف نہ ہو تو گلے لگانے[1] میں مضائقہ نہیں اور اگر بہت بوڑھا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر روزہ دار کو جنابت کی حالت میں صبح ہوئی یا دن میں احتلام ہوا تو روزہ میں مضرت نہیں یہ محیط میں لکھا ہے سحری کھانا مستحب ہے اور وقت اس کا آخر شب ہے فقیہ ابو اللیثؒ نے کہا ہے کہ وہ اخیر کا چھٹا حصہ ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے سحری کھانے میں تاخیر مستحب ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اس قدر تاخیر کہ وقت میں شک ہو مکروہ ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے افطار میں جلدی کرنا افضل ہے پس مستحب یہ ہے کہ نماز سے پہلے افطار کرے اور سنت یہ ہے کہ افطار کے وقت یہ کہے: اللّٰھم لك صمت وبك أمنت وعیلك توکلت وعلی رزقك افطرت وصوم غد من شھر رمضان نویت فاغفرلی ما قدمت وما اخرت[2]۔ یہ معراج الدرایہ کی فصل متفرقات میں لکھا ہے شک کے دن کا روزہ یعنی جس دن میں یہ شک ہو کہ وہ رمضان کا دن ہے یا شعبان کا اگر اس میں رمضان کی یا کسی اور واجب کی نیت کرے تو مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

واجب کی نیت کرنے میں رمضان کی نیت کرنے سے کراہت کم ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو دونوں صورتوں میں وہ رمضان کا روزہ ہوگا اور اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو پہلی صورت میں روزہ نفل ہوگا اور اگر اس کو توڑ دے تو قضا واجب نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

دوسری صورت میں اگر یہ ظاہر نہ ہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا یا رمضان کا تھا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ جس واجب کی نیت کی ہے اس کا وہ روزہ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر نفل کی نیت کی تو صحیح یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو وہ روزہ رمضان کا ہوگا اور اگر ظاہر ہوا کہ شعبان کا دن تھا تو وہ نفل ہوگا اور اگر وہ روزہ توڑ دیا تو اس پر قضا لازم ہوگی اس لئے کہ اس نے التزام کے ساتھ شروع کیا تھا یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔

اصل نیت یا وصفِ نیت میں شک کرنا:

اگر نیت میں بھی کوئی تعین نہیں کیا تھا تو مکروہ ہے پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو روزہ نفل ہوگا اور اگر رمضان کا تھا تو رمضان کا روزہ ادا ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اصل نیت میں شک کیا یعنی یوں نیت کی کہ اگر کل رمضان ہوگا تو روزہ رکھوں گا اور شعبان ہوگا روزہ نہیں رکھوں گا تو اس صورت میں روزہ نہ ہوگا اور اگر وصف نیت میں شک کیا مثلاً یوں نیت کی کہ اگر کل رمضان ہے تو رمضان کا روزہ ہے اور اگر شعبان ہے تو دوسرے کسی واجب کا روزہ ہے یا یوں نیت کی کہ اگر کل دن رمضان کا ہے تو رمضان کا روزہ ہے اور اگر شعبان کا دن ہے تو نفل روزہ ہے تو بھی مکروہ ہے پھر اگر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو دونوں صورتوں میں وہ رمضان کا ہوگا اور اگر ظاہر ہوا کہ دن شعبان کا تھا تو پہلی صورت میں واجب ادا نہ ہوگا اور دونوں صورتوں میں روزہ نفل ہوگا جس کے توڑنے سے قضا لازم نہ آئے گی یہ تبیین میں لکھا ہے شک کا دن وہ ہے کہ تیسویں شب میں چاند نہ دیکھیں اور آسمان پر ابر ہو یہ تبیین میں لکھا ہے یا

---

[1] یعنی بغیر دخول کے صرف بدن سے بدن مل جائے۔

[2] الٰہی میں نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی اوپر ایمان لایا اور تجھی پر توکل کیا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا اور کل رمضان کے روزے کی نیت کی پس میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔

ایک شخص چاند کی گواہی دے اور اس کی گواہی قبول نہ کی جائے یا وہ فاسق گواہی دیں اور ان کی گواہی رد کر دی جائے لیکن اگر آسمان صاف ہو اور کوئی شخص چاند نہ دیکھے تو وہ دن شک کا نہیں ہے یہ زاہدی میں لکھا ہے علماء کا اختلاف ہے کہ شک کے روز روزہ رکھنا افضل ہے یا نہ رکھنا افضل ہے فقہا نے کہا ہے کہ اگر پورے شعبان کے روزے رکھے ہیں یا اتفاقاً وہ شک کا روز اس دن واقع ہوا جس دن اس کو روزہ رکھنے کی عادت تھی تو روزہ رکھنا افضل ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر شعبان کے آخر میں تین روزے رکھے تو بھی اس روزہ کا رکھنا افضل ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر یہ صورتیں نہ ہوں تو اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ خاص لوگوں کے واسطے نفل روزہ رکھنے کا فتویٰ دیا جائے یہ تہذیب میں لکھا ہے اور عوام کو زوال سے پہلے تک کھانے اور پینے اور جماع وغیرہ سے منع کیا جائے اس لئے کہ احتمال ہے کہ شاید یہ دن رمضان کا ثابت ہو اور اس کے بعد روزہ نہیں ہوتا یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور یہ صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔

نیت کی بابت عام وخاص کی تخصیص:

عام وخاص میں فرق یہ ہے کہ جو شخص شک کے دن روزہ رکھنے کی نیت جانتا ہو وہ خواص میں سے ہے اور نہ عوام میں سے اور نیت کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص کو اس دن روزہ رکھنے کی عادت نہ ہو وہ نفل کی نیت کرے اور اس کے دل میں یہ خیال نہ آئے کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہوگا تو یہ روزہ رمضان کا ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے کسی شخص نے شک کے روز یہ قصد کیا تھا کہ زوال تک کوئی فعل منافی روزہ کے نہ کرے گا پھر بھول کر کچھ کھالیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا اور روزہ کی نیت کی تو فتاویٰ میں مذکور ہے کہ یہ جائز نہیں یہ ظہیریہ کے باب النیت میں لکھا ہے عیدین اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر اس دن روزہ رکھ لیا تو ہمارے نزدیک روزہ دار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے رکھنا مکروہ ہے:

اگر ان دنوں میں روزہ رکھا اور توڑ دیا تو قضا لازم آئے گی یہ کنز میں لکھا ہوا ہے یہ حکم تینوں اماموں سے ظاہر روایت میں منقول ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ قضا لازم آئے گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے شوال کے چھ روزے رکھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے خواہ جدا جدا رکھے یا پے در پے رکھے اور امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت ہے کہ پے در پے رکھنا مکروہ ہے متفرق رکھنا مکروہ نہیں لیکن عامہ متاخرین کا یہ قول ہے کہ پے در پے رکھنے میں بھی مضائقہ نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اصح یہ ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور چھ روزے جدا جدا ہر ہفتہ میں دو دن مستحب ہے یہ ظہیریہ کی اس فصل میں لکھا ہے جس میں روزہ کے مکروہ اور مستحب ہونے کے وقتوں کا بیان ہے وصال کا روزہ مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام سال کے روزے رکھے اور جن دنوں میں روزہ منع ہے اس میں بھی افطار نہ کرے اور اگر ان دنوں میں افطار کر لیا تو مختار یہ ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ کئی روز تک رات دن برابر روزے رکھے نہ دن میں افطار کرے نہ رات میں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور افضل یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھے اور ایک دن افطار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے سنیچر (ہفتہ) اور اتوار کے دن روزہ رکھنے کی نسبت اگر اس دن کی تعظیم کا اعتقاد نہ کرے تو شمس الائمہ حلوائی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے نوروز اور مہرگان[1] کے دن اگر عمداً روزہ رکھا اور وہ دن اس کے روزہ رکھنے کی عادت کا نہ ہو تو مکروہ ہے اور اس دن کے روزہ رکھنے کی افضلیت میں یہ

---

[1] نوروز اور مہرگان دونوں مجوسیوں کی عید کے دن ہیں۔

گفتگو ہے کہ اگر پہلے سے اس دن روزہ رکھا کرتا ہے تو افضل یہ ہے کہ روزہ رکھے ورنہ افضل یہ ہے کہ روزہ نہ رکھے اس لئے کہ اس میں اس دن کی تعظیم کی مشابہت ہے اور وہ حرام ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے خاموشی کا روزہ مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ روزہ رکھے اور کسی سے کلام نہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

عورت کن حالتوں میں اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھ سکتی ہے؟

عورت کو بغیر اپنے شوہر کے اذن کے نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن اگر اس کا شوہر مریض یا روزہ دار یا حج یا عمرہ کے احرام میں ہے تو مکروہ نہیں اور غلام و باندی کو بغیر اجازت اپنے مالک کے کسی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں اور یہی حکم ہے مدبر اور مدبرہ اور ام ولد کا اور اگر ان میں سے کسی نے روزہ رکھ لیا تو شوہر کو اختیار ہے کہ روزہ تڑوادے اور مالک کو اختیار ہے کہ غلام اور باندی کا روزہ تڑوادے اور عورت اس روزہ کو اس وقت قضا کرے جب شوہر اجازت دے یا شوہر سے جدا ہو جائے اور غلام اس وقت قضا کرے جب مالک اجازت دے یا آزاد ہو جائے اور اگر شوہر مریض یا روزہ دار یا احرام میں ہے تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اپنی بی بی کو نفل روزہ سے منع کرے اور اگر منع کرے تو بھی نفل روزہ رکھنا جائز ہے غلام اور باندی کا یہ حکم نہیں ہے اور مالک ان کو ہر حالت میں روزہ سے منع کر سکتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے جو روزے کہ غلام پر اس کے فعل سے واجب ہوں ان سب کا یہی حال ہے جیسے نفل روزے لیکن کفارہ ظہار کے روزہ کا یہ حکم نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے نوکر بغیر حکم اپنے آقا کے نفل روزہ نہ رکھے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب روزہ کی وجہ سے اس کی خدمت میں نقصان ہو اور اگر نقصان نہ ہوتا ہو تو بغیر اجازت آقا کے اس کو روزہ رکھ لینا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کسی شخص کی بیٹی اور ماں اور بہن کو بغیر اس کی اجازت کے روزہ رکھنا جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

مسافر کے لیے کن حالتوں میں سفر میں روزہ رکھنا مکروہ ہے؟

مسافر کو اگر روزہ سے ضعف ہو جائے تو روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے بشرطیکہ اس کے سب یا اکثر رفیق بے روزہ نہ ہوں اور اگر اس کے رفیق یا اکثر قافلہ بے روزہ ہے اور کھانا سب کا مشترک ہے تو روزہ نہ رکھنا افضل ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر مسافر روزہ دار ہو اور اپنے شہر میں یا کسی اور شہر میں داخل ہو اور اقامت کی نیت کرے تو اس کو روزہ توڑنا مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ہر ماہ کی تیرہویں' چودہویں' پندرہویں (یعنی چاندنی راتوں) کا روزہ رکھنا:

جس شخص پر رمضان کے روزہ کی قضا باقی ہو اس کو نفل روزہ رکھنا مکروہ نہیں یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے چاندنی راتوں کا یعنی تیرہویں' چودھویں' پندرھویں کا روزہ رکھنا مستحب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے صرف جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا عامہ فقہا کے نزدیک مستحب ہے جیسے دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ یہ بحر الرائق میں لکھا ہے جو مہینے حرمت کے ہیں ان میں پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے حرمت کے مہینے چار ہیں ذیقعدہ و ذی الحجہ اور محرم اور جب تین برابر ہیں اور ایک علیحدہ ہے ذی الحجہ کے مہینہ میں اول کے نو دنوں کا روزہ رکھنا مستحب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے عرفہ کے روز حاجیوں کو اگر ضعف کا خوف ہو تو روزہ رکھنا مکروہ ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اسی طرح ترویہ[1] کے روز اس واسطے کہ افعال حج سے عاجز ہو جائے گا اور مستحب روزے بہت قسم ہیں اول محرم

---

[1] یوم ترویہ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو کہتے ہیں۔

کے روزے دوسرے رجب کے روزے اور عاشورہ کے دن کا روزہ یعنی دسویں تاریخ محرم کا نزدیک عامہ علماء اور صحابہؓ کے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور سنت یہ ہے کہ عاشورہ کا روزنویں تاریخ کے ساتھ رکھے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے صرف عاشورہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے گرمیوں میں دن بڑا ہونے اور گرمی کی وجہ سے روزہ رکھنا ادب ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

باب: ④

اُن چیزوں کے بیان میں جن سے روزہ فاسد ہوتا ہے اور جن سے فاسد نہیں ہوتا

روزہ توڑنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں:

پہلی قسم ☆

وہ جن سے قضا لازم آتی ہے کفارہ لازم نہیں آتا اگر روزہ دار کچھ بھول کر کھالے یا پی لے یا مجامعت کرلے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اس حکم میں فرض و نفل میں کچھ فرق نہیں ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے کوئی شخص کچھ کھا رہا ہے اور کسی نے کہا کہ تو روزہ دار ہے اور اسے یاد نہیں آتا تو صحیح یہ ہے کہ روزہ اس کا فاسد ہو جائے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کوئی شخص کسی روزہ دار کو کچھ بھول کر کھاتے ہوئے دیکھے تو اگر اس میں اتنی قوت دیکھے کہ رات تک روزہ تمام کرلے گا تو مختار یہ ہے کہ یاد نہ دلانا اس کو مکروہ ہے اور اگر روزہ سے ضعیف ہو جائے گا مثلاً بہت بوڑھا ہو تو اگر خبر نہ کرے تو جائز ہے یہ ظہیریہ کے فصل اغذیہ مبیحہ میں لکھا ہے اور اگر کوئی زبردستی کرنے سے یا خطا کرنے سے کچھ کھالے تو قضا لازم آئے گی کفارہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنے میں احتیاط:

خطا اس کو کہتے ہیں کہ روزہ یاد ہو اس کے توڑنے کا قصد نہ ہو اور پھر وہ کچھ کھا پی لے اور بھولنے والا اس کے خلاف ہے یہ نہایہ اور بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کلی کی یا ناک میں پانی ڈالا اور پانی اندر چلا گیا تو اگر روزہ اس کو یاد تھا تو فاسد ہو گیا اور اس پر قضا لازم آئے گی اور جو یاد نہ تھا تو فاسد نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اسی پر اعتماد ہے اگر کسی نے روزہ دار کی طرف کو کچھ پھینکا اور وہ اس کے حلق میں جا پڑا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا اس لئے کہ وہ بمنزلہ خاطی کے ہے اور اسی طرح اگر نہایا اور اس کے حلق میں پانی چلا گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے سوتے میں اگر کوئی پانی پی لے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور وہ بھولنے والے کے حکم میں نہیں ہے اس واسطے کہ سوتا ہوا یا بے ہوش اگر کسی جانور کو ذبح کرے تو اس ذبیحہ کا کھانا حلال نہیں اور جو شخص ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

پتھر، مٹی، سنگریزہ، گٹھلی یا روئی وغیرہ نگلنے کی صورت میں مسئلہ:

اگر کوئی شخص ایسی چیز نگل گیا جو بموجب عادت کے دوا یا غذا نہیں ہے جیسے کہ پتھر یا مٹی تو کفارہ واجب نہیں ہوتا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر سنگریزہ یا گٹھلی یا پتا یا ڈھیلا یا روئی یا تنکا یا کاغذ نگل گیا تو اس پر قضا لازم آئے گی کفارہ نہ ہوگا۔ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر یہی جو ابھی پکی نہ ہو اور نہ بطور ترکاری کے پکائی ہو اس کا نگل گیا تو کفارہ نہیں ہے اور اگر تازہ اخروٹ نگل جائے تو بھی یہی حکم ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر خشک اخروٹ یا خشک بادام نگلا تو بھی کفارہ نہیں اور اگر انڈا مع چھلکے یا انار مع چھلکے کے نگل گیا تو بھی کفارہ

نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے پستہ اگر تازہ ہے تو بمنزلہ اخروٹ کے ہے اور اگر خشک ہو اور اس کو چبا دے اور اس میں مینگ ہے تو کفارہ لازم آئے گا اور اگر بغیر چبائے نگل گیا تو سب کے نزدیک کفارہ لازم نہیں آتا اور اگر اس کا سر پھٹا ہوا ہے تو بھی عامہ فقہا کے نزدیک کفارہ لازم نہیں آتا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر پھلوں یا ترکاری میں سے کوئی چیز تر یا خشک حلق میں اُتر گئی؟

اگر خربوزہ کا چھلکا نگل گیا تو اگر وہ خشک ہے اور ایسی حالت میں ہے کہ اس سے نفرت معلوم ہوتی ہے تو کفارہ لازم نہیں آئے گا اور اگر تازہ ہے اور ایسا ہے کہ اس سے نفرت نہیں ہوتی تو کفارہ لازم آئے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر چاول یا باجرہ کھالیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے مسور اور ماش کے کھانے سے بھی کفارہ واجب نہیں ہوتا یہ زاہدی میں لکھا ہے اگر ایسی مٹی کھالی جس سے سر دھویا کرتے ہیں تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر اس مٹی کے کھانے کی اس شخص کو عادت ہے تو قضا و کفارہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے دانتوں کے درمیان میں جو کچھ رہ گیا ہے اگر وہ تھوڑا ہے تو اس کے کھانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور اگر بہت ہے تو فاسد ہو جاتا ہے چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو بہت ہے اور اگر کم ہو تو تھوڑا ہے اور اگر اس کو منہ میں سے ہاتھ میں لے کر پھر کھایا تو چاہئے کہ روزہ فاسد ہو جائے یہ کافی میں لکھا ہے اور اس پر کفارہ واجب ہونے میں بہت سے قول ہیں فقیہؒ نے یہ کہا ہے کہ اصح یہ ہے کہ کفارہ واجب نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر اس کے دانتوں میں کوئی تل رہ گیا اور اس کو نگل گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر باہر سے لے کر تل نگلا تو روزہ فاسد ہوگا کفارہ کے واجب ہونے میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ اگر اس کو بغیر چبائے نگلا ہے تو کفارہ واجب ہوگا یہ غیاثیہ اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر اس کو چبایا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اگر اس کا مزا حلق میں معلوم ہوا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور یہی ٹھیک ہے اور ہر تھوڑی سی چیز چبانے میں یہی قاعدہ کلیہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر گیہوں کا دانہ چبایا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اس لئے کہ وہ منہ میں ہی فنا ہو جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی لقمہ دوسرے کے کھلانے کے لئے چبایا پھر اس کو نگل گیا تو ظاہر یہ ہے کہ کفارہ نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر سحری کا کوئی لقمہ اس کے منہ میں باقی تھا اور سحر طلوع ہوگئی پھر اس کو نگل گیا یا بھول کر روٹی کا ٹکڑا کھانے کے واسطے لیا اور جب اس کو چبالیا تو یاد ہوا کہ روزہ دار ہے پھر باوجود یاد آنے کے وہ نگل گیا تو بعضوں نے کہا ہے کہ اگر منہ سے باہر نکالنے سے پہلے نگل گیا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا اور اگر منہ سے باہر نکالا اور پھر نگل گیا تو کفارہ لازم نہ ہوگا یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اپنا یا دوسرے کا تھوک نگل جانا:

اگر دوسرے کا تھوک نگل گیا تو روزہ فاسد ہو گیا کفارہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر اس کے محبوب[1] کا تھوک ہے تو کفارہ لازم ہوگا اگر اپنا تھوک ہاتھ میں لے کر نگل گیا تو روزہ فاسد ہوگا اور کفارہ لازم نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں لکھا ہے اگر کسی کے ہونٹ باتیں کرتے وقت یا اور وقت تھوک میں تر ہو جائیں پھر اس کو نگل جائے تو ضرورت کی وجہ سے روزہ فاسد نہ ہوگا یہ زاہدی میں لکھا ہے اگر اس کے منہ میں رال ٹھوڑی تک ہے اور اس کا تار منہ کے اندر کے لعاب سے ملا ہوا تھا پھر وہ اس کو منہ کے اندر لے جا کر نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ اس کا باہر نکلنا پورا نہیں ہوا تھا اور اگر اس کا تار ٹوٹ گیا تھا تو اس کا حکم برخلاف ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے حجۃ میں ہے کہ کسی شخص کو یہ بیماری ہے کہ اس کے منہ سے پانی نکلتا ہے اور پھر منہ میں داخل ہوتا ہے اور حلق میں چلا جاتا ہے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر مضمضہ یعنی کلی کے بعد کچھ تری باقی رہی اور اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور اگر اس

---

[1] محبوب کے تھوک میں لذت ہے اور ماسوائے اس کے نفرت تو کفارہ فقط محبوب کے تھوک میں ہے۔

کے دماغ سے ناک پر رینٹھ آئی اور پھر اس کو چڑھا گیا اور عمداً حلق میں لایا تو روزہ نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ وہ بمنزلہ تھوک کے ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے خون کھالیا تو ظاہر روایت کے بموجب اس پر قضا لازم ہوگی کفارہ نہ ہوگا اس لئے کہ اس سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے خون اگر دانتوں سے نکل کر حلق میں داخل ہو جائے تو اگر تھوک غالب ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر دونوں برابر ہیں تو بھی بطور استحسان روزہ فاسد ہو جائے گا کسی روزہ دار نے ابریشم کا کام کیا اور ریشم اس کے منہ میں چلا گیا اور اس کا سبز یا زرد یا سرخ رنگ کٹ کر تھوک میں مل گیا اور تھوک رنگین ہو گیا اور وہ اس کو نگل گیا اور روزہ اس کا یاد ہے تو روزہ فاسد ہو جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر ہلیلہ یعنی ہڑ کو چوسا اور تھوک اس کے حلق میں داخل ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا جب تک اصل ہڑ داخل نہ ہو جائے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر سکر[1] چوسی اور پانی اس کے حلق میں داخل ہوا تو اس پر کفارہ لازم آئے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جس چیز کا کھانا مقصود نہیں ہوتا اور اس سے بچ بھی نہیں سکتا جیسے مکھی تو جب روزہ دار کے پیٹ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا یہ ایضاح کرمانی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے مکھی پکڑی اور اس کو کھا گیا تو اس پر قضاء لازم ہوگی کفارہ نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کسی کو جمائی آئی اور اس نے اپنا سر اٹھایا اور اس کے حلق میں پانی کا قطرہ کسی پرنالہ سے ٹپک گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر حلق میں پیسنے یا کوٹنے کا غبار یا دوا کا ذائقہ اُترا تو؟

اگر منہ کا پانی یا برف کسی کے منہ میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا یہ صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی کے حلق میں پیسنے یا کوٹنے کا غبار یا دوا کا مزا یا دھواں یا خاک کا غبار جو ہوا یا جانوروں کے سم سے اڑتا ہے داخل ہوا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر روزہ دار کے منہ میں آنسو داخل ہوں تو اگر تھوڑے ہوں جیسے کہ ایک دو قطرے یا مثل اس کے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر بہت ہوں یہاں تک کہ ان کی نمکینی اپنے منہ میں پائے اور بہت سے جمع ہو جائیں پھر ان کو نگل جائے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اسی طرح اگر چہرے کا پسینہ روزہ دار کے منہ میں داخل ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے بدن کے مساموں سے جو تیل اندر داخل ہو جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا یہ شرح مجمع میں لکھا ہے۔

اگر تھوک میں سرمہ کا رنگ یا اثر برآمد ہو؟

جو شخص پانی سے نہایا اور اس کی سردی جسم کے اندر محسوس ہوئی تو اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اگر آنکھ میں کچھ دوا ٹپکائی تو ہمارے نزدیک اس سے روزہ فاسد نہ ہوگا اگرچہ اس کا مزا حلق میں محسوس ہو اگر کسی کے تھوک میں سرمہ کا اثر یا رنگ ظاہر ہوا تو عامہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ اس کا روزہ فاسد نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے یہی اصح ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کسی کو قے ہوگئی یا اس نے از خود منہ بھر کر یا اس سے کم قے کی اور وہ آپ سے لوٹ گئی یا اس نے لوٹائی یا باہر نکلی تو اگر آپ سے قے لوٹائی یا اپنے ارادہ سے منہ بھر کر قے کی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس کے سوا اور کسی صورت میں نہیں ٹوٹے گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور یہ سب حکم اس وقت ہے کہ جب قے میں کھانا یا پانی یا پت ہوں اور اگر بلغم ہے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا اور منہ بھر کر ہو تو امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے اور یہ قول امام ابو یوسف کا ان دونوں کے قول سے احسن ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

تیل کا حقنہ لینا یا ناک میں تیل چڑھانا:

جس شخص نے تیل کا حقنہ لیا یا ناک میں تیل چڑھایا یا کان میں ٹپکایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ واجب نہ ہو گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر اس کے بغیر فعل کے تیل اندر داخل ہو گیا تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے

[1] سکر بسین مہملہ خرما وغیرہ کا شیرہ جما ہوا ہوتا ہے۔

کان میں پانی ٹپکایا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اپنے پیشاب کے مقام میں کچھ ٹپکایا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا یہ محیط میں لکھا ہے برابر ہے کہ پانی ٹپکایا ہو یا تیل اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ وہ مثانہ تک پہنچ جائے اور اگر مثانہ تک نہ پہنچا ہو اور ذکر کی ڈنڈی میں ہو تو بالاجماع روزہ نہیں ٹوٹے گا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر عورتیں اپنے پیشاب کے مقام میں کچھ ٹپکائیں تو بلاخلاف روزہ ٹوٹ جائے گا یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر پیٹ یا سر میں جراحی کے دوران دوا ڈالی اور وہ معدہ یا مغز تک پہنچ گئی؟

اگر پیٹ[1] یا سر میں اندر تک زخم ہوا اور اس میں دوا ڈالیں تو اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ اگر دوا پیٹ یا دماغ کے اندر تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا دوا کے اندر پہنچنے کا اعتبار ہے اس کے تر یا خشک ہونے کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر یہ معلوم ہوا کہ خشک دوا اندر پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر یہ معلوم ہوا کہ تر دوا اندر نہیں پہنچی تو روزہ فاسد نہیں ہوگا یہ عنابیہ میں لکھا ہے اور اگر ان دونوں میں سے کچھ نہ معلوم ہوا اور دوا ترتھی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اس لئے کہ عادت یہی ہے کہ تر دوا اندر پہنچ جاتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ اندر پہنچنا معلوم نہیں ہوا اور شک میں روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر دوا خشک ہو تو بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر کسی کے نیزہ یا تیر لگا اور اس کے پیٹ کے اندر ٹوٹ رہا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر ایک کنارہ اس کا باہر رہا تو روزہ فاسد نہ ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے گوشت کی بوٹی کو ڈورے میں باندھ کر نگلا پھر اسی وقت نکال لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور جو چھوڑ دیا تو ٹوٹ جائے گا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی لکڑی کو نگل گیا اور سرا اس کا ہاتھ میں ہے اور پھر باہر نکال لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر کل لکڑی کو نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنے پاخانہ کے مقام میں انگلی داخل کی یا عورت نے اپنی فرج میں انگلی داخل کی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا یہی مختار ہے لیکن اگر وہ پانی یا تیل میں بھیگی ہوئی ہو تو پانی یا تیل کے اندر پہنچنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب روزہ یاد ہو اور یہ تنبیہ بہتر ہے اور ضرور ہے کہ اس کو یاد رکھے اس واسطے کہ ان سب مسئلوں میں روزہ اسی وقت ٹوٹتا ہے کہ جب روزہ یاد ہو ورنہ نہیں ٹوٹتا یہ زاہدی میں لکھا ہے اگر کسی کی کانچ باہر نکل آئے اور وہ روزہ دار ہو تو اس کو چاہئے کہ جب تک اس کو کپڑے سے نہ پونچھ لے تب تک جگہ سے نہ اٹھے تاکہ اس کے اندر پانی داخل ہونے سے روزہ نہ ٹوٹ جائے اور اسی واسطے فقہا نے کہا ہے کہ اگر روزہ دار ہو تو استنجا کرنے میں سانس نہ لے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر روزہ دار استنجا دیر تک کرے یہاں تک کہ پانی حقنہ کے مقام تک پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اگر کسی کی زبردستی کی وجہ سے رمضان کے دن میں مجامعت کی تو قضا لازم آئے گی کفارہ لازم نہ آئے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

دوران روزہ بوس و کنار کا مسئلہ:

اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح اگر عورت[2] نے زبردستی کی تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر فجر کے طلوع ہونے سے

---

[1] پیٹ میں جوف تک اور سر میں مغز تک ہو۔

[2] اگر عورت نے یہ ترجمہ قولہ و کذا لو کراھۃ المراۃ - یہی نسخہ موجودہ میں ہے اور مخفی نہیں کہ عورت سے اکراہ بقول امام بخلاف صاحبین نہیں ہوتا کیونکہ سلطنت وقوت چاہئے پھر میرے نزدیک اصل میں سہو ہے اور کاتب سے غلطی ہوئی عبارت یہ ہے کہ و کذا لو کرھت المراۃ علی بناء المفعول فافہم واضح رہے کہ زبردستی سے یہ مراد ہے کہ بے قابو کر دے جیسے عجز ہوتا ہے لیں کسی ایذاء پہنچانے کا خوف دلانے مثلاً مارنا یا قید کرنا یا چھین لینا وغیرہ و یہاں تعین مراد میں تامل ہے اور شاید کہ عورت کی زبردستی صرف فساد صوم میں بطور منہ میں پانی ڈالنے وغیرہ کے ہو ورنہ جماع میں زبردستی ممکن بھی نہیں ہے کذا قال مولانا السید صاحب ترجمۃ المجلدات الباقیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پہلے دخول کیا اور جب صبح کے طلوع ہونے کا خوف ہوا تو باہر نکال لیا اور انزال ہو گیا لیکن اس وقت صبح ہو چکی تھی تو اس پر قضا لازم نہ ہو گی اور اگر بھول کر جماع شروع کیا یا طلوع فجر سے پہلے دخول کیا پھر فجر طلوع ہو گئی یا بھولنے والے کو یاد آ گیا تو اگر فوراً باہر نکال لیا تو صحیح روایت کے بموجب روزہ فاسد نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر اسی حالت پر قائم رہا تو ظاہر روایت کے بموجب اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم آئیں گے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی عورت کے منہ یا فرج کو شہوت سے بار بار دیکھا یا ایک مرتبہ دیکھا اور انزال ہو گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اسی طرح اگر خیال باندھنے سے انزال ہو گیا تو بھی روزہ نہیں ٹوٹتا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر اپنی عورت کے بوسے لئے اور انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے کفارہ لازم نہیں آتا یہ محیط میں لکھا ہے اور باندی اور لونڈوں کے بوسے لینے میں بھی یہی حکم ہے اور عورت اگر اپنے شوہر کے بوسے لے اور تری دیکھے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر تری نہ دیکھے اور لذت پائے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے یہ زاہدی میں لکھا ہے اگر کسی جانور کے بوسے لئے اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔

مساس' مباشرت' مصافحہ اور معانقہ کا حکم:

مساس' مباشرت' مصافحہ اور معانقہ کا حکم مثل بوسے کے ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر عورت کو کپڑے کے اوپر سے مساس کیا اور انزال ہو گیا تو اگر اس کے بدن کی حرارت معلوم ہوئی روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ فاسد نہ ہو گا یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر عورت نے شوہر کے مساس کیا اور شوہر کو انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہو گا اور اگر شوہر نے عورت کو خود اس امر کی تکلیف دی تھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی جانور کی فرج کو مساس کیا اور انزال ہو گیا تو روزہ فاسد نہ ہو گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر جانور یا مردہ سے مجامعت کی یا فرج کے باہر مجامعت کی اور انزال نہیں ہوا تو روزہ فاسد نہ ہو گا اور اگر ان سب صورتوں میں انزال ہو گیا تو قضا لازم ہو گی کفارہ لازم نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔

دورانِ روزہ مشت زنی یا مساس وغیرہ جیسی قبیح حرکات کی تو قضا لازم ہو گی:

روزہ دار اگر اپنے ذکر ہلا دے اور انزال ہو جائے تو قضا لازم ہو گی یہی مختار ہے اور عامہ مشائخ کا یہی قول ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر اپنے ذکر کو اپنی عورت کے ہاتھ سے ہلوا دے اور انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر سوئی ہوئی عورت یا مجنونہ عورت سے جس کا جنون عارضی ہو اور وہ حالت افاقہ میں روزہ کی نیت کر چکی ہو مجامعت کی جائے تو تینوں اماموں کے نزدیک اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو عورتیں باہم مساحقہ کریں یعنی آپس میں مشغول ہوں اور ان دونوں کو انزال ہو جائے تو ان دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں ٹوٹے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور انزال کی صورت میں کفارہ نہ آئے گا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

دوسری قسم:

اُن چیزوں کے بیان میں جن سے قضا اور کفارہ لازم ہو گا

جس شخص نے دونوں راستوں میں سے کسی راستہ میں عمداً مجامعت کی تو اُس پر قضاء اور کفارہ لازم ہو گا۔ ان دونوں مقاموں کی مجامعت میں انزال شرط نہیں ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر عورت تابعدار ہو گئی تو اس کا بھی وہی حکم ہے اور اگر زبردستی سے مجبور تھی تو قضا واجب ہو گی کفارہ لازم نہ ہو گا اور اگر ابتدا میں زبردستی سے مجبور تھی پھر رضامند ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی

خان میں لکھا ہے اگر کسی لڑکے یا مجنون کو عورت نے اپنے اوپر قادر کر لیا یا اس نے اس عورت کے ساتھ زنا کیا تو بالاتفاق اس عورت پر کفارہ واجب ہوگا یہ زاہدی میں لکھا ہے اگر کسی نے عمداً کوئی ایسی چیز کھائی جو غذا یا دوا ہوتی ہے تو کفارہ لازم ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جب وہ غذا یا دوا کے واسطے کھائے اور اگر ان دونوں کا ارادہ نہیں کیا تو کفارہ لازم نہ ہوگا قضا واجب ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے پس روزہ دار اگر روٹی یا کھانے یا پینے کی چیزیں یا تیل یا دودھ کھائے پئے یا ہڑ یا مشک یا زعفران یا کافور یا غالیہ کھائے تو ہمارے نزدیک اس پر قضا اور کفارہ لازم آئے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بطورِ دوا گل ارمنی وغیرہ یا بھونی ہوئی مٹی وغیرہ کھانا:

اسی طرح اگر سرکہ یا کھٹا پانی یا کسی یا زعفران یا باقلہ یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا یا درخت انگور یا بارش یا برف یا اولہ کا عمداً پانی پیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر وہ مٹی کھائی جو دوا کے واسطے کھائی جاتی ہے جیسے گل ارمنی یا وہ مٹی جس کو بھون کر کھاتے ہیں یا جوار کا آملا مسکہ میں ملا کر کھایا یا چھوٹا سا خربزہ نگلا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح کچا گوشت یا کچی چربی کھائی تو بھی قول مختار کے بموجب یہی حکم ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اگر جو نگل گیا تو اگر بھونا ہوا تھا تو کفارہ لازم ہوگا اور جو بغیر بھونا تھا تو کفارہ لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ بھونا ہوا کھانے کا دستور ہے اور بغیر بھونا ہوا کھانے کی عادت نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جوار کے آٹے میں اگر مسکہ یا دہی ملا ہوا ہو تو اس کے کھانے سے کفارہ واجب ہوگا اگر گیہوں کھائے تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر جوار کا درخت کھائے تو زندویسی نے کہا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ اس پر کفارہ لازم ہوگا اس لئے کہ اس میں شیرینی ہوتی ہے اور اس سے لذت حاصل ہوتی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر درخت کے پتے کھائے تو اگر وہ اس قسم کے ہیں جن کو کھایا کرتے ہیں جیسے انگور کے پتے جو بڑے ہو گئے ہوں تو اس پر قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے سارے نباتات کا یہی حکم ہے اگر انگور کا دانہ کھایا اگر اس کو چبایا تو قضا اور کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس کو اسی طرح نگل گیا تو اگر اس پر پوست نہ تھا تو اس پر قضا اور کفارہ لازم ہوگا اور اگر پوست تھا تو عامہ علماء کا یہ مذہب ہے کہ اس پر قضا اور کفارہ لازم ہوگا ابو سہل نے کہا ہے کہ کفارہ لازم نہ ہوگا یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

بھول کر کھانا پینا یا مجامعت کرنا اور گمان کرنا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا تو اس صورت میں مسئلہ:

اگر تازہ بادام نگل لیا تو کفارہ لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بادام یا اخروٹ تازہ یا خشک چبا کر نگل گیا تو کفارہ لازم ہوگا یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے نمک کھانے سے کفارہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر خالی نمک کھانے کی عادت ہو تو کفارہ لازم ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر نمک کھا لے گا تو کفارہ واجب ہوگا یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے صدر الشہیدؒ نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ شرح نقایہ میں لکھا ہے جو شیخ ابو المکارم کی تصنیف ہے اور اسی سے ملتے ہوئے ہیں یہ مسئلے اگر کسی نے بھول کر کھایا یا پیا یا مجامعت کی اور اس کو یہ گمان ہوا کہ اس سے میرا روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے عمداً کھا لیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور اگر جانتا ہے کہ روزہ بھولنے سے نہیں ٹوٹتا تو بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کفارہ لازم ہوگا یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی کو قے آئی اور اس کو یہ گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے کچھ کھایا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور اگر وہ یہ جانتا ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کسی کو احتلام ہوا اور اس کو گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اس کے بعد عمداً کھا لیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر احتلام کا حکم معلوم ہے تو کفارہ واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی نے پچھنے لگائے اور اس کو گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے پھر عمداً کھا لیا تو اس پر قضا اور کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر کسی فقیہ نے اُس کو یہ فتویٰ دیا کہ روزہ ٹوٹ گیا یا اس کو حدیث[1] پہنچی اور

---

[1] قولہ حدیث پہنچی...... یہ مسئلہ دلیل ہے کہ حدیث پر عمل کر لینا مقبول ہے اور یہ شامی وغیرہ کے نزدیک محقق ہے کیونکہ وہ اصل ہے۔

اس پر اعتماد کیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا یہی حکم ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس کے خلاف ہے اور اگر حدیث کی تاویل معلوم ہے تو کفارہ واجب ہوگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے سرمہ لگایا یا بدن پر یا مونچھوں پر تیل ملا اور اس کو گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر عمداً کچھ کھالیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا لیکن اگر وہ جاہل تھا اور کسی نے اس کو روزہ ٹوٹنے کا فتویٰ دے دیا تھا تو کفارہ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مسافر قبل از زوال اپنے شہر میں واپس لوٹا تو؟

اگر مسافر اپنے شہر میں زوال سے پہلے داخل ہوا اور وہاں کچھ نہ کھایا اور روزہ کی نیت کر لی پھر عمداً جماعت کی تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر مجنون کو زوال سے پہلے افاقہ ہوا اور اس نے روزہ کی نیت کی پھر مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے صبح کے روزہ کی نیت کی تھی پھر زوال سے پہلے نیت کی پھر کچھ کھالیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا یہ کشف الکبیر میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے روزہ توڑا پھر ایسا بیمار ہوا کہ روزہ نہیں رکھ سکتا تو ہمارے نزدیک کفارہ ساقط ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے یہ اصح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

پس اصل ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی دن کے آخر وقت میں یہ حالت ہو کہ اگر وہ حالت صبح کو ہوتی تو روزہ توڑنا اس پر مباح ہوتا تو اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مسواک کر کے یہ گمان کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر عمداً کھالیا تو اس پر قضا و کفارہ واجب ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی کی غیبت کی اور اس کو یہ گمان ہوا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے پھر اس کے بعد عمداً کچھ کھالیا تو کفارہ واجب ہوگا اگرچہ کسی فقیہ سے فتویٰ لیا ہو یا کسی حدیث کی تاویل کی یہ بدائع میں لکھا ہے عامہ علماء کا یہی قول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی عورت نے عمداً روزہ توڑ دیا پھر اس کو اسی روز حیض ہوا یا بیماری ہوئی تو روزہ قضا کرے گی کفارہ واجب نہ ہوگا اگر کسی نے روزہ توڑا اور پھر بے ہوش ہوگیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنے آپ کو زخمی کیا اور ایسا حال ہوگیا کہ روزہ پر قادر نہیں ہے تو بعضوں نے کہا ہے کہ کفارہ ساقط نہ ہوگا یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی جانور یا مردہ سے مجامعت کی اور اس کو یہ گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے عمداً کچھ کھالیا تو اس پر کفارہ آئے گا بشرطیکہ اس مسئلہ کو جانتا ہو اور اگر جاہل ہوگا تو قضا لازم آئے گی کفارہ لازم نہ ہوگا اگر کسی نے اپنی انگلی دبر میں داخل کی یا کوئی لڑی نگل گیا اور اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹی اور یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر اس کے بعد عمداً کچھ کھالیا تو بھی یہی حکم ہے اگر کسی عورت کے حسن کو دیکھا اور اسے گمان ہوا کہ روزہ ٹوٹ گیا اس کے بعد عمداً کچھ کھالیا تو اس کا حکم مثل قے کے ہے اگر ایسے مردار کو کھایا جس میں کیڑے پڑے تھے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ لازم نہیں آئے گا اور اگر کیڑے نہ پڑے ہوں تو قضا کفارہ دونوں لازم ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی شخص کو رمضان کے دن میں قتل[1] کرنے کے واسطے لائے اور اُس نے کسی شخص سے (دوران روزہ ہی) پانی مانگا اور اس نے پکڑا دیا پھر (مابعد) اُس کا خون معاف ہوگیا تو شیخ امام ظہیر الدین نے کہا ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا اگر کسی نے اپنی خوشی سے عمداً دن میں عورت سے مجامعت کی پھر اس کو زبردستی بادشاہ نے سفر کو بھیجا تو ظاہر اصول کے بموجب کفارہ ساقط نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ قتل مثلاً قصاص یا ظلم سے۔ اور مراد یہ کہ وہ روزے سے تھا۔

باب : ⑤

اُن عذروں کے بیان میں جن سے روزہ نہ رکھنا مباح ہوتا ہے

سفر کا بیان:

منجملہ ان کے سفر ہے جو روزہ نہ رکھنے کو مباح کرتا ہے جس دن سفر شروع کردیا وہ دن روزہ توڑنے کا عذر نہیں ہے یہ غیاثیہ میں لکھا ہے پس اگر کسی نے دن میں سفر کیا تو اس دن روزہ توڑنا جائز نہیں اور اگر روزہ توڑ دیا تو کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر روزہ توڑ کر سفر کیا تو کفارہ لازم آئے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے صبح کے وقت عمداً کچھ کھالیا پھر بادشاہ نے زبردستی اس سے سفر کرایا تو ظاہر روایت کے بموجب کفارہ ساقط نہ ہوگا اور اگر اپنے اختیار سے سفر کیا تو باتفاق روایات کفارہ ساقط نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر رمضان میں کسی نے سفر کیا پھر کوئی چیز بھول گیا تھا اس کے لینے کو اپنے گھر کی طرف لوٹا اور اپنے گھر میں کچھ کھایا پھر سفر کو چلا گیا تو قیاس یہ ہے کہ اس پر کفارہ واجب ہوگا اس لئے کہ اس کا سفر موقوف ہو گیا تھا فقیہ نے کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ غیاثیہ میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے مرض ہے مریض کو اگر اپنی جان کے تلف ہونے کا یا کسی عضو کے بیکار ہونے کا خوف ہو تو بالاجماع یہ حکم ہے کہ روزہ توڑ دے اور اگر مرض کی زیادتی کا یا اس کے دیر تک رہنے کا خوف ہو تو بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہے اور روزہ توڑنے کے بعد اس پر قضا لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اس بات کو مریض اپنے اجتہاد سے پہچانے اور اجتہاد محض وہم کا نام نہیں بلکہ غالب گمان حاصل ہو خواہ کسی علامت سے یا تجربہ سے یا ایسے مسلمان طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلا ہوا فاسق نہ ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر تندرست کو یہ خوف ہے کہ وہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا تو وہ مریض کے حکم میں ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

معیادی بخار یا مستقل بخار والے کی بابت حکم:

اگر کسی کو بخار کی باری کا دن ہو اور بخار کے ظاہر ہونے سے پہلے اس نے کچھ کھالیا تو کچھ مضائقہ نہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر کسی کو تیسرے دن بخار آتا ہے اور اس نے دورہ کے دن اس وہم پر روزہ توڑ ڈالا کہ بخار آئے گا تو ضعف ہو جائے گا اور اس کو بخار نہ آیا تو کفارہ لازم ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے حاملہ ہونا اور بچہ کو دودھ پلانا ہے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنی جان یا بچہ کا خوف ہو تو روزہ توڑیں اور قضا کریں کفارہ ان پر لازم نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے حیض اور نفاس ہے اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس ہو تو روزہ نہ رکھے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی عورت کو حیض آنے کا گمان تھا اس وجہ سے اس نے روزہ توڑ دیا اور اس روز حیض نہ آیا تو اظہر یہ ہے کہ اس پر کفارہ لازم آئے گا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر رات میں حیض سے پاک ہو جائے اور حیض پورے دس دن آیا ہے تو صبح کو روزہ رکھے اور اگر دس دن سے کم آیا ہے پس اگر اس نے رات میں سے اتنا وقت پایا کہ غسل کرنے کے بعد بھی ہلکی سی ایک ساعت رات رہی تو بھی روزہ رکھے اور اگر نہانے سے فارغ ہونے کے ساتھ ہی فجر طلوع ہوئی تو روزہ نہ رکھے اس لئے کہ جب حیض دس دن سے کم ہو تو نہانے کی مدت منجملہ حیض کے ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے پیاس اور بھوک ہے اگر کسی کو روزہ میں بھوک یا پیاس کے سبب سے ہلاک ہو جانے کا یا عقل کے نقصان کا خوف ہو جیسے کہ باندی کام کرتے کرتے تھک کر روزے سے ہلاکت کا خوف کرے اور اسی طرح سے وہ شخص جس کو بادشاہ کا موکل گرمی کے موسم میں دربار کو لے جائے اور اسے ہلاک ہونے یا عقل کے نقصان کا خوف ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے بڑھاپا ہے۔

شیخ فانی (پیرانہ سالی والا) کی بابت مسئلہ:

شیخ فانی اگر روزہ پر قادر نہ ہو تو روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے یہ ہدایہ میں لکھا ہے بوڑھی عورت کا بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے شیخ فانی وہ شخص ہے جو ہر روز زیادہ ضعیف ہوتا جائے یہاں تک کہ مر جائے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور یہ اختیار ہے کہ چاہے فدیہ اول رمضان میں ایک بار دے اور چاہے کل فدیہ آخر رمضان میں دے یہ نہرالفائق میں لکھا ہے اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ پر قادر ہو گیا تو فدیہ کا حکم باطل ہو گا اور روزے اس پر واجب ہوں گے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اگر قسم یا قتل کے کفارہ کے روزے تھے اور شیخ فانی ہونے کی وجہ سے ان سے عاجز ہو گیا تو ان کے بدلے کھانا کھلانا جائز نہیں اور قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جو روزہ کہ خود اصل ہو اور کسی دوسرے کو عوض نہ ہو اس کے عوض میں جب روزہ رکھنے سے مایوس ہو تو کھانا دے سکتا ہے اور جو روزہ کہ دوسرے کا بدل ہو اور خود اصل نہ ہو اس کی عوض میں کھانا نہیں دے سکتا اگرچہ آئندہ روزہ رکھنے سے مایوس ہو گیا ہو مثلاً قسم کے کفارہ کے روزہ کے بدلے میں کھانا دینا جائز نہیں اس لئے کہ وہ خود دوسرے کے بدل میں اور کفارہ ظہار اور کفارہ رمضان میں اگر اپنی فقیری کی وجہ سے غلام آزاد کرنے اور بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو اس کے عوض میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس واسطے کہ یہ فدیہ روزہ کے عوض میں نص سے ثابت ہوا ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر رمضان کا روزہ مرض یا سفر کے عذر سے فوت ہو گیا اور وہ مرض یا سفر ابھی باقی تھا کہ وہ مر گیا تو اس پر قضا واجب نہیں لیکن اگر اس نے یہ وصیت کی ہو کہ روزہ کے عوض میں کھانا کھلایا جائے تو وصیت صحیح ہے واجب نہیں اور اس کے تہائی مال میں سے کھانا کھلایا جائے اور اگر مریض اچھا ہو گیا یا مسافر سفر سے واپس آیا اور اس قدر وقت اس کو ملا کہ جس قدر روزے فوت ہوئے تھے ان کی قضا کر سکتا تھا تو اس پر ان سب کی قضا لازم ہے پس اگر روزے نہیں رکھے اور موت آ گئی تو اس پر واجب ہے کہ فدیہ کی وصیت کرے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اس کی طرف سے اس کا ولی ہر روزہ کے عوض میں ایک مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوارے یا جو دے دے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر اس نے وصیت نہیں کی اور وارثوں نے اس پر احسان کر کے اپنی طرف سے فدیہ دیا تو بھی جائز ہے لیکن بغیر وصیت کے ان پر واجب نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ولی اس کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر مریض صحیح یا مسافر مقیم ہوا پھر وہ دونوں مر گئے تو بقدر صحت اور اقامت ان پر قضا لازم ہو گی بالاتفاق سب فقہا کا یہی قول ہے یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر دوسرا رمضان آیا اور اس نے پہلے رمضان کے روزہ قضا نہیں کئے تو ان روزوں کو قضا پر مقدم کرے یہ نہرالفائق میں لکھا ہے ہمارے اصحاب میں سے رازی نے کہا ہے کہ نفل روزہ میں بغیر عذر افطار جائز نہیں یہ کافی میں لکھا ہے یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے یہی ظاہر روایت ہے یہ نہرالفائق میں لکھا ہے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ضیافت بھی عذر ہے یہ کافی میں لکھا ہے فقہا نے کہا ہے کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ اگر دعوت کرنے والا ایسا شخص ہو کہ صرف اس کے حاضر ہونے سے راضی ہو جائے گا اور کھانا نہ کھانے کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو گا تو روزہ نہ توڑے اور اگر جانتا ہے کہ اس کو کھانا نہ کھانے کی وجہ سے رنج[1] ہو گا تو روزہ توڑ دے اور پھر قضا کرے شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ اگر اپنے اوپر قضا رکھنے کا اعتماد نہیں ہے تو روزہ نہ توڑے اگرچہ روزہ نہ توڑنے میں مسلمان کو رنج ہوتا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب روزہ توڑنا زوال سے پہلے ہو اور زوال کے بعد کسی صورت میں روزہ نہ توڑے لیکن اگر اس میں والدین کی نافرمانی ہوتی ہو تو توڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے ضیافت میزبان اور مہمان دونوں کے حق میں عذر ہے یہ

---

[1] رنج کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر خود کھانے کی طرف رغبت ہو تو توڑنا کافی ہے اور یہی حاکم نے کہا ہے اور ابن ہمامؒ وغیرہ نے مرجح جانا ہے۔

شرح وقایہ میں لکھا ہے ضیافت واجب روزہ میں عذر نہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے مجنون کو اگر رمضان کے کچھ حصہ میں افاقہ ہو گیا تو گذشتہ دونوں کی قضالازم آئے گی اور اگر پورے مہینہ جنون رہا تو قضالازم نہ آئے گی اور ظاہر روایت میں اس جنون میں جو بالغ کے بعد ہو اور اس میں جو بلوغ سے پہلے ہو کچھ فرق نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر رمضان کے آخر روز میں زوال کے بعد افاقہ ہو تو قضا واجب نہ ہوگی یہ کفایہ اور نہایہ میں لکھا ہے اگر تمام رمضان بے ہوش رہا تو اس کے روزے قضا کرے گا یہ حکم اجماعی ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر کسی کو سورج ڈوبنے کے بعد بے ہوشی یا جنون ہو گیا اور کئی روز تک یہ حال رہا تو اس شب کے بعد جو دن آئے گا اس دن کا روزہ قضا نہ کرے اس لئے کہ اگر اس کو معلوم ہے کہ اس دن کے روزہ کی نیت کر لی تھی تو ظاہر ہے کہ وہ روزہ ہو گیا اور اگر یہ بات نہیں معلوم تو ظاہر حال یہی ہے کہ نیت کی ہوگی اور عمل ظاہر حال پر واجب ہے لیکن اگر مسافر ہو یا ایسا شخص ہو جس کو رمضان میں روزے توڑنے (یعنی چھوڑنے) کی عادت[1] ہے تو اس پر قضا واجب ہوگی اس لئے کہ ظاہر حال اس کا نیت پر دلالت نہیں کرتا یہ زاہدی میں لکھا ہے غازی اگر جانتا ہو کہ وہ رمضان میں دشمن سے لڑے گا اور روزہ رکھنے میں اس کو ضعف کا خوف ہو تو اس کو روزہ توڑنا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پھر اگر لڑائی کا اتفاق نہ ہو تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ لڑائی میں قوت حاصل کرنے کے واسطے اول کھانا کھانے کی حاجت ہے مرض کا یہ حال نہیں یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کوئی پیشہ ور اپنے خرچ کا محتاج ہو اور وہ یہ جانتا ہو کہ وہ اپنے پیشہ میں مشغول ہوگا تو اس کو ایسا ضرر ہے کہ روزہ توڑنا جائز ہو جائے گا تو بیمار ہونے سے پہلے اس کو روزہ توڑنا حرام ہے یہ قنیہ میں لکھا ہے۔

باب: ⑥

نذر کے بیان میں

نذر کی شروط:

اصل یہ ہے کہ نذر بغیر اس کی شرطوں کے صحیح نہیں ہوتی پہلی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر کرے اس کی جنس سے شرعاً کوئی واجب ہو اسی واسطے عیادت مریض کی نذر صحیح نہیں دوسری یہ کہ وہ مقصود بالذات ہو وسیلہ نہ ہو پس وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر صحیح نہ ہوگی تیسری یہ کہ جس چیز کی نذر کرے وہ فی الحال یا کسی اور وقت میں واجب نہ ہو پس اگر کوئی ظہر کی نماز یا اور کسی وقت کی نماز کی نذر کرے تو صحیح نہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے چوتھی یہ کہ جس چیز کی نذر کرے وہ اپنی ذات میں گناہ کا کام نہ ہو یہ بحرالرائق میں لکھا ہے پس اگر کوئی یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میں نے قربانی کے دن کے روزہ کی نذر کی تو اس دن روزہ نہ رکھے اور پھر قضا کرے اور یہ نذر صحیح ہے اس لئے کہ روزہ رکھنا بالذات مشروع ہے اور منع دوسری وجہ سے ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت قبول نہ کی اور اگر اسی دن روزہ رکھ لیا تو نذر کا واجب ادا ہو گیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور ایک شرط اور بھی ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کی نذر کرے اس کام کا ہونا محال نہ ہو پس اگر کسی نے روز گذشتہ میں روزہ رکھنے کی نذر کی تو نذر صحیح نہ ہوگی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ جس روز فلاں شخص آئے گا اس روز روزہ رکھوں گا پھر وہ شخص ایسے وقت میں آیا کہ جب وہ کھانا کھا چکا تھا یا نذر کرنے والی عورت تھی کہ اس کو حیض آ گیا تھا تو امام محمدؒ کے قول کے بموجب اس پر کچھ واجب نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا

[1] توڑنے سے یہ مراد کہ روزہ نہ رکھنے کی عادت ہے جیسے فاسق و فاجر لوگ ہوتے ہیں اور مترجم نے افطار کا ترجمہ سرسری زبان سے روزہ توڑنا لکھا ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

ہے اور یہی مختار ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

اگر وہ زوال کے بعد آیا تو بھی امام محمدؒ کے قول کے بموجب کچھ واجب نہیں اور کسی اور امام سے اس مسئلہ میں کچھ روایت نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ جس دن فلاں شخص آئے گا اس دن روزہ رکھوں گا اور وہ رات میں آیا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر دن میں زوال سے پہلے آیا اور ابھی تک اس نے کچھ نہیں کھایا تو روزہ رکھے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ جس دن فلاں شخص آئے گا اس دن ہمیشہ روزہ رکھوں گا پھر وہ شخص ایسے دن آیا کہ اس نے کھانا کھالیا تھا تو اس دن کا روزہ اس پر واجب نہ ہوگا آئندہ اس کے مثل کے ہر روزہ کا روزہ اس کے ذمہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج اور محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے اوپر یہ واجب کرلیا کہ جس روز فلاں شخص آئے گا اس روز ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا پھر دوسری نذر اس نے یہ کی کہ جس روز فلاں شخص کا قصور[1] معاف ہوگا اس دن ہمیشہ ہمیشہ رکھا کروں گا پھر جس دن وہ شخص جس کے آنے کی نذر کی تھی آیا اُس دن اُس کا قصور معاف ہو جس کے قصور کے معاف ہونے کی نذر کی تھی تو اس پر ہمیشہ صرف اسی ایک دن کا روزہ رکھنا واجب ہوگا اس سے زیادہ اور کچھ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

نذر کے روزے کی بابت معین الفاظ نہ کہنا:

اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ ایک دن روزہ رکھوں تو اس پر ایک دن کا روزہ واجب[2] ہے اور اس کے ادا کرنے کے واسطے دن معین کرنے کا اس کو اختیار ہے اس روزہ میں بالاجماع اس کو مہلت ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ دو دن یا تین دن یا دس دن کے روزے رکھوں تو اسی قدر اس پر واجب ہوں گے اور ان کے ادا کرنے کا کوئی وقت معین کرلے اور اگر چاہے جدا جدا رکھے چاہے برابر رکھے لیکن اگر نذر میں برابر رکھنے کی نیت کی تھی تو برابر رکھنا لازم ہوگا پس اگر نذر میں برابر روزہ رکھنے کی نیت کی تھی اور ایک درمیان میں روزہ نہ رکھا یا ان روزوں کی مدت میں عورت کو حیض ہوگیا تو از سرنو روزے شروع کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر نذر میں متفرق روزے رکھنے کی نیت کی تھی اور برابر روزے رکھ لئے تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ برابر دس دن کے روزے رکھوں پھر پندرہ دن کے روزے رکھے اور درمیان میں ایک دن روزہ نہ رکھا اور یہ معلوم نہیں کہ روزہ رکھنے کا دن ان پانچ میں ہے یا دس میں تو اس کو چاہئے کہ پانچ دن برابر روزے رکھے تاکہ ایک دہائی برابر روزوں کی ہو جائے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ ایک دن اور ایک دن روزہ رکھوں تو اس پر ایک دن کا روزہ واجب ہے لیکن اگر وہ اس قول سے ہمیشہ روزہ رکھنے کی نیت کرے تو وہی واجب ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ روزہ رکھوں تو ایک دن کا روزہ واجب ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ صوم ایام واجب ہیں تو تین دن کے روزے واجب ہوں گے لیکن اگر زیادہ کی نیت کی تو اسی قدر واجب ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے صوم ایام کثیرہ میرے ذمہ واجب ہیں اور کچھ نیت نہیں کی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر دس دن کے روزے واجب ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک سات دن کے روزے واجب ہوں گے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ صوالایام واجب ہیں اور کچھ نیت نہیں کی تو امام ابو حنیفہؒ کے

---

[1] فی الاصل یعافی فیہ فلاں ظاہر میں مراد یہ کہ جس دن فلاں مریض اچھا ہوگا مترجم نے قصور معاف ہونے کے معنی لئے یہ سہو ہے لیکن حکم نہیں بدلتا ہے۔

[2] قولہ صوم یوماً و یوماً کا ترجمہ لکھا اور یہ حکم فقط عربی زبان سے خاص ہے اردو میں شاید دن دوں کہنے سے ہمیشہ کی نیت ہو سکے۔

نزدیک اس پر دس دن کے اور صاحبینؒ کے نزدیک ساتھ دن کے روزے واجب ہوں گے یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔
اگر یوں کہا کہ دس[1] اور کئی دن کے روزے واجب ہیں تو تیرہ دن کے روزے واجب ہوں گے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ اتنے اتنے دن روزے رکھوں تو گیارہ دن کے روزے واجب ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ[2] اتنے اور اتنے دن کے روزے رکھوں تو اکیس دن کے روزے واجب ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی شخص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ ایک جمعہ کا روزہ واجب ہے تو سات دن کے روزے واجب ہوں گے لیکن اگر اس سے اس نے خاص جمعہ کے دن کی نیت کی تھی تو اسی ایک دن کا روزہ واجب ہوگا اور تعیین اسی کی رائے ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ جمعوں کے روزے رکھوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دس جمعہ کے روزے واجب ہوں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک تمام عمر کے جمعوں[3] کے روزے واجب ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ اس مہینہ کے جمعوں کے روزے رکھوں گا تو اس پر اس مہینہ میں جتنے جمعہ ہوں گے ان کے روزے واجب ہوں گے۔

فوائد ☆ واضح ہو کہ الجمع جمع ہے تو کمتر جمع کثرت دس ہے یا معہود اس مہینہ کے جمعہ لئے جائیں کیونکہ اول الف لام سے معہود لینا چاہئے جیسا کہ اصول الفقہ میں مقرر ہوا ہے یہی ارجح ہے مولانا شمس الائمہ سرخسی نے کہا ہے کہ یہی اصح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔
اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ پنجشنبہ کے دن روزہ رکھوں گا تو اب جو سب سے پہلے پنجشنبہ آئے صرف اس پنجشنبہ کا روزہ واجب ہوگا ہر پنجشنبہ کا روزہ واجب نہ ہوگا لیکن اگر وہ اسی طرح نیت کر لے تو واجب ہوگا اور اگر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ روزہ رکھوں سنیچر کے دن آٹھ روز تو اس پر واجب ہوگا کہ دو سنیچر کو روزے رکھے اور اگر یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ روزہ رکھوں سنیچر کے دن ساتھ روز تو سات سنیچروں کے روزے واجب ہوں گے اس لئے کہ سنیچر سات دن میں مکرر نہیں ہوتا پس اس کا کلام عدد پر محمول ہوگا برخلاف پہلی صورت کے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر یوں نذر کی کہ یہ پنجشنبہ جو آئے گا روزہ رکھوں گا اور ایک پنجشنبہ کو روزہ نہ رکھا تو اس پر قضا لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر قضا میں تاخیر کی یہاں تک کہ شیخ فانی ہوگیا یا ہمیشہ کے روزہ دن کی نذر کی تھی پھر اس سبب سے عاجز ہوگیا یا اپنی معاش میں مشغول ہوا اور اپنے پیشہ میں بہت محنت ہونے کی وجہ سے عاجز ہوگیا تو اس کو جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھلا دے جیسا کہ اول مذکور ہو چکا ہے اور اگر اپنی تنگدستی کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو تو اللہ سے مغفرت مانگے کیونکہ وہ غفور رحیم ہے اور اگر موسم کی شدت مثلاً گرمی کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہوا تو جائز ہے کہ روزہ نہ رکھے اور سردی کے موسم کا منتظر رہے اور اس وقت قضا روزے رکھے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے یہ اس وقت ہے کہ ہمیشہ کے روزہ دن کی نذر نہ کی ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

نذر کے حکم میں قصد و غیر قصد کا حکم:

اگر یوں کہنے کا ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ ایک دن کا روزہ رکھوں اور اس کی زبان سے یوں

---

[1] اصل میں بضعتہ عشر یوماً ہے تو یہ حکم بھی عربی زبان میں خاص ہے ترجمہ لغو ہے ۱۲۔

[2] کذا کذا یوماً بدوں واؤ۔

[3] قولہ جمعوں میں کہتا ہوں کہ مترجم نے تصامح کیا یہ حکم بھی زبان عربی کے ساتھ اصول بحث سے متعلق ہے لہٰذا اصل کی عبارت پر حکم منی کرنا چاہئے یعنی و قال اللہ علی صوم الجمع اور آئندہ ہر جگہ ذیل میں فقرہ عربی لکھ دیا جائے گا اور ہوشیار رہنا چاہئے۔

نکل گیا کہ مہینہ کے روزے رکھوں تو مہینہ بھر کے روزے واجب ہوں گے اس لئے کہ نذر کے حکم میں قصد اور غیر قصد برابر ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ مہینہ بھر کے روزے واجب ہیں تو تیس دن کے روزے واجب ہوں گے اور جون سا مہینہ چاہے ان کے ادا کرنے کے واسطے معین کر لے نذر کے بعد ہی فوراً ادا کرنا واجب نہیں یہاں تک کہ تاخیر کی وجہ سے گنہگار نہیں ہوتا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر یوں[1] کہا اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ اس مہینہ کے روزے رکھوں تو اس مہینہ کے جتنے دن باقی ہیں ان کے روزے واجب ہوں گے اور اگر پورے مہینے کے روزے رکھنے کی نیت کی تھی تو جو اس نے نیت کی تھی واجب ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ برابر ایک مہینہ کے روزے رکھوں گا تو برابر روزے رکھنا اس پر واجب ہوں گے اگر برابر یا غیر برابر روزے رکھنے کی تفصیل نہیں کی تو اس کو اختیار ہے اور اگر ایک مہینہ معین کیا اور اس میں ایک دن روزہ نہ رکھا تو اس کی قضا کرے اور از سر نو روزے رکھنا نہ شروع کرے اور اگر اس مہینہ کے کل دنوں میں روزہ نہ رکھا تو قضا میں اس کو اختیار ہے کہ جدا جدا روزے رکھے یا برابر رکھے یہ زاہدی میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے روزے رکھوں پھر چاند دن کے حساب سے ان کے روزے رکھے اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہر ایک تیس تیس دن کا مہینہ ہوا اور شوال انتیس دن کا تو اس پر پانچ دن کے روزے اور واجب ہوں گے دو روزے دونوں عیدوں کے اور ایام تشریق کے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ تین مہینے کے روزے رکھوں اور شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ کو ان روزوں کے واسطے معین کیا اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ تیس تیس دن کے مہینے تھے اور شوال انتیس دن کا تو اس پر چھ دن کے روزے قضا واجب ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ مثل ماہ رمضان کے ایک مہینہ کے روزے رکھوں تو اگر برابر روزہ رکھنے میں رمضان کی مثال دی ہے تو ایک مہینے کے برابر روزے رکھنا واجب ہے اور اگر عدد میں مثال دی ہے یا کچھ نیت نہیں کی تو تیس دن کے روزے واجب چاہے ان کو جدا جدا ادا کرے چاہے پیہم ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور نوازل میں ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر صرف واجب ہونے میں مثال دی تھی تو جدا جدا روزے رکھنا اس کو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ اس سال کے روزے واجب ہیں تو عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور ایام تشریق کے روزے نہ رکھے اور پھر ان کی کذا رکھے کذا فی الہدایہ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عید الفطر سے پہلے یہ کہا ہے اور اگر شوال میں کہا تو عید الفطر کی قضا اس پر لازم نہیں اور اسی طرح اگر بعد ایام تشریق کے کہا تو عیدین اور ایام تشریق کی قضا واجب نہیں یہ فتح القدیر میں غایۃ البیان سے نقل کیا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ ایک سال کے روزے واجب ہیں اور سال معین نہ کیا تو چاند کے حساب سے ایک سال کے روزے رکھے اور اس کے بعد پینتیس روزے اور قضا رکھے تیس رمضان کے اور دو عیدین اور تین ایام تشریق کے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ خاص اس سال کے روزے واجب ہیں تو اس پر رمضان کی قضا واجب نہ ہو گی اس واسطے کہ پورے سال میں رمضان بھی شامل ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر عورت اپنے اوپر ایک سال معین کے روزے واجب کر لے تو اس سال کے روزے رکھنے کے بعد ایام حیض کے روزے قضا کرے اس واسطے کہ سال کبھی ایام حیض سے خالی ہوتا ہے پس پورے سال کا وجوب صحیح ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] قولہ اگر یوں کہا...... میں کہتا ہوں کہ مترجم نے یہ مسئلہ تسہیلاً لکھا اور اصل میں یوں ہے کہ اگر کسی نے عربی زبان میں یوں کہا کہ للہ علی ان اصوم الشہر تو یہی مہینہ جس میں اس نے ایسا کہا ہے لیا جائے گا پس اس پر واجب ہے کہ اسی کے باقی دنوں کے روزے رکھے اور اگر لفظ الشہر سے اس نے کوئی معہود مہینہ مراد لیا ہو تو اس کی نیت کے موافق ہو گا کذا فی المحیط۔

اگر صوم دہر کی بابت نیت کی تو؟

اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ صوم دہر واجب ہے تو چھ مہینے کے روزے واجب ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ صوم الدہر واجب ہیں تو تمام عمر کے روزے واجب[1] ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جب روزہ کی نذر کو کسی شرط پر موقوف کیا تو اس شرط کے موجود ہونے سے پہلے اس نذر کا ادا کرنا بالاجماع جائز نہیں اور اگر نذر کے روزدن کے لئے کوئی مہینہ معین کیا اور اس وقت سے پہلے ان کو ادا کر دیا مثلاً یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ رجب کے روزے رکھوں اور اس کے عوض میں ربیع الاول کے روزے رکھ لئے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب جائز نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر میرا قصور معاف ہو جائے گا تو میں اس قدر روزے رکھوں گا تو جب تک یوں نہ کہے کہ یہ اللہ کے واسطے میں اپنے اوپر واجب کرتا ہوں تب تک وہ روزے واجب نہ ہوں گے یہ حکم بموجب قیاس کے ہے اور استحسان یہ ہے کہ واجب ہوں گے اور اگر نذر کو کسی چیز پر موقوف نہیں کیا تو کسی طرح واجب نہ ہوں گے نہ بموجب قیاس کے نہ بموجب استحسان کے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنے اوپر مہینہ بھر کے روزے واجب کر لئے پھر وہ مہینہ کے گزرنے سے پہلے مر گیا تو اس پر مہینہ بھر کے روزے واجب ہوں گے اور اس پر لازم ہے کہ اس کی وصیت کرے اور ہر روزے کے بدلے نصف صاع گیہوں دیئے جائیں خواہ ان روزوں کے لئے مہینہ معین کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ مسئلہ باب اعتکاف میں مذکور ہے مریض نے اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے اوپر واجب ہے کہ ایک مہینہ کے روزے رکھوں اور تندرست ہونے سے پہلے مر گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر ایک دن کے واسطے تندرست ہو گیا تو اس پر واجب ہو گیا تو اس پر واجب ہے کہ مہینہ بھر کے روزوں کے فدیہ کی وصیت کرے امام محمدؒ نے کہا ہے کہ اس پر اتنے دنوں کے فدیہ کی وصیت واجب ہو گی جتنے دنوں تندرست رہا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ برابر دو دن کے روزے مہینہ کے اول اور آخر رکھوں تو اس پر واجب ہے کہ پندرھویں اور سولھویں تاریخ کے روزے پے در پے رکھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ رجب کے مہینے کے روزے رکھوں پھر اس نے کفارہ ظہار کے واسطے دو مہینے کے برابر روزے رکھے جن میں سے ایک رجب بھی تھا تو جائز ہے اور رجب کے مہینہ کی قضا اس پر واجب ہو گی یہی اصح ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑦

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کی تفسیر' تقسیم' ارکان' شروط و آداب' خوبیاں اور مفسدات و مکروہات

اعتکاف کی تفسیر:

تفسیر اعتکاف کی یہ ہے کہ وہ نیت اعتکاف کے ساتھ مسجد میں ٹھہرنا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

اعتکاف کی اقسام:

اور اس کی تین قسمیں ہیں ایک واجب ہے اور وہ نذر کا اعتکاف ہے خواہ وہ نذر کسی شرط پر موقوف ہو یا نہ ہو اور دوسری سنت

[1] یعنی لفظ صوم دہر جو بغیر الف ولام ہے اور صوم الدہر جو مع الالف ولام ہے ان دونوں کے حکم جدا جدا ہیں۔

موکدہ اور وہ رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف ہے تیسری مستحب اور وہ ان دونوں قسموں کے سوا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

اعتکاف کی شروط:

شرطیں اس کی بہت ہیں منجملہ ان کے نیت ہے پس اگر بغیر نیت کے اعتکاف کرے گا تو بالا جماع جائز نہیں یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے مسجد جماعت ہے پس جس مسجد میں اذان اور اقامت ہوتی ہو وہاں اعتکاف جائز ہے یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور سب سے افضل یہ ہے کہ مسجد الحرام میں اعتکاف کرے پھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پھر بیت المقدس پھر جامع مسجد پھر اس مسجد میں جہاں جماعت بڑی ہوتی ہو یہ تبیین میں لکھا ہے اور عورت اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھنے کی جگہ ہے وہیں[1] اعتکاف کرے اور اسی جگہ اعتکاف کرنا اس کے حق میں ایسا ہے جیسے مرد کے واسطے مسجد جماعت میں اعتکاف کرنا ہے وہاں سے ضروری حاجات کے سوا اور وقت میں نہ نکلے یہ شرح مبسوط میں لکھا ہے جو امام سرخسی کی تصنیف ہے اور اگر مسجد جماعت میں اعتکاف کرے گی تو بھی جائز ہے اور مکروہ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور پہلی صورت افضل ہے اور اس کے واسطے محلہ کی مسجد میں بہ نسبت بڑی مسجد کے افضل ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ عورت اپنے گھر میں نماز کی جگہ کے سوا اور جگہ اعتکاف کرے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اگر اس کے گھر میں کوئی جگہ نماز کی مقرر نہ ہو تو کسی جگہ کو نماز کے واسطے مقرر کر لے اور وہیں اعتکاف کر لے یہ زاہدی میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے روزہ ہے اور وہ اعتکاف واجب ہیں بلا اختلاف بروایت واحدہ شرط ہے اور ظاہر الروایہ امام ابوحنیفہؒ یہ ہے کہ اعتکاف نفل میں روزہ شرط نہیں ہے اور یہی قول صاحبینؒ کا ہے ظاہر مذہب کے بموجب کم سے کم مدت اعتکاف کی کوئی مقدار مقرر نہیں یہاں تک کہ اگر مسجد میں داخل ہوا اور یہ نیت کر لی کہ جب تک مسجد سے باہر نکلوں تب تک اعتکاف ہو تو صحیح ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی یا اس نے کسی ایسے دن کے اعتکاف کی نذر کی جس میں کچھ کھا چکا تو نذر صحیح نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ مہینہ بھر تک بغیر روزہ کے اعتکاف کروں تو اس پر واجب ہے کہ اعتکاف کرے اور روزہ رکھے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور نذر کے واسطے شرط یہ ہے کہ کسی طرح کا روزہ ہو یہ شرط نہیں کہ اعتکاف کے واسطے ہی روزہ رکھے یہاں تک کہ اگر کسی نے رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو نذر صحیح ہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پس اگر اس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور اعتکاف نہ کیا تو اس پر واجب ہے کہ اس کی قضا کے واسطے ایک اور مہینہ کا اعتکاف کرے اور اس میں برابر روزے رکھے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس نے کسی دوسرے مہینہ میں اس اعتکاف کو قضا نہ کیا یہاں تک کہ دوسرا رمضان آ گیا اور اس میں اعتکاف کیا تو وہ نذر ادا نہ ہوگی اس واسطے کہ روزے جو اپنے وقت سے فوت ہوئے تو اس کے ذمہ واجب اور بالذات مقصود ہو گئے اور جو چیز بالذات مقصود ہوتی ہے وہ غیر سے ادا نہیں ہوتی یہاں تک اگر کسی مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی اور رمضان میں اعتکاف کیا تو جائز نہیں اگر اعتکاف میں روزہ توڑ دیا پھر ایک مہینہ کے روزے مع اعتکاف کے قضا کئے تو جائز ہے اس لئے کہ قضا مثل ادا کے واقع ہوئی یہ محیط سرخسی اور خلاصہ میں لکھا ہے۔

عورت اور غلام کے اعتکاف کی بابت اجازت ضروری ہے:

اگر صبح کے وقت کسی شخص کا نفل روزہ تھا پھر کچھ وقت گذر جانے کے بعد اس نے یہ کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ آج کے روزہ کا اعتکاف کروں تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب قیاس یہ ہے کہ اعتکاف صحیح نہیں ہوگا اس واسطے کہ اعتکاف واجب بغیر روزہ واجب کے صحیح نہیں ہوتا اور صبح کے وقت روزہ نفل تھا پس اب واجب نہیں ہو سکتا یہ محیط میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے

---

[1] یعنی وہ جگہ جو اپنے گھر میں خاص نماز ہی کے واسطے مقرر کر لیتے ہیں اور اس کو ہر طرح کی آلائش سے پاک و ستھری رکھتے ہیں۔

مسلمان اور عاقل ہونا اور جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا ہے اس لئے کہ کافر عبادت کی اہلیت نہیں رکھتا اور مجنون نیت کی اہلیت نہیں رکھتا اور جنابت اور حیض و نفاس کی حالت میں مسجد میں آنا منع ہے بالغ ہونا اعتکاف صحیح کے واسطے شرط نہیں ہے پس سمجھ والے لڑکے کا اعتکاف صحیح ہوگا اور مرد ہونا اور آزاد ہونا بھی شرط نہیں ہے پس عورت کا اعتکاف اگر اس کا شوہر ہو تو باجازت شوہر اور غلام کا اعتکاف باجازت مالک صحیح[1] ہے یہ بدائع میں لکھا ہے پس اگر شوہر عورت کو اعتکاف کی اجازت دے چکا تو پھر اس کے بعد اس کو منع کرنے کا اختیار نہیں اور اگر منع کرے تو ممانعت صحیح نہیں اور مالک اگر اجازت دینے کے بعد پھر غلام کو اعتکاف سے منع کر دے تو وہ منع کرنا صحیح ہے اور مالک اس میں گنہگار ہوگا مکاتب کو اختیار ہے کہ بغیر اجازت مالک کے اعتکاف کرے اور مالک کو اختیار نہیں کہ اس کو منع کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر عورت نے اعتکاف کی نذر کی تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے اسی طرح اگر غلام اور باندی نے اعتکاف کی نذر کی تو مالک کو اختیار ہے کہ منع کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور جب عورت مرد کے نکاح سے باہر اور غلام آزاد ہو جائے تو اس وقت اس کی قضا کریں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ اگر شوہر نے اپنی عورت کو ایک مہینہ کے اعتکاف کی اجازت دی اور عورت نے یہ ارادہ کیا کہ برابر ایک مہینہ کا اعتکاف کرے تو مرد کو اختیار ہے کہ اس کو یوں حکم کرے کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کا اعتکاف کر اور اگر ایک معین مہینہ کے اعتکاف کی اجازت دی اور اس نے برابر ایک مہینہ کا اعتکاف کیا تو اب اس کو منع کرنے کا اختیار نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

آدابِ اعتکاف:

نیک باتوں کے سوا اور کلام نہ کرے اور رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کا التزام کرے اور اعتکاف کے واسطے افضل مسجد اختیار کرے جیسے مسجد حرام اور مسجد جامع یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اعتکاف میں قرآن کی تلاوت اور حدیث اور علم اور تعلیم اور سیرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر انبیاء علیہم السلام اور تذکرہ صالحین اور امور دین کے لکھنے کا شغل رکھے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر ایسی باتیں کرے کہ جن میں کچھ گناہ نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے خوبیاں اعتکاف کی بس ظاہر ہیں اس لئے کہ اعتکاف کرنے والا قرب الٰہی کی طلب میں اپنے آپ کو بالکل اللہ کی بندگی کے سپرد کر دیتا ہے اور دنیا کے اشغال سے جو بندہ کو اللہ کے قرب سے دور کرتے ہیں اپنے آپ کو دور کر دیتا ہے اور بالکل اوقات معتکف کے نماز میں صرف ہوتے ہیں اس لئے کہ یا تو حقیقۃً نماز میں ہوتا ہے یا نماز کے انتظار میں ہوتا[2] ہے اس لئے کہ مقصد اصلی اعتکاف کے مشروع ہونے سے یہ ہے کہ جماعتوں کی نماز کا انتظار کرے اور اعتکاف کرنے والا اپنے آپ کو ان لوگوں کے مشابہ کرتا ہے جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا: ﴿لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یومرون﴾ یعنی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اللہ کی جس چیز میں حکم کیا ہے ان کو اللہ نے اور کرتے ہیں وہی جو حکم کئے جاتے ہیں اور ان لوگوں سے جن کے حق میں یہ ہے: ﴿یسبحون اللیل والنھار وھم لا یسامون﴾ یعنی تسبیح پڑھتے ہیں رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے ہیں اور منجملہ اعتکاف کی خوبیوں کے یہ ہے کہ اس کے حق میں روزہ شرط ہے اور وہ روزہ دار اللہ کا مہمان ہوتا ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

---

[1] مگر عورت کے واسطے مسجد میں اعتکاف کرنا نہیں ہے بلکہ گھر ہی میں ادا کرے جیسے مذکور ہوا۔

[2] کیونکہ نماز کے انتظار کرنے والے کو نماز ہی کا ثواب ملتا ہے۔

مفسداتِ اعتکاف:

مفسدات اعتکاف کا بیان منجملہ ان کے مسجد سے باہر نکلنا ہے پس معتکف کو چاہئے کہ مسجد سے باہر نکلے نہ رات میں نہ دن میں مگر عذر سے نکلے تو مضائقہ نہیں اور اگر بغیر عذر ایک ساعت کے واسطے نکلا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف فاسد ہوگیا یہ محیط میں لکھا ہے خواہ عمداً نکلا ہو خواہ بھول کر یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

عورت اپنے گھر کی مسجد اعتکاف سے دوسری جگہ نہ اٹھ جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر عورت مسجد میں معتکف تھی اور اسی حالت میں اس کو طلاق دی گئی تو اس کو چاہئے کہ اپنے گھر میں چلی جائے اور اسی اعتکاف پر بنا کر کے اپنے گھر میں معتکف ہو جائے اور منجملہ عذروں کے پاخانہ اور پیشاب کے لئے اور جمعہ پڑھنے کے واسطے نکلنا ہے پس اگر پیشاب پاخانہ کے واسطے نکلے تو قضا حاجت کے واسطے گھر میں داخل ہو تو مضائقہ نہیں اور وضو سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آ جائے اور اگر گھر میں ایک ساعت ٹھہرا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف فاسد ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر مسجد کے قرب میں کسی دوست کا گھر ہو تو اس پر یہ ضرور نہیں کہ قضا حاجت کے واسطے وہاں جائے گھر کو نہ آئے اور اگر اس کے دو گھر ہوں ایک قریب اور ایک بعید تو بعض فقہا کا یہ قول ہے کہ بعید مکان کا جانا جائز نہیں اگر وہاں جائے گی تو اعتکاف باطل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور جب کسی حاجت کے واسطے نکلے تو اس کو جائز ہے کہ آہستہ آہستہ چلے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور یہی عنایہ میں لکھا ہے کھانا اور پینا اور سونا اپنے اعتکاف کے مقام میں چاہئے اس لئے کہ یہ کام مسجد میں ہو سکتے ہیں پس باہر نکلنے کی ضرورت نہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور جمعہ کی نماز کے واسطے سورج کے زوال کے وقت نکلے تو خطبہ اور جمعہ فوت نہ ہو اور اگر فوت ہونے کا خوف ہو تو زوال کا انتظار کرے لیکن ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد میں پہنچ کر چار رکعتیں خطبہ کی اذان سے پہلے پڑھ لے اور جمعہ کے بعد بقدر چار یا چھ رکعتوں کے وہاں ٹھہرے یہ کافی میں لکھا ہے پس اگر ایک دن رات وہاں ٹھہرا یا پھر وہیں اعتکاف پورا کیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا مگر مکروہ ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر مسجد سے کسی عذر کی وجہ سے نکلا مثلاً مسجد گر گئی یا زبردستی کسی نے نکال دیا اور اسی وقت دوسری مسجد میں داخل ہو گیا تو استحسان یہ ہے کہ اعتکاف فاسد نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر اپنی جان یا مال کے خوف سے نکلے تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر پیشاب یا پاخانہ کے واسطے نکلا تھا اور قرض خواہ نے اس کو ایک ساعت روک لیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف فاسد ہو گیا صاحبینؒ کے نزدیک فاسد[1] نہیں ہوا امام سرخسی نے کہا ہے کہ صاحبینؒ کا قول مسلمانوں پر زیادہ آسان ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے عیادت مریض کے واسطے بھی نہ نکلے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر جنازہ کے واسطے نکلا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اگر جنازہ کی نماز کے واسطے نکلا تو بھی اعتکاف فاسد ہو جائے گا اگرچہ اس کے سوا اور کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو اور اگر ڈوبتے یا جلتے کو بچانے کے واسطے نکلا تو بھی اعتکاف فاسد ہوگا تبیین میں لکھا ہے اور اگر بیماری کے عذر سے ایک ساعت باہر نکلا تو اعتکاف فاسد ہو گیا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر نذر اور التزام کے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ عیادت مریض یا نماز جنازہ یا مجلس علم میں حاضر ہونے کے واسطے نکلے گا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں حجۃ سے نقل کیا ہے اگر اذان کے منارہ کے اوپر چڑھے تو بلاخلاف یہ حکم ہے کہ اعتکاف فاسد نہیں ہوتا اگرچہ اس کا دروازہ مسجد سے باہر ہو یہ بدائع میں لکھا ہے موذن اور غیر موذن اس حکم میں برابر ہیں یہی صحیح ہے یہ خلاصہ اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر سر اپنا کسی اپنے گھر والے کی طرف کو نکال دے تا کہ وہ سر دھوئے تو کچھ مضائقہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے یہ سب حکم

[1] کیونکہ یہ رکنا اس کے قصد سے نہیں ہوا بلکہ دوسرے شخص نے بطور قرض خواہ اس کو روکا ہے۔

اعتکاف واجب کے ہیں لیکن اعتکاف نفل میں اگر عذر یا غیر عذر سے نکلے تو ظاہر روایت کو بموجب کچھ مضائقہ نہیں تحفہ میں ہے کہ اگر مریض کی عیادت کو جائے یا جنازہ میں حاضر ہو تو کچھ مضائقہ نہیں یہ شرح نقایہ میں ہے جو شیخ ابوالمکارم کی تصنیف ہے اور منجملہ ان کے جماع اور اس کے لوازم ہیں معتکف پر جماع حرام ہے اور اس کے لوازم بھی حرام ہیں جیسے مباشرت[1] اور بوسہ اور مساس اور معانقہ اور وہ جماع جو فرج سے باہر ہو رات دن اس حکم میں برابر ہیں اور جماع عمداً ہو یا بھول کر ہو رات میں ہو یا دن میں ہو اعتکاف کو فاسد کر دیتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور لوازم جماع سے اگر انزال ہو تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور اگر انزال نہ ہو تو فاسد نہیں ہوتا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر خیال باندھنے یا صورت دیکھنے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا یہ تبیین میں ہے احتلام میں بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے پھر اگر اس کو مسجد میں غسل اس طرح ممکن ہو کہ مسجد خراب نہ ہو گی تو مضائقہ نہیں ورنہ غسل کے واسطے مسجد سے باہر نکلے اور پھر مسجد میں آ جائے اگر مسجد کے اندر کسی برتن میں وضو کیا تو اس کا بھی اسی طرح حکم ہے یہ بدائع اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

منجملہ ان کے بے ہوشی اور جنون ہے صرف بے ہوشی اور جنون سے بالاتفاق اعتکاف فاسد نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا پیہم ہونا منقطع نہ ہو جائے اور اگر کئی روز تک بے ہوش رہا یا کئی روز تک جنون رہا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اس پر واجب ہے کہ جب اچھا ہو تو از سر نو اعتکاف کرے اور اگر جنون کئی برس تک رہا پھر افاقہ ہوا تو اس پر واجب ہے کہ اعتکاف کو قضا کرے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر معتوہ[2] ہو گیا پھر کئی برس بعد اس کو افاقہ ہوا تو اس پر قضا واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ممنوعاتِ اعتکاف:

ممنوعات اعتکاف کے چند ہیں ان میں سے وہ خاموشی ہے جس کو عبادت سمجھے وہ مکروہ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر اس کو عبادت نہ سمجھتا ہو تو مکروہ نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور زبان کے گناہوں سے خاموش رہنا بہت بڑی عبادت ہے یہ جواہرۃ النیرہ میں لکھا ہے گالی دینے اور لڑنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اعتکاف میں اگر کوئی بھول کر کھائے تو کچھ حرج نہیں اس واسطے کہ کھانا روزہ کی وجہ سے حرام ہے اعتکاف کی وجہ سے نہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ جو چیز اعتکاف کی وجہ سے منع ہو نہ روزہ کی وجہ سے تو اس کو عمداً یا سہواً یا رات میں یا دن میں کرنا برابر ہے جیسے جماع اور مسجد سے باہر نکلنا اور جو چیزیں روزہ کی وجہ سے منع ہیں ان میں عمداً اور سہواً اور رات اور دن کا حکم مختلف ہے جیسے کہ کھانا اور پینا یہ بدائع میں لکھا ہے اور معتکف اگر کھانا یا اور ضرور چیزیں بیچے اور مول لے تو مضائقہ نہیں اور اگر تجارت کا ارادہ کرے تو مکروہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔

یہی صحیح ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور معتکف کو جائز ہے کہ نکاح کرے اور طلاق سے رجعت کرے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور معتکف لباس پہنے اور خوشبو اور سر میں تیل لگا دے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر معتکف رات میں کوئی نشہ کی چیز کھا لے تو اعتکاف فاسد نہ ہو گا اس لئے کہ وہ ممنوعات دین میں سے ہے نہ ممنوعات اعتکاف میں سے جیسے کہ غیر مال کھانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جب اعتکاف واجب فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہو گی اور اگر اعتکاف معین مہینہ کا تھا اور ایک دن کا روزہ توڑ دیا تو اس دن کی قضا کرے گا اور اگر مہینہ نہیں کیا تھا تو از سر نو اعتکاف کرے برابر ہے کہ اعتکاف کو اپنے فعل سے بغیر عذر فاسد کیا ہو جیسے مسجد سے باہر ہو گیا یا جماع کیا یا دن میں کچھ کھا لیا یا عذر سے فاسد کیا ہو جیسے کہ مرض کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلنے کی حاجت ہوئی یا بغیر اس کے فعل کے اعتکاف فاسد ہو گیا ہو جیسے کہ حیض اور جنون اور کئی دن کی بے ہوشی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

---

[1] باہم گردن سے گردن و سینہ سے سینہ لگا کر دوسرے سے ملنا۔

[2] یعنی مخبوط الحواس و از خود رفتہ۔

اعتکاف کے متفرق مسائل

اسی سے ملتے ہوئے ہیں یہ مسائل جب کوئی شخص اپنے اوپر اعتکاف کے واجب کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ زبان سے بھی کہے صرف دل سے نیت کرنا اعتکاف کے واجب کرنے کو کافی نہیں یہ شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے یہ نہایہ اور خلاصہ میں لکھا ہے اور اس جگہ دو قاعدے کلیہ ہیں ایک یہ کہ جب ایام کو لفظ جمع یا تثنیہ کے ساتھ ذکر کرے گا تو اس میں راتیں بھی شامل ہوں گی اور اسی طرح لیالی یعنی راتوں میں دن بھی شامل ہو جائیں گے یہ جب ہے کہ کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر خاص دنوں یا خاص راتوں کی نیت کی ہو تو نیت صحیح ہے اور دنوں کی نیت میں دنوں کا اعتکاف لازم ہوگا نہ رات کا اور رات میں کچھ اس پر واجب نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر ایک دن کے اعتکاف کی نذر کی تو اس میں رات داخل نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے دوسرا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعتکاف کے واجب ہونے میں رات داخل نہیں ہے تو اعتکاف کرنے والے کو اختیار ہے کہ اعتکاف کے کئی حصہ کر دے اور جب رات اور دن دونوں شامل ہیں تو پیہم اعتکاف واجب ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے پس اگر کسی نے ایک معین یا غیر معین مہینے یا تیس دن کے اعتکاف کی نذر کی تو پیہم اعتکاف واجب ہوگا اور جب مہینہ معین نہیں ہے تو جس مہینے میں چاہے اعتکاف کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور جب اعتکاف میں رات دن دونوں شامل ہیں تو ابتدا اعتکاف کی رات سے ہوگی اس لئے کہ اصل یہ ہے کہ ہر رات اس دن کی تابع ہوتی ہے جو اس کے بعد ہوتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے پس اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے اوپر واجب ہے کہ دو دن کا اعتکاف کروں تو مسجد میں سورج کے چھپنے سے پہلے داخل ہو اور اس رات اور اس کے دن اور دوسری رات اور اس کے دن میں مسجد میں ٹھہرا رہے اور بعد سورج ڈوبنے کے مسجد سے نکلے اسی طرح اگر بہت دنوں کے اعتکاف کی نذر کی تو بھی سورج ڈوبنے سے پہلے داخل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر عید کے دن کے اعتکاف کی نذر کی تو کسی دوسرے وقت میں قضا کرے[1] اور اگر قسم کی نیت کی تھی تو قسم کا کفارہ واجب ہوگا اور اگر اسی دن اعتکاف کیا تو اعتکاف ادا ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کوئی شخص اعتکاف کرے اور اس کو اپنے اوپر واجب نہ کرے پھر مسجد سے نکل آئے تو کچھ اس پر لازم نہیں ہوتا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر ایک دن یا ایک مہینہ معین کے اعتکاف کی نذر کی اور اس سے پہلے اعتکاف کر لیا یا مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر کی اور کہیں اور کر لیا تو جائز ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر گذشتہ مہینے کے اعتکاف کی نذر کی تو اس کی نذر صحیح نہ ہوگی یہ بحر الرائق کے باب النذر بالصوم میں لکھا ہے اگر کسی نے مہینہ بھر کے اعتکاف کی نذر کی پھر مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی پھر مر گیا تو ہر دن کے عوض میں نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوارے یا جو اگر اس نے وصیت کی ہو تو دیئے جائیں یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وصیت کرے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اس نے وصیت نہیں کی اور وارثوں نے اجازت دے دی تو جائز ہے اگر ایک مہینے کے اعتکاف کی حالت مرض میں نذر کی اور وہ اچھا نہ ہوا یہاں تک کہ مر گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ایک دن کے واسطے اچھا ہوا پھر مر گیا تو سارے مہینہ کے عوض فدیہ دیا جائے گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے ۵۹۰ پانچ سو نوے میں رمضان کے روزے نہ رکھے اور اس کی قضا کی نیت سے ایک مہینہ کے روزے رکھے اور وہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے ۵۹۱ کے روزے چھوٹے ہیں تو امام ابو حنیفہؒ نے کہا ہے کہ جائز ہے اور اگر اس ایک مہینہ کے قضا روزے رکھنے میں یوں نیت کی کہ میں رمضان ۵۹۱ پانچ سو اکیانوے کے روزے قضا کرتا ہوں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ اسی سال کے

---

[1] کیونکہ اعتکاف کے ساتھ روزہ رکھنا بھی ضروری ہے اور عید کے روز روزہ حرام ہے تو اس روز صحیح نہ ہوگا۔

روزے چھوٹے ہیں تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ جائز نہ ہوگا یہ ظہیریہ کے باب الحیۃ میں لکھا ہے اور یہی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر غیر مسلم دار الحرب میں اسلام قبول کرے تو اس پر رمضان کے روزوں کا واجب ہونا:

اگر کافر دار الحرب میں مسلمان ہوا اور رمضان کے روزوں کے واجب ہونے کا حکم اس کو رمضان کے بعد معلوم ہوا تو اس پر قضا واجب نہیں اور اگر رمضان کے درمیان میں معلوم ہوا تو جو مجنون کا حکم ہے وہی اس کا حکم ہے یہ زاہدی میں لکھا ہے اگر دار السلام میں مسلمان ہوا تو اس کے اسلام کے بعد جس قدر رمضان گزرا ہے اس کی قضا واجب ہوگی خواہ روزوں کے واجب ہونے کا حکم معلوم ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان کی فصل رویۃ الہلال میں لکھا ہے اگر کوئی شخص زوال سے پہلے مسلمان ہوا اور ابھی تک کچھ نہیں کھایا ہے اور نفل روزہ رکھ لیا تو ظاہر روایت کے بموجب روزہ صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ صبح کے وقت اس میں روزہ کی اہلیت نہ تھی اور روزہ تمام دن کا ایک ہوتا ہے اس کے جدا جدا ٹکڑے نہیں ہوتے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر لڑکا زوال سے پہلے بالغ ہوا اور ابھی تک کچھ کھایا نہیں ہے اور نفل روزہ کی نیت کی تو صحیح قول کے بموجب روزہ جائز ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے رازی نے کہا ہے کہ جب بچہ میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس کو روزہ کا حکم کیا جائے ابوجعفرؒ نے مشائخ کا اختلاف ذکر کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ اس کو حکم کیا جائے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب روزہ رکھنے سے اس کے بدن کا ضرر نہ ہو اور اگر ضرر ہو تو حکم نہ کیا جائے اور جب حکم کیا اور اس نے روزہ نہ رکھا تو اس پر قضا واجب نہیں ہے ابوحفصؒ سے پوچھا گیا کہ دس برس کے بچہ کو روزہ نہ رکھنے پر ماریں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ بمنزلہ نماز کے ہے یہ زاہدی میں لکھا ہے۔

جس شخص کو رمضان کے روزہ میں صبح کے وقت کوئی ایسا عذر تھا جو روزہ کے وجوب کا مانع تھا یا اس کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا مباح تھا پھر وہ عذر زائل ہو گیا اور ایسا ہو گیا کہ اگر وہ حالت صبح کے وقت ہوتی تو روزہ واجب ہوتا مثلاً لڑکا جو دن میں کسی وقت بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا یا مجنون کو افاقہ ہوا یا حیض والی عورت کو طہر ہوا یا مسافر اپنے گھر آیا اور روزہ رکھنے کے لائق ہے تو اس پر واجب ہے کہ جس قدر دن باقی ہے تب تک ان سب باتوں سے باز رہے جو روزہ میں منع ہیں اور اسی طرح جس پر روزہ صبح کے وقت واجب ہوا اس لئے کہ وجوب کا سبب اور روزہ میں منع ہیں اور اسی طرح جس پر روزہ صبح کے وقت واجب ہوا اس لئے کہ وجوب کا سبب اور روزہ کی اہلیت موجود تھی لیکن وہ روزہ دار نہیں رہ سکتا مثلاً جان کر روزہ توڑ دیا یا شک کے روز صبح کو کچھ کھا لیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ رمضان کا دن تھا یا سحری کھاتے وقت یہ گمان تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تو اس پر واجب ہے کہ روزہ اور ان کی مشابہت اختیار کرے اور جو چیزیں روزہ میں منع ہیں ان سے پرہیز کرے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کوئی شخص یہ سمجھتا تھا کہ سورج چھپ گیا اور اس نے کچھ کھا لیا پھر ظاہر ہوا کہ سورج نہیں چھپا اور اسی طرح وہ جس نے بطور خطا یا کسی کی زبردستی سے روزہ توڑ دیا تو اس کا بھی یہی[1] حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے بعض نے کہا کہ امساک یعنی جو چیزیں روزہ میں منع ہیں ان کا چھوڑنا مستحب ہے واجب نہیں اور صحیح یہ ہے کہ واجب ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور فقہا کا اجماع ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت اور مریض و مسافر پر روزہ داروں کی مشابہت واجب نہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے حیض والی عورت کے لئے اس باب میں اختلاف ہے کہ وہ پوشیدہ کھائے یا ظاہر کھائے بعضوں نے کہا ہے پوشیدہ کھائے اور بعضوں نے کہا ہے ظاہر کھائے اور مسافر و مریض کے واسطے بالاتفاق ظاہر کھانا جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے جس شخص نے نفل روزہ شروع کر کے توڑ دیا تو اس کو قضا کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے خواہ اسکے فعل سے روزہ ٹوٹا ہو یا اسکے فعل سے ٹوٹا ہو یہاں تک کہ اگر عورت نے نفل روزہ رکھا تھا پھر حیض ہو گیا تو دو روایتیں ہیں اصح یہ ہے کہ قضا واجب ہوگی یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

---

[1] یعنی اس کو لازم ہے کہ اس وقت سے آفتاب چھپنے تک ان باتوں سے باز رہے جو روزہ دار کے واسطے منع ہیں۔

مظنون کا روزہ توڑنے میں علماء کرام کا اختلاف:

اگر کوئی مظنون روزہ توڑ دے تو اس کی قضا میں ہمارے اصحاب کا اختلاف ہے اور مظنون سے یہ مراد ہے کہ کسی نے روزہ یا نماز اس گمان پر شروع کی کہ اس پر واجب ہے پھر ظاہر ہوا کہ وہ اس پر واجب نہیں اور اس نے اس کا جان کر توڑ دیا تو ہمارے اصحاب ثلاثہ کا یہ قول ہے کہ اس پر قضا واجب نہ ہوگی لیکن افضل یہ ہے کہ روزہ کو تمام کرے اور یہی خلاف ہے اس صورت میں کہ کسی نے کفارہ کا روزہ شروع کیا پھر اس روزہ کے درمیان میں ہی وہ مالدار ہوگیا اور اس نے اس روزہ کو عمداً توڑ دیا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر طلوع فجر کے بعد قضا کی نیت کی تو وہ روزہ قضا کی طرف سے صحیح نہ ہوگا اب اس میں کلام ہے کہ وہ نفل بھی ہو جاتا ہے یا نہیں امام نسفیؒ نے کہا ہے کہ وہ نفل ہو جاتا ہے اور اگر توڑے گا تو قضا لازم آئے گی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور جس شخص نے تمام رمضان میں روزہ رکھنے کی نیت کی نہ بے روزہ رہنے کی تو اس پر رمضان کی قضا لازم ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر رمضان کے سوا اور کوئی روزہ توڑ دیا تو اس میں کفارہ لازم نہیں آتا یہ کنز میں لکھا ہے روزہ توڑنے اور ظہار کا کفارہ ایک سا ہے اور وہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے خواہ غلام مسلمان ہو یا کافر اور اگر غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو برابر دو مہینے کے روزے رکھے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکین کو کھانے دے ہر مسکین کو ایک صاع چھوارے یا جو یا نصف صاع گیہوں سب کفاروں میں کفارہ دینے والے کے اس حال کا اعتبار کیا جاتا ہے جو کفارہ کے ادا کرنے کے وقت ہو نہ اس حال کا جو کفارہ واجب ہونے کے وقت تھا پس اگر کفارہ ادا کرتے وقت کوئی مفلس ہے تو اس کو روزے رکھنا جائز ہیں اگرچہ کفارہ واجب ہونے کے وقت وہ مالدار تھا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک سال کے رمضان کے دنوں میں کئی بار مجامعت کی اور کفارہ نہ دیا تو اس پر ایک کفارہ واجب ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر ایک دن کا روزہ توڑا اور وہ غلام آزاد کر دیا پھر دوسرے دن کا روزہ توڑا اور غلام آزاد کر دیا پھر تیسرے دن کا روزہ توڑا اور غلام آزاد کر دیا پھر پہلا غلام کسی اور کی ملک ثابت ہوا تو اس پر کچھ واجب نہیں اور اگر دوسرے غلام کا یہ حال ہوا تو بھی کچھ واجب نہیں اور اگر تیسرا غلام کسی اور کی ملک ثابت ہوا تو ایک غلام آزاد کرنا واجب ہوگا اس واسطے کہ جو کفارہ پہلے دیا تھا وہ مابعد کا عوض نہیں ہو سکتا اور اگر تیسرے غلام آزاد شدہ کے ساتھ دوسرا غلام بھی کسی اور کی ملک ثابت ہوا تو بھی دونوں روزوں کے عوض ایک ہی غلام آزاد کرے گا اور ان دونوں کے ساتھ پہلا غلام بھی کسی اور کی ملک ثابت ہو تو بھی ایک ہی کفارہ واجب ہے اور اگر پہلا غلام اور تیسرا غلام کسی اور ملک ثابت ہوا تو صرف تیسرے دن کے عوض ایک غلام آزاد کرے گا اور اگر دو رمضانوں میں مجامعت کی اور پہلے کا کفارہ نہیں دیا ہے تو ظاہر روایت کے بموجب ہر جماع کے عوض کفارہ لازم ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر بادشاہ پر کفارہ لازم ہوا اور اس کے پاس مال حلال ہے اور کسی کا قرض نہیں ہے تو غلام آزاد کرنے کا فتویٰ دیا جائے گا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اگر رمضان کا مہینہ پنجشنبہ کے دن کے دن شروع ہوا اور عرفہ بھی پنجشنبہ کے دن ہو تو وہ دن عرفہ کا ہوگا قربانی کا نہ ہوگا اور اگر اس دن قربانی کرے گا تو جائز نہ ہوگی اور اگر اس کو کوئی قربانی کا دن سمجھے اور اس پر اعتماد کرے کہ حضرت علیؓ نے یہ فرمایا ہے کہ تمہاری قربانی کا دن وہی ہے جو تمہارے روزہ کا دن سمجھے اور اس پر اعتماد کرے کہ حضرت علیؓ نے یہ امر شاید اسی سال کے واسطے فرمایا ہو ہمیشہ کے واسطے نہ فرمایا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان کی فصل رویت میں لکھا ہے۔

فرض روزوں اور نذر کے روزوں کی اقسام:

جو روزے کہ فرض لازم ہوتے ہیں وہ تیرہ اقسام کے ہیں سات قسم ان میں سے ایسے ہیں جن کو برابر رکھنا واجب ہے اور وہ یہ ہیں رمضان اور کفارۂ قتل اور کفارۂ ظہار اور کفارۂ قسم اور کفارۂ روزہ رمضان اور نذر معین اور روزہ قسم معین اور چھ روزے ایسے ہیں

جن کو برابر رکھنا واجب نہیں اور وہ یہ ہیں رمضان کی قضا تمتع[1] کے روزے احرام میں سر مونڈنے کے کفارہ کے روزے احرام میں شکار کر لینے کی جزا کے روزے اور ایسی نذر کے روزے جس میں کوئی تعیین نہ کی ہو اور قسم کے روزے اگر اس طرح قسم کھائی ہو کہ واللہ میں مہینہ بھر کے روزے رکھوں گا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر چہ رمضان کی قضا میں برابر رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر برابر رکھنا ان کا مستحب ہے تا کہ جلد وہ روزے اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے معلوم کرنا چاہئے کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرنا مستحب ہے اور وہ رات تمام سال کی راتوں میں افضل ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ لیلۃ القدر رمضان میں ہوتی ہے اور یہ نہیں معلوم کہ وہ کون سی رات ہے اور آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے اور صاحبینؒ کا بھی یہی قول ہے مگر ان کے نزدیک وہ ایک معین رات ہے آگے پیچھے نہیں ہوتی منظومہ اور اس کی شروح میں یہی منقول ہے اور یہ فتح القدیر کے باب الاعتکاف میں لکھا ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے اپنے غلام سے کہا کہ تو لیلۃ القدر کی رات میں آزاد ہے تو اگر رمضان کے داخل ہونے سے پہلے کہا ہے تو جب رمضان کے بعد شوال کا چاند آئے گا وہ آزاد ہو جائے گا اور اگر رمضان کی ایک رات گزرنے کے بعد کہا ہے تو وہ اس وقت تک آزاد نہ ہوگا جب تک سال آئندہ کا رمضان گزر کر شوال کا چاند نظر نہ آجائے اس لئے کہ یہ احتمال ہے کہ شاید پہلے رمضان کی پہلی ہی رات میں لیلۃ القدر ہو چکی ہو اور دوسرے سال کی اخیر تاریخ میں ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک جب سال آئندہ کے رمضان کی ایک رات گزرے گی تو وہ آزاد ہو جائے گا یہ کافی میں لکھا ہے ملتقی البحار میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول راجح ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کونسی نذر شرک کے زمرے میں داخل کر دیتی ہے؟

نذر جو اکثر عوام سے اس طرح واقع ہوتی ہے کہ بعض صالحین کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں کا پردہ اٹھا کر یہ کہتے ہیں کہ اے میرے فلانے سید اگر میری حاجت پوری کر دو گے تو تمہارے واسطے مثلاً اس قدر سونا ہے تو یہ نذر بالا جماع باطل ہے ہاں اگر یوں کہے یا اللہ میں تیرے واسطے نذر کرتا ہوں کہ اگر میرے بیمار کو شفا ہو جائے یا مثل اس کے کوئی اور کام ہو جائے تو میں ان فقیروں کو کھانا کھلاؤں گا جو سیدہ نفیسہ یا مثل اس کے کسی اور درگاہ پر ہیں یا وہاں کی مسجد کے واسطے بوریا خریدوں گا وہاں کی روشنی کے واسطے تیل خریدوں گا یا وہاں کے خادموں کو درہم دوں گا اور اس قسم کی چیزیں جن میں فقیروں کو نفع اور اللہ کے واسطے نذر ہو اور شیخ کا ذکر صرف اس واسطے ہو کہ وہ مستحقوں پر نذر کے صرف کرنے کا محل ہے تو جائز ہے لیکن فقیروں کے سوا اوروں کو ان کا دینا حلال نہیں اور اہل علم کو اور شیخ کے خادموں کو بھی اس کا لینا جائز نہیں لیکن اگر کوئی فقیر ہو تو لے لے اور جب یہ معلوم ہو چکا تو جاننا چاہئے کہ دراہم وغیرہ جو اولیا کی قبروں پر ان سے تقرب حاصل کرنے کے واسطے لے جاتے ہیں وہ بالا جماع حرام ہے جب تک زندہ فقیروں پر ان کے صرف کا ارادہ نہ کیا جائے یہ حکم بالا تفاق ہے اور اس میں بلا میں بہت لوگ مبتلا ہیں یہ نہر الفائق اور بحر الرائق میں لکھا ہے مجاہد نے اس بات کو مکروہ کہا ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ رمضان آیا اور رمضان گیا اور کہا ہے کہ مجھ کو معلوم نہیں شاید رمضان اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو لیکن یوں کہنا چاہئے کہ ماہ رمضان آیا اور کہا گیا ہے کہ یہ مکروہ ہے اس لئے کہ امام محمدؒ نے مجاہد کے قول کو رد نہیں کیا اور اصح یہ ہے کہ مکروہ نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

---

[1] تمتع یعنی جدا جدا حج وعمرہ بجالانا اور ہر ایک کا جداگانہ احرام باندھنا اور اس کی تفصیل کتاب الحج میں دیکھو۔

کتاب الحج

اس کتاب میں سترہ ابواب ہیں

باب: ①

حج کی تفسیر فرضیت وقت شرائط ارکان واجبوں سنتوں آداب اور ممنوعات کا بیان

حج کی تفسیر:

تفسیر حج کی یہ ہے کہ حج نام ان خاص فعلوں کا ہے جو اول سے احرام باندھ کر طواف اور وقوف وقت معین میں کرتے ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

فرضیتِ حج:

حج فرض محکم ہے اور اسکی فرضیت قطعی دلیلوں سے ثابت ہوئی ہے یہاں تک کہ اسکا منکر کافر ہوتا ہے اور حج تمام عمر میں ایک مرتبہ سے زیادہ واجب نہیں ہوتا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور فوراً ادا کرنا اس کا فرض ہوتا ہے یہی اصح ہے اور اگر اس سال میں حج کر سکتا ہے تو دوسرے سال تک تاخیر جائز نہیں یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اگر دوسرے سال تک تاخیر کی اور اس کے بعد حج ادا کیا تو ادا واقع ہوگیا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مہلت کے ساتھ واجب ہے اور جلدی کرنا افضل ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور خلاف اس صورت میں ہے کہ جب اس کو اپنی سلامتی کا گمان غالب ہو اور اگر بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے موت کا گمان غالب ہے تو بالاجماع وجوب کا وقت تنگ ہو جاتا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور خلاف کا فائدہ گنہگار ہونے میں ظاہر ہوتا ہے یہاں تک کہ جس پر حج واجب ہو اور وہ فوراً حج نہ کرے تو جو لوگ فوراً حج کے ادا کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک وہ فاسق ہوگا اور اس کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر آخر عمر میں حج کر لیا تو بالاجماع گناہ باقی نہیں رہتا اور اگر بغیر حج کئے مر گیا تو بالاجماع گنہگار ہوگا تبیین میں لکھا ہے۔

وقتِ حج ☆

وقت حج کا مقرر مہینے ہیں اور وہ یہ ہیں شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اگر حج کے اعمال میں سے کوئی عمل مثلاً طواف اور سعی حج کے مہینوں سے پہلے کیا تو جائز نہیں اور حج کے مہینوں میں کیا تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

شرائطِ حج کا بیان:

حج کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں منجملہ ان کے اسلام ہے یہاں تک اگر کوئی شخص کفر کے زمانہ میں اس قدر مال کا مالک ہوگیا جس سے حج واجب ہو جاتا ہے پھر فقیر ہو جانے کے بعد مسلمان ہوا تو اس مالداری کی وجہ سے اس پر حج واجب نہ ہوگا اور اگر کسی کو اسلام کی حالت میں استطاعت حاصل ہوئی اور اس نے حج نہ کیا یہاں تک کہ فقیر ہوگیا تو حج اس کے ذمہ بطور قرض کے باقی رہے گا

یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے حج کیا پھر مرتد[1] ہو گیا پھر مسلمان ہوا تو اگر اس کو استطاعت حاصل ہو گی تو دوبارہ حج کرنا لازم ہو گا یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے عقل ہے پس مجنون پر حج واجب نہیں اور خفیف العقل میں اختلاف ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے منجملہ ان کے بلوغ ہے پس لڑکے پر حج واجب نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر لڑکے نے بلوغ سے پہلے حج کیا تو حج فرض ادا نہ ہو گا حج نفل ہو گا اور اگر احرام باندھنے کے بعد اور وقوف عرفہ سے پہلے بالغ ہو گیا اور وہی احرام باقی رکھا تو حج نفل ہو گا اور اگر لبیک کی تجدید کی یا بالغ ہونے کے بعد از سر نو احرام باندھا پھر عرفہ میں وقوف کیا تو بالاجماع حج فرض ادا ہو گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اسی طرح اگر وقوف عرفہ سے پہلے مجنون کو افاقہ ہو یا کافر مسلمان ہو تو از سر نو احرام باندھے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر لڑکا میقات سے بغیر احرام گزر گیا پھر مکہ میں اس کو احتلام ہوا اور مکہ سے اس نے احرام باندھا تو اس سے حج فرض ادا ہو جائے گا اور بغیر احرام میقات سے گزر جانے کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے آزاد ہونا ہے پس غلام پر حج واجب نہیں ہے اگرچہ مدبر ہو یا ام ولد ہو یا مکاتب ہو یا کچھ حصہ اس کا آزاد ہو گیا ہو یا اس کو حج کی اجازت مل گئی ہو اگرچہ مکہ میں ہو اس لئے کہ اس کی کچھ ملک نہیں ہوتی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر آزاد ہونے سے پہلے غلام نے اپنے مالک کے ساتھ حج کیا تو اس کا حج فرض ادا نہ ہو گا اور اس کو آزاد ہونے کے بعد پھر حج واجب ہو گا اور اگر حج کے راستہ میں احرام سے پہلے آزاد ہو گیا پھر اس نے احرام باندھا اور حج کیا تو حج فرض ادا ہو جائے گا اور اگر آزاد ہونے سے پہلے احرام باندھا پھر آزاد ہونے کے بعد احرام کی تجدید کی تو حج فرض ادا نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

منجملہ ان کے یہ ہے کہ توشہ اور سواری پر اس طرح قادر ہو کہ اس کا مالک ہو یا بطور کرایہ لینے کے قابض ہو اور اگر مانگنے یا اس کے مباح ہونے کی وجہ سے قادر ہے تو اس سے حج واجب نہیں ہوتا خواہ وہ اس شخص نے مباح کی ہو جس کے احسان کا اعتبار نہیں ہوتا جیسے ماں باپ اور اولاد یا ان کے سوا اور اجنبی لوگوں نے مباح کی ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر کسی نے حج کرنے کے واسطے مال دیا تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں خواہ وہ دینے والا ان لوگوں میں سے ہو جن کے احسان کا اعتبار ہوتا ہے جیسے کہ اجنبی لوگ یا ان لوگوں میں سے ہو جن کے احسان کا اعتبار نہیں ہوتا جیسے کہ ماں باپ اور اولاد یہ فتح القدیر میں لکھا ہے توشہ اور سواری کے مالک ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی حاجت سے زیادہ مال ہو یعنی رہنے کے مکان اور لباس اور خادم اور گھر کے اسباب کے سوا اس قدر سرمایہ ہو کہ سواری پر مکہ کو جائے اور آئے پیادہ چلنے کا اعتبار نہیں اور وہ اس کے قرض کے سوا ہو اور اپنے لوٹ کر آنے کے وقت تک اس سرمایہ کے علاوہ اپنے عیال کا خرچ اور مرمت مکان وغیرہ کا صرف دے سکے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اس کے اور اس کے عیال کے نفقہ میں اوسط خرچ کا اعتبار کیا جائے گا کمی اور زیادتی کا اعتبار نہ ہو گا یہ تبیین میں لکھا ہے عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا نفقہ اس کے ذمہ لازم ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے ظاہر روایت کے بموجب اس کے لوٹ کر آنے کے بعد کے نفقہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا یہ تبیین میں لکھا ہے ہر شخص کے حق میں ایسی سواری کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اس کو پہنچا سکے پس کوئی شخص ایسی اونٹنی پر قادر ہوا جس پر وہ سفر کر سکتا ہے تو اس پر حج واجب ہے اور اگر وہ اچھا مالدار ہے تو حج اس وقت واجب ہو گا جب یہ محمل کی ایک شق پر قادر ہو اگر دوسرا شخص ایک اونٹ پر اس طرح قادر ہوئے کہ ہر ایک باری باری سے سوار ہو یعنی ایک منزل ایک سوار ہو ایک منزل دوسرا یا ایک فرسخ ایک سوار ہو اور ایک فرسخ دوسرا تو اس سے حج کی استطاعت ثابت نہیں ہوتی اور اگر اس قدر مال ملا کہ ایک منزل اونٹ کرایہ کرے اور ایک منزل پیادہ چلے تو وہ مالدار سمجھا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] کیونکہ اس کے اعمال سابقہ بوجہ ارتداد کے حبط ہو گئے پس ان کا اعتبار نہیں۔

ینابیع میں ہے کہ اہل مکہ اور اس کے گردونواح کے لوگوں پر اگر ان کے گھر سے مکہ تک تین دن سے کم کی راہ ہو تو اگر وہ پاؤں چلنے پر قادر ہیں تو ان پر حج واجب ہوگا اگرچہ سواری پر قادر نہ ہوں لیکن اس قدر خرچ کہ ان کے اور ان کے عیال کے کھانے کو ان کے لوٹنے تک کافی ہو ضرور ہونا چاہئے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے فقیر اگر پیادہ چل کر حج کرے پھر مالدار ہو جائے تو دوبارہ اس پر حج واجب[1] نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر اس قدر مال ملے جس سے حج کر سکتا ہے اور نکاح کرنے کا بھی ارادہ ہو تو حج کرے نکاح نہ کرے اس لئے کہ حج ایک فرض ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں پر اس کو لازم کیا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کسی کے پاس رہنے کا گھر اور خدمت کا غلام اور پہننے کے کپڑے اور حاجت کا اسباب ہو تو اس سے حج کی استطاعت ثابت نہیں ہوتی تجرید میں ہے کہ اگر کسی کے پاس ایسا گھر ہے جس میں وہ نہیں رہتا اور ایسا غلام ہے جس سے وہ خدمت نہیں لیتا تو اس پر واجب ہے کہ ان کو بیچے اور حج کرے اگر کسی کے پاس رہنے کا گھر اور کوئی اس قسم کی چیز نہ ہو لیکن اس کے پاس اتنے درہم ہیں کہ حج کر سکتا ہے اور رہنے کا گھر اور خادم اپنے نفقہ کا سامان بھی کر سکتا ہے تو اس پر حج واجب ہے اگر اس کو حج کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا تو گنہگار ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی کے پاس ایسے کپڑے ہوں جن کا استعمال نہیں کرتا اور ان کو بیچ کر ان کی قیمت میں حج کر سکتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ ان کو بیچے اور حج کرے اگر کسی کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اس میں سے تھوڑا اس کے رہنے کو کافی ہے تو اس کو حج کے واسطے اس سے زیادہ کا بیچنا لازم نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان نے لکھا ہے۔

اگر کسی کے پاس رہنے کا مکان ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو بیچ کر اس کی قیمت میں ایک چھوٹا مکان بھی لے لے اور حج بھی کر لے تو اس پر یہ لازم نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور ایسا کرے تو افضل ہے یہ ایضاح میں لکھا ہے اور بالاتفاق یہ بھی واجب نہیں کہ حج کرنے کے واسطے اپنے رہنے کے مکان کو بیچ ڈالے اور آئندہ کرایہ کے مکان میں رہا کرے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس فقہ کی کتابیں ہوں تو اگر وہ شخص فقیہ ہے اور ان کے استعمال کی اس کو حاجت ہے تو ان کی وجہ سے حج کی استطاعت ثابت نہ ہوگی اور اگر وہ جاہل ہے تو حج کی استطاعت ثابت ہوگی اور اگر طب اور نجوم کی کتابیں ہیں تو حج کی استطاعت ثابت ہوگی خواہ اس کو ان کے استعمال اور مطالعہ کی حاجت ہو یا نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص تاجر ہو اور تجارت پر ہی اس کی گزر ہو اور وہ اس قدر مال کا مالک ہو جائے کہ حج کو جانے اور آنے میں کھانے اور سواری کا خرچ اور نکلنے کے وقت سے لوٹنے کے وقت تک اولاد اور عیال کا خرچ دے کر اصل مال تجارت کا جس سے تجارت کرتا تھا باقی رہے تو اس پر حج واجب ہوگا ورنہ واجب نہ ہوگا اور اگر وہ پیشہ ور ہے تو حج کے واجب ہونے کے واسطے یہ شرط ہے کہ اس قدر مال کا مالک ہو کہ آنے جانے میں کھانے اور سواری کا خرچ اور نکلنے کے وقت سے لوٹنے کے وقت تک عیال کا نفقہ دے کر اس کے پیشہ کے اوزار اس کے پاس باقی رہیں تو حج واجب ہوگا اور اگر کوئی شخص مزروعہ زمین کا مالک ہے تو اگر اس کے پاس اس قدر زمین ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑی سی زمین بیچ ڈالے جو اس کے جانے آنے میں کھانے اور سواری کا خرچ اور اس کے عیال و اولاد کے نفقہ کو کافی ہو اور باقی زمین اس کے پاس اتنی بچ رہے جس کی آمدنی سے وہ اپنی گزر کر سکے عیال و اولاد کے نفقہ کو کافی ہو اور باقی زمین اس کے پاس اتنی بچ رہے جس کی آمدنی سے وہ اپنی گزر کر سکے تو اس پر حج فرض نہ ہوگا ورنہ فرض ہوگا اور اگر کوئی کسان ہل جوتنے والا ہے اور وہ ایسے مال کا مالک ہو جائے کہ جانے اور آنے کی سواری اور خوراک اور اس کے جانے کے وقت سے لوٹنے کے وقت تک عیال اور اولاد کے خرچ کو کافی ہو اور پھر

---

[1] کیونکہ عمر بھر میں ایک ہی بار واجب ہوتا ہے اور وہ اس کو ادا کر چکا۔

س کے پاس کھیتی کے آلات مثل بیل وغیرہ کے باقی رہ جائیں تو اس پر حج واجب ہوگا ورنہ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

منجملہ ان کے یہ ہے کہ حج کی فرضیت کا علم ہو جو شخص کہ دارالاسلام میں ہے اس کو صرف وہاں کے موجود ہونے سے اس کے علم کا اعتبار[1] کیا جائے گا خواہ وہ حج کی فرضیت جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ اس نے حالت اسلام میں ہی پرورش پائی ہو یا نہ پائی ہو پس حکماً وہ حج کی فرضیت کا عالم سمجھا جائے گا اور جو شخص دارالحرب میں ہے اس کو اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں حج کی فرضیت کی خبر دیں اگرچہ ان کے عادل یا غیر عادل ہونے کا حال پوشیدہ ہو یا ایک عادل شخص خبر دے تو اس پر حج واجب ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک خبر دینے والے کا عادل اور بالغ اور آزاد ہونا اس باب میں شرط نہیں یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے بدن کی سلامتی ہے یہاں تک کہ لنگڑے اور اپاہج اور مفلوج اور اس شخص پر جس کے پاؤں کٹے ہوئے ہوں حج واجب نہیں بلکہ ان پر یہ بھی نہیں کہ اگر ان کو سرمایہ حاصل ہو تو اور[2] سے حج کرا دیں اور نہ ان پر بیماری میں حج کرانے کی وصیت لازم ہے اور اسی طرح وہ بوڑھا جو سواری پر بیٹھ نہیں سکتا اس پر بھی حج واجب نہیں ہے اور مریض کا بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے ظاہر مذہب امام ابو حنیفہؒ کا یہی ہے اور صاحبینؒ سے بھی یہی روایت ہے اور ظاہر روایت صاحبینؒ سے یہ ہے کہ ان پر حج واجب ہے پس اگر کسی اور سے حج کرا دیں تو جب تک ان میں وہ عذر موجود ہے تب تک کافی ہے اور جب وہ عذر زائل ہو جائے تو ان کو اپنی ذات سے حج کا اعادہ واجب ہے اور تحفہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ اس نے اسی کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ اس نے صرف اسی کو بیان کیا ہے اور اسبیجابی کا بھی یہی حال ہے اور محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں اسی کو تقویت دی ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

قیدی اور وہ شخص جو ایسے بادشاہ سے خائف ہو جو لوگوں کو حج کے جانے سے منع کرتا ہے انہیں لوگوں سے ملحق ہے اور اس طرح ان کو بھی اپنی طرف سے لوگوں کو حج کرانا واجب نہیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اندھا اگر سواری اور اپنی خوراک کے خرچ پر قادر ہو تو اگر کوئی اس کا ہاتھ پکڑ کر لے چلنے والا اس کو نہ ملے تو فقہا کے قول کے بموجب اس پر اپنی ذات سے حج کرنا لازم نہیں اپنے مال سے حج کرانے میں اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے اور اگر کوئی ہاتھ پکڑ کر لے جانے والا ملے تو بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اپنی ذات سے حج واجب نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اس میں دو روایتیں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص سواری اور خوراک کے خرچ کا مالک تھا اور تندرست تھا اور اس نے حج نہیں کیا یہاں تک کہ اپاہج یا مفلوج[3] ہو گیا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ اس کو اپنے مال سے حج کرانا لازم ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور یہ لوگ اگر تکلیف اٹھا کر اپنی ذات سے حج کریں تو حج ان سے ساقط ہو جائے گا اور اگر تندرست ہو جائیں گے تو دوبارہ حج ان پر واجب نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے راستہ کا امن ہے ابواللیثؒ نے کہا ہے کہ اگر راستے میں سلامتی اکثر ہو تو حج واجب ہے اور اگر سلامتی نہ ہو تو حج واجب نہیں اور

---

[1] اعتبار ... یعنی جو شخص اسلام کے ملک میں موجود ہے تو اس کا یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ مجھے حج کا فرض ہونا معلوم نہ ہوا اس لئے کہ یہاں ہر مسلمان جانتا ہے اس کو ہر فرض کا جاننا بہت آسان تھا ہاں اگر دارالکفر میں مسلمان ہوا تو البتہ نہ جاننے میں معذور ہے۔

[2] اور سے یعنی دوسرے تندرست کو اپنی جگہ بھیجیں یہ لازم نہیں کیونکہ خود اس پر فرض ہی نہیں ہوا بخلاف اس کے اگر فرض ہوا پھر نہ گیا ہو جیسے پہلے تندرست مالدار تھا پھر نہ گیا پھر اپاہج ہو گیا۔

[3] فالج زدہ۔ فالج اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں آدمی کا نصف بدن ایک جانب سے بیکار ہو جاتا ہے۔

اسی پر اعتماد ہے یہ تبیین میں لکھا ہے کرمانی نے کہا ہے کہ دریا کے راستہ میں جہاں سے سوار ہونے کی عادت ہو اگر اکثر سلامتی ہو تو واجب ہے ورنہ واجب نہیں اور یہی اصح ہے اور سیحون اور جیحون اور فرات اور نیل یہ نہریں ہیں دریا نہیں ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور دجلہ کا بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

منجملہ ان کے یہ ہے کہ اگر مکہ تک تین دن کا راستہ ہو تو عورت کے واسطے کوئی محرم ہونا ضروری ہے خواہ جوان عورت ہو خواہ بوڑھی عورت ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر تین دن سے کم کا راستہ ہو تو بغیر محرم کے حج کو جا سکتی ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور محرم شوہر ہو یا وہ شخص ہو جس سے قرابت یا دودھ کی شراکت یا دامادی کے رشتہ کی وجہ سے ہمیشہ کے واسطے نکاح جائز نہ ہو یہ خلاصہ میں لکھا اور یہ بھی شرط ہے کہ محرم امین اور عاقل اور بالغ ہو آزاد ہو یا غلام کافر ہو یا مسلمان یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر محرم مجوسی ہو اور وہ اپنے اعتقاد میں اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز سمجھتا ہو تو اس کے ساتھ سفر نہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے قریب بلوغ لڑکے کا حکم مثل بالغ کے ہے عورت کا غلام اس کے واسطے محرم نہیں یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے جس لڑکے کو ابھی احتلام نہیں ہوتا اور جس مجنون کو افاقہ نہیں ہوتا اس کا اعتبار نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے عورت کو اپنے مال میں سے محرم کو بھی سواری اور خوراک دینا واجب ہے تاکہ وہ بھی اس کے ساتھ حج کرے اور جب محرم موجود ہو تو عورت کو حج واجب کے واسطے نکلنا ضروری ہے اگرچہ شوہر اجازت نہ دے اور حج نفل کے واسطے بغیر اجازت شوہر کے نہ نکلے اور اگر عورت کا کوئی محرم نہ ہو تو اس کو حج کے واسطے نکاح کرنا واجب نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے بموجب راستے کی امن اور بدن کی سلامتی اور عورت کے واسطے محرم کا موجود ہونا حج کے واجب ہونے کی شرط ہے یا ادا کی بعض فقہا نے کہا ہے کہ وجوب کی شرط ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ادا کی اور یہی صحیح ہے اور خلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ حج سے پہلے مر جائے تو پہلے قول کے بموجب حج کرانے کی وصیت لازم نہیں اور دوسرے قول کے بموجب لازم ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ عورت عدت میں نہ ہو خواہ عدت شوہر کے مرنے کی ہو یا طلاق بائن کی یا طلاق رجعی کی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے پس عورت طلاق یا موت کی عدت کے درمیان میں حج کے واسطے نہ نکلے اور اسی طرح اگر عدت راستہ میں کسی شہر کے اندر واقع ہوئی اور وہاں سے مکہ تک تین دن کی مسافت ہے تو جب تک عدت پوری نہ ہو جائے تب تک اس شہر سے نہ نکلے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

وجوب کی شرائط:

اگر حج کو نکلنے کے بعد عدت واقع ہوئی اور عورت مسافر ہے تو اگر طلاق رجعی کی عدت ہے تو عورت اپنے شوہر سے جدا نہ ہو اور شوہر کے واسطے افضل یہ ہے کہ رجعت کر لے اور اگر طلاق بائن کی عدت ہے تو اجنبی کے حکم میں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے وجوب حج کی جو شرطیں مذکور ہوئیں جیسے خوراک اور سواری کا خرچ ان کا اسی حالت میں اعتبار ہے جب اس وقت موجود ہوں جس وقت اس شہر کے آدمی مکہ کو حج کرنے کے واسطے جاتے ہوں یہاں تک کہ اگر شروع سال میں حج کے مہینوں سے پہلے سواری اور خوراک کے خرچ کا مالک ہوا اور ابھی اس کے شہر کے لوگ مکہ کو نہیں جاتے تو اس کو اختیار ہے اس مال کو جہاں چاہے صرف کرے اور جب وہ مال صرف کر چکا پھر اس شہر کے لوگ حج کے واسطے نکلے تو اس پر حج واجب نہیں لیکن اگر جس وقت شہر کے لوگ حج کو نکلتے ہوں اس وقت مال موجود ہو تو اس کو حج کے سوا اور کام میں صرف کرنا جائز نہیں اور اگر صرف کرے گا تو گنہگار ہوگا اور اس پر حج واجب ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اس حج کے صحیح ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں احرام اور خانہ کعبہ اور وقت حج یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

حج کے رکنِ و واجبات کا بیان:

رکن[1] حج کے دو ہیں وقوف عرفات اور طواف زیارت لیکن طواف کے مقابلہ میں وقوف زیادہ قوی ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے یہاں تک کہ اگر وقوف سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد ہو جائے گا اور طواف زیارت سے پہلے جماع کیا تو حج فاسد نہ ہوگا یہ شرح جامع صغیر میں لکھا ہے جو قاضی خان کی تصنیف ہے واجب حج میں پانچ ہیں صفا و مروہ کے درمیان میں سعی کرنا یعنی جلد چلنا اور مزدلفہ میں ٹھہرنا اور تینوں جمروں میں کنکریاں پھینکنا اور سر منڈوانا یا بال کترانا اور طواف الصدر یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے حج کی سنتوں میں طواف قدوم ہے اور اس میں یا طواف فرض ہیں اکڑ کر چلنا اور دونوں سبز مناروں کے درمیان میں جلد چلنا ایام قربانی کی راتوں میں سے کسی رات کو منیٰ میں رہنا اور منیٰ سے سورج کے طلوع ہونے کے بعد عرفہ کو جانا اور مزدلفہ سے سورج کے نکلنے سے پہلے منیٰ کو آنا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے مزدلفہ میں رات کو رہنا سنت ہے اور تینوں جمروں میں ترتیب سنت ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے آداب حج کے یہ ہیں کہ جب حج کے واسطے نکلنے کا ارادہ کرے تو فقہا نے کہا ہے کہ اول اپنا قرض ادا کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور کسی سمجھ والے آدمی سے اس وقت میں سفر کرنے کا مشورہ کرے اصل حج میں مشورہ نہ کرے اس لئے کہ اس کا خیر ہونا معلوم ہے اور اسی طرح اللہ سے بھی استخارہ کرے اور استخارہ سنت یہ ہے کہ دو رکعتیں سورہ قل ہو اللہ کے ساتھ پڑھے اور جو دعا استخارہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہے اس کو پڑھے اس کے بعد توبہ کرے اور نیت خالص کرے اور جو چیز ظلم سے کسی کی لی ہو اس کو پھیرے اور اس کے مالکوں سے معاف کرائے اسی طرح اگر اور کسی کی خطا کی ہو معاف کرائے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے عبادت میں جو کمی ہو اس کی بھی قضا پھیرے اور اس قصور پر نادم ہو اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا ارادہ کرے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور ریا اور غرور اور فخر کو دور کرے اسی واسطے بعض علماء نے محل میں سوار ہونا مکروہ لکھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جب ان خیالات سے دور رہو تو مکروہ نہیں اور مال حلال کے حاصل کرنے میں کوشش کرے اس لئے کہ حج بغیر مال حلال کے قبول نہیں ہوتا لیکن فرض حج کا ادا ہو جاتا ہے اگرچہ مال غصب کا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر کوئی شخص حج کا ارادہ کرے اور اس کے پاس مال مشتبہ ہو تو اس کو چاہئے کہ قرض لے کر حج کرے اور اپنے مال سے قرض ادا کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

یہ بھی ضرور ہے کہ رفیق صالح اس کے ساتھ ہو تا کہ اگر وہ کچھ بھول جائے تو وہ اس کو یاد دلائے اور جب وہ کسی مصیبت سے بے قرار ہو تو اس کو صبر دلائے اور جب وہ عاجز ہو تو اس کی مدد کرے رفیق اقربا کی بہ نسبت اجنبی ہونا اولیٰ ہے تا کہ یگانگی کے قطع ہو جانے کا خوف نہ ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور نیابیع میں ہے کہ اپنے عیال کے واسطے نفقہ چھوڑے اور اپنے نفس کو پاک کر کے نکلے اور راستہ میں تقویٰ اختیار کرے اور اللہ کا ذکر بہت کرے غصہ سے بچے اور لوگوں کی بات پر تحمل[(1)] بہت کرے اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑنے سے اطمینان اور وقار حاصل کرے یا تاتارخانیہ میں تعلیم اعمال حج کے بیان میں لکھا ہے کرایہ کی سواری کا یہ لحاظ کرے کہ کس قدر بوجھ اٹھا سکتی ہے اس سے زیادہ بوجھ اس پر نہ رکھے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اس پر طاقت سے زیادہ لادنے سے پرہیز کرے اور جو معمولی اس کا چارہ ہے بلا ضرورت اس میں کمی نہ کرے اگرچہ سواری اس کی ملک ہو حج کے سفر کو تجارت سے خالی کرنا احسن ہے اور اگر تجارت کرے تو ثواب میں کمی نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے سامان سفر کو بہت جھگڑ جھگڑ کر نہ خریدے اور راستہ کے خرچ میں کسی کے ساتھ شریک نہ ہو اور اس طرح کرنا کہ ایک ایک روز ایک ایک رفیق سب کو کھانا کھلا دے زیادہ حلال ہے اور مستحب یہ ہے کہ

[1] رکن جس کے نہ ہونے سے حج نمارد ہو جائے اور کچھ تدارک نہ ہو سکے۔

(1) برداشت وضبط وبردباری۔

بمتابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پنجشنبہ کے روز گھر سے نکلے ورنہ مہینہ کے پہلے دوشنبہ کو گھر سے نکلے اور اپنے اہل وعیال اور بھائیوں کو رخصت کرے اور ان سے اپنی خطائیں معاف کرائے اور ان سے اپنے واسطے دعا طلب کرے اور اس کام کے واسطے ان کے پاس جائے جب یہ حج سے لوٹ کر آئے تو وہ اس کے پاس آئیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

حج سے لوٹ کر دو رکعت ادا کرنا:

اس طرح سفر کرے جیسے کوئی دنیا سے سفر کرتا ہے اور گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھے اور اسی طرح جب حج سے لوٹ کر آئے تو گھر پہنچنے کے بعد دو رکعتیں پڑھے اور نکلتے وقت جو دوگانہ پڑھے اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اللّٰھم[1] بك انتشرت والیك توجهت وبك اعتصمت وعلیك توكلت اللّٰھم انت ثقتي و انت رجائي اللّٰھم اكفني ما اھمني ومالا اھتم به وما انت اعلم به مني عز جارك ولا اله غیرك اللّٰھم زودني التقوی واغفرلي ذنوبي ووجهني الی الخیر اینما توجهت اللّٰھم اني اعوذبك من وعثاء السفر وكاٰبة المنقلب والحور بعد الكور وسوء المنظر في الاھل والمال اور جس وقت نکلے تو یہ کہے بسم اللّٰه[2] ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلي العظیم توكلت علی اللّٰه اللّٰھم وفقني لما تحب وترضی واحفظني من الشیطان الرجیم اور آیۃ الکرسی اور قل ھو اللّٰه احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک بار پڑھے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے سوار ہو کر حج کو جانا افضل ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ متفرقات سراجیہ میں ہے نوازل میں ہے کہ اگر قریب ہو تو پیدل جانا افضل ہے اور دور ہو تو سوار جانا افضل ہے یہ متفرقات تاتارخانیہ میں ہے گدھے پر سوار ہو کر حج کو جانا مکروہ ہے اونٹنی افضل ہے اور فتاویٰ قاضی خان کے متفرقات میں لکھا ہے۔

جب جانور پر سوار ہو تو یہ پڑھے بسم اللّٰه والحمد للّٰه الذي ھدانا للاسلام وعلمنا القرآن ومن علینا بمحمد صلی اللّٰه علیه وسلم الحمد للّٰه الذي جعلني في خیر امة اخرجت للناس سبحان الذي سخرلنا ھذا وما كنا له مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون والحمد للّٰه رب العالمین[3]۔ یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور بہتر یہ ہے کہ جو حج کو جائے وہ اول حج کرے پھر مدینہ کو جائے اور کبریٰ میں ہے کہ اگر حج فرض نہ ہو تو جس کو چاہے اول کرے اور باوجود اس کے اگر حج فرض میں اول مدینہ کو چلا جائے تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں حج کی تیسری فصل میں لکھا ہے جو چیزیں حج میں رکن ہیں ان کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا اور قربانی دے کر بھی ان سے خلاصی نہیں ہو سکتی لیکن جب انہیں کو ادا کرے تو ادا ہوتے ہیں اور جو چیزیں کہ واجب ہیں اگر وہ چھوٹ جائیں تو ان کا بدل ہو سکتا ہے

---

[1] اے اللہ تیرے لئے جدا ہوا میں اور تیری طرف متوجہ ہوا میں اور تجھ پر توکل کیا میں نے اے اللہ تو اعتماد میرا ہے اور تو امید میری ہے اے اللہ کفایت کر مجھ کو جو مشکل میں ڈالے اور جو مشکل میں نہ ڈالے مجھ کو اور جو چیز کہ تو زیادہ جاننے والا ہے مجھ پر غالب ہے پناہ مانگنے والا تیرا اور نہیں ہے کوئی معبود سوا تیرے اے اللہ توشہ کر میرا التقویٰ اور بخش میرے لئے گناہ میرے اور متوجہ کر مجھ کو طرف خیر کے جدھر متوجہ ہونے میں اے اللہ پناہ مانگتا ہوں تجھ سے سختی سفر اور برائی لوٹنے کی سے اور نقصان سے بعد زیادتی کے اور برائی نظر کی سے بیچ اہل اور مال کے۔

[2] نکلتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے نہیں ہے بازگشت اور نہیں قوت مگر اللہ میں جو بڑا ہے اور عظمت والا ہے توکل کیا میں نے اللہ پر اے اللہ توفیق دے مجھ کو واسطے اس چیز کے کہ دوست رکھتا ہے تو اور بچا مجھ کو شیطان مردود سے۔

[3] سوار ہوتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے اور حمد ہی واسطے اللہ کے جس نے ہدایت کی ہم کو واسطے اسلام کے اور سکھایا ہم کو قرآن اور احسان کیا ہم پر ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حمد ہے واسطے اللہ کے ایسا اللہ کہ کیا اس نے مجھ کو بیچ بہتر امت کے جو نکالی گئی ہے واسطے آدمیوں کے پاک ہے وہ اللہ جس نے مسخر کیا واسطے ہمارے یہ جانور اور نہیں تھے ہم واسطے اس کے طاقت رکھنے والے اور ہم طرف رب اپنے کے لوٹنے والے ہیں اور حمد ہے واسطے اللہ کے جو رب العالمین ہے۔

در جو چیزیں کہ سنت اور آداب ہیں ان کے چھوٹنے میں کچھ واجب نہیں ہوتا لیکن برائی ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے جن چیزوں سے حج میں پرہیز کرتے ہیں وہ دو قسم ہیں ایک تو وہ کہ اپنی ذات میں کرے اور وہ چھ ہیں جماع سر منڈانا' ناخن تراشنے' خوشبو لگانا اور سر اور منہ ڈھکنا اور سیے ہوئے کپڑے پہننا اور دوسری قسم وہ ہے کہ دوسری چیزوں سے کرے اور وہ یہ ہیں حل وحرم میں شکار کو چھیڑنا اور حرم کے درخت کا ٹنا یہ جامع صغیر میں لکھا ہے جو قاضی خان کی تصنیف ہے اور تحفہ میں اور سوا اس کے اور کتابوں میں بھی یہی ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے۔

وہ صورتیں جن میں حج پر جانا مکروہ ہے:

اسی سے ملتے ہوئے مسئلے اگر والدین میں کوئی ناراض ہوں تو حج کو جانا مکروہ ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ باپ بیٹے کی خدمت کا محتاج ہو اور اگر وہ اس کی خدمت کا محتاج نہیں ہے تو حج کے جانے میں مضائقہ نہیں اور اگر ماں باپ نہ ہوں تو دادوں اور دادیوں کا بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان کے مقطعات میں لکھا ہے سیر الکبیر میں مذکور ہے کہ اگر باپ کے ہلاک ہو جانے کا خوف نہ ہو تو حج کے واسطے نکلنے میں مضائقہ نہیں اور اسی طرح اگر اس کی بی بی اور اولاد اور ان کے سوا وہ لوگ جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اس کے حج کے جانے سے ناراض ہوں اور ان کے ہلاک ہونے کا خوف نہیں ہے تو حج کے واسطے نکلنے میں مضائقہ نہیں ہے اور جو لوگ ایسے ہیں کہ برتقدیر اس کے حاضر رہنے کے بھی اس پر ان کا نفقہ لازم نہیں ہوتا وہ اگر ناراض ہوں تو اگرچہ ان کی ہلاکی کا خوف ہو تو بھی حج کے واسطے نکلنے میں مضائقہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے فتاویٰ شیخ ابواللیث میں لکھا ہے کہ اگر کسی کا لڑکا امرد خوبصورت ہو تو باپ کو اختیار ہے داڑھی نکلنے کے وقت تک اس کو حج کے جانے سے منع کرے ملتقط میں ہے کہ حج فرض ماں باپ کی اطاعت سے اولیٰ ہے اور ماں باپ کی اطاعت حج نفل سے اولیٰ ہے اور کبریٰ میں ہے اگر سفر خوفناک ہو جیسے دریا کا سفر تو بغیر اجازت ماں باپ کے حج کو نہ نکلے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے جس شخص پر قرض ہے اس کو جہاد اور حج کو جانا مکروہ ہے اگرچہ اس کے پاس اس قدر مال نہ ہو کہ اپنے قرض کو ادا کرے لیکن قرض خواہوں سے اجازت حاصل کر کے جانا جائز ہے اگر قرض کا کوئی کفیل ہو تو اگر وہ قرضدار کی اجازت سے کفیل ہوا ہے تو بغیر دونوں کی اجازت کے نہ نکلے اور اگر بغیر اجازت قرضدار کے کفیل ہوا ہے تو جو شخص قرض کا مطالبہ کرتا ہے اس کی بے اجازت نہ نکلے کفیل کی بے اجازت نکلنا جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب: ②

میقات کے بیان میں

وہ میقات جن سے بغیر احرام کے آگے بڑھنا جائز نہیں پانچ ہیں اہل مدینہ کے واسطے ذوالحلیفہ اور اہل عراق کے واسطے ذات عراق اور اہل شام کے واسطے جحفہ اور اہل نجد کے واسطے قرن اور اہل یمن کے واسطے یلملم میقات مقرر کرنے سے فائدہ یہ ہے کہ اس کے آگے احرام میں تاخیر کرنا منع ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر اس سے پہلے احرام باندھ لے تو جائز ہے اور اگر احرام کے ممنوعات کے صادر ہونے کا خوف نہ ہو تو وہی افضل ہے ورنہ میقات تک احرام میں تاخیر کرنا افضل ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور یہ سب میقات ان ملک والوں کے واسطے ہیں جن کی وہ میقات ہیں اور ان کے سوا اور لوگ جو اس طرف سے گذریں ان کے واسطے احرام باندھنے کے وقت ہیں یہ تبیین میں لکھا ہے جو شخص بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھ جائے پھر دوسرے میقات میں چلا جائے اور وہاں سے احرام باندھے تو جائز ہے لیکن اپنے میقات سے اس کا احرام باندھنا افضل ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا اور یہ حکم

ان لوگوں کے واسطے ہے جو اہل مدینہ نہیں ہیں اسلئے کہ اہل مدینہ کو اپنے میقات سے خصوصیت زیادہ ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔
جو شخص مکہ کو کسی ایسے راستہ سے جائے جو عام راستہ نہیں ہے تو وہ جب ان میقاتوں میں سے کسی میقات کے مقابل ہو تو احرام باندھے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جو شخص دریا میں سفر کرے اس کے احرام باندھنے کا وقت وہ ہے کہ جب کسی میقات کے مقابل ہو وہاں سے بغیر احرام کے آگے نہ بڑھے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر دریا یا خشکی کا راستہ ایسا ہو جائے کہ وہ دونوں میقاتوں میں ہو کر گزرے تو ان میں سے جس کے مقابل ہونے کے وقت چاہے احرام باندھے اور جو میقات اور ہو اس کے مقابلہ سے احرام باندھنا اولیٰ ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر راستہ اس طرح ہو کہ کسی میقات کا مقابلہ نہ ہوتا ہو تو جب مکہ دو منزل رہے تو وہاں سے احرام باندھے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے جس شخص کے اہل وعیال میقات میں ہوں یا میقات اور حرم[1] کے درمیان میں ہوں ان کا میقات حج اور عمرہ کے واسطے وہ مقام حل کا ہے جو میقات وحرم کے درمیان میں ہے اور اگر حرم تک احرام میں تاخیر کریں تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے مکہ والے حج کے واسطے احرام حرم سے باندھیں اور عمرہ کے واسطے حل سے باندھیں یہ کافی میں لکھا ہے پس جو شخص عمرہ کا ارادہ کرے وہ کسی جانب سے احرام باندھنے کے واسطے حل کو جائے اور تنعیم[2] سے احرام باندھنا افضل ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

آفاقی بغیر احرام کے مکہ میں داخل نہ ہو:

آفاقی[3] کو جائز نہیں کہ بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو خواہ حج کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر داخل ہو گیا تو اس پر حج یا عمرہ لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جو شخص کہ میقات اور مکہ کے درمیان میں رہنے والا ہے جیسے بستانی تو اس کو جائز ہے کہ اپنی ضرورتوں کے واسطے مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہو لیکن جب حج کا ارادہ کرے گا تو بغیر احرام کے ادا نہ ہوگا اور اس میں کچھ حرج نہیں یہ کافی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر مکہ کا رہنے والا لکڑیاں یا گھاس لینے کو حل کی طرف کو جائے پھر مکہ میں داخل ہو تو اس کو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا جائز ہے اور آفاقی اگر اہل بستان میں شامل ہو جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

باب : ۳

احرام کے بیان میں

احرام کے ارکان وشرائط:

احرام کے واسطے ارکان بھی ہیں اور شرطیں ہیں رکن یہ ہے کہ اس سے کوئی ایسا فعل پایا جائے جو حج کے خصائص میں سے ہو اور وہ دو قسم ہے پہلے قسم قول ہے یعنی یوں کہے: لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك اور یہ ایک بار کہنا شرط ہے اور اس سے زیادہ سنت

---

[1] حرم مدینہ کی جانب مکہ سے تین میل تک ہے اور عراق اور طائف کی جانب سے سات میل تک ہے اور جدہ کی جانب دس میل تک اور جعرانہ کی جانب میں سات میل تک شامی میں لکھا ہے کہ حرم کے حدود مقرر کرنے کے لئے سب طرف علامتیں حضرت ابراہیم نے نصب کی تھیں وہ سب مقامات جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بتلائے پھر رسول ﷺ نے اس کی حدیں بنوائیں ان کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے ان کے بعد امیر معاویہؓ نے وہ حدیں بنوائیں اور ان کی علامتیں سب طرف ابھی تک موجود ہیں مگر جدہ اور جعرانہ کی طرف کوئی علامت منصوب نہیں ہے۔

[2] تنعیم: مکہ کے قریب ایک موضع مسجد عائشہؓ کے پاس ہے اور حل کے مواضعات میں وہ سب سے زیادہ مکہ سے قریب ہے۔

[3] آفاقی وہ شخص ہے جو میقات سے باہر کا رہنے والا ہو۔

ہے اور اگر اس کو چھوڑے گا تو گنہگار ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر لبیک کی جگہ تسبیح[1] یا تحمید یا تہلیل یا تمجید کے کلمے کہے یا اس کے مثل اور ذکر اللہ کا کیا اور اس سے احرام کی نیت کی تو احرام صحیح ہو جائے گا بالا جماع یہی حکم ہے خواہ وہ لبیک اچھی طرح کہہ سکتا ہو یا نہ کہہ سکتا ہو اسی طرح اگر لبیک دوسری زبان میں کہے تو بھی احرام ہو جائے گا خواہ وہ عربی میں اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہ پڑھ سکتا ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور عربی میں کہنا افضل ہے اور اگر صرف اللھم کہا اور اس پر کچھ زیادہ نہیں کیا تو جس شخص کا یہ قول ہے کہ اللھم کہنے سے نماز شروع ہو جاتی ہے اس کے نزدیک احرام بھی شروع ہو جاتا ہے اور جس شخص کا یہ قول ہے کہ اس سے نماز نہیں شروع ہوتی تو اس کے نزدیک احرام بھی نہیں شروع ہوتا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

دوسری قسم خصائص حج میں سے فعل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہدیہ یعنی قربانی کے اونٹ یا گائے کے گلے میں پٹے ڈالے اور اس کو ہانکتا ہوا حج کے ارادہ پر لے چلے تو احرام صحیح ہو جاتا ہے اگر چہ لبیک نہ کہی ہو خواہ وہ قربانی نفل کی ہو یا نذر کی ہو یا شکار وغیرہ کے عوض کی ہو اور اگر قربانی کسی شخص کے ساتھ بھیجی اور خود اس کے ساتھ نہ گیا اس کے بعد پھر اس طرف کو چلا تو جب تک قربانی سے مل نہ جائے گا تب تک صاحب احرام نہ ہوگا لیکن اگر قربانی متعہ یا قران کی ہے تو قربانی کے ساتھ ملنے سے پہلے صرف اس طرف کو متوجہ ہونے سے صاحب احرام ہو جاتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پس جس وقت اس کے ساتھ مل جائے گا اور اس کو ہانکے گا تو نیت اس عمل سے قرین ہوگئی جو احرام کے خصائص میں سے ہے پس اسی طرح صاحب احرام ہو گیا جیسے ابتدا میں قربانی کے ہانکنے سے ہوتا ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر چند لوگ قربانی کے ایک اونٹ یا گائے میں شریک ہوں اور وہ سب خانہ کعبہ کی طرف جاتے ہیں اور ایک شخص نے ان سب کے حکم سے اس قربانی کے گلے میں پٹہ ڈالا تو سب کا احرام ہو گیا اور اگر ان کے بغیر حکم ڈالا تو صرف اس شخص کا احرام ہو گیا اوروں کا نہ ہوا پٹہ ڈالنے کی صورت یہ ہے کہ قربانی کے اونٹ یا گائے کی گردن میں نعل یا چمڑے کا ٹکڑا یا درخت کی چھال باندھ دے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر قربانی کے اونٹ یا گائے پر جھول ڈالی یا بکری کے گلے میں پٹہ ڈالا اور ان دونوں سے احرام کی نیت کر کے ان کو لے چلا تو صاحب احرام نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اونٹ یا گائے کو اشعار کیا اور اس سے احرام کی نیت کی تو بھی سب کے نزدیک یہی حکم ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور تجلیل یعنی قربانی پر جھول ڈالنا اور پھر جھول تصدق کر دینا مستحب ہے اور پٹہ ڈالنا جھول ڈالنے سے زیادہ بہتر ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

حج میں قربانی کے مسائل:

بدنہ اونٹ اور گائے کی قربانی کو کہتے ہیں یہ ہدایہ میں لکھا اور اشعار یہ ہے کہ اونٹ یا گائے کی کوہان میں بائیں جانب زخم لگا دے جس سے خون بہے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ مکروہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ بہتر ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور تجلیل یہ ہے کہ اونٹ یا گائے پر جھول ڈالے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے شرط احرام کی نیت ہے اگر لبیک بغیر احرام کی نیت سے کہے گا تو احرام نہ بندھے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور صرف نیت سے بھی احرام شروع نہ ہوگا جب تک لبیک یا اس کے قائم مقام کوئی اور ذکر نہ کرے یا قربانی کو نہ ہانکے یا قربانی کے اونٹ یا گائے کے گلے میں پٹہ نہ ڈالے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور جب احرام کا ارادہ کرلے تو غسل کرے یا وضو کرے لیکن غسل کرنا افضل ہے اور یہ غسل ستھرائی کے واسطے ہے یہاں تک کہ حیض والی عورت کو بھی اس غسل کا حکم ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور وہ غسل نفاس والی عورت اور لڑکے کے حق میں بھی مستحب ہے کہ اپنے بدن کی پوری صفائی کرے ناخن اور مونچھیں تراشے اور بغل اور زیر ناف کے بال مونڈے اور اگر مردوں کو سر منڈوانے کی عادت ہو یا اس دن سر منڈوانے کا ارادہ کرے تو منڈوا

---

[1] تسبیح سبحان اللہ کہنا تحمید الحمد للہ کہنا تہلیل لا الہ الا اللہ کہنا تمجید اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنا۔

لے ورنہ بالوں میں کنگھی کر لے اور خطمی اور اشنان وغیرہ سے دھو کر غبار اور میل کو بالوں سے اور جسم سے دُور کرے اور مستحب ہے کہ جب احرام کا ارادہ کرے اور بی بی یا باندی ساتھ ہو اور کوئی مانع جماع کا نہ ہو تو جماع کرے اس لئے کہ یہ بھی سنت ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور سلے ہوئے کپڑے اور موزے کو اتارے اور دو کپڑے پہن لے ایک تہ بند اور ایک چادر دونوں نئے ہوں یا ڈھلے ہوئے ہوں اور نئے ہونا افضل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

خوشبو کا مسئلہ:

اگر صرف ایک کپڑا پہن لے جس سے اس کا ستر ڈھک جائے تو جائز ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے یہ بند ناف سے گھٹنوں تک ہے اور چادر پیٹھ اور کاندھوں اور سینہ پر اوڑھ کر ناف سے اوپر باندھے اور اگر دونوں کونے اس کے تہ بند میں کھونس لے تو مضائقہ نہیں اور اگر اس کو کانٹے یا سوئی سے اٹکا دے یا اپنے اوپر ایک رسی باندھ لے تو برائی ہے اور کچھ واجب نہیں ہوتا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے داخل کرے اور بائیں کاندھے پر ڈالے اور داہنے کاندھے کو کھلا ہوا چھوڑے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور تیل لگائے اور جو تیل چاہے لگائے خوشبو کا ہو یا بے خوشبو اور فقہا کا اجماع اس بات پر ہے کہ احرام سے پہلے ایسی خوشبو کی چیز لگانا جائز ہے جس کا جرم احرام کے بعد تک لگا رہے اگرچہ خوشبو اس کی احرام کے بعد تک باقی رہے اور ایسے ہی وہ گاڑھی خوشبودار چیز جو احرام کے بعد تک لگی رہے جیسے کہ مشک اور غالیہ ہمارے نزدیک ظاہر روایت کے بموجب مکروہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے یہی صحیح ہے۔

یہ محیط میں ہے کپڑے میں ایسی چیز خوشبودار لگانا جو احرام کے بعد تک لگی رہے کل کے قول کے بموجب جائز نہیں یہ قول صاحبینؒ کی ایک روایت کے بموجب ہے فقہا نے کہا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ بحرالرائق میں لکھا ہے پھر دو رکعتیں پڑھے اور دونوں میں جو چاہے پڑھے اور اگر پہلی رکعت میں الحمد اور قل یاایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں الحمد اور قل ھو اللہ احد تبرکاً بفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے تو افضل ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اکثر علماء قل یا ایھا الکافرون کو سورۃ سے فارغ ہو کر آیۃ[1] ﴿ربنا لا تزغ قلوبنا﴾ آخر تک پڑھتے ہیں اور قل ھو اللہ سے فارغ ہو کر ﴿ربنا اتنا من لدنك رحمة وهيء لنا من امرنا رشدا﴾ پڑھتے ہیں یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اس نماز کو وقت مکروہ میں نہ پڑھے اور اگر صرف فرض نماز پڑھ لی تو بھی کافی ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے پھر جب نماز سے فارغ ہو تو اللہ سے آسانی کی دعا مانگے اور یہ دعا پڑھے: اللّٰھم[۱] انی ارید الحج فیسرہ لی وتقبلہ منی یہ محیط میں لکھا ہے پھر نماز کے بعد یا سوار ہونے کے بعد لبیک کہے اور ہمارے نزدیک لبیک نماز کے بعد افضل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اس طرح کہے: لبیک[۲] اللّٰھم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك ان الحمد للہ والنعمة لك والملك لك لا شریك لك ان النعمة کے الف کے زبر سے بھی روایت ہے اور زیر سے بھی پڑھنا صحیح ہے کرخی نے کہا ہے کہ سب کلمات پڑھے اور ان سے کم نہ کرے۔ یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر ان سے اور زیادہ کرے تو بہتر ہے یعنی یوں کہے: لبیك[۳] الٰه الخلق لبیك غفار الذنوب لبیك وسعدیك

---

[۱] اے اللہ ارادہ کرتا ہوں میں حج کا پس آسان کر اس کو واسطے میرے اور قبول کر اس کو مجھ سے۔ [۲] میں حاضر ہوں تیری خدمت میں اے اللہ میں حاضر ہوں تیری خدمت میں نہیں ہے کوئی شریک واسطے تیرے میں حاضر ہوں تیری خدمت میں تحقیق حمد و نعمت واسطے تیرے ہے اور ملک واسطے تیرے ہے نہیں ہے اور کوئی شریک واسطے تیرے۔ [۳] حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اے اللہ مخلوق کے حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اے بخشنے والے گناہوں کے حاضر ہوں میں تیری خدمت میں اور توفیق پائی میں نے تیری اطاعت کی اور بھلائی سب تیرے ہاتھ میں ہے اور جنت تیری طرف ہے۔

(۱) پوری آیت یہ ہے: ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب۔

والخیر کله بیدیك والرغباء الیك یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور کم کرنا بالاتفاق مکروہ ہے یہ بحرالرائق میں ہے پھر جب لبیک کہہ چکے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جو نیکیوں کے سکھانے والے ہیں اور جو دعا چاہے پڑھے لیکن درود پڑھتے وقت آواز پست کرے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور نمازوں کے بعد جس قدر ہو سکے لبیک کی کثرت کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور یہی ظاہر روایت ہے طحاوی نے کہا ہے کہ فرض نمازوں کے بعد لبیک کہے قضا اور نفل کے بعد نہ کہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اسی طرح جب کسی سوار سے ملے یا بلندی پر چڑھے یا پستی میں اترے اور صبح کے وقت اور سونے سے جاگنے کے وقت لبیک کہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جب سواری کے پھیرے اور سوار ہو اور سواری سے اترے لبیک کہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور ہمیشہ لبیک میں آواز بلند کرے مگر اتنی بلند نہ کرے کہ مشقت حاصل ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

قران یا افراد کی نیت کرنا:

اسی سے ملتے ہوئے ہیں یہ مسئلے اگر لبیک کہہ کر قران[1] یا افراد کی نیت کرے تو جو نیت کی ہے اسی کا احرام ہوگا اگرچہ ان دونوں میں سے کسی کا ذکر احرام میں نہیں کیا یہ ایضاح میں لکھا ہے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص حج کے ارادہ پر سفر کو نکلے اور احرام باندھتے وقت اس کی نیت حاضر نہ ہو تو وہ احرام حج کا ہے پھر ان سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص سفر کو نکلا اور کچھ اس کی نیت نہ تھی اور اس نے احرام باندھا اور کچھ نیت نہیں کی تو انہوں نے جواب دیا کہ جب تک خانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا ہے تب تک جس کی چاہے اس کی نیت کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جب ایک مرتبہ طواف کر لے گا تو احرام اس کا عمرہ کا ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر طواف نہیں کیا یہاں تک کہ مجامعت کر لی یا کوئی مانع پیش آ گیا تو احرام اس کے عمرہ کا سمجھا جائے گا اس واسطے کہ قضا واجب ہوگی پس ہم اس چیز کو واجب سمجھیں گے جو کم ہو اور یقینی ہو اور وہ عمرہ ہے یہ ایضاح میں لکھا ہے اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور اس پر حج فرض تھا اور اس نے نہ فرض کی نیت کی نہ نفل کی تو وہ حج فرض کا احرام ہوگا اور وہ فقط نیت کی نیت سے ادا ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر میقات میں غیر میقات میں دو حجوں کا احرام باندھا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں حج لازم ہو جاتے ہیں اور اسی طرح اگر میقات میں یا غیر میقات میں دو عمروں کا احرام باندھا تو دونوں لازم ہو جائیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کسی نے احرام باندھا اور نہ حج کی نیت کی نہ عمرہ کی پھر دوبارہ حج کی نیت سے احرام باندھا تو پہلا احرام عمرہ کا ہوگا اور اگر دوسرا عمرہ کی نیت سے باندھا تو پہلا احرام حج کا ہوگا اور دوسرے احرام میں کچھ نیت نہیں کی تو قران ہوگا اور اگر لبیک حج کی کہی اور نیت عمرہ کی ہے یا لبیک عمرہ کی کہتا ہے اور نیت حج کی کرتا ہے تو جس کی نیت کرتا ہے اسی کا احرام ہوگا اور اگر لبیک حج کی کہتا ہے اور نیت عمرہ اور حج کی کرتا ہے وہ قران ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے کسی چیز کا احرام باندھا اور اس کو بھول گیا تو اس پر حج اور عمرہ لازم ہوگا اور اگر دو چیزوں کا احرام باندھا تھا اور ان دونوں کو بھول گیا تو بھی استحسان کے موجب حج و عمرہ بطور قران لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر صرف حج کا احرام باندھا تو اسی سال کے حج کا احرام ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر نذر اور نفل کا احرام باندھا تو نفل کا احرام ہوگا اور اگر فرض و نفل کا احرام باندھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نفل کا احرام ہوگا اور اصح قول کے موجب امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی قول ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

---

[1] قران یعنی عمرہ و حج کی ایک ساتھ نیت کرنا اور افراد تنہا حج کی نیت کرنا۔

باب: ④

اُن افعال کے بیان میں جو بعد احرام کے ہوتے ہیں

رفث' فسوق اور جدال کا بیان:

جب احرام باندھ لے تو جو چیزیں منع ہیں ان سے بچے جیسے رفث اور فسوق اور جدال۔ رفث جامع کو کہتے ہیں اور فسوق نافرمانیوں کو اور اللہ کی بندگی سے باہر نکلنے کو کہتے ہیں اور جدال اپنے رفیقوں سے جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور کسی شکار کو نہ مارے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور شکار سے کچھ تعرض نہ کرے نہ اس کو پکڑے نہ اس کی طرف اشارہ کرے نہ کسی کو نہ بتائے اور نہ شکار کرنے میں کسی کی مدد کرے اور نہ سلا ہوا کپڑا پہنے' کرتا' قبا' پائجامہ' عمامہ' ٹوپی نہ موزہ لیکن اگر موزہ کو کعبین سے نیچے کاٹ لے تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور کعب سے مراد یہاں وہ جوڑ ہے جو پاؤں کے وسط میں تسمہ کی گرہ لگانے کے مقام پر ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور سر اور چہرہ کو نہ ڈھکے اور منہ اور ٹھوڑی اور رخسار کو بھی نہ ڈھکے اگر اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لے تو مضائقہ نہیں یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور جس طرح موزے نہیں پہنتا اسی طرح جرابیں بھی نہ پہنے یہ محیط میں لکھا ہے سلے ہوئے کپڑے کو پہننا اسی وقت حرام ہے جس موافق عادت کے پہنے یہاں تک کہ اگر کرتا یا پائجامہ کو بطور تہ بند باندھ لے یا قبا کو کاندھوں پر ڈال کر اس میں دونوں مونڈھے داخل کر لے ہاتھ نہ داخل کرے تو مضائقہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

صاحب احرام کو ہمیانی یا پٹکہ باندھنے میں کچھ مضائقہ نہیں خواہ ہمیانی میں اس کا خرچ ہو یا غیر کا ہو اور خواہ پٹکہ کو ریشم سے باندھے یا سیور سے یہ بدائع اور سراج الوہاج میں لکھا ہے طیلسان کو گھنڈی یا کانٹے سے نہ اٹکا دے اس واسطے کہ وہ سلے ہوئے کے مشابہ ہو جائے گی خز[1] اور کتان کا ململ باریک کپڑا پہننا مکروہ نہیں بشرطیکہ سلے ہوئے نہ ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے رنگین کپڑا نہ پہنے خواہ کسم کا رنگ ہو یا زعفران کا یا اور کسی چیز کا لیکن اگر ایسا دھلا ہوا کپڑا ہو کہ اس میں نفض نہ ہو تو مضائقہ نہیں ہے بعضوں نے کہا ہے کہ نفض کے معنی یہ ہیں کہ رنگ اس کا بدن پر چھوٹتا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ نفض کے معنی یہ ہیں کہ اس میں رنگ کی بو آتی ہو یہی اصح ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور سر اور بدن کے بال نہ مونڈے اور اس حکم میں استرہ سے بال مونڈنا یا نورہ سے بال گرانا یا دانتوں سے یا اور کسی طرح بال اکھاڑنا برابر ہے اور اپنی داڑھی نہ کترائے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اپنے ناخن ذرا بھی نہ ترشائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے خوشبو کو ہاتھ سے بھی نہ چھوئے اگرچہ لگانے کا ارادہ نہ کرتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

تیل نہ لگائے یہ ہدایہ میں لکھا ہے مہندی سے خضاب نہ کرے اس واسطے کہ اس میں خوشبو ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے جس سرمہ میں خوشبو نہ ہو اس کے لگانے میں مضائقہ نہیں ہے حالت احرام میں اپنی عورت کا بوسہ نہ لے اور شہوت سے مساس کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور خطمی سے اپنا سر اور داڑھی دھوئے اور نہ اپنا سر کھجلائے اور اگر کھجلانے کی ضرورت ہو تو بہت آہستہ کھجلا دے تاکہ کوئی بال نہ گرے اور کوئی جوں نہ مرے یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں اور اگر اس کے سر پر بال نہ ہوں یا پھوڑے وغیرہ نہ ہوں تو زور سے کھجلانے میں مضائقہ نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے مکان یا اونٹ کے کجاوہ کے سایہ تلے آ جانے میں مضائقہ نہیں یہ کافی میں لکھا ہے اگر خیمہ کا سایہ کر لے تو بھی مضائقہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کعبہ کے پردہ کے نیچے داخل ہو جائے اور

---

[1] ایک قسم کی چادر ہوتی ہے۔

[2] اس کی تفصیل کتاب اللباس میں دیکھیں۔

اس میں چھپ جائے لیکن وہ پردہ اس کے سر اور منہ سے جدا ہو تو مضائقہ نہیں اور اگر پردہ سر اور منہ پر پہنچے تو مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں سر اور منہ ڈھک جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور صاحب احرام کو پچھنے لگانے اور فصد لینے اور ٹوٹے ہوئے جوڑ کو باندھنے اور ختنہ کرنے میں مضائقہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اذخر کے سوا اور درخت حرم کے نہ کاٹے اور جو شخص احرام سے باہر ہو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

باب: ⑤

حج کی کیفیت میں مستحب اُمور

مکہ میں داخل ہونے کے واسطے غسل کرے اور وہ حیض و نفاس والی کو مستحب ہے اور مکہ میں بلند راستہ کی طرف سے داخل ہو جس کو کداد کہتے ہیں اور وہ مکہ کی بلند زمین کی طرف اونچی سڑک ہے اور حج کے واسطے رات میں داخل ہو یا دن میں کچھ حرج نہیں عمرہ کے واسطے بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور مستحب یہ ہے کہ دن میں داخل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جب مکہ میں داخل ہو تو اسباب رکھنے کے بعد اول مسجد میں جائے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور مستحب یہ ہے کہ وہاں کو لبیک کہتا ہوا جائے اور اس دروازہ سے جائے جس کو باب بنی شیبہ کہتے ہیں اور ادھر سے مسجد حرام میں عاجزی اور خشوع کے ساتھ لبیک کہتا ہوا اور اس مقام کی عظمت اور جلال کا لحاظ کرتا ہوا داخل ہو اور جو شخص مزاحم ہو اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور مسجد میں ننگے پاؤں داخل ہو لیکن اگر اس کو ننگے پاؤں چلنا نقصان کرتا ہو تو کچھ پہن لے یہ اختیار میں لکھا ہے اور داخل ہوتے وقت اول داہنا پاؤں بڑھائے اور یہ دعا پڑھے بسم اللّٰہ[1] والحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک وادخلنی فیھا اللّٰھم انی اسئلک فی مقامی ھذا ان تصلی علی سیدنا محمد عبدک ورسولک وان ترحمنی وتقبل عثرتی وتغفر ذنوبی وتضع عنی وزری یہ تبیین میں لکھا ہے اور جس وقت خانہ کعبہ کو دیکھے اللہ اکبر کہے اور لا الٰہ الا اللہ کہے اور یوں پڑھے لا الٰہ[2] الا اللہ اللہ اکبر اللّٰھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام حینا ربنا بالسلام اللّٰھم زد بیتک ھذا تعظیما و تشریفا ومھابۃ وزد من تعظیمہ و تشریفہ من حجۃ واعتمر تعظیما و تشریفا ومھابۃ یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اس کے سوا جو چاہے دعا پڑھے پھر حجر اسود سے ابتدا کرے اور کہیں سے ابتدا نہ کرے لیکن اگر قوم نماز میں ہو تو نماز میں داخل ہو جائے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور حجر اسود کی طرف کو رخ کر کے تکبیر کہے اور دونوں ہاتھ اٹھائے جیسے نماز کی تکبیر کہتا ہے پھر دونوں ہاتھ چھوڑ دے یہ فتاویٰ قاضی خان اور بدائع اور دوسری کتابوں میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ ہاتھ دونوں مونڈھوں تک اٹھائے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔

---

[1] داخل ہوتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے اور حمد واسطے اللہ کے ہے اور درود اوپر رسول اللہ ﷺ کے اے اللہ کھول واسطے میرے دروازے رحمت اپنی کے اور داخل کر مجھ کو اس میں اے اللہ سوال کرتا ہوں میں تجھ سے بیچ اس مقام اپنے کے یہ کہ رحمت بھیجے تو اوپر سردار ہمارے محمد ﷺ کے جو بندے تیرے ہیں اور رسول تیرے اور رحمت کر اور مجھ پر اور قبول کر لغزش میری اور بخش گناہ میرے اور اتار بوجھ میرا۔

[2] نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور اللہ بڑا ہے اے اللہ تو سلامت ہے اور تیری طرف سے سلامتی ہے اور تیری طرف لوٹتی ہے سلامتی زندہ رکھ ہم کو اے رب ہمارے ساتھ سلامتی کے اے اللہ زیادہ کر اپنے اس گھر کی تعظیم اور شرافت اور مہابت اور زیادہ کر اس کی تعظیم اور شرافت سے اس کے لئے جو حج کرے اس کا اور عمرہ کرے اور روز سے تعظیم اور شرافت اور مہابت کے۔

حجر اسود کو بوسہ دینا:

حجر اسود کو بوسہ دے اور بوسہ دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھے اور اس کو چومے اگر بغیر کسی کے ایذا دیئے کے ایسا ہو سکے تو کرے اور اس کو بوسہ دیتے وقت یہ پڑھے بسم[1] اللہ الرحمن الرحیم اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وطھر لی قلبی واشرح لی صدری ویسرلی امری وعافنی فی من علفیت یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بغیر کسی کی ایذا کے اس کو بوسہ نہیں دے سکتا تو اس کو ہاتھ سے چھولے اور اپنے ہاتھ کو چوم لے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کوئی شاخ وغیرہ ہاتھ میں لے کر اس پتھر کو لگادے پھر اس کو چوم لے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر یہ کچھ نہ کر سکے تو اس کی طرف کو رخ کرے اور دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ اندر کی جانب ہاتھ حجر اسود کی طرف کو ہو اور اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ اور درود پڑھے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے حجر اسود کی طرف کو منہ کرنا مستحب ہے واجب نہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور ہتھیلیوں کی اندر کی جانب آسمان کی طرف کو نہ کرے جیسے اور دعا میں کرتے ہیں یہ نہایہ میں لکھا ہے اور یہ دعا پڑھے اللہ اکبر[2] اللہ اکبر اللّٰھم اعطنی ایمانا وتصدیقا بکتابك ووفاء بعھدك واتباعا لنبیك وسنت نبیك اشھد ان لاالہ الااللہ وحدہ لا شریك لہ واشھد ان محمد اعبدہ ورسولہ آمنت باللہ و کفرت بالجبت والطاغوت یہ محیط میں لکھا ہے پھر اپنے داہنی طرف جدھر کعبہ کا دروازہ ہے وہاں سے شروع کرے اور سات مرتبہ طواف کرے اور اس سے پہلے اضطباع کر لے یعنی اپنی چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لے یہ کافی میں لکھا ہے اور چاہیے کہ طواف حجر اسود کے اس کنارہ سے شروع کرے جو رکن یمانی کی طرف ہے تاکہ تمام بدن اس کا حجر اسود کے سامنے کو گزر جائے اور جو شخص کہ تمام بدن کے گزرنے کو شرط کرتا ہے اس کے خلاف سے بچ جائے اور شرح اس کی یہ ہے کہ حجر اسود کی طرف کو رخ کر کے اس طرح کھڑا ہو کہ تمام حجر اسود داہنی طرف رہے پھر اسی کی طرف کو رخ کئے ہوئے چلے یہاں تک کہ حجر اسود سے آگے بڑھ جائے اور جب اس سے گزر جائے تو پھر جائے اور خانہ کعبہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی طرف کر لے اور یہ حکم صرف طواف شروع کرتے وقت ہے پھر نہیں اور اگر بائیں طرف سے طواف شروع کرے تو برائی کے ساتھ جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اضطباع کا طریقہ:

اضطباع کے معنی یہ ہیں کہ چادر کا ایک کنارہ بائیں کاندھے پر ڈالے اور پھر چادر کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر دوسرا کنارہ بھی بائیں کاندھے پر ڈالے داہنا کاندھا کھلا ہوا ہو اور بایاں کاندھا چادر کے دونوں کناروں سے ڈھکا ہوا ہو حجر اسود سے شروع کر کے پھر حجر اسود تک ایک مرتبہ طواف ہوتا ہے یہ کافی میں لکھا ہے حجر اسود سے طواف شروع کرنا ہمارے عامہ مشائخ کے نزدیک سنت ہے اور اگر اور کہیں سے طواف شروع کرے تو جائز ہے اور مکروہ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور طواف حطیم[3] کے باہر سے کرے یہاں تک کہ اگر اس خالی جگہ میں داخل ہوا جو حطیم اور بیت اللہ کے درمیان میں ہے تو طواف جائز نہ ہوگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور پھر

---

[1] بوسہ دیتا ہوں میں ساتھ نام اللہ رحمٰن رحیم کے اے اللہ بخش میرے لئے گناہ میرے اور پاک کر میرے لئے دل میرا اور کھول میرے لئے سینہ میرا اور آسان کر میرے لئے کام میرا اور عافیت دے مجھ کو منجملہ ان کے جن کو تو نے عافیت دی۔

[2] اللہ بڑا ہے اللہ بڑا ہے اے اللہ عطا کر مجھ کو ایمان اور تصدیق اپنی کتاب کی اور وفا اپنے عہد کی اور اتباع اپنے نبی اور سنت نبی کی شہادت دیتا ہوں میں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ واحد ہے اور نہیں ہے کوئی شریک واسطے اس کے اور شہادت دیتا ہوں میں کہ محمد بندہ اس کے ہیں اور رسول اس کے ایمان لایا میں اللہ پر اور منکر ہوا میں بت اور شیطان کا۔

[3] دیوار بیرون کعبہ از جانب مغرب۔

طواف کا اعادہ کرے اور اگر پھر صرف حطیم کا طواف کرے تو بھی جائز ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور جب طواف کرتا ہوا حجر اسود کے سامنے آئے تو اگر بغیر کسی کو ایذا دیئے ہوئے اس کو چوم سکے تو چومے اور اگر نہیں ہو سکتا تو حجر اسود کی طرف رخ کر کے تکبیر اور تہلیل کہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

حجر اسود کے بوسہ دینے پر ہی طواف ختم کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر حجر اسود کے بوسے سے طواف شروع کیا اور اسی پر ختم کیا اور اس کے درمیان کے طوافوں میں حجر اسود کو بوسہ چھوڑ دیا تو جائز ہے اور اگر سب طوافوں میں چھوڑ دیا تو برا کیا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے ظاہر روایت کے بموجب رکن یمانی کو بھی بوسہ دینا بہتر ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اس کو بوسہ نہ دے تو کچھ حرج نہیں اور رکن عراقی اور رکن شامی کو بوسہ نہ دے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ پہلے تین دفعہ کے طواف میں اکڑ کر چلے اور باقی طوافوں میں اپنی ہیئت اصلی کے موافق چلے یہ کافی میں لکھا ہے جس طواف کے بعد سعی ہے اس میں اکڑ کر چلنے کا حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اکڑ کر چلنے سے مراد یہ ہے کہ جلد جلد چلے اور اپنے دونوں کاندھوں کو اس طرح ہلائے جس طرح لڑنے والا سپاہی لڑائی کی دوصفوں کے درمیان میں اپنا فخر ظاہر کرنے کے واسطے جھومتا ہے اور یہ اکڑنا حجر اسود سے شروع کر کے پھر حجر اسود تک چاہئے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے یہ کیفیت ادا نہ کر سکے تو ٹھہر جائے اور جب راستہ پائے اس کو ادا کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر پہلی مرتبہ کے طواف میں اکڑ کر نہ چلا تو پھر اس کے بعد دو طوافوں میں اکڑ کر چلے اور طواف میں اکڑ کر نہ چلے اور اگر پہلے تین طوافوں میں اکڑ کر چلنا بھول گیا تو باقی طوافوں میں اکڑ کر نہ چلے اور اگر کل طوافوں میں اکڑ کر چلا تو اس پر کچھ لازم نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر اس طواف کے بعد سعی[1] کرنا منظور نہیں ہے اور طواف زیارت تک اس کی تاخیر کرنا منظور ہے تو اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اس طواف کا نام طواف قدوم اور طواف تحیت اور طواف لقا ہے اور یہ طواف اہل مکہ کے واسطے نہیں یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر صاحب احرام اول مکہ میں داخل نہ ہوا اور اول عرفات کو چلا گیا اور وہاں وقوف کیا تو طواف قدوم اس سے ساقط ہو گیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے جب طواف سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم میں آئے اور وہاں دو رکعتیں پڑھے اور اگر لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے وہاں نہ پڑھ سکے تو مسجد میں جہاں جگہ پائے وہاں پڑھے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر مسجد سے باہر پڑھے تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

یہ دونوں رکعتیں ہمارے نزدیک واجب ہیں پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھے اگر ان دونوں رکعتوں کے بدلے فرض نماز پڑھ لے تو ہمارے نزدیک جائز نہیں نماز کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے کھڑا ہو کر دنیا اور دین کے کاموں میں سے جس کی حاجت ہو اس کی دعا مانگے یہ تبیین میں لکھا ہے طواف کی دونوں رکعتیں ایسے وقت میں پڑھے جس وقت میں نفل کا ادا کرنا مباح ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور یہ مستحب ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے بعد صفا کے جانے سے پہلے زمزم کے پاس آئے اور اس کا پانی خوب پیٹ بھر کر پیئے اور باقی پانی کنویں میں ڈال دے اور یہ دعا پڑھے: اللّٰھم انی اسئلك رزقا واسعا وعلما نافعا وشفاء من کل داء[2] پھر صفا کی طرف سے نکلنے سے پہلے ملتزم کی طرف آئے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جب صفا و مروہ میں سعی کرنے کا ارادہ کرے تو پھر حجر اسود کے پاس آئے اور اس کو بوسہ دے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر ممکن ہو تو بوسہ دے اور اگر نہ ہو سکے تو حجر اسود کی طرف کو رخ کر کے تکبیر و تہلیل کہے اور اگر اس طواف کے بعد صفا و مروہ کے درمیان میں سعی کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو

---

[1] سعی کرنا یعنی صفا مروہ کے درمیان دوڑنا۔

[2] یعنی بارخدایا میں تجھ سے رزق فراخ اور علم نافع اور ہر بیماری سے شفا طلب کرتا ہوں۔

طواف کی نماز کے بعد پھر حجر اسود کے پاس نہ جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اصل اس میں یہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی کرے اس میں طواف کی نماز کے بعد حجر اسود کے بوسہ دینے کا اعادہ کرے اور جس طواف کے بعد سعی نہیں ہے اس میں حجر اسود کے بوسہ کا اعادہ نہ کرے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے پھر صفا کی طرف کو نکلے اور افضل یہ ہے کہ باب الصفا سے نکلے اور باب الصفا باب بنی مخزوم کو کہتے ہیں اور ادھر سے نکلنا ہمارے نزدیک سنت نہیں ہے اگر اور طرف سے نکلے تو جائز ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے باہر نکلتے وقت اول بایاں پاؤں بڑھائے اور تبیین میں لکھا ہے اول صفا کی طرف جائے اور اس پر چڑھے اور صفا و مروہ پر چڑھنا سنت ہے اگر دونوں پر نہ چڑھے تو مکروہ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس قدر چڑھے کہ بیت اللہ سامنے نظر آنے لگے اور بیت اللہ کی طرف رخ کرے اور دونوں ہاتھ اٹھائے اور تین مرتبہ تکبیر کہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور لا الہ الا اللہ اور الحمد اور ثنا اور درود پڑھے اور اللہ سے اپنی حاجتیں مانگے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے دعا کے وقت دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کو اٹھائے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے پھر وہاں سے مروہ کی طرف کو اترے اور اپنی معمولی چال سے چلے جب نیچے کی زمین میں آئے تو جب سبز مینار کے پاس پہنچے تو اس کے نیچے کی زمین میں جھپٹ کر چلے یہاں تک کہ اس سبز مینار سے آگے بڑھ جائے اور جب اس سے آگے بڑھ جائے تو اپنی چال چلے یہاں تک کہ مروہ تک آئے پھر اس پر چڑھے اور قبلہ رخ کھڑا ہو اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور ثنا اور درود پڑھے اور سب افعال جو صفا پر کیے تھے یہاں بھی کرے اور اسی طرح صفا و مروہ کے درمیان میں سات مرتبہ آئے جائے صفا سے شروع کرے اور مروہ پر ختم کرے اور نیچے کی زمین میں ہر مرتبہ سعی کرے یعنی جھپٹ کر چلے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے صفا سے مروہ تک سعی ایک بار اور اسی طرح مروہ سے صفا تک ایک بار ہوتی ہے یہی مختار ہے سراجیہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر سعی اس کے برعکس کرے یعنی مروہ سے شروع کرے تو ہمارے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے گا لیکن مکروہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ پہلی مرتبہ کا اعتبار نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سعی میں شرط یہ ہے کہ طواف کے بعد ہو یہاں تک کہ اگر سعی کے بعد طواف کیا تو اگر مکہ میں ہے تو سعی کا اعادہ کرے اور اگر احرام سے باہر ہو جانے کے بعد سعی کی تو بالاجماع جائز ہے اور اسی طرح حج کے مہینوں کے بعد بھی جائز ہے اور حیض و جنابت صحت سعی کی مانع نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اصل اس میں یہ ہے کہ حج کے احکام میں سے جو عبادت مسجد سے باہر ادا ہوتی ہے اس میں طہارت شرط نہیں ہے جیسے کہ سعی اور عرفہ اور مزدلفہ کا وقوف اور جمروں میں کنکریاں مارنا اور مثل اس کے اور جو عبادت مسجد میں ہوتی ہے اس میں طہارت شرط ہے اور طواف مسجد میں ادا ہوتا ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے جو شخص حج جدا کرے وہ جب طواف قدوم کرے تو افضل یہ ہے کہ اس کے بعد سعی نہ کرے اور طواف زیارت کے بعد سعی کرے اور امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ اگر آٹھویں تاریخ یا اس سے پہلے حج کا احرام باندھے تو افضل یہ ہے کہ منیٰ کے آنے سے پہلے طواف اور سعی کر لے لیکن اگر آٹھویں تاریخ کے زوال کے بعد احرام باندھا تو یہ حکم نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کوئی شخص طواف یا سعی کرتا ہے اور اس وقت نماز کی اقامت ہوئی تو طواف اور سعی کو چھوڑ دے اور نماز پڑھے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جس قدر طواف یا سعی باقی ہے وہ ادا کرے اور اگر جنازہ کی نماز تیار ہوئی تو سعی کو چھوڑ کر نماز میں شریک ہو اور جب فارغ ہو تو جس قدر سعی باقی ہے اس کو ادا کرے یہ فتح القدیر میں ہے طواف اور سعی میں خرید و فروخت کی باتیں کرنا مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور جب سعی سے فارغ ہو تو مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت نماز پڑھے پھر مکہ میں احرام کی حالت میں آٹھویں تاریخ تک ٹھہرے اور اس حالت میں بھی جو چیزیں احرام میں منع ہیں وہ اس کو جائز نہیں پس جب تک مکہ میں ہے جب چاہے خانہ کعبہ کا طواف کرے اور ہر طواف سات مرتبہ کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

منیٰ کی طرف کب روانہ ہو؟

لیکن ان دنوں میں جو طواف کرے ان کے بعد سعی نہ کرے اور ہمیشہ سات مرتبہ کے طواف کے بعد دو رکعتیں ایسے وقت میں پڑھے جس میں نفل جائز ہوں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور ایک مرتبہ سات طواف کر کے بغیر طواف کی نماز کے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب جب دوسرا سات مرتبہ کا طواف نہ کرے خواہ جفت مرتبہ طواف کر کے چھوڑ دیا ہو خواہ طاق مرتبہ یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے نفل طواف مسافروں کے واسطے نفل نماز سے افضل ہے اور اہل مکہ کے واسطے نماز اولیٰ ہے یہ شرح طحاوی اور بحرالرائق میں لکھا ہے طواف کے وقت اللہ کا ذکر کرنا قرآن پڑھنے سے افضل ہے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور جب آٹھویں تاریخ سے ایک دن پہلے ہو تو اس روز ایک خطبہ پڑھنا چاہئے جس میں لوگوں کو منیٰ کی طرف جانے اور عرفات میں نماز پڑھنے اور وقوف کے احکام سکھانے اور حج میں کل تین خطبہ ہیں پہلا خطبہ یہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور دوسرا خطبہ عرفہ کے دن عرفات میں اور تیسرا خطبہ گیارھویں تاریخ منیٰ میں ہے پس ایک ایک دن کا فصل تینوں خطبوں میں کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے عرفہ کے خطبہ کے سوا جو دو خطبے ہیں وہ ایک ہی اس کے درمیان میں نہ بیٹھے لیکن عرفہ کے دن کا خطبہ دو خطبہ ہیں ان کے درمیان میں بیٹھے اور کل خطبہ زوال کے بعد اور ظہر کی نماز کے بعد ہیں لیکن عرفہ کے دن کا خطبہ زوال کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے ہے یہ تبیین میں لکھا ہے پھر آٹھویں تاریخ صبح کی نماز اور سورج کے نکلنے کے بعد سب لوگوں کے ساتھ منیٰ کو جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور یہ صحیح ہے۔

اگر سورج کے نکلنے سے پہلے گیا تو جائز ہے اور بعد کو جانا اولیٰ ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور ان سب حالتوں میں مکہ میں ہو یا مسجد الحرام میں ہو یا اور کہیں ہو لبیک نہ چھوڑے اور مکہ سے نکلتے وقت لبیک کہے اور جو دعا چاہے پڑھے اور لا الہ الا اللہ پڑھے یہ تبیین میں لکھا ہے رات کو منیٰ میں رہے اور وہیں صبح کی نماز عرفہ کے روز اول وقت اندھیرے میں پڑھے پھر عرفات کی طرف متوجہ ہو اور اگر آٹھویں تاریخ ظہر کی نماز مکہ میں پڑھی پھر وہاں سے نکلا تو رات کو منیٰ میں رہا تو کچھ مضائقہ نہیں اور رات کو مکہ میں رہا اور وہیں عرفہ کے روز صبح کی نماز پڑھی پھر منیٰ میں ہوتا ہوا عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو بھی جائز ہے لیکن برا ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی چھوٹتی ہے اور اگر آٹھویں تاریخ جمعہ ہو تو زوال سے پہلے منیٰ کو جانا جائز ہے اس لئے کہ اس وقت میں جمعہ واجب نہیں اور زوال کے بعد جمعہ واجب ہے اس لئے کہ جب تک جمعہ نہ پڑھ لے تب تک نہ نکلے یہ تبیین میں لکھا ہے جب عرفات میں پہنچے تو جہاں چاہے وہاں اترے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور پہاڑ کے قریب اترنا افضل ہے یہ تبیین میں لکھا ہے راستہ میں نہ اترے تا کہ چلنے والوں کو تکلیف نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور جب سورج کو زوال ہو تو اگر چاہے غسل کرے اور اس وقت امام منبر پر چڑھے پھر موذن ایسی حالت میں اذان دے کہ امام منبر پر ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور یہ ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

پھر اذان کے بعد کھڑے ہو کر دو خطبہ پڑھے اور ان دونوں کے درمیان جلسہ کرے جیسے کہ جمعہ کے خطبہ میں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر بیٹھ کر خطبہ پڑھا تو جائز ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور اگر خطبہ نہ پڑھا یا زوال سے پہلے پڑھا تو جائز ہے اور برا کیا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اس خطبہ میں لوگوں کو وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ اور عرفات سے مزدلفہ کو جانے اور قربانی کے دن جمرۃ العقبہ[1] میں کنکریاں مارنے اور قربانی اور سر منڈوانے اور طواف زیارت اور قربانی کے دوسرے دن تک کے سارے احکام سکھادے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے پھر خطبہ کے بعد امام اترے اور امام ظہر اور عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ایک اذان اور دو اقامتوں سے پڑھے اور ان دونوں میں جہر نہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے ان دونوں نمازوں کے درمیان میں

---

[1] ایک مقام کا نام ہے۔

ظہر کی سنتوں کے سوا اور نفل نہ پڑھے اور اگر نفل پڑھے تو مکروہ ہے اور ظاہر روایت کے بموجب عصر کی اذان کا اعادہ کرے یہ کافی میں لکھا ہے اسی طرح اگر کسی اور عمل میں مشغول ہوا جیسے کھانے اور پینے میں تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے دونوں نمازوں کے جمع کرنے یعنی عصر کو اپنے وقت سے ظہر کے وقت میں ادا کرنے کے واسطے بہت سی شرطیں ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ عصر ظہر جائز کے بعد پڑھی جائے یہ بدائع میں لکھا ہے پس اگر کسی نے ظہر زوال سے پہلے پڑھ لی اور اس وقت اس کو یہ گمان تھا کہ سورج ڈھل گیا اور اس کے بعد عصر پڑھ لی تو استحساناً یہ حکم ہے کہ خطبہ اور دونوں نمازوں کا اعادہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے وقت ہے اور وہ یہ ہے کہ عرفہ[1] کا دن ہو اور مکان ہے اور وہ یہ ہے کہ عرفات ہو یہ کفایہ میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ حج کا احرام ہو فقہا نے کہا ہے کہ دونوں نمازوں کے ادا کرنے کے وقت حج کا احرام چاہئے یہاں تک کہ اگر ظہر کے ادا کرنے کے وقت عمرہ کا احرام ہو اور عصر کے ادا کرنے کے وقت حج کا احرام ہو تو دونوں نمازوں کا جمع کرنا جائز نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان لکھا ہے اور ایک روایت کے بموجب یہ ضرور ہے کہ حج کا احرام زوال سے پہلے باندھ لیا ہوتا کہ احرام جمع کرنے کے وقت سے مقدم ہو اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ نماز سے پہلے احرام باندھنا کافی ہے اس لئے کہ مقصد نماز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

منجملہ ان کے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جماعت ہے صاحبینؒ کے نزدیک جماعت شرط نہیں پس جس شخص نے تنہا اپنے سامان کے پاس ظہر کی نماز پڑھ لی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ عصر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھے اور صاحبینؒ کے نزدیک اکیلا نماز پڑھنے والا بھی جمع کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے صحیح امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے یہ زاد میں لکھا ہے اور اگر دونوں نمازیں امام کے ساتھ فوت ہو گئیں یا دونوں میں سے ایک فوت ہوئی تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب عصر کو اپنے وقت میں پڑھے اور وقت سے پہلے پڑھنا جائز نہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ ظہر کی ساری نماز جماعت سے ملی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے پس اگر امام کے ساتھ دونوں نمازوں میں سے ایک ایک رکعت یا تھوڑی نماز مل گئی تو بالاجماع جمع کرنا جائز ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اگر مقتدی امام کے پیچھے سے بھاگ گئے اور اس نے دونوں نمازیں تنہا پڑھیں تو جائز ہے اس حکم کے بغیر قید ذکر کر دیا ہے حالانکہ افضل مسئلہ یوں ہے کہ اگر مقتدی نماز شروع کرنے کے بعد بھاگ گئے تو بالاجماع جمع کرنا جائز ہے اور اگر نماز شروع کرنے سے پہلے بھاگ گئے تو اس میں اختلاف ہے بعض فقہا نے کہا ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے اور بعض فقہا نے کہا ہے کہ سب کے نزدیک جائز ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر امام کو ظہر کی نماز میں حدث ہو گیا اور اس نے کسی اور کو خلیفہ کر دیا تو خلیفہ دونوں نمازوں کو جمع کرے اور اگر امام اس وقت آیا کہ خلیفہ عصر سے فارغ ہو چکا تو امام عصر کی نماز عصر کے وقت میں پڑھے اور اس کو دونوں نمازوں کا جمع کرنا جائز نہیں یہ تبیین میں لکھا ہے اگر امام کو خطبہ کے بعد حدث ہوا اور کسی شخص کو نماز پڑھانے کا حکم کیا اور وہ شخص خطبہ میں حاضر نہ تھا تو اس کو جائز ہے کہ دونوں نمازوں کے جمع کرنے میں امام بنے اور اگر امام نے کسی کو حکم نہیں کیا لیکن کوئی شخص اپنے آپ پڑھا گیا اور اس نے دونوں نمازیں پڑھائیں تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب جائز نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک امام یا امام کا قائم مقام جمع بین صلوٰتین کے جائز ہونے کے لئے شرط ہے اور اگر وہ آگے بڑھنے والا صاحب حکومت تھا جیسے قاضی یا صاحب شرط یا سوا ان کے تو بالاجماع جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ نماز پڑھانے والا وہ شخص ہو جو وہاں سب میں بڑا سردار ہو یا اس کا نائب ہو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط ہے یہ جواہرۃ النیرہ میں لکھا ہے پس اگر ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی لیکن امام اعظم یا اس کا نائب نہ تھا اور عصر کی نماز امام اعظم کے ساتھ پڑھی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عصر کی نماز جائز

---

[1] یعنی نویں تاریخ ماہ ذی الحجہ کی۔

نہ ہوگی یہی قول صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

دو نمازوں کو کن صورتوں میں جمع کیا جا سکتا ہے؟

اگر بڑا امام یعنی خلیفہ مرگیا تو اس کا نائب یا صاحب شرط دونوں نمازوں کو جمع کرے اور اگر اس کا نائب یا صاحب شرط نہ ہو تو ہر ایک نماز کو ان کے وقتوں میں پڑھیں یہ تبیین میں لکھا ہے جب امام عصر کی نماز سے فارغ ہو تو موقف کی طرف جائے یہ محیط میں لکھا ہے عرفہ کی نیچی زمین کے سوا تمام عرفات کا میدان موقف ہے یہ کنز میں لکھا ہے جہاں چاہے وقوف کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

وقوف عرفات کا بیان:

وقوف میں دو چیزیں شرط ہیں ایک یہ کہ عرفات کی زمین ہو دوسرے یہ کہ عرفہ کا دن ہو کھڑا ہونا اس میں نہ شرط ہے نہ واجب ہے یہاں تک کہ اگر بیٹھا ہو تو جائز ہے اور اسی طرح نیت بھی اس میں شرط نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور افضل یہ ہے کہ قبلہ رو کھڑا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور واجب یہ ہے کہ غروب تک وقوف کرے اور اس کے لئے غسل کرنا اور دونوں خطبہ اور دونوں نمازوں کو جمع کرنا اور ان دونوں کے بعد بہت جلد موقف کو جانا اور اس روز روزہ نہ رکھنا اور اس وقت باوضو ہونا اور سواری کے اوپر وقوف کرنا اور امام کے قریب وقوف کرنا اور دل کا حاضر ہونا اور جن باتوں سے دعا میں جی بٹتا ہے ان باتوں سے خالی ہونا سنت ہے اور چاہئے کہ قافلوں کے راستوں میں وقوف نہ کرے تاکہ لوگوں سے کشش نہ ہو اور چاہئے کہ سیاہ پتھروں کے پاس وقوف کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کا مقام ہے اور اگر وہاں وقوف نہ کر سکے تو حتی الامکان اس کے قریب ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور حیض والی عورت اور جنب اور اس شخص کا وقوف جس نے دونوں نمازیں جمع نہیں کیں جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں آتا یہ محیط سرخسی میں لکھا اور ہاتھ کشادہ کر کے اٹھائے اور قبلہ کی طرف رخ کرے جیسے کہ کسی کو پکارنے والا اس کی طرف ہاتھ اور منہ سے متوجہ ہوتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہے اور درود پڑھے اور دعا مانگے اور لوگوں کو حج کے احکام سکھائے اور دعا مانگنے میں کوشش کرے اور بار بار لبیک کہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اپنے واسطے اور ماں باپ اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے واسطے بہت سی استغفار پڑھے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اسی طرح سورج کے غروب تک حضور قلب اور عاجزی کے ساتھ لبیک اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور ثنا اور درود پڑھتا رہے اور اپنی حاجتوں کے واسطے دعا مانگے یہ مضمرات میں لکھا ہے ہمارے اصحاب کے نزدیک وہاں کے واسطے کوئی دعا مقرر نہیں ہے جو چاہے دعا مانگے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

چاہئے کہ اکثر یہ دعا پڑھتا رہے: لا الٰه الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيءٍ قدير لا نعبد الا اياه ولا نعرف ربا سواه اللّٰهم اجعل في قلبي نورا وفي سمعي نورا وفي بصري نورا اللّٰهم اشرح لي صدري و يسرلي امري اللّٰهم هذا مقام المستجير العائذ من النار اجرني من النار بعفوك وادخلني الجنته برحمتك يا ارحم الراحمين اللّٰهم اذا هديتني الاسلام فلا تزبه عني ولا تنزعني عنه حي تقبضني وان عليه[1]

---

[1] نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے اور نہیں ہے کوئی شریک اس کا اور واسطے اس کے ملک اور حمد ہے وہ زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے مرتا نہیں اور اسی کے ہاتھ خیر ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے نہیں عبادت کرتے ہیں ہم مگر اسی کی اور نہیں جانتے ہم رب کسی کو سوا اس کے اے اللہ کر بیچ دل میرے کے نور اور بیچ کان میرے کے نور اور بیچ بینائی میری کے نور اے اللہ کھل واسطے میرے سینہ میرا اور آسان کر واسطے میرے کام میرا اے اللہ یہ مقام فریاد کرنے والے اور پناہ مانگنے والے کا ہے آگ سے بچا مجھ کو آگ سے ساتھ عفو اپنے کے اور داخل کر مجھ کو جنت میں ساتھ رحمت اپنی کے اے ارحم الراحمین اے اللہ جب ہدایت کی تو نے مجھ کو اسلام کی پس مت نکال تو اس کو مجھ سے اور مت نکال مجھ کو اس سے یہاں تک کہ قبض کرے تو اور میں اسی پر ہوں۔

یہ محیط میں لکھا ہے سنت یہ ہے کہ دعا میں آواز پست کرے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے عرفہ میں وقوف کا وقت عرفہ کے دن کے سورج ڈھلنے سے قربانی کے پہلے دن کی فجر طلوع ہونے تک ہے پس جو شخص اتنے وقت میں وہاں موجود ہو گیا خواہ اس کو جانتا ہو یہ نہ جانتا ہو سوتا ہو یا جاگتا ہو یا افاقہ میں ہو یا جنون میں ہو یا بے ہوش ہو خواہ وہاں وقوف کرے یا گزرتا ہوا چلا جائے وقوف نہ کرے اس کو حج مل گیا پھر اس کے بعد وہ فاسد نہیں ہوتا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور جسے اس وقت کے سوا اور وقت میں وقوف کیا اس کو حج نہیں ملا لیکن اگر ذی الحجہ کے چاند میں شبہہ ہو گیا تھا اور لوگوں نے ذیقعدہ کا مہینہ پورا تیس دن کا کیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ جس روز وقوف کیا تھا وہ قربانی کا دن تھا تو استحسان یہ ہے کہ جائز ہے اور قیاساً جائز نہیں اور اگر یہ ظاہر ہوا کہ جس دن وقوف کیا ہے وہ آٹھویں تاریخ تھی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کس صورت میں حج کے افعال ساقط ہو جائیں گے؟

اگر قربانی کے پہلے دن کی فجر طلوع ہونے تک عرفات میں نہ پہنچا تو حج فوت ہو گیا اور حج کے افعال اس سے ساقط ہو جائیں گے اور حج کا احرام جو اس نے باندھا تھا وہ عمرہ کا احرام ہو جائے گا اس کو چاہئے کہ عمرہ کے افعال پورے کر کے احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ میں حج کو قضا کرنا اس پر واجب ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے سب راتیں اگلے دن کی تابع ہوتی ہیں گزرے ہوئے دن کی تابع نہیں ہوتیں لیکن حج کی راتیں گزرے ہوئے دن کے حکم میں ہیں اگلے دن میں نہیں عرفہ کی رات آٹھویں تاریخ کے حکم میں اس لئے کہ اس رات میں عرفات میں وقوف جائز نہیں جیسے کہ آٹھویں تاریخ جائز نہیں اور قربانی کے پہلے دن یعنی دسویں تاریخ کی رات عرفہ کے دن کی تابع ہے اس لئے کہ اس شب میں وقوف عرفات میں جائز ہے جیسے کہ عرفہ کے دن میں جائز ہے اور اسی طرح اس شب میں قربانی جائز نہیں جیسے کہ عرفہ کے دن میں جائز نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور جب سورج غروب ہو جائے تو امام اور اس کے ساتھ کے سب آدمی اسی ہیئت سے مزدلفہ میں آئیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے افضل یہ ہے کہ جس طرح موقف[1] میں کھڑے تھے اسی ہیئت پر چلے آئیں اور اگر کوئی جگہ خالی پائے تو آگے بڑھ جائے یہ تبیین میں لکھا ہے اور چاہئے کہ امام کے ساتھ ساتھ چلے اس سے پہلے نہ جائے لیکن اگر امام سورج کے غروب ہونے کے بعد تاخیر کرے تو لوگوں کو چاہئے کہ اس سے پہلے چل دیں اس لئے کہ وقت داخل ہو گیا یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور اس راستہ میں اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھتے جائیں اور بار بار لبیک کہیں اور استغفار بہت پڑھیں یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر لوگوں کی کشمکش کے خوف سے وقوف کے مقام سے سورج کے چھپنے سے پہلے چل دیا لیکن عرفہ کی حد سے سورج چھپنے سے پہلے نہ نکلا تو مضائقہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور افضل یہ ہے کہ اسی جگہ ٹھہرا رہے تا کہ افاضہ یعنی وقوف کے مقام سے مزدلفہ کو چلنا وقت سے پہلے ادا نہ ہو اس لئے کہ اس میں سنت کی مخالفت ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر سورج کے چھپنے اور امام کے چل دینے کے بعد ازدحام کے خوف سے تھوڑی دیر ٹھہرا تو مضائقہ نہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر مغرب کی نماز سورج کے چھپنے کے بعد اور مزدلفہ میں آنے سے پہلے پڑھ لی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک مزدلفہ میں آ کر اس کا اعادہ کرے اور اسی طرح اگر عشا کا وقت راستہ میں شروع ہو گیا اور عشا کی نماز راستہ میں پڑھ لی تو مزدلفہ میں پہنچ کر اس کا بھی اعادہ کرے اور اگر ان دونوں نمازوں کے اعادہ کرنے سے پہلے فجر کی نماز پڑھ لی تو سب کے قول کے بموجب وہ دونوں نمازیں جائز ہو گئیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر مزدلفہ میں پہنچنے سے پہلے فجر کے طلوع ہونے کا خوف تھا اس لئے مغرب اور عشا کی نماز راستہ میں پڑھ لی تو جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

---

1. موقف: جائے وقوف یعنی کھڑے ہونے کی جگہ۔

اگر مزدلفہ میں پہنچ کر عشا کی نماز مغرب سے پہلے پڑھ لی تو مغرب کی نماز پڑھے پھر عشا کا اعادہ کرے اور اگر عشا کی نماز کا اعادہ نہیں کیا اور صبح طلوع ہو گئی تو عشا کی نماز جائز ہو گئی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور ادب یہ ہے کہ مزدلفہ کو پیادہ جائے یہ تبیین میں لکھا ہے جب مزدلفہ میں پہنچیں تو جہاں چاہیں وہاں اتریں راستے میں نہ اتریں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اس پہاڑ کے قریب اترنا جس کو قزح کہتے ہیں افضل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

پھر جب عشا کا وقت داخل ہو تو موذن اذان اور اقامت کہے اور امام مغرب کی نماز عشا کے وقت میں پڑھائے پھر عشا کی نماز اسی اذان و اقامت سے ہمارے تینوں اصحاب کے قول کے بمو جب پڑھائے یہ بدائع میں لکھا ہے ان دونوں نمازوں کے درمیان میں نفل نہ پڑھے اور اگر نفل پڑھ لئے یا اور کسی کام میں مشغول ہوا تو اقامت کا اعادہ کرے ان دونوں نمازوں کے جمع کرنے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جماعت شرط نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے جو شخص مغرب اور عشا کی نماز تنہا پڑھے اس کو جائز ہے برخلاف اس کے عرفہ میں ظہر اور عصر کی نماز کا جمع کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بغیر جماعت کے جائز نہیں اور افضل یہ ہے کہ مزدلفہ میں بھی امام جماعت پڑھائے یہ ایضاح میں لکھا ہے امام محبوبیؒ نے ذکر کیا ہے کہ مزدلفہ میں نمازوں کے جمع کرنے میں خطبہ اور سلطان اور جماعت اور احرام شرط نہیں یہ کفایہ میں لکھا ہے اور جب عشا سے فارغ ہو تو رات کو وہیں رہے یہ محیط میں لکھا ہے اور چاہئے کہ اس تمام رات میں نماز اور تلاوت قرآن اور ذکر اور دعا اور عاجزی کے ساتھ جاگتا رہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

اور اگر مزدلفہ میں رات کو نہ رہا اور طلوع فجر کے بعد وہاں سے گزرتا ہوا چلا گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن ترک سنت کی قباحت ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے پھر جب فجر طلوع ہو جائے تو امام فجر کی نماز اول وقت اندھیرے میں پڑھائے پھر وقوف کرے اور لوگ اس کے ساتھ وقوف کریں یہ قدوری میں لکھا ہے اور آدمی امام کے پیچھے یا جہاں چاہیں وقوف کریں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور افضل یہ ہے کہ لوگوں کا وقوف امام کے پیچھے اس پہاڑ پر ہو جس کو قزح کہتے ہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور الحمدللہ اور ثنا اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور لبیک اور درود پڑھے یہ زاد میں لکھا ہے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف کو اٹھا کر اللہ سے اپنی حاجتوں کی دعا کرے یہ محیط میں لکھا ہے محسر کی نیچی زمین کے سوا کل مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور جب محسر کے نشیب میں پہنچے تو اگر پیادہ ہے تو جلد چلے اور اگر سوار ہے تو ایک تیر بھر تک سواری کو تیز کرے یہ کرمانی نے ذکر کیا ہے اور اس پر اجماع ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے مزدلفہ میں وقوف کا وقت فجر کے طلوع ہونے سے خوب روشنی ہو جانے تک ہے اور جب سورج طلوع ہو گیا تو اس کا وقت نکل گیا اگر اس وقت میں مزدلفہ میں وقوف کیا یا گزرتا ہوا نکل گیا تو جائز ہے جیسے کہ عرفہ کے وقوف کا حکم تھا اور اگر اس وقت سے پہلے یا بعد وقوف کیا تو جائز نہیں یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر فجر کے طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ کی حد سے نکل گیا تو وقوف کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی لیکن اگر اس میں کوئی علت یا مرض یا ضعف ہے اور ازدحام[1] کے خوف سے رات میں ہی وہاں سے چلا گیا تو مضائقہ نہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے جب بہت روشنی ہو جائے تو سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے چل دیں اور منیٰ میں آئیں یہ زاد میں لکھا ہے امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ روشنی خوب ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ سورج کے نکلنے میں صرف اتنی دیر ہو کہ دو رکعت پڑھ سکے اس وقت وہاں سے چلے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر امام سورج کے نکلنے کے بعد چلا یا لوگوں کے فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے چلا تو برا کیا اور اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور پھر جمرہ عقبہ میں زوال سے پہلے آئے اور وہاں نیچی زمین میں پہنچ کر سات کنکریاں جیسے کہ ٹھیکریوں کے ٹکڑے ہوتے ہیں نیچے سے

---

[1] ازدحام بجوم اور انبوہ جس کو ہمارے عرف میں گھسٹ وجھمیلا بولتے ہیں۔ (بہت زیادہ رش ''بھیڑ'' ہو)۔ (حاشیہ)

اوپر کو پھینکے اور ہر کنکری کے پھینکنے پر تکبیر کہے اور اس روز جمرہ عقبہ کے سوا اور کسی جمرہ پر کنکریاں نہ مارے اور وہاں وقوف نہ کرے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر تکبیر کے بدلے تسبیح یا تہلیل کہی تو جائز ہے اور اس میں برائی نہیں یہ بدائع میں لکھا ہے صحیح روایت کے بموجب پہلی کنکری پھینکنے سے لبیک موقوف کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

مفرد حج' حج تمتع وقران کا بیان:

مفرد حج کرنے والے وتمتع کرنے والے وقران کرنے والے میں کچھ فرق نہیں یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور عمرہ کرنے والا حجراسود کو بوسہ دینے کے بعد لبیک موقوف کرے اور جس شخص سے حج فوت ہوگیا وہ جب عمرہ کے احرام سے باہر ہو اس وقت لبیک موقوف کرے یعنی جس وقت طواف شروع کرتا ہے اور اگر وہ قارن تھا تو جب طواف ثانی شروع کرے اس وقت سے لبیک موقوف کرے اور جو کسی مانع کی وجہ سے حج نہ کر سکا وہ جب قربانی ذبح کرے اس وقت سے لبیک موقوف کرے اور اگر حج کرنے والے نے جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکنے سے پہلے سر منڈوا لیا تو اسی وقت لبیک موقوف کرے اور اگر کنکریاں پھینکنے اور سر منڈوانے اور ذبح سے پہلے خانہ کعبہ کی زیارت کر لی تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس وقت سے لبیک موقوف کر دے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پھر منیٰ کو لوٹے اور اگر اس کے ساتھ قربانی ہو تو اس کو ذبح کرے اور اگر نہ ہو تو فقط حج کرنے والے کو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور قرآن اور تمتع کرنے والے کو قربانی ذبح کرنا ضرور ہے پھر سر منڈوائے یا بال کتروائے اور سر منڈوانا افضل ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور حکم اس کے واسطے ہے جس کا کسی مانع کی وجہ سے حج ملتوی نہیں ہوگیا اور جس پر کوئی مانع پیش آیا اس پر سر منڈوانا نہیں ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور سر منڈوانے اور بال کتروانے میں جو اختیار ہے یہ اس صورت میں ہے جب کوئی عذر نہ ہو اور اگر سر منڈوانے میں کسی عارضہ کی وجہ سے کوئی عذر ہے تو اس وقت بال ہی کتروانے کا حکم ہے اور اگر بال کتروانے میں کوئی عذر ہے تو یہی حکم ہے کہ سر منڈوائے مثلاً سر پر گوند لگایا ہو اور اس وجہ سے قینچی کام نہ دیتی ہو اور اگر گوند چھڑا دے گا تو بال اس طرح ٹوٹ جائیں گے کہ منڈوانا ہوگا نہ کترنا اور صاحب احرام کو ان دونوں صورتوں کے سوا بال جدا کرنا جائز نہیں تو ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ بال منڈوائے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

کتنے بال منڈوانے چاہئیں؟

بال کتروانے کا یہ حکم ہے کہ عورت اور مرد اپنے بالوں کے سروں سے بقدر چوتھائی سر کے یعنی بمقدار ایک انگل کی درازی کے بال کتروائے یہ تبیین میں لکھا اور بدائع میں ہے کہ فقہا نے کہا ہے کہ واجب ہے کہ بال کتروانے میں ایک انگل کی مقدار سے کچھ زیادتی کرے اس لئے کہ عادت یوں ہے کہ سب بالوں کے سرے برابر نہیں ہوتے پس واجب ہے کہ ایک انگل کی مقدار سے زیادتی کرے کہ یقیناً کترنے میں ایک انگل کی مقدار پوری ہو جائے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور سب سر منڈوانا افضل ہے کیونکہ اس میں پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے یہ کافی میں لکھا ہے سر منڈوانے کے لئے قربانی کے دن[1] مقرر ہیں اور افضل ان دونوں میں پہلا دن ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر سر منڈوانے کے وقت اس کے سر پر بال نہ ہوں مثلاً اس سے پہلے سر منڈوا چکا ہے یا اور کوئی سبب ہوا تو اصل میں مذکور ہے کہ استرہ اپنے سر پر پھیروا لے اس لئے کہ اگر اس کے سر پر بال ہوتے تو اس حالت میں دو کام ہوتے استرہ پھیرنا اور بالوں کا دور کرنا پس جس چیز سے عاجز ہوگیا وہ اس کے ذمہ سے ساقط ہوگی اور جس چیز سے عاجز نہیں ہوا وہ اس کے ذمہ لازم ہے پھر مشائخ کا استرہ پھیروانے میں اختلاف ہے کہ وہ واجب ہے یا مستحب ہے اور اصح یہ ہے کہ واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے امام محمدؒ نے کہا ہے کہ اگر اس کے سر پر زخم ہوں جس کی وجہ سے استرہ نہیں پھیروا سکتا اور کتروانے

---

[1] یعنی دسویں' گیارہویں وبارہویں ذی الحجہ کی۔

کے لائق بال نہیں ہیں تو وہ اسی طرح احرام سے باہر ہو گیا جیسے سر منڈوانے والے باہر ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ سر منڈوانے اور بال کترانے سے عاجز ہے پس وہ اس سے ساقط ہو جائیں گے اور بہتر یہ ہے کہ وہ احرام سے باہر ہونے میں قربانی کے دنوں میں آخر وقت تک تاخیر کرے اور اگر تاخیر نہ کرے گا تو کچھ اس پر واجب نہیں ہے اور اگر اس کے سر پر زخم نہ ہوں لیکن وہ کسی جنگل میں چلا گیا اور وہاں نہ استرہ ہے نہ کوئی سر موتڈنے والا ہے تو یہ عذر معتبر نہیں اور بجز سر موتڈنے یا بال کترنے کے اور کوئی چارہ نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر نورہ[1] سے صاف کر لیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے سر منڈوانے میں سنت یہ ہے کہ موتڈنے والے کی داہنی طرف سے ابتدا ہو نہ منڈوانے والے کی پس سر کے بائیں طرف سے ابتدا کرنا چاہئے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور مستحب ہے کہ بالوں کو دفن کر دے اور سر منڈواتے وقت اور سر منڈوانے کے بعد تکبیر کے ساتھ دعا مانگے اور اگر بال پھینک دے تو مضائقہ نہیں اور گھوڑے پر اور نہانے کی جگہ میں ان کا ڈال دینا مکروہ ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور مستحب ہے کہ سر منڈوانے کے بعد ناخن اور مونچھیں تراشے اور زیر ناف کے بال موتڈے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور داڑھی ذرا نہ کترے اور اگر کترے تو کچھ اس پر واجب نہیں ہوتا یہ تبیین میں لکھا ہے سر منڈوانے یا بال کترانے کے بعد جو چیزیں احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھیں وہ سب حلال ہو جائیں گی مگر عورت سے وطی حلال نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اسی طرح وطی کے اور جو لوازم ہیں جیسے کہ مساس اور بوسہ وہ حلال ہوں گے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور فرج سے باہر بھی جماع ہمارے نزدیک حلال نہیں ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر سر نہ منڈوایا یہاں تک کہ خانہ کعبہ کا طواف کر لیا تو جب تک سر نہ منڈوائے گا کوئی چیز اس پر حلال نہ ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے پھر اگر ہو سکے تو اسی روز خانہ کعبہ کا طواف کرے اس کو طواف زیارت کہتے ہیں یا دوسرے روز کرے یا تیسرے روز کرے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے اور سات مرتبہ حطیم[2] سے باہر باہر طواف کرے اور طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور عورت پہلے ہی سر منڈوانے کی وجہ سے حلال ہوتی ہے نہ طواف کرنے کی وجہ سے اور جب چار مرتبہ طواف کر چکے تو عورت حلال ہو جائے گی اس واسطے کہ فرض اسی قدر ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ واجب ہے کہ قربانی دینے سے پورا ہو جاتا ہے یہی صحیح ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر کچھ طواف نہ کیا تو عورت حلال نہ ہوگی اگرچہ بہت برس گزر جائیں یہ حکم بالاجماع ہے اور اگر بے وضو یا جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا تو احرام سے باہر ہو گیا اور عورت حلال ہو گئی یہاں تک کہ اگر اس کے ساتھ مجامعت کرے تو حج فاسد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

طواف الزیارۃ، طواف الرکن یا طواف یوم النحر کا بیان:

اگر خانہ کعبہ کا الٹی طرف سے طواف کیا یعنی خانہ کعبہ کی بائیں طرف سے شروع کر کے سات مرتبہ طواف کیا تو احرام سے باہر ہو جانے میں اس طواف کا اعتبار ہوگا اور جب تک وہ مکہ میں ہے اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر ایسی حالت میں طواف کیا کہ اس کا ستر اس قدر کھلا ہوا تھا جس سے نماز جائز نہیں ہوتی تو طواف ادا ہو جائے گا اور اگر زیارت کا طواف ایسی حالت میں کیا کہ کل کپڑے نجس تھے تو ایسا طواف کرنا اور ننگے طواف کرنا برابر ہے اور اگر اس قدر کپڑا پاک ہو جس میں ستر چھپ جائے اور باقی نجس ہو تو طواف جائز ہوگا اور کچھ اس پر واجب نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور طواف واجب میں اگر حطیم کے باہر سے طواف نہیں کیا بلکہ اندر سے کیا تو اگر مکہ میں موجود ہے تو سارے طواف کا اعادہ کرے تاکہ بموجب ترتیب کے ادا ہو اور اگر سارے طواف کا اعادہ نہیں کیا اور صرف

---

[1] نورہ ایسی چیزوں سے مرکب دوا جس کے استعمال سے بال بغیر منڈوانے کے زائل ہو جاتے ہیں۔ (نورہ بمعنی بال صفا پاؤڈر و خشک کریم)...... (حافظ)

[2] دیوار خانہ کعبہ جانب مغرب جس کو اہل عرب نے بوجہ قلت خرچ کے اصل سے کم کرتے وقت اس کو چھوڑ دیا۔

حطیم کا طواف دوبارہ کرلیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اس طواف کا نام طواف الزیارۃ اور طواف الرکن اور طواف یوم النحر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

حجتہ میں ہے کہ اس کو طواف الواجب بھی کہتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے پس اگر طواف قدوم کے بعد صفا و مروہ کے درمیان میں سعی کر چکا ہے تو اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے اور سعی نہ کرے ورنہ اکڑ کر چلے اور سعی کرے یہ کافی میں لکھا ہے اور افضل یہ ہے کہ اکڑ کر چلے اور سعی کی اسی طواف تک تاخیر کرے تاکہ وہ فرض کے ساتھ ہوں نہ سنت کے ساتھ یہ بحرالرائق میں ہے پھر منیٰ کی طرف جائے اور باقی ایام جمروں پر کنکریاں پھینکنے کے واسطے وہاں مقیم ہو رات کو مکہ میں نہ رہے اور نہ راستہ میں یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے ایام منیٰ میں منیٰ کے سوا اور جگہ رات کو رہنا مکروہ ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے پس اگر عمداً رات کو کہیں اور رہا تو ہمارے نزدیک اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا یہ ہدایہ میں لکھا ہے خواہ وہ اہل سقایت[1] یعنی حج والوں کو پانی پلانے والا ہو یا نہ ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ہمارے نزدیک قربانی کے دن خطبہ نہیں ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے جب قربانی کے دوسرے دن سورج کا زوال ہو تو تینوں جمروں پر کنکریاں پھینکے اور اس جمرہ سے ابتدا کرے جو مسجد خیف کی طرف ہے اور وہاں سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری پر تکبیر کہے پھر اس جمرہ پر کنکریاں پھینکے جو اس کے قریب ہے اور وہ درمیان کا جمرہ ہے اس پر بھی سات کنکریاں اسی طرح پھینکے پھر جمرہ عقبہ کے پاس آئے اور وہاں نیچی زمین سے سات کنکریاں پھینکے اور ہر کنکری پر تکبیر کہے جمرہ عقبہ کے پاس وقوف نہ کرے اور پہلے جمرہ اور درمیانی جمرہ کے پاس جہاں لوگ وقوف کیا کرتے ہیں وہاں وقوف کرے یہ کافی میں لکھا ہے اور وقوف کی جگہ نیچی زمین کے اوپر کی جانب ہے یہ محیط میں لکھا ہے جب کنکریاں مارنے کے بعد پھر کنکریاں مارنا ہو تو اس کے بعد وقوف کرے اور جن کنکریوں کے مارنے کے بعد پھر کنکریاں مارنا نہ ہو تو ان کے بعد وقوف نہ کرے اس لئے کہ عبادت ختم ہو چکی یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور دیر تک قیام اور عاجزی کرے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اللہ کی حمد اور ثنا اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور درود پڑھے اور اپنی حاجتوں کے واسطے دعا مانگے اور دونوں مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے اور دونوں ہتھیلیوں کی جانب آسمان کی طرف کو کرے جیسے کہ دعا میں سنت ہے اور حج کرنے والے کو چاہئے کہ وقوف کے مقاموں میں سب مسلمانوں کے واسطے مغفرت کی دعا مانگے یہ کافی میں لکھا ہے۔ جب اس کا دوسرا دن ہو جو قربانی کا تیسرا دن ہے تو سورج کے زوال کے وقت اسی طرح تینوں جمروں پر کنکریاں مارے پھر اگر چاہے تو اسی دن سے چلا جائے اور چوتھے دن ان کی کنکریاں مارنا اس سے ساقط ہو جائیں گی اور اگر اس روز رات میں طلوع فجر تک وہیں رہا تو جب تک زوال کے بعد تینوں جمروں پر کنکریاں نہ مارے تب تک وہاں سے نکلنا جائز نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

کنکریاں مارتے وقت کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے☆؟

کنکریاں مارنے کے مسئلوں میں بہت سی باتوں کا بیان ضروری ہے اول یہ ہے کہ کنکریاں مارنے کے اوقات کون سے ہیں اور اس کے اوقات تین ہیں ایک دن قربانی کا اور تین دن ایام تشریق کے قربانی کے پہلے دن میں کنکریاں مارنے کے وقت تین قسم ہیں اول مکروہ دوسرے مسنون تیسرے مباح۔ فجر کے طلوع ہونے سے سورج کے طلوع ہونے تک مکروہ وقت ہے اور سورج کے طلوع ہونے سے زوال تک مسنون وقت ہے اور زوال کے بعد سے سورج کے چھپنے تک مباح وقت ہے اور رات بھی مکروہ وقت ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور طلوع فجر سے پہلے کنکریوں کا پھینکنا بالاتفاق صحیح نہیں ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور دوسرے اور تیسرے دن کنکریاں پھینکنے کا وقت زوال کے بعد سے دوسرے دن سورج کے طلوع ہونے تک ہے زوال سے پہلے جائز نہیں اور زوال کے بعد

---

[1] سقایت پانی پلانے کو کہتے ہیں۔ ☆ دور حاضر میں جب کہ ازدحام بہت بڑھ گیا ہے یہ مسائل سمجھنے سے بہت سہولت ہو جاتی ہے...... (حافظ)

سے سورج کے چھپنے تک وقت مسنون ہے اور غروب کے بعد طلوع فجر تک وقت مکروہ ہے ظاہر روایت میں اسی طرح مروی ہے چوتھے روز کنکریاں پھینکنے کا وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فجر کے طلوع ہونے سے سورج کے چھپنے تک ہے لیکن زوال سے پہلے وقت مکروہ ہے اور اس کے بعد مسنون ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

دوسرے یہ ہے کہ جو چیزیں جنس زمین سے ہیں ان کو پھینکنا جائز ہے لیکن یہ بھی شرط ہے کہ وہ ذلیل چیزیں ہوں اسی لئے فیروزہ اور یاقوت کو پھینکنا جائز نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں اور نہایہ اور عنایہ اور معراج الدرایہ میں لکھا ہے پتھر' ڈھیلا' مٹی' گیرو' ارچونہ' گندھک' پہاڑی نمک' سرمہ اور مٹھی بھر کر ریتا پھینک دینا جائز ہے لکڑی اور عنبر اور موتی اور سونے اور چاندی کا پھینکنا جائز نہیں ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے تیسرے جو چیزیں پھینکتے ہیں ان کی مقدار کیا ہونی چاہئے ہمارا قول یہ ہے کہ چھوٹی کنکریاں پھینکے جیسے ٹھیکری کے ٹکڑے ہوتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے ان کی مقدار میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ باقلہ کے دانہ کے برابر ہوں اور اگر بڑا یا چھوٹا پتھر پھینک دے تو جائز ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے لیکن مستحب نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے چوتھے یہ کہ ہمارا قول یہ ہے کہ جو کنکریاں پھینکے وہ دھلی ہوئی ہونی چاہئیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ایسی کنکریاں پھینکیں جو بالیقین نجس ہیں تو مکروہ ہے اور جائز ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

مستحب یہ ہے کہ کنکریاں مزدلفہ یا راستہ سے اٹھائے جمرہ کے پاس سے کنکریاں اٹھا کر نہ پھینکے اور اگر انہیں کو پھینک دیا تو جائز ہے لیکن برائی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور ایک پتھر کو لے کر اس کے ستر ٹکڑے توڑنا مکروہ ہے جیسے کہ آج کل اکثر لوگ کرتے ہیں پانچویں یہ کہ کنکریاں پھینکنے کی کیفیت میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کا یہ قول ہے کہ انگوٹھے اور کلمہ کی انگلی کی پوروں سے کنکری اٹھائے جیسے کہ عقد انامل[1] میں تیس کا عقد کرتے ہیں اور پھر اس کو پھینکے یہ محیط میں لکھا ہے اور والوجیہ میں لکھا ہے کہ یہی اصح ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے فقہا نے کہا ہے کہ چاہئے کہ کنکریاں پھینکنے والے سے کنکریاں گرنے کی جگہ تک پانچ گز یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر جمرہ کے پاس کھڑا ہو کر وہیں کنکری رکھ دی تو یہ جائز نہیں اور اگر وہاں ڈال دے تو جائز ہے لیکن بری بات ہے اس لئے کہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے چھٹے یہ کہ جب کنکریاں پھینکنے کے بعد پھر کنکریاں پھینکنا ہو تو افضل ہے کہ کنکریاں پھینکنے والا پیادہ ہو اور اگر اس کے بعد پھر کنکریاں پھینکنا نہ ہو تو سوار ہو تو یہ متون میں لکھا ہے ساتویں یہ کنکریاں پھینکنے کا محل کیا ہے؟ ہمارا قول یہ ہے کہ محل اس کا تینوں جمرے ہیں پہلا جمرہ وہ ہے جو مسجد خیف کے پاس ہے اور جو اس کے بعد ہے وہ درمیانی جمرہ ہے اور سب سے آخر جمرہ عقبہ ہے یہ محیط میں لکھا ہے آٹھویں یہ کہ کہاں سے پھینکے ہمارا قول یہ ہے کہ نشیب کی زمین سے پھینکے یعنی نیچے سے اوپر پھینکے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اس زمین کی داہنی طرف کو پھینکے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر اس کی بلندی پر سے پھینکے تو جائز ہے لیکن اگر کوئی عذر نہ ہو تو جو اول مذکور ہوا وہ سنت ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور کنکریاں پھینکنے میں جمرۃ العقبہ کی طرف اور اس طرح کھڑا ہو کہ کنکریوں کے گرنے کی جگہ نظر آتی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

نویں یہ کہ کنکریاں کہاں گرنا چاہئیں؟ ہمارا قول یہ ہے کہ جمرہ پر یا اس کے قریب گرنا چاہئیں اور اس سے دور گریں تو جائز نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کنکریاں کسی آدمی کی پیٹھ یا کسی اونٹ کے کجاوہ پر گریں اور وہیں ٹھہر گئیں تو ان کا اعادہ کرے اور اگر اس محل سے یا اس آدمی کی پیٹھ سے اسی سال میں گر گئیں تو جائز ہے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے دسویں یہ کہ کتنی کنکریاں مارے ہمارا قول یہ ہے کہ ہر جمرہ پر سات کنکریاں مارے اور ینابیع میں ہے کنکری داہنے ہاتھ سے مارے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ساتوں کنکریاں ایک

---

[1] عقد انامل یعنی شمار اعداد کا طریقہ انگلیوں کی پوروں پر۔

مرتبہ پھینک دیں تو وہ بمنزلہ ایک کنکری پھینکنے کے ہے اور اس پر واجب ہے کہ چھ کنکریاں اور پھینکے اور ہر کنکری جدا جدا پھینکے اور اگر کسی نے سات سے زیادتی کی تو کچھ حرج نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے گیارھویں یہ کہ ہر کنکری پھینکنے پر تکبیر کہے یعنی یہ پڑھے بسم اللہ اللہ اکبر رغماللشیطان اور حزبہ اور یہ پڑھے اللّٰھم اجعل حجی مبرو رادیعی مشکورا و ذنبی مغفورا یہ محیط میں لکھا ہے بارھویں یہ کہ پہلے دن صرف جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارے اور کسی جمرہ پر نہ مارے اور باقی دنوں میں اول پہلے جمرہ پر پھر درمیانی جمرہ پر پھر جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر دوسرے دن جمرہ عقبہ سے ابتدا کی اور اول اس پر کنکریاں پھینکیں پھر درمیانی جمرہ پر اور اس کے بعد اس جمرہ پر جو مسجد کے پاس ہے پھینکیں تو اگر درمیانی اور آخر کے جمرہ کا اعادہ کرے تو بہتر ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے دن درمیانی اور تیسرے جمرہ پر کنکریاں پھینکیں اور پہلے پر نہ پھینکیں تو اگر اس کے بعد پہلے جمرہ پر کنکریاں پھینکے اور دوسرے اور تیسرے جمرہ پر کنکریاں پھینکنے کا اعادہ کرے تو بہتر ہے تاکہ ترتیب باقی رہے اور اگر صرف پہلے ہی جمرہ پر کنکریاں پھینکے تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر ہر جمرہ پر تین تین کنکریاں ماریں تو پہلے جمرہ پر چار کنکریاں اور مار کر پورا کرے اور باقی دونوں جمروں پر پھر سات سات کنکریاں مارے اور اگر ہر جمرہ پر چار کنکریاں ماریں تو اس کے بعد ہر ایک جمرہ پر تین تین کنکریاں اور پھینکے اور اگر از سر نو کنکریاں پھینکے تو افضل ہے اور مناسک احسن میں ہے کہ اگر پہلے جمرہ پر ایک کنکری ماری پھر درمیان کے جمرہ پر ایک کنکری ماری پھر آخر کے جمرہ پر ایک کنکری ماری پھر لوٹا اور ہر جمرہ پر ایک ایک کنکری اسی طرح سات کنکریاں تک مارے تو پہلے جمرہ کی کنکریاں پوری ہو گئیں اور درمیانی جمرہ کی چار کنکریاں ہوئیں تو اس کو چاہئے کہ تین کنکریاں اور مارے اور جمرہ عقبہ کی ایک کنکری ہوئی اس پر چھ اور مارے یہ محیط میں لکھا ہے۔

امام محمدؒ سے یہ روایت ہے کہ جن تینوں جمروں پر کنکریاں مار چکا اس کے بعد اس کے ہاتھ میں چار کنکریاں موجود تھیں اور یہ معلوم نہیں کہ یہ کون سے جمرہ کی باقی رہ گئیں تو ان کو پہلے جمرہ کی ٹھہرا کر پھینکے اور باقی دو جمروں پر از سر نو کنکریاں پھینکے اور اگر تین کنکریاں اس کے ہاتھ میں باقی ہوں تو ہر جمرہ پر ایک ایک کنکری پھینکے اور اسی طرح اگر ایک یا دو کنکری باقی ہو تو ہر جمرہ کی ایک ایک کنکری کا اعادہ کرے اور یہ مکروہ ہے کہ اول اپنا اسباب مکہ کو بھیج دے اور خود کنکریاں پھینکنے کے واسطے اقامت کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے پھر محصب میں جائے اور وہ ابطح ہے وہاں تھوڑی دیر اترے اور اصح یہ ہے کہ وہاں اترنا ہمارے نزدیک سنت ہے اور اس کا چھوڑنا برائی ہے پھر مکہ میں داخل ہو اور سات مرتبہ طواف صدر کرے اس طواف میں اکڑ کر نہ چلے یہ کافی میں لکھا ہے اس طواف کا نام طواف صدر اور طواف الوداع[1] اور طواف الافاضہ اور طواف آخر عہد بالبیت اور طواف الواجب ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اس طواف کے دو وقت ہیں ایک وقت جواز اور دوسرا استحباب جواز کا وقت طواف زیارت کے بعد سے شروع ہوتا ہے بشرطیکہ سفر کا ارادہ رکھتا ہو یہاں تک کہ اگر یہ طواف کیا اور پھر برس روز تک مکہ میں رہا لیکن اقامت کی نیت نہیں کی اور نہ مکہ کو گھر بنایا تو طواف جائز ہوگا آخر وقت جواز کا کچھ مقرر نہیں ہے جب تک مکہ میں مقیم ہے تب تک اس کا وقت ہے یہاں تک کہ اگر ایک سال مکہ میں ٹھہرا رہا اور اقامت کی نیت نہیں کی تو پھر بھی طواف کرنا جائز ہے اور اس صورت میں بھی طواف ادا واقع ہوگا نہ قضا اور اقامت استحباب یہ ہے کہ جب سفر کا ارادہ کرے اس وقت طواف کرے یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ اگر طواف کے بعد عشا تک ٹھہرا تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ دوبارہ طواف کرے تاکہ چلتے وقت خانہ کعبہ سے رخصت ہو یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

اگر اس طواف میں قربانی کے دنوں سے تاخیر کی تو بالاجماع اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا یہ بدائع میں لکھا ہے طواف صدر حج

---

[1] طواف الوداع یعنی رخصت کا طواف۔

کرنے والے پر جب وہ مکہ سے نکلنے کا ارادہ کرے واجب ہوتا ہے عمرہ کرنے والے اور اہل مکہ اور اہل میقات اور اس کے بعد کے رہنے والوں پر واجب نہیں یہ ایضاح میں لکھا ہے۔ اور حیض والی اور نفاس والی عورت اور اس شخص پر جس کا حج فوت ہو گیا ہے واجب نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کوئی کوفہ کا رہنے والا افعال حج سے فارغ ہو کر مکہ میں اپنا گھر بنا لے تو اس پر طواف صدر واجب نہیں کیونکہ یہ اس پر واجب ہے جو وہاں سے چلا جائے نہ اس پر جو وہاں کے رہنے کا ارادہ کرے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب وہ نفر اول کے تمام ہونے سے پہلے وہاں سکونت کا ارادہ کرلے اور نفر اول قربانی کے دن سے دو دن کے بعد تک ہے اور اگر اس کے بعد وہاں رہنے کا ارادہ کیا تو طواف الصدر اس پر واجب ہوگا اور سکونت اختیار کرنے سے باطل نہ ہوگا یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے یہ شرح جامع صغیر میں لکھا ہے جو صدر الشہید حسام الدین کی تصنیف ہے کسی کوفہ کے رہنے والے نے حج کے بعد مکہ میں اپنا گھر بنا لیا پھر وہاں سے نکلا تو اس پر طواف الصدر واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ جب اس کا وہاں وطن ہو گیا تو وہ مکہ والوں میں شامل ہو گیا اور مکہ کا آدمی جب مکہ سے نکلے تو اس پر طواف الصدر واجب نہیں ہوتا پس یہی حکم اس شخص کا ہوگا اگر کوئی حیض والی عورت مکہ سے باہر نکلنے سے پہلے حیض سے پاک ہو گئی تو اس پر طواف صدر واجب ہوگا اور اگر مکہ کی آبادی سے اتنی دور نکل گئی جتنی دوری پر سفر کا اعتبار ہوتا ہے پھر پاک ہوئی تو طواف الصدر کے واسطے اس کو لوٹنا واجب نہیں ہے۔

اگر خون بند ہونے کے بعد ابھی اس نے غسل نہیں کیا اور کسی نماز کا وقت بھی نہیں گزر گیا اور اس وقت وہ مکہ سے نکل گئی تو اس کو لوٹنا واجب نہیں اور اگر حیض کی حالت میں مکہ سے نکلی پھر اس نے غسل کیا پھر میقات سے باہر ہونے سے پہلے مکہ کی طرف کو لوٹی تو اس پر طواف واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے جو شخص مکہ سے بغیر طواف کے چلا گیا تو جب تک وہ میقات سے باہر نہیں ہوا ہے طواف الصدر کے واسطے اس کو لوٹنا چاہئے اور اگر میقات سے گزر جانے کے بعد یاد آیا تو نہ لوٹے اور اگر لوٹے تو عمرہ کے ساتھ لوٹے اور اگر عمرہ کے ساتھ لوٹا تو اول عمرہ کا طواف کرے اور جب عمرہ سے فارغ ہو تو طواف الصدر کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے شیخ امام کرخی نے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت کی ہے کہ جب طواف الصدر سے فارغ ہو تو مقام ابراہیم میں آئے اور وہاں دو رکعتیں پڑھے پھر زمزم پر آئے اور اس کا پانی پئے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور طریقہ اس کا یہ ہے کہ زمزم کا پانی اپنے ہاتھ سے نکالے اور اس کو قبلہ رو سیراب ہو کر کئی سانسوں میں[1] پئے اور ہر سانس پر نگاہ اٹھائے اور خانہ کعبہ کو دیکھے اور اپنے منہ اور سر اور جسم پر لگائے اور اگر ہو سکے تو اپنے اوپر بہا دے اور مستحب یہ ہے کہ جب خانہ کعبہ میں آئے تو اول چوکھٹ کو بوسہ دے اور برہنہ پا بیت اللہ میں داخل ہو پھر ملتزم میں آئے یہ تبیین میں لکھا ہے ملتزم سے مراد وہ جگہ ہے جو حجر اسود سے دروازہ تک ہے اس پر اپنا سینہ اور منہ رکھے اور داہنا ہاتھ دروازہ کی چوکھٹ کی طرف کو اٹھائے اور یوں کہے: السائل ببابك يسئلك من فضلك و معروفك و يرجو رحمتك[2]۔ یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور تھوڑی دیر اس سے لپٹا رہے اور روتا رہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر وہاں سے قریب ہو اور ہو سکے تو کعبہ کے پردوں کو پکڑ لے ورنہ دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر دیوار کو لگائے اس طرح کہ دونوں ہاتھ کھڑے ہوں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور ہو سکے تو اپنا رخسارہ دیوار سے لگا دے یہ کافی میں لکھا ہے اور اللہ اکبر کہے اور لا الہ الا اللہ پڑھے اور حمد اور درود پڑھے اور اپنی حاجت کے واسطے دعا مانگے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

پھر حجر اسود کو بوسہ دے اور اللہ اکبر پڑھے اور اگر بیت اللہ کے اندر داخل ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ کچھ حرج نہیں یہ محیط سرخسی

---

[1] اور منجملہ برکات آب زمزم کے یہ ہے کہ جس نیت سے پیو اللہ تعالیٰ وہی عطا فرماتا ہے چنانچہ اکثر بزرگوں نے اس پر عمل کیا ہے۔

[2] تیرے دروازے پر مانگنے والا تیرے فضل و احسان سے مانگتا اور تیری رحمت کا امیدوار ہے۔

میں لکھا ہے پھر کعبہ کو منہ کئے ہوئے پیچھے کو لوٹے روتا ہوا اور کعبہ کی جدائی پر حسرت کرتا ہوا اور اسی طرح مسجد الحرام سے باہر نکلے یہ کافی میں لکھا ہے اور جب مکہ سے نکلے تو نیچی سڑک کی طرف سے نکلے جو مکہ کی نیچی زمین میں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے عورت ان سب حکموں میں مثل مرد کے ہے اتنا فرق ہے کہ عورت اپنا سر نہ کھولے اور منہ کھولے اور اگر اپنے منہ پر کپڑا اس طرح ڈالے کہ منہ سے جدا ہو تو جائز ہے اور لبیک میں اپنی آواز بلند نہ کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے بلکہ لبیک اس طرح کہے کہ وہ خود سنے غیر نہ سنے تمام علماء کا اسی پر اجماع ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور عورت اکڑ کر نہ چلے اور دونوں ستونوں کے درمیان میں سعی نہ کرے لیکن بال کتروائے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور سلا ہوا کپڑا جو جی چاہے پہنے خواہ کرتی ہو قمیض اوڑھنی موزے دستانے لیکن ورس اور زعفران اور کسم کا رنگا ہو اکپڑا نہ پہنے لیکن وہ رنگت کا کپڑا دھل چکا ہو تو پہنے یہ کفایہ میں لکھا ہے اور اگر احرام والی عورت سلا ہوا کپڑا حریر وغیرہ اور زیور پہنے تو مضائقہ نہیں اور اگر حجر اسود کے پاس مردوں کا ہجوم ہو تو بوسہ نہ دے اور اگر جگہ خالی ہو تو بوسہ دے یہ ہدایہ میں لکھا ہے حجۃ میں ہے کہ عورت پر صفا و مروہ پر چڑھنا واجب نہیں لیکن اس صورت میں جب جگہ خالی ہو یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور خنثیٰ مشکل احتیاطاً ان سب باتوں میں مثل عورت کے ہے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

فصل ☆

متفرقات کے بیان میں

جو شخص بے ہوش ہو جائے اور اس کی طرف سے اس کے رفیق احرام باندھ لیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں اور اگر کوئی کسی آدمی کو یہ حکم کرے کہ اگر وہ بے ہوش ہو جائے یا سو جائے تو اس کی طرف سے احرام باندھ لے پس جس کو حکم کیا تھا اس نے احرام باندھا تو بالا جماع صحیح ہے اور اگر اس شخص کو بے ہوشی سے افاقہ ہوا یا نیند سے جاگے اور افعال حج کے ادا کرے تو جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر نائب جو کسی بے ہوش کی طرف سے احرام باندھے تو اس کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑوں سے بچنا واجب نہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی کو افعال حج کے ادا کرنے کے وقت تک بے ہوشی رہی تو کیا رفیقوں پر یہ واجب ہے کہ اس کو سب مقاموں میں لے جائیں اور سعی اور وقوف کرا دیں یا اس کو نہ لے جائیں بلکہ یہ سب رفیق ہی اس کی طرف سے کر لیں فقہا کی ایک جماعت نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے اور ایک نے دوسرے کو اور مبسوط میں دوسرے قول کو اصح کہا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر اس کی طرف سے اس شخص نے جو اس کے رفیقوں میں سے نہیں ہے احرام اور طواف کیا اور کنکریاں پھینکیں تو فقہا کا اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ جائز ہے یہ محیط میں سرخسی میں لکھا ہے اور منتقیٰ میں ہے کہ عیسیٰ ابن ابان نے امام محمدؒ سے یہ روایت کی ہے کہ کسی شخص نے حج کا احرام باندھا اور وہ تندرست تھا پھر وہ خفیف العقل[1] ہو گیا اور اس کے ساتھیوں نے اس کی طرف سے حج کے ارکان ادا کئے اور اس کو وقوف کرایا اور برسوں تک یہی حال رہا پھر اس کو افاقہ ہوا تو حج فرض اس کا ادا ہو گیا اور اسی طرح اگر کوئی شخص مکہ میں آیا اور وہ تندرست یا مریض تھا لیکن عقل درست تھی پھر دن میں تھوڑی دیر بے ہوش ہو گیا اور اسی حالت میں اس کے ساتھیوں نے اس کو اٹھا کر طواف کرایا اور جب پورا یا تھوڑا طواف کر چکے تو اس وقت اس کو افاقہ ہو گیا اور بے ہوشی اس کو پورے دن نہیں رہی تھی تو وہ طواف اس کا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اس بیجابی نے کہا ہے کہ اگر کسی کو اٹھا کر طواف کرا دیں تو اٹھانے والے کا اور جس کو اٹھایا ہے دونوں کا طواف ہو جائے گا

---

[1] یعنی مسلوب الحواس جیسے مالیخولیا وغیرہ بیماری والے کی حالت ہو جاتی ہے۔

خواہ اٹھانے والے نے اپنی طرف سے طواف کی نیت کی ہو یا جس کو اٹھایا ہے اس کی طرف سے یا کچھ نیت نہ کی ہو یا نہ اٹھانے والا طواف عمرہ کا کرتا ہو اور جس کو اٹھایا ہے وہ حج کے طواف میں ہو یا اس کے برعکس ہو اور اگر اٹھانے والا صاحب احرام نہیں ہے تو جس کو اٹھایا ہے اس کا طواف اسی چیز کی طرف سے ادا ہو جائے گا جس کا احرام باندھا تھا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور یہی شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کوئی مریض طواف کی طاقت نہیں رکھتا اور وہ سوتا تھا اور اسی حالت میں اس کے ساتھیوں نے اس کو طواف کرایا تو اگر اس نے اپنے ساتھیوں کو یہ حکم نہیں کیا تھا تو طواف اس کا جائز نہ ہوگا اور اگر ان کو حکم کیا تھا اور پھر سو گیا تھا تو جائز ہوگا اور اسی طرح اگر اس کو طواف میں داخل کرایا یا ادھر کو متوجہ کرایا یا اس وقت وہ سو گیا پھر اس کو طواف کرایا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی بیمار کو کنکریاں پھینکنے کی طاقت نہیں تو کنکریاں اس کے ہاتھ پر رکھ دیں اور اس کے بعد وہ خود انہیں پھینک دے یا کسی اور کو پھینکنے کا حکم کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ میرے واسطے لوگوں کو اجرت پر مقرر کرتا کہ مجھ کو اٹھا کر طواف کرا دیں پھر وہ سو گیا اور جس کو حکم کیا تھا اس نے فوراً حکم کو ادا نہ کیا بلکہ اور کام میں دیر تک مشغول رہا پھر اس کے بعد کچھ لوگوں کو اجرت پر مقرر کر کے لایا اور انہوں نے اس سوتے ہوئے کو اٹھا کر طواف کرایا تو حسنؒ نے کہا ہے کہ اگر وہ فوراً طواف کراتا تو جائز ہوتا لیکن جب بہت دیر کے بعد وہ سو گیا پھر اس کو اٹھا کر طواف کرایا اور وہ ویسے ہی سوتا رہا تو طواف جائز نہ ہوگا لیکن اجرت لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر کچھ لوگوں کو اجرت دی اور انہوں نے طواف کی نیت کر کے ایک عورت کو اٹھا کر طواف کرایا تو ان کا اپنا طواف ادا ہو گیا اور ان کی اجرت بھی لازم ہو گئی اور عورت کا طواف بھی ادا ہو گیا اور اگر اٹھانے والے نے قرضدار کے پکڑنے کی نیت کی تھی اور جس کو اٹھایا وہ ہوشیار تھا اور اس نے طواف کی نیت کی تو اس کا طواف ادا ہو جائے گا اور اٹھانے والوں کا طواف نہ ہوگا اور اگر وہ بے ہوش ہے تو اس کا طواف بھی ادا نہ ہوا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے جو طواف کہ طواف واجب کے وقت میں ادا ہو تو وہ اسی کا طواف ہوگا اگرچہ اس میں نفل کی یا کچھ اور نیت کی ہو پس حج کا احرام باندھنے والا اگر مکہ میں آ کر نفل کی نیت سے طواف کرے تو طواف قدوم ادا ہوگا اور اگر عمرہ کا احرام باندھنے والا طواف کرے تو طواف عمرہ ہوگا اور اگر قرآن کرنے والا طواف کرے تو پہلا طواف اس کا عمرہ کا اور دوسرا طواف حج کا ہوگا اور اگر طواف زیارت کے وقت کسی اور نیت سے طواف کرے تو طواف زیارت ادا ہوگا لیکن طواف کی نیت ضرور ہے صرف پھر لینے کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر خانہ کعبہ کا طواف اس غرض سے کیا کہ کسی قرضدار کو پکڑتا تھا یا دشمن سے بھاگتا تھا تو اس کا اعتبار نہیں لیکن وقوف عرفہ کا حکم اس کے خلاف ہے اس لئے کہ وہاں کسی نیت سے جائے وقوف ادا ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

لڑکا اگر خود احرام باندھے یا اس کی طرف سے کوئی اور باندھے تو احرام صحیح ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اصل میں ہے کہ لڑکے کو اگر باپ حج کرا دے تو اس کی طرف سے ارکان ادا کرے اور جمروں پر کنکریاں مارے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب لڑکے کو خود ان ارکان کے ادا کرنے کی تمیز نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر جمروں پر کنکریاں مارنا اور مزدلفہ کا وقوف چھوڑ دے تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر لڑکا حج کے ارکان کو خود ادا کرنا جانتا ہے تو خود تمام ارکان بالغوں کی طرف ادا کرے اور اگر حج کے بعض اعمال ترک کر دیئے جیسے جمروں پر کنکریاں مارنا یا مثل اس کے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا باپ اگر اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے احرام باندھے اور اس سے وہ امور صادر ہوں جو احرام میں منع ہیں تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط کے باب حج عن الغیر میں لکھا ہے جو شخص لڑکوں کی طرف سے احرام باندھے اس کو چاہئے کہ ان لڑکوں کے کپڑے اتار کر دو کپڑے یعنی تہ بند اور چادر ان کو پہنائے اور جو چیزیں احرام میں منع ہیں ان سے اس کو بچائے پھر اگر اس نے کوئی ممنوع کام کر لیا تو نہ کچھ اس لڑکے پر واجب ہوگا نہ

اس کے ولی پر اور اگر حج کو فاسد کر دیا تو اس پر قضا لازم نہ ہوگی اور اگر اس نے حرم میں کوئی شکار پکڑ لیا تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر کوئی شخص اپنے اہل وعیال اور چھوٹے بچہ کے ساتھ میں حج کرے تو لازم ہے کہ چھوٹے بچہ کی طرف سے وہ شخص احرام باندھے جو قرابت میں اس سے قریب ہو یہاں تک کہ اگر بچہ کا باپ اور بھائی دونوں ساتھ ہیں تو باپ اس کی طرف سے احرام باندھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب: ⑥

عمرہ کے بیان میں

عمرہ شرع میں خانہ کعبہ کی زیارت اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے کو کہتے ہیں جو احرام کے ساتھ ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے عمرہ ہمارے نزدیک سنت ہے واجب نہیں ایک سال میں کئی عمرے کرنا جائز ہے عمرہ تمام سال میں جائز ہے لیکن وہ قارن[1] کے سوا اور شخص پر سال کے پانچ دنوں میں مکروہ ہے اور وہ عرفہ اور قربانی کا دن اور ایام تشریق ہیں اظہر مذہب یہی ہے جو مذکور ہوا لیکن باوجود کراہت کے بھی اگر ان دنوں میں عمرہ کر لیا تو صحیح ہوگا اور اس کا احرام باقی رہے گا یہ ہدایہ میں لکھا ہے منتقی میں ہے کہ امالی میں بشرؒ نے ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ جس شخص نے عمرہ کا احرام اول عشرہ میں باندھا اور مکہ میں ایام تشریق میں آیا تو میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ طواف میں اس قدر تاخیر کرے کہ تشریق کے دن گزر جائیں پھر طواف کرے اور اس کو احرام کا توڑنا واجب نہیں ہے اور اگر انہیں دنوں میں طواف کر لیا تو جائز ہے اور اس پر قربانی واجب[2] نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔

عمرہ کے رکن، شرائط، سنتیں آداب اور ممنوعات:

عمرہ کا رکن طواف ہے اور واجب عمرہ میں صفا ومروہ کے درمیان میں سعی کرنا اور سر منڈوانا یا بال کتروانا ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے وقت حج کے سوا شرطیں اس کی وہی ہیں جو حج کی شرطیں ہیں یہ بدائع میں لکھا ہے سنتیں اور آداب عمرہ کے وہی ہیں جو سعی سے فارغ ہونے تک حج کی سنتیں اور آداب ہیں اور منجملہ سات طوافوں کے اکثر طواف سے پہلے اگر جماع کر لیا تو یہ عمرہ کا مفسد ہے یہ بحر الرائق باب فوات الحج میں بدائع سے نقل کیا ہے جو شخص فقط عمرہ کا احرام باندھے وہ میقات سے یا میقات کے قبل سے حج کے مہینوں میں یا ان کے سوا اور مہینوں میں احرام باندھے اور لبیک کے وقت دل سے عمرہ کی نیت کر کے زبان سے بھی ذکر کرے اور یوں کہے لبیک بالعمرۃ یا فقط دل سے قصد کرے زبان سے نہ کہے اور زبان سے ذکر کرنا افضل ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جو چیزیں حج کے احرام میں منع ہیں وہ عمرہ کے احرام میں بھی منع ہیں اور عمرہ کے احرام میں طواف اور صفا ومروہ کے درمیان میں سعی اسی طرح کرے جیسے کہ حج میں کرتے ہیں اور جب طواف اور سعی کر چکے اور سر منڈوا لے تو عمرہ کے احرام سے باہر ہو گیا اور اصح روایت کے بموجب حجر اسود کو بوسہ دے کر لبیک موقوف کر دے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

---

[1] قارن قران کرنے والا اور اس کا بیان آئندہ آتا ہے وہاں دیکھنا چاہیے۔

[2] واضح ہو کہ اصل نسخہ میں اس مقام پر ایک مسئلہ مذکور ہے جس کا ترجمہ مترجم سے رہ گیا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اسے توڑ دے پھر اگر اس نے نہ توڑا اور نہ طواف کیا یہاں تک کہ تشریق کے دن گزر گئے پھر عمرہ کا طواف ادا کیا تو کافی ہے اور اس پر ایسا کرنے سے جرمانہ کی کچھ قربانی نہ ہوگی کذافی المحیط۔ امیر علی عفا اللہ عنہ۔

باب: ⑦

قران اور تمتع کے بیان میں

قارن وہ شخص ہے جو حج اور عمرہ دونوں کے احراموں کو جمع کرے خواہ میقات سے احرام باندھے خواہ اس کے قبل سے خواہ حج کے مہینوں میں احرام باندھے یا اس کے قبل سے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے خواہ ان دونوں کا حرام ساتھ باندھا یا حج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کا احرام اس میں ملالیا یا عمرہ کا احرام باندھ کر احرام حج ملالیا لیکن اگر حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام اس میں ملالیا تو یہ فعل برا کیا یہ محیط میں لکھا ہے جب کوئی شخص قران کا ارادہ کرے تو اسی طرح احرام باندھے جیسے حج کرنے والا باندھتا ہے یعنی وضو اور غسل کرے اور دو رکعت نماز پڑھے اور سلام کے بعد یوں کہے: اللّٰھم انی ارید العمرة والحج پھر اس طرح لبیک کہے: لبیك لعمرة حجة معا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

لبیک کے وقت ان دونوں کی دل سے نیت کر کے زبان سے بھی ذکر کرے یا فقط دل سے نیت کرے زبان سے نہ کہے اور زبان سے کہنا افضل ہے پس جب اس طرح لبیک کہہ چکا تو دونوں کا احرام ہو گیا پس حج کے مہینوں میں یا اس سے پہلے عمرہ کرے اور اسی سال میں حج بھی کرلے یہ محیط کے بیان تعلیم اعمال حج میں لکھا ہے اور قارن اول افعال عمرہ کے ادا کرے اس کے بعد افعال حج کے ادا کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پس قارن کو چاہئے کہ اول سات مرتبہ طواف قدوم کرے پھر سعی کرے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر حج اور عمرہ کے واسطے پے در پے دونوں طواف کر لئے اور ان دونوں کے درمیان میں سعی نہ کی اور پھر ان دونوں کے واسطے دوبارہ سعی کی تو جائز ہے لیکن برا کیا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر قارن تین مرتبہ عمرہ کا طواف کرے پھر عمرہ کے واسطے سعی کرے پھر اسی طرح حج کا طواف کرے پھر عرفہ میں وقوف کرے تو جس قدر حج کو طواف کیا تھا وہ عمرہ کے طواف میں محسوب ہوگا اور ایک مرتبہ اور طواف کر کے عمرہ کا طواف تمام کرے اور دونوں کی سعی کا اعادہ کرے حج کی سعی کا اعادہ واجب ہے اور عمرہ کی سعی کا اعادہ مستحب اس حالت میں وہ شخص قارن ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر قارن نے اول حج کے واسطے طواف اور سعی کر لی پھر عمرہ کے واسطے طواف اور سعی کی تو پہلا طواف و سعی عمرہ سے ادا ہوں گے اور دوسرا حج سے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اگر قارن نے عمرہ اور حج کے واسطے طواف کیا اور پھر حج کی نیت سے سعی کی تو وہ سعی عمرہ سے ادا ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے حج اور عمرہ کے درمیان میں سر نہ منڈوائے یہ ہدایہ میں لکھا ہے جب قربانی کے روز جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارے تو قران کی قربانی ذبح کرے اور یہ قربانی بھی منجملہ مناسک حج کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ہمارے نزدیک سر منڈوانے سے احرام سے باہر ہوتا ہے نہ ذبح کرنے سے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر قارن قربانی کو اپنے ساتھ ہانک کر لے چلے تو افضل ہے پھر سر منڈوائے یا بال کتروائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے متمتع وہ شخص ہے کہ عمرہ کے اعمال حج کے مہینوں میں ادا کرے یا تین مرتبہ سے زیادہ طواف عمرہ کا حج کے مہینوں میں کرے پھر حج کا احرام باندھے اور اسی سال میں اپنے اہل و عیال میں المام[1] صحیح سے پہلے حج کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے خواہ پہلے احرام سے باہر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے تمتع میں یہ شرط نہیں ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام موجود ہو بلکہ یہ شرط ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ یا اکثر طواف عمرہ کے ادا ہوں پس اگر تین مرتبہ رمضان میں طواف کیا پھر شوال آ گیا اور باقی چار مرتبہ طواف شوال میں کیا پھر اسی سال میں حج کیا تو وہ

---

[1] المام فرود آمدن اور یہاں مراد یہ ہے کہ مکہ سے لوٹ کر اپنے اہل و عیال میں آیا۔

متمتع ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر متمتع نے عمرہ کے اکثر طواف حج کے مہینوں سے پہلے ادا کر لئے اور اسی سال میں حج کیا تو متمتع نہ ہوگا بلکہ اس نے عمرہ اور حج جدا جدا کیا اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور تمتع میں یہ شرط نہیں کہ جس سال میں عمرہ کا احرام باندھے اسی سال میں حج بھی کرے بلکہ یہ شرط ہے کہ جس سال میں عمرہ کیا ہے اس سال میں حج کرے یہاں تک کہ اگر رمضان میں احرام باندھا اور سال آئندہ کے شوال تک اسی طرح احرام باقی رکھا پھر عمرہ کا طواف سال آئندہ کیا اور پھر اسی سال میں حج کیا تو وہ شخص متمتع ہوگا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور المام صحیح اس کو کہتے ہیں کہ اپنے اہل وعیال میں لوٹ کر آئے اور مکہ کو لوٹنا اس پر واجب نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اور المام صحیح اس متمتع سے ہو سکتا ہے جو قربانی کو ہانک کر نہ لے جائے لیکن اگر قربانی کو خود ہانک کر لے گیا تو المام اس کا فاسد ہے اور وہ تمتع کے صحیح ہونے کا مانع نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کیا پھر اس سے باہر ہو گیا اور اپنے اہل وعیال میں لوٹ کر آیا پھر اسی سال میں حج کیا تو تمتع نہ ہوگا اور اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور اس کے تین پھیرے کر لئے اور احرام سے باہر ہو گیا اور اپنے اہل وعیال میں لوٹ کر آیا۔

پھر مکہ کو گیا اور جس قدر عمرہ باقی ہے اس کو قضا کیا اور احرام سے باہر ہو گیا اور اسی سال میں حج کیا تو وہ متمتع ہے اور اگر چار مرتبہ طواف کر لیا تھا پھر لوٹا باقی وہی صورتیں ہیں جو پہلے مسئلہ میں مذکور ہوئیں تو متمتع نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور احرام سے باہر ہونے سے پہلے اپنے اہل وعیال میں لوٹ کر آیا اور احرام اس کا اس طرح باقی تھا پھر اسی احرام سے مکہ کو گیا اور عمرہ کو تمام کیا پھر اسی سال میں حج کیا تو بالا جماع متمتع ہوگا اور یہ صورت یوں ہو سکتی ہے کہ کسی نے عمرہ کا تین بار یا اس سے کم طواف کیا پھر احرام کی حالت میں اپنے اہل وعیال میں آیا اور اگر عمرہ کا طواف نصف سے زیادہ یا کل کر چکا اور احرام سے باہر نہیں ہوا اور اپنے اہل وعیال میں آ گیا اور احرام اسی طرح باقی تھا پھر لوٹا اور مکہ کو گیا اور باقی عمرہ پورا کیا اور اسی سال میں حج کیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب متمتع ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک متمتع نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے تمتع دو قسم کے ہیں ایک وہ جو قربانی کا ہانکتا چلے دوسرے وہ جو قربانی کو نہ ہانکے جو متمتع کہ قربانی کو نہیں ہانکتا اس کی صفت یہ ہے کہ میقات سے ابتدا کر کے عمرہ کا احرام باندھے اور مکہ میں داخل ہو اور عمرہ کے لئے طواف اور سعی کرے اور سر منڈوائے یا بال کترائے پس وہ عمرہ سے باہر ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے میقات سے احرام باندھنا عمرہ اور تمتع کے لئے شرط نہیں ہے یہاں تک کہ اگر اپنے گھر سے یا اور کہیں سے احرام باندھے تو صحیح ہے اور متمتع ہو جائے گا اور اسی طرح عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد سر منڈوانا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر چاہے احرام سے باہر ہو اور اگر چاہے اسی طرح احرام میں باقی رہے یہاں تک کہ حج کا احرام باندھ لے یہ تبیین میں لکھا ہے اور جب طواف شروع کرے اور حجر اسود کو بوسہ دے اس وقت لبیک چھوڑ دے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ پھر بغیر احرام کے مکہ میں رہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے مکہ میں رہنا شرط نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر اسی سال میں حج کے واسطے رہنا منظور ہے تو حج کے احرام کے وقت تک بغیر احرام کے رہے اور اگر مکہ میں احرام کی حالت میں رہا تو جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے جب آٹھویں تاریخ ہو حج کا احرام مسجد سے باندھے اور شرط یہ ہے کہ حرم سے باندھے مسجد سے باندھنا لازم نہیں ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور مسجد سے باندھنا افضل ہے اور مکہ سے باندھنا افضل ہے بہ نسبت حرم کے اور مقاموں کے جو مکہ کے سوا ہیں یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور آٹھویں تاریخ احرام باندھنا بھی لازم نہیں بلکہ اگر عرفہ کے دن احرام باندھے تو جائز ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔

اگر آٹھویں تاریخ سے پہلے احرام باندھے تو جائز ہے اور وہ افضل ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور جس قدر جلدی کرے وہ افضل ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور وہ سب افعال ادا کرے کہ جو فقط حج کرنے والا کرتا ہے مگر طواف تحیہ نہ کرے اور طواف زیارت

میں اکڑ کر چلے اور اس کے بعد سعی کرے اور اگر اس متمتع نے حج کے احرام کے بعد طواف قدوم کیا اور سعی کی تو طواف زیارت میں اکڑ کر نہ چلے خواہ طواف قدوم میں اکڑ کر چلا ہو یا نہ چلا ہو اور اس کے بعد سعی بھی نہ کرے یہ نہایہ اور فتح القدیر میں لکھا ہے اور متمتع پر جو اللہ نے یہ انعام کیا ہے کہ اس کا حج اور عمرہ دونوں جمع ہوئے اس کے شکر میں اس پر قربانی واجب ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور جب تک قربانی ذبح نہ کرے تب تک سر نہ منڈوائے اور اگر تندرست ہو اور قربانی کی قیمت میسر نہ ہو تو ایام حج میں تین دن کے روزے رکھے اور یہ تینوں روزے عمرہ کے احرام کے بعد عرفہ کے دن تک رکھنا جائز ہیں اس سے پہلے اور عرفہ کے بعد جائز نہیں اور افضل یہ ہے کہ ساتویں اور آٹھویں اور نویں تاریخ روزہ رکھے تاکہ آخر روزہ عرفہ کے دن ہو یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر رات سے نیت کرے گا تو یہ روزہ جائز نہ ہوگا جیسے کہ اور سب کفاروں کے روزوں کا حکم ہے اور یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے برابر روزہ رکھے چاہے جدا جدا رکھے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور جب اس سے فارغ ہوا اور سر منڈوانے کا دن آیا تب سر منڈوائے یا بال کتروائے پھر ہمارے نزدیک ایام تشریق[1] گزر جانے کے بعد سات روزے رکھے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اگر یہ روزہ حج سے فارغ ہونے کے بعد مکہ میں رہ کر رکھے تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ قدوری میں لکھا ہے امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے جس نے تین روزے نہیں رکھے اس پر سات روزے رکھنا واجب نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر تین دن کے روزے پورے ہونے سے پہلے یا اس کے بعد ایام ذبح میں سر منڈوانے یا احرام سے باہر ہونے سے پہلے قربانی پر قادر ہو گیا تو اس کے روزے باطل ہو جائیں گے اور بغیر قربانی کے احرام سے باہر نہ ہوگا اور اگر سر منڈوانے اور احرام سے باہر ہونے کے بعد اور سات روزے رکھنے سے پہلے قربانی میسر ہوئی تو اس کے روزے صحیح ہو گئے اور قربانی کا ذبح کرنا اس پر لازم نہیں ہے اور اگر تین دن کے روزے رکھ لئے اور احرام سے باہر نہیں ہوا یہاں تک کہ ذبح کے دن گزر گئے پھر قربانی میسر ہوئی تو روزے اس کے جائز ہیں اور کچھ اس پر واجب نہیں حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے یہی روایت کی ہے اور اگر تین دن کے روزے نہیں رکھے تو اس کے بعد اس کو روزہ رکھنا جائز نہیں اور قربانی کے سوا اور کچھ اس کو چارہ نہیں اور اگر قربانی نہ پائی اور احرام سے باہر ہو گیا تو اس پر دو قربانیاں واجب ہیں ایک متعہ کی اور ایک قربانی سے پہلے احرام سے باہر ہو جانے کی روزے چھوڑنے کی وجہ سے قربانی لازم نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اور اس کے ادا سے عاجز ہوا یا مر گیا اور وصیت کر گیا تو فدیہ جائز نہ ہوگا قربانی ہی اس کی طرف لازم ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اور اگر قربانی موجود ہے اور پھر بھی اس نے روزے رکھے تو اس بات کو دیکھیں گے کہ اگر قربانی اس کے پاس نحر کے دن تک باقی رہی تو وہ روزے جائز نہ ہوں گے اور اگر اس سے پہلے ہلاک ہو گئی تو جائز ہوں گے یہ تبیین میں لکھا ہے قربانی کے وجوب میں قارن[2] کا بھی وہی حکم ہے جو متمتع کا ہے یعنی اگر قربانی میسر ہو تو قربانی واجب ہے اور اگر اس پر قادر نہ ہو تو روزے رکھے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔ متمتع اگر قربانی ہانک کر لے چلنے کا ارادہ کرے تو احرام باندھے پھر قربانی کو ہانکے یہ قدوری میں لکھا ہے قربانی ہانک کر لے چلنے والا اس شخص سے افضل ہے جو قربانی ہانک کر نہ لے چلے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور اگر قربانی ہانک کر لے چلا اور اس کی نیت تمتع کی تھی اور جب عمرہ سے فارغ ہوا تو اس کا یہ قصد ہوا کہ تمتع نہ کرے تو اس کو یہ اختیار ہے اور اپنی قربانی کو جو چاہے کرے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

قران ان لوگوں کے واسطے جو میقات کے باہر رہنے والے ہیں تمتع سے اور مفرد حج کرنے سے افضل ہے اور تمتع ان کے حق میں اکیلا حج کرنے سے افضل ہے ظاہر روایت میں یہی مذکور ہے یہ محیط میں لکھا ہے اہل مکہ کے واسطے تمتع اور قران نہیں ان کے واسطے

---

[1] تصریح اپنے مقام پر مذکور ہو چکی وہاں دیکھنا چاہئے۔☆ مترجم کو سہو ہوا تفصیل گزری نہیں بلکہ چند صفحات بعد طواف زیارت کے بیان میں درج کی ہے۔ ... (حافظ)

[2] قارن و متمتع کی توضیح گزر چکی۔

صرف حج ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اسی طرح میقات والوں اور میقات سے مکہ کی طرف رہنے والوں کا بھی وہی حکم ہے جو اہل مکہ کا ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر مکی کوفہ کو جائے اور وہاں سے آ کر قران کرے تو اس کا قران صحیح ہوگا اور اگر کوفہ کو جائے اور عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کرے پھر حج کرے تو متمتع نہ ہوگا اور اگر مکی کوفہ کو جائے اور عمرہ کا احرام باندھے اور قربانی ہانک کر لے چلے تو متمتع نہ ہوگا اور قربانی ہانکنے کے ساتھ الما م اس کا صحیح ہو جائے گا کوفہ میں رہنے والے کا حکم اس کے خلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کو ادا کیا اور احرام سے باہر ہو گیا اور مکہ میں مقیم ہوا پھر عمرہ کا احرام باندھا پھر اسی سال میں حج کیا تو متمتع نہ ہوگا پس اگر پہلے عمرہ سے فارغ ہو کر مکہ سے چلا گیا اور حج کے مہینوں سے پہلے میقات سے باہر ہو گیا اور وہاں سے عمرہ کا احرام حج کے مہینوں میں باندھا اور اسی سال میں حج کیا تو متمتع ہوگا اور اگر حج کے مہینوں میں میقات سے باہر ہو گیا تو متمتع نہ ہوگا لیکن اگر اپنے اہل وعیال میں چلا گیا پھر عمرہ کیا پھر اسی سال میں حج کیا تو متمتع ہو جائے گا یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ دونوں صورتوں میں متمتع ہوگا خواہ حج کے مہینوں میں پہلے میقات سے باہر ہو یا بعد یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کسی کوفی نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور مکہ یا بصرہ میں ٹھہرا اور اسی سال میں حج کیا تو متمتع ہو جائے گا یہ متون میں لکھا ہے اور اگر حج کے مہینوں میں عمرہ کیا پھر اس کو فاسد کر دیا اور اسی فساد کی حالت میں پورا کیا اور اسی سال میں حج بھی کیا تو متمتع نہ ہوگا اور اگر فاسد عمرہ کی قضا کی اور اسی سال میں حج کیا تو اگر میقات کی طرف لوٹنے سے پہلے اس کی قضا کی تو فقہا کے قول کے بموجب متمتع نہ ہوگا اور اگر میقات کی طرف لوٹنے کے بعد اس کی قضا کی تو متمتع ہوگا اور اگر فاسد عمرہ کی قضا کی اور کسی ایسے موقع میں چلا گیا جہاں کے لوگ متعہ اور قران کر سکتے ہیں پھر مکہ کو لوٹا اور فاسد عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال میں حج کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ وہ متمتع نہ ہوگا لیکن اگر وہ اپنے اہل و عیال میں چلا جائے پھر عمرہ کا احرام باندھ کر لوٹے تو متمتع ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

یہ حکم اس صورت میں ہے کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرے اور اس کو فاسد کر دے اور اگر اس نے حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کیا اور پھر اس کو فاسد کر دیا پھر اسی فساد کی حالت میں پورا کیا اور میقات سے باہر نہیں نکلا یہاں تک کہ حج کے مہینے آ گئے اور حج کے مہینہ میں عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال میں حج کیا تو بالاجماع متمتع ہوگا اور اگر اپنے اہل وعیال کے سوا کہیں اور ایسے مقام میں گیا جہاں کے لوگوں کو قران اور تمتع جائز ہے پھر مکہ کو آیا اور حج کے مہینوں میں عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال میں حج کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب اگر شوال کا چاند میقات سے باہر دیکھا تھا اور جب حج کے مہینے شروع ہوئے تو وہ تمتع کی اہلیت رکھتا تھا پھر مکہ کو آیا اور حج کے مہینوں میں عمرہ کو قضا کیا اور اسی سال میں حج کیا تو متمتع ہوگا اور اگر شوال کا چاند میقات کے اندر دیکھا اور حج کے مہینے جب شروع ہوئے تو وہ تمتع کی اہلیت نہیں رکھتا تھا اور توجہ کرنا اس کو جائز نہیں تو تمتع جائز نہ ہونے کا حکم اس وقت تک نہ اٹھے گا جب تک وہ اپنے اہل وعیال میں نہ آ جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں متمتع ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور جس نے حج کے مہینوں میں عمرہ کیا اور اسی سال میں حج کیا اور ان دونوں میں کسی کو فاسد کر دیا تو اس کے ارکان اسی طرح ادا کرتا رہے اور متعہ[1] کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر تمتع کیا اور قربانی کی تو وہ متعہ کی قربانی نہ ہوگی یہ کنز میں لکھا ہے۔

---

[1] یعنی تمتع کی قربانی جو اس کے ذمہ واجب ہوتی وہ اس صورت میں ساقط ہو جائے گی کیونکہ وہ اس صورت میں متمتع

باب: ۸

حج کے گناہوں کے بیان میں

اِس میں پانچ فصلیں ہیں:

فصل: ۱

اس چیز کے بیان میں جو خوشبو اور تیل لگانے سے واجب ہوتی ہے خوشبو سے مراد وہ چیز ہے جس میں اچھی بو آتی ہے اور عقلمند اس کو خوش بو میں شمار کرتے ہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو چیزیں بدن پر لگائی جاتی ہیں وہ تین قسم کی ہیں ایک قسم وہ ہے جو نری خوشبو ہے اور خوشبو میں ہی گنی جاتی ہے جیسے کہ مشک اور کافور اور عنبر اور اسی طرح کی اور چیزیں ان کا استعمال کسی طرح سے کرے کفارہ واجب ہوگا یہاں تک کہ فقہا نے کہا ہے کہ اگر ان چیزوں کو بطور دوا کے آنکھ میں لگایا تو کفارہ واجب ہوگا دوسری قسم وہ ہے جس کی ذات میں خوشبو نہیں اور نہ خوشبو کے حکم میں ہے اور نہ کسی طرح خوشبو بنتی ہے جیسے چربی پس خواہ اس کو کھائے یا ملے یا پاؤں کی بوائی میں بھرے تو کفارہ واجب نہ ہوگا ایک قسم وہ ہے جو اپنی ذات سے خوشبو نہیں ہے لیکن وہ خوشبو کی اصل ہے اور خوشبو کے طور پر بھی کام میں آتی ہے اور دوا کے طور پر بھی استعمال کی جاتی ہے جیسے زیتون اور تل کا تیل تو استعمال کا اعتبار ہوگا اگر اس کو تیل لگانے کے طور پر استعمال کیا ہے تو خوشبو کا حکم ہوگا اور اگر کھانے میں یا بوائی کے اندر بھرنے میں استعمال کیا ہے تو اس کے واسطے خوشبو کا حکم نہ ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔

خوشبو کے منع ہونے کا حکم بدن اور ازار اور بچھونے میں برابر ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر بہت سی خوشبو کا استعمال کیا تو قربانی واجب ہوگی اور اگر تھوڑی خوشبو کا استعمال کیا تو صدقہ واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے قلیل اور کثیر کی حد میں مشائخ کا اختلاف ہے بعض مشائخ نے کثرت کا اعتبار بڑے عضو سے کیا ہے جیسے ران اور پنڈلی اور بعض مشائخ نے کثرت کا اعتبار بڑے عضو کی چوتھائی سے کیا ہے اور شیخ امام ابو جعفرؒ نے قلت اور کثرت کا اعتبار اصل خوشبو سے کیا ہے یعنی اگر اصل میں خوشبو اس قدر ہو جس کو لوگ بہت سمجھتے ہیں جیسے دو چلو گلاب اور ایک چلو غالیہ[1] اور مشک تو وہ کثیر ہے اور جس کو لوگ کثیر نہیں سمجھتے وہ قلیل ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں موافقت کی جائے اور یوں کہا جائے کہ اگر خوشبو تھوڑی ہو تو عضو سے اس کا اعتبار کیا جائے گا خوشبو کی ذات کا اعتبار نہ کیا جائے گا پس اگر اس کو سارے عضو پر لگا دے گا تو کثیر ہوگی اور قربانی لازم ہوگی اور تھوڑے عضو پر لگا دے گا تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر اس میں خوشبو بہت آتی ہو تو خوشبو کی ذات کا اعتبار ہے عضو کا اعتبار نہیں پس اگر چوتھائی عضو پر لگا دے گا تو قربانی واجب ہوگی یہ محیط سرخسی اور تبیین میں لکھا ہے یہ حکم بدن پر خوشبو لگانے کا تھا اور اگر کپڑے اور بچھونے پر خوشبو لگائی تو اس میں بھی ہر حال میں قلت اور کثرت کا اعتبار ہوگا اور قلیل اور کثیر میں فرق یہ ہے کہ جس کو عرف میں کثیر سمجھتے ہوں وہ کثیر ہے جس کو قلیل سمجھتے ہوں وہ قلیل ہے اور اگر عرف مقرر نہ ہو تو خوشبو لگانے والا جس کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے اور جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور خوشبو کے اجزا سب صورتوں میں برابر ہیں خواہ عمداً لگائی ہو خواہ بھول کر لگائی ہو یا اپنی خوشی سے لگائی ہو یا کسی کی زبردستی سے لگائی ہو اور عورت اور مرد اس حکم میں برابر ہیں یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر تمام اعضا پر خوشبو لگائی تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اس لئے کہ جنس ایک ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر ہر عضو پر جدا جدا مجلس میں خوشبو لگائی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر عضو کے عوض کفارہ

---

[1] غالیہ ایک قسم کی خوشبودار مرکب چیز ہے جس کو عورتیں چہرہ پر ملتی ہیں ہندی میں اوگجہ بولتے ہیں۔

واجب ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر اول عضو کا کفارہ دے چکا تھا تو دوسرے عضو کے بدلے قربانی واجب ہوگی اور اگر اول عضو کا کفارہ نہیں دیا ہے تو ایک ہی قربانی کافی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

اگر سر مہندی سے خضاب کیا تو قربانی واجب ہوگی یہ حکم اس صورت میں ہے کہ وہ مہندی پتلی بہتی ہوئی ہو اور اگر گاڑھی سر پر لگائی تو دو قربانیاں واجب ہوں گی ایک خوشبو ملنے کی دوسری سر ڈھکنے کی یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر سر پر وسمہ سے خضاب کیا تو کچھ واجب نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے یہ روایت ہے کہ اگر سر پر وسمہ کا خضاب دردسر کے علاج کے واسطے لگایا تو اس پر جزا لازم ہوگی اس لئے کہ اس سے سر ڈھک جاتا ہے یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے سر اور داڑھی کو خطمی سے نہ دھوئے اور اگر دھویا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی لازم ہوگی اور اگر صاحب احرام اشنان سے نہائے اور اس میں خوشبو نہ ہو تو اگر وہ ایسی ہو کہ دیکھنے والا اس کو اشنان کہے تو اس پر صدقہ لازم ہوگا اور اگر دیکھنے والا اس کو خوشبو کہے تو قربانی لازم ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اور خوشبو ایک پورے عضو پر لگائے تو قربانی لازم ہوگی خواہ خوشبو لگانے کا قصد کرے یا نہ کرے اور اگر اس سے کم لگائے تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر خوشبو کو چھوا اور وہ لگی نہیں تو کچھ واجب نہ ہوگا اور امام محمدؒ سے یہ روایت ہے کہ اگر کسی شخص نے خوشبو کا سرمہ ایک یا دو بار لگایا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر بہت بار لگایا تو قربانی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر خوشبو اعضا پر جدا جدا لگائی تو وہ سب جمع کی جائے گی پس اگر وہ سب ایک عضو کامل کے برابر ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی ورنہ صدقہ واجب ہوگا اور اگر زخم میں ایسی دوا لگائی جس میں خوشبو تھی پھر ایک دوسرا زخم پیدا ہوا اور ان دونوں زخموں میں ساتھ دوا لگائی پس جب تک پہلا زخم اچھا نہ ہو جائے گا دوسرے زخم کا کفارہ اس پر واجب نہ ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر خوشبو کی چیز کسی کھانے میں پک گئی اور متغیر ہوگئی تو صاحب احرام پر اس کے کھانے سے کچھ واجب نہ ہوگا خواہ اس میں خوشبو آتی ہو یا نہ آتی ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر خوشبو کی چیز کو کسی کھانے کی چیز میں بغیر پکائے ملا دیا تو اگر خوشبو کی چیز مغلوب ہے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اگر خوشبو آتی ہوگی تو مکروہ ہے اور اگر خوشبو غالب ہو تو جزا واجب ہوگی اور اگر خوشبو کی چیز کو پینے کی چیز میں ملایا[1] تو اگر خوشبو غالب ہوگی تو قربانی لازم ہوگی ورنہ صدقہ لازم ہوگا لیکن اگر بہت بار پئے گا تو قربانی لازم ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر اصل خوشبو کی چیز بغیر کسی کھانے میں ملائے کھائے تو اگر بہت ہے تو قربانی لازم ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی ایسے گھر میں داخل ہوا جو خوشبو میں بسایا گیا تھا اور اس کے کپڑوں میں خوشبو آنے لگی تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ خود اس نے کوئی نفع نہیں لیا لیکن اگر کپڑوں کو بسایا اور اس میں خوشبو آنے لگی تو اگر بہت خوشبو آنے لگی تو قربانی واجب ہوگی اور اگر تھوڑی ہے تو صدقہ واجب ہوگا اس لئے کہ خود اس سے نفع لیا اور اگر کپڑوں میں کچھ خوشبو نہ بسی تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر بدن پر تیل لگایا تو اگر خوشبو کا تیل ہے جیسے روغن بنفشہ اور خوشبودار تیل تو اگر پورے عضو کو لگا دے گا تو قربانی واجب ہوگی اور اگر وہ تیل خوشبودار نہیں ہے جیسے زیتون اور تل کا تیل تو بھی امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب قربانی لازم ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے جب خوشبو لگانے کی وجہ سے جزا لازم ہو تو اس کا بدن یا کپڑے سے دور کرنا بھی لازم ہے اور اگر کفارہ دینے کے بعد اس کو دور نہ کیا تو دوسری قربانی کے واجب ہونے میں اختلاف ہے اظہر یہ ہے کہ اس کے باقی رہنے کی وجہ سے دوسری قربانی واجب ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور پھول اور خوشبو کی چیزیں اور خوشبودار پھولوں کے سونگھنے سے کچھ لازم نہیں ہوتا لیکن ان کا سونگھنا مکروہ ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے

اگر مشک یا کافور یا عنبر اپنی اپنی ازار کے کنارہ میں باندھ لیا تو فدیہ لازم ہوگا اور اگر عود باندھا تو کچھ لازم نہ ہوگا اگر چہ اس

---

[1] جیسے دستور ہے کہ عرق گلاب و کیوڑہ وغیرہ پانی ملا کر پیتے ہیں۔

کی خوشبو آتی ہو اگر عطار کی دکان یا ایسی جگہ بیٹھے جہاں خوشبو کی دھونی دی گئی ہو کچھ مضائقہ نہیں لیکن خوشبو سونگھنے کے واسطے وہاں بیٹھنا مکروہ ہے صاحب احرام کو خبیص کھانے میں مضائقہ نہیں خبیص ایک حلوا ہوتا ہے جس میں زعفران ڈالی جاتی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر احرام سے پہلے خوشبو لگائی پھر وہ احرام کے بعد اس کے بدن میں دوسری جگہ منتقل ہو گئی تو بالاتفاق کچھ واجب نہ ہوگا یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

فصل: ②

لباس کے بیان میں

اگر صاحب احرام سلے ہوئے کپڑے عادت کے بموجب ایک دن رات تک پہنے تو قربانی واجب ہوگی اور اگر اس سے کم پہنے تو صدقہ لازم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے برابر ہے کہ بھول کر پہنے یا جان کر پہنے اور اس مسئلہ کا حکم جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور اپنے اختیار سے پہنے یا کسی کی زبردستی سے پہنے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اگر اپنے دونوں مونڈھوں میں قبا داخل کی اور دونوں ہاتھ آستینوں میں نہ ڈالے تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر طیلسان پہنی اور اس کی گھنڈیاں نہ لگائیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر قبا یا طیلسان کی گھنڈیاں ایک دن بھر لگائیں تو قربانی لازم ہوگی اور اگر چادر یا ازار کو ایک دن بھر کسی رسی سے باندھا تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن مکروہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر صاحب احرام سلا ہوا کپڑا کئی دن پہنے پس اگر اس نے رات دن میں کبھی نہ نکالا تو بالاجماع ایک قربانی کافی ہے اور اگر قربانی کرنے کے بعد پھر ایک پورے دن بھر پہنا تو بالاجماع دوسری قربانی واجب ہوگی اس لئے کہ اس پر مداومت کرنا دوسرے لباس کے حکم میں ہے چنانچہ اگر کوئی سلے ہوئے کپڑے پہن کر احرام باندھے اور احرام کے بعد پورے ایک دن اسی کو پہنے رہے تو اس پر قربانی لازم ہوتی ہے اور اگر اس کو نکال لیا اور اس کے چھوڑنے کا ارادہ کیا پھر پہنا تو اگر اول کا کفارہ دے چکا ہے تو اس پر بالاجماع دوسرا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اول کا کفارہ نہیں دیا ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اس پر دو کفارے لازم ہوں گے اور اگر اس کو دن میں پہنتا ہو اور رات کو نکال لیتا ہو لیکن چھوڑنے کے ارادہ سے نہ نکالتا ہو تو بالاجماع ایک ہی قربانی لازم ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر ایک دن کے کچھ حصہ میں قمیص[1] پہنی پھر اسی دن پائجامہ پہنا پھر اسی دن موزے پہنے اور ٹوپی اوڑھی تو ایک کفارہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک دن بھر صاحب احرام اپنا سر یا منہ ڈھکے تو اس پر قربانی لازم ہوگی اور ایک دن سے کم ڈھکے تو صدقہ لازم ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اسی طرح اگر ایک پوری رات سر یا منہ ڈھکا تو بھی یہی حکم ہے خواہ جان کر ڈھکا ہو یا بھول کر یا سوتے میں ڈھکا ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر چوتھائی سر یا اس سے زیادہ ایک دن ڈھکا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر اس سے کم ڈھکا تو صدقہ واجب ہوگا روایت مشہور میں یہی مذکور ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بغیر بیماری کے سر پر یا منہ پر پٹی باندھنا مکروہ ہے اور اگر پورے دن بھر پٹی باندھی تو صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر اپنے بدن پر دوسری جگہ پٹی باندھی تو اگرچہ بہت ہو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن بغیر عذر ایسا کرنا مکروہ ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر صاحب احرام نے کوئی چیز اپنے سر پر رکھی تو اگر وہ ایسی چیز ہے جس سے سر کہیں ڈھکا کرتے جیسے طشت اور برتن اور گیہوں کے ناپنے کا پیمانہ اور مثل اس کے اور چیزیں تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر کپڑے کی قسم سے ایسی چیزیں ہیں جن سے سر ڈھکتے ہیں تو جزا لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر صاحب احرام کسی احرام والے یا بے احرام والے کو سلا ہوا یا خوشبو لگا ہوا کپڑا پہنا دے تو بالاجماع اس پر کچھ واجب نہ

---

[1] قمیص عربی میں کرتہ کو کہتے ہیں۔

ہوگا یہ ظہیریہ میں لکھا ہے۔

اگر صاحب احرام جانتے بوجھتے زائد کپڑے زیب تن کرے؟

اگر صاحب احرام سلا ہوا کپڑا پہننے پر مضطر تھا اور جہاں ایک کپڑا پہننے کی ضرورت ہے وہاں دو کپڑے پہنے تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور وہ ضرورت کا کفارہ ہے مثلاً ایک قمیص کے پہننے پر مجبور تھا اور اس نے دو قمیصیں پہنیں یا ایک قمیص اور ایک جبہ پہنا یا ایک ٹوپی کی ضرورت تھی اور اس نے ٹوپی کے ساتھ عمامہ بھی باندھا تو ایک ہی کفارہ واجب ہوگا اور اگر دو کپڑے دو مختلف موقعوں پر پہنے جن میں سے ایک موضع ضرورت تھا اور ایک نہ تھا مثلاً اس کو عمامہ یا ٹوپی کی ضرورت تھی اور اس نے دونوں کے ساتھ قمیص پہنی یا اور کسی طرح ایسا ہی کیا تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے ایک کفارہ ضرورت کا اور ایک اختیار کا اور اگر ضرورت کی وجہ سے کپڑا پہنتا تھا پھر وہ ضرورت جاتی رہی اور وہ اسی طرح ایک یا دو دن پہنتا رہا پس جب تک ضرورت کے زائل ہونے میں شک ہے تب تک فقط کفارہ ضرورت کا واجب ہوگا اور جب ضرورت کے زائل ہو جانے کا یقین ہو گیا تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے ایک کفارہ ضرورت کا اور ایک کفارہ اختیار کا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اصل ان مسائل کے جنس میں یہ ہے کہ موضع ضرورت میں اگر زیادتی کرے تو وہ بھی گناہ سمجھا جاتا ہے بلکہ کل کی ضرورت سمجھی جاتی ہے اور اگر موضع ضرورت کے سوا اور کہیں زیادتی کرے تو وہ نیا گناہ سمجھا جاتا ہے یہ محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہے صاحب احرام اگر بیمار ہو یا اس کو بخار آئے اور اگر اس کو بعض وقت میں کپڑا پہننے کی ضرورت ہو اور بعض وقت نہ ہو تو جب تک وہ بیماری زائل ہو گی تب تک ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور اس سے وہ بخار دفع ہو گیا اور دوبارہ بخار آیا یا وہ بیماری اس سے زائل ہو گئی اور دوسری بیماری آ گئی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اس پر دو کفارے لازم ہوں گے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر دشمن کا سامنا ہوا اور کپڑے پہننے کی حاجت ہوئی اور اس نے کپڑے پہنے پھر دشمن چلا گیا اور اس نے کپڑے اتارے پھر دشمن لوٹا یا دشمن اپنی جگہ سے نہیں گیا تھا اور دن میں ہتھیار باندھ کر اس سے لڑتا تھا اور رات کو آرام کرتا تھا تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا جب تک یہ عذر زائل نہ ہوگا اور ان مسائل میں اصل یہ ہے کہ دیکھا جاتا ہے کہ ضرورت کپڑا پہننے کی ایک ہے یا مختلف ہیں صورت لباس کا اعتبار نہیں[1] ہوتا۔ یہ بدائع میں لکھا ہے۔

فصل : ③

سر منڈوانے اور ناخن ترشوانے کے بیان میں

اور بغیر ضرورت سر منڈوایا تو اس پر قربانی واجب ہوگی قربانی کے سوا اور کسی چیز سے اس کا کفارہ نہیں ہو سکتا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب حرم اور غیر حرم میں سر منڈوانا برابر ہے اور امام ابو یوسفؒ نے یہ کہا ہے کہ اگر غیر حرم سر منڈوائے گا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر چوتھائی یا تہائی سر منڈوایا تو بھی قربانی واجب ہوگی اور اگر چوتھائی سے کم سر منڈوایا تو صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر چوتھائی داڑھی یا اس سے زیادہ منڈوائی تو قربانی واجب ہوگی اور اگر چوتھائی سے کم منڈوائی تو صدقہ واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ساری گردن منڈوائی تو اس پر قربانی واجب ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر ناف کے نیچے کے بال منڈوائے یا بغلوں کے بال منڈوائے یا ان دونوں مقاموں یا ان میں سے ایک کے بال اکھاڑے تو قربانی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ایک بغل نصف سے زیادہ منڈوائی تو

---

[1] یعنی ضرورت ہی کا اعتبار ہوگا۔

صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر پچھنے لگانے کے مقام کو منڈوایا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب قربانی واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر مونچھوں کے بال کترواۓ تو یہ حساب کریں گے کہ جس قدر بال کترواۓ ہیں وہ چوتھائی داڑھی کا کون سا حصہ ہے پس اسی حساب کے بموجب اس پر کھانا دینا واجب ہوگا مثلاً وہ چوتھائی داڑھی کے چہارم حصہ کے برابر تھے تو اس پر بکری کی چوتھائی قیمت واجب ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر ایک پورے عضو کے بال منڈواۓ تو قربانی واجب ہوگی اور اگر عضو سے کم کے بال منڈواۓ تو صدقہ واجب ہوگا عضو سے مراد ران اور پنڈلی اور بغل ہے سر اور داڑھی مراد نہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر سر یا ناک یا داڑھی کے چند بال اکھاڑے تو ہر بال کے عوض ایک کف کھانا واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کوئی شخص اصلع [1] ہے اور اس کے بال چوتھائی سر سے کم ہیں تو ان کے منڈوانے میں اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر چوتھائی سر کے برابر ہوۓ تو قربانی واجب ہوگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر صاحب احرام روٹی پکاتا تھا اور اس کے کچھ بال جل گئے تو صدقہ دے دے اور اگر صاحب احرام نے سر یا داڑھی کو کھجایا اور اس سے ایک بال ٹوٹ گیا تو صدقہ واجب ہوگا یہ سرج الوہاج میں لکھا ہے اگر سر اور داڑھی اور بغلوں اور کل بدن کے بال منڈواۓ پس اگر یہ سب ایک جگہ منڈواۓ تو ایک قربانی واجب ہوگی اور ہر جگہ کے بال جدا جدا مقاموں میں منڈواۓ تو ہر ایک کے عوض قربانی واجب ہوگی یہ قول امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا ہے اگر سر کے بال منڈواۓ اور اس کے عوض قربانی ذبح کی اور وہ ابھی تک اسی مقام میں ہے پھر داڑھی منڈوائی تو اس پر دوسری قربانی لازم ہوگی اور اگر چوتھائی سر ایک مجلس میں اور چوتھائی سر دوسری مجلس میں اور پھر اسی طرح سے دوسری مجلسوں میں چوتھائی چوتھائی سر منڈوا کر کل سر چار مجلسوں میں منڈوایا تو جب تک اول کا کفارہ نہیں دیا ہے بالاتفاق ایک ہی قربانی لازم ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔

اگر کسی احرام والے یا بے احرام والے کا سر منڈوایا اور وہ خود بھی صاحب احرام تھا اس پر صدقہ واجب ہے خواہ اس کے حکم سے منڈوایا ہو یا بغیر حکم اور اس نے خوشی سے سر منڈوایا ہو یا کسی کی زبردستی سے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر بے احرام والے نے کسی احرام والے کا سر اس کے حکم سے یا بغیر حکم کے مونڈا تو احرام والے پر کفارہ واجب ہوگا اور وہ منڈوانے والے سے کچھ نہ لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور سر منڈوانے والا جو صاحب احرام نہیں ہے اس پر صدقہ واجب ہوگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر احرام والے نے کسی بے احرام والے کی مونچھیں کتریں یا ناخن تراشے تو کچھ کھانا کھلا دے یہ ہدایہ میں لکھا ہے جس شخص نے سر منڈوانے میں تاخیر کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو اس پر قربانی لازم ہوگی اسی طرح اگر قارن [2] اور متمتع نے اگر ذبح میں تاخیر کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے قارن نے اگر قربانی ذبح کرنے سے پہلے سر منڈوایا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر قربانیاں واجب ہوں گی ایک ذبح سے پہلے سر منڈوانے کی اور دوسری قران کی یہ تبیین میں لکھا ہے صاحب احرام پر اپنے ناخن تراشنے جائز نہیں اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخن بغیر ضرورت تراشے تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے ایک مجلس میں تراشے تو ایک قربانی کافی ہے اور اگر ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے تین ناخن تراشے تو صدقہ واجب ہوگا ہر ناخن کے بدلے نصف صاع گیہوں دے لیکن اگر سب صدقوں کی قیمت ایک ایک قربانی کے برابر ہو جاۓ تو کچھ کم کرے اور اگر پانچ ناخن ایک ہاتھ کے تراشے اور کفارہ نہ دیا پھر دوسرے ہاتھ کے

---

[1] اصلع وہ شخص جس کے سر کے بال مقدم سر میں پیدائشی نہ ہوں یا کسی عارضہ سے جاتے رہے ہوں۔

[2] اس کی توضیح اپنے موقع پر دیکھو۔

ناخن تراشے تو اگر دونوں ہاتھوں کے ناخن ایک مجلس میں تراشے تو ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر دو مجلسوں میں تراشے تو دو قربانیاں واجب ہوں گی اور اگر پانچ ناخن ایک ہاتھ کے ایک مجلس میں تراشے اور چوتھائی سر منڈوایا اور کسی عضو پر خوشبو لگائی خواہ ایک مجلس میں خواہ مختلف مجلسوں میں تو ہر ایک جنس کے بدلے علیحدہ قربانی واجب ہوگی اور اگر چاروں ہاتھ پاؤں میں پانچ ناخن متفرق تراشے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر ناخن کے عوض نصف صاع گیہوں دے اور اسی طرح چاروں ہاتھ پاؤں میں سے جس کے ناخن تراشے تو اسی طرح صدقہ واجب ہوگا اور اگر سب ناخن سولہ ہوں گے تو ہر ناخن کے عوض نصف صاع گیہوں دے گا لیکن جب ان کی قیمت قربانی کے برابر ہو جائے تو جس قدر چاہے کم کرے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

اُن افعال کا بیان جن کے کرنے سے قربانی لازم آتی ہے:

صاحب احرام کا ناخن ٹوٹ کر الگ رہا پھر اس کو جدا کر لیا تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے بالوں کے اکھاڑنے اور کاٹنے اور نورہ[1] سے صاف کرنے اور دانتوں سے اکھاڑنے کا حکم مثل منڈوانے کے ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے یہ چند مسائل پہلی فصلوں سے متعلق ہیں جو افعال ایسے ہیں کہ ان کو اپنے اختیار سے کرنے میں قربانی لازم آتی ہے جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا اور بال منڈوانا اور خوشبو لگانا اور ناخن تراشنا تو ایسے افعال کو کسی بیماری یا ضرورت کی وجہ سے کرے گا تو کفارہ لازم ہوگا جو کفارہ چاہے اختیار کرے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور کفارے یہ ہیں قربانی یا صدقہ یا روزہ اگر قربانی اختیار کرے تو حرم میں ذبح کرے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر حرم سے باہر ذبح کرے گا تو قربانی ادا نہ ہوگی لیکن اگر چھ مسکینوں کو اس کا گوشت صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو اس قدر دے جس کی قیمت نصف صاع گیہوں ہو تو کفارہ ادا ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر روزے اختیار کرے تو جہاں چاہے وہاں تین دن کے روزے رکھے یہ محیط میں لکھا ہے چاہے برابر برابر روزے رکھے چاہے جدا جدا رکھے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر صدقہ اختیار کرے تو تین صاع گیہوں چھ مسکینوں کو دے ہر مسکین کو نصف صاع دے اور افضل یہ ہے کہ مکہ کے فقیروں کو صدقہ دے اور اگر باہر کے فقیروں کو دیا تو جائز ہے اس صدقہ کا دوسرے کو مالک کر دینا یا اس کو مباح کر دینا امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مالک کر دینے کے سوا اور کچھ جائز نہیں یہ ظہیریہ اور شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

فصل : ④

جماع کے بیان میں

جماع جو فرج سے باہر ہو اور مساس اور شہوت سے بوسہ حج اور عمرہ کو فاسد نہیں کرتا انزال ہو یا نہ ہو اس پر قربانی واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر شہوت سے چپٹ جائے یا کسی چوپائے جانور کے دخول کر دے تو کچھ واجب نہ ہوگا لیکن انزال ہو گیا تو قربانی واجب ہوگی اور اس کا حج اور عمرہ فاسد نہ ہوگا یہ شرح طحاوی کے باب الحج والعمرۃ میں لکھا ہے اگر عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھا اور انزال ہو گیا تو کچھ واجب نہ ہوگا جیسے تصور کرنے میں انزال ہونے میں کچھ واجب نہیں ہوتا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر بہت دیر تک دیکھتا رہا یا بار بار دیکھا تو کچھ واجب نہیں ہوتا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اسی طرح احتلام سے غسل کے سوا کچھ واجب نہیں ہوتا اور اگر ہاتھ کے عمل سے منی نکالنے کا ارادہ کیا اور انزال ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی لازم ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر فقط حج کیا تھا اور وقوف عرفہ سے پہلے عورت سے مجامعت کی اور مرد اور عورت دونوں

---

[1] وہ دوا جس کے لگانے سے بال گر جاتے ہیں۔ تفصیل چند صفحات قبل درج کر دی گئی (مترجم)

صاحب احرام تھے تو جس وقت دونوں کے عضو ملے اور حشفہ چھپا تو دونوں کا حج فاسد ہو جائے گا اور ان دونوں پر واجب ہے کہ اسی طرح سب حج کے افعال ادا کریں اور اس فاسد حج کو تمام کریں اور ان دونوں پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہے اس قربانی میں بکری کافی ہوتی ہے اور ان دونوں پر واجب ہے کہ سال آئندہ میں حج کو قضا کریں اور ان دونوں پر عمرہ واجب نہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر وطی بھولے سے یا جان کر یا کسی کی زبردستی سے یا سوتے میں کی ہو تو سب کا حکم برابر ہے اور لڑکے اور مجنون کی وطی کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر شوہر ایسا لڑکا تھا کہ اس کی طرح کے لڑکے مجامعت کر سکتے ہیں تو عورت کا حج فاسد ہوگا اور اس لڑکے کا حج فاسد نہ ہوگا اور عورت لڑکی یا مجنونہ تھی تو حکم برعکس ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اگر وقوف عرفہ سے پہلے مجامعت کی اور اس کے بعد پھر مجامعت کی تو اگر وہ دونوں فعل ایک مجلس میں ہوئے تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر دو مختلف مجلسوں میں ہوئے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب ان میں سے ہر ایک پر دو قربانیاں واجب ہوں گی اور اگر بار بار مجامعت احرام کے توڑ دینے کے طور پر کی تو بھی ایک قربانی سے زیادہ واجب نہ ہوگا خواہ ایک مجلس میں ہو یا کئی مجلسوں میں ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر وقوف عرفہ کے بعد مجامعت کی خواہ بھول کر کی ہو یا جان کر تو حج فاسد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک ہی مجلس میں کئی بار مجامعت کرنا:

ان میں سے ہر ایک پر بدنہ یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی واجب ہوگی اور اگر بار بار مجامعت کی تو اگر مجلس ایک ہے تو ایک بدنہ کے سوا اور کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر مجلسیں دو ہیں تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب اول کے عوض بدنہ اور دوسری کے عوض بکری واجب ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر دوسرا جماع احرام توڑنے کے طور پر تھا تو اس کی قربانی واجب نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر سر منڈوانے کے بعد مجامعت کی تو ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر پورے طواف زیارت یا نصف سے زیادہ کے بعد مجامعت کی تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر تین مرتبہ طواف کے بعد مجامعت کی تو بدنہ واجب ہو گا اور حج پورا ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر طواف زیارت کے لئے سر منڈوایا اور سر منڈوانے سے پہلے مجامعت کی تو بکری کی قربانی واجب ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر عمرہ میں چار مرتبہ طواف کرنے سے پہلے مجامعت کی تو عمرہ فاسد ہو گیا اور اسی طرح اس کو تمام کرے اور دوبارہ قضا کرے اور بکری کی قربانی اس پر واجب ہوگی اور اگر چار طوافوں یا اس سے زیادہ کے بعد مجامعت کی تو اس پر بکری کی قربانی واجب ہوگی اور عمرہ فاسد نہ ہوگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر عمرہ کرنے والا دو عمروں میں کئی بار مجامعت کرے تو دوسری مجلس کے عوض بکری کی قربانی واجب ہوگی اور اسی طرح اگر صفا و مروہ کے درمیان میں سعی سے فارغ ہونے کے بعد مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ ایضاح میں لکھا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب سر منڈوانے سے پہلے ہو اور اگر سر منڈوانے کے بعد ہو تو کچھ واجب نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر قارن ہو اور عمرہ کے طواف سے پہلے مجامعت کرے تو عمرہ اور حج فاسد ہو جائے گا اور ان دونوں کے افعال اسی طرح ادا کرتا رہے اور سال آئندہ میں اس پر حج اور عمرہ واجب ہوگا اور قران کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اس پر دو بکریوں کی قربانی واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر قارن نے عمرہ کا طواف کرنے کے بعد اور وقوف عرفہ سے پہلے مجامعت کی تو حج اس کا فاسد ہو جائے گا اور عمرہ فاسد نہ ہوگا اور اس پر قربانیاں واجب ہوں گی اور سال آئندہ میں حج کی قضا کرے اور قران کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح اگر عمرہ کے چار مرتبہ طواف کرنے کے بعد مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر وقوف عرفہ کے بعد مجامعت کی تو عمرہ اور حج فاسد نہ ہوگا بعوض حج کے اونٹنی و عمرہ کے بکری کی قربانی واجب ہوگی اور قران کی قربانی بھی لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پورے یا اکثر طواف زیارت کے بعد مجامعت کی تو کچھ واجب

نہ ہوگا لیکن اگر سر منڈوانے یا بال کتروانے سے پہلے طواف زیارت کیا تھا تو دو بکریوں کی قربانی واجب ہوگی اس لئے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ابھی باقی ہے اور اگر ایک ہی مجلس میں دوبارہ مجامعت کی تو اس پر قربانی کے سوا اور کچھ واجب نہیں اور اگر دوسری مجلس میں مجامعت کی تو دو قربانیاں اور واجب ہوں گی اور اس قربانی میں دو بکریاں کافی ہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر متمتع تھا پس اگر قربانی کو خود ہانک کر نہیں لے چلا تھا تو وہی حکم ہے جو صرف حج کرنے والے اور صرف عمرہ کرنے والے کا حکم بیان ہوا اور اگر قربانی خود ہانک کر لے چکا تھا تو متمتع اور قارن کا حکم بعض احکام میں برابر ہے اور وہ یہ ہیں اگر عمرہ کے طواف سے یا وقوف عرفہ سے پہلے مجامعت کی تو تمتع کی قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر وقوف عرفہ کے بعد مجامعت کی تو قربانیاں واجب ہوں گی یہ محیط میں لکھا ہے عورت اور مرد اس حکم میں برابر ہیں اگر عورت سے سوتے میں یا زبردستی مجامعت کی یا عورت سے لڑکے یا مجنون نے مجامعت کی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

فصل: ⑤

طواف‘ سعی‘ اکڑ کر چلنے اور جمروں پر کنکریاں مارنے کے گناہوں کے بیان میں

اگر بے وضو طواف زیارت کیا تو ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی اور جنابت کی حالت میں کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نصف سے زیادہ طواف جنابت یا بے وضو ہونے کی حالت میں کیا تو بھی وہی حکم ہے جو کل کا ہے اور افضل یہ ہے کہ جب تک مکہ میں ہے طواف کا اعادہ کرے اور قربانی اس پر واجب نہ ہوگی اور اصح یہ ہے کہ بے وضو ہونے کی صورت میں اعادہ مستحب ہے اور جنابت کی حالت میں واجب ہے اور اگر بے وضو طواف کیا تھا اور پھر اس کا اعادہ کیا تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی اگرچہ ایام نحر کے بعد اعادہ کیا ہو اور اگر جنابت کی حالت میں طواف کیا اور ایام نحر میں اس کا اعادہ کیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ایام نحر کے بعد اعادہ کیا تو تاخیر کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی واجب ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اور بدنہ[1] اس سے ساقط ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر جنابت میں طواف کیا اور اپنے اہل وعیال میں چلا آیا تو واجب ہے کہ نیا احرام باندھ کر پھر لوٹے اور اگر نہ لوٹا اور بدنہ بھیج دیا تو کافی ہے لیکن لوٹنا افضل ہے اور اگر بے وضو طواف کیا اور اپنے اہل وعیال میں چلا گیا تو اگر لوٹا اور طواف کیا تو جائز ہے اور بکری کی قربانی بھیج دی تو افضل ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور جس شخص نے طواف زیارت میں سے تین بار یا اس سے کم طواف چھوڑ دیا تو اس پر بکری کی قربانی واجب ہے اور اگر اپنے اہل وعیال میں چلا آیا اور پھر طواف کے واسطے نہ لوٹا اور قربانی کے واسطے ایک بکری بھیج دی تو جائز ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر طواف زیارت نصف سے کم بے وضو کیا تو اگر اپنے اہل وعیال میں چلا آیا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا ہر بار کے طواف کے عوض نصف صاع گیہوں دے لیکن اگر اس کی قیمت قربانی کے برابر ہو جائے تو جس قدر چاہے کم کرے اور اگر طواف زیارت نصف سے کم جنابت کی حالت میں کیا اور اپنے اہل وعیال کی طرف کو لوٹا تو اس پر قربانی واجب ہے اور بکری کی قربانی کافی ہے اور اگر ابھی مکہ میں ہے اور طہارت کی حالت میں اس کا اعادہ کر لیا تو جو قربانی واجب ہوئی تھی ساقط ہو جائے گی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر ایام نحر میں اس کا اعادہ کیا تو قربانی ساقط ہوگی اور اگر اس کے بعد اعادہ کیا تو ہر بار کے طواف کے عوض نصف صاع گیہوں کا صدقہ واجب ہوگا یہ شرح طحاوی کے باب الحج والعمرہ میں لکھا ہے اور اگر طواف زیارت میں کپڑے پر قدر درہم سے زیادہ نجاست لگی تھی تو کراہت کے ساتھ جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] یعنی اونٹ یا گائے کی قربانی۔

طوافِ صدر و طوافِ زیارت کا بیان:

اگر طواف صدر بے وضو ہونے کی حالت میں کیا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا یہی اصح ہے اور اگر طواف زیارت نصف سے کم بے وضو کیا تو بھی سب روایتوں کے بموجب صدقہ واجب ہوگا اور اعادہ سے بالاجماع ساقط ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر کل یا اکثر طواف صدر جنابت کی حالت میں کیا تو قربانی واجب ہوگی اور اگر اپنے اہل وعیال میں چلا آیا ہے تو بکری کی قربانی کافی ہے اور اگر مکہ میں ہے اور اس کا اعادہ کیا تو وہ قربانی ساقط ہو جائے گی اور تاخیر کی وجہ سے بالاتفاق کچھ اس پر واجب نہ ہوگا اور اگر نصف سے کم یہ طواف جنابت کی حالت میں کیا اور اپنے اہل وعیال میں چلا آیا تو ہر بار کے طواف کی عوض نصف صاع گیہوں کا صدقہ اس پر واجب ہوگا اور اگر وہ مکہ میں ہے اور اس کا اعادہ کر لیا تو بالاجماع ساقط ہو جائے گا یہ شرح طحاوی کے باب الحج والعمرہ میں لکھا ہے اور اگر پورا یا اکثر طواف صدر چھوڑ دیا تو ایک بکری کی قربانی واجب ہوگی اور اگر طواف صدر میں تین بار کا طواف چھوڑ دیا تو تین مسکینوں کو کھانا دینا اس پر واجب ہے ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں دے یہ کافی میں لکھا ہے اگر جنابت کی حالت میں طواف زیارت کیا اور اس کا اعادہ اس پر واجب ہوا تو اگر آخر ایام تشریق[1] میں طہارت کی حالت میں طواف الصدر کیا تو طواف الصدر طواف الزیارت کے عوض میں واقع ہوگا اور طواف الصدر اس کے ذمہ باقی رہے گا اور اس کے چھوڑنے کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یہ حکم بلا خلاف ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک طواف الزیارت میں تاخیر کرنے کی وجہ سے ایک قربانی اور واجب ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بے وضو طواف الزیارت کیا اور آخر ایام تشریق میں طواف الصدر باوضو کیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر طواف الزیارت بے وضو کیا اور طواف الصدر جنابت کی حالت میں تو بالاتفاق اس پر دو قربانیاں واجب ہوں گی ایک قربانی طواف الزیارت کی اور قربانی طواف الصدر کی اور اگر طواف الزیارت اور طواف الصدر دونوں کو چھوڑ دیا تو اس پر عورت ہمیشہ کے واسطے حرام ہوگی اور اس پر واجب ہے کہ پھر لوٹے اور دونوں طوافوں کو ادا کرے اور طواف الزیارت کی تاخیر کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب قربانی واجب ہوگی طواف الصدر کی تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ اس کا وقت مقرر نہیں ہے اور اگر خاص طواف الزیارت کو چھوڑ دیا اور طواف الصدر کیا تو طواف الصدر بعوض طواف الزیارت کے واقع ہوگا اور طواف الصدر کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر طواف زیارت میں سے نصف سے زیادہ چھوڑ دیا مثلاً فقط تین طواف کئے اور طواف الصدر پورا کیا اور سعی کی پھر اکڑ کر چلا تو اس میں سے چار مرتبہ کا طواف طواف الزیارت میں شامل ہوگا اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب ایک قربانی طواف الزیارت کی تاخیر کی وجہ سے واجب ہوگی اور سب فقہا کے قول کے بموجب ایک قربانی طواف الصدر کے چار مرتبہ چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوگی اور اگر طواف الزیارت میں سے تین مرتبہ کا طواف چھوڑ دیا تو ایک صدقہ خیر کی وجہ سے واجب ہوگا ایک طواف الزیارت میں سے تین بار طواف چھوڑنے کی وجہ سے واجب ہوگا اور اگر طواف الزیارت اور طواف الصدر دونوں میں سے چار چار مرتبہ کا طواف چھوڑ دیا تو کل طواف زیارت کا ہوگا اور وہ کل چھ مرتبہ طواف ہے اور ایک مرتبہ کا طواف الزیارت جو باقی رہا اس کی وجہ سے قربانی لازم آئے گی اور طواف الصدر کے چھوڑنے کی وجہ سے بھی قربانی لازم ہوگی اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک مرتبہ چار بار طواف کیا تو طواف الزیارت کی جو کمی ہے وہ طواف الصدر میں سے پوری کی جائے گی اور ایک صدقہ طواف الزیارت کی تاخیر کی وجہ سے اور ایک صدقہ طواف الصدر کی کمی کی وجہ سے واجب ہوگا اور اگر طواف الزیارت چار مرتبہ کیا اور طواف الصدر نہ کیا تو ہمارے نزدیک حج اس کا جائز ہوگا اور اس پر دو بکریوں کی قربانی واجب ہوگی ایک بکری طواف الزیارت کی کمی کی وجہ سے اور دوسری بکری

---

[1] یعنی گیارہویں' بارہویں وتیرہویں تاریخ ماہ ذی الحجہ کی۔

طواف الصدر چھوڑنے کی وجہ سے اور یہ دونوں قربانیاں سال آئندہ میں بھیجے اور منیٰ میں ذبح کی جائیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بے وضو طواف کرنا:

اگر بے وضو طواف قدوم[1] کیا تو اس پر صدقہ واجب ہوگا اور اگر جنابت کی حالت میں طواف قدوم کیا تو اس پر ایک بکری قربانی واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور غایۃ البیان میں مذکور ہے کہ اگر بے وضو طواف قدوم کیا اور اکڑ کر چلا اور اس کے بعد سعی کی تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ طواف زیارت کے بعد سعی اور اکڑ کر چلنے کا اعادہ کرے اور اگر جنابت کی حالت میں طواف قدوم کیا اور اس کے بعد سعی کی اور اکڑ کر چلا تو ان کا اعتبار نہیں ہے اور واجب ہے کہ طواف زیارت کے بعد سعی کرلے اور اس میں اکڑ کر چلے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر بے وضو یا جنابت کی حالت میں عمرہ کا طواف کیا پس جب تک مکہ میں طواف کا اعادہ کرے اور اگر اپنے اہل وعیال میں آ گیا اور طواف کا اعادہ نہ کیا تو بے وضو طواف کرنے کی صورت میں قربانی لازم ہوگی اور جنابت کی حالت میں بھی بطور استحسان کے ایک بکری کافی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جس شخص نے عمرہ کا طواف اور سعی بے وضو کی پس جب تک مکہ میں ہے ان دونوں کا اعادہ کرے اور جب ان دونوں کا اعادہ کرلے گا تو کچھ اس پر واجب نہ ہوگا اور اگر اعادہ سے پہلے اپنے اہل وعیال میں چلا دیا تو طہارت کے چھوڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہوگی اور پھر مکہ کو لوٹنے کا حکم نہ کیا جائے گا اس لئے کہ رکن کے ادا کرنے سے وہ احرام سے باہر ہو گیا اور سعی کی وجہ سے کچھ اس پر واجب نہ ہوگا اور اگر طواف کا اعادہ کیا اور سعی کا اعادہ نہ کیا تو بھی صحیح قول کے بموجب یہی حکم ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر طواف زیارت کی حالت میں اس کا ستر کھلا ہوا تھا تو جب تک مکہ میں ہے اس کا اعادہ کرے اور اگر اعادہ نہ کرے گا تو قربانی واجب ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے جو شخص صفا و مروہ کے درمیان میں سعی چھوڑ دے اس پر قربانی واجب ہوگی اور حج اس کا پورا ہوگا یہ قدوری میں لکھا ہے اور اگر جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں سعی کی تو سعی اس کی صحیح ہے اور اگر احرام سے باہر ہونے اور مجامعت کرنے کے بعد یا حج کے مہینہ کے بعد سعی کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر سواری پر طواف کیا یا اس طرح طواف کیا کہ کوئی اس کو اٹھائے ہوئے تھا اور صفا و مروہ کے درمیان میں سعی بھی انہیں دونوں صورتوں میں سے کسی طرح کی تو اگر یہ فعل عذر سے تھا تو جائز ہے اور کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر بغیر عذر تھا تو جب تک مکہ میں ہے اس کا اعادہ کرے اور جب اپنے اہل وعیال میں چلا گیا تو ہمارے نزدیک وہ اس کے واسطے قربانی کرے یہ محیط میں لکھا ہے جو شخص عرفات سے امام کے جانے سے پہلے اور غروب سے قبل چلا گیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اگر غروب کے بعد چلا گیا تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر غروب سے پہلے لوٹ آیا تو صحیح قول کے بموجب قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر غروب کے بعد لوٹا تو ظاہر روایت کے بموجب ساقط نہ ہوگی اس میں فرق نہیں ہے کہ اپنے اختیار سے جائے یا اونٹ کی شوخی کی وجہ سے چلا جائے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے جو شخص مزدلفہ میں وقوف چھوڑ دے اس پر قربانی واجب ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر کل جمروں پر کنکریاں مارنا چھوڑ دے یا صرف ایک جمرہ پر کنکریاں مارے یا یوم نحر کو صرف جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارے تو اس پر ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر کچھ دیر تھوڑی سی مارنا چھوڑ دے تو ہر کنکری کے عوض نصف صاع گیہوں صدقہ دے لیکن جب اس کی قیمت ایک بکری کے برابر ہو جائے تو جس قدر چاہے کم کر دے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے حج کے افعال میں سے جس فعل کو اس کے موقع سے تاخیر کرے گا تو بکری کی قربانی واجب ہوگی جیسے کہ کوئی شخص حرم سے نکلا اور اس نے اپنا سر منڈوایا خواہ حج کے واسطے سر منڈوایا ہو یا عمرہ کے واسطے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قربانی واجب ہوگی اور اگر قارن اور متمتع ذبح سے پہلے سر منڈوالیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو قربانیاں واجب ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک قربانی واجب ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

---

[1] طواف قدوم و طواف الصدر و طواف الزیارت کی تصریح اپنے اپنے موقع پر دیکھو۔

باب : ⑨

شکار کے بیان میں

شکار سے مراد وہ جانور ہے جو اصلی پیدائش میں وحشی ہو اور وہ دو قسم کے ہیں ایک بری یعنی خشکی کے اور اس سے مراد وہ جانور ہے جس کی پیدائش خشکی میں ہو اور دوسرے بحری جس کی پیدائش پانی میں ہو اس واسطے کہ اصل اس میں پیدائش کی جگہ ہے اور اس کے بعد خشکی یا پانی میں رہنا عارضی ہے پس اس سکونت سے اصل متغیر نہیں ہوتی بری شکار صاحب احرام پر حرام ہے بحری حرام نہیں یہ تبیین میں لکھا ہے اگر صاحب احرام شکار کو قتل کرے تو اس پر جزا واجب ہوگی یہ متون میں لکھا ہے اور اس میں جان کر اور بھول کر اور خطا سے مارنے والا برابر ہے خواہ یہ اول بار شکار کرنے والا ہو یا دوسری بار یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور ابتداء کرنے والا اور اس کا اعادہ کرنے والا برابر ہے یہ تبیین میں لکھا ہے یہ شکار کسی کی ملک ہو یا مباح ہو دونوں برابر ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور جزا اس کے شکار کی وہ قیمت ہوگی جو دو عادل شخص اسی مکان میں اور اسی زمانہ میں جس میں وہ قتل ہوا ہے تجویز کریں اس واسطے کہ مکان اور زمانہ کے بدلنے سے قیمت بدل جاتی ہے اور اگر ایسا جنگل ہو جہاں شکار نہ بک سکتا ہو تو جو سب سے زیادہ قریب ایسا موضع ہو جہاں شکار بک سکتا ہے وہاں کی قیمت کا اعتبار کریں گے یہ تبیین میں لکھا ہے اور قیمت میں اس کو اختیار ہے چاہے اس سے کوئی قربانی خرید کر ذبح کرے اگر قیمت اس قدر ہو اور اگر چاہے کھانا خرید کر تصدق کرے ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع[1] چھوارے یا جو دے اور اگر چاہے روزہ رکھے یہ کافی میں لکھا ہے پھر اگر اس نے روزہ رکھنا اختیار کیا تو مارے ہوئے شکار کی قیمت اناج سے اندازہ کی جائے اور یہ شخص ہر آدھے صاع اناج کے عوض ایک روز روزہ رکھے اور اگر اناج میں سے نصف صاع سے کم بڑھا تو اس کو اختیار ہے چاہے اس کے عوض روزہ رکھ لے یا اتنا طعام خرید کر صدقہ کر دے یہ ایضاح میں لکھا ہے اور اگر اس کی قیمت مسکین کے کھانے سے کم ہو تو یا اس قدر کھانے دے یا ایک دن کا روزہ رکھے یہ کافی میں لکھا ہے۔

اور اگر قربانی کا ذبح کرنا اختیار کرے تو حرم میں ذبح کرے اور اس کا گوشت فقیروں کو تصدق کر دے اور اگر کھانا دینا چاہے تو جہاں چاہے دے اور یہی حکم روزہ کا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر حرم سے باہر قربانی ذبح کی تو قربانی ادا نہ ہوگی لیکن اگر ہر فقیر کو اس قدر گوشت دیا ہے جس کی قیمت نصف صاع گیہوں کے برابر ہو تو کھانے کا صدقہ ادا ہو جائے گا اور اگر قیمت اس سے کم ہے تو اس قدر اور دیگر اس کو پورا کرے اور اگر قربانی کے ذبح کرنے کے بعد گوشت چوری گیا تو قربانی حرم میں ذبح کی تھی تو اس پر بدل اس کا واجب نہیں اور اگر حرم سے باہر ذبح کی تو اس کا بدل اس پر واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر قربانی اختیار کی اور جو قیمت اس پر واجب ہوئی تھی وہ کچھ بچ رہی اور جس قدر بچ رہی ہے وہ قربانی کی قیمت کے برابر نہیں ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اس میں سے ہر نصف صاع گیہوں کی قیمت کے عوض میں روزہ رکھے اور اگر چاہے تو اس کا کھانا فقیروں کو تصدق کر دے اور ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں دے اور اگر چاہے تھوڑے کے عوض روزہ رکھے اور تھوڑے کے عوض صدقہ دے اور اگر قیمت اس کی دو قربانیوں کے برابر ہو تو اس کو اختیار ہے چاہے دو قربانیاں ذبح کرے یا دونوں کے عوض صدقہ دے یا دونوں کے عوض روزے رکھے یا ایک قربانی ذبح کرے اور باقی کے عوض جونسا کفارہ چاہے ادا کرے یا ایک قربانی ذبح کرے اور باقی کے عوض کچھ روزے رکھے کچھ صدقہ دے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر صاحب احرام حرام میں شکار کو قتل کرے تو اس پر وہی واجب ہوگا جو حرم سے باہر شکار کرنے سے واجب ہوتا ہے

---

[1] عرب میں پیمانہ متعارف ہے کہ وہاں غلہ پیمانہ کی ناپ سے فروخت ہوتا ہے۔

اور حرم کی وجہ سے کچھ اور واجب نہ ہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہے جو شخص احرام سے باہر ہو اگر وہ حرم میں شکار کو قتل کرے تو اس کا حکم بھی وہی ہے جو صاحب احرام کا ہے لیکن روزے اس کو کافی نہیں ہیں قارن اگر شکار کو قتل کرے تو اس پر دو چند جزا لازم ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے جو شخص کسی ایسے شکار کو قتل کرے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا جیسے درندہ جانور اور مثل ان کے تو اس پر جزا لازم ہوگی اور وہ جزا ایک بکری کی قیمت سے زیادہ نہ ہوگی اور اگر درندہ[1] جانور صاحب احرام پر حملہ کرے اور وہ اس کو قتل کرے تو کچھ لازم نہ ہوگا اور اسی طرح اگر شکار حملہ کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

سدھائے ہوئے یا بغیر سدھائے ہوئے جانور کو شکار کرنا:

صاحب احرام اگر کسی کے تعلیم یافتہ باز کو قتل کرے تو تعلیم یافتہ باز کی قیمت اس کے مالک کو دے دے اور غیر تعلیم یافتہ باز کی قیمت حق اللہ اس پر واجب ہوگی جو شکار کسی کی ملک ہو اور پلا ہو اور تعلیم یافتہ ہو تو اس کے قتل کرنے میں اسی طرح تعلیم یافتہ کی قیمت للہ واجب ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر احرام سے باہر کوئی شخص کسی کے مملوک تعلیم یافتہ شکار کو حرم میں قتل کرے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی کے باب قتل الصید میں لکھا ہے اگر صاحب احرام شکار کو زخمی کرے تو اگر وہ مر جائے تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اور اگر وہ اچھا ہو گیا اور کچھ اثر باقی نہ رہا تو ضامن نہ ہوگا اور اگر کچھ اثر باقی رہا تو جس قدر اس کی قیمت میں نقصان آ گیا ہے اس کا ضامن ہوگا اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ وہ مر گیا یا اچھا ہو گیا تو اس استحسان یہ ہے کہ تمام قیمت لازم ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر زخمی کرنے کے بعد اس کو مردہ پایا اور یہ معلوم ہوا کہ وہ کسی اور سبب سے مرا ہے تو زخمی کرنے سے جو واجب ہوا تھا اسی کا ضامن ہوگا یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اگر کسی شکار کو زخمی کیا یا اس کے بال اکھاڑے یا کوئی عضو اس کا کاٹا تو اس وجہ سے جو اس کی قیمت میں نقصان ہو گیا ہے اس کا ضامن ہوگا اور اگر پرند جانور کا بازو اکھاڑا یا کسی جانور کے پاؤں کاٹ ڈالے جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا تو پوری قیمت لازم ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر صاحب احرام کسی شکار کا انڈا توڑ دے تو اگر وہ گندا ہے تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر صحیح انڈا ہے تو ہمارے نزدیک اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ نہایہ میں لکھا ہے اگر شکار کا انڈا بھونا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط اور محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی شکار کو زخمی کیا اور اس کا کفارہ دیا پھر اس کو قتل کیا تو دوسرا کفارہ دے اور اگر قتل کرنے سے پہلے کفارہ نہیں دیا تھا تو قتل کا کفارہ اور زخمی کرنے کی وجہ سے جو نقصان آیا تھا وہ واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اول شکار کو زخمی کر کے اس کو بچنے کے قابل نہ رکھا اور پھر قتل کیا تو دوسری جزا اس پر واجب ہوگی وجیز میں لکھا ہے کہ اگر جزا کے ادا کرنے سے پہلے اس کو قتل کیا تو دوسری جزا واجب نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے بے احرام والے نے حرم کے شکار کو زخمی کیا پھر اس کے بالوں یا بدن کی وجہ سے اس کی قیمت بڑھ گئی اور وہ زخم کی وجہ سے مر گیا تو اس زخمی ہونے کی وجہ سے جو نقصان ہوا ہے اس کا ضامن ہوگا اور مرنے کے دن جو اس کی قیمت تھی وہ واجب ہو گی اور اگر زخمی کرنے کے بعد اس کی قیمت بالوں یا بدن کی وجہ سے گھٹ گئی اور وہ اسی زخم کی وجہ سے مر گیا تو جو اس کے زخمی ہونے کے دن اس کی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور اگر جزا ادا کرنے کے بعد اس کی قیمت حرم میں بالوں یا بدن کی وجہ سے بڑھ گئی پھر اس زخم کی وجہ سے مر گیا تو اس زیادتی کا ضامن ہوگا جیسے کفارہ دینے سے پہلے حکم تھا اگر صاحب احرام نے حرم سے باہر کسی شکار کو زخمی کیا پھر وہ احرام سے باہر ہو گیا اور شکار کی قیمت بالوں یا بدن کی وجہ سے زیادہ ہو گئی تو زخمی کرنے کی وجہ سے جو نقصان ہوا تھا اور اس کے علاوہ مرنے کے دن جو اس کی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور اگر قیمت زیادہ ہونے سے پہلے فدیہ دے دیا تو زیادتی کا ضامن نہ ہوگا اور اگر ابھی تک وہ صاحب احرام ہے تو فدیہ دینے کے بعد بھی زیادتی کا ضامن ہوگا اور اگر شکار اس کے قبضہ میں ہے اور اس کے زخمی کرنے

---

[1] جیسے بھیڑیا یا چیتا و شیر اور کہا کتا۔

کا فدیہ دے دیا پھر وہ مر گیا تو از سرنو اس قیمت کا ضامن ہوگا جو مرنے کے دن تھی بے احرام والے نے حرم کے شکار کو زخمی کیا لیکن اس میں بچنے کی قوت باقی ہے پھر کسی دوسرے احرام والے نے اسی طرح اس کو زخمی کیا اوران دونوں زخموں سے وہ مر گیا تو اول شخص پر قیمت کا وہ نقصان واجب ہوگا جو تندرست شکار کو زخمی کرنے سے قیمت کی کمی ہوگی اور دوسرے شخص پر ہو نقصان واجب ہوگا جو زخمی شکار کو پھر زخمی کرنے سے قیمت میں کمی ہوگی اور پھر جو اس کی قیمت باقی رہے گی تو ان دونوں پر نصف نصف واجب ہوگی اور اگر اول شخص نے اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا اور اس کو بچنے کی قوت سے باہر کر دیا پھر دوسرے شخص نے اس کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا تو پہلا شخص اس کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا خواہ وہ مرے یا نہ مرے اور دوسرا شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا جو اس کے کاٹنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی ہوئی اور اگر وہ مر گیا تو دوسرے شخص پر اس کی ایسی نصف قیمت واجب ہوگی جو دو زخموں کی حالت میں تھی اور اگر پہلے شخص کے زخمی کرنے کے بعد اور دوسرے شخص کے زخمی کرنے کے بیچ میں اس میں زیادتی ہوگئی پھر مرا تو پہلا شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا جو اس کے زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی ہوگئی اور قیمت کی زیادتی اس کے ذمہ نہ ہوگی اور اس کے مرنے کے روز کی قیمت بھی بحساب اس کے زیادہ ہونے اور دوسرے کے زخم سے زخمی ہونے کے اس پر واجب ہوگی اور دوسرا شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا جو اس کے زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی ہوئی اور اس فدیہ میں جو اس کی قیمت زیادہ ہوگئی ہے اس کا حساب کیا جائے گا اور اس کے علاوہ اس کی ایسی نصف قیمت بھی اس پر لازم ہوگی جو اس کے مرنے کے دن دو زخموں کی حالت میں ہو اور اگر دوسرے شخص نے اس کو قتل کیا یا اس کی آنکھ پھوڑی تو پہلے زخم کی حالت میں جو اس کی قیمت بھی اس کا ضامن ہوگا اور اگر پہلے شخص نے ایسا زخمی کیا تھا جس سے وہ ہلاک نہ ہوتا اور دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ یا پاؤں کاٹے اور ان دونوں کی وجہ سے وہ مر گیا تو پہلا شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا جو تندرست شکار کو زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی ہوئی اور اس کے علاوہ ایسی نصف قیمت کا ضامن ہوگا جو دو زخموں کی حالت میں اس کی قیمت ہو اور دوسرا شخص اس قیمت کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کی حالت میں اس کی قیمت تھی خواہ وہ مرے یا نہ مرے اور اگر وہ دونوں شخص صاحب احرام تھے تو بھی یہی حکم ہے لیکن قیمت دونوں پر پوری پوری واجب ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر دو[1] صاحب احرام حرم سے باہر یا حرم کے اندر شکار کو قتل کریں تو ہر ایک شخص پر پوری جزا لازم ہوگی اسی طرح اگر ایک شکار قتل کرنے میں بیس احرام والے شریک ہوں تو ہر ایک پر پوری جزا لازم ہوگی یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر صاحب احرام کے ساتھ قتل کرنے میں کوئی لڑکا یا کافر شریک تھا تو لڑکے اور کافر پر کچھ واجب نہ ہوگا اور صاحب احرام پر پوری جزا لازم ہوگی اگر دو بے احرام والے شخص حرم میں کسی شکار کو ایک ضرب سے قتل کریں تو ہر شخص پر نصف قیمت واجب ہوگی اور اگر ایک جماعت ایک ضرب سے قتل کرے تو جس قدر آدمی ہیں اسی قدر اس کی قیمت کے حصے ہو کر ہر شخص پر ایک ایک حصہ واجب ہوگا اور اگر ایک شخص نے ایک ضرب لگائی اس کے بعد دوسرے شخص نے دوسری ضرب لگائی تو ہر شخص پر وہ واجب ہوگا جو اس کی ضرب کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی ہوئی پھر ہر ایک شخص پر دو ضربوں کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی اس کا نصف واجب ہوگا اور اگر بے احرام شخص کے ساتھ قتل کرنے میں ایک احرام والا شریک تھا تو صاحب احرام پوری قیمت اور بے احرام پر نصف قیمت جو اس کی دو ضربیں لگنے کی حالت میں تھی واجب ہوگی اگر بے احرام شخص نے حرم میں ایک شکار پکڑا اور دوسرے بے احرام نے اس کے ہاتھ میں اس کو قتل کر دیا تو ہر شخص پر پوری جزا لازم ہوگی اور شکار کے پکڑنے والے کو جو دینا پڑا ہے وہ قاتل سے پھیر لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

---

[1] اس سے کچھ خاص عدد مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر اکیلے ایک محرم نے قتل کیا تو اسی پر پوری جزا لازم ہوگی اور اگر چند محرموں نے مل کر ایک شکار کو قتل کیا تو ہر ایک پر ایک ایک جزا پوری لازم آئے گی خواہ وہ کتنے ہی شخص کیوں نہ ہوں۔

اور اگر ایک بے احرام شخص اور ایک قارن دونوں کسی شکار کو حرم میں قتل کریں تو بے احرام شخص پر نصف قیمت اور قارن[1] پر دو چند قیمت واجب ہوگی اور اگر ایک بے احرام شخص اور ایک مفرد حج کرنے والا اور ایک قارن تینوں شخصوں نے شریک ہو کر حرم کے شکار کو قتل کیا تو بے احرام شخص پر تہائی قیمت واجب ہوگی اور فقط حج کرنے والے پر پوری قیمت اور قارن پر دو چند قیمت واجب ہوگی اور یہی قیاس ان مسائل میں جاری ہوتا ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر اول بے احرام نے اس کے مارنے میں ابتدا کی پھر مفرد حج کرنے والے نے اور اس کے بعد قارن نے اس کو مارا اور وہ جانور مر گیا تو بے احرام شخص پر وہ نقصان واجب ہوگا جو تندرست شکار کے زخمی کرنے کی وجہ سے اس کی قیمت میں کمی ہوگئی اور اس کے علاوہ تین زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت ہوگی اس کی تہائی اس پر واجب ہوگی اور فقط حج کرنے والے پر جو پہلے زخم کی حالت میں اس کے دوسرے زخم لگانے سے قیمت میں کمی ہوگئی وہ واجب ہوگی اس کے علاوہ تین زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور قارن پر وہ نقصان واجب ہوگا جو دو زخموں کی حالت میں اس کے تیسرے زخم لگانے سے اس کی قیمت میں کمی ہوئی اور اس کے علاوہ جو تینوں زخموں کی حالت میں اس کی قیمت تھی وہ دو چند واجب ہوگی اور اگر پہلے شخص نے شکار کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا یا بازو توڑا اور دوسرے شخص نے دونوں آنکھیں پھوڑیں تو اول شخص پر تندرست شکار کی قیمت واجب ہوگی اور دوسرے شخص پر پہلے زخم کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی واجب ہوگی اور قارن پر دو زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی دو چند واجب ہوگی یہ غایۃ السراجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر عمرہ کے احرام میں کسی شکار کو ایسا زخمی کیا جس سے وہ ہلاک نہ ہوگا پھر اس عمرہ کے احرام کے ساتھ حج کا احرام بھی ملا لیا اور دوبارہ اس کو زخمی کیا اور ان سب زخموں کی وجہ سے وہ مر گیا تو عمرہ کی وجہ سے اس تندرست جانور کی قیمت اس پر واجب ہوگی اور حج کی وجہ سے وہ قیمت واجب ہوگی جو پہلے زخم کی حالت میں تھی اور اگر وہ عمرہ کے احرام سے باہر ہو گیا اور پھر حج کا احرام باندھا اور پھر دوبارہ اس شکار کو زخمی کیا تو عمرہ کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو دوسرے زخم کی حالت میں اور حج کی وجہ سے وہ قیمت لازم ہوگی جو پہلے زخم کی حالت میں تھی اور اگر عمرہ کے احرام سے باہر ہو کر حج اور عمرہ کے قران کا احرام باندھا اور پھر شکار کو زخمی کیا اور وہ مر گیا تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو دوسرے زخم کی حالت میں اس کی قیمت تھی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی وہ دو چند واجب ہوگی اور اگر پہلا زخم ہلاک کرنے والا تھا مثلاً اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور باقی سب صورتیں اسی طرح ہیں تو عمرہ کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت لازم ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی وہ دو چند واجب ہوگی اور اگر دوبارہ بھی اس کا ہاتھ کاٹا تھا تو پہلے زخم کی حالت میں جو واجب ہوا تھا وہی اس مرتبہ واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر فقط عمرہ کرنے والے نے کسی شکار کو زخمی کیا اور پھر کسی بے احرام شخص نے بھی اس شکار کو زخمی کیا پھر فقط عمرہ کرنے والے نے اپنے عمرہ کے احرام میں حج کا احرام بھی ملا لیا اور پھر اس کو زخمی کیا اور ان سب زخموں سے وہ شکار مر گیا تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو بے احرام شخص کے زخمی کرنے کی حالت میں اس کی قیمت تھی اور حج کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو سب زخموں کی حالت میں اس کی قیمت تھی اور بے احرام شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا جو پہلے زخم کی حالت میں دوبارہ زخمی کرنے سے اس کی قیمت کم ہوگئی اور اس کے علاوہ تینوں زخموں کی حالت میں جو قیمت ہے وہ نصف اس پر واجب ہوگی اور اگر اس کے زخمی کرنے کے بعد عمرہ کے احرام سے باہر ہو گیا پھر بے احرام شخص نے اس کو زخمی کیا پھر پہلے شخص نے قران کیا اور اس حالت میں اس کو دوبارہ زخمی کیا اور وہ جانور مر گیا تو عمرہ کی وجہ سے اس قیمت کا ضامن ہوگا جو

---

[1] کیونکہ قارن نے دو احراموں کی حالت میں یہ جنایت کی تو بعوض ہر احرام کی جنایت کے ایک ایک جزا لازم ہوگی حاصل یہ کہ اس صورت میں اعتبار احرام کا کیا جاتا ہے نہ عدد صید کا۔

اخیر کے دو زخموں کی حالت میں اس کی قیمت تھی اور قران کی وجہ سے پہلے زخم کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی وہ دو چند واجب ہوگی اور اسی طرح بے احرام شخص کا بھی حکم بدل جائے گا اور اگر یہ سب زخم ہلاک کرنے والے تھے جیسے ہاتھ پاؤں کا ٹنا اور آنکھیں پھوڑ نا تو عمرہ کی وجہ سے تندرست جانور کی قیمت لازم ہوگی اور قران کی وجہ سے پہلے دو زخموں کی حالت میں جو اس کی قیمت تھی وہ دو چند واجب ہوگی اور بے احرام شخص پر پہلے زخمی ہونے کی حالت میں جو اس کے دوبارہ زخمی کرنے سے اس کی قیمت میں کمی ہوئی وہ نقصان واجب ہوگا اور اس کے علاوہ جو تینوں زخموں کی حالت میں قیمت ہے وہ نصف واجب ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔

اگر کوئی جانوروں کو مارے تو اسی طرح کئی جزائیں واجب ہوں گی لیکن اگر اس جانور کے مارنے میں احرام سے باہر ہونے یا احرام توڑنے کا ارادہ کیا ہے تو یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ اصل میں مذکور ہے صاحب احرام اگر بہت سے شکار احرام سے باہر ہونے یا احرام توڑنے کے ارادہ پر کرے تو ان سب کی وجہ سے ایک ایک قربانی واجب ہوگی اس لئے کہ وہ احرام سے باہر ہونے کا ارادہ کرتا ہے احرام کی حالت میں گناہ کا ارادہ نہیں کرتا اور جلد احرام سے باہر ہو جانے میں ایک قربانی واجب ہوتی ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔

اگر کوئی سبب پیدا کرنے سے شکار کا قتل کرنے والا قرار پایا پس اگر سبب پیدا کرنے میں حکم شرع سے تجاوز کرنے والا ہو تو قیمت کا ضامن ہوگا ورنہ نہ ہوگا پس اگر کسی نے کوئی جال لگایا اور اس میں کوئی جانور پھنس کر مر گیا یا پانی کے واسطے گڑھا کھودا اور اس میں کوئی شکار گر کر مر گیا تو کچھ اس پر واجب نہ ہوگا اگر کسی صاحب احرام نے دوسرے شخص کی خواہ وہ احرام والا ہو یا بے احرام شخص ہو کسی شکار کے مارنے میں مدد کی تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے جس طرح صاحب احرام پر شکار کا قتل کرنا حرام ہے اسی طرح شکار کو بتانا بھی حرام ہے اور شکار کے بتانے سے بھی اسی قدر جزا لازم ہوگی جو قتل کرنے سے لازم ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جس دلالت[1] کی وجہ سے جزا لازم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو بتایا وہ پہلے سے اس شکار سے واقف نہ ہو اور اس کے بتانے کو سچ جان لے اور اگر اس کے بتانے کو جھوٹ جانا اور پھر وہی شکار دوسرے شخص نے بتایا اور اس کو سچ جانا تو جس شخص کے قول کو جھوٹ جانا ہے اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ جس شخص کو شکار بتایا ہے جب وہ شکار کو قتل کرے تو بتانے والا اس وقت تک احرام میں ہو لیکن اگر بتانے والا احرام سے باہر ہو گیا پھر اس شخص نے جس کو بتایا تھا قتل کیا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا مگر گنہگار ہوگا اور یہ بھی شرط ہے کہ جس شخص کو شکار بتایا ہے وہ اس شکار کو وہیں پکڑے جہاں اس نے بتایا تھا اور اگر وہ شکار اس جگہ سے چلا گیا پھر دوسری جگہ اس نے پکڑ کر قتل کیا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر کسی صاحب احرام نے کسی صاحب احرام کو شکار بتایا تو دونوں شخصوں پر پوری جزا لازم ہوگی اگر احرام والے نے کسی بے احرام شخص کو شکار بتایا اور اس نے شکار کو قتل کیا تو بتانے والے پر اس کی قیمت لازم ہوگی اور بے احرام شخص پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

کسی بے احرام شخص نے احرام والے یا بے احرام شخص کو حرم کا شکار بتایا تو بتانے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اور قاتل پر جزا لازم ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر کسی شکار کی طرف کو اشارہ کیا تو جس شخص کو اس نے اشارہ سے بتایا ہے اگر وہ اس کے اشارہ کرنے سے پہلے اس شکار کو جانتا یا دیکھتا تھا تو اشارہ کرنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا مگر مکروہ ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کوئی احرام والا شخص دوسرے احرام والے کو کوئی شکار بتادے اور اس کے قتل کا حکم کرے اور دوسرا شخص تیسرے کو حکم کرے اور تیسرا شخص قتل کرے تو ان میں سے ہر شخص پر پوری جزا لازم ہوگی اور اگر احرام والے نے کسی احرام والے کو شکار کی خبر کی لیکن اس کو وہ شکار نظر نہ آیا پھر دوسرے احرام والے نے اس شکار کی خبر دی اس نے پہلے شخص کی بات کو نہ سچ جانا نہ جھوٹ پھر شکار کو تلاش کر کے اس کو قتل کیا تو ہر شخص

---

[1] رہبری کرنا یعنی ناواقف کو کسی امر نامعلوم کی طرف رہبر ہونا۔

پر جزا لازم ہوگی اگر کسی احرام والے نے کسی احرام والے کو کسی احرام والے کے پاس اس واسطے بھیجا کہ اس سے کہہ کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ اس جگہ شکار ہے پس اس شخص نے جا کر اس کو قتل کیا تو اس قاصد اور بھیجنے والے اور قاتل تینوں میں سے ہر شخص پر شکار کی قیمت واجب ہوگی اور جس شخص کے پاس پیغام[1] بھیجا ہے اگر وہ پہلے سے اس شکار کو دیکھتا اور جانتا تھا تو قاتل کے سوا کسی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور قاتل پر جزا لازم ہوگی اگر احرام والے نے شکار کی طرف اشارہ کر کے کسی شخص سے کہا کہ اس شکار کو گھونسلے میں سے پکڑ لے اور اشارہ کرنے والے کو ایک ہی شکار نظر آتا تھا پس وہ شخص گیا اور اس نے اس شکار کو پکڑا اور اس کے ساتھ اور ایک شکار کو اسی گھونسلے میں سے پکڑا تو حکم کرنے والے پر اس شکار کی جزا لازم ہوگی جس کا اس نے حکم کیا ہے اور دوسرے شکار کی وجہ سے اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اگر کسی احرام والے نے شکار کو کسی ایسے موقع پر دیکھا کہ تیر مارنے کے سوا اور کسی طرح اس پر قابو نہیں ہو سکتا اور ایک دوسرے احرام والے نے اس کو تیر کمان بتائی اور اس کو دی اور اس نے تیر سے اس کو قتل کیا تو ہر شخص پر جزا لازم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک احرام والے سے چھری مانگ کر ایک شکار کو قتل کیا تو احرام والے پر جزا لازم نہ ہوگی لیکن یہ اس کے واسطے مکروہ ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب وہ شخص بغیر اس کے چھری دینے کے بھی اس کے ذبح پر قادر ہو اور اگر بغیر اس کے چھری دینے کے اس کے ذبح پر قادر نہ تھا تو احرام والا قیمت کا ضامن ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

کئی احرام والے مکہ میں کسی گھر میں اترے اور اس گھر میں چڑیاں اور کبوتر تھے اور ان میں سے تین شخصوں نے چوتھے شخص کو دروازہ بند کرنے کا حکم کیا اور اس نے دروازہ بند کر دیا اور وہ سب منیٰ کو چلے گئے اور جب وہ لوٹ کر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ جانور پیاس کی وجہ سے مر گئے تو ہر شخص پر جزا لازم ہوگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی صاحب احرام نے کوئی شکار پکڑا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے خواہ اس کے ہاتھ میں ہو یا پنجرہ میں اس کے ساتھ ہو یا اس کے گھر میں ہو اور اگر کسی دوسرے احرام والے نے اس کے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ شکار کرنے والا شکار کا مالک نہیں ہوا تھا اور اگر دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ میں قتل کر دیا تو ان دونوں میں سے ہر شخص پر جزا لازم ہوگی اور ہمارے تینوں اصحاب کے نزدیک پکڑنے والے کو اختیار ہے کہ قاتل سے وہ پھیر لے جو اس کو کفارہ میں دینا پڑا ہے اگر بے احرام شخص نے کوئی شکار پکڑا پھر اس شکار کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا اور اسی حالت میں اس نے احرام باندھا تو اس شکار کو چھوڑ دینا اس پر واجب ہے اور اگر اس نے نہ چھوڑا اور وہ اس کے ہاتھ میں مر گیا تو اس کی قیمت کا ضامن ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اس چھوڑ دینے کی وجہ سے وہ شکار اس کی ملک سے باہر نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر اس کو چھوڑنے کے بعد دوسرے شخص نے اس کو پکڑ لیا تو یہ احرام سے باہر ہونے کے بعد اس کو پھیر سکتا ہے یہ شرح مجمع میں لکھا ہے جو ابن ملک کی تصنیف ہے اور اگر کسی دوسرے شخص نے اس کے ہاتھ میں چھوڑ دیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چھوڑنے والا مالک کو قیمت دے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قیمت کا ضامن نہ ہوگا اور اگر شکار پنجرہ میں اس کے ہاتھ میں اس کے گھر میں ہے تو ہمارے نزدیک اس کا چھوڑنا واجب نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے جو شخص شکار لے کر حرم میں داخل ہو تو وہ اگر درحقیقت اس کے ہاتھ میں ہے تو حرم میں اس کو چھوڑ دینا اس پر واجب ہے اگر درحقیقت اس کے ہاتھ میں نہیں مثلاً سامان میں ہے یا پنجرہ میں ہے تو اس پر چھوڑنا واجب نہیں یہ کفایہ میں لکھا ہے اور اگر احرام باندھا اور اس کے ہاتھ میں پنجرہ کے اندر شکار ہے یا احرام باندھا اور پنجرہ میں شکار ہے اور حرم میں اس کو داخل نہیں کیا تو ہمارے نزدیک اس کو چھوڑنا واجب نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔

---

[1] اس میں بھیجنے والے اور قاصد دونوں کی رہبری و دلالت پائی گئی۔

اگر کوئی شخص حرم میں باز لے کر داخل ہوا اور اس کو چھوڑ دیا اور اس نے حرم کے کسی کبوتر کو قتل کیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط سرخسی کے باب قتل الصید میں لکھا ہے اگر کسی بے احرام شخص نے کسی بے احرام شخص کا شکار غصب کر لیا پھر غاصب نے احرام باندھا اور شکار اس کے ہاتھ میں تھا تو اس کو چھوڑ دینا اس کو لازم ہے اور اس کی قیمت مالک کو دے گا اور اگر مالک کے حوالہ کر دیا تو اس کے ذمہ سے بری ہو گیا مگر برا کیا اور اس پر جزا واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ازالۃ الامن عن الصید میں فصل میں لکھا ہے اگر حرم میں داخل ہونے کے بعد شکار بیچا تو اگر وہ شکار ابھی مشتری کے پاس باقی ہے تو اس بیع کا رد کرنا واجب ہوگا اور اگر مر گیا تو اس کی قیمت واجب ہوگی اسی طرح صاحب احرام شکار بیچے تو بھی یہی حکم ہے اور اس میں فرق نہیں ہے کہ حرم کے اندر بیچے یا وہاں سے نکالنے کے بعد حرم کے باہر بیچے اور اگر دو شخص جو بے احرام ہوں حرم کے اندر شکار کی خرید و فروخت کریں اور وہ شکار حرم سے باہر ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں اگر بے احرام شخص حرم کے شکار کو ذبح کرے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرے روزہ رکھنا کافی نہیں ہے اور اس کی جزا میں قربانی کرنے میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ جائز نہیں اور ظاہر روایت کے بموجب جائز ہے یہ تبیین میں لکھا ہے بے احرام شخص اگر حرم کا شکار ذبح کرے تو اس کا کھانا جائز نہیں صاحب احرام اگر حرم سے باہر یا حرم کے اندر ذبح کرے تو وہ مردار ہوگا اور صاحب احرام پر جزا واجب ہوگی یہ سراجیہ میں لکھا ہے اگر صاحب احرام نے تیر سے کسی شکار کو قتل کیا یا کتے یا باز تعلیم یافتہ کو چھوڑا اور اس نے قتل کیا تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے اور اس پر جزا واجب ہوگی اور اگر صاحب احرام نے ایسے شکار میں سے کھایا جس کو خود ذبح کیا ہے تو اگر اس کی جزا کے ادا کرنے سے پہلے کھایا ہے تو جو کچھ کھایا ہے اس کا کفارہ بھی اسی میں داخل ہو جائے گا اور اس پر ایک ہی جزا لازم ہوگی اور اگر جزا کے ادا کرنے کے بعد کھایا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جو کھایا ہے اس کی قیمت واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک توبہ اور استغفار کے سوا اور کچھ واجب نہیں ہے اور اگر اس گوشت میں سے کسی بے احرام شخص یا کسی اور صاحب احرام نے کچھ کھایا تو توبہ اور استغفار کے سوا بالاجماع اس پر اور کچھ واجب نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اس میں مضائقہ نہیں ہے کہ صاحب احرام اس شکار کا گوشت کھائے جس کو کسی بے احرام شخص نے شکار کر کے ذبح کیا ہو یہ حکم اس وقت ہے کہ صاحب احرام نے وہ شکار اس کو نہ بتایا ہو اور اس کے ذبح کرنے یا شکار کرنے کا حکم نہ دیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

اور اگر صاحب احرام نے کسی شکار کا انڈا توڑا اور اس کی جزا ادا کر دی پھر اس کو بھون کر کھا لیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے یہ غایۃ السروجی میں لکھا ہے اگر ایسے شکار کے تیر مارا جو کچھ حرم کے اندر ہے اور کچھ باہر تو شکار کے پاؤں کا اعتبار ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر شکار کے پاؤں حرم میں ہیں اور سر حرم سے باہر ہے تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر اس شکار کے پاؤں حرم سے باہر ہیں اور سر حرم کے اندر ہے تو وہ شکار حرم سے خارج ہے اور اگر کچھ پاؤں حرم کے اندر ہیں اور کچھ باہر تو وہ احتیاطاً حرم کا شکار سمجھا جائے گا یہ حکم اس وقت ہے کہ جب وہ شکار کھڑا ہوا ہو اور اگر زمین پر لیٹا ہوا ہو تو اس کے سر کا اعتبار ہے پاؤں کا اعتبار نہیں پس اگر اس کا سر حرم میں ہو اور پاؤں حرم سے باہر ہوں تو وہ حرم کا شکار ہے اور اگر سر حرم سے باہر ہو اور پاؤں حرم میں ہوں تو خارج حرم کا شکار ہے اور اگر شکار ایسے درخت پر ہو جس کی جڑ حرم میں ہو اور شاخیں حرم سے باہر ہوں اور شکار شاخوں کے اوپر ہے تو درخت کا اعتبار نہیں ہے شکار کی جگہ کا اعتبار کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر تیر مارنے والا اور وہ شکار جس کے تیر مارتا ہے ان دونوں میں سے ایک حرم کے اندر ہو تو تیر مارنے والے پر جزا لازم ہے اور دونوں حرم سے باہر ہیں اور تیر حرم میں ہو کر نہیں جاتا اور پھر تیر پھینکنے والا صاحب احرام نہیں تو کچھ واجب نہیں ہے اور باز یا کتے کو اگر چھوڑے تو بھی یہی حکم ہے والوجیہ میں ہے کہ اگر حرم سے باہر کسی شخص نے ایسے شکار کے تیر مارا جو

---

(۱) اس لئے کہ محرم بوجہ احرام کے اس کا اہل نہیں ہے۔

حرم سے باہر تھا اور وہ شکار زخمی ہونے کے بعد حرم میں داخل ہوا اور وہاں مر گیا تو اس پر جزا واجب نہ ہوگی اور اس کا کھانا مکروہ ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر بے احرام شخص نے کسی شکار پر کتا چھوڑا جو حرم سے باہر ہے اور کتا اس کے پیچھے گیا اور حرم کے اندر اس کو پکڑا تو چھوڑنے والے پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اس شکار کو کھانا نہ چاہئے اور اگر بے احرام شخص نے ایسے شکار پر تیر مارا جو حرم سے باہر تھا پھر شکار حرم میں داخل ہو گیا اور تیر اس کے حرم میں لگا تو اس پر جزا واجب نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے خانیہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب جزا لازم ہوگی یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر حرم کے اندر بھیڑیے پر کتا چھوڑا اور اس نے کوئی شکار مار لیا یا بھیڑیے کے واسطے جال لگایا اور اس میں کوئی شکار پھنس گیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

بھگانے‘ دبکانے یا دھمکانے (وغیرہ) سے جانور کا ہلاک ہونا:

اگر کسی کے بھگانے سے کوئی جانور بھاگ کر کنویں میں گر گیا یا کسی اور چیز کی ٹکر لگی تو اس پر جزا واجب ہوگی اگر کوئی شخص سوار تھا یا جانور کو ہانک کر یا آگے سے کھینچ کر لئے جاتا تھا اور اس جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا منہ سے کسی شکار کو مارا تو اس پر جزا واجب ہوگی یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے حرم کی ہرنی کو حرم سے باہر نکالا اور اس کے بچے پیدا ہوئے پھر وہ ہرنی اور بچے مر گئے تو اس پر ان سب کی جزا واجب ہوگی اگر کوئی بے احرام شخص ہرنی کو حرم سے باہر نکال لے گیا تو اس پر اس کا چھوڑ دینا واجب ہے اور جب تک وہ حرم میں نہ پہنچ جائے وہ اس کا ضامن ہے اور اگر حرم میں پہنچنے سے پہلے اس کے بچہ پیدا ہوا یا اس کے بدن یا بالوں میں زیادتی ہوئی اور اس کے کفارہ دینے سے پہلے وہ مر گئی تو کل کا ضامن ہوگا اور اگر کفارہ دینے کے بعد مری تو اصل کا ضامن ہوگا زیادتی کا ضامن نہ ہوگا اور اگر اس کو بیچ ڈالا اور مشتری کے پاس اس کے بچے پیدا ہوئے یا اس کے بدن یا بالوں میں زیادتی ہوئی پھر وہ ہرنی اور اس کے بچے سب مر گئے تو اگر بائع نے اس کی جزا ابھی ادا نہیں کی ہے تو کل کا ضامن ہوگا اور اگر جزا ادا کرنے کے بعد بچے پیدا ہوئے یا زیادتی ہوئی تو اصل کا ضامن ہوگا بچہ اور زیادتی کا ضامن نہ ہوگا یہ غایۃ السروجی میں لکھا ہے اگر کسی جوں کو مارا تو چاہے صدقہ کر دے مثلاً ایک چنگل بھر اناج دے دے یہ حکم اس وقت ہے کہ جوں کو اپنے بدن یا سر یا کپڑے سے پکڑا ہو اور اگر زمین سے پکڑ کر مارا تو کچھ واجب نہیں اور جوں کا مارنا اور زمین پر ڈال دینا برابر[1] ہے اور اگر دو یا تین جوئیں ماریں تو ایک چنگل بھر اناج دے دے اور اگر اس سے زیادتی کی تو نصف صاع گیہوں دے اور جس طرح جوں کا مارنا جائز نہیں اسی طرح مارنے کے واسطے غیر کو دینا بھی جائز نہیں اور اگر ایسا کرے گا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح یہ جائز نہیں ہے کہ جوں کو اشارہ سے بتا دے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ اپنے کپڑے دھوپ میں اس غرض سے ڈالے کہ جوئیں مر جائیں اور جو مر جائیں اور جوؤں کے مارنے کی نیت سے کپڑوں کو دھونا بھی جائز نہیں ہے اگر کپڑے دھوپ میں ڈالے اور اس سے جوئیں مریں تو اگر بہت تھیں تو نصف صاع گیہوں واجب ہوں گے اور اگر کپڑے خشک کرنے کے واسطے دھوپ میں ڈالے اور اس سے کچھ جوئیں وغیرہ مر گئیں لیکن یہ اس کی نیت نہ تھی تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر صاحب احرام نے اپنے کپڑے کسی بے احرام شخص کو جوئیں مارنے کو دیئے اور اس نے جوئیں ماریں تو حکم کرنے والے پر جزا واجب ہوگی اور اگر اشارہ سے کسی کو جوں بتلائی اور اس نے اس کو مارا تو جزا واجب ہوئی کیسے کتے اور بھیڑیے اور چیل اور کوے اور نجاست کھانے والے جانوروں کے مارنے میں کچھ واجب نہیں ہوتا اور جو کوے غراب الزرع کہلاتے ہیں یعنی کھیتی کھاتے ہیں وہ شکار میں داخل ہیں اور سانپ‘ بچھو‘ چوہے‘ بھڑ‘ چیونٹی‘ کنکھجے‘ مکھی بھنگا‘ مچھر‘ پسو‘ چیچڑی‘ کچھوے کے مارنے میں کچھ واجب نہ ہوگا اور زمین کے

---

[1] دونوں صورتوں میں صدقہ دینا ہوگا۔

کیڑوں کے مارنے میں بھی کچھ واجب نہ ہوگا جیسے کہ بیبی اور خنفسا[1] یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

گوہ اور گرگٹ اور جھینگر کا بھی یہی حکم ہے کہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور کفتار[2] اور لومڑی جو اکثر ایذا دینے میں ابتدا نہیں کرتی ہے صاحب احرام کو اس کا قتل جائز ہے اس سے کچھ واجب نہیں ہوتا یہ غایۃ السروجی میں لکھا ہے خشکی کے تمام شکار کو مارنا صاحب احرام کو منع ہے لیکن جو جانور ایذا دینے میں ابتدا کرتے ہوں ان کا مارنا جائز ہے یہ جامع صغیر میں لکھا ہے جو قاضی خان کی تصنیف ہے صاحب احرام کو بکری اور گائے اور اونٹ اور مرغی اور پلی ہوئی بط کا ذبح کرنا جائز ہے یہ کنز میں لکھا ہے حرم کے درخت چار قسم کے ہوتے ہیں تین قسمیں ایسی ہیں کہ ان کو کاٹنا اور ان سے نفع لینا جائز ہے اور ان سے جزا لازم نہیں آتی اول درخت وہ ہیں جن کو آدمیوں نے بویا ہو اور وہ اس قسم سے ہوں جن کو آدمی بویا کرتے ہوں دوسرے ہر وہ درخت کہ جس کو آدمی نے بویا ہو اور وہ اس جنس سے نہ ہوں جس کو آدمی بویا کرتے ہیں تیسرے وہ درخت خود اُگے ہوں اور وہ اس قسم سے ہوں جن کو آدمی بویا کرتے ہوں اور چوتھی قسم ایسی ہے جس کا کاٹنا اور اس سے نفع لینا حلال نہیں اگر اس کو کوئی شخص کاٹے گا تو اس پر جزا لازم ہوگی وہ سب ایسے درخت ہیں جو خود جمے ہوں اور اس جنس سے نہ ہوں جن کو آدمی بویا کرتے ہیں اور اس قسم کے درخت خواہ کسی کے مملوک ہوں یا نہ ہوں سب کا حکم برابر ہے یہاں تک کہ فقہا نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کی ملکیت زمین میں ام غیلان[3] جمی اور اس کو کوئی شخص کاٹے تو وہ مالک کو قیمت دے گا اور حق اللہ بھی بقدر قیمت اس کو دینا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی شخص حرم کا ایسا درخت کاٹے جو سبز ہو اور نشوونما کی حالت میں ہو پس اگر وہ کاٹنے والا شریعت کے خطاب کے لائق ہو تو اس درخت کی قیمت سے کھانا خرید کر فقیروں پر صدقہ کردے اور ہر مسکین کو جہاں چاہے نصف صاع گیہوں دے اور اگر چاہے اس سے قربانی خرید کر حرم میں ذبح کرے روزے اس میں جائز نہیں ہیں کاٹنے والا خواہ صاحب احرام ہو یا بے احرام یا قارن سب کا حکم برابر ہے پس جب اس کی قیمت ادا کردے تو اس کٹے ہوئے درخت سے نفع لینا مکروہ ہے اور اگر اس کو بیچا تو بیع جائز ہے اور اس کی قیمت تصدق کرے اور حرم کے جو درخت خشک ہو گئے ہوں اور نشوونما کی حد سے نکل گئے ہوں ان کے اکھاڑنے میں اور ان سے نفع حاصل کرنے میں مضائقہ نہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر درخت کاٹے تو ان کی جڑ کا اعتبار ہے شاخوں کا اعتبار نہیں پس اگر درخت کی جڑ حرم میں ہو اور شاخیں حرم سے باہر ہوں تو وہ حرم کا درخت ہے اور اگر کچھ جڑ حرم میں اور کچھ حرم سے باہر ہو تو احتیاطاً حرم کا درخت ہوگا حرم کے درخت کے پتے لینے اس وقت جائز ہوں گے کہ اس سے درخت کا نقصان نہ ہو اور اس میں کچھ جزا لازم نہیں ہے۔ یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر حرم کا کوئی درخت اکھاڑا اور اس کی قیمت دے دی پھر اس کو وہیں بو دیا اور وہ جم گیا پھر دوبارہ اکھاڑا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ وہ جزا دینے سے اس کا مالک ہو گیا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر حرم کا درخت کاٹنے میں دو احرام والے یا دو بے احرام شخص یا ایک احرام والا اور ایک بے احرام شخص شریک ہوں تو ان دونوں پر قیمت واجب ہوگی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر حرم کی ہری گھانس لی تو اس پر قیمت واجب ہوگی سوکھی گھانس لینے میں کچھ مضائقہ نہیں یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے جو حرم کی گھانس نہ چرادیں نہ کاٹیں مگر اذخر کا کاٹنا جائز ہے حرم کے اندر کمات[4] کے توڑ لینے میں کچھ مضائقہ نہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔

---

[1] صراح میں ہے کہ خنفسا ایک جانور گندہ ہوتا ہے۔ [2] کفتار جس کو ہندی میں ہنڈاڑ کہتے ہیں۔ [3] ایک جنگلی درخت ہوتا ہے جس میں کانٹے ہوتے ہیں اور بعض کے نزدیک درخت ببول ہے جس کے گوند کو صمغ عربی کہتے ہیں واللہ اعلم۔ [4] کمات بالفتح اس سفید چیز کو کہتے ہیں جو برسات کے موسم میں چھتری کی صورت میں اگتی ہے عوام الناس اسی مناسبت سے چھتری کہتے ہیں اسی کو دھرتی کا پھول بھی بولتے ہیں۔

باب : ⑩

میقات سے بغیر احرام کے گزر جانے کے بیان میں

جب میقات سے باہر رہنے والا شخص بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہو جائے اور اس کا ارادہ حج اور عمرہ کا نہیں ہے تو مکہ میں داخل ہونے کی وجہ سے اس پر حج اور عمرہ واجب ہے پس اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے واسطے میقات کو نہ لوٹے تو حق میقات ترک ہونے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہے اور اگر میقات کو لوٹے اور وہاں سے احرام باندھے تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اگر اس حج یا عمرہ کا احرام باندھا جو اس پر لازم ہوا ہے تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر حج فرض یا ایسے عمرہ کا احرام باندھا جو اس پر واجب تھا تو اگر وہ اسی سال باندھا تو مکہ میں بغیر احرام داخل ہونے کی وجہ سے جو اس پر واجب ہوا تھا بحکم استحسان وہ بھی ادا ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اسی طرح اگر اس سال میں وہ حج کیا جس کی نذر کی ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اگر سال بدل گیا اور باقی مسئلہ کی وہی صورت ہے جو مذکور ہوئی تو مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی وجہ سے جو اس پر ہوا تھا ادا نہ ہوگا یہ محیط کے باب المیقات میں ہے اگر کوئی شخص حج اور عمرہ کے ارادہ پر جاتا تھا اور وہ میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا تو پھر یا تو اس نے میقات کے اندر اندر احرام باندھا یا پھر میقات کو لوٹ کر آیا اور وہاں سے احرام باندھا تو اگر میقات کے اندر احرام باندھا ہے تو اس بات پر غور کریں گے کہ اگر میقات کے آنے میں حج کے فوت ہونے کا خوف تھا تو حکم یہ ہے کہ اس کو میقات کو آنا نہ چاہئے اور اسی احرام سے سب ارکان ادا کرے اور اس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر حج کے فوت ہونے کا خوف نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ میقات تک آئے اور میقات تک آنے کی بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ بے احرام آئے اور ایک یہ کہ احرام اندھ کر آئے پس اگر بے احرام آیا اور میقات سے احرام باندھا تو قربانی اس سے ساقط ہوگئی اور اگر میقات تک احرام باندھ کر آیا تو امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ اگر وہ لبیک کہہ چکا ہے تو قربانی اس سے ساقط ہوگئی اور اگر لبیک نہیں کہی ہے تو ساقط نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے اور جو شخص اپنے میقات سے بغیر احرام کے گزر جائے پھر ایک دوسرے میقات میں جو وہاں سے زیادہ قریب ہے جا کر احرام باندھے تو جائز ہے اور کچھ اس پر واجب نہ ہوگا اور اگر کوئی شخص میقات سے گزرا اور وہ بستان بنی عامر کو جانے کا ارادہ کرتا ہے مکہ کو جانے کا ارادہ نہیں رکھتا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اگر کوئی شخص کوفہ کا میقات سے بغیر احرام کے گزر گیا اور اس نے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا تو اس کی بہت سی صورتیں ہیں یا یہ کہ اول عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا یا یہ کہ اول حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام حرم سے باندھا یا دونوں کا قران کیا پس اگر اول عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا یا دونوں میں قران کیا تو استحساناً اس پر ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر اول حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام حرم سے باندھا تو اس پر دو قربانیاں واجب ہوں گی ایک حج کا احرام میقات سے چھوڑ دینے کی وجہ سے دوسرے عمرہ کا احرام خارج حرم سے چھوڑ دینے کی وجہ سے کوئی آدمی میقات سے گزرا اور اس نے حج کا احرام باندھا پھر اس حج کو فاسد کر دیا یا حج فوت ہو گیا پھر اس کو قضا کیا تو جو قربانی میقات کی وجہ سے واجب ہوئی تھی وہ ساقط ہو جائے گی اگر غلام میقات سے بغیر احرام کے گزرا پھر اس کے مالک نے اس کو احرام باندھنے کی اجازت دی اور اس نے احرام باندھا تو میقات سے بغیر احرام گزرنے کی قربانی اس پر اس وقت واجب ہوگی جب وہ آزاد ہوگا کافر مکہ میں داخل ہوا پھر وہ مسلمان ہوا پھر احرام باندھا تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے اور اسی طرح سے نابالغ لڑکا بغیر احرام کے میقات سے گزرا پھر اس کو احتلام ہوا اور اس نے احرام باندھا تو اس کا بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر میقات سے بغیر احرام کے مکہ کے جانے کے ارادہ پر کئی بار گزرا تو ہر بار کے گزرنے کی وجہ سے اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا پس اگر اسی سال میں اس نے میقات تک آکر حج فرض یا اور حج کی نیت سے احرام باندھا تو آخر مرتبہ کے گزرنے کی وجہ سے اس پر جو واجب ہوا تھا وہ ساقط[1] ہو جائے گا اور اس سے پہلے گزرنے کی وجہ سے جو واجب ہوا تھا وہ ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ آخر مرتبہ کے گزرنے سے جو پہلے گزرنے سے واجب ہوا ہے وہ اس کے ذمہ فرض ہو گیا پس جب تک اس کی نیت معین نہ کرے گا تب تک وہ ساقط نہ ہوگا یہ شرح طحاوی کے باب ذکر الحج والعمرہ میں لکھا ہے مکہ کا رہنے والا حرم سے حج کے ارادہ پر نکلا اور اس نے احرام باندھا اور حرم کو نہ لوٹا یہاں تک کہ عرفہ میں وقوف کیا تو اس پر بکری کی قربانی واجب ہوگی اور اگر حرم کے لوٹنے تک اعمال حج میں مشغول نہیں ہوا تو اگر وہ لبیک کہتا ہوا حرم کو لوٹا تو بلا خلاف قربانی اس سے ساقط ہو جائے گی اور اگر بغیر لبیک کے لوٹا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی اس سے ساقط نہ ہوگی صاحبین کا اس میں اختلاف ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر مکہ والا حرم سے باہر کسی حاجت کو گیا پھر اس نے حرم سے باہر حج کا احرام بھی باندھ لیا اور عرفہ میں وقوف کیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور متمتع اگر عمرہ سے فارغ ہو کر حرم سے نکلا پھر اس نے خارج حرم سے حج کا احرام باندھا اور عرفہ میں وقوف کیا تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر وہ احرام کی حالت میں حرم کو لوٹا اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر وہ احرام کی حالت میں لبیک کہتا ہوا حرم کو لوٹا تو اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی اور اگر حرم کو لوٹ کر وہاں سے اس نے پھر احرام باندھا تو بالاتفاق اس پر کچھ واجب نہ ہوگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

فصل : ⑪

ایک احرام سے دوسرا احرام ملانے کے بیان میں

حج یا عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا بدعت ہے:

اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ حج یا عمرہ کے دو احراموں کو جمع کرنا بدعت ہے لیکن اگر ان دونوں کو جمع کرے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں لازم ہو جائیں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک لازم ہوگا لیکن امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی ان دونوں میں سے ایک کا احرام توڑ دینا ضروری ہے پس اگر حج کے دو احراموں کو جمع کیا تو جب پہلے سے فارغ ہو تو دوسرے کو دوسرے سال میں قضا کرے اور اگر عمرہ کے دو احراموں کو جمع کیا تو دوسرے کو اسی سال میں ادا کرے اس واسطے کہ عمرہ کی تکرار ایک سال میں جائز ہے برخلاف حج کے کہ اس کا یہ حکم نہیں اور اسی طرح حج کے اعمال پر عمرہ کے اعمال کی بنا کرنا بدعت ہے لیکن عمرہ کے احرام پر حج کے احرام کی بنا کرنا بدعت نہیں پس اگر کسی نے حج کا احرام باندھا اور ایک بار اس کا طواف کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ کو توڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے اور اس کے توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور پھر عمرہ کی قضا لازم ہوگی یہ نہایہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے حج کا احرام باندھا پھر ایک بار حج کا طواف کرنے سے پہلے عمرہ کا احرام باندھا تو عمرہ کو نہ توڑے یہ محیط میں لکھا ہے امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ اگر مکہ کا رہنے والا عمرہ کا احرام باندھے اور اس کے واسطے ایک بار طواف کرے پھر حج کا احرام باندھے تو حج کے احرام کو توڑ دے اور اس کے توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور اس پر حج اور عمرہ لازم ہوگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا احرام باندھا اور عمرہ کے افعال میں سے کچھ ادا نہ کیا تو بالاتفاق یہ حکم ہے کہ عمرہ کے احرام کو توڑ دے یہ کافی میں لکھا ہے۔

---

[1] اس لئے کہ وہ میقات پر احرام کی اہلیت نہیں رکھتا تھا جو بے احرام گزر جانے پر گنہگار ہوتا۔

پس اگر عمرہ کا چار مرتبہ طواف کر لیا پھر حج کا احرام باندھا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ حج کے احرام کو توڑے اور حج اور عمرہ جس کے احرام کو توڑے گا اس پر قربانی واجب ہوگی لیکن عمرہ کا احرام توڑنے میں صرف عمرہ کی قضا لازم ہوگی اور حج کے احرام توڑنے میں حج کی قضا اور عمرہ لازم ہوگا اور اگر احرام نہ توڑا اور ان دونوں کو اسی طرح ادا کیا تو جائز ہے اور ان دونوں کے جمع کرنے کی قربانی اس پر لازم ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے کوفہ والے نے حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو دونوں لازم ہوں گے اور ان کی وجہ سے وہ قارن ہو جائے گا لیکن اس نے برا کیا پس اگر عرفات میں وقوف کیا اور افعال عمرہ کے ادا نہ کئے تو عمرہ کا احرام ٹوٹ گیا اور اگر عرفات کی طرف متوجہ ہوا تو جب تک وہاں وقوف نہ کرے گا عمرہ نہ ٹوٹے گا پس اگر حج کا طواف تحیہ کیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو دونوں لازم ہوں گے اور اگر ان دونوں کو اسی طرح ادا کیا تو جائز ہے اور ان دونوں کو جمع کرنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی اور یہ قربانی حج کی نہیں ہے بلکہ کفارہ کی ہے اور مستحب یہ ہے کہ عمرہ کو توڑ دے یہ کافی میں لکھا ہے اگر حج کا احرام باندھا اور اس سے فارغ ہوا پھر دوسرے حج کا احرام دسویں تاریخ باندھا تو دوسرا حج لازم ہوگا پھر اگر دوسرے حج کے احرام باندھنے سے پہلے حج اول میں سر منڈوالیا تھا تو کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ابھی تک سر نہیں منڈوایا تھا تو اس پر قربانی واجب ہوگی خواہ دوسرے احرام کے بعد سر منڈوائے یہ تبیین میں لکھا ہے۔

سر منڈوانے سے قبل ہی دوسرے عمرہ کا احرام باندھنا:

جو شخص عمرہ سے فارغ ہوا لیکن ابھی تک اس نے بال نہیں کٹوائے پھر اس نے دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس پر وقت سے پہلے احرام باندھنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور یہ قربانی کفارہ کی ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے حج کرنے والا اگر دسویں تاریخ یا ایام تشریق میں عمرہ کا احرام باندھے تو وہ اس کے ذمہ لازم ہوگا لیکن اس حالت میں اس کا توڑنا واجب ہے پس اگر اس کو توڑ دیا تو توڑنے کی وجہ سے قربانی لازم ہوگی اور عمرہ بھی لازم ہوگا اور اگر نہ توڑا اور اسی طرح ادا کیا تو جائز ہے اور کفارہ کی قربانی واجب ہوگی اور اگر حج میں سر منڈوالیا پھر دوسرا احرام باندھا تو اس کو نہ توڑے اصل میں یہی مذکور ہے اور ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ اس کو توڑ دے اور اگر کسی کا حج فوت ہو گیا پھر عمرہ کا احرام باندھا تو اس کو توڑ دے اور اگر حج کا احرام باندھا تو اس کو بھی توڑ دے اور توڑنے کی وجہ سے حج اور عمرہ کی قضا لازم ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔

باب : ⑫

احصار (حج سے روکے جانے کا بیان)

یعنی حج سے روکے جانے کے بیان میں محصر وہ شخص ہے جس نے احرام باندھا پھر جس کا احرام باندھا تھا اس کے ادا کرنے سے روکا گیا خواہ وہ روکنا دشمن یا مرض یا قید ہو جانے یا کسی عضو کے ٹوٹ جانے یا زخمی ہو جانے کی وجہ سے ہو یا اور کوئی ایسا سبب ہو جو اس چیز کے پورا کرنے سے جس کا احرام باندھا ہے حقیقتہً یا شرعاً مانع ہو یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے یہ بدائع میں لکھا ہے مرض کی حد جس سے کہ احصار ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کو چلنے اور سوار ہونے کی طاقت نہ رہے لیکن اگر فی الحال قدرت ہو اور پیادہ چلنے یا سواری پر چلنے سے مرض کی زیادتی کا خوف ہو تو بھی یہی حکم ہے اور دشمن میں مسلمان اور کافر اور درندہ سب شامل ہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر کسی کے خرچ کے دام چوری گئے یا سواری کا جانور ہلاک ہو گیا اور وہ پیادہ چلنے پر قادر نہیں ہے تو وہ محصر[1] ہے اور اگر پیادہ

---

[1] یعنی حج سے روکا گیا۔

چلنے پر قادر ہو تو محصر نہیں اگر کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کا شوہر نہیں ہے اور کوئی محرم اس کے ساتھ ہے پھر اس کا محرم مر گیا یا کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور اس کے ساتھ محرم نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ اس کا شوہر ہے پھر اس کا شوہر مر گیا تو وہ عورت محصرہ ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر عورت کا محرم راستہ میں مر جائے اور وہاں سے مکہ تک تین دن یا اس سے زیادہ کا راستہ ہے تو وہ بمنزلہ محصر کے ہے اور اسی طرح اگر کسی عورت نے بغیر اجازت شوہر کے نفل حج کا احرام باندھا پھر اس کے شوہر نے اس کو حج کے جانے سے منع کر دیا تو وہ بمنزلہ محصر کے ہے اور اسی طرح غلام اور باندی اگر حج کا احرام باندھیں تو ان کے مالکوں کو جائز ہے کہ ان کا احرام کھلوا دیں اور وہ دونوں محصر ہوں گے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

عورت کن صورتوں میں محصرہ تصور ہو گی؟

اگر عورت نے حج فرض کا احرام باندھا اور اس کے ساتھ شوہر یا محرم نہیں ہے تو وہ محصرہ ہے اور اگر اس کا محرم یا شوہر ہے اور جس وقت اس شہر کا قافلہ حج کو جاتا ہے اس وقت اس عورت کو استطاعت[1] حج کی بھی ہے تو وہ محصرہ نہیں ہے اور اگر اس کا شوہر ہے اور کوئی اور محرم اس کے ساتھ نہیں ہے اور شوہر نے اس کو منع کیا تو وہ محصرہ ہے کیا شوہر کو یہ اختیار ہے کہ عورت کو احرام سے باہر کرا دے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ شوہر کو یہ اختیار ہے عامہ علماء کے نزدیک جس طرح حج سے احصار ہوتا ہے اسی طرح عمرہ سے بھی احصار ہوتا ہے احصار کی حالت میں حکم یہ ہے کہ قربانی کو بھیج دے یا اس کی قیمت کو بھیج دے کہ اس کی قربانی خرید کر ذبح کی جائے اور جب تک وہ ذبح نہ ہو احرام سے باہر نہ ہو عامہ علماء کا یہی قول ہے اور اگر احرام کے وقت یہ شرط کی ہو کہ اگر احصار ہوا تو قربانی نہ کرے گا یہ شرط نہ کی ہو دونوں کا حکم برابر ہے اور واجب ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے اس قربانی کے ذبح کرنے کا ایک روز معین کر کے وعدہ لے پس وہ اس قربانی کے ذبح ہونے کے بعد احرام سے باہر ہو جائے اس سے پہلے احرام سے باہر نہ ہو اور اگر قربانی کے ذبح ہونے سے پہلے کوئی ایسا فعل کیا جو احرام میں جائز نہیں تو اس پر وہی واجب ہوگا جو صاحب احرام پر محصر نہ ہونے کی صورت میں واجب ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب احرام سے باہر ہونے کے لئے سر منڈوانا شرط نہیں اور اگر سر منڈوا لے تو بہتر ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

اگر قارن حج کے احرام سے باہر ہونے کے واسطے ایک قربانی بھیجے اور عمرہ کا احرام اسی طرح باقی رکھے تو ان دونوں احراموں میں سے ایک احرام سے بھی باہر نہ ہو گا:

محصر کو اگر قربانی میسر نہ ہو اور نہ اس کی قیمت میسر ہو تو ہمارے نزدیک وہ روزے رکھ کر احرام سے باہر نہیں ہو سکتا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر قربانی ذبح کرنے کے وعدہ کے روز اس گمان پر احرام سے باہر ہو گیا کہ قربانی ذبح ہو چکی ہو گی پھر معلوم ہوا کہ قربانی اس روز ذبح نہیں ہوئی تو وہ اسی طرح صاحب احرام رہے گا اور قبل وقت احرام سے باہر ہونے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو گی اور اگر اسی وعدہ کے روز قربانی ذبح ہو گئی تو بطور استحسان کے جائز ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے جب محصر قربانی دے کر احرام سے باہر ہو گیا تو اگر فقط حج کا اس نے احرام باندھا تھا تو سال آئندہ میں اس پر حج اور عمرہ لازم ہو گا اور اگر فقط عمرہ کا احرام باندھا تو اس کے عوض میں عمرہ لازم ہو گا اور اگر قارن تھا تو وہ دو قربانیوں کے ذبح ہونے کے بعد احرام سے باہر ہو گا اور سال آئندہ میں اس پر دو عمرے اور ایک حج واجب ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر فقط حج کا احرام باندھا تھا اور اس نے دو قربانیاں بھیجیں تو وہ پہلی قربانی ذبح ہونے کے وقت احرام سے باہر ہو جائے گا اور دوسری قربانی نفل ہو گی اور قارن دو قربانیوں کے ذبح ہونے کے بعد

[1] یعنی زاد و راحلہ کی قدرت۔

احرام سے باہر ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر قارن حج کے احرام سے باہر ہونے کے واسطے ایک قربانی بھیجے اور عمرہ کا احرام اسی طرح باقی رکھے تو ان دونوں احراموں میں سے ایک احرام سے بھی باہر نہ ہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر قارن نے دو قربانیاں بھیجیں اور حج اور عمرہ کے واسطے جدا جدا قربانی معین نہ کی تو اس میں کچھ حرج نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

اگر قارن مکہ میں داخل ہوا اور اس نے عمرہ اور حج کا طواف پورا کیا پھر وہاں سے نکل کر اور عرفہ کے وقوف سے پہلے محصر[1] ہو گیا تو وہ ایک قربانی بھیج کر احرام سے باہر ہو جائے اور حج کے عوض سال آئندہ میں اس پر حج اور عمرہ لازم ہوگا اور عمرہ کے عوض عمرہ لازم نہ ہوگا اور حرم سے باہر بال کتروانے کے عوض امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر قربانی واجب ہے اور اگر محصر اسی سال میں اپنا حج ادا کر لے تو اس پر عمرہ واجب نہیں یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے احرام باندھا اور نہ حج کی نیت کی نہ عمرہ کی پھر وہ محصر ہو گیا تو ایک قربانی بھیج کر احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ میں استحساناً عمرہ لازم ہوگا اور اگر کسی چیز کا احرام باندھا اور اس کو معین کیا پھر اس کو بھول گیا اور پھر محصر ہو گیا تو ایک قربانی بھیج کر احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ میں اس پر حج اور عمرہ لازم ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی نے دو حج یا دو عمروں کا احرام باندھا پھر محصر ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو قربانیوں کے بھیجنے سے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک قربانی بھیج کر احرام سے باہر ہو جائے گا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے دو عمروں کا احرام باندھا اور ان کے ادا کرنے کے واسطے مکہ کی طرف چلا پھر اگر محصر ہو گیا تو ایک عمرہ کے عوض اس پر ایک قربانی واجب ہوگی اور اگر ابھی نہیں چلا تھا اور محصر ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دو قربانیاں واجب ہوں گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر دو عمرے واجب ہوں گے امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے کسی محصر نے قربانی بھیجی پھر احصار اس سے رد ہو گیا پس اگر وہ یہ جانتا ہے کہ قربانی اور حج اس کو مل جائے گا تو اس کو چلنا واجب ہے اور اگر یہ جانتا ہے کہ دونوں ملیں گے تو چلنا واجب نہیں اور اگر یہ جانتا ہے کہ قربانی مل جائے گی حج نہ ملے گا تو بھی چلنا واجب نہیں اور اگر وہ یہ جانتا ہے کہ حج ملے گا قربانی نہ ملے گی تو قیاساً چلنا واجب ہے استحساناً واجب نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر قربانی اس کو مل گئی تو اس کو جو چاہے کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔

کسی شخص نے عرفہ میں وقوف کیا پھر اس کو کوئی اَمر مانع ہوا تو وہ محصر نہ ہوگا:

محصر نے اگر صرف حج کا احرام باندھا پھر وہ احرام سے باہر ہو گیا پھر اس سے احصار زائل ہو گیا پھر اسی سال میں اس نے حج کا احرام باندھا تو اس پر نیت قضا کی واجب نہیں اور نہ عمرہ واجب ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کسی شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا تھا اور محصر ہو گیا پھر اس نے احصار کی قربانی بھیجی پھر احصار زائل ہو گیا اور دوسرا احصار پیدا ہوا پس اگر وہ یہ جانتا ہے کہ قربانی تک پہنچ سکتا ہے اور اس نے اس قربانی کی دوسرے احصار کے واسطے نیت کر لی تو جائز ہے اور اس کے سبب سے وہ احرام سے باہر ہو جائے گا اور اگر نیت نہ کی یہاں تک کہ وہ قربانی ذبح ہو گئی تو جائز نہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے کسی شخص نے عرفہ میں وقوف کیا پھر اس کو کوئی امر مانع ہوا تو وہ محصر نہ ہوگا اور جس کو مکہ میں کوئی امر مانع پیش آیا اور وہ طواف اور وقوف نہیں کر سکتا تو وہ محصر ہے یہ تبیین میں لکھا ہے جصاصؒ نے کہا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر طواف اور وقوف میں سے صرف ایک پر قادر ہے تو محصر نہیں اس لئے کہ اگر وہ وقوف پر قادر ہے تو حج پورا ہوگا اور اگر طواف پر قادر ہے تو جس شخص کا حج فوت ہو جاتا ہے وہ صرف طواف سے احرام سے باہر ہو جاتا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور جس شخص کو وقوف عرفہ کے بعد کوئی امر مانع پیش آیا اور ایام تشریق اسی عذر کی حالت میں گزر گئے تو اس پر مزدلفہ کا وقوف چھوڑنے کی وجہ سے ایک قربانی اور جمروں پر کنکریاں نہ مارنے کی وجہ سے ایک قربانی واجب ہوگی اور اس کو

---

[1] یعنی کوئی ایسا امر پیش آیا جس سے وہ رکا۔

چاہئے کہ طواف زیارت کرے اور اس طواف کی تاخیر کی وجہ سے بھی قربانی واجب ہوگی اور امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب سر منڈوانے کی تاخیر کی وجہ سے بھی ایک قربانی لازم ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک سر منڈوانے کی تاخیر اور طواف کی تاخیر کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے احصار[1] کی قربانی کو ہمارے نزدیک حرم کے سوا اور کہیں ذبح کرنا جائز نہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قربانی کے دن سے پہلے اور بعد اس کو ذبح کرنا جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قربانی کے دن کے بعد ذبح کرنا جائز نہیں ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر عمرہ سے احصار ہوا تو حرم میں اس کی قربانی ہر وقت جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

باب : ⑬

حج فوت ہو جانے کے بیان میں

جس شخص نے حج کا احرام باندھا خواہ وہ فرض ہو یا نذر یا نفل ہو اور خواہ وہ حج صحیح ہو یا فاسد ہو اور خواہ وہ فساد حج کے درمیان میں آ گیا ہو یا ابتدا سے ہی فاسد ہو جیسے کہ مجامعت کی حالت میں احرام باندھا تھا یا عرفہ کا وقوف اس سے چھوٹ گیا اور قربانی کے دن فجر طلوع ہوگئی پس اس سے حج فوت ہو گیا تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ طواف کرے اور سعی کرے اور احرام سے باہر ہو جائے اور سال آئندہ میں حج کو قضا کرے قربانی اس پر واجب نہ ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور اگر جس شخص کا حج فوت ہوا وہ قارن تھا تو اس کو چاہئے کہ اول عمرہ کا طواف اور سعی کرے پھر حج کے فوت ہو جانے کے عوض میں طواف و سعی کرے اور سر منڈوائے اور بال کتروائے قران کی قربانی اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی اور جب وہ طواف شروع کرے جس سے احرام سے باہر ہوگا تو لبیک کو قطع کرے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر متمتع کا حج فوت ہوا اور وہ قربانی کو ہانک کر لے چلا تھا تو اس کا تمتع باطل ہو گیا اور قربانی کو جو چاہے کرے یہ محیط میں لکھا ہے ہمارے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ جس طواف سے حج کا فوت کرنے والا احرام سے باہر ہوتا ہے وہ حج کے احرام سے اس پر واجب ہوتا ہے یا عمرہ کے احرام سے امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ حج کے احرام سے واجب ہوتا ہے اور امام ابو یوسفؒ کا یہ قول ہے کہ عمرہ کے احرام سے واجب ہوتا ہے اور حج کا احرام عمرہ کے احرام سے بدل جاتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اس اختلاف کا فائدہ اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے دوسرے حج کا احرام باندھا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے کہ وہ دوسرے حج کے احرام کو توڑ دے تاکہ دو حجوں کا احرام جمع نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسی طرح احرام کو باقی رکھے یہ محیط میں لکھا ہے جس شخص کا حج فوت ہو جائے اس پر طواف الصدر واجب نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

باب : ⑭

غیر کی طرف سے حج کرنے کے بیان میں

حج بدل کا بیان:

اصل اس باب میں یہ ہے کہ انسان کو جائز ہے کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے شخص کے واسطے کر دے خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ ہو یا سوا اس کے کوئی اور عمل ہو جیسے حج اور قرآن کی قرأت اور ذکر انبیاء علیہم السلام اور شہداء اور اولیاء اور صالحین کے قبور کی زیارت اور مردوں کو کفن دینا اور اسی طرح اور سارے نیک کاموں کا یہ حکم ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور عبادتیں تین

---

[1] یعنی وہ عذر جس کے سبب سے راہ میں محرم کو رکنا پڑے اور حج ادا کرنا غیر ممکن ہے۔

قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ کہ فقط مالی عبادت ہو جیسے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور دوسری یہ ہے کہ صرف بدنی ہو جیسے کہ نماز اور روزہ تیسری یہ کہ دونوں سے مرکب ہو جیسے کہ حج اور پہلی صورت[1] میں دونوں حالتوں میں نیابت جاری ہوتی ہے خواہ حالت اختیار ہو یا اضطرار ہو اور دوسری صورت میں نیابت جاری نہیں ہوتی اور تیسری صورت میں عاجز ہونے کے وقت نیابت جاری ہوتی ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور حج میں نیابت جاری ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ جس شخص کی طرف سے حج کیا جائے وہ بذات خود ادا کرنے سے عاجز ہو اور اس کے پاس مال ہو پس اگر خود ادا کرنے پر قادر ہو مثلاً تندرست صاحب مال ہو یا فقیر تندرست تو اس کی طرف سے دوسرے کو حج کرنا جائز نہیں ہے اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ حج کرنے کے وقت سے مرنے تک وہ عجز باقی رہے یہ بدائع میں لکھا ہے پس اگر کسی مریض نے اپنی طرف سے حج کرایا تو اگر وہ اسی مرض میں مر گیا تو جائز ہے اور اگر اچھا ہو گیا تو حج باطل ہو گیا اور اگر قیدی نے اپنی طرف سے حج کرایا تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کسی تندرست شخص نے اپنی طرف سے حج کرایا اس کے بعد وہ عاجز ہو گیا تو حج اس کی طرف سے جائز نہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے جس شخص کی طرف سے حج کیا جائے اس کا عاجز ہونا حج فرض میں شرط ہے حج نفل میں شرط نہیں یہ کنز میں لکھا ہے پس حج نفل میں قادر ہونے کی صورت میں بھی نیابت جائز ہے اس لئے کہ نفل میں آسانی کی گئی ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ جس کی طرف سے حج کیا جائے اس نے حج کا حکم کیا ہو پس بغیر اس کے حکم کے دوسرے کا حج اس کی طرف سے جائز نہیں لیکن وارث کا حج مورث کی طرف سے بغیر حکم کے بھی جائز ہے اور منجملہ ان کے احرام کے وقت اس شخص کے حج کی نیت کرنا جس کی طرف سے حج کرتا ہے اور افضل یہ ہے کہ یوں کہے کہ لبیک عن فلاں اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ جس کو حج کا حکم کیا ہے وہ شخص حج کرانے والے کے مال سے حج کرے پس اگر حج کرنے والا اپنے کو بطور احسان کے اس کی طرف سے خرچ کرے تو اس کی طرف سے جائز نہ ہو گا جب تک اس کے مال سے حج نہ کرے اور یہی حکم اس صورت میں ہے کہ اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ اس کے مال سے حج کرایا جائے پھر وہ شخص مر گیا اور اس کے وارثوں نے اپنے مال سے اس کی طرف سے حج کیا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے کسی شخص کو اس واسطے مال دیا کہ کسی میت کی طرف سے حج کرے اور اس شخص نے اس حج میں کچھ مال اپنی طرف سے بھی صرف کیا پس جو مال اس کو دیا تھا اگر حج کے خرچ کے واسطے کافی تھا تو مخالفت نہ ہو گی اور جس قدر اس نے اپنے پاس سے خرچ کیا اس میں استحسان یہ ہے کہ میت کے مال سے پھیر لے اور قیاس یہ ہے کہ نہ پھیرے اور اگر میت کا مال اس قدر نہ تھا کہ خرچ کو پورا ہوتا اور اس نے اپنے مال میں سے خرچ کیا تو اس بات پر غور کریں گے کہ اگر اکثر خرچ میت کے مال سے ہوا ہے تو جائز ہے اور وہ حج میت کی طرف سے ادا ہوا ورنہ جائز نہیں یہ حکم استحساناً ہے اور قیاس یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں جائز نہ ہو اور منجملہ ان کے یہ ہے کہ سوار ہو کر حج کرے یہاں تک کہ اگر کسی کو حج کا حکم کیا اور اس نے پیادہ یا چل کر حج کیا تو وہ اس خرچ کا ضامن ہو گا اور اس کی طرف سے سوار ہو کر حج کرے یہ بدائع میں لکھا ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ جو شخص غیر کی طرف سے حج کرتا ہے اس شخص کا اصل حج غیر کی ہی طرف سے ادا ہوتا ہے اور اس حج کرنے والے کا فرض اس حج سے ادا نہیں ہوتا یہ تبیین میں لکھا ہے افضل یہ ہے کہ جب کوئی شخص یہ قصد کرے کہ کسی شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کے واسطے مقرر کرے تو ایسے شخص کو مقرر کرے جو اپنی طرف سے حج کر چکا ہو اور بایں ہمہ اگر ایسے شخص کو مقرر کیا جس نے اپنی طرف سے حج فرض ادا نہیں کیا ہے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور حکم کرنے والے کے ذمہ سے حج ساقط ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور کرمانی میں ہے افضل یہ ہے کہ ایسے شخص کو حج کرنے کے واسطے اپنی

[1] یعنی ان عبادات میں نیابت جاری ہوتی ہے جو مالی ہوں اور حالت اختیار وہ کہ بذات خود ادا کرنے میں کوئی عذر اس کو نہ ہو اور حالت اضطرار وہ کہ کوئی عذر مانع ہو جس کے سبب سے وہ خود ادا کرنے سے عاجز ہو۔

طرف سے مقرر کرے جو وہاں کے راستہ اور افعال سے واقف ہو اور آزاد اور عاقل اور بالغ ہو یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں ہے لکھا ہے۔ اگر کسی کی طرف سے عورت نے حج کیا یا غلام یا باندی نے اپنے مالک کی اجازت سے حج کیا تو جائز ہے اور مکروہ ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص کو دو شخصوں نے اپنی اپنی طرف سے حج کے واسطے مقرر کیا اور اس نے ان دونوں کی طرف سے ایک حج کا احرام باندھا پس یہ حج اس حج کرنے والے کے واسطے ہوگا اور ان دونوں میں سے کسی کی طرف سے نہ ہوگا اور جو خرچ ان سے کیا ہے اس کا ضامن ہوگا اور اس کے بعد وہ اس حج کو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے نہیں کر سکتا اور برخلاف اس کے اگر کسی نے اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کیا تو اس کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس کی طرف سے چاہے اس حج کو مقرر کر دے اور اگر حج کرنے والے نے احرام میں دو شخصوں میں سے کسی کو معین نہیں کیا اور بلا معین کے حج ایک کی طرف سے کیا پس اگر اسی طرح کی نیت سے اس نے حج تمام کیا تو حج کرنے والوں کے حکم کی مخالفت کی اور اگر تمام ہونے سے پہلے ایک کو معین کیا تو امام ابو یوسفؒ کا یہ قول ہے کہ اس صورت میں بھی وہ حج کرانے والے کے حکم کا مخالف ہے اور حج اس کی ذات کی طرف سے واقع ہوگا اور امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ حج اس کی طرف سے واقع ہوگا جس کو معین کیا ہے اور برخلاف اس کے اگر احرام کی نیت کو مبہم کیا یعنی یہ نہ معین کیا کہ حج کا احرام باندھتا ہے یا عمرہ کا تو پھر اس کو اختیار ہے جس کو چاہے معین کر دے یہ شرح مجمع میں لکھا ہے جو صاحب مجمع کی تصنیف ہے اور اگر کسی نے احرام میں جس کی طرف سے حج کرتا ہے اس کا کچھ ذکر ہی نہ کیا نہ معین ذکر کیا نہ مبہم تو کافی میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں مجتہدین سے کوئی تصریح نہیں ہے اور چاہئے کہ اس صورت میں بالاجماع اس کا معین کرنا صحیح ہو اس لئے کہ حج کرنے والے کے حکم کی مخالفت نہیں ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر کوئی شخص کسی کو اپنی طرف سے جدا جدا حج یا عمرہ کا حکم کرے اور وہ شخص دونوں کو ملا کر قران کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب وہ شخص اس کے حکم کا مخالف ہے خرچ کا ضامن ہوگا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب بطور استحسان وہ قران حکم کرنے والے کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور یہ خلاف اس صورت میں ہے کہ جب وہ حکم کرنے والے کی طرف سے قران کرے اور اگر قران کے حج یا عمرہ میں سے کسی ایک میں کسی اور شخص کی طرف سے یا اپنی طرف سے نیت کی تو بلا خلاف وہ مخالف ہے اور خرچ کا ضامن ہوگا اور اگر کسی شخص نے کسی کو حج کا حکم کیا تھا اور اس نے اول عمرہ کیا پھر مکہ سے احرام باندھ کر حج کیا تو وہ سب کے قول کے بموجب مخالف ہے یہ محیط میں لکھا ہے خانیہ میں ہے کہ اس حج سے اس حج کرنے والے کا حج فرض بھی ادا نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی کو عمرہ کا حکم کیا پھر اس نے اول عمرہ کیا پھر اپنی طرف سے حج کیا تو وہ حکم کرنے والے کا مخالف نہیں ہے اور اگر اول حج کیا پھر عمرہ کیا تو وہ سب کے قول کے بموجب مخالف ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی کو ایک شخص نے حج کا حکم اور دوسرے نے عمرہ کا حکم کیا اور ان دونوں نے حج اور عمرہ کو جمع کرنے کا حکم نہیں کیا اور اس شخص نے حج اور عمرہ کو جمع کیا تو ان دونوں کا مال پھیرے گا اور اگر ان دونوں نے جمع کرنے کا حکم کیا تھا تو جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ جس شخص کو کسی شخص نے حج کے واسطے مقرر کیا ہے وہ مکہ کو جانے اور آنے میں حکم کرنے والے کے مال سے خرچ کرے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور اگر کسی شخص کو حج کے واسطے اس طرح مقرر کیا کہ وہ حج ادا کر کے مکہ میں مقیم ہو تو جائز ہے اور افضل یہ ہے کہ حج کر کے لوٹے جس شخص کو حج کا حکم کیا تھا اگر وہ حج سے فارغ ہو کر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے تو اپنے مال سے خرچ کرے اور اگر حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرے گا تو ضامن[1] ہوگا اور اگر بغیر نیت اقامت کے وہاں چند روز تک مقیم رہا تو ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر اتنے دنوں اقامت کی جتنے دنوں وہاں لوگوں کو اقامت کی عادت ہے تو جس کی طرف سے حج کیا ہے اس کے مال میں سے خرچ

[1] کیونکہ یہ خرچ جو اس نے ان ایام میں اٹھایا وہ اسی کی وجہ سے ہے ہاں اگر حکم کرنے والے سے اجازت حاصل کر لی ہو تو مضائقہ نہیں۔

کرے گا اور اگر اس سے زیادہ اقامت کی تو اپنے مال میں سے خرچ کرے گا اور یہ حکم پہلے زمانہ کا تھا اور ہمارے زمانہ میں ایک شخص کو بلکہ چھوٹی جماعت کو بھی بغیر قافلہ کے مکہ سے نکلنا ممکن نہیں پس جب تک قافلہ کے نکلنے کا منتظر ہوگا تو خرچ اس کا حج کرنے والے کا مال سے ہوگا اور اسی طرح جس قدر بغداد میں مقیم ہوگا اس کا خرچ بھی حج کرنے والے کے مال سے ہوگا اور آنے جانے میں جو مدت گزرے گی اس میں اعتماد قافلہ کے آنے جانے پر ہوگا اور اگر کسی نے پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی اور خرچ اس کا حکم کرنے والے کے مال سے ساقط ہوگیا پھر اس کے بعد لوٹا تو اب پھر حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرے گا یا نہیں تو قدوری نے مختصر الطحاوی کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ کے قول کے بموجب پھر وہ حکم کرنے والے کے مال سے خرچ کرے گا اور ظاہر روایت یہی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اب پھر اس کو حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب مکہ میں گھر نہ بنالیا ہو اور اگر مکہ میں گھر بنالیا پھر لوٹا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ اس کا خرچ حکم کرنے والے کے مال میں نہیں یہ بدائع میں لکھا ہے۔ جس شخص کو حج کرنے کا حکم کیا ہے اگر وہ ایام حج سے پہلے چلا تو چاہئے کہ بغداد یا کوفہ کے پہنچنے تک حکم کرنے والے کے مال میں سے خرچ کرے پھر حج کے زمانہ تک جس قدر ٹھہرے اس میں اپنے مال سے خرچ کرے پھر جب وہاں سے چلے تو میت کے مال میں سے خرچ کرے تاکہ راستہ میں میت کے مال میں سے خرچ کرنا جو شرط ہے وہ ادا ہو جائے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر غیر کی طرف سے حج کرنے والا اپنے کاموں میں ایسا مشغول ہوا کہ حج فوت ہوگیا تو مال کا ضامن ہوگا اور اگر اس نے میت کی طرف سے سال آئندہ میں اپنا مال خرچ کر کے حج کیا تو جائز ہے اور اگر کسی آسمانی آفت سے حج فوت ہوگیا مثلاً اونٹ سے گر گیا تو امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ اس سے پہلے جو خرچ ہے اس کا ضامن نہ ہوگا اور لوٹنے میں وہ خاص اپنے مال میں سے صرف کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا ہے اگر وہ کسی دوسرے راستہ کو جائے اور اس میں خرچ زیادہ ہو تو اگر اس طرف سے بھی حج کرنے والے جاتے ہیں تو اس کو اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

باب : ⑮

حج کی وصیت کے بیان میں

جس پر حج فرض ہو تو اگر وہ حج کے ادا کرنے سے پہلے بغیر وصیت کے مر گیا تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ گنہگار ہوگا اور اگر وارث اس کی طرف سے حج کرنا چاہے تو حج کر سکتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے یہ ذکر کیا ہے کہ مجھ کو امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ حج اس میت کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر حج کی وصیت کر کے مرا تو حج اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا اور جب اس کی طرف سے حج کیا جائے گا تو ہمارے نزدیک اگر دوسرے کی طرف سے حج کرنے کی سب شرطیں جمع ہوں گی تو جائز ہے اور وہ شرطیں یہ ہیں کہ حج کرنے والا اس کی طرف سے حج کی نیت کرے اور وصیت کرنے والے کے مال میں سے کل یا اکثر خرچ کرے اور کوئی اور غیر شخص بطور احسان اپنی طرف سے مال نہ دے اور سوار ہو کر حج کو جائے پیادہ نہ جائے اور اس کے تہائی مال میں سے صرف کرے خواہ اس نے وصیت میں تہائی کی قید لگائی ہو یعنی یوں کہا ہو کہ میرے تہائی مال میں سے خرچ کر کے حج کرایا جائے یا کوئی قید نہ لگائی ہو مثلاً یہ وصیت کی ہو کہ میری طرف سے حج کرایا[1] جائے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر وصیت کرنے والے نے کوئی مقام نہیں بیان کیا جہاں سے حج کرایا جائے تو ہمارے علما کے نزدیک اس کے وطن سے حج کرایا جائے یہ

---

[1] کیونکہ وصیت میں مال میت سے تہائی سے زائد اس صورت میں جائز نہیں ہے جبکہ اس کے وارث موجود ہوں پس تہائی کی خواہ قید لگائی یا نہ لگائی اس سے زائد وصیت میں سے خرچ نہ کیا جائے گا۔

حکم اس وقت ہے جب اس کا تہائی مال وطن سے حج کرانے کو کافی ہو اور اگر اس کا تہائی مال وطن سے حج کرانے کو کافی نہ ہو تو اس قدر مال جہاں سے حج کرانے کو کافی ہو وہاں سے حج کرایا جائے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر اس کا کوئی وطن نہ ہو تو جہاں وہ مرا ہے وہاں سے حج کرایا جائے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر اس کے کئی وطن ہوں تو بلا خلاف یہ حکم ہے کہ جو وطن اس کا مکہ سے زیادہ قریب ہو وہاں سے حج کرایا جائے دور کے وطن سے حج نہ کرایا جائے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے۔

وصیت میں بیان کیا کہ فلاں موضع سے حج کرایا جائے جو کہ اس کا وطن نہیں تھا تو اُس کے تہائی مال میں سے وہیں سے حج کرایا جائے:

اگر اس نے وصیت میں بیان کر دیا کہ فلاں موضع سے حج کرایا جائے اور وہ اس کا وطن نہیں تھا تو اس کے تہائی مال میں سے وہیں سے حج کرایا جائے جہاں سے اس نے بیان کیا ہے خواہ وہ موضع مکہ سے قریب ہو یا بعید ہو حج کرنے والے کے پاس اگر میت کے مال میں سے حج کو جانے اور آنے کے صرف کے بعد کچھ بچ رہے تو وارثوں کو پھیر دے اس کو اس میں سے کچھ لینا جائز نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر میت کے تہائی مال میں سے اس کے وطن سے حج ہو سکتا ہے اور وصی نے کسی اور جگہ سے حج کرایا جو اس کا وطن نہیں ہے تو اس مال کا ضامن ہوگا اور وہ حج وصی کی طرف سے ہوگا اور میت کی طرف سے دوبارہ حج کرائے لیکن اگر وہ مقام جہاں سے حج کرایا ہے میت کے وطن سے اس قدر قریب ہو کہ رات سے پہلے وہاں جا کر واپس آ سکیں تو اس صورت میں وصی ضامن نہ ہوگا اور اگر کسی مقام سے میت کی طرف سے حج کرایا اور وہاں سے حج کرانے کے صرف کے بعد اس کے تہائی مال میں سے کچھ بچ رہا اور یہ ظاہر ہوا کہ اس قدر مال میں اس سے زیادہ دور سے حج کرا سکتے تھے تو وصی مال کا ضامن ہوگا اور جہاں سے اتنے مال میں حج ہو سکتا ہے وہاں سے حج کرا دے لیکن اگر بہت تھوڑا بچا جو خوراک اور لباس کو کافی نہ ہو تو وصیت کی مخالفت نہ ہوگی اور جو مال فاضل ہے وہ وارثوں کو پھیر دے یہ ظہیریہ میں لکھا ہے اگر کوئی شخص اپنی وطن سے نکل کر کسی ایسے شہر کو گیا جو مکہ سے زیادہ قریب تھا اور وہاں مر گیا تو اگر وہ حج کے واسطے نہیں گیا تھا کسی اور کام سے گیا تھا تو سب فقہا کے قول کے بموجب اس کی طرف سے حج اس کے وطن سے کرایا جائے گا اور اگر حج کے واسطے گیا تھا اور راستہ میں مر گیا اور اس نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے تو بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول کے بموجب یہی حکم ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جہاں تک وہ پہنچ چکا ہے وہاں سے حج کرایا جائے یہ بدائع میں لکھا ہے۔

زاد میں ہے کہ صحیح امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر کوئی حج کے واسطے نکلا اور راستہ میں کسی شہر میں ٹھہر گیا یہاں تک کہ حج کا موسم گزر گیا اور دوسرا سال آ گیا پھر وہ وہاں مر گیا اور اس نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے تو سب فقہا کے قول کے بموجب اس کے وطن سے حج کرا دیں گے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے اور جو شخص اس کی طرف سے حج کے واسطے چلا وہ راستہ میں مر گیا تو اس میت کا جو باقی مال ہے اس کے تہائی میں سے اس کے گھر سے حج کرایا جائے یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے یہ تبیین میں لکھا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس کا تہائی مال اس کے گھر سے حج کرنے کو کافی ہو اور اگر کافی نہ ہو تو استحساناً یہ حکم ہے کہ جہاں تک وہ پہنچ چکا ہے کسی وارث کو میت کی طرف سے حج کرایا جائے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے کسی شخص نے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی تھی اور وصی نے اس کی طرف سے کسی شخص کو حج کے واسطے مقرر کیا اور جو خرچ اس حج کے لئے مقرر کیا تھا وہ اس کے سفر کو نکلنے سے پہلے یا سفر کو نکلنے کے بعد راستہ میں یا اس کو اپنے سے پہلے وصی کے پاس سے تلف ہو گیا یا چوری گیا تو امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ میت کے باقی مال کی تہائی سے حج کرایا جائے یہ تمرتاشی اور تاتارخانیہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے کئی حجوں کی وصیت کی اور مال اس کا صرف ایک حج کو کافی ہے دوسرے کو کافی نہیں تو اس کی طرف سے ایک

حج کرایا جائے گا اور جو بچے گا وہ وارثوں کو پھیر دیں گے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کے تہائی مال میں سے اس کی طرف سے حج کرایا جائے اور اس کے تہائی مال میں کئی حج ہو سکتے ہیں پس اگر اس نے یہ کہا ہے کہ احجوا عنی بثلث مالی حجۃ واحدۃ یعنی میرے تہائی مال میں سے ایک حج کرا دیجئے یا حجۃ کہا اور واحدۃ نہ کہا تو اس کی طرف سے ایک ہی حج کرا دیں اور اگر یوں کہا کہ احجوا عنی بثلث مالی یعنی میرے تہائی مال میں حج کرائیے اور اس سے اور کچھ زیادہ نہ کہا تو جس قدر کو اس کا تہائی مال کافی ہوگا اس قدر حج کرا دیں گے اور وصی کو یہ اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اس کی طرف سے ایک سال میں کئی حج کرا دے اور اگر چاہے تو ہر سال میں ایک بار ایک شخص کو حج کے واسطے معین کرے اور پہلی صورت افضل[1] ہے پس اگر وصی نے اس کے تہائی مال میں سے کئی حج کرائے اور اس کے تہائی مال میں سے تھوڑا باقی رہ گیا جو اس کے وطن سے حج کرانے کو کافی نہیں ہے اور جو میقات سب سے زیادہ مکہ سے قریب ہے یا خاص مکہ سے یا اور اسی طرح کسی قریب جگہ سے حج کرانے کو کافی ہے تو وہیں سے حج کرا دے اور باقی وارثوں کو نہ پھیرے یہ محیط میں لکھا ہے۔

اگر اس نے یہ وصیت کی کہ میرے تہائی مال میں سے ہر سال ایک حج کرایا جائے تو اصل میں یہ مسئلہ مذکور نہیں اور امام محمدؒ سے یہ روایت ہے کہ یہ دوسری[2] صورت کے مانند ہے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر میت نے وصی سے یہ کہا تھا کہ جو شخص میری طرف سے حج کرے اس کو مال دیجئے تو وصی کو یہ جائز نہیں ہے کہ خود اس کی طرف سے حج کرے اور اگر میت نے یہ وصیت کی تھی کہ میری طرف سے حج کیا جائے اور اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہا تھا تو وصی کو خود حج کرنے کا اختیار ہے پس اگر وصی خود میت کا وارث ہے یا اس نے وارثوں کو حج کرانے کے واسطے مال دے دیا ہے پس اگر سب وارثوں نے اجازت دے دی اور وہ سب بالغ ہیں تو جائز ہے اور اگر انہوں نے اجازت نہ دی تو جائز نہیں اگر اس نے یہ وصیت کی تھی کہ میرے مال میں سے حج کرایا جائے اور وارث یا کسی اور شخص نے بطور تبرع اپنی طرف سے حج کرایا تو جائز نہیں اور اگر کسی شخص نے وصیت کی تھی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے پس اگر وارث نے اپنے مال سے اس غرض سے حج کرایا کہ میت کے مال سے اس کے عوض میں پھیر لے گا تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہے کہ میت کے مال میں سے پھیر لے زکوٰۃ اور کفارہ کا بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی اجنبی نے ایسا کیا تو جائز نہیں اگر کسی نے وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جائے پس وارث نے اپنے مال سے حج کرایا اور یہ نیت نہ کی کہ میت کے مال میں سے پھیر لے گا تو میت کے واسطے حج فرض سے جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر میت نے یہ وصیت کی کہ اس کی طرف سے حج کرنے والے کے پاس لوٹنے کے بعد جو کچھ مال میت کا بچ رہے وہ اسی کا ہے تو یہ وصیت جائز ہے اور حج کرنے والے کو وہ فاضل مال وصیت کے سبب سے لینا حلال ہے یہی اصح ہے اگر میت نے یہ وصیت کی کہ سو درہم میں اس کی طرف سے حج کرایا جائے پس جہاں سے سو درہم میں حج ہو سکتا ہے وہاں سے حج کرایا جائے اور اگر اس کے مال کی تہائی میں سو درہم نہیں نکلتے تو اس کے تہائی مال سے جہاں سے حج ہو سکتا ہے وہاں سے حج کرایا جائے اور وصیت باطل نہ ہوگی اور اگر میت نے وصیت میں سو درہم معین کر دیئے کہ ان سے حج کرایا جائے اور ان میں سے ایک درہم یا کچھ زیادہ تلف ہو گیا تو جو باقی ہے اس سے حج کرایا جائے اور وصیت باطل نہ ہوگی اور یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر میت نے ہزار درہم کی ایک شخص کے واسطے اور ہزار درہم کی مساکین کے واسطے وصیت کی اور یہ وصیت کی کہ میری طرف سے ہزار درہم میں حج فرض کرایا جائے اور اس کا تہائی

---

[1] یعنی ایک ہی سال میں کئی حج کرا دے کیونکہ کار خیر میں تعجیل بہتر ہے اور میت کو جس قدر جلد ثواب پہنچے وہ اس کے حق میں مفید ہے۔

[2] یعنی ہر سال ایک حج کرائے۔

مال دو ہزار درہم ہوتے ہیں تو اس کے تہائی مال کے تین حصہ کر کے ان تینوں پر تقسیم کریں گے اور اگر حج کے خرچ میں کچھ کمی ہو گی تو مساکین کے حصہ میں سے لیں گے اور اگر کچھ بچ رہے گا تو وہ مساکین کو دیں گے اور اگر کسی نے وصیت میں حج کرانے کے لئے ہزار درہم معین کر دیئے جو حج مروج نہیں ہیں تو وصی کو اختیار ہے کہ ان کے عوض میں وہ درہم بدل لے جو حج میں مروج ہوں اور اگر چاہے تو ان کی قیمت میں دینار دے دے اور اگر وصی نے کسی کو یہ حکم کیا کہ میت کی طرف سے اس سال میں حج کرے اور اس کو خرچ دے دیا اور اس نے حج نہ کیا اور وہ سال گزر گیا اور سال آئندہ میں حج کیا تو جائز ہے اور نفقہ کا وہ ضامن نہ ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے میت کی طرف سے حج کرنے والا اگر وقوف عرفہ کے بعد مر گیا تو میت کی طرف سے حج جائز ہو گیا اور اگر نہ مرا اور طواف زیارت سے پہلے لوٹ آیا تو اس شخص کو عورت حرام ہے اس کو چاہئے کہ بغیر احرام اپنے خرچ سے مکہ کو جائے اور جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کو قضا کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر میت کی طرف سے حج کرنے والے نے وقوف سے پہلے جماع کر کے حج کو فاسد کر دیا تو جو کچھ اس کے پاس مال باقی ہے اس کو پھیر دے اور جو کچھ راستہ میں خرچ ہو چکا ہے اس کا ضامن ہو گا اور وہ آئندہ سال میں اپنے مال سے حج اور عمرہ کرے اور اگر وقوف کے بعد مجامعت کی تو حج فاسد نہ ہو گا اور خرچ کا ضامن نہ ہو گا اور اس کے اوپر اپنے مال میں سے قربانی واجب ہو گی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ کسی نے یہ وصیت کی کہ فلاں شخص میری طرف سے حج کرے اور وہ مر گیا تو امام محمدؒ سے یہ روایت ہے کہ کوئی اور شخص اس کی طرف سے حج کرے لیکن اگر یوں وصیت کی تھی کہ فلاں شخص کے سوا اور کوئی حج نہ کرے تو اور کوئی حج نہ کرے اگر وہ شخص جس کو حج کا حکم کیا تھا راستہ میں بیمار ہو گیا اور میت کی طرف سے حج کرنے کے واسطے کسی اور شخص کو معین کیا تو یہ جائز نہیں لیکن اگر حکم کرنے والے نے اس کو یہ اجازت دی تھی تو جائز ہے اور وصی کو چاہئے کہ جس کو میت کی طرف سے حج کرنے کے واسطے مقرر کرے اس کو یہ اجازت دے دے کہ اگر بیمار ہو جائے تو کسی اور سے حج کرائے یہ سراج الوہاج کی فصل الحج عن الغیر میں لکھا ہے میت کی طرف سے حج کرنے والا اگر بیمار ہو گیا اور کل مال خرچ کر دیا تو وصی پر یہ واجب نہیں ہے کہ اس کے لوٹنے کے واسطے اور مال بھیجے اگر وصی نے حج کرنے والے سے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر مال تمام ہو جائے تو میری طرف سے قرض لے لیجئے اس قرض کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے تو یہ جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر میت کی طرف سے حج کرنے والے نے میقات سے یا اس کے بعد سے احرام باندھا اور مال ضائع ہو گیا پھر اپنے پاس سے خرچ کر کے حج کے ارکان ادا کئے اور لوٹ کر اپنے اہل وعیال میں آیا تو وصی سے وہ خرچ نہ لے گا لیکن اگر قاضی حکم کرے گا تو لے گا یہ غایۃ السروجی شرح میں ہدایہ میں لکھا ہے۔

وصی نے اگر کسی شخص کو درہم دیئے کہ میت کی طرف سے حج کرے پھر اس نے ارادہ کیا کہ وہ مال پھیر لے تو جب تک اس نے احرام نہیں باندھا ہے وہ مال پھیر سکتا ہے:

اگر خرچ کا مال مکہ میں یا اس کے قریب ضائع ہو گیا یا اس میں سے کچھ باقی نہ رہا اور حج کرنے والے نے اپنے مال میں سے صرف کیا تو میت کے مال میں سے وہ دام لے لینے کا اس کو اختیار ہے یہ تاتارخانیہ میں لکھا ہے جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا تھا اگر اس نے کوئی خادم اپنی خدمت کے لئے اجرت پر مقرر کیا تو اگر اس کے مثل کے شخص اپنا کام خود کر لیتے ہیں تو اس کی اجرت اپنے مال میں سے دے گا اور اگر اس کے مثل کے لوگ اپنا کام خود نہیں کرتے تو میت کے مال میں سے دے گا اور جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا ہے اس کو چاہئے کہ حمام میں داخل ہو اور وہاں کے محافظوں کو اجرت وغیرہ دے جس طرح حج کے جانے والے کرتے ہیں[1] وصی نے اگر کسی شخص کو درہم دیئے کہ میت کی طرف سے حج کرے پھر اس نے ارادہ کیا کہ وہ مال پھیر لے تو جب تک اس نے احرام نہیں باندھا

[1] اسی کے مثل دوسرے امور ہیں جن کی ضرورت محرم کو پڑتی ہے پس ان میں بھی یہی حکم ہو گا۔

ہے وہ مال پھیر سکتا ہے پس جب اس سے وہ مال پھیر لیا اور اس شخص نے اپنے وطن کو لوٹنے کا خرچ مانگا تو اس بات پر غور کریں گے کہ اگر اس سے کوئی خیانت ظاہر ہوئی تھی اس وجہ سے مال پھیرا تو وہ خاص اپنے مال میں سے خرچ کرے اور اگر اس کی رائے کے ضعیف ہونے یا احکام حج کے ناواقف ہونے کی وجہ سے مال پھیرا تو خرچ میت کے مال سے ہوگا اور اگر نہ کوئی خیانت ظاہر ہوئی اور نہ اور کسی قسم کا عیب تھا تو خرچ وصی کے مال میں سے ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر میت کی طرف سے حج کرنے والے سے حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنی طرف سے عمرہ کیا تو خرچ کا ضامن نہ ہوگا اور جب تک عمرہ میں مشغول ہے اپنی طرف سے خرچ کرے گا اور جب عمرہ سے فارغ ہوگا تو میت کے مال میں سے خرچ کرے گا یہ غایۃ السروجی ہدایہ میں لکھا ہے۔

باب : ⑯

ہدی کے بیان میں

اس باب میں کئی امور کا بیان ہے:

① : اوّل ☆

ہدی کی پہچان

ہدی وہ چیز ہے کہ جو حلال جانور حرم کو ہدیہ لے جاتے ہیں یہ تبیین میں لکھا ہے اور وہ ہدی اسی وقت میں ہوتے ہیں کہ جب بطور صراحت کے ان کو ہدی مقرر کریں یا بطور دلالت یا نیت سے ہوتی ہے یا مکہ کی طرف بدنہ کو ہانک کرلے چلنے سے بطور استحسان ہوتی ہے اگر چہ نیت نہ کی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور ہدی تین قسم کی ہے اونٹ' گائے' بیل' بھیڑ' بکری یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور ہمارے نزدیک سب سے افضل اونٹ ہے پھر گائے' بیل' بھیڑ' بکری یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور بدنہ خاص اونٹ اور گائے و بیل سے ہوتے ہیں یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

② : دوم ☆

ہدی میں کیا چیز جائز ہے اور کیا چیز جائز نہیں؟

ہدی میں وہی چیزیں جائز ہیں جو قربانی میں جائز ہیں اور بکری ہر چیز میں جائز ہے مگر دو مقاموں میں جائز نہیں جس شخص نے زیارت کا طواف جنابت کی حالت میں کیا ہو اور جس نے وقوف کے بعد مجامعت کی ہو اس کو بکری کی ہدی جائز نہیں یہ ہدایہ میں ہے۔

③ : سوم ☆

ہدی میں کیا چیز سنت ہے اور کیا چیز مکروہ ہے؟

ہدی کے پٹہ ڈالنا سنت ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے نفل اور متعہ اور قران کی ہدی کے پٹہ ڈالیں اور اسی طرح جو ہدی نذر سے اپنے اوپر واجب کر لی ہو اس کے پٹہ ڈالیں احصار یا گناہ ہونے کی وجہ سے جو ہدی واجب ہوئی اسکے پٹہ نہ ڈالیں اور اگر حصار یا گناہوں کی ہدی کے پٹہ ڈالا تو جائز ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے بکری کے پٹہ ڈالنا ہمارے نزدیک سنت نہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔

④: ﭼﮩﺎﺭﻡ ☆

ہدی کے ساتھ کیا کرنا جائز ہے اور کیا کرنا جائز نہیں؟

ہدی پر سواری نہ کریں لیکن یہ ضرورت کی حالت میں جائز ہے اور اس پر بوجھ بھی نہ لادیں اس واسطے کہ ہدی کی تعظیم واجب ہے اور بوجھ لادنے اور سواری کرنے میں اس کی ذلت ہے اور یہ امر تعظیم کے خلاف ہے اس لئے حرام ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ہدی پر سواری کی یا اس پر بوجھ لادا اور اس وجہ سے اس میں کچھ نقصان ہو گیا تو جس قدر کمی ہوگئی ہے وہ اس کے ذمہ واجب ہے اور اس کمی کے عوض کو فقیروں پر تصدق کردے اور اغنیا کو نہ دے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اس کا دودھ نہ دوہے اور اس کے تھنوں پر سرد پانی چھڑک دے تاکہ دودھ اترنا موقوف ہو جائے یہ حکم اس وقت ہے کہ ذبح کا مقام قریب ہو اور اگر ذبح کا مقام دور ہو اور دودھ نہ دوہنا نقصان کرتا ہو تو اس کا دودھ دوہے اور اس کو صدقہ کردے اور اگر اس کو اپنی حاجت میں صرف کیا تو ویسا ہی دودھ یا اس کی قیمت تصدق کرے یہ کافی میں لکھا ہے اور اسی طرح اگر اس کو غنی کو دے دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے اور اگر ہدی کے بچہ پیدا ہوا تو اس کو بھی تصدق کرے یا اس کے ساتھ ذبح کرے اور اس کو بیچ ڈالا تو اس کی قیمت تصدق کرے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر بچہ کو ہلاک کردیا تو اس کی قیمت دینا پڑے گی اور اگر اس کے عوض میں کوئی اور ہدی مول لے لی تو بہتر ہے یہ بحرالرائق میں لکھا ہے۔

اگر کوئی شخص ہدی ہانک کرلے چلا اور وہ ہلاک ہوگئی پس اگر وہ نفل تھی تو اس کے اوپر اور واجب نہیں اور اگر واجب تھی تو اور اس کی جگہ قائم کرے اور اگر اس میں بہت عیب آگیا تو بھی اور ہدی قائم کرے اور اس عیب والی کو جو چاہے کرلے یہ کافی میں لکھا ہے یہ حکم اس وقت ہے کہ جب وہ مالدار ہو اور اگر تنگدست ہے تو وہی عیب والی جائز ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر بدنہ راستہ میں ہلاک ہوگیا پس اگر نفل تھا تو اس کو ذبح کرے اور اس کے نعل کو خون میں رنگ کر اس کے کوہان کے ایک جانب ہٹادیں اور خود اس میں سے کچھ نہ کھائے اور نہ کوئی غنی شخص کھائے بلکہ تصدق کردے اور یہی افضل ہے اس بات سے کہ اس کا گوشت درندوں کے لئے چھوڑ دے اور اگر بدنہ واجب تھا تو اور اس کی جگہ قائم کرے اور اس کو جو چاہے کرے یہ کافی میں لکھا ہے جب نفل کی ہدی حرم میں پہنچ جائے اور وہاں قربانی کے دن سے پہلے معتوب[1] ہو جائے تو اگر اس میں کوئی نقصان آگیا ہو جس کی وجہ سے واجب ادا نہیں ہو سکتا تو اس کو ذبح کرے اور اس کا گوشت تصدق کرلے اور اس میں سے خود نہ کھائے اور اگر نقصان تھوڑا تھا اور واجب ہے کے ادا ہونے کا مانع نہیں تو اس کو ذبح کرے اور اس کے گوشت کو تصدق کرے اور خود بھی کھائے تمتع کی ہدی کا حکم اس کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ اگر حرم میں قربانی کے دن سے پہلے معتوب ہو جائے اور اس کو ذبح کرے تو کافی نہ ہوگی اور اگر کسی کی ہدی چوری گئی اور اس نے اسی جگہ دوسری ہدی خریدی اور اس کے پٹہ ڈالا اور حرم کی طرف کو متوجہ کیا پھر پہلی ہدی مل گئی تو اگر ان دونوں کو ذبح کرے تو افضل ہے اور اگر اول کو ذبح کیا اور دوسری کو بیچ ڈالا تو جائز ہے اور اگر دوسری کو ذبح کیا اور پہلی کو بیچ ڈالا تو اگر دوسری کی قیمت اول کے برابر ہے یا کچھ زیادہ ہے تو کچھ اس پر واجب نہیں اور اگر کم ہے تو جس قدر کمی ہے اس کو بھی صدقہ کرے یہ محیط میں لکھا ہے نفل ہدی کو قربانی کے دن سے پہلے ذبح کرنا صحیح قول کے بموجب جائز ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔

تمتع اور قران کی ہدی کو قربانی کے ماسوا کسی دن ذبح کرنا جائز نہیں:

قربانی کے دن میں اس کو ذبح کرنا افضل ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور تمتع اور قران کی ہدی کو قربانی کے دن کے سوا اور کسی روز

---

[1] کوفت خوردہ اور دطی مسافت سے تھک کر چلنے سے عاجز ہوا یا بیماری کی وجہ سے نہ چل سکے۔

ذبح کرنا جائز نہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے پس اگر اس سے پہلے ذبح کرے تو بالاجماع جائز نہیں اور اگر اس کے بعد ذبح کرے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تارک واجب ہوگا پس قربانی اس پر لازم ہوگی یہ بحرالرائق میں لکھا ہے باقی اور قسموں کی ہدی جس وقت چاہے ذبح کرے اور ہدی کا ذبح کرنا حرم کے سوا اور کہیں جائز نہیں یہ ہدایہ میں لکھا ہے حرم اور غیر حرم کے مسکینوں پر اس کو تصدق کرنا جائز ہے لیکن حرم کے مسکینوں پر تصدق کرنا افضل ہے لیکن غیر حرم کے اور مسکین اگر زیادہ محتاج ہوں تو ان کو دینا افضل ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے جس ہدی کا کھانا مالک کو جائز ہے اس کو ذبح کے بعد تصدق کر دینا واجب نہیں بلکہ تہائی کا تصدق کرنا مستحب ہے اور جس کا کھانا جائز نہیں ہے اس کا تصدق کر دینا واجب ہے اور اگر ذبح کے بعد تلف ہو جائے تو ہر طرح کی ہدی میں عوض اس کے اوپر واجب نہیں ہے اور اگر ذبح کے بعد وہ خود اس کو تلف کر دے تو اگر اس قسم سے تھی جس کا تصدق کرنا واجب ہے تو اس کی قیمت اس کے ذمہ واجب ہوگی اس کو تصدق کرے اور اگر اس قسم سے ہے جس کا تصدق کرنا واجب نہیں تو اس کے عوض میں کچھ واجب نہ ہوگا ہدی کے گوشت کی بیع جائز ہے خواہ وہ اس قسم سے ہو جس کا گوشت کھانا اس کو جائز ہے خواہ اس قسم سے ہو جس کا گوشت کھانا اس کو جائز نہیں بلکہ اس کا گوشت صدقہ کر دینا واجب ہے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے ہدی کرنے والے کو مستحب ہے کہ نفل کی ہدی اگر حرم میں پہنچ گئی ہو تو اس کا گوشت کھائے اور تمتع اور قران[1] کی ہدی کا یہی حکم ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور غنی کو بھی اس کا گوشت کھلانا جائز ہے باقی جو اور قسم کی ہدی ہو اس کا گوشت کھانا جائز نہیں جیسے کفار اور نذر اور احصار کی ہدی اور نفل کی وہ ہدی جو اپنے محل میں نہ پہنچی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

ہدی کو عرفات میں لے جانا واجب نہیں ہے اور اگر متعہ اور قران کی ہدی کو عرفات میں لے جائے تو بہتر ہے اونٹ میں نحر افضل ہے اور گائے و بیل بھیڑ و بکری میں ذبح افضل ہے اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کریں اور اگر لٹا کر نحر کریں تو جائز ہے اور پہلی صورت افضل ہے اور گائے و بیل اور بھیڑ بکری کو لٹا کر ذبح کرے کھڑا کر کے ذبح نہ کرے اور جمہور کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت اس کو قبلہ کی طرف متوجہ کریں اور اولیٰ یہ ہے کہ ہدی کرنے والا اگر خوب اچھی طرح ذبح کر سکتا ہو تو خود ذبح کرے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اس کی جھول اور مہار تصدق کر دیں اور گوشت بنانے والے کی اجرت اس میں سے نہ دیں یہ کنز میں لکھا ہے اگر اجرت کے علاوہ گوشت بنانے والے کو اس میں سے کچھ بطور تصدق کے دے تو اکثر کے نزدیک جائز ہے اور اگر گوشت بنانے کی اجرت میں کچھ دے گا تو اس کا ضامن ہوگا یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا۔

﴿۵﴾ : بنجم ☆

ہدی کی نذر کا بیان

اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ ہدی واجب ہے تو اگر اس نے ہدی کی تینوں قسموں میں سے کسی کو معین کیا ہے تو وہی واجب ہوگی اور اگر کسی کو معین نہیں کیا تو ہمارے نزدیک بکری واجب ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ بدنہ واجب ہے تو اگر اس کی دونوں قسموں میں سے کسی کو معین کیا ہے تو وہی واجب ہوگا اور اگر کسی کو معین نہیں کیا تو دونوں قسموں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر بدنہ کو نذر سے واجب کیا تو اس کو جہاں چاہے ذبح کرے لیکن اگر مکہ میں ذبح کرنے کی نیت کی تو مکہ کے سوا اور کہیں ذبح کرنا جائز نہیں یہ قول امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے یہ کہا ہے کہ میری رائے یہ

---

[1] حج و عمرہ دونوں کا احرام ساتھ ساتھ باندھنا اور دونوں کو ادا کر کے حلال ہونا۔

ہے کہ بدنہ مکہ ہی میں ذبح کرے اگر جزور کو نذر میں واجب کیا ہے تو اونٹوں کو ذبح کرنا واجب ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر ہدی کی نذر کی تو بالاتفاق اس کا ذبح کرنا حرم سے مختص ہے اور اگر جزور کی نذر کی تو بالاتفاق غیر حرم میں جائز ہے یہ شرح مجمع البحرین میں لکھا ہے جو ابن ملک کی تصنیف ہے اور اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں بکری کی ہدی کروں اور اونٹ کی ہدی کی تو جائز ہے جو ہدی نذر میں معین کی تھی اگر اس کے مثل یا اس سے افضل دے دی یا اس کی قیمت تصدق کر دی تو جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے جو امام سرخسی کی تصنیف ہے۔

باب : ⑯

حج کی نذر کے بیان میں

حج جیسے کہ ابتداءً اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس میں وجوب حج کی شرطیں جمع ہوں اور وہ حجۃ الاسلام ہے اسی طرح کبھی اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے سے اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس میں سبب وجوب کا اس بندہ کی طرف سے پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ یوں کہے کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ حج واجب ہے یا یوں کہے کہ میرے ذمہ حج واجب ہے خواہ حج میں کوئی شرط لگا دے یا نہ لگائے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں ایسا کروں گا تو اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ حج واجب ہے پس جب وہ شرط پائی جائے تو اس نذر کا پورا کرنا لازم ہوگا ظاہر روایت میں امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ کفارہ اس کے عوض میں کافی نہیں ہو سکتا یہ بدائع میں لکھا ہے اگر حج کو کسی شرط پر معلق کیا پھر ایک دوسری شرط پر معلق کیا اور دونوں شرطیں پائی گئیں تو ایک حج کافی ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اگر دوسری قسم میں اس نے یوں کہا کہ میرے ذمہ یہی حج ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے نذر کی یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ احرام ہے یا یوں کہا کہ میرے ذمہ احرام حج کا ہے تو اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا اور اس کو اختیار ہے جس کو چاہے معین کر لے اور اسی طرح اگر کوئی ایسا لفظ کہا کہ جو احرام کے لازم ہونے پر دلالت کرتا ہے مثلاً یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ بیت اللہ تک یا کعبہ تک یا مکہ تک پیادہ چلنا واجب ہے تو جائز ہے اور اس پر حج یا عمرہ واجب ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور یہی استحسان ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے پس اگر حج یا عمرہ کو معین کیا تو پیادہ چل کر حج یا عمرہ کرنا واجب ہے اب اس میں بحث ہے کہ جب وہ پیادہ چل کر حج یا عمرہ کرے تو کہاں سے پیادہ چلے اور کب پیادہ پا چلنا چھوڑے حج میں طواف زیارت کے بعد اور عمرہ میں طواف اور سعی کے بعد پیادہ پا چلنا چھوڑے اور پیادہ پا چلنے کی ابتدا میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں کا یہ قول ہے کہ جہاں سے احرام باندھے وہاں سے پیدا پا چلے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ جب اپنے گھر سے نکلے تو وہیں سے پیادہ پا چلے یہ محیط میں لکھا ہے یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کل راستہ یا اکثر راستہ سوار ہو کر چلے تو قربانی دے اور اگر تھوڑا راستہ سوار ہو کر چلے تو اس کے حساب کے بموجب اسی قدر حصہ قربانی کا واجب ہوگا اصل میں ہے کہ اس کو اختیار ہے خواہ پیادہ چلے خواہ سوار ہو کر چلے فقہا نے کہا ہے کہ صحیح پہلا قول ہے یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر کسی نے یوں کہا کہ میرے ذمہ حرم تک یا مسجد الحرام تک پیادہ پا چلنا واجب ہے تو صحیح نہیں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے قول کے بموجب اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ صحیح ہے اور اس پر حج یا عمرہ لازم ہوگا اور اگر یوں کہا کہ میرے ذمہ صفا و مروہ تک پیادہ چلنا واجب ہے تو سب کے قول کے بموجب صحیح نہیں اور اگر یوں کہا کہ میرے اوپر بیت اللہ تک جانا یا بیت اللہ کی طرف نکلنا یا بیت اللہ کو سفر کرنا یا بیت اللہ میں آنا واجب ہے تو سب کے قول کے بموجب صحیح نہیں اور اگر یوں کہا کہ یہ بکری بیت اللہ

یا کعبہ یا مکہ یا حرم یا مسجد الحرام یا صفا و مروہ تک ہدی ہے تو وہی حکم ہوگا جو اس کہنے کی صورت میں مذکور ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ بیت اللہ وغیرہ تک پیادہ پا چلنا واجب ہے اور جو اتفاق و اختلاف وہاں تھا یہاں بھی جاری ہوگا یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے اوپر حج فرض دوبارہ واجب ہے تو کچھ لازم نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ اس سال میں دو حج واجب ہیں تو اس پر دو حج واجب ہوں گے یا یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ اس سال میں دس حج واجب ہیں تو اس پر دس حج دس سال میں واجب ہوں گے اور اگر کسی نے اپنے اوپر سو حج واجب کیے تو اسی طرح لازم ہوں گے اور اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ آدھا حج ہے تو امام محمدؒ کا یہ قول ہے کہ اس پر پورا حج[1] لازم ہوگا اور اگر کسی نے حج کی لبیک میں یہ شرط لگائی کہ میں ایسا حج کروں گا کہ نہ طواف زیارت کروں گا نہ وقوف عرفات کروں گا تو اس پر پورا حج لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ تیس حج واجب ہیں اور ایک سال میں تیس آدمیوں سے حج کرایا پس اگر وہ حج کا وقت آنے سے پہلے مر گیا تو کل جائز ہوئے اور اگر حج کے وقت میں وہ زندہ ہے اور حج پر قادر ہے تو ان میں سے ایک باطل ہو گیا اور اسی طرح جب ایک سال آئے گا ایک حج باطل ہو جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر مریض نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اس مرض سے اچھا کرے تو میرے ذمہ حج واجب ہے پس اچھا ہو گیا تو اس کے ذمہ حج لازم ہے اگرچہ اس نے یہ نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کیونکہ حج تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر میں اچھا ہو جاؤں تو میرے ذمہ حج ہے پس اچھا ہوا اور حج کیا تو اسی حج میں فرض ادا ہو گا اور حج فرض کے سوا اور کچھ نیت کی تو نیت اس کی صحیح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

متفرق مسائل

اہل عرفہ نے کسی روز وقوف کیا اور ایک قوم نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے وقوف کے دن سے پہلے وقوف کیا ہے یعنی آٹھویں تاریخ وقوف کیا ہے تو ان کا قول قبول ہوگا اور وقوف کا اعادہ واجب ہوگا اور اگر قوم نے یہ گواہی دی کہ انہوں نے روز وقوف کے بعد وقوف کیا ہے یعنی دسویں تاریخ وقوف کیا ہے تو قبول نہ کیا جائے گا اور استحسان یہ ہے کہ وہ حج جائز ہوگا اور اگر آٹھویں تاریخ یہ گواہی دی کہ آج عرفہ کا دن ہے پس اگر امام یہ کرسکتا ہے کہ سب لوگوں کے ساتھ یا اکثر کے ساتھ دن میں وقوف کرے تو ان کی شہادت قیاساً اور استحساناً قبول ہوگی اور اگر آخر دن سے لے کر وقوف نہ کریں گے تو ان کا حج فوت ہو جائے گا اور اگر امام لوگوں کے ساتھ رات میں وقوف کرسکتا ہے دن میں نہیں کرسکتا تو بھی استحساناً یہی حکم ہے پس اگر وقوف نہ کیا تو حج فوت ہو جائے گا اور اگر اکثر لوگوں کے ساتھ رات میں بھی وقوف نہیں کرسکتا ہے تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اور استحسان یہ ہے کہ دوسرے دن وقوف کرنے کا حکم دے اور گواہوں کا بھی وہی حال ہوگا جو اور لوگوں کا ہے پس اگر اپنی رائے سے وقوف کریں گے اور لوگوں کے ساتھ وقوف نہ کریں گے تو ان کا حج فوت ہو جائے گا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اس صورت میں ان پر واجب ہوگا کہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہوں اور سال آئندہ میں حج کریں گواہوں نے اگر ایسے وقت میں شہادت دی کہ وقوف عرفہ دن میں ممکن ہے تو دو عادل گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر ایسے وقت میں گواہی دی کہ وقوف عرفہ دن میں ممکن نہیں رات میں کرنا پڑے گا تو اس میں عادل گواہ بھی کافی نہیں اس لئے کہ ان کی گواہی کی وجہ سے وقوف دن کے عوض رات میں بدلنا ہے پس اس میں وہی امر قبول کیا جائے گا جو خوب ثابت ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔

---

[1] کیونکہ اس کی تنصیف غیر ممکن ہے لامحالہ پورا لازم ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ جو ایسا موقع ہو کہ اگر گواہی قبول کریں تو سب کا حج فوت ہوتا ہے تو وہاں امام گواہی قبول نہ کرے اگرچہ گواہ بہت سے ہوں اور جو ایسا موقع ہو کہ شہادت کے قبول کرنے سے بعض کا حج فوت ہوتا ہے بعض کا فوت نہیں ہوتا تو شہادت قبول کی جائے گی یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اگر عورت نے حج فرض کے سوا کسی اور حج کا احرام باندھا اور اس کے ساتھ محرم تھا پس اگر اس کا شوہر نہیں ہے تو اس حج کو ادا کرے یہ شرح طحاوی کے باب الفد یہ میں لکھا ہے اگر اس کا شوہر ہے اور شوہر نے اس کو حج کی اجازت دی اور عورت نے حج کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھا تو شوہر کو احرام سے حلال کرا لینے کا اختیار ہے کہ اس کو احرام سے باہر کرا دے اور اگر حج کے مہینوں میں احرام باندھا ہے تو اس کو اختیار نہیں اور اگر اس کا شہر اتنی دور ہے کہ وہاں کے لوگ حج کے مہینوں سے پہلے نکلتے ہیں اور ان کے نکلنے کے وقت اس عورت نے احرام باندھا تو شوہر اس عورت کو احرام سے باہر نہیں کرا سکتا اور اگر اس سے پہلے عورت نے احرام باندھا ہے تو باہر کرا سکتا ہے لیکن اگر اس نے احرام بہت تھوڑے دن پہلے باندھا تھا تو باہر نہیں کرا سکتا یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بغیر اجازت شوہر کے عورت نے احرام باندھا تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے اور بغیر ہدی کے اس کو احرام سے باہر کرا دے اور احرام سے باہر ہونا صرف اسی سے ثابت نہیں ہو جاتا کہ شوہر یوں کہہ دے کہ میں نے تجھ کو احرام سے باہر کر دیا بلکہ کم سے کم کوئی فعل جو احرام میں منع ہے وہ اس کے ساتھ کرے مثلاً اس کے ناخن تراشے یا بال کترے یا خوشبو لگائے یا بوسہ لے یا معانقہ کرے پس ایسے فعل سے وہ احرام سے باہر ہو جائے گی اور احصار[1] کی ہدی اور سال آئندہ میں حج اور عمرہ کی قضا اس پر لازم ہوگی پس اگر اس کے بعد اسی سال میں شوہر نے اس کو احرام کی اجازت دے دی اور اس نے احرام باندھا اور قضا کی نیت کی یا نہ کی تو وہ حج قضا نہ ہوگا اور اس حج کا مواخذہ جاتا رہے گا اور عمرہ اس پر واجب نہ ہوگا اور پہلے احرام کے توڑنے کی وجہ سے اس پر قربانی لازم ہوگی اور اگر سال بدل گیا تو بغیر نیت کے وہ حج ساقط نہ ہوگا اس پر حج اور عمرہ اور قربانی لازم ہوگی یہ شرح طحاوی کے باب الفد یہ میں لکھا ہے۔

اگر عورت نے حج نفل کا احرام باندھا اس کے بعد نکاح کر لیا تو ہمارے نزدیک شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو احرام سے باہر کرا دے اور اگر حج فرض کا احرام باندھا تو شوہر کو احرام سے باہر کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور اگر اس کے ساتھ محرم نہ ہو تو اس کو منع کرنے کا اختیار ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کسی نے اپنی زوجہ یا باندی سے جو حالت احرام میں تھی مجامعت کی اور اس کو احرام کا حال معلوم نہیں تھا تو وہ حلال کرانے والا نہ ہوگا مگر ان کا حج فاسد ہو گیا اور اگر اس کو معلوم تھا تو اس نے احرام سے باہر کرایا اور اگر شوہر نے عورت کو احرام سے باہر کرایا پھر سال گزر جانے کے بعد اجازت دی تو عورت پر حج اور عمرہ واجب ہے اور اگر مرد نے اس کو احرام سے باہر کرایا اور پھر اس نے احرام باندھ لیا پھر شوہر نے احرام سے باہر کرا دیا اور اس نے احرام باندھ لیا اور اسی طرح کئی بار ہوا پھر اس نے اسی سال میں حج کیا تو سب مرتبہ احرام سے باہر ہونے کے بدلے وہ ایک حج کافی ہے اور اگر سال آئندہ میں حج کیا تو ہر مرتبہ احرام سے باہر ہونے کے بدلے ایک عمرہ واجب ہوگا یہ فتح القدیر میں لکھا ہے غلام اور باندی اگر بغیر اجازت مالک کے احرام باندھیں تو مالک کو اختیار ہے کہ ان کو منع کرے اور بغیر ہدی کے ان کو احرام سے باہر کرا دے اور ان میں سے ہر ایک پر احصار کی ہدی اور حج اور عمرہ کی قضا آزاد ہونے کے بعد واجب ہوگی اور اگر غلام اور باندی مالک کی اجازت دینے کے بعد محصر ہو گئے تو مالک کو چاہئے کہ ان کی طرف سے ہدی بھیجے تاکہ وہ حرم میں ذبح کی جائے اور وہ احرام سے باہر ہوں یہ شرح طحاوی کے باب الفد یہ میں لکھا ہے۔ اگر غلام یا باندی کو احرام کی اجازت دے چکا ہے تو پھر بھی مالک کو اختیار ہے کہ ان کو احرام

[1] روکا جانا حج سے بوجہ کسی عذر۔

سے باہر کرا دے مگر مکروہ ہے اور جب مالک اپنے غلام کو احرام سے باہر کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے ساتھ کم سے کم کوئی ایسا فعل کر لے جو احرام میں منع ہے مثلاً ناخن تراشے یا بال کترے یا خوشبو لگائے یا اور کوئی ایسا فعل کرے صرف منع کرنے یا یہ کہہ دینے سے کہ میں نے تجھ کو احرام سے باہر کر دیا وہ احرام سے باہر نہ ہوں گے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر غلام یا باندی مالک کے حکم سے احرام باندھے پھر مالک ان کو بیچے تو بیع جائز ہے اور ہمارے نزدیک مشتری کو یہ اختیار ہے کہ ان کو حج سے منع کرے اور احرام سے باہر کرا دے یہ شرح طحاوی کے باب اللہ یہ میں لکھا ہے اس بیجابی نے ذکر کیا ہے کہ حج کرنے پر یا اور عبادتوں ومعصیتوں پر اجارہ لینا جائز نہیں اور اگر حج کے لئے اجرت پر مقرر کیا اور حج کرانے والے نے اجرت دے دی اور اس نے میت کی طرف سے حج کیا تو میت کی طرف سے جائز ہوگا اور اس کو اجرت اسی قدر جائز ہوگی جو راستہ کے جانے آنے میں اس کے کھانے اور پینے اور کپڑے اور سواری اور دیگر ضروری اخراجات میں اوسط طور پر بغیر اسراف[1] اور کمی کے صرف ہوا اور جو کچھ اس کے پاس بچے وہ لوٹنے کے بعد وارثوں کو پھیر دے اور جو فاضل بچے اس کو خود لے لینا جائز نہیں ہے لیکن اگر وارث بطور احسان کے حج کرنے والے کے ملک میں چھوڑ دیں تو وارثوں کے مالک کر دینے سے اس کو جائز ہو جائے گا یہ شرح طحاوی کے ابتدا کتاب میں حج میں لکھا ہے جس شخص کو میت کی طرف سے حج کرنے کا حکم کیا گیا ہو اگر وہ راستہ میں لوٹ آئے اور یوں کہے کہ حج سے کوئی مانع پیش آ گیا اور میت کا مال لوٹنے میں خرچ ہو گیا تو اس کے قول کی تصدیق نہ کریں گے اور وہ تمام خرچ کا ضامن ہوگا لیکن اگر کوئی امر ظاہر اس کے قول کی تصدیق کرتا ہو تو اس کی تصدیق کریں گے جس شخص کو حج کا حکم کیا گیا تھا اگر اس نے کہا کہ میں نے میت کی طرف سے حج کیا اور وارثوں نے یا وصی نے انکار کیا تو اس کا قول قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا لیکن اگر اس شخص پر جس کو حکم کیا گیا تھا میت کا کچھ قرض تھا اور میت نے یوں کہا تھا کہ میری طرف سے اس مال میں حج کیجئے پس اس نے اس کی موت کے بعد حج کیا تو اس پر واجب ہے کہ اپنے حج کرنے کے گواہ پیش کرے یہ محیط میں لکھا ہے حرم کے پتھروں اور مٹی کو حرم سے باہر لے جانے میں ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور اسی طرح خارج حرم کی مٹی حرم میں لے جانے میں کچھ مضائقہ نہیں فقہا کا اجماع ہے کہ زمزم کا پانی حرم سے باہر لے جانا مباح ہے کعبہ کے پردوں سے کچھ نہ لے اور جو اس میں سے گر جائے وہ فقیروں پر صرف کر دے پھر اگر ان سے خرید لے تو مضائقہ نہیں یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

حرم کے درخت اراک اور دوسرے درختوں کی مسواک بنانا جائز نہیں اور کعبہ کی خوشبو تبرک کے لئے یا کسی اور غرض سے لینا جائز نہیں اور اگر کوئی اس میں سے کچھ لے تو اس کو اس کا پھیر دینا واجب ہے اور اگر کوئی تبرک کا ارادہ کرے تو اپنے پاس سے خوشبو لا کر کعبہ کو لگائے پھر اس کو لے لے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

خاتمہ:

قبر نبی ﷺ کی زیارت کے بیان میں

ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ زیارت قبر رسول اللہ ﷺ کی افضل مندوبات سے ہے اور مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ جس شخص کو استطاعت ہو اس کے لئے قریب بواجب ہے اور حج اگر فرض ہے تو احسن یہ ہے کہ اول حج کرے پھر زیارت کو جائے اور اگر نفل ہے تو اس کو اختیار[(۱)] ہے پس جب زیارت قبر نبی ﷺ کی نیت کرے تو چاہئے کہ اس کے ساتھ زیارت مسجد نبوی کی بھی نیت کرے اس لئے کہ وہ ایک ان تین مسجدوں میں سے ہے کہ جن کے سوا اور کہیں کو سفر نہیں کیا جاتا اور حدیث میں ہے آیا ہے کہ: لا تشد الرحال الا لثلثة

---

[1] بے جا و بے محل خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔

(۱) یعنی چاہے پہلے زیارت کو جائے یا بعد حج کے جائے۔

مساجد الحرام و مسجدی ہذا و المسجد الاقصی یعنی سفر کا سامان نہ باندھا جائے مگر تین مسجدوں کے لئے مسجد الحرام اور یہ میری مسجد اور مسجد اقصیٰ جب زیارت کے واسطے متوجہ ہو تو جب تک راستہ میں رہے درود اور سلام بہت پڑھے یہ فتح القدیر میں ہے اور مکہ اور مدینہ کے راستہ میں جو مسجدیں ہیں ان میں نماز پڑھے اور وہ بیس مسجدیں ہیں یہ کرمانی نے اپنی مناسک میں ذکر کیا ہے جب مدینہ کے درخت نظر آنے لگیں تو درود و سلام میں اور زیادتی کرے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور جب مدینہ کی دیواروں کو دیکھے تو درود پڑھے اور یہ دعا پڑھے: اللّٰھم[1] ہذا حرم نبیك فاجعله وقایة لی من النار ولمانا من العذاب وسوء الحساب اور اگر ہو سکے تو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے بھی غسل کرے اور بعد کو بھی غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے اور عاجزی کرتا ہوا تسلی اور وقار کے ساتھ داخل ہو یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور یہ جو بعض آدمیوں کا دستور ہے کہ مدینہ کے قریب اترتے ہیں اور وہاں سے پیادہ پا چل کر مدینہ میں داخل ہوتے ہیں یہ بہتر ہے اور جس چیز میں ادب اور تعظیم زیادہ ہو وہ بہتر ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جب مدینہ میں داخل ہو تو یہ پڑھے: اللّٰھم[2] رب السموٰت وما اضللن ورب الارضین وما اقللن ورب الریاح وما ذرین اسالك خیر ہذا البلدة وخیراہا و خیر فیہا واعوذبك من شرھا ومن شر ما فیہا وشراھا اللّٰھم ہذا حرم رسولك فاجعل دخولی فیه وقایة لی من النار وامانا من العذاب وسواء الحساب۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

جب مسجد میں داخل ہو تو وہی افعال کرے جو مسجدوں کے داخل ہونے کے وقت سنت ہیں یعنی اول داہنا پاؤں بڑھائے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور یہ دعا پڑھے: اللّٰھم[3] صل علی محمد وعلی آل محمد اللّٰھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك اللّٰھم اجعلنی الیوم من اوجه من توجه الیك و اقرب من تقرب الیك وانجح من دعاك وابتغی مرضاتك یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور چاہئے کہ مسجد میں باب جبریل یا اور کسی دروازہ سے داخل ہو یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور منبر کے پاس دو رکعتیں پڑھے اور اس طرح کھڑا ہو کہ منبر کا عمود داہنے مونڈھے کے سامنے ہو یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور وہ مقام درمیان قبر اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ توفیق دی ہے اس کے شکر میں اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرے اور جس دعا کو بہتر سمجھے پڑھے پھر کھڑا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی طرف متوجہ ہو اور سر مبارک کے قریب قبلہ رو (۱) کھڑا ہو جائے پھر اس سے تین یا چار گز قریب ہو اس سے اور زیادہ قریب نہ ہو اور تربت کی دیواروں پر نظر رکھے اس واسطے کہ بہت ہیبت کی جگہ ہے اور عظمت اس کی اعظم ہے اور اس طرح کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور رسول اللہ کی صورت کریم کا یوں تصور کرے کہ گویا آپ لحد میں سوتے ہیں اور اس کے حال سے واقف ہیں اور

---

[1] اے اللہ یہ حرم تیرے نبی کا ہے کر تو اس کو بچانے والا واسطے میرے نار سے اور کر اس کو امن عذاب سے اور حساب کی برائی سے۔

[2] اے اللہ رب آسمانوں کے اور ان چیزوں کے جن پر وہ سایہ ڈالتے ہیں اور رب زمینوں کے اور ان چیزوں کے جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور پروردگار ہواؤں کے اور ان چیزوں کے جن کو وہ اڑاتی ہیں میں سوال کرتا ہوں میں تجھ سے بھلائی اس شہر کی اور بھلائی اس شہر والوں کی اور بھلائی اس کی جو اس میں ہے اور پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس شہر کی اور جو چیز اس میں ہے اس کی اور اس کے لوگوں کی برائی سے اے میرے اللہ یہ تیرے رسول کا حرم ہے اس میں میرا داخل ہونا میرے لئے دوزخ سے بچانے والا اور عذاب وحساب کی برائی سے امان کر دے۔

[3] اے اللہ درود بھیج اوپر محمد کے اور اوپر آل محمد کے اور بخش میرے لئے گناہ میرے اور کشادہ کر میرے لئے دروازے رحمت کے اے اللہ تعالیٰ کر مجھ کو آج کے دن زیادہ وجیہ ان لوگوں کا جنہوں نے توجہ کی تیری طرف اور قریب زیادہ ان لوگوں کا جنہوں نے نزدیکی چاہی تیری درگاہ میں اور دعا کرنے والوں میں سے زیادہ امید پوری ہونے والا اور زیادہ تیری مرضی چاہنے والا۔

(۱) قولہ قبلہ رو۔۔۔ یہ فقیہ ابو اللیثؒ نے اپنی رائے سے خلاف سنت نکالا ہے اسی واسطے فتح القدیر میں کہا کہ یہ قول مردود ہے اور صحیح یہ کہ آپ کے مزار مبارک کی طرف متوجہ ہو اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرلے۔ عین الہدایہ اردو شرح ہدایہ۔

اسکا کلام سنتے ہیں یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے پھر یوں کہے: السلام[1] و علیك یا نبی اللّٰہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ واشھد انك رسول اللّٰہ قد بلغت الرسالۃ وادیت الا مانتہ ونصحت الامۃ وجاہدك و فی لمراللّٰہ حتی بض روحك حمیدا محمودا فجزاك اللّٰہ عن صغیرنا و کبرنا خیراجزاء وصل علیك افضل الصلوۃ وازکاہا واتم التحیۃ وانما اللّٰھم اجعل نبینا یوم القیامۃ اقرب النبیین واقنا من کاسہ وارزقنا من شفاعتہ واجعلنا من رفقائہ یوم القیامۃ اللّٰھم لا تجعل ہذا آخر العہد بقبر نبینا علیہ السلام وارزقنا العود الیہ یا نوالجلال والاکرام یہ محیط میں لکھا ہے اور نہ اپنی آواز بلند کرے اور نہ بہت پست بلکہ درمیان کرے یہ غایۃ السروجی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔

جس شخص نے وصیت کی ہو اس کا بھی سلام پہنچائے اور یوں کہے: السلام علیك یا رسول اللّٰہ فلان بن فلان یستشفع بك لی ربك فاشفع لہ والجمیع المسلمین پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے سامنے چہرہ مبارک کے پاس قبلہ کو پیٹھ کر کے کھڑا ہو کر جتنا چاہے درود پڑھے پھر ایک ہاتھ جگہ سے ہٹ کر حضرت صدیقؓ کے سر مبارک کے سامنے آئے اور یوں کہے: السلام علیك یا خلیفۃ رسول اللّٰہ السلام علیك یا صاحب رسول اللّٰہ فی الغار السلام علیك یا رفیقہ فی الاسفار السلام علیك یا امینہ علی الاسرار جزاك اللّٰہ تعالی عنا افضل ماجزا اماما عن امۃ نبیہ ولقد خلفۃ باحسن خلف وسلکت طریقہ ومنہاجہ خیر مسلك وقالت اہل الردۃ والبدع.ومہدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تزل قاتلا للحق ناصرالاہلہ حتی اتاك الیقین والسلام علیك رحمتہ اللّٰہ وبرکاتہ اللّٰھم امتنا علی حبہ ولا تخیب سفینا فی زیاتہ برحمتك یا کریم پھر وہاں سے ہٹ کر حضرت عمرؓ کی قبر مبارک کے سامنے ہو اور یوں کہے: السلام علیك یا امیرالمومنین السلام علیك یا مظہرالاسلام السلام علیك یا کمسرالأصنام جزاك اللّٰہ عنا افضل الجزا ورضی عمن استخلف فقد نظرالاسلام والمسلمین حیا ومیتا فقلت الایتام ووصلت الارحام اقوی بك الاسلام وکنت المسلمین نماما مرضیا وہادیا عہد یا جمعت شملم واغنیت فقرہم وجبرت کسرہم فالسلام علیك ورحمتہ اللّٰہ وبرکاتہ

پھر وہاں سے بقدر آدھ گز کے لوٹے اور یوں کہے: السلام علیہما یا ضبحیعی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ورفیقیہ ووزیریہ ومشیریہ والمعاونین لہ علی القیام فی الدین والقائمین بعدہ بمصالح المسلمین جزا کم اللّٰہ احسن جزا جتنا کما نتوسل بکما اے رسول اللّٰہ لیستفع لنا ویسائل ربنا ان یتقبل سعینا وتحیینا علی ملتہ ویمیتنا علیہا ویحشرنافی زمرتہ پھر اپنے اور اپنے والدین کے واسطے اور جس شخص نے وصیت کی ہو اس کے واسطے اور سب مسلمانوں کے واسطے دعا مانگے پھر پہلی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے سامنے

---

[1] سلامتی ہو جیو اوپر تیرے یا نبی اللہ کے اور رحمت اللہ کی اور برکت اس کی گواہی دیتا ہوں میں کہ البتہ تو رسول اللہ کا ہے اور البتہ پہنچائی تو نے رسالت اور ادا کر دی امانت اور نصیحت کی تو نے امت کو اور کوشش کی تو نے اللہ کے کام میں یہاں تک کہ قبض کی گئی روح تیری درحالیکہ حمید اور محمود ہے عافیت پس جزا دے تجھ کو اللہ تعالیٰ چھوٹوں ہمارے اور بڑوں ہمارے سے اچھی جزا اور درود بھیجے تجھ پر افضل درود اور پاک زیادہ پوری تحیہ اور بزرگی ہوئی اے اللہ میرے کر ہمارے نبی کو قیامت کے روز سب نبیوں سے زیادہ قرب والا اور سیراب کر ہم کو ان کے جام کوثر سے اور نصیب کر ہم کو ان کی شفاعت اور ہم کو قیامت میں ان کے ساتھیوں میں سے کردے اور اے اللہ میرے یہ میرا آخری عہد ہمارے نبی ﷺ کی قبر کے ساتھ مت کیجئے اے ذوالجلال والاکرام ہم کو پھر آنا یہاں نصیب فرمایئے۔

کھڑا ہو اور یوں کہے: اللّٰھم انك قلت وقولك الحق ولو انھم ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللّٰہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا رحیما وقد جئناك سامعین قولك طائعین امرك مستشفعین نبیك الیك اللّٰھم ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار سبحان ربك رب العزة عزة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للّٰہ رب العالمین جو چاہے اس میں زیادہ کرے اور جو چاہے کم کردے اور اس کے سوا جو دعا یاد آئے اور توفیق الٰہی ہو پڑھے پھر اسطوانہ ابی لبابہ پر آئے جہاں ابی لبابہ نے اپنے آپ کو باندھا تھا اور اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی تھی اور وہ درمیان قبر اور منبر کے ہے وہاں دو رکعتیں پڑھے اور اللہ کے سامنے توبہ کرے اور جو چاہے دعا مانگے پھر روضہ میں آئے اور وہ مثل حوض کے مربع ہے اور امام موضع اس زمانہ میں وہیں نماز پڑھتا ہے۔

وہاں جس قدر ہو سکے نماز پڑھے اور دعا مانگے اور تسبیح اور ثنا اور استغفار بہت پڑھے پھر منبر کے پاس آئے اور اپنا ہاتھ اس آثار کے مشابہ گھڑی پر رکھے جس پر خطبہ پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مبارک ہاتھ رکھتے تھے تاکہ برکت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو اور درود پڑھے اور اللہ سے جو چاہے دعا مانگے اور اس کی رحمت کے طفیل میں اس کے غضب سے پناہ مانگے پھر استونہ حنانہ پر آئے اور وہ وہ ستون ہے جس میں اس لکڑی کا بقیہ لگا ہوا ہے کہ جب رسول اللہؐ نے اس کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ پڑھا تو اس میں سے رونے کی آواز نکلی تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے اتر کر اس کو بغل میں لیا تب اس کو تسکین ہوئی اور اس بات میں کوشش کرے کہ جب تک مدینہ میں رہے شب بیداری کرے اور تلاوت قرآن اور ذکر اللہ میں مشغول رہے اور منبر اور قبر کے پاس اور ان دونوں کے درمیان میں آہستہ اور جہر سے دعا مانگتا رہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور جب تک مدینہ میں رہے درود بہت پڑھے یہ محیط میں لکھا ہے اور مستحب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد بقیع کی طرف جائے اور وہاں کے مزارات خصوصاً قبر سید الشہدا حمزہ رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے اور بقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبر کی زیارت کرے اور اسی میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور زین العابدین رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے محمد باقر اور ان کے بیٹے جعفر صادق مدفون ہیں اور وہیں قبر امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کی اور قبر ابراہیم ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور کئی بیبیاں رضی اللہ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ مدفون ہیں اور بقیع میں مسجد فاطمہ رضی اللہ عنہا میں نماز پڑھے اور مستحب ہے کہ پنجشنبہ کے روز شہداء احد کی زیارت کرے اور یوں کہے:

سلام[1] علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار سلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشا اللّٰہ بکم لاحقون اور آیت الکرسی اور سورہ اخلاص پڑھے اور مستحب ہے کہ ہفتہ کے روز مسجد قبا میں آئے رسول اللہؐ سے اسی طرح وارد ہے اور اسی طرح دعا مانگے: یا صریخ المستصرخین ویاغیاث المستغیثین ویا مفرج کرب المکر و بین یا مجیب دعوة المضطرین صلی علی محمد والہ واکشف کربی و حزنی کما کشفت عن رسولك کربه وحزنه فیھذا المقام یا حنان یامنان یا کثیر المعروف ویادائم الاحسان ویاارحم الراحمین[2]۔ یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے فقہا نے کہا ہے کہ ان مقامات میں کوئی دعا معین نہیں ہے جو چاہے دعا مانگے جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور مستحب ہے کہ جب تک مدینہ میں رہے سب نمازیں مسجد نبوی میں پڑھے اور جب اپنے شہر کو لوٹنے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ مسجد سے دو رکعتیں پڑھ کر رخصت ہو اور جو دعا بہتر سمجھے وہ پڑھے اور رسول اللہؐ کی قبر مبارک پر آئے اور سلام کا اعادہ کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔

---

[1] سلامتی اور پر تمہارے بسبب اس کے کہ تم نے صبر کیا پس اچھا ہوا آخرت کا گھر سلامتی اور پر تمہارے ہی قوم مومنین اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

[2] اے فریاد رس فریاد کرنے والوں کے اور اے غیاث مستغیثین کے اور سختی کھولنے والے سختی والوں کے اور دعا قبول کرنے والے مضطر لوگوں کے رحمت بھیج اوپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس کی آل کے اور کھول سختی میری اور حزن میرا جیسا کہ کھولا تو نے رسول اپنے سے کرب اور حزن ان کا اس مقام پر۔

کتاب النکاح

اس کتاب میں گیارہ ابواب ہیں

باب : ①

نکاح کی تفسیر شرعی‘ اس کی صفت‘ رکن‘ شرط و حکم کے بیان میں

نکاح کی شرعی تفسیر:

واضح ہو کہ شرع میں نکاح ایسے عقد کو کہتے ہیں جو قصداً[1] ملک متعہ پر وارد ہوتا ہے یہ کنز میں لکھا ہے اور نکاح کی صفت یہ ہے کہ حالت اعتدال میں نکاح کرنا سنت موکدہ ہے اور شدتِ شہوت[2] کی حالت میں واجب ہے اور اگر آدمی کو نکاح کرنے میں یہ خوف[3] ہو کہ احکام نکاح کی پابندی کرنے میں اس کی طرف سے ظلم صادر ہوگا تو اس کو نکاح کرنا مکروہ ہے یہ اختیار شرح مختار میں لکھا ہے اور نکاح کا رکن ایجاب و قبول ہے کذا فی الکافی اور ایجاب وہ کلام ہے جو پہلے بولا جاتا ہے خواہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو اور اس کے جواب کو قبول کہتے ہیں یہ عنایہ میں ہے نکاح کی شرطیں بہت ہیں اور منجملہ جو شخص اس عقد کا باندھنے والا ہے اس کا عاقل[4] و بالغ و آزاد ہونا شرط ہے مگر جاننا چاہئے کہ امر اول یعنی عاقل ہونا سو نکاح منعقد ہونے کے واسطے شرط ہے پس اگر مجنون عقد باندھے یا ایسا لڑکا جو مفاد عقد نکاح کو نہیں سمجھتا نہ ہوگا اور پچھلی دونوں باتیں یعنی بالغ و آزاد ہونا نکاح[5] نافذ ہونے کے واسطے شرط ہیں پس اگر طفل (۱) عاقل نابالغ نے عقد باندھا تو اس کا نافذ ہونا اس کے ولی کی اجازت (۲) پر موقوف ہوگا یہ بدائع میں ہے از انجملہ محل قابل نکاح ہونا شرط ہے یعنی ایسی عورت ہو جس کو شرع نے یہ نکاح حلال رکھا ہے یہ نہایہ میں ہے از انجملہ دونوں عقد باندھنے والوں

---

[1] قولہ قصداً یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشے پس اگر ضمناً علت کا فائدہ بخشے جیسے لونڈی وطی کرنے کے لئے خریدی تو اگرچہ بغرض وطی خریدی ہے مگر خرید سے اصلی مقصود ملکیت ہے اور وطی کرنا ضمناً ثابت ہے تو اس علت ضمنی کا نام نکاح نہیں ہے۔

[2] قولہ شدت شہوت۔ یعنی جبکہ بدوں اس کے زنا میں پڑ جانے کا خوف غالب ہو نہایہ میں ہے کہ اگر بدوں نکاح کے زنا سے بچاؤ نہ ہو تو نکاح فرض ہے اور اگر اس صورت میں مہر و نفقہ پر قدرت ہو تو ترک میں گنہگار ہوگا البدائع ۱۲۔

[3] قولہ خوف یعنی زیادہ تر گمان اس کا یہی ہو بغیر اس کے کہ دل میں جم جائے۔

[4] قولہ عاقل اس سے یہ مراد ہے کہ وہ عقد کا فائدہ سمجھتا ہو کہ اس کا یہ حکم ہے۔

[5] قولہ نکاح کبھی باطل ہوتا ہے کبھی منعقد پھر منعقد لازم و غیر لازم پھر لازم نافذ و غیر نافذ ہوتا ہے مثلاً مسلمان نے ہندو عورت سے نکاح کیا تو یہ نکاح باطل ہے اگرچہ ایجاب و قبول پایا جائے یا مجنون کا خود عقد کرنا منعقد غیر لازم جیسے طفل سمجھدار نابالغ نے اپنا نکاح کیا پس نکاح تو منعقد ہو جائے گا مگر اس کے ولی کی اجازت پر لازم ہونا موقوف ہے پھر اگر نکاح کی اجازت دی گئی حتیٰ کہ لازم ہو گیا یعنی ٹوٹ نہیں سکتا مگر نصف مہر پیشگی ٹھہرا ہے تو یہ ابھی نافذ نہ ہوگا جب تک کہ مہر نقد نہ دے دے پس یہ لازم غیر نافذ ہے۔

(۱) یعنی لڑکا جو مفقد عقد کو سمجھتا ہے۔　　(۲) اگرچہ نکاح کا انعقاد بدوں ان کے ہو جائے گا۔

میں سے ہر ایک کو دوسرے کا کلام سننا شرط ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر دونوں نے ایسے لفظ کے ساتھ نکاح باندھا جس سے نکاح منعقد ہونا نہیں سمجھتے ہیں تو بھی نکاح منعقد[1] ہوگا یہی مختار[2] ہے یہ مختار الفتاویٰ میں ہے۔

شروطِ نکاح:

از انجملہ گواہی ہونا شرط ہے اور عامہ علما نے فرمایا کہ یہ امر جواز نکاح کے واسطے شرط ہے کذا فی البدائع اور گواہ میں چار باتیں شرط ہیں یعنی آزادی و عقل و بلوغ و اسلام پس غلاموں کی گواہی سے نکاح منعقد نہ ہوگا خواہ غلام قن ہو یا مدبر یا مکاتب ہو کچھ فرق نہیں ہے اور مجنون اور نابالغ لڑکوں کی گواہی سے بھی منعقد نہ ہوگا اور دونوں[(1)] مسلمانوں کے نکاح میں کافروں کی گواہی سے بھی انعقاد نہ ہوگا کذا فی البحر الرائق اور اگر شوہر مرد مسلمان ہو اور بیوی عورت ذمیہ[3] ہو تو دو ذمیوں کی گواہی سے نکاح منعقد[4] ہو جائے گا خواہ دونوں گواہ اس عورت ذمیہ کے ہم ملت[(2)] ہوں یا مخالف ملت ہوں یہ سراج الوہاج میں ہے اور ہر دو کافروں کے نکاح میں گواہوں کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے پس کافر مرد و عورت کا نکاح دو کافر گواہوں کی گواہی سے منعقد ہوگا خواہ دونوں گواہ ان کے ہم ملت[(3)] ہوں یا ان کے خلاف[(4)] ملت ہوں یہ بدائع میں ہے اور دو فاسق دو اندھوں کی گواہی سے نکاح صحیح ہو جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اسی طرح دو محدود[(5)] القذف کی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہو جاتا ہے اگر چہ دونوں[(6)] نے توبہ نہ کی ہو کذا فی البحر الرائق اور اسی طرح جس کو زنا کاری کی حد ماری گئی ہو اس کی گواہی سے بھی نکاح صحیح ہوتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور جن لوگوں کی گواہی عاقد کے حق میں اصلاً قبول نہیں ہوتی ہے ان کے شاہد ہونے سے بھی نکاح منعقد ہوگا مثلاً زید کے دو لڑکے ہندہ کے پیٹ سے ہیں پھر زید نے بعد طلاق کے ہندہ مذکورہ سے انہیں دونوں بالغ لڑکوں کی گواہی پر نکاح کیا تو منعقد ہوگا اور اسی طرح اگر یہ دونوں لڑکے اس ہندہ کے پیٹ سے نہ ہوں یا اس ہندہ کے پیٹ سے ہوں مگر زید کے نطفہ سے نہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے اور اصل اس باب

---

[1] قولہ منعقد ہوگا قال المترجم :قالو ایں عقد النکاح و ان لم یعلما معناہ قال یہ حکما ہے اور دیانۃً واقع ہونے میں اختلاف ہے اصح یہ کہ اگر اتنا نہ سمجھیں کہ یہ نکاح ہے تو منعقد نہ ہوگا عمادی میں کہا کہ جمیع معاملات میں یہی حکم ہے اور بعض نے کہا کہ سب عقد بغیر معنی جانے صحیح ہیں بعض نے کہا کہ جن میں نکاح کی طرح جد و ہزل یکساں ہے وہ صحیح ہے ورنہ نہیں کمافی جامع الرموز۔

[2] قولہ مختار ہے اس میں اختلاف کا اشارہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ معمول۔ کہ واسطے لازم ہے کہ عدم علم کی صورت میں اعادہ کریں۔

[3] قولہ ذمیہ یہ مراد ہے کہ ایسی عورت ہو جو کسی آسمانی کتاب کی معتقد ہے جیسے یہودیہ و نصرانیہ۔

[4] قولہ منعقد ہو جائے گا قال المترجم منعقد ہونے میں تو شک نہیں ہے لیکن اگر پیچھے عورت نے وقوع نکاح سے انکار کیا در مرد مسلمان مدعی ہوا تو ان گواہوں کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا اور اگر اس کے برعکس واقع ہوا تو ایسے گواہوں سے ثبوت نہ ہوگا: لا نہ لایقبل شھادۃ الکافر علی مسلم و ھذہ فائدۃ مزیدۃ فتدبر۔

(1) یعنی بیوی مرد مسلمان ہوں۔

(2) یعنی مرد اور عورت۔

(3) مثلاً سب نصرانی ہوں۔

(4) مثلاً عقد کرنے والا یہودی اور گواہ نصرانی ہوں۔

(5) تہمت لگانے سے جس کو حد ماری گئی ہو۔

(6) یعنی دو یا زیادہ ہوں۔

میں یہ ہے کہ جو شخص اپنی ذاتی ولایت سے نکاح میں ولی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ شاہد ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اور جو ایسا نہیں ہے وہ گواہ بھی نہیں ہو سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور گواہوں میں عدد[1] شرط ہے پس خالی ایک گواہ کی گواہی پر نکاح منعقد نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور سب گواہوں کا مذکر ہونا شرط ہے تا آنکہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہوا جاتا ہے کذا فی الہدایہ مگر خالی دو عورتوں کی گواہی سے بدون کسی مرد کے منعقد نہ ہوگا اسی طرح خالی دو خنثیٰ کی گواہی سے بھی بدون کسی مرد کے نکاح منعقد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

دونوں گواہوں کا عقد باندھنے والے کا کلام سننا لازم ہے:

از انجملہ یہ شرط ہے کہ دونوں گواہ دونوں عقد باندھنے والوں کا کلام معاً سنیں کذا فی فتح القدیر پس سوتے ہوئے دو گواہوں کی گواہی سے درحالیکہ دونوں نے عقد باندھنے والوں کا کلام نہیں سنا ہے نکاح منعقد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر ایسے دو آدمی ہوں جو بہرے مادرزاد ہیں کہ نہیں سنتے ہیں تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ نکاح منعقد نہ ہوگا کذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خان۔ اور جھلّے کے گواہی سے اور گونگے کی گواہی سے بشرطیکہ سنتا ہو نکاح منعقد ہوگا کذا فی الخلاصہ۔ اور ان دونوں گواہوں نے فقط ایک کا کلام سنا اور دوسرے کا نہیں سنا یا ایک گواہ نے ایک عاقد کا کلام سنا اور دوسرے گواہ نے دوسرے کا کلام سنا تو نکاح جائز نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر عقد میں دو گواہ حاضر ہوں مگر دونوں میں سے ایک گواہ بہرا ہے پھر سننے والے گواہ نے یا کسی دوسرے نے بہرے کے کان میں پکار کر کہہ دیا تو نکاح جائز نہیں ہوگا جب تک کہ دونوں ایک ساتھ نہ سنیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

نظم زندویسی میں مذکور ہے کہ اگر ایک گواہ نے فقط مرد کا کلام سنا اور دوسرے نے فقط عورت کا کلام سنا پھر دونوں نے عقد کو دہرایا اور اس مرتبہ جس گواہ نے پہلے مرد کا کلام سنا تھا اس عقد میں فقط عورت کا کلام سنا اور جس نے پہلے عقد میں عورت کا کلام سنا تھا اس مرتبہ فقط مرد کا کلام سنا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں سنا پس اگر یہ دونوں عقد دو مجلسوں میں واقع ہوئے تو بالاتفاق عقد جائز نہ ہوگا اور اگر ایک ہی مجلس میں واقع ہوئے تو عامہ علماء نے فرمایا کہ عقد منعقد نہ ہوگا اور بعض نے مثل شیخ ابی سہلؒ کے فرمایا کہ منعقد ہوگا اور شیخ زندویسیؒ فرماتے ہیں کہ ہم قول شیخ ابی سہلؒ کو نہیں لیتے ہیں ذخیرہ میں ہے اور اگر دونوں نے ہر دو عقد باندھنے والوں کا کلام سنا مگر اس کی[2] تفسیر نہ سمجھے تو بعض نے کہا کہ عقد صحیح ہوگا مگر ظاہر اس کے برخلاف ہے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے دو ترکی یا ہندوستانی گواہوں کے سامنے نکاح کیا تو امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دونوں گواہ اس کلام کو جو انہوں نے عاقدین سے سنا ہے تعبیر کر سکتے ہیں[3] تو نکاح جائز ہوگا ورنہ نہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان قال المترجم اس روایت سے ظاہر ہے کہ امام محمدؒ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ گواہ لوگ مفہوم عقد کو سمجھیں اگرچہ علما نے اختلاف کیا ہے چنانچہ پھر کتاب میں فرمایا اور آیا یہ شرط ہے کہ گواہ لوگ مفہوم عقد کو سمجھیں یا نہیں شرط ہے تو فتاویٰ میں مذکور ہے کہ گواہوں کا فقط سننا معتبر ہے سمجھنا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر عربی مرد و عورت نے عجمی دو گواہوں[4] کے سامنے عقد باندھا تو جائز ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ گواہوں کا سمجھنا بھی شرط ہے کذا فی سراج الوہاج اور یہی صحیح ہے یہ جواہرۃ النیرہ میں لکھا ہے۔

---

(۱) خواہ دو ہوں یا چار ہوں۔ (۲) یعنی کیا غرض و مراد اس سے ہے۔
(۳) یعنی اس کے معنی بیان کر سکتے ہیں۔ (۴) جو عربی زبان نہیں جانتے ہیں۔

اگر کسی عورت سے ایسے گواہوں کے سامنے جو نشہ میں ہیں نکاح کا عقد کیا اور ان نشہ کے مستوں نے نکاح کو پہچان لیا مگر بات اتنی ہے کہ جب وہ ہوش میں آئے اور نشہ اتر گیا تو اب ان کو عقد یاد نہیں ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے فتاوی ابو اللیثؒ میں ہے کہ ایک مرد نے ایک قوم سے کہا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اس عورت سے جو اس کوٹھری میں ہے نکاح کیا پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور گواہان مذکور نے عورت کا کلام سنا مگر اس عورت کو آنکھوں سے نہیں دیکھا پس اگر اس کوٹھری میں وہ اکیلی ہو تو نکاح جائز ہوگا اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور عورت[1] ہو تو نکاح جائز نہ ہوگا ایک مرد نے اپنی لڑکی کو دوسرے مرد کے ساتھ بیاہ دیا اور یہ دونوں ایک کوٹھری میں ہیں اور دوسری کوٹھری میں چند مرد بیٹھے ہیں کہ وہ اس واقعہ کو سنتے ہیں مگر عاقد نے ان کو گواہ نہیں کیا پس اگر دونوں کوٹریوں کے بیچ میں کوئی موکھلا ایسا ہو کہ جس سے ان مردوں نے دختر کے باپ کو دیکھا ہو تو ان کی گواہی مقبول[ا] ہوگی اور اگر نہ دیکھا ہو تو مقبول نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد نے چند مردوں کو ایک عورت کے باپ کے پاس بھیجا کہ اس سے بھیجنے والے کے واسطے اس عورت کی درخواست کریں پس باپ نے کہا کہ میں نے بھیجنے والے کے ساتھ نکاح کر دیا اور بھیجنے والے کی طرف سے ان مردوں میں سے ایک مرد نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ نکاح صحیح ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی و تجنیس میں لکھا ہے اگر کسی مرد نے ایک عورت سے اللہ تعالیٰ و اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی پر نکاح کیا تو نکاح جائز نہ ہوگا یہ تجنیس میں ہے ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اپنے ساتھ میرا نکاح کرے پس وکیل نے گواہوں کے سامنے کہا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کر لیا مگر گواہوں نے اس عورت کو نہ پہچانا تو نکاح جائز نہ ہوگا جب تک کہ وکیل مذکور اس عورت کا نام اور اس کے باپ و دادا کا نام بیان نہ کرے اس وجہ سے کہ عورت مذکورہ غائب ہے یعنی آنکھوں سے اوٹ ہے اور غائبہ کی شناخت اسی طرح نام بیان کرنے سے ہوتی ہے کذا فی محیط السرخسی اور قاضی امام رکن الاسلام علی سغدیؒ ابتدا میں دادا کا نام بیان کرنا شرط نہیں کرتے تھے۔

چہرے کے پردے کی موجودگی میں بھی گواہی معتبر مانی جاتی ہے:

پھر اپنی آخر عمر میں اس سے رجوع کیا اور دادا کا نام بھی بیان کرنا شرط کرنے لگے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر عورت حاضر ہو مگر اس کے چہرہ پر نقاب ہو اور گواہ لوگ اس کو نہ پہچانتے ہوں تو نکاح جائز ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر مرد نے احتیاط کی تو چاہئے کہ اس کا چہرہ کھول دے تاکہ گواہ لوگ اس کو دیکھ لیں یا اس کا اور اس کے باپ دادا کا نام بیان کر دیں اور اگر گواہ لوگ اس عورت کو پہچانتے ہوں حالانکہ وقت عقد کا وہ عورت غائبہ ہے پس مرد نے فقط اس عورت کا نام بیان کیا اور گواہوں کو معلوم ہو گیا کہ اس نے اسی عورت کو مراد لیا ہے جس کو گواہ لوگ پہچانتے ہیں تو نکاح جائز ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر زید نے عمرو کو وکیل کیا کہ زید کی دختر نابالغہ کا نکاح کر دے پس عمرو نے بکر کی موجودگی میں درحالیکہ زید بھی موجود تھا نکاح کر دیا تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں یہ کنز میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی دختر باکرہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے درحالیکہ دختر مذکورہ حاضر تھی کسی مرد کے ساتھ کر دیا اور باپ کے ساتھ دوسرا مرد گواہ موجود ہے تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر دختر مذکورہ غائب ہو تو صحیح نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس کے غلام کا بیاہ کر دے پس وکیل نے غلام کی موجودگی میں ایک مرد یا

[ا] قولہ مقبول ہوگی یعنی اگر قاضی کے سامنے دعویٰ نکاح دائر ہو مثلاً شوہر نے دعویٰ کیا اور ان مردوں کو گواہ مقرر کیا اور ان مردوں نے گواہی دی پس اگر انہوں نے نکاح کے وقت دختر کے باپ کو دیکھا ہو تو گواہی قبول ہوگی ورنہ نہیں۔

(۱) ظاہر یہ ہے کہ خواہ عورت ہو یا مرد کوئی آدمی ہو۔

دو عورت کے حضور میں غلام کے ساتھ ایک عورت کا نکاح کر دیا تو جائز نہ ہوگا[ا] یہ تبیین میں ہے اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دے دی پھر غلام نے مولیٰ کی موجودگی میں دوسرے ایک مرد کی گواہی پر نکاح کیا تو ٹھیک یہ ہے کہ یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک جائز ہے یہ تجنیس میں ہے اور اگر مولیٰ نے اپنے غلام بالغ کا نکاح فقط ایک مرد گواہ کی موجودگی میں درحالیکہ غلام مذکور حاضر ہے کسی عورت سے کر دیا تو صحیح ہے اور اگر غلام حاضر نہ ہو تو جائز نہ ہوگا اور یہی حکم باندی کا ہے اور امام مرغینانی نے فرمایا کہ نہیں جائز ہے کذا فی التبیین اور اسی جنس کا ایک مسئلہ مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ کسی مرد سے اس کا نکاح کر دے پس وکیل نے دو عورتوں کی موجودگی میں درحالیکہ موکلہ حاضر تھی ایک مرد سے اس کا نکاح کر دیا تو امام نجم الدین نے فرمایا کہ نکاح جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایجاب وقبول کا ایک ہی مجلس میں منعقد ہونا:

واضح ہو کہ گواہوں کے حاضر ہونے کا وہ وقت ہے جس وقت ایجاب وقبول واقع ہوتا ہے اور اجازت کے وقت گواہوں کی موجودگی (1) بیکار ہے چنانچہ اگر عقد نکاح موقوف باجازت ہوا اور گواہ لوگ وقت ایجاب وقبول کے حاضر نہ تھے تو نکاح جائز نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے از انجملہ اگر عورت باکرہ بالغہ ہو یا ثیبہ ہو تو اس کی رضامندی شرط ہے پس ہمارے نزدیک اس کا ولی اس کو نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے از انجملہ شرط ہے کہ ایجاب وقبول دونوں ایک ہی مجلس میں ہوں حتیٰ کہ اگر مجلس بدل جائے مثلاً دونوں ایک مجلس میں ہوں پھر ایک نے ایجاب کیا پھر قبول کرنے سے پہلے دوسرا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی ایسے کام میں مشغول ہو گیا جو مجلس بدل جانے کا موجب ہے تو پھر قبول کرنے سے نکاح منعقد نہ ہوگا اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک غائب ہو تو بھی یہی ہوگا کہ نکاح منعقد نہ ہوگا چنانچہ اگر ایک عورت نے دو گواہوں کے سامنے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو فلاں مرد کے نکاح میں دیا حالانکہ مرد مذکور غائب ہے پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا مرد نے دو گواہوں کے سامنے کہا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا حالانکہ عورت مذکورہ غائب ہے پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اس کے نکاح میں دیا تو عقد جائز نہ ہوگا اگرچہ یہ قبول بموجودگی انہیں دونوں گواہوں کے ہو اور یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر عورت کے پاس ایلچی بھیجا یا اس کو خط لکھا پس عورت مذکورہ نے ایسے دو گواہوں کے سامنے جنہوں نے ایلچی کا کلام سنا یا عبارت خط سنی ہے قبول کیا تو عقد جائز ہوگا اس وجہ سے کہ مجلس میں حیث المعنی متحد ہے اور اگر دونوں گواہوں نے ایلچی کا کلام یا عبارت خط نہ سنی ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت کو خط پہنچا اور اس نے خط کو پڑھا پھر اس خط پہنچنے کی مجلس میں اس نے اپنے نفس کو خط بھیجنے والے کے نکاح میں نہ دیا بلکہ دوسری مجلس میں گواہوں کے سامنے اپنے نفس کو اس کے نکاح میں دیا حالانکہ گواہوں نے اس عورت کا کلام اور عبارت خط سنی ہے تو نکاح جائز ہوگا یہ خلاصہ[۲] میں ہے۔

اگر عورت نے گواہوں سے کہا کہ فلاں مرد نے مجھے خط لکھا ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ وہ مجھ سے نکاح کرتا ہے پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنے نفس کو اس کے نکاح میں دیا تو نکاح صحیح ہوگا کیونکہ گواہوں نے عورت کا کلام اس کے ایجاب کرنے سے

ا کیونکہ نکاح کے واسطے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہ ہونا چاہئے اور یہاں اس صورت میں ایک ہی مرد ہے یا فقط دو عورتیں ہی ہیں۔

۲ یعنی کچھ یہ شرط نہیں ہے کہ اسی مجلس میں وہ ایجاب کرے بلکہ اس کو اختیار ہے لیکن جب ایجاب کرے تو اس وقت گواہ کرنا ضروری ہے۔

(1) اگرچہ اجازت کے وقت گواہ موجود ہوں۔

سنا اور دو مرد کا کلام بدین طور سنا کہ عورت مذکورہ نے اس کا کلام ان گواہوں کو سنایا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور آزاد و غلام اور صغیر و کبیر اور عادل و فاسق ایلچی گری میں یکساں ہیں اس واسطے کہ ایلچی گری یہ ہے کہ بھیجنے والے کی عبارت پہنچا دے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر دونوں نے ایسی حالت میں عقد باندھا کہ دونوں راہ چلے جاتے ہیں یا سواری کے جانوروں پر سوار ہیں تو عقد جائز نہ ہوگا اور اگر دونوں رواں کشتی میں سوار ہوں تو جائز ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور بفور ایجاب کے قبول واقع ہونا ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے یہ عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے اور از انجملہ یہ شرط ہے کہ ایجاب سے قبول مخالف نہ ہو چنانچہ اگر مخالف ہو مثلاً ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے اپنی دختر ہزار درہم مہر پر تیرے نکاح میں دی اور شوہر نے کہا کہ میں نے نکاح قبول کیا مگر مہر نہیں قبول کرتا ہوں[1] تو عقد باطل ہوگا اور اگر اس نے نکاح قبول کیا اور مہر سے سکوت کیا تو دونوں میں نکاح منعقد ہو جائے گا یہ فتاویٰ ابواللیثؒ میں مذکور ہے اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ ایک غلام نے کسی عورت سے اپنے مولی کی بلا اجازت اپنے[(1)] رقبہ کو مہر قرار دے کر نکاح کیا پھر اس کے مولی نے کہا کہ میں نے نکاح کی اجازت دی مگر اس غلام کے رقبہ کے مہر ہونے پر اجازت نہیں دیتا ہوں[2] تو نکاح جائز ہوگا اور عورت مذکورہ کو اس کے مہر مثل اور غلام کی قیمت سے جو کم مقدار ہو وہ ملے گی جس کے واسطے وہ غلام فروخت[3] کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنے نفس کو مرد کے نکاح میں بعوض ہزار درہم مہر کے دیا ار مرد نے اس کو بعوض دو ہزار درہم کے یا بعوض پانچ سو درہم کے قبول کیا تو صحیح ہے اور موافق قول مفتی یہ ہے کہ زیادتی کا لازم ہونا عورت مذکورہ کے اس مجلس زیادتی میں قبول کرنے پر موقوف ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے از انجملہ یہ شرط ہے کہ نکاح کی اضافت اس عورت کے کل کی جانب ہو یا ایسے عضو کی جانب ہو جس سے کل سے تعبیر کی جاتی ہے جیسے راس و رقبہ بخلاف ہاتھ و پاؤں کے قال المترجم یہ محاورہ عربی ہے کہ راس و رقبہ کہہ کر کل کی تعبیر مقصود ہوتی ہے اور رہا ہماری زبان میں سو اس میں تامل ہے واللہ اعلم۔

ذو معنی کلمات سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ کی طرف اضافت کی تو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے مذہب کے ساتھ اشبہ یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر نصف عورت کی طرف نکاح کی اضافت کی تو اس میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ نکاح جائز نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان و ظہیریہ میں ہے اور تفاریق میں لکھا ہے کہ اگر نصف عورت سے نکاح کیا تو بعض نے ذکر کیا کہ یہ جائز ہے اور یہی مختار ہے یہ مختار الفتاویٰ میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ شوہر و زوجہ ہر دو معلوم ہوں پس اگر کسی شخص نے اپنی دختر کا نکاح کیا حالانکہ اس کی دختر دو ہیں تو خالی اپنی دختر کہنے سے نکاح صحیح نہ ہوگا لیکن اگر اس صورت میں ایک دختر کا بیاہ ہو چکا ہو تو یہ کہنا باقی دختر کی طرف راجع ہوگا جس کا بیاہ نہیں ہوا ہے یہ نہر الفائق میں ہے بچپن میں ایک لڑکی کا کچھ نام رکھا گیا پھر جب وہ بڑی ہوئی تو دوسرے نام سے نام رکھا گیا تو فرمایا کہ اگر دوسرا نام مشہور ہو گیا ہو تو اسی نام سے اس کا نکاح کیا جائے اور میرے نزدیک اصح یہ ہے کہ دونوں نام جمع[(2)] کر دے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص کی ایک لڑکی ہے جس کا نام فاطمہ ہے پس اس شخص نے دوسرے مرد سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ اپنی دختر عائشہ کا نکاح کر دیا حالانکہ اسے دختر مذکورہ کی ذات کی طرف اشارہ

---

[1] یا نہیں قبول کیا۔

[2] یا نہیں دی۔

[3] یعنی اگر مولی نے ادا نہ کیا تو فروخت کیا جا سکتا ہے۔

(1) یعنی اپنی ذات کو۔ (2) مثلاً کہے سلمی معروف بزینت۔

نہ کیا تو فتاویٰ فضلی میں مذکور ہے کہ نکاح منعقد نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اپنی دختر تیرے نکاح میں دی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا حالانکہ اس شخص کے فقط ایک دختر ہے تو نکاح جائز ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص کے دو دختر ہوں کہ بڑی کا نام عائشہ اور چھوٹی کا نام صغریٰ ہے اور شخص نے بڑی کا نکاح کرنا چاہا مگر عقد نکاح میں چھوٹی دختر صغریٰ کا نام لیا تو عقد نکاح چھوٹی دختر صغریٰ کے ساتھ واقع ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی بڑی دختر صغریٰ کا تیرے ساتھ نکاح کیا تو دونوں دختر میں سے کسی کے ساتھ نکاح منعقد نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر نابالغہ لڑکی کے باپ نے کہا کہ میں نے اپنی دختر فلانہ کو فلاں کے نابالغ پسر کے نکاح میں دیا اور نابالغ پسر کے باپ نے کہا کہ میں نے اپنے پسر کے واسطے اس کو قبول کیا مگر پسر کا نام نہ لیا پس اگر اس کے دو پسر ہوں تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر ایک ہی لڑکا ہو تو جائز ہوگا اور اگر لڑکی کے باپ نے پسر کا نام بیان کر دیا ہو مثلاً کہا کہ میں نے اپنی دختر فلانہ کو تیرے پسر مسمی فلاں کے نکاح میں دیا اور پسر کے باپ نے کہا میں نے قبول کیا[1] تو صحیح ہے دو شخص ہیں کہ ایک کے والد نے کہا کہ میں نے اپنی اس دختر کو ان گواہوں کے سامنے تیرے اس پسر کے نکاح میں دیا اور دوسرے کے والد نے قبول کیا پھر بعد کو جس کو لڑکی قرار دیا تھا وہ لڑکا نکلا اور جس کا لڑکا قرار دیا تھا وہ لڑکی نکلی تو نکاح جائز ہوگا یہ ظہیریہ و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دختر صغیرہ کے والد نے پسر صغیر کے والد سے کہا کہ میں نے اپنی دختر نکاح میں دی اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس پسر صغیر کے والد نے کہا کہ میں نے قبول کی تو باپ کے ساتھ[2] نکاح واقع ہوگا اور یہی مختار ہے کذا فی مختار الفتاویٰ اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور احکام نکاح یہ ہیں کہ عورت و مرد دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ ہر ایسے استمتاع کا اختیار حاصل ہوتا ہے جس کی شرع نے اجازت[ل] دی ہے کذا فی فتح القدیر اور مرد کو اختیار ہوتا ہے کہ عورت کو محبوس رکھے یعنی اس کو باہر نکلنے اور بے پردہ ہونے سے ممانعت کرے اور عورت کے واسطے مرد پر مہر اور نفقہ اور کپڑا واجب ہوتا ہے اور حرمت مصاہرہ اور استحقاق میراث دونوں طرف سے متحقق ہوتی ہے اور چار زوجہ تک جتنی بیویاں ہوں ان کے درمیان عدل کرنا[3] اور ان کے حقوق بانصاف شرعی ملحوظ رکھنا واجب ہوتا ہے اور ہرگاہ کہ شوہر اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر بلائے تو اس پر اطاعت کرنی واجب ہوتی ہے اور اگر عورت نشوز و سرکشی کرے تو مرد کو اختیار ہوتا ہے کہ بیوی کی تادیب کرے جبکہ وہ اطاعت سے منہ پھیرے اور مستحب ہے کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ بطور شرعی معاشرت رکھے کذا فی البحر الرائق اور حرام ہو جاتا ہے کہ مرد اپنی بیوی کی حقیقی بہن کو یا جو اس کے حکم[4] میں ہے دونوں کو جمع کرے یہ سراج الوہاج میں ہے قال المترجم از راہ دیانت واجب ہے کہ عورت گھر کا دھندا کرے اور روٹی پکائے اور اولاد کو دودھ پلائے اور مثل اس کے جو کام ہیں اور مرد کے حق میں مکروہ ہے کہ بے وجہ اس کو طلاق دے دے ہکذا قالوا۔

ل قال المترجم اس قید سے عورت کے ساتھ اغلام کرنا یا حیض میں جماع کرنا یا منہ میں دخول کرنا وغیرہ افعال ذمیمہ سب خارج ہو گئے۔

(۱) یعنی اپنے پسر کے واسطے۔

(۲) یعنی پسر نابالغ کے باپ کے ساتھ۔

(۳) یعنی باری مقرر کرنا۔

(۴) یعنی مثلاً اس کی حقیقی بہن سے نکاح کرے یا اس کی خالہ سے۔

باب : ۲

جن الفاظ وصیغوں سے نکاح منعقد ہوتا ہے اور جن سے منعقد نہیں ہوتا اُن کا بیان

اگر ماضی وغیر ماضی کے صیغوں سے ایجاب وقبول کیا؟

اگر ایجاب وقبول ایسے دوصیغوں سے واقع ہو جو زمانہ ماضی کے واسطے موضوع ہیں یا ایک صیغہ زمانہ ماضی کے واسطے ہو اور دوسرا غیر ماضی کے واسطے خواہ استقبال کے واسطے ہو جیسے امر یا حال کے واسطے ہو جیسے مضارع تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے یہ نہر الفائق میں ہے پس اگر مرد نے عورت سے کہا کہ میں تجھ سے بعوض اس قدر مہر کے نکاح کرتا ہوں پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا ہے تو نکاح پورا ہو جائے گا اگرچہ شوہر نے پھر یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کیا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کو میرے نکاح میں دے دے پس عورت نے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگا بشرطیکہ مرد نے صیغہ مذکور سے معنی مستقبل مراد نہ لیے ہوں (یعنی آئندہ دے دے) یہ نہر الفائق میں ہے اور نکاح کا انعقاد جس طرح عبارت سے ہوتا ہے اسی طرح گونگے کی طرف سے اشارہ سے بھی ہوتا ہے بشرطیکہ اس کا اشارہ معلوم ومفہوم ہوتا ہو یہ بدائع میں ہے اور تعاطی[1] سے منعقد نہیں ہوتا کذا فی النہایہ اور اگر مرد وعورت حاضر ہوں اور دونوں نے تحریر کر دیا تو انعقاد نہ ہوگا مثلاً مرد نے لکھا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کیا پس عورت نے لکھ دیا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور جس سے نکاح منعقد ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک صریح اور دوسری کنایہ پس صریح تو لفظ نکاح وتزویج ہے اور ان دونوں لفظوں کے سوائے جو الفاظ ایسے ہیں کہ فی الحال ملک عین کا فائدہ دیتے ہیں وہ کنایہ ہیں یہ نہر الفائق میں مبسوط سے منقول ہے پس بلفظ ہبہ نکاح منعقد[2] ہوگا کذا فی الہدایہ اور فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھے ہبہ کیا پھر مرد نے کہا کہ میں نے لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ نکاح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قال المترجم وہو الظاہر۔

اگر کہا کہ میں نے اپنی دختر تیری خدمت کے واسطے دی اور مخاطب نے کہا کہ میں نے قبول کی تو نکاح نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک مرد نے کسی عورت سے زنا کرنے کی درخواست کی پس اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھے ہبہ کر دیا پس مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ نکاح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور بلفظ تملیک[(1)] و بلفظ صدقہ و بلفظ بیع نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی الہدایہ اور اسی طرح بلفظ خرید بھی صحیح قول کے موافق منعقد ہو جاتا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اسی طرح بلفظ جعل[(2)] بھی بنا بر قول صحیح کے منعقد ہوتا ہے یہ عینی شرح کنز وتبیین میں ہے اور اگر کسی عورت سے کہا کہ کنت لی یعنی تو میرے واسطے ہوئی یا صرت لی یعنی میرے واسطے ہوگئی پس عورت نے جواب دیا کہ ہاں یا کہا کہ صرت لک یعنی میں تیرے واسطے ہوگئی ہوں تو یہ نکاح ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اسی طرح اگر مرد نے کہا کہ کوئی امراتی بمائۃ فقبلت یعنی تو بعوض سو درہم کے میری بیوی ہو جا پس عورت نے قبول کیا یا کہا کہ میں نے تجھ کو سو درہم اس شرط پر دیئے کہ تو میری بیوی ہو جا پس عورت نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا یہ وجیز کردری

---

[1] یعنی زبانی ایجاب وقبول نہ ہو بلکہ مرد عورت کے روبرو مہر رکھ دے اور عورت اس کو اٹھا لے اور مرد اپنے ساتھ عورت کو لے جائے۔

[2] قال المترجم بعض نے فرمایا ہے کہ ہبہ کے ساتھ انعقاد مخصوصات سے ہے پس عموم امت کے واسطے انعقاد نہ ہوگا اور ظاہر مراد صاحب ہدایہ کی اس سے یہ ہے کہ ہبہ مہر ہونے سے ہبہ بدوں معاوضہ اور اسی امر پر محمول کیا جائے گا قول امام حسن بن منصور قاضی خان کا واللہ اعلم۔

(1) مثلاً عورت نے کہا کہ میں نے تجھے اپنے نفس کا مالک کر دیا یا صدقہ دے دیا یا تیرے ہاتھ بیع کیا یا مرد نے کہا کہ میں نے۔

(2) قال جعلت لک نفسی یعنی میں نے اپنے نفس کو تیرے واسطے گردانا۔

میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ میرا حق تیری بضع[1] سے نفع حاصل کرنے میں بعوض ہزار درہم کے ثابت ہو گیا پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیری عروسی میں دیا پس مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اور اگر ایک عورت نے جو اپنے شوہر سے بائنہ ہو کر اس لائق تھی کہ نکاح کر کے اپنے اس شوہر کے پاس جس نے اس کو بائنہ کیا تھا چلی جائے پس اس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیری طرف واپس کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کیا اور یہ دو گواہوں کے سامنے واقع ہوا تو یہ نکاح ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اجناس ناطفی میں ہے کہ اگر اپنی بیوی کو تین طلاق یا ایک طلاق بائنہ دی پھر اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے اس قدر مال پر رجوع کیا اور عورت اس سے راضی ہو گئی (۱) اور یہ واقعہ گواہوں کے حضور میں واقع ہوا تو نکاح صحیح ہو گا اور اگر مال مہر کا ذکر نہ کیا پس اگر دونوں (۲) نے اس امر پر اتفاق کیا کہ شوہر کی مراد اس کلام سے نکاح تھا تو نکاح ہو جائے گا ورنہ نہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایسا کلام کسی اجنبیہ عورت سے جس کے ساتھ کبھی نکاح واقع نہ ہوا تھا گواہوں کے حضور میں کہا پس عورت نے جواب دیا کہ میں راضی ہوئی تو یہ نکاح نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ''فقط'' یہ کہا کہ اپنی دختر مجھے دے تو نکاح منعقد نہ ہو گا:

ایک مرد نے ایک عورت سے کہا کہ مرا[2] باشیدی میری ہوئی تو پس اس نے کہا کہ باشیدم ہوئی میں تو نکاح منعقد نہ ہو گا لیکن اگر عورت سے یوں کہا کہ مرا باشیدہ بزنی یعنی بیوی ہو جانے کے حق میں تو میری ہوئی اور اس نے جواب دیا کہ باشیدم تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور بعض نے فرمایا ہے کہ صورت اولیٰ میں بھی نکاح منعقد ہو جائے گا اور عزت و رواج کی راہ سے بھی ظاہر ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ اپنی دختر مجھے دے پس اس نے کہا کہ میں نے دی تو نکاح منعقد ہو جائے گا اگرچہ منگنی والے نے پھر یہ نہ کہا ہو کہ میں نے قبول کی اور اگر مانگنے والے نے یوں کہا کہ مرا دو دی یعنی آیا تو نے مجھے دی پس اس نے جواب دیا کہ میں نے دی تو جب تک مانگنے والا پھر یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی تب تک نکاح منعقد نہ ہو گا لیکن اگر اس نے اپنے کلام مرا دادی سے استفہام و چکوتی مراد نہیں لی بلکہ یہ مراد لی کہ دے دی یعنی بر سبیل تحقیق و واقع تو البتہ منعقد ہو جائے گا اگرچہ وہ پھر یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی اور مجموع النوازل میں شیخ امام نجم الدین نسفی سے مروی ہے کہ دختر خویش مرا دہ یعنی اپنی دختر مجھے دے اس کلام کے ساتھ یہ کہنا ضرور ہے کہ میری بیوی ہونے کے واسطے دے یعنی اپنی دختر مجھے میری بیوی ہونے کے واسطے دے اور ضرور ہے کہ دوسرا بھی یوں کہے کہ میں نے تیری بیوی ہونے کے واسطے دی اور اگر بدون اس کے ہو گا تو بعضے مشائخ کے نزدیک نکاح منعقد نہ ہو گا مگر بعضوں کے نزدیک منعقد ہو جائے گا بہرحال اس قدر لفظ بڑھا دینا چاہئے ہے تاکہ یہ مسئلہ سب کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہو جائے یہ محیط میں ہے۔ ایک عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے آپ کو فلاں مرد کی بیوی ہونے کے واسطے دیا پس اس نے جواب دیا کہ دادی یعنی دیا پھر شوہر سے کہا گیا کہ تو نے قبول کیا اس نے کہا کہ پذیرفت یعنی قبول کیا تو نکاح منعقد[3] ہو جائے گا اگرچہ عورت

---

[1] قولہ بضع در اصل لغت یعنی پارہ گوشت روزہ کنایہ فرج ہے۔

[2] ایں فارسی ترکستان است کہ بزبان ایران خیلے مستنکر است فافہم۔

[3] قال المترجم والنکاح فی ذلک نظیر البیع عندنا۔

(۱) اور حلال ہو گیا۔ (۲) مرد و عورت۔

(۳) یعنی میں نے تجھ سے رجوع کیا۔

نے یوں نہ کہا کہ وادم یعنی میں نے دیا اور شوہر نے یوں نہ کہا پذیرفتم یعنی میں نے قبول کیا اگر ایک عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے آپ کو میری بیوی کر دیا پس اس نے کہا کہ میں نے کر دیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا اسی طرح اگر عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے آپ کو میری بیوی بنا دیا پس اس نے کہا کہ میں نے بنا دیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت سے کہا گیا کہ تو نے اپنے نفس کو فلاں مرد کے نکاح میں دیا پس اس نے کہا کہ نہیں پھر اثنائے گفتگو میں کہا کہ من ویرا خواستم یعنی میں نے اس مرد کو مانگا اور مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح صحیح ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر مرد نے کہا رقم دیتے وقت کہا کہ یہ مہر ہے میری بیوی ہونے کے واسطے تو عورت نے کنایہ کے الفاظ بولے اُن کی صورت کا بیان:

شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ تو نے اپنے آپ کو بعوض ہزار درہم مہر کے میری بیوی ہونے کے واسطے دیا پس اس نے کہا کہ بالسمع والطاعۃ یعنی بسر وچشم تو شیخ نے فرمایا کہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور اگر کہا کہ میں احسان مند ہوئی تو منعقد نہ ہوگا اس واسطے کہ پہلا کلام تو اجابت ہے اور دوسرا کلام وعدہ[ا] ہے یہ محیط میں ہے ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا پس مرد نے کہا کہ بخداوندگاری پذیرفتم یعنی میں نے آقا بنانے کے واسطے قبول کیا (قال المترجم کما یقال سرتاج بنانے کے واسطے قبول کیا) تو نکاح صحیح ہوگا اور اگر اس سے یہ نہ کہا بلکہ اس سے کہا کہ شاباش پس اگر بطور طنز کے نہ کہا ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور لفظ اجارہ[1] کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے اور یہی صحیح قول ہے اور نیز مثلاً اعارہ[2] واباحت[3] واحلال[4] وتمتع[5] واجازت ورضا وغیرہ الفاظ سے بھی منعقد نہیں ہوتا ہے یہ تبیین میں ہے اور نیز لفظ اقالہ خلع وصلح وبرأت سے بھی منعقد نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وصیت اگرچہ موجب ملک ہے مگر موت کے بعد ملکیت کی موجب ہوتی ہے:

نیز بہ لفظ شرکت وکتابت[6] بھی منعقد نہیں ہوتا کذا فی محیط السرخسی اور نیز بلفظ اعتاق[7] وولا[8] وبداع[9] بھی منعقد نہیں ہوتا ہے کذا فی غایۃ السروجی اور نیز بلفظ فدا[10] بھی منعقد نہیں ہوتا کذا فی البحر الرائق اور بلفظ وصیت بھی منعقد نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ وصیت اگرچہ موجب ملک ہے مگر موت کے بعد ملکیت کی موجب ہوتی ہے یہ ہدایہ وکافی میں ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ میں نے اپنی باندی کی بضع کی بعوض ہزار درہم کے فی الحال کے واسطے وصیت کی اور دوسری نے قبول کیا تو نکاح منعقد ہوگا یہ نہایہ

ا قال المترجم ہماری زبان میں وعدہ بھی صریح نہیں ہے فافہم۔

(۱) اجارہ دینا۔ (۲) عاریت دینا۔
(۳) مباح کرنا۔ (۴) حلال کر دینا۔
(۵) فائدہ اٹھانا۔ (۶) یعنی مکاتب کیا۔
(۷) آزاد کرنا۔ (۸) موالات کرنا۔
(۹) ودیعت رکھنا۔ (۱۰) فدیہ دینا۔

میں ہے ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ اپنی دختر فلانہ کا میرے ساتھ بعوض اس قدر مال کے نکاح کر دے پس اس دختر نابالغہ کے والد نے کہا کہ اس کو جہاں تیرا جی چاہے اٹھا لے جا تو نکاح منعقد نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک عورت نے ایک مرد سے اپنے نکاح کا کلام کہنا شروع کیا کہ نکاح کر دیا میں نے اپنے نفس کو تیرے ساتھ اور چاہتی تھی کہ کہے بعوض سو دینار کے پس ہنوز عورت مذکورہ یہ لفظ نہ کہنے پائی تھی کہ مرد نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد نے ایک جماعت کو ایک شخص کے پاس بدین غرض بھیجا کہ اس کے واسطے شخص مذکور کی دختر کی درخواست کریں پس ان لوگوں نے جا کر اس سے کہا کہ تو نے اپنی دختر فلانہ ہم کو دی اور اس نے جواب دیا کہ دی بس ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا اس واسطے کہ ان لوگوں نے بھیجنے والے کی جانب اضافت نہیں کی ہے ایک مرد اور ایک عورت دونوں نے گواہوں کے سامنے فارسی میں کہا کہ ما زن وشوئیم یعنی ہم دونوں جورو و مرد ہیں تو دونوں میں نکاح کا انعقاد نہ ہو جائے گا اور یہی مختار ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا کہ یہ میرا شوہر ہے اور یہ اقرار گواہوں کے حضور میں ہوا حالانکہ پیشتر سے ان دونوں کے درمیان نکاح نہ تھا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ نکاح نہ ہوگا کذا فی الظہیر یہ اور شرح جصاصؒ میں ہے کہ ایسی صورت میں اگر قاضی نے نکاح واقع ہونے کا حکم دیا ہے یا گواہوں نے دونوں سے کہا کہ آیا تم نے اس گفتگو کو نکاح قرار دیا ہے اور دونوں نے جواب دیا کہ ہاں تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائے گا یہ مختار الفتاویٰ میں ہے۔

متیمیہ میں لکھا ہے کہ شیخ علی سعدیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت کو سلام کیا بایں طور کہ السلام علیکم اے میری بیوی اس نے جواب دیا کہ وعلیکم السلام اے میرے خاوند اور اس کلام کو گواہوں نے سنا تو شیخ نے فرمایا کہ اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک مرد سے کہا گیا کہ دختر خویشتن را بہ پسر من ارزانی داشتی یعنی تو نے اپنی دختر کو میرے پسر کے واسطے ارزانی رکھا پس اس نے جواب دیا کہ داشتم[1] تو دونوں میں نکاح منعقد نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے طفل صغیر کے والد نے گواہوں سے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں کی دختر صغیرہ کو اپنے پسر فلاں کے نکاح میں بعوض اتنے مہر کے کر دیا پھر دختر صغیرہ کے باپ سے پوچھا گیا کہ کیا ایسا نہیں ہے اس نے جواب دیا کہ ایسا ہی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو اولیٰ یہ ہے کہ نکاح کی تجدید کر لیں اور اگر تجدید نہ کی تو بھی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان وظہیریہ میں ہے۔

اگر ذومعنی الفاظ استعمال کیے تو نکاح کن صورتوں میں منعقد ہو جائے گا؟

اگر فارسی میں مرد نے کہا کہ خویشتن را بزنے دادم بتو بہزار درم یعنی میں نے اپنے آپ کو بعوض ہزار درہم مہر کے تیری بیوی ہونے کے واسطے دیا پس عورت نے جواب دیا کہ پذیرفتم یعنی میں نے قبول کیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا اس واسطے کہ زنی یعنی[1] بیوی ہونے کا لفظ فارسی[2] میں مرد پر اطلاق نہیں ہو سکتا ہے یہ تجنیس میں ہے اور اگر دختر کے باپ سے کہا کہ آیا تو نے اپنی دختر میرے نکاح میں دی اور اس نے جواب دیا کہ نکاح میں دی یا کہا کہ ہاں تو جب تک اس کے بعد مرد مذکور یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی تب تک نکاح

ل یعنی اس نے عطا کیا۔

۲ قول بخلاف لفظ زوج کے عربی میں کہ وہ مرد و عورت دونوں پر اطلاق ہوتا ہے۔

(۱) یعنی رکھا میں نے۔

(۲) اور ایسا ہی ہماری زبان میں بیوی کا لفظ۔

منعقد نہ ہوگا اس واسطے کہ قولہ آیا تو نے اپنی دختر میرے نکاح میں دی یہ استفہام ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور لفظ قرض و رہن سے نکاح منعقد ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان لفظوں سے منعقد نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ بنا بر قیاس قول امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے لفظ قرض سے منعقد ہوگا اس واسطے کہ نفس قرض ان دونوں اماموں کے نزدیک تملیک[1] ہے اور یہی مختار ہے یہ مختار الفتاویٰ میں ہے اور لفظ سلم سے بعضوں نے کہا کہ منعقد ہوتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ نہیں منعقد ہوتا ہے اور اسی طرح بیع صرف کی لفظ سے بھی نکاح منعقد ہونے میں دو قول ہیں یعنی بعض کے نزدیک منعقد ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں یہ عینی شرح کنز میں ہے اور جو نکاح کہ مضاف ہو مثلاً دختر کے باپ نے کہا کہ میں نے اپنی دختر فلانہ کو کل کے روز تیرے نکاح میں دیا یعنی آئندہ جو کل ہوگا تو یہ صحیح نہ ہوگا اور جو نکاح کہ معلق ہو پس اگر ایسی چیز پر معلق ہو جو گزر چکی ہے تو نکاح صحیح ہوگا اس واسطے کہ اس کا حال معلوم ہے چنانچہ اگر زید کی دختر کا خطبہ کیا گیا اور اس نے خبر دی کہ میں نے فلاں مرد سے اس کا نکاح کر دیا ہے پس خاطب نے اس قول کی تکذیب کی پس زید نے کہا کہ اگر میں نے فلاں مرد سے اس کا نکاح نہ کیا ہو تو میں نے تیرے پسر کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا پس پسر کے باپ نے اس کو قبول کیا پھر ظاہر ہوا کہ زید نے کسی کے ساتھ اس کا نکاح نہیں کیا تھا تو نکاح صحیح ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر گواہوں کے حضور میں ایک عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے اس قدر مہر پر نکاح کیا بشرطیکہ میرا باپ اجازت دے دے یا راضی ہو جائے پس عورت نے قبول کیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا ایک مرد نے ایک عورت سے بدین شرط نکاح کیا کہ وہ عورت طالقہ[2] ہے یا بدین شرط کہ معاملہ طلاق میں عورت مذکورہ کا اختیار[3] اس کے قبضہ میں ہے تو امام محمدؒ نے جامع میں ذکر فرمایا کہ نکاح جائز ہے اور طلاق باطل ہے اور عورت کا اختیار عورت کے قبضہ میں نہ ہوگا اور فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مرد نے پہل کر کے یوں کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ تو طالقہ[4] ہے اور اگر عورت نے پہل کی اور کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں بدین شرط دیا کہ میں طالقہ ہوں یا بدین شرط کہ امر طلاق میرے اختیار میں ہے جب چاہوں گی اپنے آپ کو طلاق دے دوں گی پس شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور طلاق واقع[5] ہو گی اور امر طلاق اس عورت کے اختیار[6] ہوگا اسی طرح اگر مولیٰ نے اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ کیا پس اگر غلام نے پہل کی اور کہا کہ میرے ساتھ اپنی اس باندی کا نکاح بعوض ہزار درہم مہر کے اس شرط پر کر دے کہ اس باندی کی طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہوگا جب چاہے طلاق دے دینا پس مولیٰ نے باندی مذکورہ اس غلام کے نکاح میں دی تو نکاح صحیح ہوگا مگر امر طلاق کا اختیار مولیٰ کے قبضہ میں نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے اپنی یہ باندی تیرے نکاح میں بدین شرط دی کہ اس کے طلاق کا اختیار میرے قبضہ میں ہے جب چاہوں گا طلاق دے دوں گا پس غلام نے اس کو قبول کیا تو نکاح جائز ہوگا اور مولیٰ کو امر طلاق کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر غلام نے

ع قولہ طالقہ یعنی مطلقہ ہے یعنی طلاق دی ہوئی ہے پس اس طول عبارت کو چھوڑ کر مترجم نے بجائے طالقہ کے طالقہ اختیار کیا ہر چند کہ طالقہ کا اطلاق صحیح ہے اور ٹھیک یہی ہے مگر یہ صفت مشبہ اطلاق عرب ہے لہٰذا اردو میں ایک گونہ اس پر ان کی لپیٹ آنی چاہئے جیسے حائض و حائضہ فافہم۔

(۱) اور نکاح ایسے لفظ سے منعقد ہوتا ہے جو بمعنی تملیک ہو۔ (۲) طلاق ہوئی۔

(۳) یعنی عورت مختار ہے جب چاہے۔

(۴) درصورت اولیٰ ہے۔

(۵) درصورت ثانیہ۔

اپنے مولیٰ سے کہا کہ اگر میں نے اس کو اپنے نکاح میں لیا تو اس کے طلاق کا اختیار ہمیشہ تجھ کو ہے پھر اس کو اپنے نکاح میں لیا تو اس کے طلاق کا اختیار ہمیشہ مولیٰ کو حاصل رہے گا اور غلام مذکور مولیٰ کو اس اختیار سے کبھی خارج نہیں کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شمس الائمہ سرخسی نے ذکر فرمایا کہ اگر کسی عورت سے ہزار درہم پر بوعدہ حصاد[1] و دیاس نکاح کیا تو ہمارے مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور مہر میں یہ مدت میعاد ثابت ہوگی یہ مختار الفتاویٰ میں ہے اور نکاح میں خیار رویت و خیار شرط عیب ثابت نہیں ہوتا ہے خواہ خیار مرد کے واسطے قرار دیا جائے یا عورت کے واسطے یا دونوں کے واسطے قرار دیا جائے خواہ تین روز کا خیار ہو یا کم کا یا زیادہ کا اور اگر ایسی شرط کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا مگر شرط مذکور باطل ہوگی لیکن عیب جب یا خصی یا عنہ ہو تو عورت کو خیار حاصل ہوتا ہے قال المترجم جب ذکر مرد کا جڑ سے قطع ہونا اور مجبوب وہ شخص ہے جس کا ذکر جڑ سے کٹ گیا ہو اور خصی سے مراد یہ ہے کہ اس کے خصیے نکالے یا کوفتہ ہوں جسے بدھیا کہتے ہیں اور عنہ نامردی معروف و عنین نامرد اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے دوسرے پر شرط لگائی کہ آنکھ سے کانا نہ ہو یا اپاہج نہ ہو یا خوبصورت ہونے کی شرط لگائی یا شوہر نے یہ شرط لگائی کہ عورت باکرہ ہو پھر اس شرط کے برخلاف پایا تو اس کو خیار حاصل نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر ایک مرد نے ایک عورت سے بدین شرط نکاح کیا کہ یہ مرد مذکور شہر کا ہے پھر ظاہر ہوا کہ وہ دیہاتی ہے تو نکاح جائز ہوگا بشرطیکہ مرد مذکور اس کا کفو ہو اور عورت مذکورہ کو کچھ خیار حاصل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتاویٰ ابو اللیثؒ میں ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت کے بدین شرط نکاح کیا کہ میرے باپ کو خیار حاصل ہے تو نکاح صحیح ہوگا اور شوہر کے باپ کو خیار حاصل نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

باب: ③

محرمات کے بیان میں

قال المترجم محرمات یعنی ایسی عورتوں کے بیان میں جو ہمیشہ یا فی الحال کے واسطے حرام ہیں قال اور محرمات کی نو قسمیں ہیں:

قسم اول:

محرمات بہ نسب کے بیان میں

ایسی عورتیں جو قرابتِ رحم کی وجہ سے ابدی طور پر حرام ہیں:

یعنی رحم کی قرابت کی وجہ سے جو عورتیں ہمیشہ کے واسطے حرام ہیں چنانچہ ایسی محرمات عورتیں امہات یعنی مائیں ہیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں پس یہ عورتیں جو مذکور ہوئی ہیں نکاح کی راہ سے بھی ہمیشہ کے واسطے حرام ہیں اور ان سے وطی کرنا اور جو امور مقتضی بجانب وطی ہوتے ہیں وہ بھی سب ان عورتوں سے ہمیشہ کے واسطے حرام ہیں اور واضح ہو کہ امہات یعنی ماؤں سے یہ مراد ہے کہ اس شخص کی ماں[2] ہو یا اس کی سگی دادی وغیرہ یا سگی نانی وغیرہ چاہے جتنے

---

[1] حصاد کھیتی کاٹنے کا وقت اور دیاس اس کے روندے جانے کا وقت۔

[2] قال المترجم اگرچہ سوتیلی ماں یعنی جو باپ کی تحت میں ہو وہ بھی اسی طرح حرام ہے لیکن چونکہ اس سے نسب کی قرابت نہ تھی اس واسطے اس مقام پر بیان نہیں کیا۔

او نچے[۱] مرتبہ کی ہو سب قطعی ودائی حرام ہیں اور بیٹیوں سے یہ مراد ہے کہ اس مرد کی صلبی دختر ہو یا اس کے پسر کی دختر ہو یا اس کی دختر کی دختر ہو اور چاہے جتنے نیچے مرتبہ پر ہو بہر صورت دائی حرام ہیں اور بہنوں سے یہ مراد ہے کہ سگی ایک ماں و باپ سے بہن ہو یا فقط باپ کی طرف سے بہن ہو یا فقط ماں کی طرف سے بہن ہو پس یہ بہنیں قطعی حرام ہیں قال المترجم اور ہندوستان میں جو چچازاد بہن اور پھوپھی زاد بہن وغیرہ ہوتی ہیں وہ فقط نسب کے رشتہ سے حرام نہیں ہیں ان سے نکاح کرنا جائز ہے اگر کوئی وجہ دیگر مانع نہ ہو مثلاً اس مرد نے اپنی پھوپھی کا دودھ پیا تو اس کی دختر سے جو اس کی پھوپھی زاد بہن تھی اب رضاعی بہن ہو گئی لہٰذا بوجہ سبب کے ناجائز ہو گئی اور ورنہ جائز تھی اور واضح ہو کہ بھائی بھی تین طرح کے ہوتے ہیں ایک[۲] سگا بھائی دوسرا[۳] فقط باپ کی طرف سے اور تیسرا[۴] فقط ماں کی طرف سے پس اب جاننا چاہئے کہ بھائیوں کی بیٹیوں اور بہنوں کی بیٹیوں سے انہیں بھائیوں اور انہیں بہنوں کی بیٹیاں خواہ ایک درجہ کی ہوں یا پوتیاں و پر پوتیاں ونواسیاں و پرنواسیاں وغیرہ چاہے کتنے ہی نیچے درجے پر ہوں قطعی دائمہ حرام ہیں اور پھوپھیاں بھی تین طرح کی ہوتی ہیں ایک تو باپ کی سگی یعنی ایک ماں و باپ کی بہن اور دوسری فقط باپ کی طرف سے بہن اور تیسری فقط ماں کی طرف سے بہن یہ سب پھوپھیاں ہیں اور اسی طرح باپ کی پھوپھیاں بھی انہیں تین طرح کی ہوتی ہیں اور اسی طرح ماں کی پھوپھیاں بھی اور اسی طرح اجداد کی پھوپھیاں اور اسی طرح جدات کی پھوپھیاں بھی اسی طرح ہوتی ہیں اور چاہے جس قدر او نچے مرتبہ پر ہوں سب کا یکساں حکم ہے کہ سب قطعی دائمی حرام ہیں اور واضح رہے کہ پھوپھی کی پھوپھی کی صورت میں دیکھا جائے گا کہ اگر پھوپھی اس مرد کے باپ کی ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی بہن ہو یا فقط باپ کی طرف سے بہن ہو تو پھوپھی کی پھوپھی بھی حرام ہو گی اور اگر پھوپھی اس کی فقط ماں کی طرف سے پھوپھی ہو تو پھوپھی کی پھوپھی حرام[۱] نہ ہو گا اور خالات سے یہ مراد ہے کہ سگی ایک ماں و باپ سے اس کی خالہ ہو یعنی اس کی ماں کی سگی بہن ہو یا فقط باپ کی طرف سے یا فقط ماں کی طرف سے خالہ ہو سب حرام ہیں و نیز اس کے آباء و اجداد و ماں و جدات کی خالائیں بھی یہی حکم رکھتی ہیں کہ قطعاً دائمی حرام ہیں اور رہی خالہ کی خالہ پس اگر خالہ اس شخص کی سگی یعنی ماں و باپ کی طرف سے اس کی ماں کی بہن ہو یا فقط ماں کی طرف سے بہن ہونے سے اس کی خالہ ہو تو اس کی خالہ کی خالہ اس پر حرام ہو گی اور اگر اس کی خالہ فقط باپ کی طرف سے اس کی ماں کی بہن ہونے سے اس کی خالہ ہو تو خالہ کی خالہ اس پر حرام نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[۱] یعنی نکاح سے جائز ہو سکتی ہے۔

(۱) یعنی پرنانی و پردادی وغیرہ۔

(۲) یعنی اس کے نطفہ سے۔

(۳) دادا و نیز نانا۔

(۴) دادی و نیز نانی۔

قسم دوم:

محرمات بہ صہریت کے بیان میں

ایسی عورتوں کا بیان جو رشتہ داری میں جڑنے کی وجہ سے حرام قرار پاتی ہیں:

یعنی خسر و دامادی کے رشتہ سے جو عورتیں حرام ہو جاتی ہیں اور یہ عورتیں چار فرقہ ہیں فرقہ اول اپنی بیویوں کی امہات[1] وا جدات از جانب مادر و پدر اگرچہ کتنے ہی او نچے مرتبہ پر ہوں فرقہ دوم زوجہ کی بیٹیاں اور اس کی اولاد کی بیٹیاں چاہے جتنے نیچے درجہ پر ہوں مرد پر حرام ہو جاتی ہیں بشرطیکہ اپنی زوجہ کے ساتھ دخول کیا ہو کذا فی العمادی خواہ اس کی زوجہ کی دختر اس کی پرورش میں ہو یا نہ ہو کذا فی شرح الجامع الصغیر قاضی خان قال المترجم زوجہ کی اولاد کی حرمت کے واسطے یہ قید لگائی گئی ہے کہ زوجہ کے ساتھ دخول تحقیق کیا ہو اور اگر وطی نہ کی ہو تو حرام نہ ہوگی پس چاہے قبل دخول کے زوجہ کو طلاق دے کر اس کی دختر سے نکاح کر لے بخلاف زوجہ کی ماں و نانی و دادی وغیرہ کے بعد نکاح زوجہ کے چاہے زوجہ سے وطی کرے یا نہ کرے اس کی ماں وغیرہ سے نکاح نہیں کر سکتا ہے فاحفظہ اور زوجہ سے وطی کرنے میں ہم نے بیان کر دیا کہ تحقیق وطی ہو چنانچہ کتاب میں فرمایا کہ اور ہمارے اصحاب نے خلوت کو وطی کے قائم مقام اس بات کے حق میں نہیں رکھا کہ خلوت واقع ہونے سے زوجہ کی اولاد حرام ہو جائے کذا فی الذخیرہ فی نوع ما یستحق بہ جمیع المہر[ا] فرقہ سوم بیٹے یا پوتے یا نواسے کی بیوی سے چاہے کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو کبھی نکاح کرنا جائز نہ رہے گا خواہ پسر نے اپنی زوجہ کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو ولیکن اگر بیٹا متبنّٰی ہو تو اس کی بیوی سے نکاح کر لینا حرام نہیں[1] ہے یہ محیط سرخسی میں ہے فرقہ چہارم آباء اجداد از جانب مادر یا پدر کی بیویں اگرچہ کتنے ہی درجہ پر ہوں یہ سب نکاح و وطی دونوں طرح سے ہمیشہ کے واسطے حرام ہیں یہ حاوی قدسی میں ہے اور واضح رہے کہ حرمت مصاہرہ ایسے نکاح سے ثابت ہوتی ہے جو صحیح ہو اور نکاح فاسد کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پس اگر کسی عورت سے بہ نکاح فاسد عقد کیا تو فقط نکاح سے اس عورت کی ماں اس مرد پر حرام نہ ہوگی بلکہ اس عورت سے دخول کرنے کے بعد البتہ حرام ہو جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے اور حرمت مصاہرہ وطی کرنے سے ضرور ثابت ہو جاتی ہے خواہ وطی بطور حلال ہو یا بطریق شبہہ ہو یا بطور زنا ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔

رشتہ داری چاہے ظاہری ہو یا مخفی؟

پس اگر کسی شخص نے ایک عورت سے زنا کیا تو اس عورت کی ماں اس زانی پر حرام ہو جائے گی اسی طرح اس کی ماں کی ماں وغیرہ چاہے کتنے ہی او نچے درجہ کی ہو سب حرام ہوں گی اور اس عورت کی دختر اور دختر کی دختر وغیرہ کتنے ہی نیچے درجہ پر ہوں سب حرام ہوں گی اسی طرح یہ عورت جس سے زنا کیا ہے اس مرد زانی کے آباء و اجداد پر چاہے کتنے ہی او نچے درجہ پر ہوں اور اس مرد کے بیٹوں اور پوتوں و پرتوتوں پر چاہے کتنے ہی نیچے درجہ پر ہوں حرام ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کسی عورت سے وطی کی اور یہ صورت ہوئی

[ا] اگرچہ خلوت سمجھا اس بات میں بجائے وطی کے ہے کہ عورت کو اس کا پورا مہر دلایا جائے گا اور عدت ہوگی۔

(۱) دادی یا نانی۔

(۲) مائیں۔

(۳) نانی و دادی وغیرہ۔

(۴) جبکہ وہ طلاق دے دے۔

کہ اس عورت کا پیشاب کا مقام اور پاخانہ کا مقام پھاڑ کر ایک کر دیا تو اس عورت کی ماں اس مرد پر حرام نہ ہوگی کیونکہ اس امر کا تیقن نہیں ہے کہ یہ وطی فی الفرج میں واقع ہوئی لیکن اگر عورت مذکورہ کو حمل رہ جائے اور معلوم ہو جائے کہ وطی فرج میں واقع ہوئی ہے تو البتہ اس کی ماں اس مرد پر حرام ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں ہے اور واضح رہے کہ جس طرح یہ حرمت مصاہرہ بوجہ وطی کے ثابت ہوتی ہے اسی طرح شہوت سے مساس کرنے اور بوسہ لینے اور فرج پر نظر کرنے سے ثابت ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور نزدیک یہ امور خواہ بطریق نکاح واقع ہوں یا بطور داخلی ملک ہوں یا بوجہ فسق و فجور ہوں کچھ فرق نہیں یہ ملتقط میں ہے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ خواہ یہ عورت ربیبہ [1] ہو یا کوئی اور ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور جو مباشرت [2] بشہوت ہو وہ بمنزلہ بوسہ لینے کے ہے اور اسی طرح معانقہ کا بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اسی طرح اگر عورت کو شہوت سے دانتوں سے داب کر کاٹا تو بھی یہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت نے کسی مرد کے ذکر کو دیکھا یا مرد مذکور کو بشہوت مساس کیا یا اس کا شہوت سے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور باقی اعضاء [3] کی طرف نظر کرنے سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی ہے الا جبکہ شہوت ہو اور تیز باقی اعضا کے مساس کرنے سے بھی ثابت نہیں ہوتی ہے الا جبکہ بشہوت ہو اور اس میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور نظر وہ معتبر ہے جو داخلی فرج میں ہو یہ ہدایہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہیریہ و جواہر اخلاطی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر مرد نے کھڑی ہوئی عورت کی فرج کو دیکھا تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی اور داخلی فرج میں جب نظر پڑے گی کہ جب وہ عورت تکیہ لگائے بیٹھی ہو یعنی دونوں ٹانگیں کشادہ ہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بنظر شہوت عورت کی فرج کو دیکھنا......:

اگر کسی عورت کی فرج کو شہوت سے باریک پردہ یا شیشہ کی آڑ سے جس سے فرج نظر آتی ہے دیکھا تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی اور اگر آئینہ دیکھا اور اس میں کسی عورت کی فرج نظر آئی پھر اس کو شہوت سے دیکھا تو اس عورت کی ماں و بیٹی اس آئینہ دیکھنے والے پر حرام نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے اس کی فرج نہیں دیکھی بلکہ اس کی فرج کا عکس دیکھا ہے اور اگر کوئی عورت کسی حوض کے کنارہ پر بیٹھی ہو یا ندی کے پل پر ہو اور ایک مرد نے پانی میں نگاہ کی اور پانی میں اس عورت کی فرج دیکھی پھر نظر شہوت دیکھی تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت پانی میں ہے اور باہر سے کسی مرد نے پانی میں اس کی فرج کو دیکھا اور شہوت سے نگاہ کی تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی دختر کی فرج کو بغیر شہوت دیکھا اور اس کو تمنا ہوئی کہ کاش میرے پاس ایسی کوئی باندی ہوتی پس اس نگاہ کے ساتھ اس میں شہوت بھی پائی گئی تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر یہ شہوت اس کو اپنی دختر پر واقعہ ہوئی ہے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی اور اگر یہ شہوت اس کو اس باندی کے خیال پر آئی ہے جس کی اس نے تمنا کی تھی تو اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی اس واسطے کہ ایسی صورت میں

ا قال المترجم اس مقام سے ظاہر ہے کہ اگر کسی عورت سے لواطت کی تو حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی ہے اور واضح رہے کہ فرج و دبر کے درمیان ایک جھلی سخت گندہ عارض ہوتی ہے جب وہ چاک ہو جاتی ہے تو دونوں سوراخ ایک ہو جاتے ہیں پس عبارت مذکور محتمل ہو کہ عدم تحقیق انزال بمعز ہم ہے دنیہ بعد اور سند اول الیس آخر تک ایک ہو گیا تو ادخال فرج میں شک ہے۔

(۱) یعنی اگر ربیبہ سے ایسا کیا تو اس کی ماں جو مرد کی بیوی ہے مرد پر حرام ہو جائے گی۔

(۲) مباشرت بدن سے بدن ملانا۔

(۳) یعنی اعضائے مذکورہ میں اگر اختلاف ہے تو باقی اعضا میں بلا خلاف شہوت شرط ہے۔

اس کی نظر اپنی دختر کی فرج پر بسبب شہوت نہیں ہوئی ہے یہ فتاویٰ قاضی و ذخیرہ میں ہے۔

عورتوں کا آپسی تعلق ''مساس'' اس حرمت میں کچھ تعلق خاطر نہیں:

مساس کرنے سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے چاہے عمداً مساس کیا ہو یا بھول کر یا با کرہ یا براہ خطا ہو کچھ فرق نہیں ہے کذا فی فتح القدیر یا سوتے میں ہو یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو جماع کرنے کی غرض سے رات کو جگایا مگر اس کا ہاتھ اپنی دختر پر جو اسی بیوی کے پیٹ سے ہے جا پہنچا اور اس کے بدن کو اپنی انگلی سے گرفت کر کے مساس کیا بدین گمان کہ یہ اس کی ماں ہے یعنی میری بیوی ہے حالانکہ یہ لڑکی ایسی تھی کہ اس سے شہوت اٹھتی تو اس لڑکی کی ماں یعنی مرد مذکور کی بیوی مرد مذکور پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر عورت کے بال شہوت کے ساتھ چھوئے پس اگر وہ بال چھوئے جو اس کے سر کے متصل ہیں تو حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی اور اگر لٹکے ہوئے سرے چھوئے تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی مگر امام ناطفی نے یہ تفصیل نہیں فرمائی بلکہ مطلق بال کے چھونے سے حرمت مصاہرہ کا حکم دیا ہے یہ ظہیر یہ و جیز کردری و سراج الوہاج میں ہے اور اگر شہوت سے اس کے ناخن چھوئے تو حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے لیکن واضح رہے کہ مساس سے حرمت مصاہرہ جب ہی ثابت ہوتی ہے جب چھونے والے مرد اور بدن عورت کے درمیان کوئی کپڑا حائل نہ ہو اور اگر کوئی کپڑا حائل ہو گا تو دیکھنا چاہئے کہ اگر کپڑا اس قدر گندہ ہو کہ چھونے والے کو بدن عورت کی حرارت محسوس نہیں ہوتی تو بھی حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی اس فعل سے اس کے آلہ تناسل کو انتشار ہوا ہو اور اگر کپڑا باریک ہو کہ جس سے تن عورت کی حرارت چھونے والے کے ہاتھ کو پہنچے تو حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اسی طرح اگر مرد نے عورت کے موزہ کا تلا چھوا تو بھی شہوت سے چھونے میں یہی حکم ہے لیکن اگر موزہ مذکورہ منعل یعنی نعلدار ہو کہ جس سے قدم کی نرمی معلوم و محسوس نہ ہوتی ہو تو یہ حکم ثابت نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مرد نے عورت کا بوسہ لیا حالانکہ دونوں کے درمیان کپڑا حائل ہے پس اگر عورت مذکورہ کے اگلے دانتوں کی ٹھنڈک یا ہونٹوں کی ٹھنڈک پائی تو یہ بوسہ لینے اور مس کرنے میں داخل ہے یہ محیط میں ہے اور حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کے واسطے یہ شرط نہیں ہے کہ مساس پر دوام پایا جائے حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ اگر مرد نے کسی عورت کی جانب شہوت سے اپنا ہاتھ دراز کیا اور ناگاہ اس کا ہاتھ اس کی دختر[1] کی ناک پر جا پڑا کہ اس کی شہوت زیادہ ہوگئی تو اس مرد پر اس کی بیوی یعنی دختر کی ماں حرام ہو جائے گی اگرچہ اسی وقت اپنا ہاتھ ہٹا لیا ہو کذا فی الذخیرہ مگر یہ شرط ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو یعنی ایسی ہو کہ مرد کو اس سے شہوت ہوتی ہو یہ تبیین[(1)] میں ہے اور نو برس کی لڑکی محل شہوت ہے اس سے کم کی مشتہاۃ نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ معرج الدرایہ میں ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ نو برس سے کم سن کی لڑکی مشتہاۃ نہیں ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شیخ امام ابو بکر سے منقول ہے کہ فرماتے تھے کہ مفتی کو چاہئے کہ سات و آٹھ برس کی لڑکی کی صورت میں یوں فتویٰ دے کہ وہ مشتہات نہیں ہے پس اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی لیکن اگر سائل مبالغہ کرے کہ یہ لڑکی موٹی تازی تن دار ہے تو ایسی صورت میں سات و آٹھ برس کی صورت میں بھی حرمت کا فتویٰ دے گا یہ ذخیرہ و مضمرات میں ہے پس اگر ایسی لڑکی سے جماع کیا جو مشتہات نہیں ہے تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور یہ حکم فقط صغیرہ میں ہے اور کبیرہ عورت اگر بہت بڈھی ہو جائے کہ وہ مشتہاۃ کی حد سے باہر ہو جائے تو بھی اس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوگی اس واسطے کہ وہ حد حرمت میں داخل ہو چکی ہے پس بسبب بڈھی ہو جانے کے خارج نہ ہوگی بخلاف صغیرہ[(2)] کے کہ اس میں یہ بات نہیں پائی گئی ہے یہ تبیین میں ہے اور اسی طرح یہ بھی شرط ہے

---

[1] مگر ضرور ہے کہ دختر ایسی عمر کی ہو کہ مرد کو اس سے شہوت ہوتی ہے۔

(۱) یعنی وہ بالغہ یا قریب بہ بلوغ ہو۔ (۲) یعنی حد اشتہاۃ میں ہنوز واپس نہیں ہوئی ہے۔

کہ مذکور کی طرف سے بھی شہوت پائی گئی ہوحتی کہ اگر چار برس کے لڑکے نے اپنے باپ کی بیوی سے جماع کیا تو اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اس حکم کے ثابت ہونے کے واسطے جو لڑکا ایسا ہے کہ اس کے مثل لڑکے جماع کر سکتے ہیں اس کی وطی بمنزلہ مرد بالغ کی وطی کے قرار دی جائے گی اور مشائخ نے فرمایا کہ ایسا لڑکا جس کے مثل جماع کرنے کے لائق ہوتا ہے وہ ہر ایسا لڑکا ہوتا ہے جو جماع کرے اور اس کو شہوت ہو اور عورتیں اس سے حیا کریں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حرمتِ مصاہرہ کن صورتوں میں واجب ہوگی؟

شہوت اس وقت کی معتبر ہے کہ جس وقت اس نے چھوا اور دیکھا ہے حتیٰ کہ اگر مرد نے عورت کو چھوا اور دیکھا در حالیکہ اس کو شہوت نہ تھی پھر جب چھوڑ دیا تب اس کو شہوت ہوئی تو اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی اور واضح ہو کہ شہوت مرد کی حد یہ ہے کہ مرد کے آلہ تناسل کو انتشار ہو یا اگر منتشر ہو تو انتشار میں زیادتی ہو جائے یہ تبیین میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ خلاصہ میں ہے پس اگر کسی مرد کا آلہ تناسل منتشر ہوا اور اس نے شہوت میں اپنی بیوی کو طلب کیا اور اس درمیان میں اس نے اپنے آلہ تناسل کو اس کی دختر کی ٹانگوں کے درمیان داخل کر دیا[1] تو دختر مذکورہ کی ماں اس پر حرام نہ ہو جائے گی تاوقتیکہ اس حرکت سے اس کی شہوت میں اس انتشار کے ساتھ انتشار میں زیادتی نہ ہوئی ہو یہ تبیین میں ہے اور یہ حد جو مذکور ہوئی ایسے لوگوں کے واسطے مقرر ہے جو مرد جوان جماع کرنے پر قادر ہو اور اگر بوڑھا یا عنین ہو تو اس کے حق میں شہوت کی حد یہ ہے کہ خواہش کے لئے اس کے قلب کو حرکت ہو اگر قبل اس کے اس کا قلب متحرک نہ ہو اور اگر پہلے سے متحرک ہو تو حرکت قلبی میں زیادتی ہو جائے یہ محیط میں ہے اور عورتوں اور مرد مجبوب کے حق میں شہوت کی حد یہ ہے کہ قلب کو حرکت و خواہش ہو اور اس میں لذت پیدا ہو بشرطیکہ پہلے سے قلب کو حرکت نہ ہو اور اگر پہلے سے ہو تو اس میں زیادتی ہو جائے یہ شرح نقایہ شیخ ابو المکارم میں ہے اور واضح رہے کہ مرد و عورت دونوں میں سے ایک کی طرف سے شہوت کا پایا جانا حرمت ثابت ہونے کے واسطے کافی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کو انزال نہ ہو جائے حتیٰ کہ اگر چھونے یا دیکھنے کے ساتھ انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور علامہ صدر شہید نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ شرح نقایہ علامہ شمنی میں ہے اور اگر مساس کیا پس انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرہ بنا بر قول صحیح کے ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ انزال سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ فعل داعی بجانب وطی نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور اگر عورت کی دبر یعنی پاخانہ کے مقام کو دیکھا تو اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہیں ہوتی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حرمتِ مصاہرہ دُبر میں دخول سے ثابت نہیں ہوتی:

اسی طرح اگر باتباع شیطان کسی عورت کی دبر میں دخول کیا تو اس سے حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور یہی اصح[2] ہے یہ محیط میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر مردہ سے جماع کیا تو حرمت مصاہرہ ثابت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] اقول یہ مراد نہیں ہے کہ نعوذ باللہ اس نے اس کی دختر سے وطی کر لی بلکہ یہ مراد ہے کہ بسبب غلبہ شیطانیت کے اس نے فقط بیوی کی دختر کی رانوں کے بیچ میں رکھا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

[2] قال المترجم ہمارے نزدیک لواطت کی سزا یہ ہے کہ لوطی پر دیوار گرا دی جائے یا پہاڑ پر سے گرا دیا جائے اور مثل اس کے سزائیں ہیں اور پانی اور مہر کے نزدیک زنا کی سزا دی جائے اور یہ اجنبی مرد و عورت و طفل میں ہے اور زوجہ سے حرام قبیح ہے۔

مسائلِ متصلہ:

اگر بیوی مرد میں سے کسی نے حرمت مصاہرہ واقع ہونے کا اقرار کیا تو اس کا اقرار ماخوذ کیا جائے گا اور دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی اور اسی طرح اگر نکاح سے پہلے ایسا واقع ہونے کا اقرار کیا مثلاً اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے تیری ماں سے جماع کیا ہے تو اس اقرار پر مواخذہ کر کے دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی ولیکن مہر کے حق میں مرد مذکور کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی حتی کہ جو مہر قرار پایا ہے وہ دلایا جائے گا اور یہ نہ ہوگا کہ اس پر عقد واجب ہو اور ایسے اقرار پر مصر رہنا شرط نہیں ہے چنانچہ اگر اس نے اس اقرار سے رجوع کیا اور کہا کہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو قاضی اس کے قول کی تصدیق نہ کرے گا ولیکن اگر وہ اپنے اقرار میں درواقع جھوٹا ہوگا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اس کی عورت اس پر حرام نہ ہوگی قال المترجم مگر دنیا میں دونوں میں جدائی ضرور کرائی جائے گی اور امام محمدؒ نے کتاب النکاح میں ذکر فرمایا کہ اگر ایک مرد نے کسی عورت سے کہا کہ یہ عورت میری رضائی ماں ہے پھر اس کے بعد اس سے نکاح کرنا چاہا اور کہا کہ مجھ سے اس میں خطا ہوئی ہے تو استحساناً اس کو اختیار ہوگا کہ عورت مذکورہ سے نکاح کر لے اور ان دونوں صورتوں میں فرق اس طور سے کیا گیا ہے کہ اس صورت میں کہ جب اس نے اپنی بیوی کی ماں سے وطی کرنے کی خبر دی تو اس نے اپنے فعل کی خبر دی ہے اور جو فعل اس نے کیا ہے اس کے اوپر ایسی خطا و غلطی واقع ہونا ایک نادر بات ہے پس اس کی تکذیب کی تصدیق نہ کی جائے گی اور رضاعت میں اس نے اپنے ایسے زمانہ کے فعل کی خبر نہیں دی کہ جس کو وہ یاد رکھتا ہو بلکہ سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے کسی دوسرے سے سنا ہے اور ایسی خبر میں خطا واقع ہونا کچھ نادر بات نہیں ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے اور اگر مرد نے کسی عورت کا بوسہ لیا پھر کہا کہ یہ شہوت سے نہ تھا یا اس کا مساس کیا یا اس کی فرج کی طرف دیکھا پھر کہا کہ شہوت سے نہ تھا تو صدر الشہیدؒ نے بوسہ لینے کی صورت میں ذکر فرمایا کہ حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کا حکم دیا جائے گا تاوقتیکہ یہ امر ثابت نہ ہو کہ یہ فعل بدون شہوت کے تھا اور چھونے اور فرج کے دیکھنے کی صورت میں ثبوت حرمت مصاہرہ کا حکم نہ دیا جائے گا تاوقتیکہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ فعل بشہوت تھا اس واسطے کہ بوسہ لینے میں اصل یہ ہے کہ شہوت سے ہوتا ہے بخلاف چھونے اور نظر کرنے کے کذا فی المحیط اور یہ اس وقت ہے کہ اس نے فرج کے سوائے کسی جزو بدن کو چھوا ہو اور اگر فرج کو چھوا ہے تو اس میں بھی اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی منہ اور گال و سر کے بوسہ میں اگرچہ مقنعہ کے اوپر سے ہو حرمت مصاہرہ ثابت ہونے کا فتویٰ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر اس نے بدون شہوت ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور بقالی میں لکھا ہے کہ اگر اس نے چھونے کی صورت میں شہوت ہونے سے انکار کیا تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی لیکن اگر ایسا ہوا کہ اس کا آلہ تناسل کھڑا ہوا اور اس نے عورت کو ایسی حالت میں چپٹا لیا ہے تو تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

عمل کے برخلاف قول کن صورتوں میں قابل قبول نہیں؟

اگر عورت کی چھاتی پکڑ لی اور کہا کہ یہ فعل بشہوت نہ تھا تو تصدیق نہ کی جائے گی اس واسطے کہ اکثر یہ واقعہ بشہوت ہوتا ہے اسی طرح اگر عورت کے ساتھ جانور کی سواری پر سوار ہوا تو بھی یہی حکم ہے بخلاف اس کے اگر اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کے ساتھ پانی سے عبور کیا تو ایسا حکم نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ میں نے شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور خالی[1] شہوت سے چھونے اور بوسہ لینے پر گواہی آیا مقبول ہوگی یا نہ ہو

---

[1] خالی شہوت یعنی اگر گواہوں نے کہا کہ اس نے شہوت سے ایسا کیا تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک مقبول نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اگر گواہوں نے کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ میں نے شہوت سے ایسا کیا ہے تو بالاتفاق مقبول ہے۔

گی تو اس میں اختلاف ہے اور مختار یہ ہے کہ مقبول ہو گی اور فخر الاسلام علی بزدوی کا یہی مذہب ہے کذا فی التجنیس والمزید اور ایسا ہی امام محمدؒ نے نکاح الجامع میں ذکر فرمایا ہے اس واسطے کہ شہوت ایسی چیز ہے کہ فی الجملہ اس پر وقوف حاصل ہو جاتا ہے پس جس کا آلہ تناسل جنبش کرتا ہے اس کی جنبش آلہ سے اور جس کا آلہ نہیں حرکت کرتا ہے اس کے دوسرے آثار سے معلوم ہو جاتا ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی معمول[1] ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے قاضی علی سغدیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نشہ کے مدہوش نے اپنی دختر کو پکڑ لیا اور اس کا بوسہ لیا اور اس کے ساتھ جماع کرنے کا قصد کیا پس اس کی دختر نے کہا کہ میں تیری بیٹی ہوں پس اس کو چھوڑ دیا پس آیا اس دختر کی ماں اس مرد پر حرام ہو جائے گی تو فرمایا کہ ہاں یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص سے دریافت کیا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی ماں کے ساتھ کیا کیا اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کے ساتھ جماع کیا تو فرمایا کہ حرمت مصاہرہ ثابت[ا] ہو جائے گی پھر پوچھا گیا کہ اگر پوچھنے والا اور جواب دینے والا دونوں آدمی مسخرے ٹھٹھے باز ہوں تو فرمایا کہ کچھ فرق نہ ہوگا اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے جھوٹ طور سے کہا ہے تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے ایک مرد کے پاس ایک باندی ہے اس نے کہا کہ میں نے اس باندی سے وطی کی ہے تو یہ باندی اس کے بیٹے کے واسطے حلال نہ ہو گی۔

اگر اس شخص کی ملک میں یہ باندی نہ ہو اور اس نے کہا کہ میں نے اس سے وطی کی ہے تو اس کے پسر کو اختیار ہے کہ اس کی تکذیب کرے اور باندی سے وطی کرے اس واسطے کہ ظاہر حال اس کے پسر کے واسطے شاہد ہے اور اگر باپ کی میراث میں باندی پائی تو بیٹا اس سے وطی کر سکتا ہے تاوقتیکہ یہ معلوم نہ ہو کہ باپ نے اس سے وطی کی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے بدین شرط نکاح کیا کہ وہ باکرہ ایسی ہے کہ اس کا پردہ بکارت موجود ہے پھر جب اس کے ساتھ وطی کرنی چاہی تو اس کو پردہ دریدہ پایا پس اس سے پوچھا کہ تجھ سے کس شخص نے یہ حرکت کی ہے تیرا پردہ جاتا رہا پس اس نے جواب دیا کہ تیرے باپ نے پس اگر شوہر نے اس قول کی تصدیق کی تو وہ بائنہ ہو گئی اور اس کو کچھ مہر نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی تو وہ اسکی بیوی رہے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر زید کی بیوی نے دعویٰ کیا کہ زید کے پسر نے مجھ کو بشہوت چھوا ہے تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور زید کے بیٹے کا قول قبول ہو گا یہ سراج الوہاج میں ہے ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی کا شہوت سے بوسہ لیا یا باپ نے بیٹے کی بیوی کا شہوت سے بوسہ لیا حالانکہ عورت مذکورہ باکرہ مجبور کی گئی تھی اور اس کے شوہر نے اس فعل کے بشہوت ہونے سے انکار[۲] کیا تو شوہر کا قول قبول ہو گا اور اگر شوہر نے اس زبردستی کرنے والے کے قول کی تصدیق کی تو جدائی واقع ہو جائے گی اور شوہر پر مہر واجب ہوگا پھر جو کچھ وہ دے گا اس کے اس فعل کے کرنے والے سے واپس لے گا بشرطیکہ اس نے عمداً فساد ڈالنے کا قصد کیا ہو اور اگر عمداً ایسا نہیں کیا ہے تو واپس نہیں لے سکتا ہے اور وطی کر لینے کی صورت میں واپس نہیں لے سکتا اگرچہ اس نے عمداً فساد ڈالنے کے واسطے وطی کی ہو اس واسطے کہ اس صورت میں اس پر حد شرعی واجب ہو گی۔

حد کے ساتھ مال دونوں جمع نہیں ہوتے ہیں ایک شخص نے دوسرے کی باندی سے نکاح کیا پھر ہنوز اس مرد نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا تھا کہ باندی نے اپنے شوہر کے پسر کا شہوت سے بوسہ لیا پس شوہر نے دعویٰ کیا کہ اس نے میرے پسر کا شہوت سے بوسہ لیا ہے اور باندی کے مولیٰ نے اس کی تکذیب کی تو باندی مذکورہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی کیونکہ شوہر نے اقرار کیا کہ اس نے شہوت سے میرے بیٹے کا بوسہ لیا ہے اور شوہر پر نصف مہر واجب ہو گا کیونکہ مولیٰ نے اس کی تکذیب کی ہے یعنی اس نے شہوت سے بوسہ نہیں لیا ہے اور اگر اس معاملہ میں باندی نے خود کہا کہ میں نے شہوت سے بوسہ لیا ہے تو اس کا قول قبول نہ ہو گا یہ محیط میں ہے

[ا] یعنی اس کی بیوی اس سے جدا کرا دی جائے گی۔ [۲] یعنی کہا کہ اس نے زبردستی کی لیکن شہوت سے ایسا نہیں کیا۔

(۱) یعنی اس پر عمل ہے۔

اور اگر ساس نے لڑائی میں اپنے داماد کا آلہ تناسل پکڑ لیا پھر کہا یہ امر شہوت سے نہ تھا تو عورت مذکورہ کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ خزانۃ الفتاویٰ میں ہے۔

امام محمدؒ نے نکاح الاصل میں ذکر فرمایا کہ بسبب حرمت مصاہرہ وحرمت رضاع واقع ہونے کے نکاح مرتفع نہیں ہو جاتا ہے بلکہ فاسد ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر تفریق وجدائی واقع ہونے سے پہلے شوہر نے اس عورت سے وطی کی تو شوہر پر حد واجب نہ ہوگی خواہ یہ امر اس پر مشتبہ[①] ہوا یا سو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی عورت سے زنا کیا پھر تو بہ کر لی تو بھی اس کی دختر اس مرد پر حرام رہے گی اس واسطے کہ اس کی دختر اس مرد پر ہمیشہ کے واسطے حرام ہوگئی ہے کہ کبھی اس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ محرمیت[(1)] بسبب وطی حرام کے ثابت ہوئی اور جس چیز سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہے اس سے بھی ثابت ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اس کا بیٹا[②] اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے ذکر پر کپڑا لپیٹ کر ایک عورت منکوحہ سے جماع کیا پس اگر وہ کپڑا اگندہ نہ ہو کہ فرج کی حرارت اس کے ذکر سے محسوس ہونے سے مانع نہ ہو تو یہ عورت بعد اس جماع وطلاق کے اپنے پہلے شوہر پر جس نے اس پر تین طلاق دے دی تھیں حلال ہو جائے گی اور اگر کپڑا اگندہ ہو کہ وصول حرارت سے مانع ہو جیسے موٹا رومال تو عورت مذکورہ پہلے شوہر پر حلال نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ۔

قسم سوم:

وہ عورتیں جو بسبب رضاعت کے حرام ہوتی ہیں؟

پس ہر وہ عورت جو بسبب قرابت نسب یا صہریت کے حرام ہوتی ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتی ہے جیسا کہ کتاب الرضاعۃ میں مذکور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قسم چہارم:

محرمات جمع

یعنی ان کے جمع کرنے کی حیثیت سے حرام ہیں اور وہ دو قسم کی ہیں اول اجنبیات کا جمع کرنا اور دوم ذوات ارحام کا جمع کرنا یعنی جن عورتوں میں رحم ونسب کی قرابت ہے پس اجنبیات میں یہ حکم ہے کہ مرد کو یہ حلال نہیں ہے کہ چار عورتوں سے زیادہ ایک وقت میں اپنے نکاح میں جمع کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور غلام کو یہ حلال نہیں ہے کہ دو عورتوں سے زیادہ اپنے نکاح میں جمع کرے یہ بدائع میں ہے اور مکاتب ومدبر وپسر ام ولد اس حکم میں مثل غلام کے ہیں یہ کفایہ میں ہے اور مرد آزاد کو روا ہے کہ جتنی اپنی باندیاں[③]

---

① مشتبہ یعنی کہے کہ میں نے حرمت کو نہیں جانا تھا یا مجھے شبہ تھا۔

② اس کا بیٹا...... یعنی ایسا بیٹا جو اس عورت کے سوائے دوسری عورت سے پیدا ہوا ہے۔

③ قال المترجم واضح ہو کہ باندیوں سے یہ مراد ہے کہ وہ جہاد میں گرفتار ہو کر آئی ہوں یا ان کی اولاد ایسی ہو جو ان کے مولیٰ کے نطفہ سے نہ ہو اور سوائے ان کے باندیوں کا اطلاق بطور عرف حال بقول اصح جائز نہیں ہے اور ان کو بلا نکاح اپنے تحت میں رکھنا حرام ہے۔

(1) حرام ہونا۔

چاہے اپنے تحت میں رکھے اگرچہ ان کی تعداد کثیر ہو اور غلام کو باندیاں رکھنا جائز نہیں ہے اگرچہ اس کے مولیٰ نے اس کو اجازت دے دی ہو یہ حاوی میں ہے اور مرد آزاد کو روا ہے کہ چار عورتیں آزاد و باندیاں اپنے نکاح میں لائے کذا فی الہدایہ اور غلام کو روا ہے کہ دو عورتیں خواہ آزاد ہوں یا باندیاں اپنے نکاح میں لائے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر مرد آزاد نے آگے پیچھے پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو پہلی چار عورتوں سے نکاح جائز ہوگا اور پانچویں کا نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر ایک ہی عقد میں پانچ عورتوں سے نکاح کیا تو پانچوں کا نکاح فاسد ہوگا یعنی باطل ہوگا اسی طرح اگر تین عورتوں سے غلام نے نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر حربی کافر نے پانچ عورتوں سے آگے پیچھے نکاح کیا پھر یکبارگی سب مسلمان ہو گئے تو باتفاق کل چار عورتیں اس کے واسطے جائز رہیں گی اور پانچویں سے جدائی کرادی جائے گی اور اگر حربی مذکور نے سب سے یکبارگی نکاح کیا ہو تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے ساتھ سے اس کی سب عورتیں جدا کرادی جائیں گی اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا پھر چار عورتوں سے یکبارگی نکاح کیا تو فقط پہلی عورت کا نکاح جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مرد اپنی زوجہ کی نسبی یا رضاعی پھوپھی یا نسبی یا رضاعی خالہ کو جمع نہیں کرسکتا:

ایک مرد نے ایک عورت سے ایک عقد میں نکاح کیا اور دو عورتوں سے ایک عقد میں اور تین عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا اور تقدیم و تاخیر معلوم نہیں ہے تو پہلے فریق والی عورت کا نکاح بہر حال جائز ہوگا اور اس کو اس کا مہر مسمّٰی ملے گا اور باقی دو فریق کا یہ حکم ہے کہ اس کا بیان بقول یا بفعل بذمہ شوہر ہے خواہ ہر دو فریق کی عورتیں زندہ ہوں یا مر گئی ہوں پس بعد بیان کے جس کے نکاح کا باطل ہونا ظاہر ہوا اس کو نہ مہر ملے گا و رنہ میراث یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک عورت نے دو شوہروں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو باطل ہے لیکن اگر ان دونوں میں سے کسی کے پاس چار عورتیں نکاحی موجود ہوں تو دوسرے کے ساتھ عقد جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور دو عورتیں جن کے درمیان رحم و نسب کی قرابت ہے سو یہ حکم ہے کہ مرد کو یہ حلال نہیں ہے کہ سگی دو بہنوں کو نکاح کر کے جمع کرے اور یہ حلال نہیں ہے کہ دو باندیاں جو سگی بہنیں ہیں اپنی ملک میں لا کر دونوں سے وطی کرے اگرچہ جمع کرنے کا مضائقہ نہیں ہے اور یہی حکم دو رضاعی بہنوں کا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اصل یہ ہے کہ ہر ایسی دو عورتیں کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک جانب سے ہم ایک مذکر فرض کریں تو دونوں میں بسبب رضاعت یا نسب کے ان کا نکاح جائز نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کا جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے کذا فی المحیط پس یہ جائز نہیں ہے کہ مرد ایک عورت اور اس کی نسبی یا رضاعی پھوپھی یا نسبی یا رضاعی خالہ کو جمع کرے اور مثل اس کے اور عورتیں جن میں قاعدہ مذکور جاری ہو جمع نہیں کرسکتا ہے اور اگر زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور ہندہ کے پہلے شوہر کی ایک دختر کسی دوسری عورت کے پیٹ سے ہے اس سے بھی نکاح کیا تو جائز ہے کیونکہ اگر ہندہ کو مذکر فرض کیا جائے تو اس کو یہ دختر مذکورہ حلال ہوتی ہے بخلاف اس کے عکس[1] کے اسی طرح ہندہ اور اس کی باندی کا نکاح میں جمع کرنا بھی جائز ہے اس واسطے کہ اس صورت میں بقاعدہ مذکورہ فرض کرنے سے عدم جواز[2] نکاح بوجہ قرابت نسبی کے یا علاقہ رضاعت کے نہیں ہے یہ شرح نقایہ شیخ ابوالمکارم میں ہے پس اگر ایک شخص نے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کیا تو اس کے اور دونوں کے درمیان جدائی کرادی جائے گی پس اگر ہنوز اس نے دخول و وطی نہ کی ہو تو دونوں کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بعد دخول کے ایسا ہوا تو ہر ایک کو اس کے مہر مسمّٰی اور مہر مثل میں سے جو کم مقدار ہو وہ ملے گی یہ

---

[1] عکس یعنی اس دختر کو لڑکا فرض کریں تو یہ عورت اس کی سوتیلی ماں ہے لیکن دلیل تو فقط اول جملہ سے تمام ہو چکی ہے۔

[2] قولہ عدم جواز...... یہ مراد نہیں کہ قرابت یا رضاعت سے عدم جواز نہیں بلکہ دوسری علت سے ہے بلکہ مراد یہ کہ یہاں کسی وجہ سے جواز میں خلل نہیں ہے۔

مضمرات میں ہے اور اگر دونوں کے ساتھ دو عقدوں میں نکاح کیا تو اخیر والی کا نکاح فاسد ہوگا اور مرد مذکور پر اس کا چھوڑ ادا جب ہوگا اور اگر قاضی کو معلوم ہو گیا تو دونوں میں تفریق کرا دے گا پس اگر مرد مذکور نے اس کو قبل دخول کے چھوڑا تو کوئی حکم ثابت نہ ہوگا اور اگر دخول کے چھوڑا تو اس کو مہر ملے گا مگر مہر مسمی اور مہر مثل میں سے کم مقدار ملے گی اور عورت مذکورہ پر عدت واجب ہوگی اور اگر حمل رہ گیا ہو تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور مرد مذکور اپنی بیوی سے جدا رہے گا یہاں تک کہ اس کی بیوی کی بہن کی عدت گزر جائے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

دو عورتوں سے بیک وقت نکاح کیا تو شوہر کے قول پہ اوّل و دوم کا اعتبار کیا جائے گا:

اور اگر دونوں سے دو عقدوں میں نکاح کیا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کون عورت پہلی ہے تو شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ خود بیان کرے پس اگر اس نے بیان کیا تو اس کے بیان پر عمل درآمد ہوگا اور اگر بیان نہ کیا تو اس میں تحری[1] نہ کی جائے گی بلکہ مرد مذکور اور دونوں عورتوں میں جدائی کرا دی جائے گی یہ شرح طحاوی میں ہے اور دونوں کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ دونوں کا مہر برابر ہو اور عقد میں بیان و مقرر کر دیا گیا ہو اور طلاق واقع ہونا دخول سے پہلے ہو اور اگر دونوں کا مہر مختلف ہو تو ہر ایک کے واسطے اس کے چوتھائی مہر کا حکم دیا جائے گا اور اگر عقد میں مہر مسمی نہ ہو تو دونوں کے واسطے ایک متعہ[2] واجب ہوگا جو نصف مہر کے بدلے میں ہوگا اور اگر جدائی بعد دخول کے واقع ہو تو ہر ایک کے واسطے اس کا پورا مہر واجب ہوگا کذا فی التبیین اور شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک عورت دعویٰ کرے کہ میرے ساتھ پہلے نکاح ہوا ہے اور کسی کے پاس حجت نہ ہو تو دونوں کے واسطے نصف مہر کا حکم دیا جائے گا اور دونوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ پہلے کون عقد واقع ہوا تو جب تک دونوں باہم صلح نہ کریں کسی امر کا حکم نہ دیا جائے گا کذا فی غایۃ السروجی اور صلح باہمی کی صورت یہ ہے کہ دونوں عورتیں قاضی کے حضور میں کہیں کہ ہمارا اس مرد پر مہر ہے اور یہ حق ایسا ہے کہ ہم دونوں سے متجاوز نہیں ہے پس ہم باہم صلح کرتے ہیں کہ نصف مہر لے لیں پس قاضی نصف مہر کا حکم دے دے گا یہ نہایہ میں ہے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے نکاح کے مقدم ہونے پر گواہ پیش کئے تو مرد مذکور پر نصف مہر دونوں کے واسطے برابر مشترک واجب ہوگا اور یہ حکم اتفاقی ہے بنابر آنکہ روایت کتاب النکاح میں مذکور ہے اور یہی ظاہر الروایہ کافی میں ہے اور یہ احکام جو دو بہنوں کے جمع کرنے کی صورت میں مذکور ہوئے ہیں ہر ایسی دو عورتوں کے حق میں جاری ہیں جن کا جمع کرنا حرام ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور جدائی کے بعد اگر اس نے چاہا کہ دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کر لے تو اس کو اختیار ہے بشرطیکہ قبل دخول کے تفریق واقع ہوئی ہو اور اگر بعد دخول کے واقع ہو تو جب تک دونوں کی عدت نہ گزر جائے تب تک کسی سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور اگر ایک کی عدت گزر گئی اور دوسری عدت میں ہے جو عدت میں ہے اس سے نکاح کر سکتا ہے دوسری سے نہیں کر سکتا ہے تاوقتیکہ اس کی عدت نہ گزر جائے اور اگر ایک کے ساتھ دخول کیا ہو تو اسی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے نہ دوسری کی ساتھ تاوقتیکہ اس کی عدت پوری نہ ہو جائے اور جب مدخولہ کی عدت پوری ہو گئی تو پھر اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں کسی ایک سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے یہ تبیین میں ہے اور مملوکہ دو بہنوں کو بھی وطی کا نفع حاصل کرنے کے واسطے جمع کرنا نہیں جائز ہے جیسے دو بہنوں کا نکاح جمع کرنا نہیں جائز ہے اور اگر دو بہنوں کا مالک ہوا تو اس کو اختیار رہے گا کہ دونوں میں سے جس سے چاہے

---

[1] تحری یہ کہ دل کو کامل توجہ سے جما دے کہ ان دونوں میں کون عورت ہے جیسے چند ذبیحہ میں ایک مردار مل جائے تو تحری کرنا جائز ہے لیکن یہاں نہیں ہے۔

[2] متعہ وہ مال جو تمتع و راحت کے لئے ایسی مطلقہ کو دیا جائے اور اس کا بیان کتاب الطلاق میں آتا ہے۔

تمتع حاصل کرے اور جب اس نے دونوں میں سے ایک باندی سے تمتع حاصل کیا تو پھر اس کے بعد دوسری سے تمتع نہیں حاصل کر سکتا ہے اسی طرح اگر ایک باندی خریدی اور اس سے وطی کر لی پھر دوسری باندی جو اس کی بہن ہے خریدی تو وہ پہلی باندی سے وطی کر سکتا اور دوسری سے نہیں کر سکتا ہے تاوقتیکہ پہلی باندی کو اپنے اوپر حرام نہ کر لے اور احرام کر لینے کے یہ معنی ہیں کہ کسی مرد سے اس کا نکاح کر دے یا اپنی ملک سے نکال دے خواہ بایں طور کہ اس کو آزاد کر دے یا ہبہ کر دے یا فروخت کر دے یا کسی کو صدقہ دے دے یا اس کو مکاتب کر دے یہ شرح طحاوی میں ہے اور باندی کا کوئی حصہ آزاد کر دینا بمنزلہ کل کے آزاد کر دینے کے ہے اسی طرح بعض حصہ کا مالک کرنا گویا بمنزلہ کل کے مالک کر دینے کے ہی یہ تبیین میں ہے۔ اگر زبان سے کہہ دیا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو ایسی حالت میں اس کی دوسری بہن اس پر حلال نہ ہوگی جیسے حالت حیض و نفاس و احرام و صیام میں حلال نہیں ہو جاتی ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر اس نے دونوں[1] سے وطی کر لی ہو تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دونوں میں سے کسی سے وطی کرے تاوقتیکہ دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر جس طرح ہم نے بیان کیا ہے حرام نہ کر لے اور اگر اس نے اس طرح حرام کر لیا کہ دونوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا یا کسی سے اس کا نکاح کر دیا یا ہبہ کر دی پھر مبیعہ بسبب عیب کے اس کو واپس دی گئی یا اس نے ہبہ سے رجوع کیا یا اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گزر گئی تو پھر دونوں میں سے کسی سے وطی نہ کر سکے گا جب تک کہ دونوں میں سے ایک کو اپنے اوپر بطریق مذکور بالا حرام نہ کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نفس نکاح سے بستر ثابت ہو جاتا ہے:

اگر ایک باندی سے نکاح کیا اور ہنوز اس کے ساتھ ہم بستر نہ ہوا تھا کہ اس کی بہن کو خود خرید لیا تو خریدی ہوئی[(1)] باندی سے ہم بستر نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ منکوحہ باندی کے واسطے نفس نکاح سے بستر ثابت ہو گیا ہے پس اگر خریدی ہوئی سے وطی کرے گا تو ایک بستر میں دونوں کو جمع کرنے والا ہو جائے گا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر باندی کی بہن سے نکاح کیا حالانکہ باندی سے وطی کر چکا ہے تو نکاح صحیح ہوگا اور جب نکاح صحیح ہوا تو پھر باندی مذکورہ مملوکہ سے وطی نہ کرے اگرچہ اس نے منکوحہ سے ہنوز وطی نہ کی ہو اور نیز منکوحہ سے بھی وطی نہیں کر سکتا ہے جب تک کہ مملوکہ کو اپنے اوپر اسباب[2] مذکورہ میں سے کسی سبب سے حرام نہ کر لے پھر البتہ منکوحہ سے وطی کر سکتا ہے اور اگر مملوکہ سے وطی نہ کی ہو تو منکوحہ سے وطی کر سکتا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اپنی باندی کی بہن سے بنکاح فاسد[3] نکاح کیا تو اس کی باندی جس سے اس نے وطی کر لی ہے اس پر حرام نہ ہوگی لیکن اگر اس نے منکوحہ سے وطی کر لی تو البتہ اس کی مملوکہ باندی اس پر حرام ہو جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے دو بہنوں نے ہر ایک نے ایک ہی مرد سے کہا کہ میں نے بعوض اس قدر مہر کے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں دیا اور دونوں کا کلام دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا مگر مرد نے دونوں میں سے ایک کا نکاح قبول کیا تو یہ جائز ہے اور اگر شوہر نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تم دونوں سے ہر ایک سے بعوض ہزار درہم مہر کے نکاح کیا پس دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں راضی ہوئی اور دوسری نے راضی ہونے سے انکار کیا تو دونوں کا نکاح باطل ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اس کی شادی کرا دے اور دوسرے شخص کو بھی اسی کام کے واسطے وکیل کیا پس دونوں وکیلوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک عورت سے بدون حکم اس عورت کے اس کے ساتھ نکاح کر دیا حالانکہ دونوں

[1] دونوں سے وطی یعنی ہر ایک سے ایسی حالت میں کہ جمع نہ تھیں۔

[2] اسباب مذکورہ یعنی بیچ کر دے یا کسی کو ہبہ یا صدقہ دے یا نکاح کر دے و مانند اس کے جو مذکور ہوئے۔

[3] فاسد یعنی خالی نکاح فاسد سے وطی کرنا حرام نہیں ہوتا بلکہ جب فاسد منکوحہ سے وطی کر لے تب حرام ہو گیا کہ مملوکہ سے وطی نہ کرے۔

(1) اور یہ حرام ہے۔

عورتیں باہم رضاعی بہنیں ہیں اور دونوں کلام ایک ساتھ ہی منہ سے نکلے تو دونوں نکاح باطل ہیں اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک نکاح برضامندی عورت ہو یا دونوں برضامندی عورت کے ہوں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دو شخص ایسے ہیں کہ وہ دو وکیل نہیں کیے گئے ہیں بلکہ فضولی[1] ہیں اور دونوں نے دو بہنوں کا نکاح ہر دونوں کی اجازت سے دو عقد متفرق میں ایک مرد کے ساتھ باندھا اور ہر دو عورت میں سے ہر ایک کی طرف سے ایک ایک خاطب ہوا اور ہر دو عقد معاً واقع ہوئے پھر یہ خبر مرد کو پہنچی جو شوہر قرار دیا گیا ہے پس اس نے ہر دو میں سے ایک نکاح کی اجازت دی تو وہ نکاح جائز ہوگا اور اگر ان دونوں نے ایک ہی عقد میں دونوں کا نکاح کر دیا مثلاً بایں طور کہ ہر دو وکیل میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں فلاں وفلاں عورت کا نکاح کر دیا اور ہر دونوں کی طرف سے دو مرد خاطب ہوئے تو ان میں سے کوئی نکاح جائز نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے دو بہنوں سے نکاح کیا حالانکہ ایک بہن کسی شخص غیر کی عدت میں ہے یا اس کی منکوحہ[2] ہے تو جو بہن خالی ہے اس کا نکاح صحیح ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور جس بیوی کو طلاق دی ہے اور وہ حالت عدت میں ہے پس حالت عدت میں اس کی بہن سے نکاح نہیں جائز ہے خواہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو یا بائن کی یا تین طلاق کی یا نکاح فاسد کی یا وطی بشبہہ کی عدت میں ہو اور جیسے کہ عدت میں اس کی بہن سے نکاح نہیں جائز ہے اسی طرح ہر ایسی عورت سے جس کا اس کے ساتھ جمع کرنا نہیں (۱) جائز ہے نکاح جائز نہ ہوگا اور اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ اس عدت والی عورت کے علاوہ چار عورتوں سے نکاح کرے یہ کافی میں ہے۔

باوجودیکہ اُمّ ولد کو آزاد کر دینے کے دورانِ عدت اُس کی ہمشیرہ سے نکاح نہیں کر سکتا:

اگر اس نے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا تو جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے تب تک اس کی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا اور امام اعظمؒ کے نزدیک ام دار معتدہ کے سوائے چار عورتوں سے نکاح جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی بہن سے بھی نکاح جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ اس مطلقہ نے مجھے خبر دی تھی کہ میری عدت گزر گئی پس اگر اتنی مدت گزر گئی ہے کہ ایسی کم مدت میں عدت نہیں پوری ہو جاتی ہے تو مرد کا قول قبول نہ ہوگا اور نیز عورت کا بھی قول نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ ایسے امر کو بیان کرے جو محتمل ہے مثلاً کہے کہ ایسا حمل جس کی خلقت واعضا ظاہر ہو گئی تھی ساقط ہو گیا ہے اور مثل اس کے اور اگر اتنی مدت گزر گئی ہے کہ ایسی مدت میں عدت گزر جاتی ہے پس اگر عورت مذکورہ نے مرد کے قول کی تصدیق کی یا خاموش رہی یا غائب تھی تو مرد مذکور کو اس کی بہن سے یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کا اختیار ہوگا اور اسی طرح اگر عورت نے اس کی تکذیب کی تو بھی ہمارے علماء کے نزدیک یہی حکم ہے یہ مبسوط میں ہے اور جو عورت مرتدہ ہو گئی جب وہ دار الحرب میں جا ملی تو اس کے مرد کو اس کی عدت پوری ہو جانے سے پہلے اس کی بہن کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہے جیسا کہ عورت مذکورہ کے مر جانے کی صورت میں ہے پھر اگر وہ مسلمان ہو کر واپس آئی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو بہن کے ساتھ نکاح کر لینے سے پہلے واپس آئی یا اس کے بعد واپس آئی پس اگر بہن سے نکاح کر لینے کے بعد واپس آئی تو بہن کا نکاح فاسد نہ ہوگا کیونکہ عدت عود نہ کرے گی اور دوسری صورت میں بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کیونکہ عدت بعد ساقط ہونے کے چلا سبب جدید عود نہ کرے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک مرد کو اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور مسلمان ہو کر اس کے واپس آنے کی صورت میں اس کا دار الحرب میں جا ملنا شرعاً مثل اس کے غائب ہو جانے کے قرار دیا جائے گا آیا اس کو نہیں دیکھتے ہو کہ اس کو اس کا مال واپس دیا جاتا ہے اور وہ عود[3] کر کے حالت عدت میں ہو گی یہ فتح القدیر میں ہے اور ایسی دو

---

[1] فضولی اگرچہ وکیل نہیں ہوتا اور نہ ولی ہے لیکن نکاح وغیرہ میں اس کا کام منعقد ہوتا ہے کیونکہ وہ جس کی طرف سے فضولی ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو اس کی اجازت پر موقوف ہے تو کسی کا کچھ ضرر نہیں سوائے نفع کے۔

[2] اس کے لئے غیر کے نکاح میں ہے۔

[3] عود کر کے یعنی دار الحرب سے لوٹ کر جبکہ عدت گزری ہو۔

(۱) جیسے سگی خالہ وغیرہ۔

عورتوں کو جمع کرنا کہ دونوں میں سے ہر ایک عورت دوسری عورت کی پھوپھی ہے جائز نہیں ہے اور نیز ایسی دو عورتوں کا جمع کرنا جن میں سے ہر ایک دوسری کی خالہ ہے جائز نہیں ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دو مردوں میں سے ہر ایک دوسرے مرد کی ماں کے ساتھ نکاح کرے اور دونوں سے لڑکی پیدا ہو پس ہر ایک لڑکی دوسری لڑکی کی پھوپھی ہوگی اور اگر دونوں مرد میں سے ہر ایک دوسرے کی دختر سے نکاح کرے اور دونوں کی لڑکیاں پیدا ہوں تو ہر ایک لڑکی دوسری لڑکی کی خالہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے ایک مرد نے دو عورتوں سے نکاح کا عقد باندھا حالانکہ دونوں میں سے ایک عورت ایسی ہے کہ اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے مثلاً اس مرد کی ذوات محارم مثل پھوپھی و خالہ وغیرہ ہے یا شوہر والی ہے یا بت پرست ہے اور دوسری سے نکاح کرنا حلال ہے تو جس سے نکاح حلال ہے اس کے ساتھ نکاح صحیح ہوگا اور دوسری کا نکاح فاسد ہو جائے گا اور جو مہر قرار پایا ہے وہ سب اسی کے واسطے ہوگا جس سے نکاح صحیح ہوا ہے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر اس عورت کے ساتھ جو حلال نہیں ہے اس نے دخول کر لیا تو اصل میں مذکور ہے کہ اس کو مہر المثل ملے گا چاہے جس قدر ہو اور جو مہر قرار پایا ہے وہ سب اسی کو ملے گا جو حلال ہے اور مبسوط میں فرمایا کہ بنابر قول امام اعظمؒ کے یہی قول اصح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

قسم پنجم:

باندیاں جو حرہ کے ساتھ یا حرہ کے اوپر نکاح میں لائی جائیں

پس حرہ کے ساتھ یا حرہ کے اوپر باندی کا نکاح میں لانا جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مدبرہ و ام ولد کا بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر حرہ و باندی کو ایک ہی عقد میں جمع کیا تو حرہ کا نکاح صحیح ہوگا اور باندی کا نکاح باطل ہو جائے گا اور یہ اس وقت ہے کہ جب اس حرہ سے تنہا نکاح کر لینا جائز ہو اور اگر اس حرہ سے نکاح حلال نہ ہو تو باندی کے ساتھ اس کو ملانے سے باندی کا نکاح باطل نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر پہلے باندی سے نکاح کیا پھر حرہ سے تو دونوں کا نکاح صحیح ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر حرہ کو طلاق بائن یا تین طلاق دے کر اس کی عدت میں باندی سے نکاح کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے اور اگر حرہ مذکورہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو بالاتفاق باندی سے نکاح نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے اور اگر باندی و حرہ سے نکاح کیا حالانکہ حرہ مذکورہ کسی کے نکاح فاسد کی عدت میں ہے یا وطی بشبہہ کی عدت میں ہے تو حسب بن زیادہ نے ذکر کیا کہ یہ صورت بھی امام اعظمؒ و صاحبینؒ کے اختلاف کی ہے اور ان کے سوائے مشائخ نے فرمایا کہ اس صورت میں باندی کا نکاح بالاتفاق جائز ہوگا اور یہی اظہر و اشبہ ہے اور اگر باندی کو رجعی طلاق دے کر حرہ سے نکاح کیا پھر باندی سے رجوع کر لیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے غلام نے ایک حرہ عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کر لیا حالانکہ بدون اجازت اپنے مولیٰ کے ایسا کیا پھر بدون اجازت اپنے مولیٰ کے باندی سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے دونوں کے نکاح کی اجازت دے دی تو حرہ کا نکاح جائز ہوگا اور باندی کا نکاح جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بدوں اجازت باندی کے مولیٰ کے باندی سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول نہ کیا پھر آزاد عورت سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے باندی کو اجازت دی تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر باندی مذکورہ کی دختر سے جو حرہ ہے قبل اجازت کے نکاح کر لیا پھر باندی کے مولیٰ نے اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص کی ایک دختر بالغہ اور ایک باندی بالغہ ہے پس اس نے ایک مرد سے کہا کہ میں نے یہ دونوں عورتیں ہر ایک ان میں سے بعوض اس قدر مہر کے تیرے نکاح میں دیں اور اس مرد نے باندی کا نکاح قبول کیا تو باطل ہوگا پھر اگر اس کے بعد حرہ کا نکاح قبول کر لیا تو جائز ہے یہ محیط میں ہے باندی کے ساتھ نکاح کرنا خواہ باندی مسلمہ ہو یا کتابیہ ہو جائز ہے اگرچہ اس کو حرہ عورت سے نکاح کرنے کی دسترس ہو یہ کافی میں ہے مگر باوجود دسترس حرہ کے باندی

سے نکاح کرنا مکروہ ہے یہ بدائع میں ہے اور چار باندیوں اور پانچ آزاد عورتوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو باندیوں کا نکاح صحیح ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قسم ششم:

ان محرمات کے بیان میں جن سے غیر کا حق متعلق ہے

کسی مرد کو روانہیں ہے کہ دوسرے کی منکوحہ سے یا دوسرے کی معتدہ سے نکاح کرے کذافی سراج الوہاج خواہ عدت بطلاق ہو یا عدت بوفات شوہر یا نکاح فاسد میں دخول کرنے کی عدت ہو یا وطی بشبہ کی عدت میں ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی نے غیر کی منکوحہ سے نکاح کیا حالانکہ وہ نہیں جانتا ہے کہ غیر کی منکوحہ ہے پھر اس سے وطی کر لی تو عدت واجب ہوگی اور اگر جانتا ہے کہ یہ غیر کی منکوحہ ہے تو واجب نہ ہوگی حتیٰ کہ اس کے شوہر کو اس سے وطی کرنا حرام نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جس شخص کی عدت میں ہے اس کو اس کے ساتھ نکاح کر لینا جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس صورت میں سوائے عدت کے اور کوئی امر مانع نہ ہو یہ بدائع میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ زنا سے جو عورت حاملہ ہو اس سے نکاح کرنا جائز ہے ولیکن اس کے ساتھ وطی نہ کرے یہاں تک کہ وضع حمل ہو اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ نہیں صحیح ہے مگر فتویٰ طرفین کے قول پر ہے یہ محیط میں ہے۔

جس طرح اس کے ساتھ وطی مباح نہیں ہے اسی طرح جو امور دواعی وطی ہیں وہ بھی مباح نہیں ہیں یہ فتح القدیر میں ہے۔ اور مجموع النوازل میں ہے کہ اگر کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے ساتھ اسی مرد نے زنا کیا تھا اور زنا سے پیٹ ظاہر ہو گیا تھا تو بالاتفاق نکاح جائز ہے اور بالاتفاق اس کو اختیار ہو گا کہ اس کے ساتھ وطی کرے اور بالاتفاق وہ مستحق نفقہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس کا پیٹ گرا جس کی خلقت و اعضا ظاہر تھے پس اگر چار مہینے پر پیٹ گرا ہے تو نکاح جائز ہوگا اور اگر اس سے کم مدت پر گرا ہے تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ خلقت و اعضا کا اظہار ایک سو بیس روز سے کم میں نہیں ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور جو عورت حاملہ ثابت النسب[1] ہو اس کے ساتھ بالاجماع نکاح نہیں جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ اگر حمل کسی مرد حربی کا ہو مثلاً عورت حاملہ ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئی ہے یا دارالحرب سے قید کر لائی گئی ہے تو اس سے نکاح کر لینا جائز ہے مگر اس سے وطی نہ کرے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے یہ حکم امام ابو یوسفؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے اور اسی پر امام طحاوی نے اعتماد کیا ہے اور ممانعت کا حکم امام محمدؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کیا ہے اور اسی پر کرخیؒ نے اعتماد کیا ہے اور یہی اصح و معتمد علیہ ہے یہ تبیین میں ہے ایک شخص نے اپنی ام ولد کا نکاح کر دیا حالانکہ اس کی ام ولد اس سے حاملہ ہے تو نکاح باطل ہو گا اور اگر حاملہ نہ ہو تو نکاح صحیح ہو گا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔

باندی کے رحم کا استبراء کرنا ضروری ہے تاکہ نطفہ خلط سے محفوظ رہے:

اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے وطی کی پھر اس کا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہو گا ولیکن مولیٰ پر واجب ہو گا کہ اس کے رحم کا استبراء کر لے تاکہ اس کا نطفہ غلط سے محفوظ رہے یہ ہدایہ میں ہے اور مولیٰ پر یہ استبراء بطریق استحباب ہے نہ بطریق وجوب یہ شرح

[1] ثابت النسب یعنی حمل اس کے شوہر سے یا اس کے مالک سے ایسے طور پر ہے کہ جس سے حاملہ ہے اس سے نسب ثابت ہے بخلاف زنا کہ زانی سے نسب ثابت نہیں ہوتا۔

ہدایہ میں ہے اور جبکہ اس صورت میں نکاح جائز ہوا تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ اس سے قبل استبراء کے وطی کرے یہ امام اعظمؒ و ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں نہیں[1] پسند کرتا ہوں کہ قبل استبراء کے اس سے وطی کرے یہ ہدایہ میں ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ امام محمدؒ کا قول اقرب باحتیاط ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ نہایہ میں ہے اور یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ باندی کے مولی نے قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو اور اگر بعد استبراء کے نکاح کر دیا تو شوہر کو اس کے ساتھ بلا استبراء اور وطی کرنا بالاتفاق جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک عورت کو دیکھا کہ وہ زنا کیا کرتی ہے پھر اس سے نکاح کیا تو شیخینؒ کے نزدیک قبل استبراء کے اس سے وطی کرنا حلال ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جب تک اس کا استبراء کرا لے مجھے پسند نہیں ہے کہ اس سے وطی کرے یہ ہدایہ میں ہے باپ نے اگر اپنے پسر کی باندی سے نکاح کیا تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جو عورت دار الحرب سے پکڑ آئی ہے سوائے پکڑ لانے والے کے دوسرے کو اس سے نکاح کر لینا جائز ہے جبکہ عورت مذکورہ تنہا بدون اپنے خاوند کے گرفتار ہوئی اور دار الاسلام میں لائی گئی ہو اور اس پر اجماع ہے اور عورت مذکورہ پر عدت نہ ہوگی اور اسی طرح جو عورت دار الکفر سے ہجرت کر کے دار الاسلام میں آئی اس کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس پر عدت واجب نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر عدت ہے اور اس کا نکاح جائز نہیں ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایک حیض سے استبراء کرانے سے پہلے اس کے ساتھ وطی کرنا حلال نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔

قسم نہم:

محرمات بشرک کے بیان میں

معطلہ، زنادقہ، باطنیہ، اباحیہ وغیرہ اور آتش پرست خواتین سے نکاح جائز نہیں:

آتش پرست عورتوں اور روشن پرست عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے خواہ آزاد ہوں یا باندی ہوں کچھ فرق نہیں ہے کذا فی السراج الوہاج اور روشن پرستوں میں وہ عورتیں بھی داخل ہیں جو آفتاب و ستاروں کی پرستش کرتی ہیں اور اپنی معتقد تصویروں کو پوجتی ہیں اور معطلہ[2] و زنادقہ و باطنیہ و اباحیہ اور ہر ایسے مذہب کی عورتیں جن کا معتقد کافر ہوتا ہے داخل ہیں یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کوئی شخص مشرکہ و مجوسیہ عورت کا مالک ہو تو اس سے وطی نہیں کر سکتا ہے اور کتابیہ عورت سے خواہ حربیہ[3] ہو یا ذمیہ ہو خواہ آزاد ہو یا باندی ہو مسلمان کو نکاح کر لینا جائز ہے کذا فی محیط السرخسی مگر اولی یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور بدون ضرورت کے ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مسلمان نے کتابیہ سے نکاح کیا تو مسلمان کو اختیار ہے کہ اس کو بیعہ و کنیسہ جانے سے منع کرے کذا فی السراج الوہاج اور اپنے گھر میں شراب بنانے سے منع کرے کذا فی النہر الفائق اور خون حیض و نفاس و جنابت سے غسل کرنے پر مجبور نہ کرے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مسلمان نے دار الحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر اس کو

---

1. قال المترجم ناپسند کرنے کے لفظ کو بعض علماء نے وجوب پر محمول کیا ہے بنابریں یہ معنی ہوئے کہ استبراء کرانا شوہر پر واجب ہے و فیہ نظر۔
2. معطلہ یونانی حکماء کے مذہب پر خدا کو معطل ماننے زنادقہ دہریہ و نیچر باطنیہ قرآن کے باطنی معنی لینے والا فرقہ ۲۰۰ھ سے ۶۳۰ھ تک مصر دور دبار میں تھے قاآن بن چنگیز خان نے ان کو تباہ کیا اباحیہ ہر طرح کے فسق کو مباح ٹھہراتے ہیں اور یہ باطنیہ کا بھی عقیدہ تھا بعض ایک فرقہ اباحیہ میں سے ہے۔
3. حربیہ کافر خود مختار جو مسلمانوں کے ماتحت نہیں ہیں اور ذمیہ ماتحت ہیں۔

دارالسلام میں لے آیا تو دونوں اپنے نکاح قدیم پر باقی رہیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مسلمان خود نکل آیا اور اس کو دارالحرب میں چھوڑ آیا تو بسبب تبائن دارین کے فرقت واقع ہو جائے گی یہ شرح مبسوط سرخسی میں ہے اور میض نے اگر میضہ سے گواہوں و ولی کے ساتھ نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے اور باطن میں جو نفاق دین اسلام رکھتے تھے وہ چھوڑ دیا یعنی دل سے مسلمان ہو گئے حالانکہ شوہر نے اس کے ساتھ خلوت کر لی تھی مگر وطی نہیں کی تھی پھر مسلمان ہونے کے بعد عورت مذکورہ نے قبل اس کے کہ پہلے شوہر سے جدائی دافع ہو دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر دونوں اسلام کا اظہار کرتے تھے مگر دل سے کفر کے معتقد تھے تو دونوں کا نکاح اول جائز ہوگا اور دوسرے شوہر سے عورت کا نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر دونوں یا ایک کفر کا اظہار کرتے ہوں تو دونوں بمنزلہ دو مرتدوں کے ہوں گے کہ ان کا نکاح اول صحیح نہ ہوگا اور عورت کا دوسرے سے نکاح صحیح ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ہر وہ آدمی جو دین آسمانی کا معتقد ہے اور اس کے لئے کوئی کتاب آسمانی ہے جیسے صحف ابراہیم وشیث وزبور داؤد وہ اہل کتاب میں شمار[1] ہوگا پس اس فرقہ کی عورتوں سے نکاح کر لینا جائز ہوگا اور ان کا ذبیحہ کھانا بھی جائز ہوگا یہ تبیین میں ہے اور صابیہ فرقہ کی عورتوں سے مسلمان کو نکاح کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز مگر مکروہ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور یہی حال ان کے ذبیحہ کا ہے اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک صابی ایک نصرانی قوم ہے کہ زبور پڑھتے ہیں اور بعضے کواکب کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جیسے ہم لوگ قبلہ کی تعظیم کرتے ہیں اور صاحبینؒ نے ان کا کواکب کی تعظیم کرنا ستارہ پرستی قرار دیا پس مثل وثن پرستوں کے ہوئے یہ کافی[2] واکثر شروح ہدایہ میں ہے اور جس دختر کے مادر و پدر میں سے ایک کتابی ہو اور دوسرا مجوسی ہو تو وہ اہل کتاب کے حکم میں ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر مسلمان نے کتابیہ عورت سے نکاح کیا پھر وہ مجوسیہ ہو گئی تو نکاح ٹوٹ جائے گا اور اگر یہودیہ سے نکاح کیا پھر وہ نصرانیہ ہو گئی یا نصرانیہ سے پھر وہ یہودیہ ہو گئی تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر صابیہ ہو گئی تو امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد ہو جائے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

مسلمان خاتون کا نکاح غیر مسلم سے کسی صورت جائز نہیں:

شیخ خجندیؒ نے فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ بیوی و مرد میں سے اگر ایک ایسے حال پر ہو گیا کہ اگر از سر نو نکاح کیا جائے تو ناجائز ہو تو ایسی حالت میں جائز نکاح بھی باطل ہو جائے گا پھر جب مجوسیت اختیار کرنے سے نکاح فاسد ہو گیا پس اگر یہ فعل اس عورت کی طرف سے ہو تو جدائی ہو جائے گی اور عورت مذکورہ کو اس کے مہر سے کچھ نہ ملے گا اور نہ متعہ ملے گا اگر قبل دخول کے مجوسیہ ہو گئی ہے اور اگر مرد کی طرف سے یہ فعل صادر ہوا پس اگر دخول سے پہلے پایا گیا تو عورت کو نصف مہر ملے گا بشرطیکہ مہر مسمیٰ ومقرر ہو گیا ہو اور عقد میں مسمیٰ نہ ہو اور ہو تو متعہ واجب ہوگا اور اگر بعد دخول کے مرد مجوسی ہو گیا تو پورا مہر واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور مرتد کو روا نہیں ہے کہ مرتدہ یا مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح کرے اسی طرح مرتدہ عورت کا نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور مسلمان عورت کا نکاح کسی مرد مشرک یا کتابی سے نہیں جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور بت پرست اور مجوسیہ عورت سوائے مرتد کے ہر کافر کے واسطے جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ذمی لوگ آپس میں ایک مرد دوسری عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اگرچہ باہم ان کی شریعتیں مختلف ہوں یہ بدائع میں ہے اور مسلمان عورت سے نکاح کرنے کے بعد اس کے اوپر کتابیہ آزاد عورت سے نکاح کر سکتا ہے اور اسی طرح کتابیہ عورت پر مسلمہ عورت کو بیاہ لا سکتا ہے اور باری میں دونوں برابر ہوں گی کیونکہ دونوں محلیت نکاح میں برابر ہیں یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔

---

[1] شمار ہوگا کچھ یہود و نصاریٰ کی خصوصیت نہیں ہے۔ [2] تحقیق اس کی مترجم کے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ میں ہے۔

قسم ہفتم:

محرمات بملک

مملوک میں سے جو حرام ہیں اُن کا بیان:

پس عورت کے واسطے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے غلام کے نکاح میں آئے اور نہیں جائز ہے کہ ایسے غلام کے نکاح میں آئے جو اس کے وغیرہ کے درمیان مشترک ہے اور جب نکاح پر ملک یمین[1] وارد ہو تو نکاح باطل ہو جاتا ہے چنانچہ اگر بیوی مرد میں سے کوئی دوسرے تمام کا یا اس کے کسی حصہ کا مالک ہوا تو نکاح[2] باطل ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کیا یا ایسی باندی سے نکاح کیا جس کے کسی حصہ کا مالک ہے تو یہ نکاح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اسی طرح ایسی باندی سے بھی نکاح نہیں جائز ہے جس میں اس کا کچھ حق ملک ہے مثلاً ایسی باندی جس کو اس کے مکاتب نے اپنی کمائی سے خریدا یا اس کے ماذون غلام قرضدار نے خریدا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں اولیٰ یہ ہے کہ اپنی باندی سے بھی نکاح کر لے حتیٰ کہ اگر وہ حرہ ہوگی تو وطی بحکم نکاح حلال ہوگی یہ سراجیہ میں ہے غلام ماذون و مدبر نے اگر اپنی اپنی منکوحہ کو خرید تو نکاح باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر مکاتب نے اپنی منکوحہ کو خرید تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر مکاتب نے کوئی باندی خریدی اور اس سے نکاح کیا تو صحیح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جس میں سے بعض حصہ آزاد ہو گیا ہے وہ امام اعظمؒ کے نزدیک مکاتب کے حکم میں ہے پس اگر اس نے اپنی زوجہ کو خرید تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ مثل آزاد قرض دار کے ہے پس نکاح فاسد ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر آزاد مرد نے اپنی بیوی باندی کو بشرط خیار خریدا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا نکاح باطل نہ ہوگا اور مکاتب نے اگر ایسی عورت سے نکاح کیا جس کا وہ مملوک تھا یعنی اپنی مولاۃ سے تو صحیح نہ ہوگا اور اگر اس سے وطی کی تو عقر واجب ہوگا اسی طرح اگر مرد نے اپنی مکاتبہ سے نکاح کیا تو صحیح نہ ہوگا اور اگر اس سے وطی کر لی تو عقر دینا پڑے گا اور اگر مکاتب اپنی مکاتب کرنے والی سے نکاح کرنے کے بعد آزاد ہو گیا تو نکاح مذکور جائز ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مکاتب یا غلام نے اپنے مولیٰ کی لڑکی سے باجازت اپنے مولیٰ کے نکاح کیا تو جائز ہے پھر اگر مولیٰ مر گیا تو غلام کا نکاح فاسد ہو جائے گا اور مکاتب کا نکاح ہمارے نزدیک مولیٰ کے مرنے سے فاسد نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے پھر اس کے بعد اگر مکاتب مذکور آزاد ہو گیا تو نکاح برقرار رہے گا اور اگر عاجز ہو کر پھر رقیق کر دیا گیا تو دختر کا نکاح باطل ہو جائے گا پس اگر قبل دخول کے ایسا ہوا تو پورا مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر بعد دخول کے ایسا ہوا ہے تو رقبہ غلام مکاتب مذکور سے جس قدر حصہ دختر ہے اس قدر ساقط ہوگا اور باقی وارثوں کے حصہ کے قدر رہے گا اور اگر مولیٰ کے مرنے کے بعد مکاتب نے دختر مولیٰ سے نکاح کیا تو منعقد نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] ملک یمین یعنی بعد نکاح کے شوہر و زوجہ میں سے کوئی دوسرے کا مالک ہو جائے۔

[2] قال المترجم پس اگر مرد نے ایک باندی سے نکاح کیا پھر اس کو خرید لیا تو نکاح باطل ہوا اور ملک یمین اس کو اپنے تحت میں رکھے اور اگر عورت نے غلام کو جو اس کا شوہر ہے خرید لیا تو نکاح باطل ہوا اور پھر اس سے وطی نہیں کر سکتی ہے اور نہ ہی نکاح کر سکتی ہے۔

قسم نہم:

محرمات بطلاق

حلالہ کا بیان:

اگر مرد آزاد نے عورت آزاد کو تین طلاق دے کر نکاح سے خارج کیا تو جب تک یہ عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر کے باہم دونوں وطی سے حظ نہ اٹھائیں تب تک شوہر اول کو اس سے نکاح کر لینا حلال نہیں ہے اور نیز ایسی باندی سے جس کو دو طلاق دے دی ہیں قبل دوسرے خاوند سے حلالہ کرانے کے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور جس طرح اس سے نکاح کرنا حلال نہیں اسی طرح یہ بھی حلال نہیں ہے کہ بملک یمین اس سے وطی کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی باندی سے نکاح کیا پھر اس کو دو طلاق دے دیں پھر اس کو خرید کر کے آزاد کر دیا تو حلال نہیں ہے کہ بعد آزاد کرنے کے اس سے نکاح کرے یہاں تک کہ باندی مذکور کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ اس سے وطی کرے پھر اس کو طلاق دے دے پھر اس کی عدت گزر جائے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

مسائل متصلہ:

واضح ہو کہ نکاح متعہ باطل ہے اس سے حلیت نہیں حاصل ہوتی ہے اور چونکہ نکاح متعہ باطل ہے لہٰذا اس پر طلاق و ایلاء و ظہار کچھ نہیں پڑتا ہے اور دونوں میں سے کوئی دوسرے کا وارث بھی نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور متعہ کی صورت یہ ہے کہ ایسی عورت سے جو موانع سے خالی ہے یوں کہے کہ میں تجھ سے اتنی مدت مثلاً دس روز یا کہے کہ چند روز بعوض اس قدر مال کے تمتع حاصل کروں گا یا یوں کہے کہ مجھے اپنے نفس سے چند روز یا دس روز یا روز کا ذکر نہ کرے بعوض اس قدر مال کے نفع حاصل کرنے دے یہ فتح القدیر میں ہے اور نکاح موقت باطل[1] ہے کذا فی الہدایہ خواہ مدت دراز ہو یا کم ہو کچھ فرق نہیں ہے یہی اصح ہے اور خواہ مدت معلومہ ہو یا مجہولہ ہو نہر الفائق میں ہے شیخ امام شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہمارے بہت سے مشائخ نے فرمایا کہ اگر دونوں ایسی کثیر مدت بیان کریں کہ بہ یقین یہ بات معلوم ہو کہ یہ دونوں اتنی مدت زندہ نہ رہیں گے جیسے ہزار برس مثلاً تو نکاح منعقد ہو گا اور شرط باطل ہو گی چنانچہ تا قیام[2] قیامت یا خروج دجال یا نزول عیسیٰ علیہ السلام کی مدت لگانے میں بھی یہی حکم ہے اور ایسا ہی حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے یہ محیط میں ہے۔

کیا مؤقت کر کے نکاح کرنا جائز ہے؟

اگر نکاح مطلقاً بلا قید مدت کیا و لیکن اپنے دل میں کچھ نیت کر لی کہ اتنی مدت تک اس کو اپنے ساتھ رکھوں گا تو نکاح صحیح ہو گا یہ تبیین میں ہے اور اگر اس سے نکاح کیا بر ینکہ بعد ایک ماہ کے اس کو طلاق دے دوں گا تو یہ جائز[3] ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور تزویج

---

[1] جس میں وقت کا بیان ہو۔

[2] ان چیزوں کی درازی مدت اس قدر کہ دونوں زندہ نہ رہیں گے شاید اس دلیل سے کہ آثار پائے نہیں جاتے لیکن شک نہیں کہ یقینی ثبوت نہیں ہے خصوص جبکہ قرب قیامت کے واسطے احادیث و آیات موجود ہیں جو زایں کہ تا قیامت روا ہونا اس وجہ سے مسلم کہ اس وقت بقائے زوجیت کی حاجت نہیں اور سوائے اس کے خروج دجال و نزول عیسیٰ علیہ السلام میں مترجم کو سخت تامل ہے اگرچہ ہزار برس کے مانند موقت کرنے میں اتفاق ہے فافہم واللہ اعلم۔

[3] جائز ہے کیونکہ وعدہ طلاق بعد نکاح ہو گا۔

نہاریات میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یعنی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ اس کے ساتھ فقط دن میں رہے گا رات میں نہ رہے گا تو مضائقہ نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر ایک مرد احرام میں ہو اور ایک عورت احرام میں ہو تو حالت احرام میں دونوں کا نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح اگر ولی محرم نے جس کا ولی ہے اس کا نکاح کر دیا تو جائز ہے اور اگر کسی عورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرے ساتھ نکاح کیا ہے اور گواہ قائم کیے اور قاضی نے حکم دے دیا کہ یہ اس مرد کی بیوی ہے حالانکہ مرد مذکور نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا تو اس مرد کو اس عورت کے ساتھ رہنا جائز ہے اور اگر وہ اس سے خواہش کرے تو اس سے جماع کر سکتا ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق اور وہی امام محمدؒ کا قول ہے یہ حکم ہے کہ مرد مذکور اس سے وطی نہیں کر سکتا ہے یہ ہدایہ میں ہے پھر واضح ہو کہ قضائے قاضی انشائے عقد جدید قرار دی جائے گی اسی واسطے یہ شرط ہے کہ عورت مذکورہ اس انشائے عقد کے واسطے محل قابل ہو حتیٰ کہ اگر یہ عورت مثلاً شوہر والی ہو گی یا کسی دوسرے کی عدت میں ہو یا اسی مرد کی طرف سے تین طلاق یافتہ ہو تو قضائے مذکور نافذ نہ ہو گی اور عامہ مشائخ کے نزدیک قضائے مذکور کے وقت گواہوں کا حاضر ہونا شرط ہے یہ تبیین میں ہے اور اسی طرح اگر مرد نے عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر جھوٹے گواہوں پر طلاق واقع ہونے کا حکم دے دیا گیا باوجود اس کے کہ عورت جانتی ہے کہ یہ خلاف واقع ہے تو عورت مذکورہ کو بعد عدت کے دوسرے مرد سے نکاح کر لینا حلال ہے اور گواہ کو بھی اس کے ساتھ نکاح کر لینا حلال ہے اور مرد اول پر حرام ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عورت مذکورہ نہ اول کے واسطے حلال ہو گی اور نہ دوسرے کے واسطے امام محمدؒ کے نزدیک جب تک دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تب تک پہلے خاوند کے واسطے حلال ہو گی اور جب دوسرے خاوند نے اس کے ساتھ دخول کر لیا تو اول پر حرام ہو جائے گی کیونکہ عدت واجب ہو گئی اور دوسرے مرد کے واسطے بھی حلال نہ ہو گی یہ بحر الرائق میں ہے۔

زید نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا پس زید نے اس سے سو درہم پر بدین شرط صلح کی کہ عورت مذکورہ اس کا اقرار کر دے پس عورت مذکورہ نے اقرار کیا تو یہ مال بذمہ زید لازم ہو گا اور یہ اقرار بمنزلہ انشاء نکاح کے قرار دیا جائے گا پس اگر اقرار مذکور گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہو گا اور عورت کو اس کے ساتھ رہنا فیما بینہا وبین اللہ تعالیٰ روا ہو گا ورنہ[1] نکاح منعقد نہ ہو گا اور عورت مذکورہ کو زید کے ساتھ رہنا روا نہ ہو گا اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔

باب : ④

اولیاء کے بیان میں

ولایت کن اعتبار سے ثابت ہوتی ہے؟

اولیاء جمع ولی کی جو شرعاً دوسرے کے امور کا متولی ہو قال ولایت چار سببوں سے ثابت ہوتی ہے قرابت وولا وامامت و ملک یہ بحر الرائق میں ہے اور عورت کے واسطے اقرب ولی یعنی سب سے قریب ولی اس کا بیٹا ہے پھر پوتا پھر اسی طرح پر پوتا چاہے جتنے اونچے درجہ پر ہو پھر باپ ہو پھر باپ کا باپ یعنی دادا پھر پردادا علیٰ ہذا چاہے جتنے اونچے درجہ پر ہو یہ محیط میں ہے پس اگر مجنونہ عورت کا بیٹا ہو اور باپ ہو یا بیٹا و دادا تو شیخینؒ کے نزدیک اس کا ولی اس کا بیٹا ہو گا اور امام محمدؒ کے نزدیک باپ ہو گا کذا فی السراج الوہاج اور افضل ایسی صورت میں یہ ہے کہ اس کا باپ اس کے بیٹے کو حکم دے دے کہ تو اس کا نکاح کرا دے تاکہ بلا خلاف جائز ہو یہ

---

[1] ورنہ یعنی اگر گواہوں کے سامنے نہ ہو۔

شرح طحاوی میں ہے پھر عورت کا سگا بھائی ایک ماں و باپ کا پھر علاتی بھائی یعنی فقط باپ کی طرف سے پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر علاتی بھائی کا بیٹا اگر چہ نیچے درجہ میں پوتا وغیرہ ہوں اسی مرتبہ میں ہیں پھر عورت کا سگا چچا یعنی اس کے باپ کا ایک ماں باپ سے سگا بھائی پھر علاتی چچا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر علاتی چچا کا بیٹا اگر چہ نیچے تک پوتا وغیرہ ہوں اسی درجہ میں ہیں پھر باپ کا سگا چچا از یک مادر و پدر پھر باپ کا علاتی چچا از جانب پدر فقط پھر ان دونوں کی اولاد اسی ترتیب سے پھر سگے دادا کا سگا چچا از مادر و پدر پھر دادا کا علاتی چچا از جانب پدر فقط پھر ان دونوں کی اولاد اسی ترتیب سے پھر وہ مرد[ا] جو عورت کا سب سے بعید عصبہ ہوتا ہے اور وہ دور کے چچا کا بیٹا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور ان ہیں اور ان سب کو اسی ترتیب سے دختر صغیرہ و پسر صغیر[1] پر جبر کرنے کا بھی اختیار ہے اور بالغ ہو جانے کی حالت میں اگر مجنون ہو جائیں تو بھی جبر کا اختیار رہے یہ بحرالرائق میں ہے پھر ان اولیاء[ا] مذکورین کے بعد مولائے[2] عتاقہ کو ولایت حاصل ہے خواہ مذکر ہو یا مونث ہو پھر اس کے بعد مولائے عتاقہ کے عصبہ کو ولایت ملتی ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر عصبہ نہ ہو تو ذوی الارحام میں سے ہر قرابت دار جو صغیر و صغیرہ کا وارث ہو سکتا ہے وہ ان دونوں کی تزویج کا مختار ہوتا ہے یہی امام اعظمؒ سے ظاہر الروایۃ میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ذوی الارحام کے واسطے ولایت کا کچھ استحقاق نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول مضطرب ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ان میں بھی مرتبہ ہیں چنانچہ سب سے قریب یعنی اقرب ماں ہے پھر دختر پھر پسر کی کی دختر پھر پوتے[3] کی دختر پھر دختر کی دختر پھر ایک ماں و باپ سے سگی بہن پھر فقط باپ کی طرف سے علاتی بہن پھر فقط ماں کی طرف سے اخیافی بھائی و بہن پھر اسی ترتیب سے ان کی اولاد ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان پھر بہنوں کی اولاد کے بعد پھوپھیاں پھر ماموں پھر خالائیں پھر چچاؤں کی بیٹیاں پھر پھوپھیوں کی بیٹیاں اور واضح رہے کہ جد فاسد[ا] امام اعظمؒ کے نزدیک بہن کے بہ نسبت اولیٰ و اقدم ہوتا ہے یہ فتح القدیر میں ہے پھر ان کے بعد مولی الموالات کو ولایت حاصل ہوتی ہے پھر سلطان کو پھر قاضی کو اور جس کو قاضی نے مقرر کیا ہے یہ محیط میں ہے اور واضح ہو کہ جس کے نکاح میں ولی کی ضرورت ہے اس کے نکاح کرا دینے کا قاضی کو جب ہی اختیار ہوگا کہ جب قاضی کے منشور میں اور عہد میں یہ امر درج ہو اور اگر قاضی کے عہد و منشور میں یہ امر درج نہ ہو تو وہ ولی نہیں ہو سکتا ہے پس اگر قاضی نے عورت کا نکاح کر دیا حالانکہ سلطان نے اس کو اس طرح ولی ہونے کی اجازت نہیں دی تھی پھر اس کو اس امر کی اجازت دی پھر قاضی نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو استحساناً نکاح جائز ہو جائے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

قاضی نے اگر صغیرہ کو اپنے ساتھ بیاہ لیا تو یہ نکاح بلا ولی ہوگا اس واسطے کہ قاضی اپنی ذات کے حق میں رعیت ہے اور اس کا حق اسی کو حاصل ہے جو اس سے اوپر ہے یعنی والی ملک اور واضح رہے کہ والی ملک بھی اپنی ذات کے حق میں رعیت ہے اور اسی طرح خلیفۃ اسلام بھی اپنی ذات کے حق میں رعیت ہے یہ محیط میں ہے اور چچا کے پسر کو اختیار ہے کہ اپنے چچا کی دختر کا نکاح اپنے ساتھ کر لے یہ حاوی میں ہے اور قاضی نے اگر دختر صغیرہ کا نکاح اپنے پسر کے ساتھ کر دیا[4] تو نہیں جائز ہے بخلاف باقی اولیاء کے یہ تجنیس د

ا جس کی نسبت میں مونث بیچ میں داخل ہو واللہ اعلم۔

(۱) نکاح کے واسطے۔

(۲) جس نے آزاد کیا ہے۔

(۳) یعنی پسر کے پسر کی دختر۔

(۴) یعنی یتیم جن کا وصی ہے۔

مزید میں ہے اور وصی کو صغیر یا صغیرہ کے نکاح کر دینے کی ولایت نہیں ہے خواہ صغیر یا صغیرہ مذکور کے باپ نے اس وصی کو اس امر کی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو لیکن اگر وصی ایسا شخص ہو جس کو ان دونوں کی ولایت پہنچتی ہے تو ایسی حالت میں وہ بحکم ولایت انکا نکاح کر دے گا مگر وصی ہونے کی وجہ سے نہیں کر سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر صغیر یا صغیرہ کسی مرد کی گود میں پرورش پاتے ہوں جیسے ملتقط (1) وغیرہ تو یہ مرد ان کا نکاح کر دینے کا مختار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فاسق ہونا ولی ہونے سے مانع نہیں:

مملوک کا استحقاق ولایت کسی پر نہیں ہے اور نیز مکاتب کی ولایت اس کے فرزند پر نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور مسلمان مرد یا عورت پر نابالغ و مجنون اور کافر کی ولایت نہیں ہے کذا فی الحاوی اور نیز کافر مرد یا عورت پر مسلمان کی ولایت نہیں ہے یہ مضمرات میں ہے مگر مشائخ نے فرمایا کہ اس مقام پر یوں کہنا چاہئے کہ لیکن اگر مسلمان کسی کافرہ باندی کا مولیٰ ہو یا سلطان ہو تو اس کو ولایت حاصل ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے اور کافر کو اپنے مثال کافر پر ولایت حاصل ہوتی ہے یہ تبیین میں ہے اور مرتد کی ولایت کسی پر نہیں ہوتی ہے نہ مسلمان پر اور نہ کافر پر اور نہ اپنے مثل مرتد پر یہ بدائع میں ہے اور فاسق ہونا ولی ہونے سے مانع نہیں ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ولی کو جنون ہو گیا کہ برابر رہتا ہے اور جنون مطبق ہے تو اس کی ولایت جاتی رہے گی اور اگر کبھی مجنون رہتا ہے اور کبھی اس کو افاقہ ہو جاتا ہے تو حالت افاقہ میں اس کے تصرفات نافذ ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے اور جنون مطبق کی مقدار امامؒ نے ایک روایت کے موافق ایک مہینہ کامل مقدر فرمائی ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور یہ وجیز کردری و بحرالرائق میں ہے اور اگر بیٹا جب بالغ ہوا تو معتوہ یا مجنون بالغ ہوا تو اس کی جان و مال پر اس کے باپ کی ولایت باقی رہے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ باپ نے اپنے پسر بالغ کے ساتھ کسی عورت کا نکاح کر دیا اور ہنوز اس کے پسر بالغ مذکور نے اجازت نہ دی تھی کہ اس کو جنون مطبق ہو گیا پس باپ نے اس نکاح کی اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گا اور فقیہ ابو بکرؒ نے اس صورت کے سوائے دوسری صورت میں اختلاف ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اگر پسر جب بالغ ہوا تو عاقل تھا پھر مجنون یا معتوہ ہو گیا تو بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے قیاساً باپ کی ولایت عود نہ کرے گی حتیٰ کہ اگر باپ نے اس کے مال میں تصرف کیا یا کسی عورت کو اس کے نکاح میں کر دیا تو جائز نہیں ہے بلکہ یہ ولایت قاضی کی طرف عود کرے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک استحساناً ولایت باپ کی طرف عود کرے گی اور فقیہ ابو بکر میدانی نے فرمایا کہ ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک ولایت باپ کی طرف عود کرے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر باپ مجنون یا معتوہ ہو گیا تو پسر کو اس کے مال میں تصرف کرنے کی ولایت حاصل نہ ہوگی اور نکاح کرا دینے میں امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ولایت حاصل ہوگی کذا فی الوجیز کردری اور یہی صحیح ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر صغیر یا صغیرہ کے دو ولی برابر رتبہ کے جمع ہوئے جیسے سگے دو بھائی یا دو چچا تو ہمارے نزدیک دونوں میں سے جس نے نکاح کر دیا جائز ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان خواہ دوسرا ولی اس کی اجازت دے یا فسخ کرے بہر حال جائز ہوگا بخلاف اس کے اگر ایک باندی دو آدمیوں میں مشترک ہو اور ایک نے اس کا نکاح کر دیا تو بدون اجازت دوسرے شریک کے جائز نہ ہوگا اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر ایک باندی کے جو دو آدمیوں میں مشترک ہے بچہ پیدا ہوا اور دونوں نے معاً اس کے نسب کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ ہر ایک دونوں سے اس کا نسب ثابت ہو گیا تو ہر ایک دونوں میں سے اس کے نکاح کر دینے کا تنہا مختار ہوگا سراج الوہاج میں ہے اور اگر دونوں نے آگے پیچھے اس کا نکاح کیا تو پہلا نکاح جائز ہوگا اور دوسرا جائز نہ

---

۱ اقول در حقیقت یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ امام ابو یوسفؒ نے قیاس کو لیا اور امام محمدؒ نے استحسان کو اختیار کیا۔

(1) پڑا اٹھالانے والا۔

ہوگا اور اگر دختر مذکورہ کا نکاح دونوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک مرد کے ساتھ ایک ہی وقت میں معاً کر دیا یا آگے پیچھے کیا مگر یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اول کون نکاح ہے تو دونوں عقد باطل ہو جائیں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر صغیر یا صغیرہ کا نکاح ایسے ولی نے کر دیا جو ابعد ہے پس اگر اقرب یعنی سب سے قریب مرتبہ کا ولی حاضر ہوا اور وہ ولی ہونے کی اہلیت بھی رکھتا ہے تو دور والے ولی کا نکاح اقرب ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اگر اقرب ولی اہلیت ولایت نہ رکھتا ہو مثلاً نابالغ ہو یا بالغ مجنون ہو تو دور والے کا نکاح کر دینا جائز ہوگا اور اگر اقرب ولی غائب ہو پس اگر اس طرح غائب ہو کہ اس کی غیبت منقطعہ ہو تو دور والے ولی کا نکاح کر دینا جائز ہوگا یہ محیط میں ہے اور باندی کا مولیٰ اگر غائب ہو تو اقارب کو اس کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں ہے سرج الوہاج میں ہے اور واضح ہو کہ غیبت منقطعہ کی تقدیر یوں بیان کی گئی ہے کہ اتنی دور ہو کہ جتنی دوری پر مسافر نماز کو قصر کرتا ہے اور اسی کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور شمس الائمہ سرخسی اور امام محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ ایسی حالت میں ہو کہ اس کی رائے لینے کے وقت تک جس مرد نے خطبہ کیا ہے اور وہ ہر طرح سے کفو ہے ہاتھ سے جاتا رہے اور یہ احسن قول ہے کذا فی التبیین اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی جواہر اخلاطی حتیٰ کہ اگر وہ شہر ہی میں کسی جگہ اس طرح چھپا ہو کہ اس کے حال پر وقوف نہیں ہوتا ہے تو یہ بھی غیبت منقطعہ ہوگی یہ شرح مجمع البحرین میں ہے اور اگر دور کے ولی نے نزدیک کے ولی کے موجود ہونے کی صورت میں نکاح کر دیا حتیٰ کہ نزدیک والے ولی کی اجازت پر نکاح موقوف ہوا پھر نزدیک کا ولی غائب ہو گیا اور ولایت بجانب ولی بعید منتقل ہوئی تو جب تک کہ ولی بعد از سر نو اس نکاح کی اجازت اس کی جانب ولایت منتقل ہو جانے کے بعد نہ دے تب تک نکاح مذکور جائز نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ولی اقرب کے غائب ہونے میں مشائخ رحمہم اللہ میں اختلاف پایا جاتا ہے:

ہمارے مشائخ نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ ولی اقرب غائب ہو جانے سے اس کی ولایت جاتی رہتی ہے یا باقی رہتی ہے تو بعض نے فرمایا کہ ولی اقرب کی ولایت باقی رہتی ہے لیکن ولی بعید کے واسطے ولی قریب کے غائب ہو جانے کی حالت میں استحقاق ولایت جدید پیدا ہوتا ہے پس ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا عورت کے واسطے مساوی درجہ کے دو ولی مثل دو بھائی یا دو چچا کے موجود ہیں اور بعضوں نے فرمایا کہ ولی قریب کی ولایت زائل ہو کر ولی بعید کی جانب منتقل ہو جاتی ہے اور یہی اصح ہے یہ بدائع میں ہے پس اگر ولی اقرب نے جہاں ہے وہیں سے عورت کا نکاح کر دیا تو اس میں کوئی روایت نہیں ہے اور چاہئے کہ یہ جائز نہ ہو اس واسطے کہ اس کی ولایت زائل ہو گئی ہے کذا فی محیط السرخسی اور فتاویٰ قاضی خان و ظہیریہ میں ہے کہ اگر ولی اقرب نے کہاں ہے وہیں سے عورت کا نکاح کر دیا تو اس میں اختلاف ہے اور ظاہر یہ ہے کہ جائز ہوگا انتہی پس اگر ولی قریب اور ولی بعید دونوں کا عقد کرنا معاً واقع ہوا تو دونوں عقد جائز نہ ہوں گے اسی طرح اگر ایسی صورت واقع ہو کہ ہر دو عقد آگے پیچھے واقع ہونے ہوں مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ اول کون واقع ہوا ہے تو بھی یہی حکم ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور ولی قریب کے آ جانے پر ولی بعید کی ولایت باطل ہو جائے گی مگر جو عقد اس نے قرار دیا ہے وہ باطل نہ ہوگا کیونکہ یہ تصرف وعقد اس نے پوری ولایت حاصل ہونے کی حالت میں کیا ہے یہ تبیین میں ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ اگر ولی اقرب نے تنگ کرنا شروع کیا اور ظلم کرنا چاہا تو ولی بعید کی جانب ولایت منتقل ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ولی غائب ہو گیا یا اس نے تنگ کرنا شروع کیا یا باپ دادا امر د فاسق ہیں تو قاضی کو اختیار ہوگا کہ عورت کا نکاح اس کے کفو کے ساتھ کر دے یہ وجیز کروری میں ہے اور صغیر و صغیرہ کے ولی کو اختیار ہے کہ دونوں کا نکاح کر دے اگر چہ دونوں اس پر راضی نہ ہوں یہ برجندی میں ہے خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو یہ عینی شرح کنز میں ہے اور معتوہ و معتوہہ اور مجنون و مجنونہ مثل صغیر و صغیرہ کے ہیں کہ ان

کے ولی کو ان کے نکاح کر دینے کا اختیار ہے بشرطیکہ جنون مطبق ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر دختر صغیرہ کا نکاح باپ و دادا کے سوائے دوسرے ولی نے باندھا تو احتیاط یہ ہے کہ عقد دو مرتبہ باندھے ایک مرتبہ بعوض نہر مسمّٰی کے یعنی مہر مقرر کر کے اس کو بیان کر دے اور دوسری بار بغیر مہر مسمّٰی کے اور یہ دو باتوں کے واسطے کرنا اچھا ہے ایک بات تو یہ ہے کہ اگر مہر مسمّٰی میں کچھ کمی ہوگی تو نکاح اول صحیح نہ ہوگا پس ایسی صورت میں دوسرا نکاح بعوض مہر مثل کے صحیح ہو جائے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ شاید اگر شوہر نے اس لفظ سے قسم کھائی ہو کہ اگر میں کسی عورت سے نکاح کروں یا بایں لفظ کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے تو عقد اول سے قسم پوری ہو جائے گی اور دوسرا عقد بعوض مہر مثل کے منعقد ہوگا اور اگر نکاح باندھنے والا باپ یا دادا ہو تو بھی صاحبینؒ کے نزدیک انہیں دونوں وجہوں سے ایسا کرنا چاہئے اور امام اعظمؒ کے نزدیک فقط وجہ اخیر کے لحاظ سے ایسا کرنا چاہئے یہ تجنیس و مزید میں ہے۔

صغیرہ کا نکاح باپ' دادا کے ماسوا ولی نے کیا تو بالغ ہونے پر اختیار ہوگا:

اگر صغیرہ کا نکاح ان کے باپ دادا نے کر دیا ہو تو بعد بالغ ہونے کے دونوں کو اختیار نہ ہوگا اور اگر سوائے باپ دادا کے دوسرے ولی نے نکاح کر دیا ہو تو وقت بالغ ہونے کے دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہوگا چاہے نکاح پر قائم رہے اور چاہے فسخ کر دے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اس میں حکم قاضی لے لینا[1] شرط ہے بخلاف اس کے جو باندی کہ کسی لام کے نکاح میں ہے اور آزاد کی گئی اور اس کو خیارہ حاصل ہوا کہ چاہے اپنے شوہر کے ساتھ رہے یا نہ رہے بلکہ فسخ کر دے تو اس میں فسخ کے واسطے حکم قاضی شرط نہیں ہے یہ ہدایہ میں ہے پس اگر بلوغ کے بعد صغیر یا صغیرہ نے جدائی اختیار کی اور قاضی نے دونوں میں تفریق نہ کرائی یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مر گیا تو باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جب تک قاضی دونوں میں تفریق نہ کرائے تب تک شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنا حلال ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر قاضی نے یا امام المسلمین نے نکاح کر دیا تو خیار بلوغ ثابت ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ کافی میں ہے۔

قاضی بدیع الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک صغیرہ نے اپنے آپ کو اپنے کفو مرد کے نکاح میں دیا اور اس صغیرہ کا کوئی ولی نہیں ہے اور اس موضع میں کوئی قاضی نہیں ہے تو فرمایا کہ نکاح منعقد ہوگا و لیکن اس صغیرہ کے بالغ ہونے کے بعد کی اجازت پر موقوف رہے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر صغیرہ لڑکی نے اپنے تئیں نکاح میں دیا پھر اس کے بھائی جو اس کا ولی ہے اجازت دے دی تو نکاح جائز ہوگا اور صغیرہ مذکورہ کو خیار بلوغ حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور جو خیار صغیرہ کو حاصل ہے وہ بعد بلوغ کے اس کی خاموشی سے باطل[2] ہو جائے گا درحالیکہ وہ باکرہ ہو اور اس خیار کا امتداد آخر مجلس تک کہ جس میں اس کو خبر نکاح پہنچی ہے نہ ہوگا چنانچہ اگر اس نے بالغ ہونے پر سکوت کیا حالانکہ وہ باکرہ ہے تو خیار باطل ہو جائے گا اور اگر یہ عورت دراصل ثیبہ ہو یا باکرہ ہو لیکن اس کے خاوند نے اس کے ساتھ وطی کر لی ہو پھر وہ شوہر کے پاس بالغ ہوئی تو سکوت سے اس کا خیار باطل نہ ہوگا اور نہ مجلس سے کھڑے ہو جانے سے باطل ہوگا بلکہ جب ہی باطل ہوگا کہ وہ صریحاً نکاح پر راضی ہو جائے یا اس کی طرف سے ایسا فعل پایا جائے جو رضامندی پر دلالت کرتا ہو جیسے جماع کرنے پر مرد کو قابو دے دے یا نفقہ طلب کرے یا اس کے مثل کوئی فعل کرے اور اگر اس نے شوہر کا کھانا کھا لیا یا بدستور اس کی خدمت کی تو اپنے خیار پر رہے گی اور اگر بالغ ہوتے ہی اس کو نکاح کا حال معلوم ہوا کہ فلاں مرد کے ساتھ اس کا نکاح کیا گیا ہو لیکن اس کو اپنے واسطے خیار ثابت ہونے سے جہل طاری ہوا پس خاموش ہو رہی تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر اس کے بالغ ہوتے

---

(۱) یعنی فسخ نکاح کے واسطے۔

(۲) یعنی خبر پہنچنے پر۔

ہی اپنے نکاح ہو جانے کا حال معلوم نہ ہوا تو بروقت معلوم ہونے کے اس کو خیار حاصل ہوگا اور اگر بالغ ہونے پر اس نے شوہر کا نام پوچھا یا مہر مسمّی دریافت کیا یا شہود کو سلام[1] کیا تو خیار بلوغ باطل ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت کے واسطے بالغ ہونے پر دو حق مجتمع ہوں ایک حق شفعہ اور دوسرا خیار بلوغ تو یوں کہے کہ میں دونوں حق[1] طلب کرتی ہوں پھر دونوں کی تفسیر بیان کرنے میں پہلے خیار نفس بیان کرے یعنی مثلاً کہے کہ میں نے نکاح فسخ کیا یہ سراج الوہاج میں ہے اور طفل کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ نہ کہے کہ میں راضی ہوا یا ایسا فعل نہ کرے جو رضامندی پر دلالت کرتا ہے اور مجلس سے کھڑے ہو جانے سے طفل کا خیار نہیں جاتا ہے بلکہ رضامند ہونے سے جاتا رہتا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر دختر حیض آنے سے بالغ ہوئی تو خون دیکھنے کے ساتھ اگر وہ اپنے نفس کو اختیار کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر اس نے رات میں خون دیکھا تو کہے کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور جب صبح ہو تو گواہ کر لے اور اس کو یہی کہنا چاہئے کہ میں نے اس وقت خون دیکھا ہے اس وجہ سے کہ اصل شرعی کے موافق اس کا یہ قول کہ میں نے رات کو خون دیکھ کر نکاح فسخ کیا ہے محکمہ قضا میں قبول نہ ہوگا یہ مجمع النوازم میں مذکور ہے اور شیخ نے فرمایا کہ عورت کا یہ کہنا کہ میں نے اسی وقت خون دیکھا ہے اگرچہ کذب ہے لیکن بعضی جگہ کذب[2] مباح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ہشامؒ نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک صغیرہ کو اس کے چچا نے بیاہ دیا پھر اس کو حیض آیا پس اس نے کہا کہ الحمدللہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس وہ اپنے خیار پر ہے پس اس نے وقت حیض آنے کے اپنے خادم کو بھیجا کہ گواہ بلا لائے تاکہ ان کو اپنے اختیار پر گواہ کر لے پس اس کو گواہ نہ ملے اور وہ ایسی جگہ پر مقیم تھی کہ لوگ وہاں ملتے نہ تھے تا آنکہ چند روز تک وہ اسی حال پر رہی کہ اس کو گواہ نہ ملے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں نکاح اس کے حق میں لازم کر دوں گا پس امام محمدؒ نے اس امر کو عذر نہیں ٹھہرایا یہ محیط میں ہے ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر صغیرہ نے بالغ ہونے پر اپنے نفس کو اختیار کیا اور اس پر گواہ کر لئے مگر دو مہینہ تک قاضی کے حضور میں نہ گئی تو وہ اپنے خیار پر رہے گی تاوقتیکہ اس نے شوہر کو اپنے ساتھ جماع نہ کرنے دیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر خیار بلوغ میں اختلاف ہوا کہ عورت نے کہا کہ میں نے بالغ ہوتے ہی اپنے نفس کو اختیار کیا اور نکاح رد کر دیا ہے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ خاموش رہی اور تیرا اختیار ساقط ہو گیا ہے تو قول[3] شوہر کا معتبر ہوگا یہ محیط میں ہے اگر لونڈی صغیرہ اور غلام صغیر ہے کہ مولیٰ نے ان دونوں کا نکاح کر دیا پھر ان دونوں کو آزاد کر دیا پھر دونوں بالغ ہوئے تو دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس واسطے کہ خیار عتق دونوں کو حاصل ہوا ہے یہی کافی ہے حتیٰ کہ اگر مولیٰ نے صغیرہ باندی کو آزاد کر کے اس کا نکاح کیا پھر وہ بالغ ہوئی تو اس کو خیار بلوغ حاصل ہوگا جیسا کہ امام اسبیجابی نے ذکر کیا یہ بحر الرائق میں ہے۔

مرتد کا نکاح مسلمان خاتون سے فسخ ہو جاتا ہے:

ایک مسلمان مرتد ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا اور اپنی بیوی صغیرہ دختر دار الاسلام میں چھوڑ گیا اور صغیرہ مذکور کے چچا نے

---

[1] دونوں حق آ جانا چاہئے کہ حق شفعہ بعد علم کے فوراً طلب کرنا چاہئے ورنہ باطل ہو جائے گا اور اسی طرح خیار بلوغ میں بھی فی الفور کہے کہ میں نے نکاح فسخ کیا ورنہ خیار باطل ہوگا پس دقت پیش آئی کہ اگر خیار نفس طلب کرتی ہے تو شفعہ جاتا ہے اور اگر شفعہ طلب کرتی ہے تو خیار جاتا ہے اس واسطے اس کی صورت بیان کر دی تاکہ دونوں میں سے کوئی ہاتھ سے نہ جائے اور مطلب حاصل ہو

[2] کذب اقول بظاہر اس مقام پر بھی کذب مباح ٹھہرایا اور اس میں تامل ہے۔

[3] قول شوہر لیکن ہدایہ وغیرہ میں آیا کہ قول عورت کا معتبر ہوگا اور شوہر پر گواہ لانے واجب ہیں اور تحقیق عین الہدایہ میں ہے۔

(۱) شہود جمع شاہد۔

کسی مسلمان سے اس کا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا اور صغیرہ مذکورہ کو بروقت بلوغ کے خیار حاصل ہوگا اور اگر ہنوز بالغ نہ ہوئی تھی کہ یہ دختر اور اس کا شوہر و اس کی ماں سب کمبخت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلے گئے تو نکاح بحالہ رہے گا پھر اگر سب قید ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تو دختر اور اس کی ماں دونوں مملوک ہوں گی اور باپ و شوہر دونوں آزاد ہوں گے پھر اگر باندی صغیرہ بالغ ہوئی تو اس کو کچھ اختیار حاصل نہ ہوگا ہاں اگر آزاد کر دی جائے تو اس کو خیار عتق حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور واضح رہے کہ خیار بلوغ کی وجہ سے جو فرقت و جدائی ہو جاتی ہے وہ طلاق نہیں ہے کیونکہ اس فرقت کا سبب فقط مرد کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس میں مرد و عورت دونوں مشترک ہیں اور اسی طرح خیار عتق سے جو فرقت پیدا ہوتی ہے وہ بھی طلاق نہیں ہے بخلاف عورت مخیّرہ کے یعنی جس کو اس کے خاوند نے اختیار دیا ہے جب چاہے اپنے کو طلاق دے لے یہ سراج الوہاج میں ہے اور ضابطہ یہ مقرر ہوا ہے کہ جو فرقت از جانب عورت حاصل ہو مگر شوہر کے سبب سے نہ ہو تو وہ فسخ نکاح ہے جیسے خیار عتق و خیار بلوغ اور جو فرقت از جانب شوہر پیدا ہو وہ طلاق ہے جیسے ایلاء کرنا و مجبوب ہونا اور عنین ہونا یہ نہر الفائق میں ہے اور جب بہ سبب خیار بلوغ کے فرقت ہو گئی پس اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو عورت کو کچھ مہر نہ ملے گا خواہ مرد نے فسخ اختیار کیا ہو یا عورت نے اور اگر مرد نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو تو اس کو پورا مہر ملے گا خواہ عورت کے اختیار سے فرقت واقع ہوئی ہو یا مرد کے اختیار سے پیدا ہوئی ہو یہ محیط میں ہے معتوہہ عورت کو اگر اس کے باپ یا دادا کے سوائے دوسرے نے بیاہ دیا پھر وہ عاقلہ ہو گئی تو اس کو خیار حاصل ہوگا اور اگر باپ یا دادا کے بیاہ کر دینے کے بعد وہ عاقلہ ہوئی تو اسکو خیار حاصل نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر پسر نے اسکا نکاح کر دیا تو یہ مثل ولایت باپ کے ہے بلکہ اس سے بھی اولیٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے اور واضح ہو کہ صغیرہ کے ساتھ دخول کرنے کے وقت میں اختلاف ہے پس بعض نے فرمایا کہ جب تک بالغہ نہ ہو جائے تب تک اسکے ساتھ دخول نہ کرے اور بعض نے کہا کہ جب نو برس کی ہو جائے تو اسکے ساتھ وطی کر سکتا ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

صرف عمر ہی کا نہیں بلکہ جسمانی صحت و تندرستی کا بھی اعتبار کیا جائے گا:

اکثر مشائخ کا یہ قول ہے کہ اس باب میں سن کا کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ طاقت کا اعتبار ہے پس اگر بھاری بھرکم موٹی تازی ہو کہ مرد کے ہم بستری کی طاقت رکھتی ہو اور اس فعل سے اس کے مریض ہو جانے کا خوف نہ ہو تو شوہر اس کے ساتھ دخول کر سکتا ہے اگرچہ وہ نویں برس کی بھی نہ ہو اور اگر پتلی دبلی ہو کہ جماع کی طاقت نہ رکھتی ہو اور اس فعل سے اس کے بیمار ہو جانے کا خوف ہو تو شوہر کو اس کے ساتھ دخول کرنا حلال نہیں ہے اگرچہ اس کا سن[1] زیادہ ہو اور یہی صحیح ہے اور اگر شوہر نے مہر ادا کیا اور قاضی سے درخواست کی کہ عورت کے باپ کو حکم دیا جائے کہ عورت کو سپرد کرے پس اس کے باپ نے کہا کہ وہ صغیرہ ہے کہ مرد کے لائق نہیں ہوئی ہے اور جماع کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ متحمل ہو سکتی ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اگر عورت مذکورہ باہر نکلتی ہو تو محکمہ قضا میں حاضر کرائی جائے اور دکھا جائے پس اگر مرد کے لائق ہو تو اس کے باپ کو حکم دیا جائے گا کہ شوہر کے سپرد کرے اور اگر مرد کے لائق نظر نہ آئے تو یہ حکم نہ دیا جائے گا اور اگر عورت مذکورہ باہر نہ نکلتی ہو تو معتمد عورتوں کو بھیج کر دریافت کرا دے پس اگر انہوں نے کہا کہ مرد کا بوجھ اٹھا سکتی ہے اور جماع کی طاقت رکھتی ہے تو باپ کو اس کی سپردگی کا حکم دیا جائے گا اور اگر ثقہ عورتوں نے کہا کہ وہ برداشت نہیں کر سکتی ہے تو باپ کو شوہر کے سپرد کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظاہر الروایہ کے موافق عورت آزادہ عاقلہ بالغہ کا نکاح بدون ولی کے نافذ ہو جاتا ہے یہ تبیین میں ہے۔ شیخ الاسلام عطا بن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ شافعیہ عورت[2] نے جو باکرہ بالغہ ہے کسی مرد حنفی سے بدون اجازت اپنے باپ کے نکاح کر لیا اور باپ اس پر راضی

[1] زیادہ سن سے یہ مراد ہے کہ نو برس سے زیادہ ہو۔

[2] قال المترجم شاید پوچھنے والے کی غرض یہ ہے کہ موافق مذہب حنفی کے کیا حکم ہے ورنہ شافعی مذہب کے موافق نکاح منعقد نہ ہوگا۔

نہ ہوا اور اس نے نکاح مذکور رد کر دیا پس آیا یہ نکاح صحیح ہو گا تو فرمایا کہ ہاں اور اسی طرح اگر اس نے مرد شافعی سے نکاح کر لیا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور جو عورت عاقلہ بالغہ ہے اگر اس کی بلا اجازت کسی نے اس کا نکاح خواہ باپ ہو یا سلطان ہو کر دیا تو یہ نکاح اس عورت پر نافذ نہ ہو گا خواہ یہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو پس اگر ولی نے ایسا کیا تو یہ نکاح اس عورت کی اجازت پر موقوف ہو گا پس اگر اس نے اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گا اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اجازت لینے کے وقت باکرہ بالغہ ہنسی یا خبر نکاح پہنچنے کے بعد ہنسی تو یہ رضامندی ہے ایسا ہے شیخ قدوریؒ و شیخ الاسلام نے ذکر کیا ہے یہ محیط و کافی میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ اسی طرح ہنسی کہ گویا جو کچھ اس نے سنا ہے اس پر استہزاء کیا تو یہ رضامندی نہیں ہے یہ مبسوط و کافی میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر اس نے تبسم کیا یعنی مسکرائی تو یہ رضامندی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے اس کو شمس الائمہ حلوائی نے ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر وہ رونے لگی تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر بدون آواز کے آنسوؤں سے روئی تو یہ رضامندی ہے اور اگر چیخ کر آواز سے روئی تو یہ رضامندی نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

آنسہ کا سکوت ہی اثبات پر محمول کیا جاتا ہے:

یہی وجہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ولی نے باکرہ بالغہ سے اجازت طلب کی اور وہ خاموش رہی تو یہ اجازت ہے اسی طرح اگر ولی کے نکاح کر دینے کے بعد اس نے شوہر کو اپنے اوپر قابو دے دیا تو یہ رضامندی ہے اور اس طرح اگر آگاہ ہونے کے بعد اپنے مہر معجل کا مطالبہ کیا تو یہ رضامندی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ولی نے اس سے اجازت طلب کی کہ میرا قصد ہے کہ فلاں مرد کے ساتھ بعوض ہزار درہم مہر کے تیرا نکاح کر دوں پس وہ خاموش ہو رہی پھر ولی نے اس کا نکاح کر دیا تب اس نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوتی ہوں یا ولی نے اس کی تزویج کر دی پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے سکوت کیا تو دونوں صورتوں میں اس کا سکوت کرنا رضامندی ہے بشرطیکہ نکاح کر دینے والا پورا ولی ہو اور اگر نکاح کنندہ کی بہ نسبت کوئی اور ولی اقرب ہو تو اس کا سکوت رضامندی میں شمار نہ ہو گا بلکہ اس کو اختیار ہو گا چاہے راضی ہو چاہے رد کر دے اور اگر اس کو فقط ایک مرد نے خبر پہنچائی پس اگر یہ شخص ولی کا ایلچی ہو تو اس کا سکوت کرنا رضامندی ہو گا خواہ یہ مرد ایلچی ثقہ پرہیزگار ہو یا غیر ثقہ ہو یہ مضمرات میں ہے اور اگر خبر دینے والا کوئی شخص فضولی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس میں عدد[1] اور عدالت یعنی عادل ہونا شرط ہے اور اس میں صاحبینؒ کا خلاف ہے یہ کافی میں ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ اگر خبر دینے والا اجنبی ہو کہ ولی کا ایلچی یا خود ولی نہ ہو پس اگر خبر دینے والا ایک مرد غیر ثقہ ہو پس اگر عورت نے اس کے قول کی تصدیق کی ہو تو نکاح ثابت ہو جائے گا اور اگر تکذیب کی ہو تو ثابت نہ ہو گا اگرچہ صدق مخبر[ا] پیچھے ظاہر ہو جائے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر صدق مخبر ظاہر ہو جائے گا تو نکاح ثابت ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی عورت کو خبر پہنچی پس اس نے کسی غیر معاملہ میں کچھ باتیں شروع کر دیں تو اس مقام پر یہ بمنزلہ سکوت کے ہے پس اس کی طرف سے رضامندی ثابت ہو گی یہ بحرالرائق میں ہے باکرہ بالغہ کو نکاح کی خبر پہنچی پس اس کو چھینک آنے لگی یا کھانسی آنے لگی پھر جب ٹھہری تو اس نے کہا کہ میں نہیں راضی ہوتی ہوں تو یہ رد کرنا جائز ہو گا بشرطیکہ علی الاتصال ہو اسی طرح اگر اس کا منہ بند کر لیا گیا تب ہی اس نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوتی ہوں تو بھی اس مقام پر یہ رد صحیح ہو گا یہ ذخیرہ میں ہے اور عورت سے اجازت لینے میں شوہر کا نام اس طرح بیان کرنا کہ وہ پہچان جائے ضرور معتبر ہے یہ ہدایہ میں ہے حتیٰ کہ اگر عورت سے یوں کہا کہ میں ایک مرد سے تیرا نکاح کر دینا

[ا] صدق مخبر یعنی بعد کو ظاہر ہو کہ جو کچھ اس نے خبر دی تھی وہ سچ تھی اور فضولی وہ شخص کہ ایلچی وغیرہ نہ ہو۔

(۱) یعنی دو مرد ہونا کم سے کم۔

چاہتا ہوں اور وہ خاموش رہی تو یہ رضامندی نہ ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ میں تجھے فلاں یا فلاں ایک جماعت کو بیان کیا کہ ان میں سے کسی مرد سے تیرا بیاہ کر دینا چاہتا ہوں اور وہ خاموش رہی تو یہ رضامندی ہے کہ ولی کو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کر دے اور اگر کہا کہ اپنے پڑوسیوں یا چچا کی اولاد سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں اور وہ خاموش رہی پس اگر یہ لوگ معدود ہوں کہ اس کی شناخت میں ہوں تو یہ رضامندی ہے ورنہ نہیں یہ تبیین میں ہے اور وہ سب اس وقت ہے کہ عورت مذکورہ نے امر نکاح ولی کو نہ سونپا ہو اور اگر یہ کہہ دیا کہ چند لوگ تجھے خطبہ کرتے ہیں پس عورت نے کہا کہ جو تو کرے مجھے منظور ہے یا جس کو تو پسند کرے اس کے ساتھ میرا نکاح کر دے یا مثل اس کے اور الفاظ کہے تو یہ اجازت صحیح ہے اور بعض نے فرمایا کہ مہر کا بیان کرنا شرط ہے اور یہ متاخرین کا قول ہے اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ وجہ ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر باپ نے قبل نکاح کے اس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ میں تیرا نکاح کر دینا چاہتا ہوں اور اجازت لینے میں مہر کا اور شوہر کا ذکر نہ کیا پس اس نے سکوت کیا تو اس کا ساکت ہونا رضامندی نہ ہوگی حتیٰ کہ بعد نکاح کے عورت کو رد کر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر اس نے شوہر کا نام ونشان ومہر کا ذکر کیا ہو تو اس کا ساکت ہونا رضامندی ہوگی اور اگر شوہر کا ذکر کیا اور مہر کا ذکر نہ کیا اور عورت نے سکوت کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر باپ نے عورت مذکورہ کو کسی مرد کو ہبہ کیا تو اس کا نکاح نافذ ہو جائے گا اس واسطے کہ عورت مذکورہ ایسے نکاح پر راضی ہوئی ہے کہ جس میں بیان مہر نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ کل بعوض مہر مثل کے ہوگا اور بلفظ ہبہ جو نکاح ہوتا ہے وہ موجب مہر مثل ہوتا ہے اور اگر ولی نے نکاح میں کچھ مہر بیان کیا ہو تو ولی کا نکاح کرنا نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ عورت مذکورہ ولی کے تسمیہ[1] پر راضی نہیں ہوئی ہے پس ولی کا اس طرح کا نکاح نافذ نہ ہوگا اور اس صورت میں کہ جدید اجازت حاصل کرے اور اگر ولی نے بدون اجازت حاصل کرنے کے اس کا نکاح کر دیا پھر بعد نکاح کے اس کو خبر دی اور وہ خاموش ہو رہی پس اگر خالی نکاح کی خبر دی اور مہر اور شوہر کا بیان نہ کیا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ رضامندی نہ ہوگی اور اگر ولی نے شوہر و مہر کا بھی حال بیان کر دیا ہو پس اس نے سکوت کیا تو یہ رضامندی و اجازت ہوگی اور اگر شوہر کا نام بیان کر دیا اور مہر بیان نہ کیا تو اس میں وہی تفصیل ہے جو ہم نے قبل نکاح کے اجازت حاصل کرنے کی صورت میں بیان کر دی ہے اور اگر مہر کا ذکر کیا اور شوہر کو بیان نہ کیا پس وہ خاموش رہی تو اس کا سکوت دلیل رضامندی نہ ہوگی خواہ قبل نکاح کے اجازت چاہی ہو یا بعد نکاح خبر دی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ولی نے اس کا نکاح کر دیا پس اس نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوتی ہوں پھر اسی مجلس میں راضی ہوگئی تو نکاح جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ولی نے اس کا نکاح کر دیا پس اس نے رد کر دیا پھر دوسری مجلس میں کہا کہ چند لوگ تجھے خطبہ کرتے ہیں پس اس نے کہا کہ جو کچھ تو کرے میں اس پر راضی ہوں پس ولی نے اسی پہلے کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا پس اس نے نکاح کی اجازت دینے سے انکار کیا تو اس کو اختیار رہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور شیخ امام فقیہ ابونصر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اس عورت کو جس کا ولی ہے بیاہ دیا ہے اور جب اس عورت کو خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ جس مرد سے نکاح کیا ہے وہ بدشکل ہے میں راضی نہیں ہوں یا کہا کہ وہ موچی ہے میں راضی نہیں ہوں تو شیخ نے فرمایا کہ یہ ایک ہی کلام ہے پس پہلا[2] فقرہ اس کے حق میں مضر نہ ہوگا اور نکاح باطل ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر ولی نے کسی مرد کے ساتھ نکاح کرنے کے واسطے عورت سے اجازت چاہی مگر اس نے انکار کیا پھر ولی نے اس کے ساتھ نکاح کیا اور وہ خاموش رہی تو یہ رضامندی ہے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر ولی نے

---

[1] تسمیہ یعنی بیان مہر۔

[2] یعنی وہ بدشکل ہے یا وہ موچی ہے یہ فقرہ مضر نہ ہوگا بلکہ یہ بھی رد نکاح ہے نہ کلام دیگر۔

عورت کے حضور میں اس کا نکاح کیا وہ خاموش رہی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ رضامندی ہے اور اگر مساوی درجہ کے دو ولیوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک مرد سے اس کا نکاح کیا پس عورت نے ایک ساتھ دونوں نکاحوں کی اجازت دے دی تو دونوں باطل ہو جائیں گے کیونکہ دونوں میں سے کوئی اولی نہیں ہے اور اگر ساکت رہی تو دونوں نکاح موقوف رہیں گے یہاں تک کہ وہ دونوں میں سے کسی ایک کی اجازت دے دے کذا فی التبیین اور یہی ظاہر الجواب ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر ولی نے باکرہ بالغہ سے کسی مرد کے ساتھ اس کا نکاح کرنے کی اجازت چاہی اس نے کہا کہ اس کے سوائے دوسرا بہتر ہے تو یہ اجازت نہ ہوگی اور اگر ولی نے بعد نکاح کرنے کے اس کو خبر دی پس اس نے یہ لفظ کہا کہ دوسرا بہتر تھا تو یہ اجازت ہے یہ ذخیرہ میں ہے باکرہ بالغہ کا نکاح اس کے باپ نے کر دیا پھر اس کو خبر پہنچی پس اس نے کہا کہ میں نہیں چاہتی ہوں یا کہاں کہ میں فلاں شخص سے نکاح نہیں چاہتی ہوں تو مختار یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں نکاح رد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں عتابیہ سے منقول ہے اور اگر ولی نے اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلاں مرد سے تیرا نکاح کر دوں پس اس نے کہا کہ صلاحیت رکھتا ہے یعنی اچھا ہے پھر جب ولی اس کے پاس سے باہر چلا گیا تو اس نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوں اور ولی کو اس مقولہ کا حال معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ اس نے فلاں مرد مذکور سے اس کا نکاح کر دیا تو صحیح ہوگا اور اگر ولی نے اس کا نکاح کر دیا پس اس نے کہا کہ ولی نے اچھا کام کیا تو اصح یہ ہے کہ اجازت ہے اور اگر اس نے ولی سے کہا کہ احسنت یعنی خوب کیا یا اصبت یعنی صواب کی راہ پائی یا کہا کہ اللہ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے یا ہم کو برکت دے یا اس نے مبارکباد قبول کی تو یہ سب رضامندی میں داخل ہے اور شیخ ابن الاسلام نے فرمایا کہ اگر ولی نے اس سے کہا کہ میں تجھے فلاں مرد کے ساتھ بیاہ دوں اس نے جواب دیا کہ کچھ ڈر نہیں ہے تو یہ رضامندی ہے اور اگر یہ کہا کہ مجھے نکاح کی حاجت نہیں ہے یا کہا کہ میں تجھ سے کہہ چکی تھی کہ میں نہیں چاہتی ہوں تو یہ اس نکاح کا رد ہے جس کو ولی عمل میں لایا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نہیں راضی ہوں یا مجھ سے صبر نہ ہوگا یا میں اس کو برا جانتی ہوں تو امام ابویوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ رد نکاح ہے اور اگر یہ کہا کہ مجھے خوش نہیں آیا ہے یا میں ازدواج کو نہیں چاہتی ہوں تو یہ رد نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد راضی ہو جائے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اور اگر اس نے یوں کہا کہ میں فلاں مرد کو نہیں چاہتی ہوں تو یہ رد ہے کذا فی الظہیر یہ اور یہی اظہر اقرب الی الصواب ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر اس نے کہا کہ انت اعلم یعنی تو خوب جانتا ہے یا فارسی میں کہا کہ تو بہ دانی یعنی تو بہتر جانتا ہے تو یہ رضامندی نہیں ہے اور اگر کہا کہ یہ تیری رائے کے سپرد ہے تو یہ رضامندی ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک باکرہ سے اس کے چچا کے بیٹے نے اپنے ساتھ نکاح کر لیا حالانکہ باکرہ مذکورہ بالغہ ہے پھر اس کو خبر پہنچی پس وہ خاموش ہو رہی پھر کہا کہ میں راضی نہیں ہوں تو اس کو یہ اختیار ہوگا اس واسطے کہ اس کے چچا کا بیٹا اپنی ذات کے حق میں اصیل[1] تھا اور عورت کی جانب سے فضولی تھا پس امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے قول کے موافق عقد نکاح تمام نہ ہوگا پس عورت کی اول رضامندی کچھ کارآمد نہ ہوگی اور اگر مرد مذکور نے پہلے اس سے اپنے ساتھ نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ خاموش رہی پھر اس نے اپنے ساتھ اس کا نکاح کر لیا تو بالاجماع جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر باپ نے باکرہ بالغہ سے کہا کہ فلاں مرد تجھے بعوض اس قدر مہر کے مانگتا ہے پس باکرہ مذکرہ دو مرتبہ اپنی جگہ سے اچکی حالانکہ وہ خاموش تھی پھر باپ نے اس کا نکاح کر دیا تو جائز ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر ولی نے بدون اس کی اجازت لینے کے اس کا نکاح کر دیا پھر دونوں نے اختلاف کیا یعنی شوہر نے کہا کہ تجھ کو نکاح کی خبر پہنچی تھی پس تو خاموش رہی تھی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے رد کر دیا تھا تو عورت کا قول قبول ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے پھر اگر شوہر نے اس دعوے پر کہ عورت

---

[1] اصیل جو اپنے واسطے عامل ہو۔

مذکورہ وقت خبر پہنچنے کے خاموش رہی تھی گواہ قائم کیے تو وہ اس کی بیوی ہوگی ورنہ دونوں کے درمیان نکاح نہ ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک عورت پر قسم عائد نہیں ہوتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت پر قسم عائد ہوگی کذا فی المحیط اور اسی پر فتویٰ ہے یہ شرح نقایہ شیخ ابوالمکارم میں ہے پس اگر عورت نے قسم سے انکار کیا تو بوجہ نکول کے اس پر ڈگری کی جائے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے شوہر نے اس امر کے گواہ دیئے کہ وقت خبر پہنچنے کے یہ خاموش رہی اور عورت نے اس امر کے گواہ دیئے کہ میں نے رد کر دیا تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے کذا فی المحیط اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم اس کے پاس تھے مگر ہم نے اس کو کچھ بولتے نہیں سنا تو ایسی گواہی سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ ساکت رہی تھی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر شوہر نے گواہ دیئے کہ عورت نے بروقت خبر رسانی کے عقد کی اجازت دے دی اور عورت نے گواہ دیے کہ اس عورت نے خبر پہنچنے کے وقت رد کر دیا ہے تو شوہر کے گواہ مقبول ہوں گے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر باکرہ کے ساتھ اس کے شوہر نے دخول کر لیا ہو پھر عورت نے کہا کہ میں راضی نہیں ہوئی ہوں تو اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور دخول کرنے کا قابو دینا یہ رضامندی قرار دیا جائے گا الا اس صورت میں رضامندی ثابت نہ ہوگی کہ زبردستی اس کے ساتھ یہ فعل کیا ہو پھر اگر اس صورت[1] میں اس نے رد کر دینے کے گواہ قائم کیے تو فتاویٰ فضلیؒ میں مذکور ہے کہ گواہ مقبول ہوں گے اور بعض نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ قبول نہ ہوں گے اس وجہ سے کہ اس کو وطی کر لینے کا قابو دینا عورت کی طرف سے بمنزلہ اقرار رضامندی کے ہے اور اگر رضامندی کا اقرار کر کے پھر رد نکاح کا دعویٰ کرے تو دعویٰ صحیح نہیں ہوتا ہے اور گواہ قبول نہیں ہوتے پس ایسا ہی اس صورت میں ہوگا یہ محیط میں ہے اور اس کے ولی کا قول کہ وہ رضامند ہو گئی ہے مقبول نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ عورت پر زوج کی ملک ثابت ہونے کا اقرار کرتا ہے اور بعد عورت کے بالغ ہونے کے ولی کا اقرار عورت پر نکاح کا صحیح نہیں ہے یہ شرح مبسوط امام سرخسی میں ہے ایک مرد نے اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا اور اس کا راضی ہونا یا نکاح رد کرنا معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ شوہر مر گیا پس وارثان شوہر نے کہا کہ یہ عورت بدوں اپنے حکم کے بیاہ دی گئی ہے اور اس کو نکاح کا حال معلوم نہیں ہوا اور نہ یہ راضی ہوئی پس اس کو میراث نہ ملے گی اور عورت نے کہا کہ میرے باپ نے میرے حکم سے مجھ بیاہ دیا ہے تو عورت کا قول قبول ہوگا اور عورت کو میراث ملے گی اور اس پر عدت واجب ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میرے باپ نے بغیر میرے حکم کے مجھے بیاہ دیا پھر مجھے خبر پہنچی اور میں راضی ہو گئی تو عورت کو مہر نہ ملے گا اور نہ میراث ملے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ثیبہ کا سکوت رضامندی تصور نہیں ہوسکتا:

اگر ثیبہ عورت سے اجازت طلب کی جائے تو زبان سے اس کی رضامندی ضروری ہے اسی طرح اگر اس کو خبر نکاح پہنچے تو بھی زبان سے رضامندی ضروری ہے یہ کافی میں ہے اور جیسے زبان سے اس کی رضامندی متحقق ہوتی ہے مثلاً اس نے کہا کہ میں راضی ہوئی یا میں نے قبول کیا یا تو نے بھلا کام کیا یا کارصواب کیا یا اللہ تعالیٰ تجھ کو یا ہم کو برکت عطا فرمائے یا مثل اس کے اور الفاظ کہے اسی طرح رضامندی بدلالت متحقق ہوتی ہے مثلاً اس نے اپنا مہر طلب کیا یا نفقہ مانگا یا شوہر کو اپنے ساتھ وطی کرنے دی یا مبارکباد قبول کی یا خوشی کا ہنسنا ہنسی بدوں اس کے کہ باستہزاء ہنسی ہو یہ تبیین میں ہے اور ثیبہ جب بیاہ دی گئی پھر بعد نکاح کے اس نے شوہر کا ہدیہ قبول کیا تو یہ[2] رضامندی میں داخل نہیں ہے اسی طرح اگر شوہر کا کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی جیسے پہلے کیا کرتی تھی اور اگر عورت مذکورہ کی رضامندی کے ساتھ اس کا شوہر اس کے ساتھ تخلیہ میں بیٹھا تو اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے اور شیخؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ امر

---

(۱) یعنی اس کے ساتھ دخول کر لیا ہے۔

(۲) یعنی رضامندی نہیں ہے۔

اجازت نکاح میں شمار ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی لڑکی کا پردہ بکارت بسبب اچک کر کودنے یا اور حیض یا زخم یا تعنیس [1] کے زائل ہوگیا تو یہ عورت باکرہ کے حکم میں ہے اور اگر زنا کاری کی وجہ سے زائل ہوگیا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کے سکوت پر اکتفا نہ کیا جائے گا اور اگر باہر لا کر اس پر حد ماری گئی تو صحیح یہ ہے کہ اس کے سکوت پر اکتفا نہ کیا جائے گا اسی طرح اگر زنا کاری اس کی عادت ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے اور اگر باکرہ کا شوہر قبل اس کے کہ اس کے ساتھ وطی کرے مر گیا حالانکہ اس کے ساتھ تخلیہ ہو چکا ہے تو یہ عورت پھر مثل باکرہ عورتوں کے بیاہی جائے گی اسی طرح اگر عنین اور اس کی عورت باکرہ کے درمیان جدائی ہوئی تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر استنجے کے خزف [ا] سے اس کی بکارت زائل ہوئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نکاح فاسد میں اس سے مجامعت کی گئی اور اس کی بکارت زائل ہوئی یا شبہہ میں اس سے وطی کی گئی اور اس کی بکارت زائل ہوئی تو ثیبہ عورت کی طرح اس کا نکاح کیا جائے گا یعنی صریح قول سے اس کی رضامندی لی جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

باب : ۵

اکفاء کے بیان میں

اکفا کی شرعی تفسیر:

قال المترجم: اکفاء جمع کفو بمعنی ہمسر اور شرع میں اس کی تفسیر یہ ہے جو ذیل کے مسائل سے واضح ہے جاننا چاہئے کہ نکاح لازم ہونے کے واسطے مردوں کا عورتوں کے لئے کفو ہونا معتبر ہے کذا فی محیط السرخسی اور مردوں کے واسطے عورتوں کی طرف سے کفو ہونا معتبر ہے یہ بدائع میں ہے پس اگر کسی عورت نے اپنے سے بہتر مرد سے نکاح کر لیا تو ولی کو دونوں میں تفریق کرانے کا اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ مرد کے نیچے اگر ایسی عورت ہو جو اس کے ہمسر نہیں ہے تو ولی کو اس میں کوئی عار لاحق نہ ہوگا یہ شرح مبسوط امام سرخسی میں ہے اور کفاءت کا اعتبار چند چیزوں میں ہے اور از انجملہ نسب ہے پس قریش میں بعض دوسرے بعض کے کفو ہیں چاہے جیسے ہوں حتیٰ کہ جو قریشی ہاشمی نہیں ہے وہ ہاشمی کا کفو ہوگا اور قریش کے سوائے باقی عرب اس قبیلہ قریش کے کفو نہیں ہیں ہاں آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہوں گے اس میں انصاری [۲] و مہاجری برابر ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور بنو باہلہ عامہ عرب کے کفو نہیں ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ سوائے قریش کے تمام عرب باہم کفو ہیں ایسا ہے ابوالبسیر نے اپنی مبسوط میں لکھا ہے یہ کافی میں ہے اور موالی کہ جو غیر عرب ہیں وہ عرب کے کفو نہ ہوں گے ہاں آپس میں بعض موالی دوسرے موالی کے کفو ہیں یہ عنایہ میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جو شخص حسب والا ہے وہ نسب والے کا کفو ہو سکتا ہے چنانچہ مرد عالم فقیہ ایسی عورت کا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہو کفو ہوگا یہ قاضی خان نے جوامع الفقہ میں عتابی نے ذکر کیا ہے۔

کفو کی چند شرائط:

ینابیع میں لکھا کہ عربیہ عورت اور علویہ عورت کا کفو عالم ہوتا ہے مگر اصح یہ ہے کہ علویہ عورت کا کفو عالم نہ ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے از انجملہ [2] آباء کا اسلام چنانچہ جو شخص خود مسلمان ہوا ہے اور اس کے آباء میں کوئی مسلمان نہیں ہے وہ ایسے شخص کا کفو نہ ہوگا

ا خزف بزائے معجمہ سفال ریزہ یعنی مٹی کے برتن کا ٹکڑا اور خزف کی قید تصویر مسئلہ کے واسطے ہے کہ اکثر اسکی سختی اور نوک سے ایسا وقوع میں آنا تصور ہے۔

۲ انصاری جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کی مدد کی اور غالباً مدینہ کے رہنے والے ہیں وہ انصاری کہلاتے ہیں اور جو حضرت کے ساتھ ہجرت کر کے چلے گئے وہ مہاجر ہیں پس انصاری باہم کفو ہیں اور سوائے مہاجرین قریش کے مثل ابو ہریرہ دوسی وغیرہ بھی ان کے کفو ہیں۔

(۱) تعنیس لڑکی کا عرصہ تک بن بیاہی رہنا۔ (۲) یعنی باپ دادا و پردادا وغیرہ۔

جس کا ایک باپ بھی مسلمان ہوا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جس کا ایک باپ مسلمان گزرا ہے وہ ایسے کا کفو نہ ہوگا جس کے دو یا زیادہ باپ مسلمان گزرے ہیں یہ بدائع میں ہے اور جو مرد خود مسلمان ہوا ہے وہ ایسی عورت کا کفو نہ ہوگا جس کے دو یا تین باپ اسلام میں گزرے ہیں ہاں اپنے مثل عورت کا کفو ہوگا اور یہ حکم ایسی جگہ کے واسطے ہے جہاں زمانہ اسلام دراز گزرا ہے اور اگر زمانہ قریب ہو کہ اس بات کا عار[1] نہ گنا جائے اور یہ امر عیب نہ شمار کیا جائے تو وہ کفو ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور جس مرد کے دو باپ اسلام میں آئے ہیں وہ ایسی عورت کا کفو ہوگا جس کی تین پشتیں یا زیادہ اسلام میں گزری ہیں یہ محیط میں ہے اور جو عیاذاً باللہ تعالیٰ مرتد ہو کر پھر مسلمان ہو گیا وہ ایسی عورت کا کفو ہوگا جو کبھی مرتد نہیں ہوئی ہے یہ قنیہ میں ہے اور ازانجملہ حریت میں کفاءت معتبر ہے پس مملوک[ا] چاہے جیسا مملوک ہو آزادہ عورت کا کفو نہیں ہے اور اسی طرح جس کا باپ آزاد ہوا ہو وہ اصلی آزادہ عورت کا کفو نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

آزاد شدہ مرد اپنے مثل آزاد شدہ عورت کا کفو ہوتا ہے کذا فی شرح الطحاوی اور جس کا باپ آزاد ہوا ہے وہ ایسی عورت کا کفو نہیں ہے جس کی دو پشتیں آزادی میں گزری ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو مرد اپنے دادا سے آزاد مسلمان میں ہے یعنی اس کا دادا آزاد مسلمان پیدا ہوا ہے وہ ایسی عورت کا کفو ہے جس کے آباواجداد آزاد مسلمان ہوں اور اگر اس مرد کا دادا آزاد کیا گیا ہو یا کافر ہو پھر مسلمان ہو گیا ہو تو عورت مذکورہ کا کفو نہ ہوگا اور جو مرد آزاد کیا گیا ہے وہ ایسی عورت کا کفو نہ ہوگا جس کی ماں اصلی حرہ ہے اور باپ آزاد شدہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے یہ عتابیہ میں ہے اور ذلیل قوم کا آزاد شدہ غلام ایسی عورت کا کفو نہیں ہے جو شریف قوم کی آزاد شدہ باندی ہو اس واسطے کہ ولاء بمنزلہ نسب کے ہے چنانچہ بنی ہاشم کی آزاد شدہ باندی نے اگر کسی عربی کے آزاد شدہ غلام سے نکاح کیا تو اسکے آزاد کرنے والے کو حق تعرض[2] حاصل ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے بلکہ بنی ہاشم کی آزاد کردہ شدہ باندی قریش کے آزاد کردہ شدہ غلام کی کفو نہیں ہے یہ تمر تاشی میں ہے اور شریف قوم کی آزاد شدہ باندی موالی[3] غیر عرب کی کفو ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور عجمیوں کے حق میں کفاءت کا اعتبار حریت و اسلام کی راہ سے ہے اس واسطے کہ عجمی انہیں دونوں باتوں سے فخر کرتے ہیں نہ نسب سے یہ تبیین میں ہے اور حق عرب میں باپ کا اسلام شرط نہیں ہے یہ محیط میں ہے پس اگر ایسے عربی نے جس کا باپ کافر ہے ایسی عربیہ عورت سے نکاح کیا جس کے آباء مسلمان ہیں تو وہ کفو ہوگا اور رہی آزادی سو وہ عرب کے حق میں لازم ہے اس واسطے کہ ان کا رقیق کرنا جائز نہیں ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور ازانجملہ مال میں کفاءت معتبر ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مہر و نفقہ کا مالک ہو اور یہی ظاہر الروایہ کے موافق معتبر ہے حتیٰ کہ جو شخص مہر و نفقہ دونوں کا یا ایک کا مالک نہیں ہے وہ کفو نہ ہوگا کذا فی الہدایہ چاہے عورت خوش حال ہو یا تنگدست ہو کذا فی التجنیس والمزید اور اس سے زیادہ ہونا اعتبار نہیں کیا گیا ہے حتیٰ کہ جو مرد مہر و نفقہ کا مالک ہے وہ عورت کا کفو ہوگا اگرچہ یہ عورت مال کثیر رکھتی ہو اور یہی صحیح مذہب ہے اور اگر مرد کمائی کر کے عورت کا نفقہ دے سکتا ہے اور مہر پر

ا مملوک...... یعنی محض مملوک کہ قن ہو یا مدبر یا مکاتب و معتق البعض۔

۲ قال المترجم بعضوں نے وجہ تعلیل یوں بیان کی ہے کہ عجم نے تضییع انساب کر دی ہے پس ظاہراً بنا براس تعلیل کے ضیعوا انسابہم کے یہ معنی ہوں گے کہ انساب کو کھویا یا پست رکھا ہے اور اس کی کچھ قدر نہ کی بلکہ حریت و اسلام کی قدر کی ہے لہٰذا انہیں کی راہ سے افتخار کرتے ہیں۔

(۱) دو پشت باپ دادا یا زیادہ۔

(۲) یعنی منع و فسخ کر سکتا ہے۔

(۳) لفظ مشترک بمعنی آزاد کیا ہوا اور بمعنی آزاد کرنے والا۔

قدرت نہ رکھتا ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور عامہ مشائخ کا یہ قول ہے کہ وہ کفو نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور واضح ہو کہ مہر سے مراد اس مقام پر مہر معجل ہے یعنی اس قدر مہر جس کا فی الحال دینا رواج میں ہو اور باقی مہر کا اعتبار نہیں ہے اگرچہ وہ بھی فی الحال ٹھہرا ہو یہ تبیین میں ہے اور شیخ ابونصر نے قرار دیا کہ نفقہ میں ایک سال کا روزینہ معتبر ہے اور شیخ نصیر فرماتے تھے کہ ایک مہینہ کا روزینہ معتبر ہے اور یہی اصح ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر مہر دینے پر قادر ہو اور ہر روز اس قدر کماتا ہو کہ عورت کے نفقہ کے واسطے کفایت کرتا ہے تو اس کا کفو ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔

حرفہ میں کفاءت معتبر نہیں:

اہل حرفہ کے حق میں یہ قول امام ابو یوسفؒ کا احسن ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور نفقہ پر قادر ہونا جب ہی معتبر ہے کہ جب عورت بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ ہو کہ جماع کرنے کے لائق ہو اور اگر ایسی صغیرہ ہو کہ قابل جماع نہ ہو تو مرد کے حق میں نفقہ پر قادر ہونا معتبر نہیں ہے اس واسطے کہ ایسی صورت میں مرد پر نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے پس خالی مہر پر قادر ہونے کا اعتبار ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد نے جو فقیر ہے ایک عورت سے نکاح کر لیا پھر اس عورت نے اس کو مہر معاف کر دیا تو مرد مذکور اس کا کفو نہ ہو جائے گا اس واسطے کہ مہر پر قادر ہونے کا اعتبار عقد واقع ہونے کی حالت میں ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی صغیرہ بہن کا نکاح ایسے صغیر طفل سے کر دیا جو نفقہ دینے پر قادر اور مہر دینے پر قادر نہیں ہے پھر اس کے باپ نے اس نکاح کو قبول کیا حالانکہ باپ غنی ہے تو عقد جائز ہوگا اس واسطے کہ طفل مذکور اپنے باپ کے غنی ہونے سے حق مہر میں غنی قرار دیا جائے گا نہ حق نفقہ میں اس واسطے کہ عادت یوں جاری ہے کہ لوگ اپنے صغیر لڑکوں کی بیویوں کا مہر اٹھا لیتے ہیں اور نفقہ اٹھاتے ہیں یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مرد پر بقدر مہر کے قرضہ ہو اور اسی قدر مال اس کے پاس ہے تو وہ کفو ہوگا اس واسطے کہ اس کو اختیار ہے کہ دین مہر و دین دیگر دونوں سے جس کو چاہے ادا کرے یہ نہر الفائق میں ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ دیانت میں کفاءت معتبر ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے پس مرد فاسق عورت صالحہ کا کفو نہ ہوگا کذا فی المجمع خواہ مرد مذکور یا علان فسق کا مرتکب ہو یا ایسا نہ ہو یہ محیط میں ہے اور سرخسی نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہؒ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ پرہیز گاری کی راہ سے کفات کا اعتبار نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے ایک مرد نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح کسی مرد کے ساتھ بدین گمان کہ وہ شرابخوار نہیں ہے کر دیا پھر باپ نے اس کو دائمی شرابخوار پایا پھر جب لڑکی بالغ ہوئی تو اس نے کہا کہ میں نکاح پر راضی نہیں ہوتی ہوں پس اگر باپ کو اس کے شرابخوار ہونے کا حال معلوم نہ ہوا تھا اور عامہ اہل بیت اس کے پرہیز گار ہیں تو نکاح باطل ہو جائے گا اور مسئلہ یہ بالاتفاق ہے کذا فی الذخیرہ اور اختلاف درمیان امام ابو حنیفہؒ و ان کے دونوں شاگردوں کے ایسی صورت میں ہے کہ باپ نے دختر کا نکاح ایسے مرد سے کر دیا جس کو وہ غیر کفو جانتا ہے پس امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ باپ کامل الشفقة و افرالرائے ہے پس ظاہر یہ ہے کہ اس نے بخوبی فکر و تامل کے بعد غیر کفو کو بہ نسبت کفو کے زیادہ لائق پایا ہے یہ محیط میں ہے پھر واضح ہو کہ پرہیز گاری کی کفات ابتدائے نکاح میں معتبر ہے اور بعد نکاح کے اس کا استمرار معتبر نہیں ہے چنانچہ اگر مرد نے کسی

ل قولہ اعتبار نہیں...... مترجم کہتا ہے کہ بنظر اصول و دلائل کے جس کو لیاقت ہے۔ بخوبی جانتا ہے کہ شرع میں نسبی کفو کچھ چیز نہیں ہے بلکہ حدیث صحیح میں تہدید و مذمت ہے کہ دیندار پسندیدہ سے تزوج نہ کرو گے تو ملک میں بہت فساد ہوگا پھر معجزہ کے طور پر یہ بھی آگاہ فرمایا ہے کہ میری امت سے بھی نسبی فخر نہ جائے گا جب یہ معلوم ہوا تو فقہاء نے دیکھا کہ زوجہ و شوہر میں بوجہ جہل نسبی شے کے نفاق رہتا ہے اور وہ حرام ہے تو انہوں نے رفع حرج کے لئے کفو نکالا اسی واسطے جب اولیائے خاندان معترض ہوں تب نکاح فسخ کرنے سے فسخ ہوتا ہے فافظ اور تمام تحقیق عین الہدایہ میں ہے۔

عورت سے نکاح کیا اور حالت نکاح میں اس کا کفو ہے پھر مرد مذکور فاجر و ظالم و راہزن ہو گیا تو نکاح فسخ نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے از انجملہ امام ابو حنیفہؒ سے ظاہر الروایہ کے موافق حرفہ میں کفاءت معتبر نہیں ہے چنانچہ بیطار[1] مرد قوم عطار کی عورت کا کفو ہوگا اور امام اعظمؒ سے ایک روایت کے موافق اور صاحبینؒ کے قول کے موافق جس کا پیشہ دنی و ذلیل ہو جیسے بیطار و حجام[2] و جولاہا و بھنگی و موچی تو وہ عطار و بزاز و صراف کا کفو نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اسی طرح نائی بھی ان پیشہ وروں کا کفو نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور امام ابو یوسفؒ کا قول مروی ہے کہ جب دو پیشے باہم متقارب ہوں تو ادنیٰ تفاوت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور کفو ثابت ہوگا چنانچہ جولاہا پچھنے لگانے والے کا کفو ہوگا اور موچی بھی بھنگی کا کفو ہوگا اور پیتل کے برتن بنانے والا لوہار کا کفو ہوگا اور عطار بھی بزار کا کفو ہوگا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں ہے قال المترجم یہ صرف اپنے اپنے ملک کا ہے اور اصل یہ ہے کہ عرف میں جن کو رذیل پیشہ جانتے ہوں وہ رذیل ہیں اور جن کو قریب قریب و مساوی جانتے ہوں وہ رواج پر ہیں اور اسی پر فتویٰ دینا لائق و اصلح ہے فافہم اور کفو ہونے میں جمال و خوبصورتی کا اعتبار نہیں ہے یہ قاضی خان میں ہے اور صاحب کتاب النصیحہ نے فرمایا کہ اولیائے عورت کو چاہئے کہ حسن و جمال میں بھی یکساں ہونا ملحوظ رکھیں یہ تاتارخانیہ میں حجتہ سے منقول ہے قال المترجم یہ اصلح و اوفق ہے خصوصاً اس زمانہ فاسد میں مجانست بعض امور طبیہ مثل تناسب اجسام وغیرہ بھی ضرورت مرعی ہونی چاہئے ہیں اگرچہ یہ امر لوگوں کے نزدیک مستعجب ہے مگر استعجاب بر بنائے اوہام شیطان ہے اور در واقع اس زمانہ کے لوگوں کے حق میں اصلح و اوفق ہے: وفیہ اصلاحھم من الفساد وما یدعوہم الیہ ولا یھتدی الیہ الا من رزق المعرفة بالناس وما نزل بھم حدلموفق والہادی فاستقم[3]۔ اور عقل کی راہ سے کفو ہونے میں اختلاف ہے اور بعض نے فرمایا کہ عقل کی راہ سے کفو ہونے کا اعتبار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے پھر واضح ہو کہ اگر عورت نے غیر کفو سے اپنا نکاح کر لیا تو امام اعظمؒ سے ظاہر الراوایہ کے موافق نکاح صحیح ہوگا اور پہلی آخر قول امام ابو یوسفؒ کا اور یہی آخر قول امام محمدؒ کا ہے حتیٰ کہ جب تک قاضی کی طرف سے بر بنائے خصومت اولیاء دونوں میں تفریق نہ واقع ہوئی ہو تب تک طلاق و ظہار و ایلاء و باہمی وراثت وغیرہ احکام نکاح ثابت ہوں گے ولیکن اولیاء عورت کو اعتراض کا استحقاق ہے اور حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ نکاح منعقد نہ ہوگا اور اسی کو ہمارے بہت سے مشائخ نے اختیار کیا ہے کذا فی المحیط اور ہمارے زمانہ میں فتویٰ کی واسطے یہی روایت حسنؒ کی مختار ہے اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ حسنؒ کی روایت اقرب باحتیاط ہے یہ فتاویٰ قاضی خان کے شرائط نکاح میں ہے اور بزاریہ میں مذکور ہے کہ برہان الائمہ نے ذکر فرمایا کہ بنا بر قول امام اعظمؒ کے فتویٰ اس امر پر ہے کہ نکاح جائز ہوگا خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور یہ سب ایسی صورت میں ہے کہ جب عورت کا کوئی ولی ہو اور اگر نہ ہو تو بالاتفاق نکاح صحیح ہوگا یہ نہر الفائق میں ہے اور ایسے نکاح میں دونوں میں تفریق کا وقوع بدوں حکم قاضی کے نہ ہوگا اور اگر قاضی نے فسخ نہ کیا تو دونوں میں کسی طرح سے نکاح فسخ نہ ہوگا اور یہ جدائی بدون طلاق[4] ہوگی چنانچہ اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو عورت مذکورہ کو کچھ مہر نہ ملے گا کذا فی المحیط اور اگر مرد نے اس کے ساتھ دخول کر لیا یا خلوت صحیحہ ہوگئی تو شوہر پر پورا مہر مسمیٰ واجب ہوگا اور نفقہ عدت واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب

---

[1] بیطار جو لوگ جانوروں کا علاج کرنا جانتے ہیں۔ [2] پچھنے لگانے والا۔

[3] یعنی اہل ایمان میں نکاح ثانی سے بہت بچاؤ تھا جب مرد و عورت میں موافقت نہ ہوتی تو ہر ایک اپنا دوسرا نکاح کر لیتا پھر شیطان نے اس سے عار دلایا اور اب عمر بھر فسق و فساد میں مبتلا ہوتے ہیں لہٰذا اول سے ضروری موافقت دیکھ لینا چاہئے۔

[4] بدوں طلاق یعنی محض فسخ ہے اور طلاق نہیں ہے۔

ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

غیر کفو سے نکاح کن صورتوں میں معتبر ہوگا؟

قاضی کے سامنے اس مقدمہ کا مرافعہ وہی مرد کرے گا جو اس عورت کے محارم میں سے ہے یعنی جس کے ساتھ کبھی نکاح جائز نہیں ہوسکتا ہے یہ بعض مشائخ کا قول ہے اور بعضے مشائخ کے نزدیک محارم وغیرہ محارم اس میں یکساں ہیں چنانچہ چچا کا بیٹا اور جو اس کے مثل ہو اس کا مرافعہ کرسکتا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور یہ ولایت ذوی الارحام کے واسطے ثابت نہ ہوگی بلکہ فقط عصبات کے واسطے ثابت ہوگی یہ خلاصہ کی جنس خیار البلوغ میں ہے اور اگر کسی عورت نے غیر کفو سے نکاح کرلیا اور اس کے ساتھ دخول کیا اور پھر ولی کی نالش سے قاضی نے دونوں میں تفریق کرادی اور مرد پر مہر واجب کیا اور عورت پر عدت لازم کردی پھر مرد نے اس عورت سے عدت میں بدوں ولی کے نکاح کیا اور پھر قبل دخول کے قاضی نے دونوں میں تفریق کرادی تو مرد پر عورت کے واسطے دوسرا مہر پورا واجب ہوگا اور عورت پر از سرنو دوسری عدت واجب ہوگی یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ امام سرخسی کی شرح مبسوط میں ہے اور اگر عورت نے بدوں رضائے ولی کے غیر کفو سے نکاح کرلیا پھر ولی نے اس کا مہر وصول کیا اور اس کو شوہر کے پاس رخصت کردیا تو یہ امر اس ولی کی جانب سے رضامندی و تسلیم عقد ہوگا اور اگر مہر پر قبضہ کیا اور عورت کو رخصت نہ کیا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ بھی رضامندی و تسلیم عقد ہے اور اگر مہر وصول نہیں کیا ہے ولیکن عورت کی وکالت سے عورت کے نفقہ و تقدیر مہر میں اس کے شوہر سے مخاصمہ کیا تو استحساناً یہ امر اس کی طرف سے رضامندی و تسلیم عقد قرار دیا جائے گا اور یہ اس صورت میں ہے کہ ولی کے مہر و نفقہ میں شوہر سے مخاصمہ کرنے سے پہلے غیر کفو ہونا قاضی کے نزدیک ثابت ہو اور اگر قبل اس کے قاضی کے نزدیک یہ امر ثابت نہ ہو تو قیاساً و استحساناً یہ امر اس کی طرف سے رضامندی و تسلیم نکاح نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور ولی اگر جدائی کرانے کے مطالبہ سے خاموش رہے تو اس کا حق فسخ کرانے کا باطل نہ ہو جائے گا اگرچہ زمانہ دراز گزر جائے لیکن اگر عورت مذکورہ سے بچہ پیدا ہو جائے تو حق جاتا رہے گا یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔

جب عورت کے اس غیر کفو سے بچہ پیدا ہو تو اولیائے عورت کو حق فسخ حاصل نہ رہے گا لیکن مبسوط شیخ الاسلام میں مذکور ہے کہ اگر عورت نے غیر کفو سے نکاح کرلیا اور ولی کو اس کا حال معلوم ہوا مگر وہ خاموش رہا یہاں تک کہ اس سے چند اولاد ہوئی پھر ولی کی رائے میں آیا کہ مخاصمہ کرے تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں تفریق کرا دے یہ نہایہ میں ہے اور اگر عورت نے غیر کفو سے نکاح کرلیا اور اولیاء میں سے کوئی ولی راضی ہوا تو پھر اس ولی کو یا جو اس کے مرتبہ میں ہیں اور جو اس سے نیچے درجے کے ہیں فسخ حق حاصل نہ ہوگا مگر جو اس سے اونچے درجہ کے ولی ہیں ان کو حق فسخ حاصل رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اسی طرح اگر کسی ولی نے اولیاء میں سے خود برضامندی عورت اس کا نکاح کردیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ولی نے غیر کفو سے اس کا نکاح کردیا اور مرد نے اس سے دخول کیا پھر شوہر نے اس کو طلاق بائن دے دی پھر عورت مذکورہ نے اسی شوہر سے بدوں ولی کے نکاح کیا تو ولی کو فسخ کرانے کا اختیار ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر شوہر نے اس کو طلاق رجعی دے کر بغیر رضامندی ولی کے اس سے مراجعت کرلی تو ولی کو جدائی کرانے کا استحقاق حاصل نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے منتقیٰ میں بروایت ابن سماعہؒ کے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ ایک عورت ایک مرد غیر کفو کے تحت میں ہے پس اس عورت کے بھائی نے اس معاملہ میں نالش کی اور اس عورت کا باپ بغیبت منقطعہ[1] غائب ہے یا کسی دوسرے ولی نے نالش کی

---

[1] غیبت منقطعہ ایک مہینہ یا قدر سفر یا مخفی روپوش۔

حالانکہ اس سے اونچے رتبہ کا ولی موجود ہے مگر وہ بغیبت منقطعہ غائب ہے پس شوہر نے دعویٰ کیا کہ اونچے درجہ کے ولی نے جو کہ غائب ہے اس کو میرے ساتھ بیاہ دیا ہے تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس پر گواہ قائم کرے پس اگر اس نے گواہ قائم کئے تو گواہ قبول ہوں گے اور ان سے اونچے درجہ کے ولی پر ثبوت[1] ہوگا اور اگر وہ گواہ قائم نہ کر سکا تو دونوں میں جدائی کرا دی جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے منتقی میں براویت بشرؒ از امام ابو یوسفؒ مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی صغیرہ باندی کا نکاح ایک مرد کے ساتھ کر دیا پھر دعویٰ کیا کہ میری بیٹی ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا اور نکاح بحال خود باقی رہے گا بشرطیکہ شوہر اس کا کفو ہو اور اگر کفو نہ ہو تو بھی قیاساً نکاح لازم ہوگا اس واسطے کہ خود ہی مدعی نسب نے اس کا نکاح کر دیا ہے اور یہی ولی ہے اور اگر اس نے کسی شخص کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیٹی ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ اگر شوہر کفو ہے تو نکاح رہے گا اور اگر بغیر کفو ہے تو بھی قیاساً لازم ہوگا کیونکہ اس کو ولی مالک نے بیاہ دیا ہے اور کتاب الاصل کے ابواب النکاح میں مذکور ہے کہ ایک غلام نے باجازت اپنے مولیٰ کے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور وقت عقد کے آگاہ نہ کیا کہ میں غلام ہوں یا آزاد ہوں اور عورت و اس کے اولیاء کو بھی اس کا آزاد یا غلام ہونا معلوم نہ ہوا پھر معلوم ہوا کہ وہ غلام ہے پس اگر عورت خود ہی مباشر نکاح ہو تو اس کو خیار حاصل نہ ہوگا لیکن اس کے اولیاء کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اس کے اولیاء مباشر نکاح ہوں اور باقی مسئلہ بحالہا ہو تو عورت و اولیاء دونوں کو خیار حاصل نہ ہوگا اور اگر غلام مذکور نے خبر دی ہو کہ میں آزاد ہوں اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اولیاء کو اختیار حاصل ہوگا پس یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ عورت نے اگر اپنے آپ کو کسی مرد کے نکاح میں دیا اور اپنا کفو ہونے کی شرط نہ لگائی اور یہ نہ جانا کہ وہ کفو یا غیر کفو ہے پھر اس کو معلوم ہوا کہ مرد اس کا کفو نہیں ہے تو اس عورت کو خیار نہ ہوگا لیکن اس کے اولیاء کو خیار حاصل ہوگا اور اگر اولیاء نے عقد نکاح قرار کر دیا اور عورت کی رضامندی سے عقد باندھا اور یہ نہ جانا کہ یہ مرد اس کا کفو ہے یا نہیں ہے تو عورت و اولیاء دونوں میں سے کسی کو خیار حاصل نہ ہوگا لیکن اگر مرد مذکور نے ان کو دھوکا دیا اور آگاہ کیا ہو کہ میں اس کا کفو ہوں یا نکاح میں کفو ہونے کی شرط کی گئی ہو پھر ظاہر ہوا کہ وہ کفو نہیں ہے تو اولیاء و عورت کو خیار حاصل ہوگا اور شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ مرد مجہول النسب[2] عورت معروف النسب کا کفو ہے فرمایا کہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

نسب کو خلط کر کے نکاح کرنا:

اگر مرد نے عورت سے اپنے نسب کے سوائے دوسرا نسب بیان کیا پھر اگر بعد نکاح کے اس کا نسب ظاہر ہوا اور وہ ایسا نکلا کہ عورت کا کفو نہیں ہے تو عورت و اس کے ولیوں سب کو خیار فسخ حاصل ہوگا اور اگر اس کا کفو نکلا تو حق فسخ فقط عورت کے واسطے حاصل ہوگا اس کے اولیاء کے واسطے ثابت نہ ہوگا اور اگر ایسا نسب ظاہر ہوا کہ وہ بیان کئے ہوئے نسب سے بھی بالا ہے تو حق فسخ کسی کے واسطے حاصل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے مرد کو دھوکا دیا کہ اپنے نسب کے سوائے دوسرا نسب بیان کیا تو شوہر کو خیار فسخ حاصل نہ ہوگا بلکہ وہ اس کی بیوی ہے چاہے رکھے اور چاہے طلاق دے دے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر زید نے کسی عورت سے بدیں اقرار نکاح کیا کہ وہ زید بن خالد ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ خالد کا باپ کی طرف سے بھائی ہے یا باپ کی طرف سے چچا ہے تو عورت کو حق فسخ حاصل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی مرد نے ایک عورت مجہول النسب سے بیاہ کیا پھر اولاد قریش میں سے ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ عورت میری بیٹی ہے اور قاضی نے اس عورت کا نسب اس مدعی سے ثابت کر دیا اور اس کی دختر قرار دیا اور اس کا شوہر مرد حجام ہے پس اس کے اس باپ

---

[1] ثبوت ہوگا کہ اس نے بیاہ دیا ہے۔

[2] قولہ مجہول النسب جس کا نسب معلوم نہ ہوتا ہو کہ کس کا بیٹا ہے اور معروف النسب اس کے برخلاف ہے۔

کو اختیار ہوگا کہ اس کے شوہر سے جدائی کرادے اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ یہ ہوا کہ اس عورت مذکورہ نے اقرار کیا کہ میں فلاں مرد کی مملوکہ باندی ہوں تو اس کے اس مولیٰ کو نکاح باطل کرانے کا اختیار نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور جب عورت نے کسی غیر کفو سے نکاح کر لیا پس آیا اس کو یہ اختیار ہے کہ تا رضامندی اپنے اولیاء کے اپنے آپ کو شوہر کے تحت میں دینے سے انکار کرے تو فقیہ ابواللیث نے فتویٰ دیا کہ عورت کو ایسا اختیار ہے اگرچہ یہ خلاف ظاہر الروایہ ہے اور بہت سے مشائخ نے ظاہر الروایہ کے موافق فتویٰ دیا ہے کہ عورت کو ایسا اختیار نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنا نکاح کر لیا اور مہر مثل سے اپنا مہر کم رکھا تو اس کے ولی کو اس پر اعتراض پہنچتا ہے یہاں تک کہ شوہر مہر مثل پورا کرے یا اس کو جدا کر دے پس اگر قبل دخول کے اس کو جدا کر دیا تو عورت مذکورہ کو کچھ مہر نہ ملے گا اور اگر بعد دخول کے جدا کیا تو عورت مذکورہ کو مہر مسمیٰ ملے گا اور اسی طرح اگر جدائی سے پہلے دونوں میں سے کوئی مر گیا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ نے دیا کہ ولی کو اعتراض کا استحقاق نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور ایسی جدائی اور تفریق سوائے حضور قاضی کے نہیں ہو سکتی ہے اور جب تک قاضی باہمی تفریق کا حکم صادر نہ فرمائے تب تک احکام نکاح مثل طلاق و ظہار و ایلاء و میراث وغیرہ برابر ثابت ہوں گے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر سلطان نے کسی شخص کو مجبور کیا کہ وہ فلاں عورت کو جس کا وہ ولی ہے اس کے مہر مثل سے کم مقدار پر فلاں مرد کفو کے ساتھ بیاہ دے اور عورت مذکورہ اس پر راضی ہو گئی پھر یہ اکراہ و اجبار جو سلطان کی طرف سے تھا زائل ہو گیا تو ولی کو اس کے شوہر کے ساتھ خصومت کا اختیار ہوگا تا آنکہ اس کا شوہر اس کے مہر مثل کو پورا کرے گا یا قاضی دونوں میں تفریق کرادے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ولی کو یہ استحقاق نہ ہوگا اور اسی طرح اگر عورت بھی مہر مثل سے کم مقدار پر نکاح کرنے پر مجبور کی گئی پھر اکراہ و اجبار زائل ہو گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو مع اس کے ولی کے مہر کی بابت خصومت کا اختیار ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک حق خصومت فقط عورت کو حاصل ہوگا اور ولی کو حاصل نہ ہوگا یہ محیط کی فصل معرفۃ الاولیاء کے متصلات میں ہے اور اگر کوئی عورت اس امر پر مجبور کی گئی کہ اپنے مہر مثل پر اپنے کفو کے ساتھ نکاح کرے پھر اکراہ زائل ہو گیا تو عورت کو اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر عورت مذکورہ غیر کفو سے یا مہر مثل سے کم مقدار پر نکاح کرنے پر مجبور کی گئی پھر اکراہ[1] زائل ہوا تو عورت مذکورہ کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کن صورتوں میں عورت کے اولیاء کو بوجوہ اکراہ کیے گئے نکاح پر اعتراض کا حق باقی رہے گا؟

اگر کسی شخص نے کسی عورت کو نکاح کرنے پر مجبور کیا پس عورت نے ایسا کیا تو عقد جائز ہوگا اور اکراہ کرنے والے پر کسی حال میں ضمان عائد نہ ہوگی پھر دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا شوہر اس کا کفو ہے اور مہر مسمیٰ اس کے مہر مثل سے زائد یا مساوی ہے تو عقد جائز ہوگا اور اگر مہر مثل سے کم ہوا اور عورت نے درخواست کی کہ میرا مہر مثل پورا کرایا جائے تو اس کے شوہر سے کہا جائے گا کہ چاہے اس کا مہر مثل پورا کر دے یا اس کو چھوڑ دے پس اگر شوہر نے اس کا مہر مثل پورا کر دیا تو خیر بہتر ہے ورنہ اگر چھوڑا تو دیکھا جائے گا کہ اگر قبل دخول کے چھوڑا ہے تو مرد مذکور پر کچھ لازم نہ ہوگا اور اگر مرد مذکور نے اس کے ساتھ ایسی حالت میں دخول کر لیا ہے کہ وہ مکرہ مجبور تھی تو یہ امر اس مرد کی طرف سے اس کی رضامندی ہوگی کہ اس کا مہر مثل پورا کرے گا اور اگر عورت کی رضامندی سے اس کے ساتھ دخول کیا ہے تو یہ امر عورت کی طرف سے مہر مسمیٰ پر رضامندی ہوگی لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کے اولیاء کو عورت پر اعتراض کا

[1] اکراہ درحقیقت ایسے شخص سلطان وغیرہ کی طرف سے جو جان مارنے یا ہاتھ کاٹنے وغیرہ پر قادر ہو اور دھمکائے برخلاف اس کے کوڑے مارنے وغیرہ پر دھمکی اور باب الاکراہ میں غور سے دیکھو مع مسائل متفرقہ۔

استحقاق ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک اولیاء کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ سب اس صورت میں ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو اور اگر شوہر مذکور اس کا کفو نہ ہو تو عورت کے اولیاء کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں تفریق کرا دیں پھر اگر شوہر اس کے ساتھ دخول کر چکا ہے پس اگر عورت کے اکراہ کی حالت میں دخول کر لیا ہے تو مرد مذکور پر مہر مثل لازم ہوگا اور بوجہ کفو نہ ہونے کے اولیاء کا اعتراض ہنوز باقی رہے گا اور اگر عورت سے اس کی رضامندی کے ساتھ وطی کی ہے تو مہر مسمّی لازم ہوگا اور اس سے زیادہ نہ دلایا جائے گا اور یہ امر عورت کی طرف سے نکاح پر اس کی رضامندی شمار کیا جائے گا اس واسطے کہ عورت کا اپنے اوپر وطی کے واسطے قابو دینا عقد کی اجازت ہے جیسے اس نے یوں کہا کہ میں راضی ہوگئی اور ہر دو خیار جو عورت کے واسطے ثابت تھے یعنی بسبب عدم کفو ہونے کے تفریق کرانے کا اور مہر کم ہونے کی وجہ سے پورا کرانے کا یہ دونوں خیار ساقط ہو جائیں گے لیکن اس کے اولیاء کو امام اعظمؒ کے نزدیک نقصان مہر وغیرہ کفو ہونے کی وجہ سے تفریق کا خیار اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط غیر کفو ہونے کی وجہ سے تفریق کا خیار باقی رہے گا اور اگر قبل دخول کے دونوں میں تفریق واقع ہوئی تو شوہر پر کچھ لازم نہ ہوگا یہ کتاب الاکراہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی اولاد صغیر کو غیر کفو کے ساتھ بیاہ دیا مثلاً اپنے پسر کو کسی باندی کے ساتھ یا دختر کو کسی غلام کے ساتھ بیاہ دیا یا غبن[1] فاحش یعنی خسارہ کثیر کے ساتھ بیاہ دیا مثلاً دختر کو اس کے مہر مثل سے کم پر بیاہ دیا یا پسر کی بیوی کا مہر زائد باندھا تو جائز ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے یہ تبیین میں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک زیادتی یا نقصان صرف اسی قدر جائز ہوگا جس قدر لوگ خسارہ اٹھا لیتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ اصل نکاح صحیح ہوگا اور اصح یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک نکاح باطل ہوگا کذا فی الکافی اور امام ابوحنیفہؒ کا قول صحیح ہے یہ حضرات میں ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ ایسا کرنا سوائے باپ و دادا کے دوسرے کی طرف سے نہیں جائز ہے اور نیز قاضی کی طرف سے بھی نہیں جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ باپ کا یہ فعل اختیار کرنا از راہ مجانت یا فسق نہ ہو اور اگر براہ فسق و مجانت اس کی طرف سے معلوم ہو تو بالاجماع نکاح باطل ہوگا اور اسی طرح اگر وہ نشہ میں مدہوش ہو تو بھی دختر کے حق میں اس کی تزویج بالاجماع صحیح نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر زیادتی یا نقصان صرف اسی قدر ہو کہ جس قدر ایسے امور میں لوگ برداشت کر جاتے ہیں تو بالاتفاق نکاح جائز ہوگا اور اگر ایسی صورت میں سوائے باپ و دادا کے دوسرے کسی ولی نے کیا تو بھی یہی حکم[(1)] ہے یہ محیط میں ہے۔

باب: ⑥

وکالتِ بنکاح وغیرہ کے بیان میں

وکیل کو کہاں تک استحقاق حاصل ہوتا ہے؟

نکاح کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے اگرچہ بحضور گواہاں نہ ہو یہ تاتارخانیہ میں تجنیس خواہرزادہ سے منقول ہے ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ جس سے تیرا جی چاہے میرا نکاح کر دے تو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا مختار نہ ہوگا یہ تجنیس و مزید میں ہے ایک مرد نے ایک عورت کو وکیل کیا کہ میرا نکاح کر دے پس عورت مذکورہ نے اپنے آپ کو اس کے نکاح میں کر دیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کسی شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ فلاں عورت معینہ سے بعوض اس قدر مہر کے میرا نکاح کر دے پس وکیل نے

---

[1] غبن فاحش جس کو کوئی اندازہ کرنے والا دانائے کار اندازہ نہ کرے اور اگر اندازہ کرنے والوں میں سے کوئی بھی اندازہ کرے تو غبن یسیر ہے اور مترجم کا ترجمہ بنظر سہولت ہر مقام پر ایسا ہی ہے جیسا یہاں دونوں الفاظ کا مذکور ہے۔

(1) یعنی بالاتفاق جائز ہے۔

بعوض مہر مذکور کے اپنے ساتھ اس کا نکاح کر لیا تو وکیل کے واسطے نکاح جائز ہوگا یہ محیط میں ہے ایک عورت نے ایک مرد کو بایں طور وکیل کیا کہ میرے امور میں تصرف کرے پس مرد مذکور نے اپنے ساتھ اس کا نکاح کر لیا پس عورت نے کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ خرید و فروخت کے امور میں تصرف کرے تو یہ نکاح جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ اگر عورت اس کو اپنا نکاح کر دینے کا وکیل کرتی تو اپنے ساتھ نکاح کر لینے کا مختار نہ تھا تو ایسی صورت میں بدرجہ اولیٰ روا نہ ہوگا یہ تجنیس و مزید میں ہے ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ اپنے ساتھ میرا نکاح کر لے پس مرد نے کہا کہ میں نے فلاں عورت کو اپنے نکاح میں لیا تو نکاح جائز ہوگا اگرچہ عورت مذکور پھر یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کیا یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے ساتھ تزویج کر دے پس وکیل نے اپنی دختر صغیرہ یا اپنے بھائی کی دختر صغیرہ اس کے نکاح میں کر دی اور یہی اس کا ولی ہے تو یہ جائز نہ ہوگا اور اسی طرح جو شخص اس صغیرہ کا ولی ہو بدوں اس کے حکم کے اس کا یہی حکم ہے اور اگر ولی مذکور نے اپنی دختر کبیرہ برضامندی دختر مذکورہ اس کے نکاح میں دی تو اصل میں مذکور ہے کہ بنا بر قول امام اعظمؒ کے جائز نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ موکل راضی ہو جائے اور صاحبینؒ کے قول کے موافق جائز ہوگا اور اگر وکیل مذکور نے اپنی بہن بالغہ برضامند بہن کے اس کے نکاح میں کر دی تو بلا خلاف جائز ہے یہ محیط میں ہے جو شخص کہ از جانب عورت وکیل نکاح ہوا اگر اس نے عورت مذکورہ کو اپنے باپ یا بیٹے کے نکاح میں کر دیا تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے نکاح جائز نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو بلا خلاف جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے از جانب عورت جو وکیل نکاح ہے اگر اس نے غیر کفو سے عورت کا نکاح کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق سب کے نزدیک نکاح صحیح نہ ہوگا یہی صحیح ہے اور اگر وہ کفو ہو لیکن اندھا یا لنجا یا طفل یا معتوہ ہو تو جائز ہوگا اور اسی طرح اگر خصی یا عنین ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے ساتھ کسی عورت کا نکاح کر دے پس اگر وکیل نے اندھی لنجی یا رتقاء[1] یا مجنونہ یا صغیرہ سے خواہ قابل جماع ہو یا نہ ہو آزادہ یا باندی سے جو غیر کفو ہے خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو نکاح کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وکیل کا اپنی مملوکہ سے موکل کا نکاح کرانا:

اگر وکیل نے اپنی ذاتی باندی سے اس کا نکاح کر دیا تو بالاجماع جائز نہ ہوگا یہ نہایہ میں ہے اور اگر شوہاء یا تہاء سے جس کے منہ سے ہمیشہ لعاب بہا کرتا ہے یا زائل العقل سے یا ایسی عورت سے جس کو لقوہ ہو کر ایک جانب اس کی کج ہے نکاح کر دیا تو اس میں بھی ایسا ہی اختلاف (۱) ہے اور اسی طرح دونوں ہاتھ کٹی ہوئی عورت یا مفلوجہ (۲) عورت سے نکاح کر دیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ نہایہ میں ہے وکیل کیا کہ گوری عورت سے شادی کرا دے اس نے کالی عورت سے کرا دی یا اس کے برعکس ہوا تو صحیح نہ ہوگا اور اگر اندھی سے شادی کرانے کا حکم دیا اور اس نے آنکھوں والی سے شادی کرا دی تو صحیح ہے یہ وجیز کردری میں ہے وکیل کو حکم کیا کہ باندی سے شادی کرا دے اس نے آزاد سے شادی کرا دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کرا دیا تو جائز ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر نکاح فاسد کے واسطے وکیل کیا اور اس نے بنکاح جائز نکاح کرا دیا تو جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وکیل کیا کہ کسی عورت سے بیاہ کرا دے پس وکیل نے ایسی عورت سے جس کو موکل طالقہ[2] کر چکا ہے نکاح کرا دیا پس اگر نکاح کرا دیا تو نکاح جائز اور

---

[1] رتقاء جس کو رتق ہو یعنی فرج کی ہڈیاں ایسی قریب ہوں کہ دخول ممکن نہ ہو۔

[2] قولہ طالقہ کر چکا ہے یعنی موکل یہ کہہ چکا ہے کہ اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے۔

(۱) یعنی امام کے نزدیک جائز اور صاحبینؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔　(۲) جس کو فالج نے مارا ہو۔

طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔

وکیل کیا کہ کسی عورت سے اس کا نکاح کرا دے پس وکیل نے ایسی عورت سے نکاح کرا دیا جس کو موکل قبل وکیل کرنے کے بائنہ کر چکا ہے تو نکاح جائز ہوگا بشرطیکہ موکل نے وکیل سے اس عورت کی بدخلقی کی شکایت نہ کی ہو یا اور مثل اس کے کسی امر کی شکایت وغیرہ نہ کی ہو اور اگر ایسی عورت سے نکاح کرا دیا جس کو موکل نے بعد توکیل کے جدا کیا ہے تو جائز نہ ہوگا یہ کتاب الوکالۃ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے میرا نکاح کر دے اور جب تو ایسا کرے گا تو عورت مذکورہ کو اپنے امر طلاق کا اختیار اپنے ہاتھ میں ہوگا پس وکیل نے ایک عورت سے نکاح کرا دیا مگر یہ امر اس کے واسطے شرط نہ کیا تو امر طلاق کا اختیار اس عورت کے ہاتھ میں ہو جائے گا اور اگر کہا کہ میرے ساتھ کسی عورت کا بیاہ کر دے اور اس کے واسطے شرط کر دی کہ جب میں اس سے نکاح کر لوں گا تو اس کا امر طلاق اس کے ہاتھ میں ہوگا پس وکیل نے ایک عورت سے نکاح کرا دیا تو عورت کے اختیار میں امر طلاق نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ وکیل مذکور اس کے واسطے نکاح میں شرط کر دے اور اگر عورت نے وکیل کیا کہ کسی مرد سے اس کا نکاح کرا دے پس وکیل نے شوہر سے شرط لگائی کہ جب وہ اپنے نکاح میں لائے گا تو امر طلاق عورت مذکورہ کے اختیار میں ہوگا پھر اس کے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا اور بروقت تزوج کے امر طلاق عورت کے اختیار میں ہو جائے گا موکل کے ساتھ ایسی عورت کا نکاح کر دیا جس سے موکل نے ایلاء کیا تھا یا وہ موکل کے طلاق کی عدت میں تھی تو وکیل کا نکاح کرنا جائز ہوگا اور اگر وکیل نے ایسی عورت کا نکاح کر دیا جو غیر کے نکاح یا غیر کی عدت میں ہے خواہ وکیل اس امر کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو اور موکل نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا درحالیکہ اس کو اس امر سے آگاہی نہ ہوئی تو دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی اور موکل پر مہر مسمّی اور مہر مثل دونوں میں سے کم مقدار واجب ہوگی اور موکل اس مال کو وکیل سے واپس نہیں لے سکتا اسی طرح اگر اس کی بیوی کی ماں کے ساتھ نکاح کرا دیا تو بھی یہی حکم ہوگا اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ ہندہ سے یا سلمیٰ سے اس کا نکاح کرا دے تو دونوں میں سے جس عورت سے نکاح کر دے گا جائز ہوگا اور ایسی جہالت کی وجہ سے توکیل باطل نہیں ہوتی ہے اور اگر دونوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کرا دیا تو دونوں میں سے کوئی جائز نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وکیل کا ایک ہی عقد میں دو عورتوں سے مؤکل کا نکاح کرانا:

ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے نکاح کرا دے اس نے دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کرا دیا تو دونوں میں سے کوئی موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے کذا فی شرح الجامع الصغیر القاضی خان پھر اگر موکل نے دونوں کا نکاح یا ایک کا نکاح جائز رکھا تو نافذ ہو جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر اس نے دو عقدوں میں دونوں سے نکاح کرایا تو پہلا نافذ ہو جائے گا اور دوسری عورت کا نکاح موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا یہ عینی شرح ہدایہ میں ہے اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلاں عورت معین سے اس کا نکاح کرا دے پس وکیل نے اس عورت معین اور اس کے ساتھ دوسری ایک عورت دونوں سے نکاح کرا دیا تو موکل کے واسطے یہ عورت معین لازم ہوگی اور اگر وکیل کیا کہ دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کر دے پس اس نے ایک عورت سے نکاح کرایا تو جائز ہوگا اسی طرح اگر وکیل کیا کہ ان دونوں عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کرائے پس وکیل نے دونوں میں سے ایک عورت سے نکاح کرا دیا تو جائز ہوگا اور عقد میں تفریق کر دینا یہ مخالفت میں داخل نہیں ہے ولو قال لا تزوجنی الا اثنین فی عقدۃ یعنی موکل نے کہا کہ میرے ساتھ کسی کا نکاح نہ کرائے الا دو عورتوں کا ایک عقد میں پس وکیل نے ایک عورت سے نکاح کرا دیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی اسی طرح دو معین عورتوں کے نکاح کی وکالت میں اگر اس نے اپنے آخر کلام میں کہہ دیا ہو کہ ایک کے ساتھ بدوں دوسرے کے نکاح نہ

کرانا تو بھی یہی حکم ہے کہ اگر اس نے ایک کے ساتھ کرادیا تو جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کہا کہ ان دونوں بہنوں کا میرے ساتھ نکاح کرادے پس اگر وکیل نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ کرادیا تو جائز ہوگا الا اس صورت میں یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ جب اس نے وکالت میں یہ کہہ دیا ہو کہ ایک ہی عقد میں ایسا کرادے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میرے ساتھ ان دونوں بہنوں کا نکاح کرائے پس اگر وکیل نے ایک کے ساتھ نکاح کرادیا تو جائز ہوگا لیکن اگر اس نے کہہ دیا کہ ایک ہی عقد میں ایسا کرادے تو ناجائز ہوگا اور کہا کہ ان دونوں سے ایک عقد میں نکاح کرادے حالانکہ وہ دونوں بہنیں ہیں تو جدا جدا نکاح کرادینا جائز ہوگا اور اگر کہا کہ ان دونوں سے ایک عقد میں نکاح کرادے حالانکہ وہ دونوں بہنیں ہیں تو جدا جدا نکاح کرادینا جائز ہوگا لیکن اگر اس نے تفریق سے منع کردیا ہو تو جائز نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ فلاں عورت سے اس کا نکاح کرادے پھر وہ عورت شوہر والی نکلی مگر اس کے بعد اس کا شوہر مرگیا یا اس کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گزر گئی پھر وکیل نے اپنے موکل کے ساتھ اس کا نکاح کرادیا تو نکاح جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وکیل نے باوجود نشاندہی کرنے کے غیر کنبے میں نکاح کردیا تو؟

اگر وکیل کیا کہ میرے کنبے سے میرے ساتھ کسی عورت کا نکاح کرادے پس وکیل نے دوسرے کنبے کی عورت سے اس کا نکاح کرادیا تو جائز نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلاں عورت سے اسکا نکاح کرادے پس وکیل نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا تو وکیل کا نکاح جائز ہوگا پھر اگر وکیل نے ایک مہینہ تک اس کو اپنے ساتھ رکھ کر طلاق دے دی اور اس کی عدت منقضی ہونے کے بعد موکل کے ساتھ اس کا نکاح کردیا تو موکل کا نکاح جائز ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وکیل نے اس سے خود نکاح نہ کیا بلکہ خود موکل نے اپنے آپ اس سے نکاح کرلیا پھر طلاق دے کر اس کو بائنہ کردیا پھر وکیل نے موکل کے ساتھ اس کو بیاہ دیا تو نکاح جائز نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلاں عورت سے اس کا نکاح کرادے پس وکیل نے اس کے مہر مثل سے زیادہ سے نکاح کرادیا پس اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت کرلیتے ہیں تو بلا خلاف نکاح جائز ہوگا اور اگر اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہ ہو گا ایک شخص کو وکیل کیا کہ ہزار درہم مہر کے عوض کسی عورت کے ساتھ نکاح کردے پس وکیل نے اس سے زائد کے عوض نکاح کرادیا پس اگر زیادتی مجہول ہے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کا مہر مثل ہزار درہم ہوں یا کم ہوں تو نکاح جائز ہوگا اور عورت مذکورہ کے واسطے یہی مقدار واجب ہوگی اور اگر اس کا مہر مثل ہزار سے زیادہ ہو تو نکاح جائز نہ ہوگا جب تک موکل اس کی اجازت نہ دے دے اور اگر وکیل نے کوئی چیز معلوم زائد کردی ہو تو بھی جب تک موکل اس کی اجازت نہ دے جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ فلاں عورت سے بعوض ہزار درہم سے نکاح کردے پس وکیل نے دو ہزار درہم مہر کے عوض نکاح کرادیا پس اگر موکل نے اس کی اجازت دے دی تو نکاح جائز ہو جائے گا اور اگر رد کردیا تو باطل ہو جائے گا اور اگر موکل کو یہ بات معلوم نہ ہوئی یہاں تک کہ عورت کے ساتھ دخول کرلیا تو بھی اس کا خیار باقی رہے گا کہ چاہے اجازت دے یا رد کردے پس اگر اجازت دے دی تو نکاح جائز ہوگا اور موکل پر فقط مہر مسمیٰ واجب ہوگا اور اگر رد کردیا تو نکاح ہو جائے گا پس اگر مہر مسمیٰ سے اس کا مہر المثل کم ہو تو مہر المثل واجب ہوگا ورنہ مہر مسمیٰ واجب ہوگا اور اگر زیادہ مقدار پر موکل کی ناراضامندی کی صورت میں وکیل نے کہا کہ یہ زیادتی میں تاوان دوں گا اور تم دونوں کا نکاح لازم کروں گا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر وکیل نے عورت کے واسطے مہر مسمیٰ کی ضمانت کرلی اور عورت کو آگاہ کیا کہ موکل نے اس کو ایسا حکم دیا تھا پھر موکل نے انکار کیا کہ میں نے ہزار درہم سے زیادہ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی

تو زید ولی کی اجازت سے انکار کرنا نکاح مذکور کے حکم دینے سے انکار ہوگا[1] اور موکل پر مہر واجب نہ ہوگا اور عورت کو اختیار ہوگا کہ وکیل سے مہر کا مطالبہ کرے پھر ہم کہتے ہیں کہ بنابر روایت کتاب النکاح وبعض روایات وکالت کے عورت مذکورہ ایسی صورت میں وکیل سے نصف (۱) مہر کا مطالبہ کرے گی اور بعض روایات وکالت کے موافق کل مہر کا مطالبہ کرے گی اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اختلاف جواب بسبب اختلاف موضوع مسئلہ کے ہے چنانچہ کتاب النکاح کا موضوع مسئلہ یہ ہے کہ عورت کی درخواست سے قاضی نے دونوں میں تفریق کردی تا آنکہ عورت مذکورہ معلقہ[2] نہیں رہی پس بزعم عورت مذکورہ نصف مہر مذکور اصیل (۲) سے ساقط ہوگیا کیونکہ فرقت قبل دخول کے از جانب زوج پائی گئی اور بعض روایات کتاب الوکالۃ کا موضوع یہ ہے کہ عورت مذکورہ نے تفریق کی درخواست نہیں کی بلکہ یہ کہا کہ میں صبر کرتی ہوں یہاں تک کہ شوہر نکاح کا اقرار کرے یا میں اس امر کے گواہ پاؤں کہ اس نے نکاح کا حکم دیا تھا پس بزعم عورت مذکورہ پورا مہر اصیل پر باقی رہا پس پورا مہر کفیل پر بھی رہے گا یہ محیط میں ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ سو درہم مہر کے عوض کسی عورت سے نکاح کر دے بدین شرط کہ اس میں سے بیس درہم معجل ہوں اور اسی درہم موجل ہوں پس وکیل نے معجل تیس درہم قرار دیے تو عقد صحیح نہ ہوگا بلکہ موکل کی اجازت پر موقوف رہے گا پس اگر موکل نے وکیل کی حرکت سے واقف ہونے سے پہلے وطی پر اقدام کیا تو عقد لازم نہ ہوگا یعنی موکل کو خیار رہے گا اور اگر بعد جاننے کے اقدام کیا تو موکل کا یہ فعل رضامندی قرار دیا جائے گا ایک عورت نے وکیل کیا کہ دو ہزار درہم پر اس کا نکاح کرا دے پس وکیل نے ہزار درہم پر نکاح کرا دیا اور اس کے شوہر نے اس کے ساتھ دخول کرلیا حالانکہ عورت مذکورہ کو وکیل کی اس حرکت سے آگاہی نہ ہوئی تو اس کو اختیار رہے گا چاہے نکاح رد کر دے اور رد کرنے کی صورت میں عورت مذکورہ کو اس کا مہر مثل چاہے جس قدر ہو گا ملے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے بعوض ہزار درہم کے نکاح کرا دے پھر عورت نے قبول سے انکار کیا یہاں تک کہ وکیل نے اپنے ذاتی کپڑوں میں سے کوئی کپڑا بڑھا دیا تو نکاح مذکور موکل کی اجازت پر موقوف ہوگا کیونکہ وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف کیا ہے اور ایسی مخالفت ہے جس میں شوہر کے حق میں مضرت ہے کیونکہ اگر یہ کپڑا کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو اس کی قیمت شوہر (۳) پر واجب ہو گی وکیل پر واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ وکیل نے تبرع کیا ہے اور متبرع پر ضمان نہ ہوگی اور اگر موکل کو معلوم نہ ہوا کہ وکیل نے مہر میں کچھ بڑھایا ہے یہاں تک کہ اس نے عورت سے وطی کر لی تو بھی موکل کو خیار رہے گا اور وطی کر لینا وکیل کے فعل خلاف پر رضامندی نہ ٹھہرے گا پس چاہے عورت مذکورہ کو اپنے ساتھ رکھے اور چاہے جدا کر دے پھر اگر جدا کیا تو عورت کے واسطے اس کے مہر مثل سے اور وکیل کے مسمی مہر سے جو مقدار کم ہو موکل پر واجب ہوگی یہ تجنیس ومزید میں ہے۔

وکیل کن صورتوں میں ضامن نہ ہوگا؟

ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اس کا نکاح کرا دے پس وکیل نے اپنے ذاتی غلام یا کسی اسباب پر نکاح کرا دیا تو تزویج صحیح ہوگی اور نافذ ہو جائے گی اور وکیل پر لازم ہوگا کہ جو مہر میں قرار دیا ہے وہ عورت کو سپرد کرے اور جب سپرد کرے تو شوہر

---

[1] اس واسطے کہ نکاح مذکور بزیادت ہے۔

[2] معلقہ لٹکی ہوئی کہ نہ شوہر والی اور نہ بے شوہر والی اور نہ بے شوہر۔

(۱) یہی ظاہر ہے۔

(۲) یعنی موکل۔

(۳) یعنی شوہر اس کی قیمت عورت کو دے گا۔

سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عورت نے مہر کے غلام پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو وکیل ضامن نہ ہوگا بلکہ عورت مذکورہ اس کی قیمت اپنے شوہر سے لے گی اور اگر وکیل نے ہزار درہم پر اپنے مال سے نکاح کرا دیا مثلاً یوں کہا کہ میں نے اپنے ہزار درہم مال کے عوض تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا یا کہا کہ میں نے اپنے ان ہزار درہم کے عوض تیرے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دیا تو نکاح جائز ہوگا اور مال مہر شوہر پر واجب ہوگا چنانچہ ہزار درہم مشارالیہ کا وکیل سے مطالبہ نہ کیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر موکل کے غلام پر اس کے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح جائز اور استحساناً شوہر پر غلام کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

خود غلام مہر نہ ہوگا تاوقتیکہ شوہر اس پر راضی نہ ہو جائے یہ محیط میں ہے وکیل کیا کہ کسی عورت سے اس کا نکاح کر دے پس وکیل نے عورت سے موکل کا نکاح کر کے موکل کی طرف سے عورت کے واسطے مہر کی ضمانت کر لی تو جائز ہے مگر وکیل اس کو شوہر سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے وکیل کیا کہ ہزار درہم پر کسی عورت سے نکاح کر دے اور اگر اتنے پر نہ مانے تو ہزار سے دو ہزار تک کے درمیان بڑھا دے پس ایسا ہوا کہ عورت نے انکار کیا پس وکیل نے دو ہزار درہم پر نکاح کر دیا تو اصل میں مذکور ہے کہ یہ جائز اور موکل کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط میں ہے عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی مرد سے چار سو درہم پر اس کا نکاح کر دے پس وکیل نے نکاح کر دیا اور یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ ایک سال تک رہی پھر شوہر نے کہا کہ وکیل نے میرے ساتھ اس کا نکاح ایک دینار پر کر دیا ہے اور وکیل نے اس کی تصدیق کی تو دیکھا جائے گا کہ اگر شوہر نے اقرار کیا کہ عورت مذکورہ نے اس کو ایک دینار پر نکاح کرنے کا وکیل نہیں کیا تھا تو عورت مختار ہوگی چاہے نکاح کو باقی رکھے اور اس کو ایک دینار کے سوائے کچھ نہ ملے گا اور اگر چاہے رد کر دے تو شوہر پر اس کا مہر مثل واجب ہوگا چاہے جس قدر ہو اور اس کو نفقہ عدت نہ ملے گا اور اگر شوہر نے یہ اقرار نہ کیا بلکہ انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ حکم اسی وقت ہے کہ مہر بیان ہو گیا ہو اور اگر ایسا نہ ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اس کا نکاح کر دے پس وکیل نے ایک عورت سے بعوض اس قدر مہر کثیر کے کہ لوگ اپنے اندازہ میں اتنا خسارہ زائد بہ نسبت مہر مثل کے نہیں اٹھاتے ہیں کر دیا یا عورت نے وکیل کیا کہ کسی مرد سے اس کا نکاح کر دے پس وکیل نے اس قدر قلیل مہر پر کہ لوگ اپنے اندازہ میں بہ نسبت مہر مثل کے اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہوگا اور صاحبینؒ نے اس میں خلاف کیا ہے یہ خلاصہ میں ہے وکیل کیا کہ کسی عورت سے ہزار درہم مہر پر اس کے ساتھ نکاح کر دے پس اس نے پچاس دینار کے عوض عورت کی اجازت سے یا بلا اجازت نکاح کر دیا پھر ہزار درہم کے عوض عورت کی اجازت سے یا بلا اجازت نکاح کی تجدید[1] کر دی تو پہلا نکاح دوسرے سے باطل ہو جائے گا اور اگر پہلا نکاح بعوض ہزار درہم کے بلا اجازت عورت ہوا اور دوسرا بعوض پچاس دینار کے بلا اجازت عورت ہو تو پہلا نہ ٹوٹے گا اور اگر دوسرا عقد عورت کی اجازت سے ہو تو پہلا باطل ہو جائے گا یہ کافی میں ہے۔

وکیل کو آگاہ کر دیا اور وکیل کو مذکورہ صفات کا مالک شخص مل گیا تو مشورہ کی حاجت نہیں:

مرد نے وکیل کیا کہ کل بعد ظہر کے عورت سے میرا نکاح کر دے پس وکیل نے کل کے روز قبل ظہر کے یا کل کے بعد نکاح کیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر عورت نے بدین شرط وکیل کیا کہ نکاح کر کے مہر کا نوشتہ لے لے پس وکیل نے بدون مہر نامہ لکھانے کے نکاح کر دیا تو صحیح ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری اس دختر کا نکاح ایسے شخص سے کر دے جو ذی علم و دیندار ہو بمشورہ فلاں شخص کے پھر وکیل نے ایک مرد ذی علم و دیندار سے بدون مشورہ فلاں شخص کے نکاح کر دیا تو جائز ہوگا اس واسطے کہ مشورہ سے اس کی غرض یہ ہے کہ نکاح ایسے شخص کے ساتھ واقع ہو جو اس صفت کا ہے پس جب غرض حاصل ہو گئی تو مشورہ کی کچھ

---

[1] تجدید نئے سرے سے نکاح کر لینا۔

حاجت نہ رہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے کو بھیجا کہ فلاں شخص سے اس کی بیٹی میرے واسطے خطبہ کرے پس اس نے دختر مذکورہ سے بھیجنے والے کا نکاح کر دیا تو جائز ہے خواہ بمہر مثل ہو یا بغبن فاحش ہو یہ سرجیہ میں ہے ایک مرد کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلاں کی دختر کا خطبہ کرے پس وکیل مذکورہ دختر مذکورہ کے والد کے پاس آیا اور کہا کہ اپنی دختر مجھے ہبہ کر دے پس باپ نے جواب دیا کہ میں نے ہبہ کی پھر وکیل نے دعویٰ کیا کہ میری مراد اس سے اپنے موکل کے ساتھ نکاح کی تھی پس دیکھنا چاہئے کہ اگر وکیل کا کلام بطور خطبہ تھا اور باپ کی طرف سے جواب بطریق اجابت یعنی منظور کرنے کے تھا نہ بطور قبول عقد کے تو دونوں میں اصلا نکاح منعقد نہ ہوگا اور اگر بطریق عقد تھا تو وکیل کے واسطے نکاح منعقد ہوگا موکل کے واسطے منعقد نہ ہوگا اور اسی طرح اگر وکیل نے یہ کہا ہو کہ میں نے فلاں کے واسطے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ ہر گاہ وکیل نے کہا کہ اپنی دختر مجھے ہبہ کر دے اور باپ نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دی تو دونوں میں عقد پورا ہو گیا اور اگر وکیل نے کہا کہ اپنی دختر فلاں مرد کو ہبہ کر دے اور باپ نے کہا کہ میں نے ہبہ کر دی تو نکاح منعقد نہ ہوگا جب تک وکیل یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی پس جب وکیل نے کہہ دیا کہ میں نے فلاں کے واسطے قبول کی یا کہا کہ میں نے قبول کی یعنی مطلقاً تو دونوں صورتوں میں موکل کے واسطے نکاح منعقد ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر دختر کے باپ اور وکیل کے درمیان پیشتر سے مقدمات نکاح موکل کے واسطے گفتگو میں بیان ہو رہے ہوں پھر دختر کے باپ نے وکیل سے کہا کہ میں نے اس قدر مہر پر اپنی دختر کو نکاح میں دیا اور یہ نہ کہا کہ خاطب[ل] کو دیا یا اس کے موکل کو دیا پس خاطب نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو خاطب[(۱)] کے واسطے نکاح منعقد ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے وکیل تزویج کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی طرف سے دوسرے کو وکیل کرے اور اگر اس نے وکیل کیا پس دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کے حضور میں نکاح کر دیا تو جائز ہوگا یہ کتاب الوکالۃ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت نے کسی کو وکیل کیا کہ اس کا نکاح کر دے اور کہہ دیا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہوگا تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ اس کی تزویج کے واسطے دوسرے کو وکیل کرے اور اگر وکیل اول کو موت آئی اور اس نے دوسرے مرد کو اس کے تزویج کے وکالت کی وصیت کی پس دوسرے وکیل نے بعد موت وکیل اول کے اس کا نکاح کر دیا تو جائز ہوگا یہ محیط میں ہے اگر عورت یا مرد نے اپنی تزویج کے واسطے دو مردوں کو وکیل کیا پس ایک نے تزویج کی تو عقد جائز نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک ہی نکاح کے لیے دو وکیل کیے تو کس کا حق مقدم تصور ہوگا؟

ایک مرد نے کسی مرد کو وکیل کیا کہ فلاں عورت معینہ سے اس کا نکاح کر دے اور اسی مطلب کے واسطے ایک دوسرا بھی وکیل کیا اور عورت مذکورہ نے بھی اسی طرح دو وکیل اسی واسطے کئے پھر مرد کے دونوں وکیل اور عورت کے دونوں باہم ملاقی ہوئے پس مرد کے ایک وکیل نے ہزار درہم پر نکاح کیا اور عورت کی طرف کے ایک وکیل نے اس کو قبول کیا اور مرد کے دوسرے وکیل نے سو دینار پر نکاح کیا اور عورت کے دوسرے وکیل نے اس کو قبول کیا اور دونوں عقد ایک ہی ساتھ واقع ہوئے یا آگے پیچھے واقع ہوئے مگر اس میں جھگڑا ہوا کہ اول کون ہے اور حالت مجہول رہی تو بعوض مہر مثل کے نکاح صحیح ہوگا یہ کافی میں ہے ایک مرد نے دوسرے کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے اس کا نکاح کر دے پس اس نے ایک عورت سے نکاح کر دیا پھر وکیل و شوہر میں اختلاف ہوا شوہر نے کہا کہ تو نے مجھ سے اس عورت کا نکاح کر دیا ہے اور وکیل نے کہا کہ نہیں بلکہ اس دوسری سے نکاح کر دیا ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق ہوگی بشرطیکہ عورت

ل　خاطب خطبہ کرنے والا۔

(۱)　یعنی وکیل کے واسطے۔

اس کے قول کی تصدیق کرے کیونکہ دونوں نے نکاح پر ایک دوسرے کی تصدیق کی پس دونوں کے تصادق سے نکاح ہو جائے گا اور یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ تصادق [1] سے نکاح حاصل ہو جاتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت نے تزویج کے واسطے وکیل کیا پھر اس نے خود ہی نکاح کر لیا تو وکیل مذکور وکالت سے خارج ہو جائے گا خواہ وکیل کو یہ بات معلوم ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور اگر عورت نے اس کو [2] وکالت سے خارج کیا حالانکہ وکیل اس سے واقف نہ ہو تو وکالت سے خارج نہ ہوگا پھر اگر وہ نکاح کر دے گا تو نکاح جائز ہوگا اور اگر مرد کی طرف سے کسی خاص عورت کے ساتھ تزویج کرنے کا وکیل ہو پھر موکل نے اس عورت کی ماں یا بیٹی سے نکاح کر لیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو جائے گا یہ محیط میں ہے ایک عورت نے کسی مرد سے تزویج کے واسطے وکیل کیا پھر قبل تزویج کے بنکاح فاسد نکاح کر لیا تو بعضے مشائخ بخارا نے فرمایا کہ وکیل وکالت سے معزول ہو جائے گا اور یہی امام برہان مرغینانی نے اختیار کیا ہے اور قاضی برہان بھی فتویٰ دیتے تھے اور بعضے مشائخ بخارا نے فتویٰ دیا کہ معزول نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں فتاویٰ آہو سے منقول ہے اور اگر معینہ عورت سے نکاح کر دینے کا وکیل کیا پھر وہ عورت نعوذ باللہ تعالیٰ مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملی پھر وہ گرفتار ہو کر آئی اور مسلمان ہو گئی پھر وکیل نے موکل کے ساتھ نکاح کر دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح جائز ہوگا قال المترجم اور اس میں صاحبینؒ کا خلاف بر بنائے اصل معروف ہے ایک مریض کی زبان بند ہو گئی پس اس سے ایک شخص نے کہا کہ میں تیری دختر فلاں کہ تزویج کا وکیل ہوں گا اس نے فارسی میں جواب دیا کہ آری آری یعنی ہاں ہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا پس وکیل نے نکاح کیا تو صحیح نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص کا ایک بیٹا ہے اور اس بیٹے کی دختر ہے پس اس شخص نے اپنے بیٹے کو باکرہ مجبور کیا کہ مجھے اپنی دختر کی تزویج کا وکیل کرے پس بیٹے نے کہا کہ میں تجھ سے اور تیری فرزندی دونوں سے بیزار ہوں جو تیرا جی چاہے وہ کر پس باپ نے جا کر اپنی پوتی کو بیاہ دیا تو شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وکیل یہ جانتے ہوئے کہ مؤکل کی پہلے ہی چار بیویاں ہیں' کیا کرے؟

اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس کے ساتھ کسی عورت کا نکاح کر دے حالانکہ اس مرد موکل کے نکاح میں چار عورتیں ہیں تو ایسی وکالت ایسے وقت کے واسطے محمول کی جائے گی کہ جب موکل کسی عورت سے نکاح کرنے کا شرعاً مختار ہو جائے تب وہ کسی عورت سے اس کا نکاح کر دے بایں طور کہ مثلاً وہ ان چاروں میں سے کسی کو بائن طلاق دے کر الگ کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اس امر پر ہمارے اصحاب کا اجماع ہے کہ ایک ہی مرد نکاح میں طرفین کا وکیل اور جانبین کا ولی اور ولی ایک جانب سے اور اصیل دوسری جانب سے اور وکیل ایک جانب سے اور اصیل دوسری جانب سے اور ولی ایک جانب سے اور وکیل دوسری جانب سے ہو سکتا ہے اور رہا یہ امر کہ ایک ہی شخص دونوں جانب سے فضولی یا ایک جانب سے ولی اور دوسری جانب سے فضولی یا اصیل ایک جانب سے اور فضولی دوسری جانب سے یا فضولی ایک جانب سے اور وکیل دوسری جانب سے ہو سکتا ہے کہ عقد اجازت پر موقوف [3] رہے یا نہیں تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک نہیں ہو سکتا ہے یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے اور اگر ایک فضولی نے عقد باندھا اور دوسرے شخص نے قبول کیا خواہ یہ دوسرا شخص فضولی ہو یا وکیل ہو یا اصیل ہو تو عقد کا انعقاد ہوگا مگر جس کی طرف سے فضولی ہے اس کی اجازت پر موقوف رہے گا یہ نہایہ میں ہے اور شطر عقد اسی مجلس کے قبول پر موقوف رہتا ہے اور ماورائے اس مجلس کے موقوف نہیں ہوتا

---

(۱) دوسرے کی تصدیق کرنا۔

(۲) اگرچہ خود نکاح نہ کیا۔

(۳) یعنی جس کی طرف سے فضولی ہے اس کی اجازت پر۔

ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

ایک مرد نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا پھر اس عورت کو خبر[1] پہنچی اور اس نے اجازت دے دی تو یہ باطل ہے اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنے نفس کو فلاں مرد کے نکاح میں دیا حالانکہ یہ مرد غائب ہے پھر اس کو خبر پہنچی اور اس نے اجازت دے دی تو عقد جائز نہ ہوگا اور اگر دونوں صورتوں میں غائب عورت یا غائب مرد کی طرف سے کسی فضولی نے قبول کرلیا تو البتہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اجازت پر موقوف رہے گا یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے اور نکاح فضولی کی اجازت دینا بقول ثابت ہوتا ہے اور بفعل بھی ثابت ہوتا ہے یہ بحرالرائق میں ہے پس اگر فضولی نے ایک مرد کا نکاح جو غائب ہے ایک عورت سے کردیا اور یہ بدوں[۱] اجازت مرد کے ہوا پھر مرد مذکور کو خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ تو نے خوب کیا یا کہا کہ ہم کو اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے یا کہا کہ تو نے احسان کیا یا کہا کہ تو براہ ثواب گیا تو یہ الفاظ اجازت ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی مختار ہے اور اسی کو شیخ ابواللیثؒ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر سیاق کلام سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے بطور استہزاء ایسے الفاظ کہے ہیں تو اس صورت میں یہ الفاظ اجازت نہ ہوں گے اور اگر لوگوں نے اس کو مبارکباد دی اور اس نے قبول کی تو یہ اجازت ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حجتہ میں ہے کہ فقیہ نے فرمایا کہ ہم ایک کو اختیار کرتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے ایک مرد کے ساتھ ایک عورت کا بدون اجازت عورت کے نکاح کردیا پس عورت نے کہا کہ مجھے تیرا فعل خوش نہ آیا یا فارسی میں کہا کہ مرا خوش نیامد این کار تو تو یہ رد نکاح نہیں حتیٰ کہ اگر اس کے بعد راضی ہو جائے تو یہ نکاح نافذ ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے مہر کا[۲] قبول کرنا اجازت ہے اور ہدیہ کا قبول کرنا اجازت[۳] نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور فوائد صاحب المحیط میں ہے کہ اگر مرد نے فضولی سے کہا کہ تو نے برا کیا تو یہ نکاح کی اجازت ہے ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور ظاہر الروایہ کے موافق یہ کلام[۲] رد نکاح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور فعل کے ساتھ اجازت یہ ہے کہ عورت کا مہر اس کو بھیج دے اور آیا شرط ہے کہ عورت کو مہر پہنچ جائے یا نہیں تو امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ شرط ہے اور مولانا اور قاضی امام فخر الدین نے فرمایا کہ نہیں شرط ہے اور اگر عورت کے ساتھ خلوت کی پس آیا یہ اجازت ہے تو مولانا نے فرمایا کہ اجازت ہے اور بعض نے فرمایا کہ نفس خلوت اجازت نہیں ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص نے ایک عورت کو ایک مرد کے ساتھ بدون اجازت عورت کے بیاہ دیا پھر عورت کو خبر پہنچی پس عورت نے کہا کہ باک نیست یعنی کچھ ڈر نہیں ہے تو یہ اجازت ہے ایسا ہی فقیہ ابواللیثؒ نے ذکر فرمایا ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ اسی پر فتویٰ دیتے تھے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر فضولی نے چار عورتیں ایک عقد میں اور تین عورتیں ایک عقد میں زید کے ساتھ بیاہ دیں پس زید نے ایک فریق میں سے ایک عورت کو طلاق دے دی تو اسی فریق کے نکاح کی اجازت ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے۔

---

[۱] اس فقرہ سے توضیح مراد ہے ورنہ فضولی ہمیشہ بلا اجازت و حکم ہوتا ہے۔

[۲] قال المترجم قول امام محمد ظاہر ہے اگرچہ ظاہر الروایۃ اس کے برخلاف ہے۔

(۱) یعنی بعد اس مجلس کے۔

(۲) یعنی مہر جان کر قبول کرنا۔

(۳) از جانب شوہر۔

فضولی نے پانچ عورتوں سے نکاح کروادیا تو مرد کو اجازت ہوگی کہ کوئی سی چار نکاح میں رکھے:

اگر فضولی نے ایک مرد سے دس عورتوں کا نکاح مختلف عقدوں میں کیا اور ان دس عورتوں کو خبر پہنچی اور انہوں نے سب نے اجازت دی تو نویں و دسویں عقد کی دونوں عورتیں جائز ہوں گی اور علیٰ ہذا دس مردوں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی دختر کا نکاح ایک مرد سے کیا اور یہ سب عورتیں بالغہ ہیں پس سبھوں نے نکاح جائز رکھا تو نویں و دسویں کا نکاح جائز ہوگا اور اگر گیارہ مرد ہوں تو آخر کی تین عورتوں کا جائز ہوگا اور اگر بارہ مرد ہوں تو چار عورتوں کا نکاح جائز ہوگا اور اگر تیرہ مرد ہوں تو اکیلی تیرھویں عورت کا نکاح جائز ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے قال المترجم کیونکہ جب چار عورتوں کے بعد پانچویں سے عقد کیا تو پہلے سب چاروں باطل ہو گئے پھر جب چھٹے و ساتویں و آٹھویں کے بعد نویں سے عقد کیا تو یہ چاروں بھی باطل ہوئے اب رہی نویں پھر اس کے بعد دسویں سے نکاح کیا تو بھی دونوں باقی رہی ہیں پس اجازت انہیں دونوں کی معتبر ہوگی اور بعد اس بیان کے سب صورتیں تجھ پر آسان ہیں فافہم۔ ایک فضولی نے ایک مرد سے عقود متفرقہ میں پانچ عورتوں کا نکاح کر دیا تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے چار اختیار کر کے پانچویں کوئی ہو اس کو جدا کر دے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر فضولی نے چار عورتوں سے بدون ان کی اجازت کے پھر چار عورتوں سے بدون ان کی اجازت کے پھر دو عورتوں سے نکاح کر دیا تو اخیر کی دو عورتوں کا نکاح متوقف[2] رہے گا یہ عنایہ میں امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک مرد نے ایک عورت کو بدون اس کی اجازت کے ایک مرد سے بیاہ دیا اور ہزار درہم مہر ٹھہرایا اور اسی مرد کی طرف سے دوسرے مرد نے بدون اجازت اس مرد کے خطبہ کیا[3] پس دونوں فضولی ہوئے پھر دونوں نے پچاس دینار پر بغیر اجازت اس مرد و اس عورت کے جدید نکاح باندھا حتیٰ کہ دونوں نکاح ان دونوں کی اجازت پر موقوف ہوئے پھر عورت مذکورہ نے دونوں نکاحوں میں سے ایک کی اجازت دی اور مرد نے بھی دونوں میں سے ایک نکاح کی اجازت دی پس اگر شوہر نے اسی نکاح کی اجازت دی جس کی عورت نے اجازت دی ہے مثلاً عورت نے ہزار درہم والے نکاح کی اجازت دی اور مرد نے بھی اسی نکاح کی اجازت دی تو ہزار درہم کے مہر والا نکاح جائز ہوگا اور اگر شوہر نے سوائے اس نکاح کے جس کی عورت نے اجازت دی ہے دوسرے نکاح کی اجازت دی مثلاً پچاس دینار والے نکاح کی اجازت دی تو جائز نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد دونوں دوسرے نکاح کی اجازت پر اتفاق کریں تو وہ جائز نہ ہوگا اور اگر پہلے نکاح کی اجازت پر اتفاق کریں تو وہ جائز ہوگا اسی طرح اگر عورت نے ابتداءً دوسرے نکاح کی اجازت دی تو یہ امر اس کی طرف سے نکاح اول کا فسخ ہوگا پس اگر دونوں دوسرے نکاح پر اتفاق کریں گے تو جائز ہو جائے گا اور اگر پہلے نکاح پر اتفاق کریں گے تو جائز نہ ہوگا اور اسی طرح اگر شوہر نے پہل کر کے دونوں میں سے کسی ایک نکاح کی اجازت دی تو یہ امر اس کی طرف سے دوسرے نکاح کا فسخ ہوگا پس وہ باطل ہو جائے گا اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ پہلا اجازت دیا ہوا معلوم ہو کہ یہ پہلا اجازت دیا ہوا ہے اور یہ دوسرا ہے اور اگر دونوں پہلے اجازت دیئے ہوئے کو بھول گئے پھر دونوں نے ان دونوں میں سے کسی ایک نکاح پر اتفاق کیا بایں معنی آنکہ ایک نے دوسرے کی تصدیق کی کہ ہم نے یاد کیا کہ یہی اجازت دیا ہوا ہے تو نکاح جائز ہوگا اور اگر ان دونوں نے یاد نہ کیا کہ یہی پہلا اجازت دیا ہوا ہے لیکن دونوں کسی ایک نکاح پر متفق ہوئے بدوں اس کے کہ یاد کریں کہ یہی پہلا اجازت دیا ہوا ہے تو ان دونوں عقدوں میں سے کوئی

---

[1] قال المترجم قول امام محمد ظاہر ہے اگرچہ ظاہر امروایہ اس کے برخلاف ہے۔

[2] متوقف رہے گا حتیٰ کہ اگر دونوں منظور کر لیں تو نافذ ہو جائے گا اور پہلے دونوں چوکڑی کے فریق ساقط ہوں گے کیونکہ ان میں ترجیح نادارد ہے۔

[3] خطبہ کیا یعنی اسی عورت سے درخواست کی۔

بھی کبھی جائز نہ ہوگا اور اگر عورت نے پہل کر کے کہا کہ میں نے دونوں عقدوں کی اجازت دے دی تو مرد کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہزار درہم والے کی اور چاہے پچاس دینار والے کی جس کی چاہے ان میں سے ایک کی اجازت دے دے اور یہی جائز ہوگا اور جو مہر اس میں ٹھہرا ہے وہ اس کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر ایک نے درہم والے اور دوسرے نے دینار والے کی اجازت دی اور دونوں کی اجازت کا کلام ایک ساتھ ہی دونوں کے منہ سے نکلا تو دونوں نکاح ٹوٹ جائیں گے اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دونوں نکاحوں کی اجازت دی اور دونوں کے کلام ایک ساتھ ہی نکلے تو اس میں وہی حکم ہے جو ایک ہی ساتھ اجازت کا کلام نہ نکلنے کی حالت میں ہر ایک کے دونوں نکاحوں کی اجازت دینے کا حکم ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک نے آگے پیچھے دونوں نکاحوں کی اجازت دے دی اور اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں نکاحوں میں سے ایک نکاح لامحالہ نافذ ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے ان دونوں نکاحوں میں سے غیر معین ایک نکاح کی اجازت دی مثلاً مرد نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک نکاح کی اجازت دی یا کہا کہ میں نے اس نکاح کی یا اس دوسرے نکاح کی اجازت دی تو اس مسئلہ میں عورت کی اجازت چار صورتوں سے خالی نہیں اول آنکہ عورت نے کہا کہ میں نے اس نکاح کی اجازت دی جس کی شوہر نے اجازت دی ہے حالانکہ دونوں کے کلام ایک ہی ساتھ دونوں کے منہ سے نکلے تو اس صورت میں دونوں میں سے ایک نکاح جائز ہوگا دوم آنکہ عورت نے کہا کہ میں نے اس نکاح کے سوائے جس کی شوہر نے اجازت دی ہے دوسرے نکاح کی اجازت دی اور دونوں کے کلام ایک ہی ساتھ نکلے تو اس صورت میں دونوں نکاح ٹوٹ جائیں گے سوم آنکہ عورت نے کہا کہ میں نے دونوں نکاحوں کی اجازت دی تو اس کا وہی حکم ہے جو درصورتیکہ اس نے کہا کہ جس کی شوہر نے اجازت دی ہے اس کی میں نے اجازت دی مذکور ہوا ہے یعنی دونوں میں سے ایک نکاح جائز ہوگا چہارم آنکہ عورت نے کہا میں نے دونوں میں سے ایک نکاح کی اجازت دی یا کہا کہ میں نے اس کی یا اس کی اجازت دی جیسے کہ شوہر نے کہا ہے اور دونوں کے کلام ایک ساتھ ہی نکلے تو مذکور ہے کہ دونوں میں سے کسی نے ابھی تک کچھ اجازت نہیں دی ہے اور دونوں کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے ایک نکاح جس پر چاہیں اتفاق کر لیں اور چاہیں دونوں کو فسخ کر دیں کذا فی الذخیرہ اور اگر عورت نے مثلاً کہا کہ میں نے ایک کی اجازت دے دی اور دوسرے نے اس کے بعد کہا کہ میں نے ایک کی اجازت دے دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک نکاح جائز ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

حق محل میں اجازت بمنزلہ انشائے عقد کے ہے:

ایک فضولی نے ایک غلام سے دو عورتوں کا نکاح ایک عقد میں کیا پھر دو عورتوں کا نکاح ایک عقد میں کیا اور یہ سب عورتوں کی رضامندی سے کیا پھر وہ غلام آزاد ہو گیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ دو عورتوں کے نکاح کی اجازت دے چاہے پہلے فریق کی دونوں عورتوں کے نکاح کی اجازت دے اور چاہے دوسرے فریق کی دونوں عورتوں کے نکاح کی اجازت دے اور چاہے پہلے فریق کی ایک کے نکاح کی اور دوسرے فریق کی ایک کے نکاح کی اجازت دے اور اگر تین کے نکاح کی اجازت دی تو سب باطل ہوئے اور اگر چوتھی کے نکاح کی اجازت دی تو جائز ہوگا اور اگر سب نکاح ایک ہی عقد میں واقع ہوئے ہوں تو اس کی اجازت کبھی نہیں ہو سکتی یہ کافی میں ہے اور اگر غلام نے بدون اجازت مولیٰ کے تین عورتوں سے تین عقدوں میں نکاح کیا پھر مولیٰ نے سب کی اجازت دے دی تو تیسرے عقد والی عورت جائز ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اصل یہ ہے کہ حق محل میں اجازت بمنزلہ انشائے عقد کے ہے پس اگر محل ایسا ہو کہ انشائے عقد میں اس کا مجتمع کرنا صحیح نہ ہو تو بحالت اجازت و امضائے[1] بھی صحیح نہ ہوگا اور اگر بانشائے عقد صحیح ہو تو باجازت بھی صحیح ہو گا ایک مرد نے دوسرے مرد کے ساتھ بدون اجازت کے دو صغیرہ کا نکاح ایک ہی عقد میں بدون دونوں کے باپوں کی اجازت کے کر

[1] امضائے عقد یعنی اس عقد کو جو منعقد ہے پورا کرنا و جاری کرنا انشاء از سر نو پیدا کرنا۔

دیا اور ان دونوں صغیرہ کی طرف سے کوئی قبول کرنے والا ہو گیا پھر ایک عورت نے ان دونوں صغیرہ کو دودھ پلایا پھر جب شوہر کو خبر پہنچی تو اس نے ان دونوں میں سے ایک کے نکاح کی اجازت دی اور اس صغیرہ کے باپ نے بھی اجازت دی تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر ایک عورت مذکورہ نے دونوں میں سے ایک کو دودھ پلایا پھر وہ مرگئی پھر دوسری دختر کو دودھ پلایا پھر شوہر نے خبر پہنچنے پر اس کے نکاح کی اجازت دی اور اس کے باپ نے بھی اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا اور اگر ہر دو صغیرہ کا نکاح دونوں کے ولیوں نے علیحدہ علیحدہ عقد میں کیا پھر دونوں رضاعی بہنیں ہوگئیں پھر شوہر نے ایک کے نکاح کی اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا دو صغیرہ دونوں چچازاد بہنیں ہیں اور دونوں کا نکاح ان کے چچا نے ایک مرد سے بدون اس کی اجازت کے کر دیا اور علیحدہ علیحدہ عقد میں کیا پھر ایک عورت نے ان دونوں کو دودھ پلایا پھر شوہر نے دونوں میں سے ایک کے نکاح کی اجازت دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کا ایک[۱] چچا اس کا ولی ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے پھر شوہر نے ایک کے نکاح کی اجازت دی تو جائز ہوگا اور اگر دو باندیوں سے دونوں کی رضامندی سے ایک ہی عقد میں بدون اجازت ان کے مولیٰ کے نکاح کر لیا پھر مولیٰ نے ان دونوں میں سے خاص ایک کو آزاد کیا پھر مولیٰ کو نکاح کی خبر پہنچی پس اس نے باندی کے نکاح کی اجازت دے دی تو نکاح جائز نہ ہوگا اسی طرح اگر فضولی نے کسی مرد کے ساتھ دو باندیوں کا نکاح ان کی اور ان کے مولیٰ کی اجازت سے کر دیا پھر مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کر دیا پھر شوہر کو خبر پہنچی اور اس نے باقی باندی کے نکاح کی اجازت دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر آزاد شدہ باندی کے نکاح کی اجازت دی تو نکاح جائز ہوگا اور اگر مولیٰ نے دونوں کو ایک ہی ساتھ آزاد کر دیا پھر شوہر نے دونوں یا ایک کے نکاح کی اجازت دی تو جائز ہوگا اور اگر مولیٰ نے یوں کہا کہ فلاں باندی آزاد ہے اور فلاں باندی آزاد ہے یا ایک کو آزاد کیا اور چپ رہا پھر دوسری کو آزاد کیا پھر شوہر کو خبر پہنچی اور اس نے ایک ساتھ یا آگے پیچھے دونوں کے نکاح کی اجازت دی تو پہلی آزاد شدہ کا نکاح جائز ہوگا دوسری کا جائز نہ ہوگا اور اگر نکاح دو عقد میں واقع ہوا ہو پس اگر دونوں باندیاں دو مولیٰ کی یعنی ہر ایک کی ایک ایک ہو اور دونوں میں سے ایک نے اپنی باندی کو آزاد کیا تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ چاہے جس کے نکاح کی اجازت دے جائز ہوگا اور اگر دونوں ایک ہی شخص کی مملوکہ ہوں تو آزاد شدہ کا نکاح صحیح ہوگا باندی کا صحیح نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر ایک مرد کے نیچے آزاد عورت ہو اور ایک فضولی نے ایک باندی سے اس کا نکاح کر دیا پھر عورت آزادہ مرگئی یا فضولی نے اس کی بیوی کی بہن سے نکاح کر دیا پھر اس کی بیوی مرگئی تو مرد مذکور کو اجازت نکاح کر دینے کا اختیار نہیں[۲] ہے اسی طرح اگر اس کے نیچے چار عورتیں ہوں اور فضولی نے پانچویں سے نکاح کر دیا پھر ان چاروں میں سے ایک مرگئی تو مرد مذکور فضولی والے نکاح کی اجازت نہیں دے سکتا ہے اور اگر فضولی نے ایک ساتھ ہی پانچ عورتوں سے نکاح کر دیا تو اس کو بعض کے نکاح کی اجازت دینے کا اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے ایک آزاد مرد کے نیچے ایک عورت ہے اس مرد کے ساتھ ایک فضولی نے بلا اجازت چار عورتوں سے نکاح کر دیا[(۱)] پھر اس کو یہ خبر پہنچی پس اس نے بعض کے نکاح کی اجازت دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر علیحدہ علیحدہ عقد میں ہر ایک کا چاروں میں سے نکاح کیا اور مرد مذکور نے بعض کی اجازت دے دی تو جن کی اجازت دی ہے وہ نکاح جائز ہوں گے لیکن اگر اس نے اس صورت میں کل کے نکاح کی اجازت دی تو ناجائز اور سب کے نکاح باطل ہو جائیں گے حتیٰ کہ اگر اس کے بعد اس نے بعض کے نکاح کی اجازت دی تو بعض بھی ناجائز نہ ہوگے اور اگر قبل اجازت کے اس کی بیوی مرگئی پھر مرد نے چاروں کے نکاح کی

۱؎ ایک چچا یعنی ہر ایک کا ولی علیحدہ ہو تا کہ عاقد بدبجائے بخلاف اول کے کہ وہاں گویا ایک نے دو بہنوں کو جمع کر دیا تو بلا ترجیح باطل ہے۔

۲؎ یعنی اجازت سے نکاح جائز نہ ہوگا بے فائدہ ہے۔

(۱) یعنی ایک ہی عقد میں۔

اجازت دی خواہ چاروں کا عقد واحد میں نکاح کیا ہو یا عقود متفرقہ میں کیا ہو بہر حال اجازت سے کوئی عقد جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی دختر بالغہ کو کسی مرد غائب کے ساتھ بیاہ دیا اور مرد غائب کی طرف سے ایک فضولی نے قبول کیا پھر قبل اجازت مرد غائب کے عورت کا باپ مر گیا تو اس کی موت سے نکاح باطل نہ ہوگا ایک مرد نے اپنے پسر بالغ کا نکاح ایک عورت سے بدون اجازت پسر مذکور کے باندھا پھر قبل اجازت کے بیٹا مجنون ہو گیا تو مشائخ نے فرمایا کہ باپ کو یوں کہنا چاہئے کہ میں نے اپنے بیٹے کی طرف سے نکاح کیا اجازت دی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے اپنے بھائی کی دختر اپنے پسر کے ساتھ بیاہ دی حالانکہ یہ دونوں صغیر ہیں اور بھائی کی دختر کا باپ موجود ہے پھر قبل اجازت نکاح کے اس کا باپ مر گیا پھر چچا نے قبل بلوغ دختر مذکورہ کے اس نکاح کے اجازت دے دی تو اجازت صحیح اور نکاح نافذ ہوگا اسی طرح اگر کسی مرد نے اپنے پسر نابالغ کا نکاح بدون اس کی اجازت کے ایک عورت سے کر دیا اور ہنوز پسر مذکور بالغ نہ ہوا تھا کہ وہ معتوہ ہو گیا پھر باپ نے اس نکاح کی اجازت دی تو جائز ہوگا اسی طرح اگر غلام نے بدون اجازت مولیٰ کے نکاح کیا پھر قبل اجازت کے وہ اس مولیٰ کی ملک سے نکل کر دوسرے مولیٰ کی ملک میں داخل ہوا پھر دوسرے مولیٰ نے نکاح کی اجازت دی تو اجازت صحیح اور نکاح نافذ ہوگا اور اسی طرح اگر باندی نے بدون اجازت مولیٰ کے اپنا نکاح کر لیا پھر اس مولیٰ کی ملک سے نکل کر دوسرے کی ملک میں داخل ہوئی خواہ بطریق بیع کے یا بوجہ ہبہ یا ارث کے پس اگر یہ باندی اس دوسرے مالک کے واسطے حلال نہ ہو مثلاً یہ صورتیں ہوں کہ ایک جماعت اس کی وارث ہوئی یا فقط بیٹا وارث ہوا مگر باپ نے اس باندی سے وطی کر لی تھی یا مولائے اول نے ایک جماعت کے ہاتھ بیع کی یا ان کو ہبہ کر دی یا اپنے پسر کے ہاتھ بیع یا ہبہ کی مگر باپ اس سے وطی کر چکا ہے تو ایسی صورت میں دوسرے مولیٰ کی اجازت سے نکاح جائز ہو سکتا ہے اور اگر دوسرے ولی کے واسطے باندی حلال ہو بایں طور کہ مولائے اول نے کسی اجنبی کے ہاتھ بیع یا اس کو ہبہ کی یا اپنے پسر کے ہاتھ بیع یا ہبہ کی مگر خود اس سے وطی نہیں کر چکا ہے یا فقط بیٹا اس کا وارث درحالیکہ باپ میت اس سے وطی نہیں کر چکا ہے تو ایسی حالت میں دوسرے مولیٰ کی اجازت ناجائز اور اس اجازت سے نکاح جائز نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

متصلات ایں باب مسائل الفسخ:

جاننا چاہئے کہ نکاح بندھ جانے کے بعد اسکے فسخ کرنے والے چار طرح کے لوگ ہوتے ہیں اول ایسا عقد باندھنے والا جو بقول یا بفعل کسی طرح فسخ کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور یہ فضولی[!] ہے پس اگر فضولی نے ایک مرد کا نکاح بدون اس کی اجازت کے کسی عورت سے کر دیا پھر کہا کہ میں نے عقد[1] کو فسخ کیا تو فسخ نہ ہوگا اسی طرح[2] اگر اسی عورت کی بہن سے اس کا نکاح باندھا تو دوسرا نکاح مرد کی اجازت پر موقوف ہوگا اور یہ نکاح اول کا فسخ نہ ہوگا دوم وہ عاقد ہے جو قول سے فسخ کر سکتا ہے اور فعل سے فسخ نہیں کر سکتا ہے اور یہ وکیل ہے چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی کو وکیل کیا کہ میرے ساتھ فلاں عورت معینہ کا نکاح کر دے پس اس نے اس عورت سے نکاح کر دیا اور عورت کی طرف سے کسی فضولی نے قبول کیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قول سے نکاح فسخ کر دے یعنی کہے کہ میں نے یہ نکاح فسخ کیا اور اگر وکیل مذکور نے اس عورت کی بہن کے ساتھ بھی موکل کا نکاح کر دیا تو عقد اول فسخ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

! پس فضولی کا فسخ کرنا باطل ہوگا۔

(۱) مثال فسخ بقول۔

(۲) مثال فسخ بفعل۔

اگر وکیل مذکور نے بعینہ اسی عورت سے دوسرا نکاح کر دیا تو عقد اول ٹوٹ جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور سوم وہ عاقد جو بفعل فسخ کر سکتا ہے اور بقول فسخ نہیں کر سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد نے ایک مرد کے ساتھ بدون اس کی اجازت کے ایک عورت کا نکاح کر دیا پھر شوہر مذکور نے اس عورت کی بہن کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو پہلا نکاح فسخ ہو جائے گا حالانکہ اگر وہ اس نکاح کو بقول فسخ کرے تو فسخ صحیح نہیں ہے چہارم وہ عاقد جو قول و فعل دونوں طرح سے فسخ کر سکتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو کسی عورت سے بطور غیر معین نکاح کرنے کا وکیل کیا پس وکیل نے ایک عورت سے نکاح کر دیا اور عورت کی طرف سے ایک فضولی نے قبول کیا پس اگر وکیل اس عقد کو فسخ کرے تو فسخ صحیح ہے اور اگر وکیل نے اس عورت کی بہن سے بھی موکل کا نکاح کر دیا تو عقد اول فسخ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

پس باب نکاح میں فضولی کو قبل اجازت کے رجوع کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور وکیل کو نکاح موقوف کی صورت میں قول و فعل دونوں سے رجوع کا اختیار رہتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر زید کے ساتھ فضولی نے ایک عورت کا نکاح کر دیا پھر زید نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اس کا نکاح کر دے پس وکیل نے اس نکاح کی اجازت دے دی پھر اس کو فسخ کیا تو بنا بر روایت جامع کے اس کا فسخ کرنا صحیح نہ ہوگا اور اگر اسی عورت کی بہن کا باجازت بہن کے موکل کے ساتھ نکاح کر دیا تو پہلا نکاح باطل ہو جائے گا اور اگر مطلق نکاح کے واسطے دو وکیل ہوں تو ایک وکیل کے باندھے عقد موقوف کو قصداً[1] دوسرا باطل نہیں کر سکتا ہے وکیل اگر ایسا فعل کرے کہ اس عورت کی بہن سے موکل کا نکاح کر دے یا دوسرے[2] مہر پر پہلے نکاح کی تجدید کرے تو پہلا نکاح فسخ ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر زید نے ایک عورت سے بدون اجازت عورت مذکورہ کے نکاح کیا پھر کسی کو وکیل کیا کہ کسی عورت سے اس کا نکاح کر دے پس وکیل نے اپنے قول سے فعل زید کو فسخ کیا تو نہیں صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے اسی عورت کی بہن سے زید کا نکاح[3] کر دیا تو نکاح اول ٹوٹ جائے گا اور اگر وکیل نے موکل کے ساتھ[4] ایک ہی عقد میں دو عورتوں کا نکاح کر دیا کہ ان دونوں میں سے ایک عورت زید کی نکاح والی کی بہن ہے یا ایک ہی عقد میں چار عورتوں سے نکاح کر دیا تو پہلا نکاح فسخ نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

باب : ⑦

مہر کے بیان میں

اس کی چند فصلیں ہیں:

فصل اوّل:

ادنیٰ مہر کے بیان میں اور جو چیزیں مہر ہو سکتی ہیں اور جو نہیں ہو سکتی اُن کے بیان میں

کم سے کم مقدار مہر دس درہم ہے خواہ سکہ دار ہوں یا نہ ہوں چنانچہ دس درہم وزن کی خالی چاندی پر مہر جائز ہے اگرچہ اس قدر چاندی کی قیمت بہ نسبت دس درہم کے کم ہو یہ تبیین میں ہے اور سوائے درہم کے جو چیز ہے وہ وقت[5] عقد کی قیمت سے ... سے درہموں کی قائم مقام رکھی جائے گی یہ ظاہر الروایہ کے موافق ہے چنانچہ اگر کپڑے یا کیلی یا وزنی چیز پر نکاح کیا اور اس چیز کی

---

(۱) یعنی بقول خود۔

(۲) یعنی عورت کی اجازت سے۔

(۳) قبل اجازت اول کے۔ (۴) اس واسطے کہ نکاح وکیل ناجائز ہے۔ (۵) عقد کے وقت جو اس کی قیمت ہے۔

قیمت وقت عقد کے دس درہم ہے تو نکاح جائز ہوگا اگر چہ قبضہ کرنے کے دن اس کی قیمت دس درہم سے گھٹ گئی ہو پس عورت کو رد کر دینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر اس کے برعکس ہو کہ وقت عقد کے دس سے کم ہو اور وقت قبضہ کے نرخ زیادہ ہو گیا کہ دس درہم قیمت ہو گئی تو وقت عقد کے جس قدر کمی تھی وہ عورت کو دلائی جائے گی اگر چہ وقت قبضہ کے پوری دس درہم قیمت ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر کپڑے کا کسی جزو میں نقصان ہو جانے سے قبضہ سے پہلے اس کی قیمت میں نقصان آ گیا تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے اسی ناقص کو لے لے یا اس کی قیمت دس درہم لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادنیٰ مہر کی ایک مثال:

واضح ہو کہ ہر ایسی چیز جو مال متقوم ہے مہر ہو سکتی ہے اور منافع بھی مہر ہو سکتے ہیں مگر بات یہ ہے کہ اگر شوہر مرد آزاد ہو اور اس نے عورت سے اس منافع پر نکاح کیا کہ میں تیری خدمت[1] کردوں گا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مہر مثل کا حکم دیا جائے گا اور نکاح جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت سے اپنے سوائے کسی دوسرے آزاد کی خدمت پر نکاح کیا پس اگر اس غیر کے حکم سے نہ ہو اور اس نے اجازت دی تو اس کی خدمت کی قیمت واجب ہوگی اور اگر غیر مذکور کے حکم سے ہو پس اگر کوئی خدمت معین ایسی ہو کہ جس سے بے پردگی و فتنہ سے بچاؤ نہیں ہو سکتا ہے تو واجب ہے کہ منع کی جائے اس کو خدمت مذکورہ کی قیمت دی جائے اور اگر ایسی خدمت نہ ہو تو اس خدمت کا ادا کرنا واجب ہوگا اور اگر خدمت غیر معین ہو بلکہ اس غیر مذکور کے منافع پر نکاح کیا حتیٰ کہ عورت مذکورہ ہی اس غیر مذکور سے خدمت لینے کی مستحق ہوئی کیونکہ یہ اجیر خاص ہوا تو دیکھا جائے گا کہ اگر عورت مذکورہ نے ایسی خدمت لینی شروع کی جس کی صورت مثل اول[1] کے ہے تو اس کا حکم مثل حکم اول کے ہوگا اور اگر بطور صورت دوم ہے تو اس کا حکم مثل صورت دوم کے ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔

مہر چاہے قلیل ترین وادنیٰ ترین ہی کیوں نہ ہو پھر بھی ادا کرنا ضروری ہے:

اگر مرد نے عورت سے اپنے غلام یا باندی کی خدمت پر نکاح کیا تو صحیح ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر شوہر غلام ہو تو شوہر کو اس کی خدمت جائز ہے یہ بالا جماع ہے کذا فی محیط السرخسی اور اگر کسی عورت سے اس مہر پر نکاح کیا کہ اس کو قرآن شریف کی تعلیم کر دے گا تو عورت مذکورہ کو اس کا مہر مثل ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے اس مہر پر نکاح کیا کہ عورت مذکورہ کی بکریاں چرائے گا یا اس کی زمین میں زراعت کر دے گا تو ایک روایت میں نہیں جائز ہے اور ایک روایت میں جائز ہے کذا فی محیط السرخسی اور روایت اول کتاب الاصل والجامع کی ہے اور وہی اصح ہے کذا فی النہر الفائق اور یہ خطا ہے صواب یہ ہے کہ بالا جماع یہ خدمت جو مہر قرار دی ہے ادا کرے بدلیل قصہ موسیٰ و شعیب علیہما السلام کے اور اگر کوئی کہے کہ وہ موسیٰ و شعیب علیہما السلام کی شریعت میں تھا اور ہم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو جواب یہ ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت جس کو اللہ تعالیٰ واس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی نوع انکار کے بیان فرمایا ہو وہ ہم پر لازم ہے یہ کافی میں ہے اور اگر حلال و حرام احکام کی تعلیم یا حج یا عمرہ وغیرہ عبادات کو مہر قرار دیا تو ہمارے نزدیک تسمیہ نہیں صحیح ہے پھر واضح ہو کہ تسمیہ میں اصل یہ ہے کہ جب تسمیہ صحیح ہو جائے و متقرر ہو جائے تو وہی مسمّیٰ واجب ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر مہر مسمّیٰ دس درہم یا زیادہ ہے تو عورت کو بس یہی ملے گا اس کے سوائے کچھ نہ ہوگا اور اگر مہر مسمّیٰ دس درہم یا زیادہ ہے تو عورت کو بس یہی ملے گا اس کے سوائے کچھ نہ ہوگا اور اگر دس سے کم ہو تو ہمارے اصحاب ثلاثہ کے نزدیک دس پورے کر دیئے جائیں گے اور اگر تسمیہ فاسد یا متزلزل ہو تو مہر مثل واجب ہوگا اور اگر مہر یہ قرار دیا کہ عورت مذکورہ کو اس

---

[1] قال یعنی بے پردگی و فتنہ سے بچاؤ نہیں ہو سکتا ہے۔ (۱) مثلاً ایک سال۔

کے شہر سے باہر نہ لے جائے گا یا اس کے اوپر دوسرا نکاح نہ کرے گا تو یہ تسمیہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر مذکور مال نہیں ہے اور اسی طرح اگر مسلمان مرد نے مسلمان عورت سے مردار یا خون یا خمر یا سور پر نکاح کیا تو تسمیہ نہیں صحیح ہے اور اگر اعیان مال کے منافع پر مدت معلومہ تک کے واسطے نکاح کیا مثل اپنے دار کی سکونت و اپنے جانور سواری کی سواری و بار برداری و زراعت کی زمین دینے وغیرہ پر مدت معلومہ تک کے واسطے نکاح قرار دیا تو تسمیہ صحیح ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر غلام نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے اپنے رقبہ پر کسی باندی یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اگر اپنے رقبہ پر کسی آزاد عورت یا مکاتبہ سے نکاح کیا تو نہیں جائز[1] ہے اور غلام کی قیمت پر بھی نافذ نہ ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کسی عورت سے اس مہر پر نکاح کیا کہ اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دے گا یا مرد کا بجانب اس عورت[1] کے جو حق قتل عمد کا ہے اس پر نکاح کیا یا کہا کہ تجھ کو حج کرا لاؤں گا تو عورت مذکورہ کو مہر مثل ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کیا قرضہ میں مہلت کے عوض بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

ایک مرد کے ایک عورت پر ہزار درہم کسی خریدی ہوئی چیز کے واجب ہیں پس مرد مذکور نے اس عورت سے بدین مہر نکاح کیا کہ ان درہموں کے مطالبہ میں مہلت دوں گا تو یہ مہلت باطل ہے اور نکاح منعقد اور مہر مثل واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے اس ہزار درہم پر جو اس کے فلاں مرد پر آتے ہیں نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا مگر عورت کو اختیار ہوگا چاہے شوہر سے ان کا مطالبہ کرے اور چاہے قرضدار کی دامنگیر ہو پھر شوہر سے مواخذہ کرے گی تاکہ شوہر اس عورت کو قرضدار سے یہ قرضہ وصول کر لینے کا وکیل کرے گا اور اگر کسی عورت سے ہزار درہم قرض پر جو اس مرد کے زید پر ایک سال کے وعدہ پر آتے ہیں نکاح کیا اور عورت اس پر راضی ہوگئی تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے شوہر سے مواخذہ کرے یا قرضدار سے لینا اختیار کرے پس اگر شوہر سے لینا اختیار کیا تو بھی ایک سال کے وعدہ پر اس سے لے سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی معین غلام پر اشارہ کر کے نکاح کیا حالانکہ غلام مذکور کسی غیر کا ہے یا کسی دار کی طرف اشارہ کر کے نکاح کیا حالانکہ وہ غیر کی ملک ہے تو نکاح جائز اور تسمیہ صحیح ہے پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر مالک غلام و دار نے اس کی اجازت دے دی تو عورت کو عین مسمیٰ ملے گا اور اگر مالک نے اجازت نہ دی تو نکاح باطل نہ ہوگا تسمیہ بھی باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ مہر مثل واجب نہ ہوگا بلکہ اس مہر مسمیٰ کی قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی مرد نے کسی عورت سے کسی غلام کے عیب[2] پر جس کو مرد نے اس عورت سے خرید ہے نکاح کیا تو جائز ہے پس اگر عیب کی قیمت[3] دس درہم ہو تو عورت کے واسطے یہی ہوگا اور اگر دس درہم سے کم ہو تو دس درہم کی تکمیل واجب ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ نکاح شغار منعقد ہوتا ہے اور شرط باطل ہوتی ہے اور دونوں عورتوں میں سے ہر ایک کو اس کا مہر مثل ملے گا اور نکاح شغار کے یہ معنی ہیں کہ زید نے مثلاً اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ عمرو اپنی بہن یا ماں کا نکاح زید کے ساتھ کر دے بدین مہر کہ ہر ایک عورت کی بضع دوسری کا مہر ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر عقد میں ایسی چیز کو مہر رکھا جو فی الحال معدوم ہے مثلاً کسی عورت سے

---

[1] قال یعنی عورت نے پہلے اس مرد کے کسی ولی کو عمداً قتل کیا ہے پس مرد نے اس عورت سے اس کی معافی پر نکاح کیا۔ [2] یعنی وہ غلام عیب دار نکلا پس بمقابلہ عیب کے کچھ ثمن ہوگا پس گویا اس حصہ ثمن کو مہر قرار دیا ہے۔ [3] قولہ قیمت دس قال المترجم اس سے ظاہر ہے کہ عیب کی مالیت اندازہ کرنے میں قیمت کا اعتبار ہوگا اور ثمن کے حصہ کا اعتبار نہ ہوگا اور اس کی توضیح یہ ہے کہ ۶۴ قیمت کا غلام ۳۲ درہم میں خریدا اور اس میں ایسا عیب نکلا جس سے آٹھواں حصہ قیمت کا نقصان ہو تو آٹھ درہم قیمت حصہ عیب ہو حالانکہ حصہ ثمن فقط چار ہی درہم ہوتے ہیں فلیتامل فیہ۔

(۱) یعنی رقبہ کی قیمت۔

نکاح کیا بدین مہر کہ امسال جو پھل اس کے درخت خرما میں آئیں یا جو کھیتی امسال اس کی زمین میں پیدا ہو یا جو کہ اس کا غلام کمائے وہ مہر ہے تو تسمیہ صحیح نہ ہوگا اور عورت مذکورہ کو مہر مثل ملے گا اسی طرح اگر ایسی چیز بیان کی جو سب طرح سے فی الحال مال نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے مثلاً جو کچھ اس کی بکریوں کے پیٹ میں ہے یعنی بچہ یا جو اس کی باندی کے پیٹ میں ہے اس کو مہر قرار دے کر نکاح کیا تو تسمیہ صحیح نہیں ہے اور عورت کو مہر المثل ملے گا یہ محیط میں ہے۔

اجنبی کی جانب سے مقرر کیے گئے مہر مثل میں زیادتی کا حکم شوہر کی رضامندی پر موقوف ہوگا:

اگر کسی عورت سے اس کے حکم پر یا اپنے حکم پر یا فلاں اجنبی کے حکم پر نکاح کیا یعنی جو وہ کہہ دے وہی مہر ہے تو تسمیہ فاسد ہوگا پھر اگر حکم شوہر پر ٹھہرا ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر شوہر نے اس عورت کے مہر مثل یا زیادہ کا حکم دیا تو عورت کو یہی ملے گا اور اگر مثل سے کم کا حکم دیا تو عورت کو مہر مثل ملے گا لیکن اگر عورت اسی کم پر راضی ہو جائے تو کم ہی لے اور اگر عورت کے حکم پر ٹھہرا ہو پس اگر عورت نے مہر مثل یا کم کا حکم کیا تو عورت کو یہی ملے گا اور اگر مہر مثل سے زیادہ کا حکم لگایا تو بقدر زیادتی کے جائز نہ ہوگا لیکن اگر شوہر راضی ہو جائے تو ملے گا اور اگر اجنبی کا حکم ٹھہرا ہو پس اگر اس نے مہر مثل کا حکم دیا تو جائز ہے اور اگر مہر مثل سے زیادہ کا حکم دیا تو شوہر کی رضامندی پر موقوف ہوگا اور اگر مہر مثل سے کم کا حکم دیا تو عورت کی رضامندی پر موقوف ہوگا یعنی عورت اگر اس کمی پر راضی ہو جائے تو صحیح ہے یہ بدائع میں ہے۔

فصل: ②

اُن امور کے بیان میں جن سے مہر ومتعہ متاکد ہو جاتا ہے

مہر کے متاکد ہو جانے کی تین صورتیں:

واضح ہو کہ تین باتوں میں سے کسی بات کے پائے جانے سے مہر متاکد ہو جاتا ہے ایک دخول دوسری خلوت صحیحہ اور تیسری بیوی ومرد ان دونوں میں سے کسی کا مر جانا پس ان میں سے جب کوئی بات پائی جائے مہر متاکد ہو جائے گا خواہ مہر مسمّٰی ہو یا مہر مثل حتیٰ کہ بعد اس کے مہر میں سے کچھ ساقط نہیں ہوتا ہے الا بایں طور کہ جو حقدار ہے وہ بری کر دے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کا کچھ مہر بیان نہ کیا یا بدین شرط نکاح کیا کہ اس کے واسطے کچھ مہر نہیں ہے تو اس عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ دخول کرے[1] یا شوہر مر جائے یا خود عورت مر جائے اور اگر دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو عورت کو متعہ ملے گا اور اگر بعد عقد کے قاضی نے اس کے واسطے کچھ مہر مقدر کر دیا یا شوہر نے مقدر کر دیا پس درصورت متاکد ہو جانے کے مانند مہر مثل کے متاکد ہوگا اور درصورتیکہ دخول سے پہلے طلاق دے دی تو متعہ واجب ہوگا اور یہ نہ ہوگا کہ مہر مقدر مذکور کا نصف واجب ہو یہ امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کا قول ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور متعہ بھی جب ہی واجب ہوتا ہے کہ شوہر کی طرف سے فرقت پائی جائے مثلاً شوہر نے طلاق دے دی یا ایلاء کر کے الگ کیا یا لعان کیا یا مجبوب نکلا یا عنین ظاہر ہوا یا اسلام سے منکر ہو کر مرتد ہو گیا یا عورت کی ماں یا بیٹی کا شہوت سے بوسہ لیا وغیرہ ذلک اور اگر عورت کی طرف سے فرقت پیدا ہو تو متعہ واجب نہ ہوگا مثلاً عورت اسلام سے منکر ہو کر مرتد ہو گئی یا اس نے شوہر کے پسر کا شہوت سے بوسہ لیا یا سوت کو دودھ پلا دیا[1] یا بخیار بلوغ بخیار عتق اس نے الگ ہو جانا اختیار کیا یا

---

[1] قولہ پلا دیا بشرطیکہ ایسی عمر میں پلایا ہو کہ جس میں رضاعت معتبر ہے اور بالغہ ہونے کے وقت اس کو اختیار رہتا ہے کہ نکاح رکھے یا توڑ دے باندی جب آزاد کی جائے تو اس کو اختیار رہتا ہے کہ نکاح رکھے یا توڑ دے۔ (۱) یا خلوت صحیحہ کرے۔

عدم کفو ہونے کی وجہ سے جدائی اختیار کی وغیرہ ذلک اور اسی طرح اگر اپنی زوجہ کو جو زید کی باندی ہے زید سے خرید کیا یا اس کے وکیل نے زید سے خرید تو بھی متعہ واجب نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے اس باندی کو کسی غیر کے ہاتھ فروخت کیا اور اس غیر سے شوہر نے خریدی تو متعہ واجب ہوگا جن صورتوں میں مہر مسمّی نہ ہونے پر متعہ بھی واجب نہیں ہوتا ہے تو مہر کی ہونے پر نصف مسمّی واجب نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور جن صورتوں میں بمقتضائے عقد مہر المثل واجب ہوتا ہے اگر طلاق قبل دخول واقع ہو تو فقط متعہ واجب ہوگا یہ تہذیب میں ہے اور واضح ہو کہ متعہ سے اس مقام پر متعہ شیعہ مراد نہیں ہے بلکہ جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی تین کپڑے ہیں قمیص و چادر و مقنعہ اور یہ کپڑے اوسط درجہ کے ہوں گے نہ بہت گھٹ کے نہ بہت بڑھ کے یہ کذانی المحیط اور یہ رواج اماموں کے زمانہ کا ہے اور ہمارے ملک میں ہمارا عرف معتبر ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت کو کپڑوں کی قیمت میں درہم دینار دیئے تو قبول کرنے پر مجبور کی جائے گی یہ بدائع میں ہے مگر واضح رہے کہ نصف مہر سے زیادہ قیمت بڑھانا لازم نہیں ہے اور پانچ درہم سے کم نہ ہوں گے یہ کافی میں ہے اور ان کپڑوں کے لحاظ کرنے میں عورت کا حال دیکھا جائے گا کیونکہ یہ کپڑے مہر المثل کے قائم مقام ہیں یہ امام کرخیؒ کا قول ہے یہ تبیین میں ہے پس اگر ادنیٰ درجہ کی عورت ہو یعنی سفلہ لوگوں میں ہو تو اس کو کرباس کے کپڑے دے گا اور اگر اوسط درجہ میں ہو تو اس کو قز کے کپڑے دے گا اور اگر مرتفعہ الحال ہو تو اس کو ابریشم کا لباس دے گا اور یہی اصح ہے یہ ینابیع میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مرد کے حال کا اعتبار کیا جائے گا یہ ہدایہ و کافی میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ دونوں کے حال کا اعتبار کیا جائے گا اس کو صاحب بدائع نے نقل کیا ہے اور یہ قول اشبہ بالفقہ ہے کذانی التبیین اور ولوالجی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور جس عورت کا شوہر مر گیا اس کے واسطے متعہ نہیں ہے خواہ عقد میں اس کا مہر مقرر کیا ہو یا بیان نہ کیا ہو اور خواہ اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح پر نکاح فاسد جس میں قبل عورت کے ساتھ دخول کرنے اور قبل خلوت صحیحہ کے بعد خلوت کے درحالیکہ شوہر اس کے ساتھ دخول کرنے سے منکر ہو قاضی نے دونوں میں تفریق کرا دی تو متعہ واجب نہ ہوگا اور متعہ واجب ہونے کے حق میں غلام بمنزلہ[1] آزاد ہے بشرطیکہ غلام نے باجازت مولیٰ کے نکاح کیا ہو یہ محیط میں ہے ہمارے نزدیک متعہ تین طرح کا ہوتا ہے ایک متعہ واجب اور وہ ایسی عورت کے واسطے ہوتا ہے جس کو قبل دخول کے طلاق دے دی ہو اور عقد میں اس کے واسطے مہر مسمّی نہ کیا ہو اور دوسرا متعہ مستحبہ اور وہ ایسی عورت کے واسطے ہے کہ جس کو بعد دخول کے طلاق دے دی اور تیسرا نہ واجب و مستحبہ اور وہ ایسی عورت کے واسطے ہے کہ جس کو قبل دخول کے طلاق دے دی اور عقد میں اس کا مہر بیان کیا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

خلوتِ صحیحہ و خلوتِ فاسدہ کی تعریف:

خلوت صحیحہ کے یہ معنی ہیں کہ مرد و عورت دونوں ایسے مکان میں تنہا جمع ہوں جہاں وطی کرنے سے کوئی جسمی یا شرعی یا طبعی مانع[2] نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور خلوت فاسدہ اس کو کہتے ہیں کہ حقیقۃً وطی کرنے پر قدرت نہ پائے جیسے مریض مدنف کہ وطی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور اس صورت میں چاہے عورت مریضہ ہو یا مرد مریض ہو حکم یکساں ہے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور واضح ہو کہ مرض سے ایسا مرض مراد ہے جو جماع سے مانع ہو یا جماع سے ضرر لاحق ہو اور صحیح یہ ہے کہ مرد کا مریض ہونا تکسر[3] و فتور سے خالی نہیں ہوتا ہے پس جماع سے مانع ہوگا خواہ مرد کو ضرر لاحق ہو یا نہ ہو اور یہی تفصیل عورت کے مرض میں ہے یہ کافی میں ہے اور اگر مرد نے اپنی عورت کے ساتھ خلوت کی حالانکہ دونوں میں سے ایک حج فرض یا نفل کے احرام میں ہے یا روزہ فرض یا نماز فرض

---

[1] غلام...... یعنی آزاد کی طرح غلام پر بھی متعہ واجب ہوگا حتیٰ کہ مولیٰ نہ دے تو غلام اس کے لئے فروخت ہوگا۔

[2] اگر چہ ایسی حالت میں فی الحقیقت وطی نہ کی ہو۔ [3] تکسر شہوت میں انکسار و فتور ہوگا۔

میں ہے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور روزہ قضا و روزہ نذر و روزہ کفارہ میں دو روایتیں ہیں اور اصح یہ ہے کہ ایسا روزہ مانع خلوت نہ ہوگا اور نفل روزہ ظاہر الروایہ میں مانع خلوت نہیں ہے اور نماز نفل مانع خلوت نہیں ہے اور حیض یا نفاس مانع ہے اور اگر دونوں کے ساتھ کوئی شخص وہاں سویا ہوا ہو یا اندھا ہو تو خلوت صحیح نہ ہوگی اور اگر دونوں کے ساتھ کوئی نابالغ ناسمجھ ہو یا ایسا آدمی ہو جس پر بے ہوشی طاری ہے تو خلوت سے مانع نہ ہوگا اور اگر دونوں کے ساتھ نابالغ سمجھدار ہو یعنی ایسا ہو کہ جو کچھ ان دونوں میں واقع ہو اس کو بیان کر دے یا ان دونوں کے ساتھ کوئی بہرا یا گونگا ہو تو خلوت[1] صحیح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ مجنون[2] و معتوہ مثل بچہ کے ہیں پس اگر دونوں سمجھتے ہوں تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر نہ سمجھتے ہوں تو خلوت صحیحہ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر دونوں کے ساتھ عورت کی باندی ہو تو اس میں اختلاف ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ خلوت صحیحہ ہوگی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر مرد کی باندی ساتھ ہو تو خلوت صحیحہ ہوگی یہ معراج الدرایہ میں ہے اور امام محمدؒ ابتدا میں فرماتے تھے کہ اگر خلوت میں مرد کی باندی ہو تو خلوت صحیح ہوگی بخلاف اس کے اگر عورت کی باندی ساتھ ہو تو صحیحہ نہ ہوگی پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ بہر حال خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور یہی امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ محیط و ذخیرہ و فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں کے ساتھ مرد کی دوسری بیوی ہو تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر دونوں کے ساتھ کتا ہو تو خلوت سے مانع ہے اور اگر کتا کٹکھنا نہ ہو پس اگر عورت کا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر کا ہو تو خلوت صحیح ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت اپنے شوہر کے پاس چلی گئی حالانکہ وہ اکیلا سو رہا تھا تو خلوت صحیح ہوگی خواہ[ا] مرد کو اس کے آنے کا حال معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور یہ جواب امام اعظمؒ کے قول پر محمول ہے اس واسطے کہ امام کے نزدیک سویا ہوا جاگتے ہوئے کے حکم میں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔ عورت اگر شوہر کے پاس گئی حالانکہ وہ تنہا تھا اور مرد نے اس کو نہیں پہچانا پس وہ ایک گھڑی بیٹھ کر چلی آئی یا شوہر اپنی عورت کے پاس چلا گیا مگر عورت کو نہیں پہچانا تو جب تک اس کو نہ پہچانے تب تک خلوت صحیحہ نہ ہوگی اسی کو شیخ امام فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے کذا فی المحیط اور حجۃ میں لکھا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کذا فی التاتارخانیہ اور اگر مرد نے دعویٰ کیا کہ میں نے عورت کو نہیں پہچانا تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

طفل کے ساتھ خلوت کرنا خلوتِ صحیحہ شمار نہ ہوگی:

اگر عورت نے مرد کو نہ پہچانا مگر مرد نے عورت کو پہچان لیا کہ یہ وہی ہے جس سے میرا نکاح ہوا ہے تو خلوت صحیح ہوگی یہ تبیین میں ہے اور ایسے طفل کے ساتھ خلوت کرنا کہ جیسے اطفال جماع نہیں کر سکتے ہیں خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور نیز ایسی لڑکی ساتھ خلوت کہ ایسی لڑکیوں سے جماع نہیں کیا جاتا ہے خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر کافر نے اپنی بیوی کے ساتھ بعد بیوی کے مسلمان ہو جانے کے خلوت کی تو صحیح ہوگی اور اگر کافر مسلمان ہو گیا اور عورت کافرہ رہی پس اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھا تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور صحت خلوت کے موانع میں سے یہ بھی ہے کہ عورت رتقاء یا قرناء یا عفلاء یا شعراء ہو تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت کے ساتھ ظہار کیا پھر کفارہ دینے سے پہلے اس کے ساتھ خلوت کی تو صحیحہ نہ ہوگی کیونکہ مرد پر اس عورت سے وطی کرنا حرام ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر مرد نے عورت کے ساتھ خلوت کی مگر عورت مذکورہ نے اس کو اپنے اوپر قابو[۲] نہ دیا تو اس میں متاخرین

ا قولہ خواہ مرد کو...... اس واسطے کہ وہ حکماً جاگتا ہے۔

۲ قال المترجم بظاہر مبہم ہے کہ خلوت میں وقوع وطی ضرور ہو مگر یہ نہیں بلکہ عادتاً امکان ہو۔

(۱) یعنی خلوت صحیحہ نہ ہوگی۔

(۲) یعنی مرد و عورت کی خلوت میں مجنون یا معتوہ ساتھ ہو۔

نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ صحیح ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور مجبوب کی خلوت امام اعظمؒ کے نزدیک خلوت صحیح ہے اور عنین وخصی کی خلوت صحیحہ ہوتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور جس مکان میں خلوت صحیحہ متحقق ہوتی ہے وہ ہر ایسا مکان ہے جس میں دونوں اس بات سے بے کھٹکے ہوں کہ بدون ان کی اطلاع کے کوئی وہاں نہ آئے گا جیسے دار و بیت یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے اور صحراء میں جہاں دونوں کے قریب کوئی نہ ہو خلوت صحیحہ نہ ہوگی جبکہ کسی آدمی کے ادھر ہو کر گزرنے سے بے خوف نہ ہوں اور اسی طرح اگر ایسی چھت پر ہوں کہ اس کے چاروں طرف پردہ نہیں ہے یا پردہ باریک ہو یا چھوٹا ہو کہ اگر کوئی کھڑا ہو تو اس کی آنکھ ان دونوں پر پڑے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی جب کہ غیر کے ہجوم سے بے خوف نہ ہوں اور اگر بے خوف ہوں تو خلوت صحیح ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر راستہ پر اس کے ساتھ خلوت کی پس اگر ڈنڈی ہو تو نہیں صحیح ہے ورنہ صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

خلوت صحیحہ واقع ہونے کی چند صورتیں:

مسجد و حمام میں خلوت نہیں صحیح ہے اور اگر عورت کو دیہات کی طرف ایک یا دو فرسخ سوار کر لے گیا اور راستہ سے مڑ کر ایک طرف[۱] ہو گیا تو موافق[(1)] ظاہر کے خلوت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر جنگل کے درمیان خیمہ میں اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھا تو صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت کے ساتھ حج کیا اور جنگل میں بدوں خیمہ کے اترا تو خلوت صحیح نہ ہوگی اور یہی حکم پہاڑ میں ہے یہ تبیین میں ہے اور چہار دیواری کے باغ میں جس میں ایسا دروازہ نہیں ہے جو بند کر دیا جائے تو وہاں خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر دروازہ ہو اور بند کر دیا جائے تو خلوت صحیحہ ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر قبہ دار محل میں دن میں یا رات میں خلوت میں بیٹھا پس اگر اس میں وطی کرنا ممکن ہو تو خلوت صحیح ہوگی اور اگر عورت کو بے چھت کی کوٹھری میں تنہا ساتھ رکھا یا چہار دیواری کے باغ انگور میں ساتھ رکھا تو ظاہر الروایہ میں خلوت صحیحہ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہ ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب باغ انگور چہار دیواری دار مع دروازہ ہو یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر حجلہ میں یا قبہ میں خلوت میں بیٹھا اور پردہ چھوڑ دیا تو خلوت صحیحہ ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر بیت میں اس کے میں اس کے اور باقی عورتوں کے درمیان پردہ پڑا ہو تو خلوت صحیحہ ہے اور منتقی میں ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر بیت میں اس کے اور باقی عورتوں کے دمیان پردہ پڑا ہو تو خلوت صحیحہ ہے اور منتقی میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر یہ پردہ باریک ہو کہ اس میں سے نظر آتا ہو یا چھوٹا ہو کہ اگر آدمی کھڑا ہو تو دونوں کو دیکھے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر تین یا چار کوٹھریاں ایک بعد دوسرے کے ہوں اور سب سے پچھلی کوٹھری میں اپنی بیوی کے ساتھ تنہا بیٹھا پس اگر دروازے کھلے ہوں کہ جو شخص داخل ہونا چاہے وہ بدون اجازت لینے کے دونوں کے پاس چلا آئے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اسی طرح اگر دار کی کوٹھری میں جس کا دروازہ دار کی جانب کھلا ہوا ہے اس طرح کہ اس کے ناتے دار اور اجنبیوں میں سے جو چاہے دونوں کے پاس چلا آئے کچھ اجازت لینے کی ضرورت نہ پڑے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مجموع النوازل میں ہے کہ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پس اس عورت کو اس کی ماں مرد مذکور کے پاس داخل کر کے خود باہر نکل آئی اور دروازہ بھیڑ دیا لیکن اس نے بند نہیں کیا اور یہ کوٹھری ایک کارواں سرائے میں ہے کہ اس میں بہت لوگ رہتے ہیں اور اس کوٹھری میں روشندان کے مو کھلے کھلے ہوئے ہیں اور لوگ کارواں سرائے کے صحن میں بیٹھے

۱۔ مترجم کہتا ہے کہ ہندوستان میں یہ حکم قابل تامل ہے۔

(1) یعنی ظاہر الروایہ کے موافق۔

ہیں کہ دور سے دیکھتے ہیں پس آیا ایسی خلوت صحیحہ ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر لوگ ان موکھلوں میں نظر ڈالتے اور ان کے مترصد ہیں اور یہ دونوں اس سے واقف ہیں تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور رہا دور سے دیکھنا اور میدان میں بیٹھا ہونا تو یہ خلوت کے صحیح ہونے سے مانع نہیں ہے کیونکہ وہ دونوں ایسا کر سکتے ہیں کہ کوٹھری کے کسی کونے میں چلے جائیں کہ لوگوں کی نظر ان پر نہ پڑے یہ ذخیرہ میں ہے اور واضح رہے کہ خلوت خواہ صحیحہ ہو یا فاسدہ ہو عورت پر استحساناً عدت واجب ہوتی ہے کیونکہ توہم[1] شغل ہے اور شیخ قدوری نے ذکر کیا کہ مانع اگر کوئی امر شرعی ہو تو عدت واجب ہوگی اور اگر مانع حقیقی ہو جیسے مرض یا صغرسنی تو عدت واجب نہ ہوگی اور ہمارے اصحاب نے بعض احکام میں خلوت صحیحہ کو بجائے وطی کے قرار دیا ہے اور بعض احکام میں نہیں پس ہمارے اصحاب نے مہر متاکد ہونے اور ثبوت نسب و عدت ونفقہ وسکنیٰ اس عدت میں اور اس کی بہن کے ساتھ نکاح حرام ہونے اور اس کے سوائے چار عورتوں کے نکاح کر لینے میں اور نکاح باندی حرام ہونے میں بنا برقیاس قول امام ابوحنیفہؒ کے اور اس کے حق میں رعایت وقت طلاق میں وطی کا قائم مقام رکھا ہے اور حق احصان[(1)] میں اور دختروں کے حرام ہونے میں اور اول کے واسطے اس عورت کی حلت میں ورجعت ومیراث میں وطی کے قائم مقام نہیں رکھا ہے اور رہا دوسری طلاق واقع ہونے میں سو اس میں دو روایتیں ہیں اور اقرب یہ ہے کہ دوسری طلاق واقع ہوگی یہ تبیین میں ہے اور بکارت زائل ہونے کے حق میں خلوت[2] کو بجائے وطی کے قائم نہیں رکھا ہے چنانچہ اگر کسی باکرہ کے شوہر نے اس سے خلوت صحیحہ کی پھر اس کو طلاق دے دی تو یہ عورت مثل باکرہ عورتوں کے بیاہی جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے اور جب مہر[3] متاکد ہوگیا تو پھر ساقط نہ ہوگا اگرچہ جدائی کا سبب عورت کی جانب سے پیدا ہو مثلاً مرتد ہو جائے یا شوہر کے پسر کی مطاوعت کرے حالانکہ شوہر اس عورت سے وطی کر چکا ہے یا اس کے ساتھ خلوت صحیحہ کر چکا ہے اور بعض نے فرمایا کہ تمام مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ فرقت کا باعث عورت کی طرف سے پیدا ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ اگر بیوی و مرد میں سے کوئی قبل وطی واقع ہونے کے اپنی موت سے مر گیا حالانکہ نکاح ایسا تھا کہ اس میں مہر بیان کر دیا تھا تو مہر متاکد ہو جائے گا خواہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک قتل کیا گیا خواہ آپس میں ایک نے دوسرے کو قتل کیا یا کسی اجنبی نے قتل کیا یا مرد نے خود اپنے آپ کو قتل کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت نے اپنے آپ کو قتل کیا پس اگر عورت آزاد ہے تو شوہر کے ذمہ سے کچھ مہر ساقط نہ ہوگا بلکہ ہمارے نزدیک پورا مہر متاکد ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے۔

اگر عورت باندی ہو اور اس نے اپنے آپ کو قتل کر ڈالا تو حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اس کا مہر ساقط ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ سے دیگر روایت ہے کہ ساقط نہ ہوگا اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور اگر باندی کو قبل دخول کے اس کے مولیٰ نے قتل کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا مہر ساقط ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک ساقط نہ ہوگا اور یہ اختلاف اس وقت ہے کہ مولیٰ آدمی عاقل بالغ ہو اور اگر لڑکا یا مجنون ہو تو بالاجماع مہر ساقط نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور ایسے نکاح میں جس میں مہر بیان نہیں ہوا ہے اگر بیوی مرد میں سے کوئی مر گیا تو ہمارے اصحاب کے نزدیک مہر مثل متاکد ہو جائے گا کذا فی البدائع اور مہر مثل کے یہ معنی ہیں

---

[1] یعنی وہم یہ کہ عورت کا رحم مشغول بنطفہ مرد ہو گیا ہو جس کو وہ کسی غرض سے پوشیدہ کرے۔

[2] یعنی پہلے شوہر تین طلاق دینے والے کے لئے جو بدون جماع کے حلال نہیں ہوتی ہے یہ خلوت بمنزلہ وطی نہ ہوگی۔

[3] متاکد یعنی تاکید سے مقرر ہو چکا ہے یعنی بعد نکاح کے لازم ہو کر بعد وطی یا خلوت صحیحہ کے متاکد ہو گیا قولہ پسر کی مطاوعت یعنی پسر کی خواہش وطی پر راضی ہو کر تابع ہو گئی۔

(1) سنگسار کرنے کی شرط پائی جانے میں۔

کہ اسی کے مثل عورت کا جو مہر ہو وہی اس کا مہر قرار دیا جائے گا اور مثل ڈھونڈنے کے واسطے اس عورت کے باپ کی قوم میں سے کوئی عورت لی جائے گی جو حسن و جمال و مہر و زمانہ و عقل و دین و بکارت کی راہ سے اس کے برابر ہو اور تیز علم و ادب و کمال خلق میں بھی دونوں کا یکساں ہونا شرط ہے اور نیز یہ بھی شرط ہے کہ ان کے بچہ نہ ہوا ہو اور تبیین میں ہے مگر واضح رہے کہ حسن و جمال اس وقت کا اعتبار کیا جائے گا جس وقت اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ہے یہ محیط میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ شوہر کا بھی اعتبار کیا جائے گا کہ اس کا شوہر مال و حسب میں ویسا ہی ہو جیسے اس کے مثل عورتوں کے شوہر مال و حسب میں ہیں اور اگر نہ ہوئے تو مماثلت پوری نہ ہو گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

اس عورت کے باپ کی قوم کی عورتوں سے یہ مراد ہے کہ اس کی ایک ماں و باپ کی سگی بہنیں[۱] ہوں یا فقط باپ کی طرف سے ہوں یا اس کی پھپھیاں ہوں یا چچا کی بیٹیاں ہوں اور یہ نہ ہوگا کہ اس کا مہر اس کی ماں کے مہر پر قیاس کیا جائے لیکن اگر اس کی ماں اس کے باپ کی قوم میں سے ہو تو قیاس کیا جا سکتا ہے مثلاً اس کی ماں اس کے باپ کی چچا زاد بہن ہو یہ محیط میں ہے اور اگر اس کے باپ کی قوم میں ایسی کوئی عورت نہ پائی جائے تو ایسے اجنبی قبیلہ کی عورتوں سے مماثلت لی جائے گی جو اس کے باپ کے قبیلہ کے مثل ہوں یہ تبیین میں ہے اور منتقیٰ میں لکھا ہے کہ یہ شرط ہے کہ مہر مثل کے خبر دینے والے دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں اور یہ بھی شرط ہے کہ بلفظ شہادت خبر دیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے مثل فلاں عورت کا مہر (۱) اس قدر ہے پس ان گواہوں کا عادل ہونا شرط ہوگا پھر اگر اس پر عادل گواہ نہ پائے جائیں تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک عورت نے اپنی ماں کے مہر پر نکاح کیا تو جائز[۲] ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔

فصل : ۳

ان صورتوں کے بیان میں کہ مہر میں مال بیان کیا اور مال کے ساتھ ایسی چیز ملائی جو مال نہیں ہے

اگر کسی عورت سے ہزار درہم و فلاں بیوی کی طلاق پر نکاح کیا تو نفس عقد سے فلاں مذکورہ پر طلاق واقع ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور عورت کو فقط مہر مسمّٰی ملے گا یہ بحر الرائق میں ہے بخلاف اس کے اگر ہزار درہم پر نکاح کیا اور بدین شرط کہ فلاں عورت کو طلاق دے گا تو جب تک طلاق نہ دے گا تب تک طلاق واقع نہ ہو گی پھر اگر طلاق دینے کی شرط لگائی اور طلاق نہ دی تو جس عورت سے اس شرط پر نکاح کیا ہے اس کو اس کا پورا مہر مثل[۳] ملے گا جیسے عورت سے ہزار درہم اور عورت کی کرامت (۲) پر نکاح کیا یا عورت

---

[۱] قال المترجم یعنی جو بہن اس کی اس کے ساتھ امور مذکورہ بالا میں مماثل ہو جو اس کا مہر بندھا ہے وہی اس کا مہر ہو گا اور اگر بہن مماثل نہ ہو تو پھوپھی یا چچا زاد بہن وغیرہ جو مماثل ہو اس کے مہر پر مہر مثل رکھا جائے گا۔

[۲] یعنی جو اس کی ماں کا مہر ہے وہی اس کا مہر ہو گا۔

[۳] مہر مثل یعنی جو مہر بیان ہوا وہ ساقط ہو کر مہر مثل قرار پائے گا اور نکاح صحیح ہو چکا اور یہی حکم مہر مثل کا ہر منفعت کی شرط میں ہے اور واضح ہو کہ اگر عورت نے شرط لگائی کہ اس کی سوتن کو طلاق دے تو دیانۃً حرام ہے۔

(۱) مثلاً ہزار درہم۔

(۲) بزرگداشت۔

سے ہزار درہم پر اور اس شرط پر کہ اس کو ہدیہ دے گا نکاح کیا اور شرط پوری نہ کی تو بھی یہی حکم ہے اسی طرح ہر ایسی شرط میں جس میں عورت کے واسطے کوئی منفعت ہو یہی حکم ہے جبکہ شوہر اس کو پورا نہ کرے یہ محیط میں ہے اور یہ حکم ایسی صورت میں ہے کہ جب عورت کا مہر مثل اس مقدار مسمیٰ سے زائد ہو اور اگر مہر مسمیٰ اس کے مہر مثل کے برابر یا زیادہ ہو اور شوہر نے وعدہ پورا نہ کیا تو عورت کو خالی مہر مسمیٰ ملے گا اور اگر شرط پوری کی تو بھی عورت کو مہر مسمیٰ ملے گا اور اگر مسمیٰ کے ساتھ کسی اجنبی کے واسطے کوئی منفعت شرط کی اور پوری نہ کی تو عورت کو فقط مہر مسمیٰ ملے گا یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر مسلمان نے کسی مسلمان عورت سے نکاح کیا اور اس کے مہر میں ایسی دو چیزیں ٹھہرائیں جس میں سے ایک حلال و دوسری حرام ہے مثلاً مہر صحیح[1] کے ساتھ چار رطل شراب مقرر کی تو اس عورت کا مہر وہی ہے جو صحیح بیان کیا ہے بشرطیکہ دس درہم یا اس سے زائد ہو اور جو حرام بیان کیا ہے وہ باطل ہو گا اور یہ نہ ہو گا کہ عورت مذکورہ کو اس کا پورا مہر مثل دلایا جائے اس واسطے کہ شراب میں کسی مسلمان کے واسطے منفعت نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے ہزار درہم اور فلاں بیوی کی طلاق پر بدیں شرط نکاح کیا کہ عورت اس کو ایک غلام دے دے تو عقد ہوتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی اور ہزار درہم و طلاق اس عورت کی بضع[1] و غلام پر تقسیم ہوں گے پس اگر غلام کی قیمت اور بضع کی قیمت برابر ہو تو پانچ سو درہم و نصف طلاق بمقابلہ غلام کے ثمن میں اور باقی پانچ سو درہم و نصف طلاق بمقابلہ بضع کے مہر ہوں گے اور بضع و غلام بھی ہزار درہم و طلاق پر تقسیم ہوں گے پس بمقابلہ طلاق کے نصف غلام و نصف بضع ہو گی اور بمقابلہ ہزار درہم کے نصف غلام و نصف بضع ہو گی اور اس صورت میں پہلی بیوی کی طلاق بائنہ پڑے گی پھر اگر غلام مذکور قبل شوہر کے سپرد کرنے کے مر گیا یا استحقاق میں لے لیا گیا تو شوہر پانچ سو درہم حصہ غلام واپس لے گا اور غلام کی نصف قیمت بھی واپس لے گا اور اگر عورت سے نکاح کرنا ہزار درہم پر اور اس اقرار پر ہو کہ اپنی بیوی فلاں کو طلاق دے دے گا بدیں شرط کہ عورت مذکورہ اس کو ایک غلام دے دے تو ایسی صورت میں جب تک پہلی بیوی فلاں مذکورہ کو طلاق نہ دے تب تک طلاق واقع نہ ہو گی اور پانچ سو درہم منکوحہ کے مہر کے اور پانچ سو[2] درہم غلام کے ثمن ہوں گے بشرطیکہ بضع کی اور غلام کی قیمت برابر ہو بعد اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر مرد مذکور نے شرط پوری کی یعنی پہلی فلاں بیوی کو طلاق دے دی تو عورت کو فقط پانچ سو درہم ملیں گے اور اگر اس کی سوت کو طلاق نہ دی تو عورت مذکورہ کو اس کا پورا مہر مثل ملے گا یہ محیط میں ہے۔

عورت سے متعین رقم اور سوکن کو طلاق کے عوض نکاح کیا تو اس میں تین طرح کے عقود ہوں گے:

اگر کسی عورت سے ہزار درہم پر اور اس امر پر کہ اس کی سوت کو طلاق دے دے گا نکاح کیا بدیں شرط کہ عورت اس کو ایک غلام واپس دے پھر مرد نے اس عورت کو طلاق دے دی تو آگاہ ہونا چاہئے کہ اس صورت میں تین طرح کے عقود ہیں نکاح و بیع و طلاق بعوض پس جو کچھ مرد کی طرف سے ہے یعنی طلاق و ہزار درہم وہ اس پر جو عورت کی طرف سے ہے (یعنی بضع و غلام پر) تقسیم ہو گا پس ہزار کا آدھا یعنی پانچ سو درہم بمقابلہ غلام کے ہوئے پس یہ اس کا ثمن ہوں گے اور باقی پانچ سو درہم بمقابلہ بضع کے ہوئے پس یہ مہر ہوں گے رہا سوت کا طلاق دینا پس نصف طلاق بمقابلہ غلام کے ہو گی پس وہ خلع قرار دی جائے گی اور نصف طلاق باقی بمقابلہ بضع کے ہو گی پس وہ مہر تو نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ وہ مال نہیں ہے لیکن یہ قرار دیا جائے گا کہ وہ عورت کا حق ہے پھر جاننا چاہئے کہ جب مرد نے اس عورت کو طلاق دے دی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو قبل دخول کے طلاق دے دی یا بعد دخول کے طلاق دی اور ہر صورت بھی

---

[1] قولہ بضع یعنی فرج اور بضع کی قیمت سے مہر مثل مراد ہے۔

[2] یعنی جبکہ دونوں کی قیمت مساوی ہے۔

(1) مثلاً درہم و دینار وغیرہ۔

دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو مرد نے سوت کو طلاق دی یا نہیں دی پس اگر مرد نے اس کو قبل دخول کے طلاق دے دی اور سوت کو طلاق نہیں دی اور غلام کی قیمت اور مہر مثل دونوں برابر ہیں تو عورت مذکورہ شوہر کو دو سو پچاس درہم واپس دے گی اور آدھا غلام مرد کا ہوگا اور اگر ایسی صورت میں شوہر نے سوت کو طلاق دے دی ہو تو شوہر کو دو سو پچاس درہم ملیں گے اور پورا غلام مرد کا ہوگا اور اگر شوہر نے اس عورت کو بعد دخول کے طلاق دی اور سوت کو بھی طلاق دی تو ہزار درہم عورت کو ملیں گے اور غلام شوہر کو ملے گا اور اگر سوت کو طلاق نہ دی تو عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا پھر اگر شوہر نے سوت کو طلاق دے دی اور غلام جو اپنا ٹھہرا ہے استحقاق میں نے لیا گیا تو شوہر مذکور عورت سے ہزار درہم میں سے غلام کا حصہ پانچ سو درہم واپس لے گا اور نیز غلام کی نصف قیمت بھی لے گا اور اگر شوہر نے سوت کو طلاق نہ دی ہو اور غلام مذکور استحقاق میں لے لیا گیا تو پانچ سو درہم جو غلام کا ثمن تھے واپس لے گا اور نصف قیمت غلام مذکور نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل : ④

مہر کی شرطوں کے بیان میں

اگر کسی عورت سے ہزار درہم پر نکاح کیا اور مہر نکاح[1] میں عورت کے ذمہ ایک کپڑا معین دینا شرط کیا تو ہزار درہم مذکور اس عورت کے مہر مثل اور کپڑے مذکور کی قیمت پر تقسیم ہوں گے پس جس قدر کپڑے کے حصہ میں پڑے وہ اس کا ثمن ہوگا اور جو بضع کے مقابلہ میں آئے وہ عورت کا مہر ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی عورت سے نکاح کیا بدین شرط کہ اگر مرد مذکور کی کوئی بیوی نہ ہو تو ہزار درہم مہر پر اور اگر ہو تو دو ہزار درہم مہر پر ہے یا ہزار درہم پر اگر اس کو اس کے شہر سے باہر نہ لے جائے اور دو ہزار پر اگر لے جائے یا ہزار درہم پر اگر اس کو اس کے شہر سے باہر نہ لے جائے اور دو ہزار درہم پر اگر لے جائے یا ہزار درہم پر اگر یہ عورت مولاۃ[2] ہو اور دو ہزار درہم پر اگر عربیہ[(1)] ہو یا ایسی ہی اور شرطیں کیں تو اس میں شک نہیں ہے کہ نکاح جائز ہوگا اور رہا مہر سو واضح ہو کہ پہلی شرط[3] بلا خلاف جائز ہے پس اگر مرد نے شرط پوری کی تو عورت کے واسطے جو کچھ اس شرط پر بیان کیا گیا ہے وہی ملے گا اور اگر شرط پوری نہ کی پس اگر اس کے خلاف[(2)] نکلا یا شرط کے برخلاف[(3)] فعل کیا تو عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا کہ مہر مسمّٰی کی کم مقدار سے گھٹایا نہیں جائے گا اور اس کی زیادہ مقدار سے بڑھایا نہ جائے گا اور یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں شرطیں جائز ہیں یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے اگر خوبصورت ہے تو دو ہزار درہم پر اور اگر بدصورت ہے تو ایک ہزار درہم پر نکاح کیا تو صحیح ہے اور دونوں شرطیں بلا خلاف جائز ہوں گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر مہر مثل سے زائد[4] پر بدین شرط نکاح کیا کہ یہ باکرہ ہے پھر وہ ثیبہ نکلی تو زیادتی واجب نہ ہوگی یہ قنیہ میں ہے۔

---

[1] مہر نکاح یعنی یہ مہر ہزار درہم اس شرط پر کہ عورت اس کو معین کپڑا دے۔

[2] مولاۃ سے مراد یہ ہے کہ غیر قوم کی عورت ہے کہ عرب سے موالات کر کے ان کی طرف منسوب ہو گئی ہے یا یہ مراد ہے کہ آزاد کی ہوئی ہے۔

[3] یعنی دونوں میں سے اول مثلاً باہر نہ لے جائے تو ہزار درہم مہر ہے پس یہ اول شرط تو بلا خلاف جائز ہے اور دوسری شرط کہ اگر لے جائے تو دو ہزار درہم ہے اس میں اختلاف ہے صاحبینؒ کے نزدیک جائز اور امام کے نزدیک نہیں جائز ہے فافہم۔

[4] زائد یعنی مثلاً دو ہزار درہم پر حالانکہ مہر مثل ایک ہزار ہے۔

(۱) اور غلام شوہر کو ملے گا۔ (۲) یعنی خاص عرب کے نسل کی حرہ اصلیہ۔

(۳) مثلاً عورت مومات نکلی۔ (۴) مثلاً باہر لے گیا۔

باکرہ سمجھ کر نکاح کیا بعد میں غیر باکرہ ہونا معلوم ہوا تو مہر مثل کا کیا حکم ہوگا؟

ایک مرد نے ایک عورت سے بدین شرط کہ باکرہ ہے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا پس اس کو غیر باکرہ پایا تو پورا مہر واجب ہوگا یہ تجنیس ومزید میں ہے اور اگر کسی عورت سے ہزار درہم فی الحال پر یا ہزار درہم میعادی ایک سال پر نکاح کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا مہر مثل حکم رکھا جائے گا پس اگر اس کا مہر مثل ہزار درہم یا زیادہ ہو تو اس کو ہزار درہم فی الحال ملیں گے اور اگر کم ہو تو ہزار درہم بوعدہ ایک سال کے ملیں گے اور اگر عورت سے ہزار درہم فی الحال یا دو ہزار درہم بوعدہ ایک سال کے نکاح کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اگر اس کا مہر مثل دو ہزار درہم یا زیادہ ہو تو عورت کو خیار ہوگا چاہے دو ہزار درہم بوعدہ ایک سال کے لے اور چاہے ہزار درہم فی الحال لے لے اور اگر اس کا مہر مثل ہزار درہم سے کم ہو تو مرد کو اختیار ہوگا کہ دونوں مالوں میں سے جو چاہے عورت کو دے اور اگر مہر مثل ہزار سے زیادہ ہو اور دو ہزار سے کم ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا یہ کافی میں ہے اور اگر دخول سے پہلے طلاق دے دی تو مقادیر مہر میں سے جو سب سے کم مقدار ہے اس کا نصف بالاجماع واجب ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے ہزار درہم مہر پر بدین شرط نکاح کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں عورت اپنے پاس سے اس کا مہر دے کر بیاہ دے پس اس شرط پر اس سے نکاح کیا تو ہزار درہم ان دونوں کے مہر پر تقسیم کیے جائیں گے پھر جس قدر اس منکوحہ مذکورہ کے حصہ میں آئے وہی اس کا مہر ہوگا اور اس پر یہ واجب نہ ہوگا اور فلاں عورت سے نکاح کرائے اگر عورت سے کہا کہ تجھ سے ہزار درہم پر بدیں شرط نکاح کرتا ہوں کہ تو فلاں عورت کا میرے ساتھ ہزار درہم پر نکاح کرائے یعنی یہ مہر اپنے پاس سے دے پس عورت نے یہ امر قبول کیا اور اسی پر نکاح کر لیا تو یہ ایسی عورت ہوگی کہ بدوں مہر مسمیٰ کے نکاح میں آئی ہے پس اس کو اس کے مثل عورتوں کا مہر ملے گا جیسے کسی مرد نے ایک عورت سے ہزار درہم پر بدیں شرط کہ عورت اس کو ہزار درہم واپس دے نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہے کہ یہ عورت بغیر مہر مسمیٰ کے منکوحہ قرار دی جائے گی پس اس کو مہر مثل ملے گا اور اگر اس عورت نے جس کے نکاح[1] کی شرط لگائی تھی فقط پانچ سو درہم پر نکاح منظور کر لیا تو جائز ہے اور پہلی عورت کے نکاح کا وہی حال رہے گا جو ہم نے بیان کر دیا ہے کہ اس کا نکاح بغیر مہر مسمیٰ رہے گا اور اگر کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ مرد مذکور اس عورت کے باپ کو ہزار درہم ہبہ کرے تو یہ ہزار درہم مہر نہ ہوں گے اور شوہر پر جبر نہ کیا جائے گا کہ ہبہ کر لے پس عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا اور اگر مرد نے ہزار درہم دے دیئے تو بھی ہبہ کرنے والا قرار (۱) دیا جائے گا اور اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے ہبہ سے رجوع[2] کرے اور اگر عورت سے یہ شرط کی کہ تیری طرف سے اس کو ہزار درہم ہبہ کر دوں تو یہ ہزار درہم مہر ہوں گے پس اگر عورت کو قبل دخول کے طلاق دے دی حالانکہ ہبہ مذکورہ وقوع میں آچکا ہے تو اس سے اس کا نصف واپس لے گا اور عورت[3] مذکورہ واہبہ (۲) ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی عورت سے ایک باندی پر نکاح کیا بدیں شرط کہ مرد کو جب تک کہ خود زندہ ہے اس سے خدمت لینے کا اختیار ہے یا جو اس باندی کے پیٹ میں ہے وہ مرد کا (۳) ہے تو یہ کچھ نہ ہوگا بلکہ باندی واس کی

---

[1] جس کے نکاح یعنی دوسری عورت جس سے نکاح کرانا ہزار درہم پر ٹھہرا تھا۔

[2] رجوع کرلے اگرچہ حرام ہے جیسے کتا اپنی قے پھر کھانے لگتا ہے کما فی الحدیث۔

[3] یعنی درحقیقت عورت نے اپنے باپ کو اپنا مہر ہبہ کیا اور شوہر فقط وکیل ہوا۔

(۱) یعنی مہر دینے والا نہ ہوگا۔

(۲) یعنی ہبہ کرنے والی۔

(۳) یعنی مرد کی ملک ہے۔

خدمت اور جو بچہ اس کے پیٹ میں ہے سب عورت کے واسطے ہو جائے گا بشرطیکہ عورت کا مہر مثل اس باندی کی قیمت کے مساوی ہو یا زیادہ ہو اور اگر اس کا مہر مثل باندی کی قیمت سے کم ہو تو عورت کو مہر مثل ملے گا لیکن اگر شوہر مذکور اپنے اختیار پر یہ باندی بدوں شرط خدمت کے عورت مذکورہ کے سپرد کر دے تو روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

معین باندی یا کپڑے وغیرہ پر نکاح کیا اور کچھ اشیاء منقطع کر لیں تو اس کی صورت؟

اگر کسی عورت سے ایک معین باندی پر نکاح کیا مگر جو باندی کے پیٹ میں ہے اس کو مستثنیٰ کر لیا تو عورت کو باندی اور جو اس کے پیٹ میں ہے سب ملے گا اس کو امام کرخیؒ و طحاویؒ نے بلا خلاف بیان کیا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر بکری کے ایک معین گلہ پر نکاح کیا بدیں شرط کہ ان بکریوں پر جو صوف[1] ہے وہ میرا ہے تو مرد کو استحساناً ان کا صوف ملے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ تو مجھے یہ کپڑا دے تو عورت مذکورہ کو اس کا مہر مثل ملے گا اور کپڑا دینا اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا اور اگر دو ہزار درہم پر عورت سے بدیں شرط نکاح کیا کہ اس میں سے ایک ہزار درہم اللہ تعالیٰ کے واسطے یا اہل قرابت کے واسطے یا مسکینوں کے واسطے ہیں یا عورت نے کہا کہ ہزار درہم اللہ تعالیٰ کے یا اہل قرابت کے یا مسکینوں کے یا جلیسوں کے لئے میں نے چھوڑے تو استحساناً اس کا مہر ہزار درہم ہوگا خواہ شرط مذکور شوہر کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو اور اگر مرد نے کہا کہ بدیں شرط کہ دو ہزار درہم میں سے ایک ہزار درہم اس عورت کے باپ کے واسطے یا فلاں شخص معین کے واسطے ہوں تو یہ کچھ نہیں ہے کیونکہ مرد نے اس میں ہبہ باطلہ کی شرط لگائی ہے اور مرد پر اس کا پورا مہر مثل واجب ہوگا بشرطیکہ ہزار سے مہر مثل زائد ہو یہ عتابیہ میں ہے ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت سے دو ہزار درہم پر نکاح کیا کہ اس میں سے ہزار درہم عورت کے اور ہزار درہم عورت کے باپ کے ہوں یا عورت نے کہا کہ میں نے اپنے تئیں تیرے نکاح میں دو ہزار درہم پر دیا کہ جس میں سے ایک ہزار درہم میرے واسطے اور ایک ہزار درہم میرے باپ کے واسطے ہیں تو یہ جائز ہے اور دونوں ہزار عورت ہی کو ملیں گے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے بدیں شرط نکاح کرتا ہوں کہ تجھے ہزار درہم ہبہ کروں گا یا بدیں شرط کہ تجھے اپنا غلام ہبہ کروں گا پس اسی قرارداد پر اس سے نکاح کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جو بیان کیا ہے وہ اگر ہبہ کر دیا اور دے دیا تو یہی[2] اس کا مہر ہے اور اگر دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا مگر اس پر عورت کا مہر مثل واجب ہوگا جو ہزار درہم سے بڑھایا نہ جائے گا اور غلام کی قیمت سے زائد نہ کیا جائے گا اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر عورت کے ولیوں نے خطبہ کرنے والے مرد سے کہا کہ ہم نے تیرے ساتھ ہزار درہم پر بدیں شرط نکاح کر دیا کہ اس میں سے سو درہم تیرے ہیں تو یہ جائز ہے اور مہر نو سو درہم ہوگا اور اگر کہا کہ ہم نے تیرے ساتھ ہزار درہم پر بدیں شرط نکاح کر دیا کہ پچاس دینار ہمارے ہوں گے تو سب درہم و دینار عورت ہی کے ہوں گے یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے چار سو دینار پر بدیں شرط نکاح کیا کہ ہر سو دینار کے عوض اس کو خادم یعنی غیر معین دے گا تو شرط باطل ہے اور عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا مگر چار سو دینار سے زائد نہ دیا جائے گا اور نیز چار اوسط[3] خادموں سے کم نہ کیا جائے گا اور اگر خادم معین ہوں تو شرط جائز ہے اور عورت کو یہی چار خادم ملیں گے گویا

---

[1] گویا صوف اسی واسطے ہے کہ کاٹ لیا جائے لہٰذا جائز ہوا۔
[2] اس واسطے کہ یہ ایسا ہبہ ہے جس کو وہ واپس نہیں لے سکتا ہے پس لازمی ہوگا۔
[3] یعنی اوسط درجہ کے غلام یا باندیاں کیونکہ خادم کا لفظ دونوں کو شامل ہے۔

عورت سے انہیں خادموں پر نکاح کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور وہ عورت سے سو درہم پر بدیں شرط نکاح کیا کہ ان کے عوض اس کو دس اوسط درجہ کے اونٹ دے گا تو استحساناً جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت نے خود اپنے تئیں ایک مرد کے نکاح میں بدیں شرط دیا کہ مرد کا جو قرضہ اس عورت پر آتا ہے اس سے بری کر دے اور وہ اس قدر ہے تو برأت جائز ہے:

ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے ایک مرد سے بدیں شرط نکاح کیا کہ تو فلاں شخص کو اس قرضہ سے جو تیرا اس پر آتا ہے بری کر دے تو فلاں شخص مذکور اس کے قرض سے بری ہو جائے گا اور عورت کا مہر مثل اس پر واجب ہوگا اور امام ابو یوسفؒ سے امالی میں روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی دختر دوسرے کے نکاح میں بدیں شرط دی کہ شوہر اس کو اپنے قرضہ سے جو شوہر کا اس پر آتا ہے بری کر دے یا عورت نے خود اپنے تئیں ایک مرد کے نکاح میں بدیں شرط دیا کہ مرد کا جو قرضہ اس عورت پر آتا ہے اس سے بری کر دے اور وہ اس قدر[1] ہے تو برأت جائز ہے اور عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا یہ محیط میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے ہزار درہم پر بدیں شرط نکاح کیا کہ عورت کو نفقہ نہ دے گا حالانکہ اس عورت کا مہر مثل سو درہم ہیں تو عورت مذکورہ کو ہزار درہم مہر ملیں گے اور نفقہ بھی ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں اور اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا بدیں شرط کہ تو مجھ سے نکاح کر لے اور تیرا مہر یہی تیرا آزاد کرنا ہو پس باندی نے قبول کیا تو آزاد ہو گی پھر اگر باندی مذکورہ نے شرط پوری کی اور اس مرد آزاد کنندہ سے نکاح کریں تو باندی پر کچھ لازم نہ ہوگا ورنہ باندی مذکورہ پر اپنی ذات کی قیمت واجب ہو گی اور اگر عورت نے اپنے غلام سے کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا بدیں شرط کہ تو مجھ سے ہزار درہم پر نکاح کر لے یا مجھے ہزار درہم دے پس غلام نے قبول کیا تو آزاد ہو جائے گا پھر اگر اس نے عورت مذکورہ سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو غلام پر اپنی ذات کی قیمت واجب ہو گی اور اگر عورت مذکورہ سے ہزار درہم پر نکاح کر لیا تو ہزار درہم اس غلام کی قیمت اور عورت کے مہر مثل پر تقسیم ہوں گے پس جو غلام کے رقبہ[2] کے حصہ میں پڑے وہ غلام کا ثمن اور جو مہر کے مقابلہ میں پڑے وہ عورت کا مہر ہوگا کہ قبل دخول طلاق دینے سے اسی کا نصف دینا پڑے گا یہ عتابیہ میں ہے۔

فصل : ⑤

ایسے مہر کے بیان میں جس میں جہالت ہے

مہر مسمّی کی تین صورتیں:

واضح ہو کہ مہر مسمّی تین طرح کا ہوتا ہے۔ ایک نوع یہ ہے کہ مہر مسمّی کی جنس و وصف دونوں مجہول ہوں مثلاً کپڑے یا چوپایہ یا دار پر نکاح کیا تو ایسی صورت میں عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا اور اسی طرح اگر اس چیز پر جو اس کی باندی کے پیٹ میں ہے یا بکری کے پیٹ میں ہے یا اس چیز پر جو امسال اس کے درخت خرما میں پھل آئیں نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہے نوع دوم یہ کہ جنس معلوم اور وصف مجہول ہو جیسے غلام یا گھوڑے یا بیل یا بکری یا ہروی کپڑے پر نکاح کیا تو ہر جنس میں سے اوسط درجہ کا واجب ہوگا پس اختیار ہوگا چاہے بعینہ درجہ کا دے دے یا اس کی قیمت دے دے یہ ظہیریہ میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ غلام یا کپڑے کو مطلقاً بدوں اضافت

(۱) یعنی بیان کر دیا۔

(۲) یعنی ذات۔

کے ذکر کیا ہو اور اگر کپڑے یا غلام کو اپنی طرف مضاف کیا مثلاً کہا کہ میں نے تجھ سے اپنے غلام یا اپنے کپڑے پر نکاح کیا تو قیمت دینے کا مختار نہ ہوگا اس واسطے کہ جس طرح اشارہ سے معرف ہوتا ہے ویسے ہی اضافت سے بھی معرفہ ہو جاتا ہے کذا فی المحیط اور نرخ کے بھاری و ہلکے ہونے کے حساب سے اوسط[1] فرد کی قیمت معتبر ہوگی یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے کذا فی الکافی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر اوسط غلام کی قیمت سے زیادہ پر دونوں نے صلح کی تو صلح جائز نہ ہوگی اور کم پر صلح جائز ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔ نوع سوم یہ کہ جنس و صفت دونوں معلوم ہوں مثلاً کسی عورت سے کیلی یا وزنی چیز پر جس کا وصف[2] بیان کر کے اپنے ذمہ لی ہے نکاح کیا تو تسمیہ صحیح ہوگا اور مرد پر اس کا سپرد کرنا لازم ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مطلق ایک کُر گیہوں پر بدوں بیان وصف کے نکاح کیا تو چاہے درمیانی ایک کُر گیہوں دے اور چاہے ان کی قیمت دے دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جو حکم گیہوں کی صورت میں بیان ہو رہی ہے وہی باقی کیلی وزنی چیزوں میں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اس غلام یا ان[3] ہزار درہم پر نکاح کیا تو مہر المثل حکم ہوگا اور اسی طرح اگر اس غلام یا اس دوسرے غلام پر نکاح کیا حالانکہ ان دونوں میں سے ایک غلام بہ نسبت دوسرے کے کم قیمت ہے تو مہر مثل حکم ہوگا اور مہر المثل حکم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اس کا مہر المثل اونچی قیمت والے غلام کے برابر یا زیادہ ہو تو اونچا غلام اس کو ملے گا کیونکہ عورت اس پر راضی ہو گئی ہے اور اگر گھٹے غلام کے برابر یا کم ہو تو گھٹا ہوا غلام ملے گا کیونکہ عورت کے مہر میں مرد اس پر راضی ہو چکا ہے اور اگر مہر مثل ان دونوں کے درمیان میں ہو تو عورت کو مہر مثل ملے گا اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ عورت کو سب صورتوں میں گھٹا ہوا غلام ملے گا اور اسی طرح اگر ہزار درہم یا دو ہزار درہم پر نکاح کیا تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر ایسی صورت میں مرد نے قبل دخول کے عورت کو طلاق دے دی تو بالا جماع عورت کو گھٹے ہوئے غلام کا نصف ملے گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر گھٹے ہوئے نصف بہ نسبت متعہ کے کم ہو تو عورت کو متعہ ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت سے اس حق پر جو مرد کا اس دار میں ہے نکاح کیا تو میں عورت کے واسطے اس کا مہر مثل مقرر کروں گا مگر اس دار کی قیمت سے زیادہ نہ ہونے دوں گا:

اگر ایک کوٹھری پر عورت سے نکاح کیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر مرد بدوی[4] ہے تو عورت کو بالوں[5] کا بیت ملے گا اور اگر مرد شہری ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ عورت کو بیت وسط ملے گا اور اس سے مراد یہ ہے کہ اثاث البیت درمیانی درجہ کا ملے گا لیکن بیت کے لفظ سے اس نے کنایہ مراد لیا ہے یعنی اثاث البیت کیونکہ دونوں میں اتصال اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ عرف اس دیار کا ہے اور ہمارے عرف میں بیت سے مراد اثاث نہ لی جائے گی کیونکہ ہمارے عرف میں اس طرح بولنے سے متاع مراد نہیں ہوتی ہے بلکہ بیت سے کچھ گھر جو بطور کوٹھری کے ہو مراد ہوتا ہے اور یہ مہر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے بشرطیکہ معین[(1)] نہ ہو یہ محیط سرخسی میں ہے پس مہر مثل

---

[1] اوسط یعنی اوسط پہچاننا قیمت کی راہ سے ہے۔

[2] وصف یعنی مثلاً دس من چنا عمدہ خالص بے مٹی ملا۔

[3] یعنی بطور تردید کے ان دونوں میں سے کسی ایک پر نکاح کیا۔

[4] جو لوگ بادیہ میں رہتے ہیں یعنی جنگلوں اور اجاڑ گاؤں میں۔

[5] بالوں کا بنا ہوا کوٹھری نما خیمہ۔

(1) اور اگر معین ہو تو مہر ہو سکتا ہے۔

واجب ہوگا جیسے دار غیر معین پر نکاح کرنے کی صورت میں مہر مثل واجب ہوتا ہو اور اگر کسی بیت معین پر نکاح کیا ہو تو عورت کو یہی ملے گا یہ شرح طحاوی میں ہے منتقی میں ہے کہ امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر کسی عورت سے اس حق پر جو مرد کا اس دار میں ہے نکاح کیا تو امام نے فرمایا کہ میں عورت کے واسطے اس کا مہر مثل مقرر کروں گا مگر اس دار کی قیمت سے زیادہ نہ ہونے دوں گا اور ہمارے قول میں عورت کو وہی ملے گا جو مرد مذکور کا اس دار میں حق ہے اور کچھ نہ ملے گا اور امام نے فرمایا کہ عورت کو مہر مثل فقط ملے گا جبکہ یہ دس درہم تک پہنچ جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی عورت سے اس دار کے اپنے حصہ پر نکاح کیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ عورت کو اختیار ہے چاہے دار میں سے حصہ مرد مذکور لے اور چاہے اپنا مہر مثل لے جو قیمت دار مذکور سے زائد نہ کیا جائے گا اگرچہ اس کا مہر مثل زائد ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت کو حصہ دار ہی ملے گا بشرطیکہ دس درہم کا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے مطلق ہزار کہہ کر نکاح کیا تو چاندی کے درہم یا سونے کے دینار میں سے جو چیز اس کے مہر مثل سے اقرب ہو وہ قرار دی جائے گی یہ عنابیہ میں ہے اور اگر کسی عورت سے ہزار درہم پر نکاح کیا اور اس شہر میں نقود مختلفہ رائج ہیں تو جو زیادہ رائج ہو وہ مراد لیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو اس عورت کا مہر مثل دیکھا جائے گا کہ کن درہموں سے ہے پس ان نقود مختلفہ میں سے جو سکہ اس کے مہر مثل سے موافق ہو وہ مراد ہوگا اور اسی نقد کے ہزار درہم کا عورت کے واسطے حکم کیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور نکاح الفتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد نے ایک ہزار درہم پر ایک عورت سے نکاح کیا پھر یہ درہم کاسد ہو گئے اور بجائے ان کے دوسرا نقد رائج ہوا تو جس دن یہ درہم کاسد ہوئے اس دن جو ان کی قیمت تھی وہ واجب ہوگی اور یہی مختار ہے اس کو صدر الشہید نے ذکر فرمایا ہے اور منقطع[1] ہو جانا مثل کاسد ہو جانے کے ہے اور کاسد کے یہ معنی ہیں کہ تمام شہروں[2] سے رواج اٹھ جائے اور اگر بعض شہروں میں رواج رہے تو کاسد نہیں کہا دیں گے اور عیون میں لکھا ہے کہ اگر کاسد نہ ہوئے اور نہ منقطع ہوئے بلکہ سستے یا مہنگے ہو گئے تو اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور یہ سب اس وقت ہے کہ وقت عقد کے رائج ہوں اور اگر وقت عقد کا کاسد ہوں تو یہی درہم واجب ہوں گے بشرطیکہ دس درہم[3] تک پہنچ جائیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے ہزار عدالی درہموں پر نکاح کیا حالانکہ یہ درہم چلن میں اٹھ گئے ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ عورت کے واسطے مہر مثل واجب ہوگا کیونکہ رائج نہ رہے تو نقود میں داخل نہ رہے بلکہ اسباب و زینت ہو گئے اور اسباب کی شناخت باشارہ یا بذکر وزن ہوتی ہے حالانکہ مرد نے وزن کا ذکر نہیں کیا بلکہ عدد بیان کئے ہیں یہ محیط میں ہے۔

ایک مرد نے ایک عورت سے دس درہم اور ایک کپڑے پر نکاح کیا اور کپڑے کا کوئی وصف بیان نہ کیا تو عورت کو دس درہم ملیں گے: ؟

اگر کسی عورت سے اس زنبیل بھر گیہوں یا اس پتھر کے وزن بھر سونے یا فلاں عورت کی مقدار مہر پر یا اس غلام کی قیمت پر یا کسی غلام کی قیمت پر نکاح کیا تو مہر مثل واجب ہوگا مگر مقدار مسمّیٰ سے زیادہ نہ دیا جائے گا اور صورتیکہ جو مذکور ہوا ہے وہ معدوم ہو جائے تو مقدار مسمّیٰ کے باب میں شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر کہا کہ درہموں پر یا ان اونٹوں میں سے ایک نافہ پر یا دس درہم قیمت کے کپڑے پر یا کہا کہ سب اس مال پر جس کا میں مالک ہوں یا نصف مہر مثل پر یا دار وقف کی سکونت پر یا اس بات پر کہ عورت کا بھاگا

[1] بازار میں نہ رہنا اور کاسد ہونا یعنی رائج نہ ہونا۔
[2] تمام یعنی اس سلطنت کے تمام شہروں سے اٹھ جائے۔
[3] دس درہم یعنی قیمت میں۔

ہوا غلام واپس لاؤں گا نکاح کیا تو مہر مثل واجب ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر ہزار رطل سرکہ پر نکاح کیا پس اگر اکثر اس شہر میں چھوہارے کا سرکہ ہو تو یہی مرد کے ذمہ ہوگا اور اگر اکثر اس شہر میں شراب کا سرکہ ہو تو وہ مرد کے ذمہ ہوگا اسی طرح اگر ہزار رطل دودھ پر نکاح کیا تو جو اس شہر میں غالب[1] ہو وہی لیا جائے گا اور اگر سب میں کوئی غالب نہ ہو تو عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے ایک دینار اور ایک چیز پر نکاح کیا تو مہر المثل واجب ہوگا اور ایک دینار پر زیادہ نہ کیا جائے گا بشرطیکہ دس درہم ہو یہ غایۃ السروجی میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے دس درہم اور ایک کپڑے پر نکاح کیا اور کپڑے کا کوئی وصف بیان نہ کیا تو عورت کو دس درہم ملیں گے اور اگر عورت کے ساتھ دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو عورت کو پانچ درہم ملیں گے الا اس صورت میں کہ عورت کا متعہ اس سے زیادہ ہو تو اس کا پنا متعہ[2] ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت سے دختر کے جہیز پر نکاح کیا تو جہیز جو عورتوں کو دیا جاتا ہے اس میں سے درمیانی جہیز جیسا عورت مذکورہ کو ملے گا:

اگر عورت سے پانچ درہم و کپڑے پر نکاح کیا تو عورت کو مہر مثل ملے گا اور اگر قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو عورت کو پانچ درہم ملیں گے اور اگر کہا کہ اس چیز پر جو میرے ہاتھ میں ہے نکاح کیا اور ہاتھ میں دس درہم ہیں تو عورت کو اختیار ہے چاہے ان کو لے لے اور چاہے مہر مثل لے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر دو عورتوں سے ہزار درہم پر نکاح کیا تو ہزار درہم دونوں کے مہر مثل پر تقسیم کئے جائیں جو جس کے حصہ میں پڑے وہی اس کا مہر ہوگا اور اگر قبل دخول کے دونوں کو طلاق دے دی تو ہزار کے نصف سے دونوں میں سے ہر ایک کو بقدر اپنے اپنے مہر کے حصہ رسد ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک عورت نے قبول کیا اور دوسری نے قبول نہ کیا تو جس نے قبول کیا ہے اس کا نکاح بعوض اس کے حصہ کے جائز ہوگا یعنی ہزار درہم دونوں کے مہر مثل پر تقسیم کر کے جو قبول کرنے والی کے حصہ میں پڑے وہی اس کا مہر ہوگا اور باقی شوہر کو واپس ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر ان دونوں میں سے ایک عورت ایسی ہو کہ اس کا نکاح صحیح[3] نہ ہو تو پورے ہزار درہم دوسری کو ملیں گے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر اس عورت کے ساتھ جس سے نکاح صحیح نہ تھا دخول کر لیا تو اس کو مہر مثل ملے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر ایک بھائی اور اس کی بہن نے ایک دار اپنے باپ کی میراث میں پایا پھر بھائی نے اس دار کی ایک کوٹھری معین پر ایک عورت سے نکاح کیا پھر بھائی نے انتقال کیا اور بہن اس پر راضی نہیں ہوئی تھی تو مشائخ نے فرمایا کہ دار مذکور بھائی کے وارثوں اور بہن کے درمیانی تقسیم ہوگا پس اگر یہ کوٹھری مذکور بھائی کے حصہ میں آئی تو عورت مذکورہ کو اس کے مہر میں ملے گی اور اگر بہن کے حصہ میں پڑی تو عورت کو اس کوٹھری کی قیمت شوہر کے ترکہ سے ملے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنے غلاموں میں سے ایک غلام پر یا اپنے قمیصوں میں سے ایک قمیص پر یا عماموں سے ایک عمامہ پر نکاح کیا تو صحیح ہے اور ان میں سے درمیانی واجب ہوگا یا قرعہ ڈالا جائے گا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت سے دختر کے جہیز پر نکاح کیا تو جہیز جو عورتوں کو دیا جاتا ہے اس میں سے درمیانی جہیز جیسا دیا جاتا ہے وہ عورت مذکورہ کو ملے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

---

[1] غالب مثلاً بھینس کا دودھ زیادہ ہو۔

[2] متعہ لباس تمتع معروف۔

[3] صحیح نہ ہو مثلاً مرد کی رضاعی بہن یا اس کے مانند۔

فصل : ⑥

ایسے مہر کے بیان میں جو مہر مسمیٰ کے برخلاف پایا جائے

اگر عورت سے غلام پر نکاح کیا مگر وہ آزاد نکلا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر مثل واجب ہوگا:

اگر مسلمان نے ایک عورت سے اس سرکہ کے مٹکے پر نکاح کیا پھر جو دیکھا تو وہ شراب نکلی تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا اور اگر عورت سے اس غلام پر نکاح کیا پھر وہ آزاد نکلا تو امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک مہر مثل واجب ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سے اس مٹکہ شراب پر نکاح کیا پھر وہ سرکہ نکلا یا اس آزاد پر نکاح کیا پھر وہ غلام نکلا یا اس مردار پر نکاح کیا اور وہ حلال کیا ہوا گوشت نکلا تو امام اعظمؒ سے اصح قول کے موافق عورت کو یہی ملے گا جس کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اس آزاد پر نکاح کیا پھر وہ غیر کا غلام نکلا تو اس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر وہ عورت کا غلام ہو تو مہر المثل واجب ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی عورت سے معین غلام پر نکاح کیا اور وہ باندی نکلی یا مروی کپڑے معین پر نکاح کیا اور وہ ہروی نکلا تو شوہر پر ایسا غلام واجب ہوگا جو اس باندی کی قیمت میں مساوی ہو اور اس ہروی کپڑے کی قیمت کے برابر قیمت کا مروی کپڑا واجب ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت سے خاص غلام پر اشارہ کر کے نکاح کیا اور وہ مدبر یا مکاتب نکلا یا اس باندی پر نکاح کیا اور وہ ام ولد نکلی تو بالاتفاق ان صورتوں میں قیمت واجب ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے خواہ عورت اس غلام کے حال سے واقف ہو یا واقف نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک عورت سے مٹکا سرکہ (ظاہراً) پر نکاح کیا پھر وہ طلاء نکلا تو عورت کو اسکے مثل سرکہ کا مٹکا ملے گا:

اگر عورت سے نکاح کیا اور اس کے واسطے مہر میں کوئی چیز بیان کی اور ایک چیز[1] کی طرف اشارہ کیا حالانکہ جس کی طرف اشارہ کر کے معین کیا تھا وہ زبان سے بیان کئے ہوئے کے برخلاف جنس ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ دونوں چیزیں حلال ہوں تو عورت کو بیان کئے ہوئے کی مثل ملے گی اور اگر دونوں حرام ہوں یا مشار الیہ حرام ہو تو عورت کو مہر مثل ملے گا یا وقت عقد کے اس میں اشکال ہو کہ معلوم نہ ہو مثلاً ایک عورت سے اس مٹکہ سرکہ پر نکاح کیا پھر وہ طلاء نکلا تو عورت کو اس کے مثل سرکہ کا مٹکا ملے گا اور اگر اس میں شراب نکلی تو عورت کو مہر مثل ملے گا اور اگر مسمیٰ حرام ہو اور مشار الیہ حلال ہو تو اس میں امام اعظمؒ سے مختلف روایات ہیں اور صحیح وہ ہے جو امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اگر مرد نے حلال چیز کی طرف اشارہ کر دیا ہو تو یہی مشار الیہ عورت کو ملے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی عورت سے ایک اراضی کو مہر قرار دے کر نکاح کیا اور زمین کے حدود بیان کر دیئے:

اگر عورت سے ان دونوں غلاموں پر یا ان دونوں سرکہ کے مٹکوں پر نکاح کیا حالانکہ ان میں سے ایک آزاد یا مٹکہ شراب نکلا تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو فقط[2] باقی ملے اور کچھ نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی عورت سے اس مشک روغن پر نکاح کیا پھر مشک مذکور میں کچھ نہ نکلا تو عورت کو اس کے مثل مشک روغن ملے گا بشرطیکہ دس درہم قیمت کا ہو اور اگر عورت سے اس چیز پر جو کپے

---

[1] اس یعنی مٹکے کی طرف اشارہ کیا اور سرکہ نام لیا۔

[2] ایک چیز یعنی مثلاً زبان سے کہا کہ سرکہ اور اشارہ مٹکہ کی جانب کیا۔

[3] قال بشرطیکہ مٹکہ سرکہ دس درہم کا ہو اور اسی طرح مروی کپڑا وغیرہ میں معتبر ہے۔

میں کمی سے ہے نکاح کیا پھر کپے میں کچھ نہ نکلا تو عورت کو مہر مثل ملے گا اور اسی طرح اگر کپے میں جنس مذکور کے سوائے دوسری چیز نکلی جو خلاف جنس ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی عورت سے ایک اراضی کو مہر قرار دے کر نکاح کیا اور زمین کے حدود بیان کر دیئے اور شرط کی کہ دس جریب زمین ہے پس عورت نے اس پر قبضہ کر لیا پھر وہ چھ جریب نکلی اور عورت نے اس کو ناپ نہیں لیا تھا تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے اسی زمین کو لے لے اور اس کو زیادہ کچھ نہ ملے گا اور اگر چاہے تو زمین واپس کر کے اس موضع کی قیمت زمین بحساب دس جریب کے لے لے اور اگر عورت نے یہ زمین فروخت کر دی یا ہبہ کر کے سپرد کر دی پھر اس کو معلوم ہوا کہ زمین چھ جریب ہے تو عورت کو سوائے زمین کے اور کچھ نہ ملے گا اسی طرح اگر موتی اسی طور سے قرار پایا پھر وہ عورت کے پاس وزن میں گھٹا نکلا یا کپڑا اسی طور سے عورت کے پاس ناپ میں گھٹا نکلا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے اور اگر عورت نے زمین کو ہبہ یا فروخت نہ کیا لیکن مثل گنگا وغیرہ کے کوئی دریا چڑھ آیا اور اسی زمین میں بہنے لگا اور یہ زمین تباہ ہو گئی پھر عورت کو معلوم ہوا کہ وہ چھ جریب ہے تو پوری دس جریب تک باقی جریب کی قیمت لے لے گی اور اسی طرح اگر عورت سے دس ہروی کپڑوں پر جو معین ہیں بدیں شرط نکاح کیا کہ ان میں سے ہر کپڑا دس تارا ہے پس عورت نے سب کو سات تارا پایا تو عورت کو اختیار ہے چاہے ان کپڑوں کے لے اور چاہے ان کو واپس کر کے بحساب ان کی موجود حالت کے دس تارے کی قیمت لے لے اور اگر عورت نے سب کو دس تارا پایا سوائے ایک کپڑے کے کہ وہ سات تارا نکلا تو عورت کو اختیار ہے چاہے سب کپڑے لے لے اور عورت کو سوائے ان کپڑوں کے اور کچھ نہ ملے گا اور اگر چاہے تو دو تارے کپڑے لے لے اور جو سات تارا ہے اس کو واپس کر کے اس کی قیمت جو اس کے دس تارے ہونے سے عمدگی و بڑھیا ہونے پر ہوتی وہ لے لے یہ محیط میں ہے اور اگر معین شیرہ انگور پر نکاح کیا اور وہ قبضہ سے پہلے شراب ہو گئی تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ عورت کو اس عصیر کے مثل شیرہ انگور ملے گا بشرطیکہ ہاتھ آ سکے اور اگر نہ مل سکا تو اس کی قیمت ملے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مذکورہ بیان کی گئی صورتوں میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

اگر عورت سے ان دس کپڑوں پر نکاح کیا پھر وہ نو نکلے تو امام محمد نے فرمایا کہ عورت کو یہ نو کپڑے ملیں گے اور تمام مہر مثل میں ان کپڑوں سے جو کم پڑتی ہو وہ کمی ملے گی بشرطیکہ اس کا مہر مثل ان نو کپڑوں کے قیمت سے زائد ہو اور بقیاس قول امام اعظمؒ کے عورت مذکورہ کو نو ہی کپڑے ملیں گے اور زیادہ کچھ نہ ملے گا بشرطیکہ ان کی قیمت دس درہم تک پہنچ جاتی ہو اور اگر گیارہ کپڑے نکلے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس میں سے عورت کو دس کپڑے جو اس کی رائے میں آئیں گے دے دے گا اور بر قیاس قول امام اعظمؒ کے اگر عورت کا مہر مثل ان کپڑوں میں سے سب گھٹا ہوا نکالنے کے بعد دس کپڑوں کی قیمت کے مساوی ہو تو سب سے گھٹا ہوا نکال کر باقی دس کپڑے عورت کو ملیں گے اور عورت کو سوائے ان کے کچھ نہ ملے گا اور اگر سب سے بڑھیا نکالنے کے بعد باقی دس کپڑوں کی قیمت مہر مثل کے برابر ہو تو سب سے بڑھیا نکال لیا جائے گا اور فقط باقی دس کپڑے عورت کو ملیں گے اور کچھ نہ ملے گا اور اگر بڑھیا کپڑا نکالنے پر باقی سے اس کا مہر مثل زیادہ ہو جاتا ہو اور گھٹیا نکالنے سے اس کا مہر مثل کم ہو جاتا ہو تو عورت کو اس کا مہر مثل ملے گا اور فتویٰ امام اعظمؒ کے قول پر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے ان[1] دس ہروی کپڑوں پر نکاح کیا پھر وہ نو نکلے تو عورت کو نو کپڑے موجودہ اور ایک ہروی درمیانی درجہ کا کپڑا دیا جائے گا اور یہ بالا جماع ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک عورت سے معین گیہوں پر بدیں شرط کہ یہ دس کر ہیں نکاح کیا پھر وہ نو کر نکلے تو عورت کو نو کر موجودہ اور ایک کر ان موجودہ کے مثل اور دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں اور اگر

---

[1] ان...... بظاہر یہاں لفظ اشارہ نہ ہونا چاہئے اگر چہ اصل میں موجود ہے۔

کسی عورت سے اراضی پر بدیں شرط نکاح کیا کہ اس اراضی میں ہزار درخت خرما ہیں اور اس کے حدود بیان کر دیئے یا ایک دار پر بدیں شرط نکاح کیا کہ وہ پختہ اینٹ وگچ وساکھو کی لکڑی کا بنا ہوا ہے اور اس کے حدود بیان کر دیئے پھر دیکھا تو زمین میں کوئی درخت نہ تھا یا دار میں کچھ عمارت نہ تھی تو عورت کو یہ اختیار ہے چاہے یہ آراضی یا دار لے لے اور سوائے اس کے کچھ نہ ملے گا اور اگر چاہے اپنا مہر مثل لے لے اور اگر اس کو قبل دخول کے طلاق دے دی تو عورت مذکورہ کو سوائے نصف دار و نصف زمین کے جس حالت پر اس کو پایا ہے اور کچھ نہ ملے گا لیکن اگر اس کا متعہ اس سے زیادہ ہو تو عورت کو اختیار رہو گا چاہے نصف زمین و نصف دار لینا منظور کرلے اور زیادہ کچھ نہ پائے گی اور چاہے متعہ لے لے یہ محیط میں ہے۔

فصل : ⑦

مہر میں گھٹا دینے و بڑھا دینے' زیادہ[1] و کم شدہ کے بیان میں

مہر میں تین چیزوں میں سے ایک کے پائے جانے سے زیادتی متاکد ہو جاتی ہے:

قیام نکاح کی حالت میں ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک مہر میں بڑھا دینا صحیح ہے یہ محیط میں ہے پس اگر مہر میں بعد عقد کے بڑھایا تو زیادتی بذمہ شوہر لازم ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور یہ حکم ایسی صورت میں ہے کہ جب عورت نے یہ زیادتی قبول کر لی ہو خواہ یہ زیادتی جنس مہر سے ہو یا نہ ہو اور خواہ شوہر کی طرف سے ہو یا ولی کی طرف سے ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور زیادتی بھی تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے پائے جانے سے متاکد ہو جاتی ہے ایک یہ کہ وطی ہوگئی دوم آنکہ خلوت صحیحہ متحقق ہوئی سوم آنکہ بیوی مرد میں سے کوئی مر گیا اور اگر ان باتوں میں سے کوئی نہ پائی گئی مگر دونوں میں جدائی[(1)] پیش آئی تو زیادتی باطل ہو جائے گی پس فقط اصل مہر کی تنصیف کی جائے گی اور زیادتی کی تنصیف نہ ہوگی یہ مضمرات میں ہے اور فتاویٰ شیخ ابواللیثؒ میں ہے کہ مہر ہبہ کرنے کے بعد بھی مہر میں بڑھانا صحیح ہے۔

کتاب الاکراہ شیخ الاسلام خواہر زادہ میں ہے کہ فرقت واقع ہونے کے بعد مہر میں بڑھانا باطل ہے اور ایسا ہی بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے اور جو بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اگر عورت کو دخول کرنے کے بعد یا دخول سے پہلے تین طلاق دے دیں پھر اس کے مہر میں کچھ بڑھایا تو صحیح نہیں ہے اسی طرح اگر طلاق رجعی ہو مگر رجوع نہ کیا یہاں تک کہ عدت گزر گئی پھر اس کے بعد مہر میں بڑھایا تو زیادتی نہیں صحیح ہے اور قدوری میں ہے کہ عورت کی موت کے بعد مہر میں بڑھانا امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے اگر مطلقہ رجعیہ سے اس کے شوہر نے کہا کہ میں نے تیرے مہر میں بڑھا دیا تو نہیں صحیح ہے اس واسطے کہ یہ مجہول ہے اور اگر ایسی عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم مہر پر رجوع کیا پس اگر عورت نے قبول کیا تو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے اس واسطے کہ یہ مہر میں زیادتی ہے پس عورت کے قبول پر موقوف ہو گی اور رہا یہ امر کہ جس مجلس میں زیادہ کیا ہے اسی مجلس میں قبول کر لینا شرط ہے یا نہیں پس اصح یہ ہے کہ اسی مجلس میں قبول کرنا شرط ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت نے اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا پھر شوہر نے گواہ کیے کہ عورت کا مجھ پر اس قدر مہر ہے تو اس میں اختلاف ہے اور فقیہ ابواللیثؒ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ شوہر کا اقرار جائز ہے بشرطیکہ عورت قبول کرے یہ خلاصہ میں ہے اور اشبہ یہ ہے کہ اقرار

---

[1] زیادہ شدہ یعنی جس میں گھٹانا و بڑھانا منظور ہے۔

(1) یعنی مرد کے طلاق دینے۔

صحیح نہ ہوا اور بلاقصد زیادتی کے زیادتی قرار نہ دی جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر کسی عورت سے ہزار درہم پر نکاح کیا پھر دو ہزار درہم پر نکاح کی تجدید کی تو اس میں اختلاف ہے شیخ امام خواہرزادہ نے کتاب النکاح میں ذکر فرمایا کہ بنابر قول امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے شوہر پر فقط ہزار درہم لازم ہوں گے باقی ہزار درہم لازم نہ ہوں گے اور عورت کا مہر ہزار درہم ہوگا اور بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے مرد پر باقی ہزار درہم دوسرے بھی واجب ہوں گے اور بعض نے اس کے برعکس اختلاف ذکر کیا ہے اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ مرد پر دوسرے ایک ہزار درہم لازم نہ ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے اور قاضی امامؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ دوسرے عقد پر کچھ واجب نہ ہوگا لیکن اگر دوسرے عقد سے اس کی مراد یہ ہے مہر یعنی دو ہزار درہم واجب ہوں گے یہ خلاصہ میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر عورت نے اپنا مہر ہبہ کر دیا پھر مہر کی تجدید کی تو بالاتفاق دوسرا مہر لازم نہ ہوگا اور بعض نے اسی صورت میں ذکر کیا ہے کہ اس میں اختلاف ہے یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر نکاح کی تجدید بغرض احتیاط ہو تو زیادتی بلاخلاف لازم نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے۔

ابراہیمؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے اپنی باندی کسی مرد کے نکاح میں بمہر معلوم دی پھر اس کو آزاد کر دیا پھر شوہر نے اس کے مہر میں کوئی مقدار معلوم بڑھا دی تو یہ زیادتی مولیٰ کو ملے گی اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ یہ زیادتی اس عورت کو ملے گی اور میں شوہر پر جبر نہ کروں گا کہ یہ زیادتی اس کے مولیٰ کو دے دے اور اگر مولائے اول نے باندی کو فروخت کر دیا ہو تو یہ زیادتی مشتری کو ملے گی اور میں شوہر پر جبر نہ کروں گا کہ یہ زیادتی مولیٰ کو دے دے اور امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ آزاد مرد نے ایک باندی سے باجازت اس کے مولیٰ کے سو درہم پر نکاح کیا پس شوہر نے مولیٰ سے کہا کہ تو نے نکاح کی اجازت دے دی اس نے کہا کہ میں نے اس شرط پر اجازت دی کہ تو مہر میں پچاس درہم بڑھائے پس اگر شوہر اس پر راضی ہو گیا تو صحیح ہے اور زیادتی ثابت ہو جائے گی۔

اگر شوہر راضی نہ ہوا تو اجازت ثابت نہ ہوگی اور نیز جامع میں ہے کہ ایک منکوحہ باندی آزاد کی گئی حتیٰ کہ اس کے لئے خیار عتق[1] ثابت ہوا پھر شوہر نے اس عورت سے کہا کہ میں نے تیرے مہر میں پچاس درہم بڑھا دیئے بدیں شرط کہ تو میرے ساتھ میرے نکاح میں رہنا اختیار کرے پس اس نے یہی اختیار کیا تو یہ اختیار صحیح ہے اور زیادتی ثابت ہو جائے گی اور یہ زیادتی اس کے مولیٰ کو ملے گی اور اگر باندی مذکورہ سے کہا کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہیں بدیں شرط کہ تو مجھے اختیار کرے اور اس نے ایسا ہی کیا تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور خیار باطل ہو جائے گا اور نکاح المنتقیٰ میں ہے کہ ایک مرد نے ایک عورت کے نکاح کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ انکار کرتی ہے پھر شوہر نے عورت سے صلح کی کہ اگر وہ اجازت نکاح دے دے جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے تو مرد اس کو ہزار درہم دے گا تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ اگر تو اقرار نکاح کر دے تو تیرے واسطے سو درہم زیادہ کر دوں گا پس عورت نے ایسا کیا پس اگر نکاح اول کے گواہ موجود ہوں تو شوہر کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ ان سو درہم سے رجوع کر لے اس واسطے کہ یہ بمنزلہ مہر میں زیادہ کرنے کے ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت کے مہر میں سے خود عورت نے گھٹا دیا تو گھٹانا صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور گھٹانے میں عورت کی رضامندی ضروری ہے حتیٰ کہ اگر اس نے باکراہ مجبوری کے ساتھ گھٹایا تو صحیح نہ ہوگا اور نیز ضروری ہے کہ عورت مذکورہ مریض بمرض الموت نہ ہو یہ بحرالرائق میں ہے اگر ایک مرد نے ایک عورت سے ایک غلام یا باندی یا کسی مال عین پر نکاح کیا پھر مہر میں خود زیادتی ہو گئی پھر قبل دخول

---

(۱) کہ چاہے اس شوہر کے ساتھ رہے یا نہ رہے۔

کے طلاق دے دی پس اگر عورت کے قبضہ سے پہلے مہر کی چیز میں زیادتی ہوگئی ہے اور یہ زیادتی متصلہ[1] ہے جو اصل چیز سے پیدا ہوئی ہے جیسے مہر کی باندی یا غلام موٹی تازی ہوگئی یا بالغ ہوگئی یا حسن و جمال بڑھ گیا یا ایک آنکھ میں جالا تھا وہ روشن ہوگئی یا گونگا تھا وہ بولنے لگا یا بہرا تھا وہ سننے لگا یا درخت خرما تھا کہ اس میں پھل آئے یا زمین تھی کہ اس میں زراعت کی گئی اور یا یہ زیادتی منفصلہ ہے جو اصل سے پیدا ہوئی ہے جیسے بچہ وارش وعقر دوبر درصورتیکہ کاٹ لئے گئے ہوں یا پشم و بال جب الگ کر لئے جائیں یا چھوہارے درخت توڑ لئے گئے یا کھیتی اس زمین میں سے کاٹ لی گئی تو ایسی صورت میں اصل وزیادتی دونوں بالاجماع آدھی آدھی کی جائے گی یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر عورت نے اصل مع زیادت متولدہ کے اپنے قبضہ میں کر لی پھر مرد نے عورت کو قبل دخول کے طلاق دی تو بھی اصل مع زیادتی کے آدھی آدھی کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر زیادتی متصلہ ہو جو اصل سے متولد نہیں ہے جیسے کپڑے کو رنگا یا عمارت بنائی تو عورت اس سے قابض شمار ہوگی پس تنصیف نہ کی جائے گی اور جس روز قبضہ کا حکم دیا گیا ہے اس روز کی نصف قیمت دینی عورت پر واجب ہوگی اور اگر زیادتی منفصلہ ہو جو اصل سے متولد نہ ہو جیسے کسی مرد نے مہر کے غلام کو کچھ ہبہ کیا یا اس نے خود کمایا یا دار مہر کا کرایہ آیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اصل چیز کی تنصیف[(1)] ہوگی اور زیادتی سب عورت کو ملے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اصل وزیادت دونوں کی تنصیف ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر شوہر نے غلام[1] کو اجارہ پر دیا ہو تو مزدوری شوہر کو ملے گی مگر اس کو صدقہ کر دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قبضہ کے بعد ہو اور زیادتی متصلہ متولدہ از اصل ہو تو شوہر کو نصف کر کے نہیں دیا جا سکتا ہے بلکہ جس دن عورت کو سپرد کیا ہے اس روز کی نصف[(2)] قیمت ملے گی اور یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ امر مانع تنصیف نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر زیادتی متصلہ ایسی ہو کہ اصل سے متولد نہ ہو تو وہ مانع تنصیف ہے اور عورت پر اصل کی نصف قیمت واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر زیادتی منفصلہ اصل سے متولد ہو تو بالاجماع مانع تنصیف ہے اور اگر زیادتی منفصلہ اصل سے متولد نہ ہو تو فقط زیادتی عورت کو ملے گی اور اصل دونوں میں نصفا نصف مشترک ہوگی اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ زیادتی پیدا ہونے کے بعد طلاق قبل دخول کے واقع ہوئی ہو اور اگر طلاق پہلے واقع ہوئی پھر زیادتی پیدا ہوئی پس یا تو شوہر کے واسطے نصف واپس دینے کا حکم قضا جاری ہونے سے بعد ہوگی یا اس کے پہلے ہوگی خواہ قبضہ ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو پس اگر قبل قبضہ کے ہو تو زیادتی واصل دونوں میں نصفا نصف ہوگی خواہ حکم قضا پایا گیا ہو یا نہ پایا گیا ہو اور اگر بعد قبضہ کے ہو اور شوہر کے واسطے نصف دینے کا حکم بھی ہو گیا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر

---

[1] قال المحرجم زیادت کی دو قسمیں ہیں زیادت متصلہ و منفصلہ پھر متصلہ کی دو قسمیں ہیں متولدہ از اصل جیسے کہ حسن و جمال وغیرہ و دوم زیادتی متصلہ غیر متولدہ از اصل جیسے رنگ وغیرہ پھر منفصلہ از اصل کی دو قسمیں ہیں متولدہ از اصل جیسے بچہ غیر متولدہ از اصل جیسے ہبہ وغیرہ پھر واضح ہو کہ قولہ بالاجماع آدھی آدھی کی جائیں گی یعنی قبل دخول کے طلاق دی تو عورت کو نصف مہر چاہئے اور مہر میں زیادتی ہوگئی ہے تو اصل مع زیادت ملا کر نصف نصف کی جائے گی۔

[2] قولہ یہ اس وقت ہے کہ عورت نے قبضہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ اجارہ میں موجر کا قبضہ بھی چاہئے ہے کسی طور سے ہو پس ثابت ہوا کہ عورت نے ہنوز قبضہ نہیں کیا ہے۔

(1) جبکہ عورت قابض ہوگئی ہو۔

(2) یعنی اصل کی نصف قیمت۔

شوہر کے واسطے نصف دینے کا حکم نہ ہوتو عورت کے پاس مال مہر مثل عقد فاسد کے مقبوضہ کے حکم میں ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر زیادتی پیدا ہونے کے بعد دخول سے پہلے عورت مرتد ہوگئی یا اپنے شوہر کے پسر کا بوسہ لیا تو یہ سب زیادتی عورت کو ملے گی اور عورت پر واجب ہوگا کہ قبضہ کے روز کی اصل کی قیمت واپس کرے یہ بدائع میں ہے۔

قبل از دخول شوہر کے قبضہ میں موجود مال میں نقصان آ گیا تو اس کی ذکر کردہ صورتیں:

اگر شوہر کے قبضہ میں مہر میں نقصان آ گیا پھر قبل دخول کے مرد نے اس کو طلاق دے دی تو اس میں چند صورتیں ہیں وجہ اول یہ کہ نقصان کسی آفت آسمانی سے ہو اور اس میں دو صورتیں ہیں کہ اگر نقصان خفیف ہو تو اس صورت میں عورت کو نصف خادم عیب دار ملے گا بدوں تاوان نقصان کے اور اس کے سوائے اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نقصان فاحش ہو تو عورت کو اختیار ہے چاہے اس مال مہر کو شوہر کے پاس چھوڑ کر اس سے روز عقد کی قیمت کا نصف لے لے اور چاہے نصف خادم عیب دار لے لے اور اس کے ساتھ شوہر بالکل تاوان نقصان کا ضامن نہ ہوگا وجہ دوم یہ کہ نقصان بفعل زوج ہو اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں کہ اگر نقصان خفیف ہو تو عورت نصف خادم لے گی اور شوہر نصف قیمت نقصان کا ضامن ہوگا اور عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خادم مذکور شوہر کے ذمہ چھوڑ کر نصف قیمت خادم لے لے اور اگر نقصان فاحش ہو تو عورت کو اختیار نہیں ہے کہ خادم مذکور شوہر کے ذمہ چھوڑ کر نصف قیمت خادم لے لے اور اگر نقصان فاحش ہو تو عورت کو اختیار ہے چاہے روز عقد کی نصف قیمت خادم لے اور خادم شوہر کے پاس چھوڑ دے اور چاہے نصف خادم لے کر شوہر سے نصف قیمت نقصان لے اور وجہ سوم آنکہ نقصان خود عورت کے فعل سے ہو اور اس صورت میں عورت کو نصف خادم کے سوائے کچھ نہ ملے گا اور عورت کو کچھ اختیار نہ ہوگا خواہ نقصان خفیف ہو یا شدید ہو اور وجہ چہارم آنکہ جو چیز مہر ٹھہری ہے وہ خود ایسا فعل کرے جس سے اس میں نقصان آ جائے تو ظاہر الروایہ کے موافق یہ نقصان مثل آسمانی آفت کے نقصان کے ہے اور وجہ پنجم آنکہ نقصان کسی اجنبی کے فعل سے ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں کہ اگر نقصان خفیف ہو تو عورت نصف خادم لے کر اجنبی سے نقصان کی نصف قیمت تاوان لے گی اور اس کے سوائے اس کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر نقصان فاحش ہو تو اس کو اختیار ہے چاہے نصف خادم لے کر اجنبی سے نصف قیمت نقصان کا مواخذہ کرے اور چاہے خادم بذمہ شوہر چھوڑ کر اس سے روز عقد کی نصف قیمت خادم لے لے پھر شوہر اس اجنبی سے پورے نقصان کا مطالبہ کرے گا اور یہ سب ایسی صورت میں تھا کہ جب نقصان شوہر کے قبضہ میں ہونے کی حالت میں واقع ہوا اور اگر عورت کے قبضہ میں واقع ہوا پھر مرد نے قبل دخول کے عورت کو طلاق دی پس اگر نقصان بآفت آسمانی اور خفیف ہو تو شوہر نصف خادم عیب دار لے لے گا اس کے سوائے کچھ نہیں کر سکتا ہے اور اگر نقصان فاحش ہو تو چاہے نصف عیب دار لے اور اس کے سوائے اس کو کچھ تاوان نقصان نہ ملے گا اور اگر چاہے عورت کے ذمہ چھوڑ کر عورت کے قبضہ کے روز کی نصف قیمت بہ اعتبار صحیح و سالم کے لے لے اور اگر بعد طلاق کے ایسا نقصان عورت کے قبضہ میں واقع ہو تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ شوہر اس کے نصف کو مع نصف نقصان کے لے لے گا اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں ذکر فرمایا ہے اور یہ صحیح ہے۔

اگر عورت کے فعل سے نقصان ہوا خواہ قبل طلاق کے یا بعد طلاق کے تو یہ صورت اور آفت آسمانی سے نقصان ہونے کی صورت دونوں یکساں ہیں اور اگر جو چیز مہر کی ہے مثل غلام وغیرہ اس کے خود فعل سے نقصان ہوا ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اجنبی کے فعل سے قبل طلاق کے نقصان واقع ہوا تو مال مہر سے شوہر کا حق منقطع ہو جائے گا اور شوہر کے واسطے عورت پر عورت کے قبضہ کے روز کی نصف قیمت واجب ہوگی اس واسطے کہ اجنبی نے تاوان نقصان دیا پس یہ زیادت منفصلہ ہوگئی لیکن اگر عورت نے اس مجرم اجنبی کو بری کر دیا ہو یا تاوان نقصان قبل طلاق کے عورت کے پاس تلف ہو گیا ہو تو ایسی حالت میں بسبب زوال مانع کے مال مذکور کی تنصیف

ہوگی اور اگر یہ نقصان بعد طلاق کے واقع ہوا تو حاکم شہیدؒ نے ذکر فرمایا کہ یہ صورت اور قبل طلاق کے نقصان واقع ہونے کی صورت دونوں یکساں ہیں اور قدوری نے اپنی شرح میں ذکر فرمایا کہ شوہر نصف اصل لے لے گا اور ارش یعنی جرمانہ میں اس کو اختیار ہوگا چاہے مجرم اجنبی کا دامن گیر ہو کر اس سے نصف جرمانہ لے اور چاہے عورت سے لے اور اگر قبل طلاق کے شوہر کے فعل سے نقصان ہوا تو یہ صورت اور اجنبی کے فعل سے نقصان ہونے کی صورت دونوں یکساں ہیں اور اگر مال مہر شوہر کے قبضہ میں تلف ہوا پھر عورت کو قبل دخول کے طلاق دے دی تو عورت کے واسطے شوہر پر روز عقد کی نصف قیمت واجب ہوگی اور اگر عورت کے ہاتھ میں قبل طلاق کے تلف ہوا پھر قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو شوہر کے واسطے عورت پر روز قبضہ کی نصف قیمت واجب ہوگی یہ محیط میں ہے۔

مہر کیلی یا وزنی نہ ہو تو مہر کے مال میں عورت کے واسطے خیار ثابت نہیں:

مہر کے مال میں عورت کے واسطے خیار روایت ثابت نہیں ہوتا ہے اور نیز اس کو واپس نہیں کر سکتی ہے الا اسی صورت میں کہ جب عیب فاحش ہو لیکن عیب خفیف کی صورت میں جب ہی واپس نہیں کر سکتی ہے کہ جب مال مہر کیلی یا وزنی نہ ہو اور اگر کیلی یا وزنی ہو تو عیب خفیف کی وجہ سے بھی واپس کر سکتی ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر معین باندی پر ایک عورت سے نکاح کیا اور وہ باندی عورت کے قبضہ میں مرگئی پھر عورت کو معلوم ہوا کہ وہ اندھی تھی تو عورت مذکورہ اندھی ہونے کا نقصان شوہر سے واپس لے لے گی جیسے بیع میں ہوتا ہے اور اگر باندی معینہ نہ ہو تو عورت ایک اندھی باندی کی قیمت کی ضامن اور شوہر ایک اوسط درجہ کی خادمہ کی قیمت کا ضامن ہوگا پس دونوں باہم ان دونوں قیمتوں میں بدلا اتار کر جس قدر مرد پر فاضل نکلے گا وہ عورت کو واپس کر دے گا اگر اس باندی کی قیمت بہ نسبت اوسط درجہ کی خادمہ سے زیادہ ہو تو دونوں میں سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل : ⑧

نکاح میں سمعت کے بیان میں

مہر میں قالاً کچھ اور حالاً کچھ کہا تو؟

قال المترجم: یعنی پوشیدہ مہر کچھ قرار دیا ہے اور سمعت یعنی لوگوں کے سنانے کو کچھ بیان کیا چنانچہ کتاب میں فرمایا کہ اگر عورت سے پوشیدہ کسی قدر مہر پر نکاح کیا اور سنانے کو ظاہر میں اس سے زیادہ بیان کیا تو مسئلہ میں دو صورتیں ہیں اول آنکہ دونوں نے پوشیدہ کسی قدر مہر پر قرارداد کر لی پھر دونوں نے علانیہ اس سے زیادہ مہر پر عقد قرار دیا پس اگر وہ چیز جس پر علانیہ عقد ٹھہرا ہے اسی جنس سے ہو جس پر پوشیدہ قرارداد کر لی ہے لیکن جو ظاہر کیا ہے وہ پوشیدہ قرارداد سے زائد ہے پس اگر دونوں نے خفیہ قرارداد پر اتفاق کیا یا شوہر نے عورت کے اقرار پر یا عورت کے ولی کے اقرار پر گواہ کر لئے کہ مہر یہی ہے جو خفیہ قرارداد ہے اور زیادتی جو عقد پر ہے فقط سنانے کے واسطے ہے تو مہر وہی ہوگا جس پر دونوں نے خفیہ قرارداد کی ہے اور اگر دونوں نے اس میں اختلاف کیا چنانچہ شوہر نے دعویٰ کیا کہ خفیہ ہزار درہم پر ہمارے درمیان قرارداد ہوئی ہے اور عورت نے اس خفیہ قرارداد سے انکار کیا تو مہر وہی ہوگا جو عقد میں علانیہ ٹھہرا ہے اور عورت کا قول قبول ہوگا لیکن اگر مرد کے گواہ قائم ہوں تو گواہوں کی سماعت ہوگی اور اگر وہ چیز جس پر علانیہ نکاح کیا ہے خفیہ قرارداد کی جنس سے برخلاف ہو پس اگر دونوں اس خفیہ قرارداد پر اتفاق نہ کریں تو مہر وہی ہوگا جو علانیہ بندھا ہے اور اگر خفیہ قرارداد پر اتفاق کیا تو نکاح بعوض مہر مثل کے منعقد ہوگا اور اگر عورت و مرد نے خفیہ قرارداد کر لی کہ مہر دینار ہیں مگر ظاہر میں اس شرط پر نکاح کر لیا ہے کہ عورت کے واسطے کچھ مہر نہیں تو مہر وہی دینار ہوں گے جس پر خفیہ قرارداد ہوگئی ہے اور اگر علانیہ اس شرط پر نکاح کیا کہ

اس عورت کا مہر دینار نہ ہوں گے یا علانیہ فقط نکاح کر لیا اور مہر سے سکوت کیا تو دونوں صورتوں میں مہر مثل پر نکاح منعقد ہوگا وجہ دوم آنکہ دونوں نے خفیہ کسی قدر مہر پر عقد کر لیا پھر علانیہ اس سے زیادہ مہر کا اقرار کیا پس اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ ہم نے خفیہ اس قدر مہر پر عقد کیا ہے اور شاہد کر لئے کہ علانیہ زیادتی فقط سنانے کے واسطے ہے تو مہر وہی ہوگا جو خفیہ عقد کے وقت مذکور ہوا ہے اور اگر دونوں نے اس امر کے شاہد نہ کر لئے کہ علانیہ جو زیادتی ہے وہ سنانے کے واسطے تھی تو شرح مختصر الطحاوی میں ہے کہ بنا بر قول امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے مہر وہی ہوگا جو علانیہ مذکور ہوا ہے اور یہ زیادتی پہلے مہر پر زیادتی شمار ہوگی خواہ اول کی جنس سے ہو یا خلاف جنس ہو مگر فرق یہ ہوگا کہ اگر خلاف جنس ہو تو جس قدر علانیہ مذکور ہوا ہے وہ سب مہر اول پر زیادہ قرار دیا جائے گا اور اگر اول کی جنس سے ہے تو جس قدر مہر اول سے زائد ہے اسی قدر زیادہ زیادتی شمار کیا جائے گا اور شیخ الاسلام نے ذکر فرمایا کہ اگر دونوں نے خفیہ ہزار درہم پر عقد کیا اور ظاہر میں علانیہ اس کے خلاف کیا پھر دونوں میں جھگڑا ہوا اور شوہر نے کہا کہ ظاہر میں جو میں نے اس کے واسطے اقرار کیا وہ ہزل تھا مقصود نہ تھا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ قصداً و جداً تھا تو عورت کا قول قبول ہوگا اور مہر وہی ہوگا جو علانیہ ٹھہرا ہے لیکن اگر شوہر اپنے دعوے کی گواہی لائے تو گواہ مقبول ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔

فصل : ⑨

مہر کے تلف ہو جانے اور استحقاق میں لئے جانے کے بیان میں

اگر عورت سے کسی معین چیز پر نکاح کیا اور وہ سپرد کرنے سے پہلے تلف ہو گئی یا استحقاق میں لے لی گئی پس اگر یہ چیز مثلی چیزوں میں سے ہو تو شوہر سے اس کے مثل لے لی گی ورنہ اس کی قیمت لے گی یہ محیط میں ہے اور اسی طرح اگر مال معین جو مہر ٹھہرا ہے عورت نے شوہر کو ہبہ کر دیا پھر وہ استحقاق میں لیا گیا تو اس کی قیمت شوہر[ل] سے واپس لے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایسا دار جو مہر قرار دیا گیا ہے اس میں سے نصف پر کسی شخص نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو لے اور نصف قیمت لے اور چاہے پوری قیمت لے لے اور اگر مرد نے قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو عورت کو فقط باقی نصف ملے گا[1] یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی عورت سے اس عورت کے باپ پر جو شوہر کا مملوک ہے نکاح کیا تو باپ مذکور آزاد ہو جائے گا اور اگر باپ پر کسی شخص نے استحقاق ثابت کر کے لے لیا پھر عورت کا شوہر اس کے باپ کا مالک ہو گیا پس اگر ہنوز مرد پر اس عورت کے واسطے اس کے باپ کی قیمت کا حکم قاضی کی طرف سے ثابت نہیں ہوا ہے تو عورت مذکورہ کو سوائے اپنے باپ کے اور کچھ نہ ملے گا اور وہ ملتے ہی فوراً آزاد ہو جائے گا اور اگر شوہر پر عورت کے واسطے قیمت کا حکم ہونے کے بعد شوہر اس کا مالک ہوا تو عورت مذکورہ اپنے باپ کو نہیں لے سکتی ہے اور صورت اول میں جب شوہر اس کا مالک ہوا ہے تو عورت مذکورہ بدوں حکم قاضی یا بدوں سپردگی شوہر کے اس کی مالک نہیں ہو سکتی ہے اور شوہر کو اختیار ہوگا کہ جب تک قاضی نے حکم نہیں کیا ہے یا مرد نے عورت کو سپرد نہیں کیا تب تک شوہر جو چاہے اس میں تصرف کر لے یہ ظہیریہ میں ہے اگر کسی عورت سے کسی غیر کے غلام پر نکاح کیا یا اپنے غلام پر نکاح کیا مگر یہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا پس اگر وہ شخص جو اس غلام کا مستحق ہے اس نے اجازت نہ دی تو شوہر پر اس غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر شوہر پر قیمت دینے کا حکم ہونے سے پہلے کسی سبب سے یہ غلام پھر شوہر کی ملک میں آ گیا تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ بعینہ یہی غلام عورت کو سپرد کرے یہ عتابیہ میں ہے۔

ل اگر عورت ہبہ سے رجوع کرے۔

(1) اور کچھ اختیار نہ ہوگا۔

فصل : ⑩

مہر ہبہ کرنے کے بیان میں

عورت کی خوشی سے کیے گئے مہر کو ہبہ کرنے پر اولیاء کا اعتراض کچھ معنی نہیں رکھتا:

عورت کو اختیار ہے کہ اس کے مہر کا جو مال شوہر پر آتا ہے خواہ مرد نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو وہ اپنے شوہر کو ہبہ کر دے اور عورت کے اولیاء میں سے خواہ باپ ہو یا کوئی اور ہو کسی کو عورت پر اعتراض کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور عامہ علماء کے نزدیک باپ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنی دختر کی مہر ہبہ کر دے یہ بدائع میں ہے اور مولیٰ کو یہ اختیار ہے کہ اپنی باندی کا مہر اس کے شوہر کو ہبہ کر دے اور اسی طرح چاہے اپنی مدبرہ باندی یا ام ولد کا مہر ہبہ کر دے اور اگر باندی مکاتبہ ہو تو اس کا مہر اسی کا ہوگا اور اگر مولیٰ اس کو ہبہ کرنا چاہے تو صحیح نہ ہوگا اور اگر مکاتبہ کے شوہر نے اس کا مہر اس کے مولیٰ کو دے دیا تو بری نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر زید مر گیا اور اس کی بیوی نے اس کا مہر اس کو ہبہ کیا تو جائز ہے اگر عورت نے طلق[1] کی حالت میں جب کہ اس کی جان پر بن آئی تھی تو شوہر کو مہر ہبہ کیا پھر جاں بر نہ ہوئی اور مر گئی تو ہبہ صحیح نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر میت کی بیوی نے وارثان میت کو اپنا مہر ہبہ کیا تو بھی جائز ہے اور اگر عورت نے کسی شرط پر اپنا مہر ہبہ کیا پس اگر شرط پائی گئی تو جائز ہے اور اگر شرط نہ پائی گئی تو مہر جیسا تھا ویسا ہی عود کرے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت سے ہزار درہم پر نکاح کیا اور عورت نے ہزار درہم وصول کر لئے پھر شوہر کو ہبہ کر دیئے پھر شوہر نے قبل دخول کے اس کو طلاق دی تو شوہر اس عورت سے پانچ سو درہم واپس[(1)] لے گا اور اسی طرح اگر مہر کوئی کیلی یا وزنی چیز ہو جو وصف بیان کر کے ذمہ رکھ لی ہے تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ وہ متعین نہیں ہے اور اگر عورت نے ہزار درہم پر قبضہ نہ کیا اور بدوں قبضہ کے شوہر کو ہبہ کر دیئے پھر مرد نے قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو دونوں میں سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس نے پانچ سو درہم وصول کر کے پھر پورے ہزار درہم ہبہ کئے یعنی مقبوضہ و غیر مقبوضہ یا فقط باقی ہبہ کئے پھر شوہر نے قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں میں سے کوئی دوسرے سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر عورت نے ہزار درہم کے نصف سے کم ہبہ کئے اور باقی سب وصول کر لئے تو ایسی صورت میں امامؒ کے نزدیک عورت سے نصف تک جس قدر رہ جائے ہے وہ لے کر پورا کر لے گا یہ ہدایہ میں ہے۔

مہر کن صورتوں میں پورا واجب ہوگا اور کن میں نصف؟

منتقی میں ابراہیم کی روایت سے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر پورے ہزار درہم عورت کو دے دے پھر عورت نے ہزار درہم پر اس سے خلع کیا قبل اس کے کہ عورت کے ساتھ دخول واقع ہو تو قیاساً عورت سے پانچ سو درہم واپس لے گا اور استحساناً کچھ واپس نہ لے گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے مثل حروض وغیرہ ایسی چیز پر جو معین کرنے سے متعین ہو جاتی ہے نکاح کیا پھر عورت نے اس چیز پر قبضہ کرنے کے بعد یا اس سے پہلے یہ چیز تمام یا آدھی شوہر کو ہبہ کر دی پھر قبل دخول کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو عورت سے کچھ واپس نہ لے گا اور اگر عورت سے کسی حیوان یا عروض پر جس کا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھا ہے نکاح کیا تو بھی ایسی صورت میں یہی حکم ہے کذا فی الکافی خواہ عورت نے اس پر قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو یہ کفایہ میں ہے اور اگر عورت نے شوہر کے سوائے کسی اجنبی کو

---

[1] بچہ پیدا ہونے کا وقت۔
(1) یعنی اور پانچ سو درہم لے گا۔

اپنا مہر ہبہ کیا اور اس کو وصول کر لینے پر مسلط کر دیا پھر اس نے وصول کر لیا پھر شوہر نے قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو نصف مہر عورت سے واپس لے گا اور اگر عورت نے مہر پر قبضہ کر کے کسی کو جو اجنبی ہے ہبہ کیا پھر اس اجنبی نے شوہر کو ہبہ کیا پھر شوہر نے قبل دخول کے عورت کو طلاق دے دی تو نصف مہر عورت سے واپس لے گا خواہ مہر مال دین ہو جو تعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا ہے یا اس کے برعکس مال عین ہو یہ محیط میں ہے اور اگر عورت نے مال مہر شوہر کے ہاتھ فروخت کیا یا بعوض ہبہ کیا پھر شوہر نے قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو شوہر اس سے نصف مال مذکور کے مثل واپس لے گا اگر مال مذکور مثلی ہو یا نصف قیمت واپس لے گا اگر مثلی نہ ہو بلکہ قیمتی ہو پھر اگر عورت نے قبل قبضہ کے فروخت کیا ہو تو روز بیع کی نصف قیمت لے گا اور اگر بعد قبضہ کے فروخت کیا ہے تو روز قبضہ کی نصف قیمت لے لے گا یہ بدائع میں ہے ایک مرد نے اپنی مطلقہ عورت سے کہا کہ اب میں تیرے ساتھ نکاح نہ کروں گا جب تک تو اپنا مہر جو تیرا مجھ پر ہے مجھے ہبہ نہ کر دے پس اس نے اپنا مہر بدیں شرط ہبہ کیا کہ شوہر اس سے نکاح کرے پھر شوہر نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کیا تو مہر مذکور شوہر پر باقی رہے گا خواہ شوہر اس سے نکاح یا نہ کرے یہ خلاصہ میں ہے۔

عورت سے کسی چیز کی بابت وعدہ کرنے پر مہر ہبہ کروایا لیکن بعد میں وعدہ خلافی کی تو مہر بعینہٖ برقرار رہے گا:

شیخؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے تا کہ میں تجھے اس قدر ہبہ کروں پس عورت نے کہا کہ میں نے تجھے بری کر دیا پھر شوہر نے اس کو ہبہ کر دینے سے انکار کیا تو مہر اس پر بحالہ باقی رہے گا یہ حاوی میں ہے۔ ایک عورت نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہے اور اپنا مہر اپنے شوہر کو ہبہ کر دیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کا قد دیکھا جائے اگر بالغہ عورتوں کا قد ہو تو اس کا اقرار صحیح ہو گا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد اس نے کہا کہ میں اس وقت بالغہ نہ تھی تو اس کا قول قبول نہ ہو گا اور اگر قد بالغہ عورتوں کا قد نہ ہو تو اس کا اقرار صحیح نہ ہو گا اور شیخؒ نے فرمایا کہ قاضی کو ایسے معاملہ میں احتیاط کرنی چاہئے اور عورت سے اس کا سن دریافت کرے اور پوچھے کہ تو نے کیوں کر یہ بات جانی ہے جیسے طفل کی صورت میں مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنے بالغ ہونے کا اقرار کرے تو قاضی احتیاط کے واسطے اس سے وجہ دریافت کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے بیوی و مرد نے ہبہ مہر میں اختلاف کیا کہ بیوی نے کہا کہ میں نے اس شرط سے ہبہ کیا تھا کہ تو مجھے طلاق نہ دے اور مرد نے کہا کہ تو نے بغیر شرط کے ہبہ کیا ہے تو قول عورت کا قبول ہو گا یہ قنیہ میں ہے۔

فصل: ⑪

عورت کے اپنے آپ کو بوجہ مہر کے روکنے اور مہر میں میعاد مقرر کرنے اور اس کے متعلقات کے بیان میں

مہر معجل کے واسطے عورت اپنے آپ کو مرد سے روک سکتی ہے:

ہر ایسی صورت میں کہ مرد نے عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا خلوت صحیحہ ہو گئی ہو اور تمام مہر متاکد ہو گیا ہو اگر مہر معجل وصول پانے کے واسطے عورت اپنے آپ کو روکے اور مرد سے باز رہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو ایسا اختیار ہے اور اس میں صاحبینؒ نے اختلاف کیا ہے اور اسی طرح باہر نکلنے اور سفر کرنے اور حج نفل کے واسطے جانے سے امام اعظمؒ کے نزدیک منع نہ کی جائے گی الا اس صورت میں کہ باہر نکلنا حد سے گزرا ہوا بیہودہ ہو اور جب تک عورت نے اپنے نفس کو شوہر کے سپرد نہیں کیا ہے تب تک بالاجماع اس کو ایسا اختیار رہے اور اسی طرح اگر صغیرہ یا مجنونہ کے ساتھ دخول کر لیا یا زبردستی بااکراہ ایسا کر لیا تو بھی اس کے باپ کو

اختیار ہے کہ اس کو روک رکھے یہاں تک کہ اس کے واسطے اس کا مہر معجّل وصول کر لے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر شوہر نے عورت کی رضامندی کے ساتھ اس سے دخول کر لیا یا خلوت کی تو بنا بر قول امام اعظمؒ کے عورت کو اختیار ہوگا کہ اپنے آپ کو شوہر کے ساتھ سفر میں جانے سے روکے تا آنکہ پورا مہر وصول کر لے یہ بنا بر جواب کتاب کے ہے اور ہمارے دیار کے عرف کے موافق تا آنکہ مہر معجّل وصول کر لے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور شیخ امام فقیہ زاہد ابوالقاسم صفار سفر کرنے میں موافق قول امام اعظمؒ کے فتویٰ دیتے تھے اور اپنے آپ کو مرد سے روکنے میں صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے اور ہمارے بعض مشائخ نے امام صفار کا اختیار پسند کیا ہے یہ محیط میں ہے اور جب مرد نے اس کو اس کا مہر ادا کیا تو جہاں چاہے لے جائے اور بہت سے مشائخ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ ہمارے زمانہ میں شوہر اس کو سفر میں نہیں لے جا سکتا ہے اگرچہ اس کا مہر ادا کر دیا ہو لیکن گاؤں[1] میں چاہے لے جائے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس کو اختیار ہے کہ گاؤں سے شہر میں لے جائے یا ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں میں لے جائے یہ کافی میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنی دختر باکرہ بالغہ کا نکاح کر دیا پھر باپ نے چاہا کہ اس شہر کو چھوڑ کر مع اپنے عیال کے دوسرے شہر میں جا رہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ دختر مذکورہ کو اپنے ساتھ لے جائے اگرچہ شوہر اس پر راضی نہ ہو بشرطیکہ شوہر نے اس کا مہر ہنوز ادا نہ کیا ہو اور اگر مہر ادا کر چکا ہو تو بدوں رضامندی شوہر کے باپ کو اس کے لے جانے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اگر مرد نے سب مہر دے دیا ہو مگر ایک درہم رہ گیا ہو تو عورت کو اختیار ہوگا کہ اپنے نفس کو شوہر سے روکے اور شوہر کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو کچھ عورت نے وصول کر لیا ہے اس کو واپس کرے یہ سراج الوہاج میں ہے ایک دختر صغیرہ بیاہی گئی اور وہ مہر وصول ہونے سے پہلے شوہر کے یہاں چلی گئی تو جس کو قبل نکاح کے اس کے روکنے کا اختیار تھا اسی کو اب بھی اختیار ہوگا کہ وہاں سے لا کر اپنے گھر میں رکھے اور نکلنے سے منع کرے تا آنکہ اس کا شوہر اس کا مہر اس شخص کو دے دے جو قبضہ کرنے اور وصول کرنے کا اختیار رکھتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر چچا نے اپنی بھتیجی صغیرہ کا مہر مسمّی پر نکاح کیا اور اس کو شوہر کے سپرد کر دیا اور ہنوز تمام مہر وصول نہیں پایا ہے تو سپرد کرنا فاسد ہے اور وہ اپنے گھر واپس کر دی جائے گی یہ تجنیس و مزید میں ہے اور باپ نے اگر اپنی دختر کا مہر وصول کر لینا چاہا تو عورت مذکورہ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر شوہر نے باپ سے عورت کے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا پس اگر عورت اس کے گھر میں موجود ہو تو باپ پر اس کا سپرد کر دینا واجب ہے اور اگر موجود نہ ہو اور نہ باپ اس کے سپرد کرنے پا قادر ہو تو باپ کو مہر کے وصول کرنے کا بھی اختیار نہ ہوگا اور اگر عورت اپنے باپ کے گھر میں ہو لیکن شوہر نے اطمینان نہ کیا کہ وہ سپرد کر دے گا اور باپ کی طرف سے بدگمان ہوا تو قاضی اس عورت کے باپ کو حکم کرے گا کہ باپ اس مہر کی بابت شوہر کو کفیل دے اور شوہر کو حکم کرے گا کہ مہر اس کے سپرد کر دے اور اگر مہر کی نالش شہر کوفہ میں دائر ہوئی اور عورت شہر بصرہ میں ہے تو باپ کو یہ تکلیف نہ دی جائے گی کہ دختر کو کوفہ میں لائے بلکہ شوہر سے کہا جائے گا کہ مہر اس کو دے کر اس کے ساتھ بصرہ میں جا کر وہاں سے عورت کو لے لے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مہر معجّل مقرر نہ کیا گیا تو اس کی صورت:

اگر گواہوں نے مہر معجّل کی مقدار بیان کی تو اسی قدر معجّل قرار دیا جائے گا اور اگر کچھ نہ بیان کیا تو عقد کے مہر مذکور کو اور عورت کو دیکھا جائے گا کہ ایسی عورت کے واسطے اس مہر میں سے کس قدر معجّل ہوتا ہے پس جو رائے قرار پائے وہی معجّل قرار دیا جائے گا اور چہارم حصہ یا پنجم حصہ وغیرہ کی کوئی تقدیر نہ ہوگی بلکہ عرف و رواج پر نظر رکھی جائے گی اور اگر اولیاء عورت نے عقد میں پورے مہر کا معجّل ہونا شرط کر لیا تو پورا مہر معجّل قرار دیا جائے گا اور عرف و رواج ترک کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر شوہر نے

---

(۱) یعنی شہر کے مضافات میں۔

عورت کے ہاتھ مہر کے عوض کوئی متاع فروخت کی ہو تو عورت کو اختیار ہے کہ متاع مذکور پر قبضہ کرنے تک اپنے آپ کو شوہر سے روکے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر عورت نے مہر کے درہم وصول کیے لیکن یہ دراہم زیوف نکلے یا ایسے درہم ہیں کہ ان کا رواج و چلن نہیں ہے تو جب تک بدل نہ لئے تب تک اس کو اپنے آپ کو روکنے کا اختیار ہے اور اگر شوہر نے عورت کے ساتھ برضامندی دخول کر لیا پھر عورت نے مہر مقبوضہ کو زیوف وغیرہ خراب پایا یا عورت نے جو متاع شوہر سے خریدی اور قبضہ میں کر لی تھی اس کو بعد دخول برضامندی ہونے کے کسی مدعی نے استحقاق ثابت کر کے اپنی ملک میں لیا تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شوہر سے اپنے نفس کو روکے یہ محیط میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر مہر فی الحال دینا ٹھہرا ہو پھر عورت نے شوہر پر اپنے ایک قرض خواہ کو حوالہ کر دیا یعنی اترائی کر دی تو عورت کو اختیار ہے کہ جب تک قرض خواہ مذکور یہ مال وصول نہ کرے تب تک اپنے نفس کو شوہر سے روکے اور اگر شوہر نے مہر معجل کے واسطے عورت کو اپنے کسی قرض دار پر حوال کیا یعنی اترائی کر دی بدیں شرط کہ شوہر[1] کو مہر سے بری کر دے تو استحسانا شوہر کو عورت کے ساتھ دخول کرنے کا اختیار نہیں ہے تاوقتیکہ عورت قرض دار مذکور سے مال مہر وصول نہ کر لے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مہر معجل ہو کہ اس کی میعاد معلوم ہو پھر میعاد آ گئی تو بنابر اصل امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مہر مذکور وصول کر لینے تک اپنے آپ کو شوہر سے روکے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی عورت سے ہزار درہم پر بوعدہ ایک سال نکاح کیا پھر شوہر نے سال سے پہلے عورت سے دخول کرنا چاہا قبل اس کے کہ عورت کو کچھ مہر دے پس اگر شوہر نے شرط کر لی ہے کہ قبل سال کے سا کے ساتھ دخول کرے گا تو شوہر کو یہ اختیار ہوگا اور بلا خلاف عورت اس کو منع کر سکتی ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر یہ شرط نہ کر لی ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مثل بیع کے شوہر کو وطی کرنے کا اختیار ہوگا اور امام استاد ظہیر الدین اسی پر فتویٰ دیتے تھے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اسی پر صدر شہید فتویٰ دیتے تھے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر عقد میں یہ قرار دیا کہ یہ نصف مہر معجل ہے اور نصف موجل ہے تو؟

اگر مہر معجل ادا کرنے سے پہلے وطی کرنے کی شرط کر لی ہو تو شرط صحیح ہے اور اگر مہر موجل قرار پایا ہو پھر مہر معجل کر دیا تو امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ عورت کو روکنے کا اختیار حاصل ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اگر بعض مہر معجل اور بعض میعادی ہو اور اس نے معجل سب وصول کر لیا یا بعد عقد قرار پانے کے بالاتفاق مہر میعادی کر دیا جس کی مدت معلوم ہے تو دونوں صورتوں میں عورت کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا اور بنابر[2] قول امام ابو یوسفؒ کے میعاد آنے پر مہر وصول کر لینے تک عورت کو اپنے روکنے کا اختیار ہوگا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اگر عقد میں یہ قرار دیا کہ یہ نصف مہر معجل ہے اور نصف موجل ہے جیسے ہمارے ملک میں عادت جاری ہے مگر میعادی مہر کی مدت ذکر نہیں فرمائی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ میعاد جائز نہ ہوگی اور تمام فی الحال دینا واجب ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ میعاد جائز ہوگی اور ایسی میعاد جدائی واقع ہونے کے وقت پر محمول ہوگی یعنی ادائے بعض مہر کا وقت وہ ہوگا جب دونوں میں بسبب موت یا طلاق کے جدائی واقع ہو اور امام ابو یوسفؒ سے بعضی ایسی روایت آئی ہے جو اس قول کی مؤید ہے یہ بدائع میں ہے اور اس امر میں کسی کا خلاف نہیں ہے کہ مہر کے ادا کی میعاد معلوم مثل ایک مہینہ یا ایک سال وغیرہ کے مقرر کرنا صحیح ہے اور اگر انتہا معلوم نہ ہو تو ایسی مدت کی میعاد ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے فرمایا کہ صحیح ہے اور یہی قول

---

[1] قال المترجم اس شرط سے یہ فائدہ ہے کہ حوالہ تمام ہو پس حوالہ کی توضیح وتقریر ہے ورنہ اگر حوالہ میں اصلی کی بریت نہ ہو تو وہ حوالہ نہیں بلکہ کفالہ ہوتا ہے۔

[2] قال المترجم ظاہر یہ ہے کہ یہ قول امام ابو یوسف کا فقط دوسری صورت سے متعلق ہے۔

صحیح ہے اس وجہ سے کہ انتہائے مدت خود معلوم یعنی طلاق یا موت کا وقت ہے آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ بعض مہر کا میعادی ہونا صحیح ہوتا ہے اگر چہ تصریح کسی مدت معلومہ کی نہ ہو یہ محیط میں ہے اور اگر طلاق رجعی واقع ہوئی تو میعادی مہر فی الحال واجب الادا ہو جاتا ہے اور اگر بعد اس کے عورت سے مراجعت کر لی تو پھر یہ مہر جو فی الحال واجب الادا ہو گیا ہے میعادی نہ ہو جائے گا ایسا ہی استاد امام ظہیر الدینؒ نے فتویٰ دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر عورت اسلام لانے کے بعد مرتدہ ہو گئی پھر عود کیا تو مہر کی بابت مسئلہ:

اگر نعوذ باللہ تعالیٰ عورت مرتد ہو گئی پھر مسلمان ہوئی اور نکاح پر مجبور کی گئی پس آیا باقی مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے یا نہیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے یہ محیط میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت سے ایک کپڑے پر جس کا وصف بیان کر کے کسی میعاد پر ادا کرنے کی شرط سے نکاح کیا پھر جب میعاد آئی تو عورت نے شوہر کا ایک کپڑا اسی صفت کا غصب کیا تو یہ مہر کا قصاص ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے ایک عورت سے چند کپڑوں پر جن کا وصف مع طول وعرض ورفعت[1] بیان کر کے اپنے ذمہ رکھے ہیں بشرط کسی میعاد پر ادا کرنے کے نکاح کیا پھر ان کپڑوں کے عوض ان کی قیمت عورت کو دی تو عورت کو اختیار ہوگا کہ قیمت قبول نہ کرے اور اگر اس کے واسطے کوئی میعاد نہ ٹھہری ہو تو عورت اس کی قیمت لینے سے انکار نہیں کر سکتی ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے ہزار درہم پر اس شرط سے نکاح کیا کہ اس میں جو کچھ مجھ سے بن پڑیں گے ادا کروں گا اور جو باقی رہ جائیں گے وہ ایک سال کے ختم پر ادا کروں گا تو پورے ہزار درہم میعادی بوعدہ ایک سال ہوں گے لیکن اگر درمیان میں عورت گواہ قائم کرے کہ اس کی قدرت ودسترس میں سب مہر یا تھوڑا آ گیا ہے تو جس قدر کے گواہ قائم کرے اس قدر لے سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک عورت نے اپنی دختر صغیرہ کا نکاح کر دیا اور اس کا مہر وصول کر لیا پھر وہ دختر بالغہ ہوئی پس اگر اس کی ماں اس کی وصیہ تھی تو اس کو اپنی ماں سے مہر کا مطالبہ کرنے کا اختیار ہوگا شوہر سے مطالبہ نہیں کر سکتی ہے اور اگر اس کی ماں اس کی وصیہ نہ ہو تو عورت کو شوہر سے مطالبہ کرنے کا اختیار ہوگا پھر اس کا شوہر اس کی ماں سے واپس لے گا اور یہی حکم سوائے باپ و دادا کے باقی اولیاء کے حق میں ہے ایک شخص نے اپنی دختر کا مہر شوہر سے وصول کیا پھر دعویٰ کیا کہ پھر میں نے اس کو واپس کر دیا ہے پس اگر عورت باکرہ ہو تو بدوں گواہوں کے اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر ثیبہ ہو تو تصدیق کی جائے گی یہ محیط سرخسی کے باب النکاح الصغیر والصغیرة☆ میں ہے اور باپ و دادا و قاضی کو باکرہ کے مہر وصول کر لینے کا اختیار ہے خواہ باکرہ مذکور صغیرہ ہو یا بالغہ ہو لیکن اگر باکرہ بالغہ ہو اور اس نے وصول کرنے سے ممانعت کر دی تو ممانعت صحیح ہے اور باپ و دادا و قاضی کے سوائے کسی دوسرے کو یہ اختیار نہیں ہے اور وصی کو صغیرہ کے مہر کی نسبت ایسا اختیار ہے اور بالغہ عورت کو مہر وصول کرنے کا استحقاق خود حاصل ہوتا ہے کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا ہے اور اگر باپ نے اقرار کیا کہ میں نے اس دختر کا مہر اس کی صغر سنی میں وصول پایا ہے حالانکہ دختر مذکورہ اقرار کے وقت صغیرہ ہے تو اس کے اقرار کی تصدیق ہوگی اور اگر باپ کے اقرار کے وقت یہ دختر بالغہ ہو تو باپ کے اقرار کی تصدیق نہ ہوگی اور دختر مذکورہ کے شوہر کے واسطے باپ کچھ ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ شوہر نے اس کی تصدیق کی ہے لیکن اگر باپ نے اس شرط سے وصول کیا ہو کہ اس کی دختر مہر سے بری کرے تو حکم اس کے برخلاف ہے یہ عتابیہ میں ہے ایک شخص نے ایک عورت بالغہ سے نکاح کیا اور اس کے باپ کو اس کے مہر کے عوض ایک زمین دی پھر جب اس کو خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ میں اپنے باپ کے فعل پر راضی نہیں ہوتی ہوں تو اس میں دو صورتیں ہیں

---

[1] قولہ رفعت یعنی مرتبہ مثلاً تنزیب باریک اعلیٰ درجہ کی یا اوسط ہے یا ریشمی اس قدر تار ہیں یا دیباج فی سیر اس قدر وزن ہے اور مانند اس کے۔

☆ اسی بابت حواشی میں گزشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے...... (حافظ)

ایک یہ کہ ایسا معاملہ ایسے شہر میں واقع ہوا جہاں مہر کے عوض زمین دینے کا رواج نہیں ہے دوم آنکہ ایسے شہر میں ہوا جہاں ایسا رواج ہے پس پہلی صورت میں جائز نہ ہوگا خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور دوسری صورت میں جائز ہوگا اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ عورت بالغہ ہو اور اگر وہ نابالغہ ہو اور باپ نے مقررہ مہر میں زمین لی اور یہ زمین مہر کے برابر نہیں ہے پس اگر یہ معاملہ ایسے شہر میں واقع ہوا جہاں یہ رواج نہیں ہے کہ لوگ زمین کو دو چند قیمت پر لے لیتے ہیں تو جائز نہ ہوگا اور اگر ایسے شہر میں ہوا کہ جہاں یہ رواج ہے کہ لوگ مہر میں زمین کو دو چند قیمت پر لے لیتے ہیں تو جائز ہوگا اور اگر دختر ایسی چھوٹی ہے کہ شوہر اس سے استمتاع حاصل نہیں کر سکتا ہے تو بھی باپ کو اختیار ہے کہ شوہر سے اس کے مہر کا مطالبہ کرے یہ تجنیس و مزید میں ہے۔

فصل : ⑭

مہر میں شوہر و بیوی کے اختلاف کرنے کے بیان میں

اگر نکاح قائم ہونے کی حالت میں شوہر و بیوی نے مقدار مہر میں اختلاف کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس عورت کا مہر المثل حکم قرار دیا جائے گا پس اگر مہر المثل ان دونوں میں سے کسی کے قول کا شاہد[1] ہو تو اسی کا قول بدیں طور کہ وہ دوسرے کے دعوے پر قسم کھالے قبول ہوگا پس اگر شوہر نے کہا کہ مہر ہزار درہم ہے اور عورت نے کہا کہ دو ہزار درہم ہے اور اس کا مہر مثل ہزار درہم یا کم ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا مگر اس قسم کے ساتھ کہ واللہ میں نے اس سے دو ہزار درہم پر نکاح نہیں کیا پس اگر شوہر نے قسم سے انکار کیا تو زیادتی بہ سبب نکول کے ثابت ہو جائے گی اور اگر قسم کھالی تو ثابت نہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے کسی نے گواہ قائم کیے تو اس کے گواہوں پر حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو عورت کے گواہوں پر حکم ہوگا اور اگر عورت کا مہر مثل دو ہزار درہم یا زیادہ ہو تو عورت کا قول قبول ہوگا مگر ساتھ ہی قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے ہزار درہم پر نکاح نہیں قبول کیا ہے پس اگر عورت نے قسم نہ کھائی تو ہزار درہم پر ہونا ثابت ہوگا اور اگر قسم کھائی تو عورت کو دو ہزار درہم ملیں گے جس میں ایک ہزار بمہر مسمّی ہوں گے جس میں مرد کو کچھ خیار نہ ہوگا اور ایک ہزار بحکم مہر مثل ہوں گے جس میں مرد کو اختیار ہوگا چاہے اس کے عوض درہم دے دے یا دینار سے ادا کرے اور دونوں میں سے جس نے گواہ قائم کیے اس کے گواہوں پر حکم ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو شوہر کے گواہوں پر حکم ہوگا اور اگر اس کا مہر مثل ایک ہزار پانچ سو درہم ہوں تو دونوں سے باہم قسم لی جائے گی پس اگر شوہر نے قسم سے انکار کیا تو دو ہزار درہم اس کے ذمہ لازم ہوں گے کہ یہ سب بطریق تسمیہ[2] ہوں گے اگر عورت نے قسم سے انکار کیا تو ایک ہزار درہم کا حکم دیا جائے گا اور اگر دونوں قسم کھا گئے تو ایک ہزار پانچ سو درہم کا حکم دیا جائے گا جس میں سے ایک ہزار درہم بطریق تسمیہ ہوں گے اور پانچ سو درہم بحکم مہر المثل ہوں گے اور پانچ سو درہم میں شوہر کا اختیار ہوگا چاہے دینار سے ادا کرے چاہے درہم سے اور دونوں میں سے جو گواہ قائم کرے گا اس کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو ایک ہزار پانچ سو درہم کا حکم دیا جائے گا جس میں سے ہزار درہم بطریق تسمیہ مہر اور پانچ سو درہم بطریق اعتبار مہر المثل ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور شیخ ابوبکر رازیؒ نے فرمایا کہ باہمی قسم فقط ایک صورت میں ہے کہ جب مہر المثل دونوں میں سے کسی کے قول کا شاہد نہ ہو تو اور اگر مہر المثل دونوں میں سے کسی کے قول کا شاہد ہو تو قول اسی کا مقبول ہوگا جس کا مہر مثل شاہد ہے مگر اسے دوسرے کے دعوے پر قسم لی جائے گی اور دونوں سے باہمی قسم یعنی ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم نہ لی جائے گی اور یہی صحیح ہے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور شیخ کرخیؒ نے ذکر کیا

---

[1] شاہد ہو مثلاً مہر مثل ہزار درہم ہے اور عورت نے اسی قدر دعویٰ کیا اور شوہر نے کہا کہ پانچ سو درہم ہے تو عورت کا قول قبول ہے لیکن قسم کھائے کہ میں پانچ سو درہم پر راضی نہیں ہوئی تھی۔ [2] تسمیہ یعنی یہی مہر مسمّی ہوا ہے اور اس میں سے کچھ بحکم مہر مثل نہ ہوگا۔

فرمایا کہ اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو پہلے دونوں سے باہمی قسم لی جائے گی پھر اگر دونوں قسم کھا گئے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مہر المثل حکم قرار دیا جائے گا اور شیخ امام اجل شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ یہی اصح ہے کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر مال مہر عین نہ ہو بلکہ مال دین ہو کہ اس کا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ رکھا ہے مثلاً کسی کیلی چیز پر اس کا وصف بیان کر کے یا وزنی چیز موصوف یا مذروع موصوف پر نکاح کیا پھر دونوں نے کیل و وزن و ذرع کی مقدار میں اختلاف کیا تو یہ مثل درہم و دینار کی مقدار کے اختلاف کے ہے اور اگر جنس مسمیٰ میں اختلاف ہو مثلاً شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھ سے ایک غلام پر نکاح کیا ہے اور عورت نے کہا کہ ایک باندی پر نکاح کیا ہے یا شوہر نے کہا کہ ایک کر جو پر اور عورت نے کہا کہ ایک کر گیہوں پر یا ہروی کپڑوں پر یا شوہر نے کہا کہ ہزار درہم پر اور عورت نے کہا کہ سو دینار پر نکاح ہے یا نوع مسمیٰ میں اختلاف کیا کہ ایک نے ترکی غلام کہا اور دوسرے نے رومی کا دعویٰ کیا یا ایک نے دینار صوریہ کہا اور دوسرے نے دینار مصریہ کا دعویٰ کیا یا صفت مسمیٰ میں اختلاف کیا کہ ایک نے جید کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے رومی کا دعویٰ کیا تو اس میں اختلاف مثل اختلاف دو مال عین کے ہے سوائے درہم و دینار کے کہ درہم و دینار میں ایسا اختلاف مثل اختلاف مقدار درہم و دینار یعنی ہزار و دو ہزار کے ہے کیونکہ دو جنس اور دو نوع و دو موصوف میں سے کوئی بدوں باہمی رضامندی کے ملک میں نہیں آتی ہے بخلاف درہم و دینار کے کہ یہ دونوں اگرچہ دو جنس مختلف ہیں لیکن معاملات مہر میں یہ دونوں مثل جنس واحد کے قرار دیے گئے ہیں کیونکہ مہر مثل کا حکم جنس دراہم و دنانیر دونوں سے ہو سکتا ہے کہ جس سے چاہے قرار دیا جائے پس یہ جائز ہوا کہ بدوں باہمی رضامندی کے مستحق سو دینار ہو اور یہ سب اس وقت ہے کہ مہر مال دین ہو اور اگر مال مہر عین ہو پس اگر دونوں نے اس کی مقدار میں اختلاف کیا پس اگر ایسی چیز ہو کہ اس کی مقدار سے عقد متعلق ہوتا ہے مثلاً طعام معین پر نکاح کیا اور دونوں نے اس کی مقدار میں اختلاف کیا بدیں طور کہ شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس طعام پر بایں شرط کہ وہ ایک کر ہے نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ تو نے مجھ سے اس پر بدیں شرط کہ وہ دو کر ہے نکاح کیا ہے تو یہ مثل اختلاف ہزار درہم و دو ہزار درہم کے ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ اس کی مقدار سے عقد متعلق نہیں ہوتا ہے مثلاً مرد نے ایک عورت سے معین اس تھان کپڑے پر بدیں شرط کہ وہ فی گز دس درہم کا ہے نکاح کیا پھر دونوں میں اختلاف ہوا کہ شوہر نے کہا میں نے تجھ سے اس کپڑے پر بدیں شرط کہ وہ آٹھ گز ہے نکاح کیا اور عورت نے کہا کہ بدیں شرط کہ وہ دس گز ہے نکاح کیا تو ایسی صورت میں دونوں سے باہمی قسم نہ لی جائے گی اور نہ مہر مثل حکم قرار دیا جائے گا بلکہ بالاجماع شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر مہر مسمیٰ معین کی جنس و عین دونوں میں اختلاف کیا مثلاً شوہر نے کہا کہ اس غلام پر اور عورت نے کہا کہ اس باندی پر نکاح کیا ہے تو یہ ہزار و دو ہزار درہم کے اختلاف کے مانند ہے سوائے ایک صورت کے اور وہ یہ صورت ہے کہ اگر مہر مثل باندی کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو عورت کو باندی کی قیمت ملے گی بعینہٖ باندی نہ ملے گی بخلاف اس کے اگر درہم و دینار میں اختلاف ہو اپس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے سو دینار یا زیادہ پر نکاح کیا تو عورت کو سو دینار فقط ملیں گے جیسے کہ سابق میں بیان ہوا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر دونوں نے مہر پر اتفاق کیا اور مہر مال عین ہے مثلاً غلام یا کوئی اسباب وغیرہ ہے پھر وہ شوہر کے پاس تلف ہو گیا پھر دونوں نے اس کی قیمت میں اختلاف کیا تو شوہر کا قول بالاجماع قبول ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنے سیاہ غلام پر جس کی قیمت ہزار درہم تھی نکاح کیا اور وہ میرے پاس مر گیا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے مجھ سے گورے غلام پر جس کی قیمت دو ہزار درہم ہے نکاح کیا ہے اور وہ تیرے پاس مرا ہے تو مہر المثل حکم قرار دیا جائے گا اور اگر مہر المثل دونوں کے دعویٰ کے درمیان ہو تو دونوں سے قسم لی جائے گی اور اگر ایک کر معین پر نکاح کیا اور وہ تلف ہو گیا پھر دونوں نے

اس کی مقدار یا صفت میں اختلاف کیا یا کسی عورت سے ایک معین کپڑے پر نکاح کیا یا گدا ختہ معین چاندی پر چاندی کی ابریق معین پر نکاح کیا اور یہ مال معین تلف ہو گیا پھر دونوں نے گزوں یا وصف یا وزن میں اختلاف کیا تو جیسی صورتوں میں ہم نے ذکر کیا ہے کہ قبل تلف ہونے کے شوہر کا قول قبول ہو گا انہیں میں بعد تلف ہونے کے بھی شوہر کا قول بقول ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر دونوں نے وصف و مقدار دونوں میں اختلاف کیا تو وصف کے حق میں شوہر کا قول قبول ہو گا اور مقدار میں عورت کے پورے مہر مثل تک عورت کا قول قبول ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ تو نے مجھ سے اس غلام پر نکاح کیا ہے اور شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے اس باندی پر نکاح کیا ہے حالانکہ یہ باندی اس عورت کی ماں ہے اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے اور باندی مذکورہ شوہر کی طرف سے آزاد ہو جائے گی اس واسطے کہ اس نے خود اقرار کیا ہے اور اگر شوہر نے گواہ قائم کئے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ شوہر نے اس کے ساتھ ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ قائم کئے کہ اس نے سو دینار پر اس عورت سے نکاح کیا ہے اور عورت کے باپ نے جو اس مرد کا غلام ہے گواہ قائم کئے کہ اس نے میرے رقبہ پر نکاح کیا ہے تو باپ کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر باوجود اُن کے عورت کی ماں نے جو شوہر کی باندی ہے گواہ قائم کئے کہ اس مرد نے میری دختر سے میرے رقبہ پر نکاح کیا ہے تو باپ و ماں کے گواہ مقبول ہوں گے اور ان دونوں میں سے نصف نصف اس عورت کا مہر ہو گا اور دونوں باپ و ماں اپنی اپنی نصف قیمت کے واسطے شوہر کے لئے سعایت کریں گے اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ عورت نے گواہ قائم کئے کہ اس مرد نے مجھ سے سو دینار پر نکاح کیا ہے اور شوہر نے گواہ قائم کئے کہ میں نے اس سے ہزار درہم پر نکاح کیا ہے پس قاضی نے عورت کے گواہوں پر سو دینار کے عوض نکاح ہونے کا حکم دیا پھر عورت کے باپ نے جو شوہر کا غلام ہے گواہ قائم کئے کہ شوہر نے میرے رقبہ پر اس عورت سے نکاح کیا ہے تو قاضی پہلے حکم کو منسوخ کرے گا اور یہ حکم دے گا کہ یہی باپ اس کا مہر ہے اور اگر شوہر مدعی ہو کہ میں نے اس عورت کے باپ[1] پر نکاح کیا ہے اور باپ نے اس کے قول کی تصدیق کی پھر دونوں نے گواہ قائم کئے اور عورت نے دعویٰ کیا کہ شوہر نے مجھ سے سو دینار پر نکاح کیا ہے اور گواہ قائم نہ کئے پس قاضی نے باپ اور شوہر کے گواہوں پر حکم دیا اور باپ کو مہر قرار دیا اور عورت کے مال سے اس کو آزاد[2] رکھا اور باپ کی ولاء اس عورت کے واسطے قرار دی پھر عورت نے گواہ قائم کئے کہ نکاح سو دینار پر تھا تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے اور قاضی سو دینار کا شوہر پر حکم دے گا اور عورت کے باپ کو شوہر کے مال سے آزاد قرار دے گا اور ولاء جس کا عورت کے واسطے حکم دیا ہے باطل کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر بعد طلاق کے دونوں نے اختلاف کیا پس اگر بعد دخول کے یا دخول سے پہلے بعد خلوت صحیحہ کے طلاق ہو کر اختلاف ہوا تو اس کا حکم ایسا ہی ہو گا جیسا نکاح موجود ہونے کی حالت میں بیان ہوا ہے اور اگر دخول اور خلوت سے پہلے طلاق ہو کر اختلاف ہوا پس اگر مہر مال دین ہو اور مقدار مہر میں کہ ہزار ہے یا دو ہزار ہے اختلاف کیا تو شوہر کا قول قبول ہو گا اور شوہر کے قول کے موافق جو مقدار ہو گی اس کا نصف دیا جائے گا اور اس میں کچھ اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور شیخ کرخیؒ نے اس پر اجماع بیان کیا ہے اور کہا کہ بالاتفاق سب اماموں کے نزدیک ہزار کی تنصیف کی جائے گی اور امام محمدؒ نے جامع میں ذکر کر کے فرمایا کہ بنابر قول امام اعظمؒ کے تا مقدار متعہ مثل عورت کا قول قبول ہونا چاہئے اور اس سے زائد میں شوہر کا قول قبول ہونا چاہئے مگر صحیح وہی قول اول ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ درحقیقت دونوں روایتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور یہ اختلاف بسبب اختلاف موضوع ہر دو مسئلہ کے ہے پس مسئلہ کتاب النکاح کا موضوع[3] ہزار و دو ہزار ہے پس بیان متعہ کے تحکیم کی کوئی وجہ نہیں ہے اور

---

[1] باپ پر یعنی بجائے مہر کے اس کا باپ مہر قرار پایا ہے۔ [2] رکھا یعنی آزاد قرار دیا۔

[3] موضوع یعنی جو صورت فرض کی اور وہ یہاں مہر مسمّٰی ہے تو متعہ کیوں کر حکم ہو گا۔

جامع کبیر میں دس اور سو موضوع ہے بایں طور کہ شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے دس درہم پر نکاح کیا ہے اور عورت نے کہا کہ سو درہم پر نکاح کیا ہے اور اس عورت کا متعہ مثل بیس درہم ہے پس موضوع میں اختلاف ہے قال المترجم فیہ تامل اور اگر مہر مال عین ہو جیسا کہ مسئلہ غلام و باندی میں مذکور ہوا ہے تو عورت کو متعہ ملے گا لیکن اگر شوہر راضی ہو جائے کہ عورت نصف باندی لے لے تو جائز ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اصل مسمّیٰ میں ہو یعنی ایک نے دعویٰ کیا کہ تسمیہ کچھ نہ تھا اور دوسرے نے دعویٰ کیا کہ مہر ٹھہرا ہے تو بالاتفاق مہر مثل واجب ہوگا یہ تبیین میں ہے مگر عورت کے دعوے سے زیادہ نہ دلایا جائے گا بشرطیکہ عورت ہی دعوے کرتی ہو کہ مہر ٹھہر گیا ہے اور اگر شوہر اس کا مدعی ہو تو اس کے دعوے سے کم نہ دیا جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر شوہر و عورت مر گئے اور وارثوں میں مقدار مسمّیٰ میں اختلاف ہوا تو قول وارثانِ شوہر کا قبول ہوگا:

اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہونے کے بعد ایسا اختلاف ہو تو بالاتفاق متعہ واجب ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کے مر جانے کے بعد ایسا اختلاف ہو تو اس کا حکم وہی ہے جو حالت قیام نکاح میں اصل مسمّیٰ یا مقدار میں اختلاف کرنے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور یہ ایضاح شرح کنز میں ہے اور اگر شوہر و عورت دونوں مر گئے اور وارثوں میں مقدار مسمّیٰ میں اختلاف ہوا تو قول وارثان شوہر کا قبول ہوگا اور استثنا[1] سے مستنکر نہ ہوگا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے کذا فی التبیین اور مستنکر کے دو معنی ہیں اول یہ کہ اس نے دس درہم سے کم پر نکاح کیا ہے اور اسی کو ہمارے مشائخ نے لیا ہے اور دوم آنکہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ اس نے اس عورت سے اتنے مہر پر نکاح کیا کہ ایسی عورتیں ایسے مہر پر نکاح میں لائی جاتی ہیں اور اسی کو عامہ مشائخ نے لیا ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اصل مہر قرار پانے یا نہ پانے میں دونوں کے وارثوں نے اختلاف کیا تو قول ان وارثوں کا قبول ہوگا جو مہر مسمّیٰ ہونے کے منکر ہیں اور امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کے واسطے کسی چیز کا حکم نہ دیا جائے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مہر المثل کا حکم دیا جائے گا اور مشائخ نے فرمایا کہ فتویٰ صاحبینؒ ہی کے قول پر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب عورت اپنے نفس کو مرد کے سپرد نہ کر چکی ہو اور اگر عورت اپنے تئیں سپرد کر چکی تھی پھر حال حیات یا بعد ممات کے اختلاف ہوا تو مہر مثل کا حکم نہ دیا جائے گا اس واسطے کہ ہم عادتاً جانتے ہیں کہ عورت نے بدوں مہر معجّل لے لینے کے اپنے تئیں سپرد نہ کیا ہوگا پس کہا جائے گا کہ یا تو اس قدر مہر کا جس کو تو نے بطور مہر معجّل لے لیا ہے اقرار کرے ورنہ ہم رواج کے موافق جس قدر لیا جاتا ہے اتنے وصول پانے کا تجھ پر حکم کریں گے پھر باقی کے واسطے وہی عملدرآمد ہوگا جو مذکور ہوا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے قال المترجم ہمارے دیار میں مہر معجّل کا کچھ رواج نہیں ہے پس ہمارے یہاں یہ حکم متعلق نہ ہوگا فلیتامل اور اگر شوہر و عورت دونوں مر گئے اور عورت کا مہر نکاح میں مقرر ہو چکا ہے جو بذریعہ گواہوں کے ثابت کیا گیا یا وارثوں کی باہمی[2] تصدیق سے ثابت ہوا ہے تو عورت کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ اس کا مہر مسمّیٰ مذکور شوہر کی میراث سے وصول کریں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ پہلے شوہر مر گیا ہے یا یہ معلوم ہو کہ دونوں ایک ساتھ مر گئے یا اگلا پچھلا کچھ نہ معلوم ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ پہلے عورت مری ہے تو اس مہر میں سے کچھ حصہ میراث شوہر نکال ڈالا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ہر دو فریق کے وارثوں نے اتفاق کیا کہ نکاح میں کچھ مہر ٹھہرا نہ تھا تو مہر مثل کا حکم دیا جائے گا یہ صاحبینؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر عورت نے شوہر کو اپنے مہر سے بری کر دیا یا اس کو ہبہ کر دیا پھر کچھ مدت بعد مر گئی پس اس کے وارثوں نے دعویٰ کیا کہ عورت

---

[1] استثنائے مستنکر ایسا استثنا ہے جو رواج و عقل کے خلاف ہے۔

[2] باہمی یعنی دونوں کے وارثوں نے باہم اتفاق کیا۔

مذکورہ نے اپنے مرض الموت میں ہبہ کیا ہے یا بری کیا ہے اور شوہر نے اس سے انکار کیا تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تبیین میں ہے۔

کن چیزوں کو مہر تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

ایک عورت نے اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اس پر دعویٰ کیا کہ میرے اس پر ہزار درہم مہر کے ہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک پورے مہر مثل تک اسی کا قول قبول ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ہشام نے فرمایا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک عورت نے ایک مرد پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ سے ایک سال ہوا کہ کوفہ میں دو ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کئے اور شوہر نے گواہ قائم کئے کہ دو سال ہوئے کہ میں نے اس سے بصرہ میں ایک ہزار درہم پر نکاح کیا تھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ عورت ہی کے گواہ قبول ہوں گے تب میں نے پوچھا کہ اگر چہ عورت کے ساتھ دو برس سے زیادہ کا بچہ موجود ہو تو فرمایا کہ اگر چہ ایسا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر شوہر نے مہر نامہ لکھنے سے انکار کیا تو وہ مجبور[۱] نہیں کیا جائے گا اور اگر مہر نامہ میں دینار ہوں اور عقد درہموں سے ہوا ہے تو درہم واجب ہوں گے اور مہر نامہ کے رو سے دینار واجب نہ ہوں گے اور شیخ نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ شوہر پر جو عقد میں ٹھہرا ہے وہی واجب ہوگا لیکن قاضی بظاہر اس کو دیناروں کے ادا کرنے پر مجبور کرے گا لیکن اگر قاضی کو ایسا علم ہو جائے کہ عقد درہموں سے ہوا ہے تو ایسا نہ کرے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر شوہر نے اپنی عورت کو کوئی چیز بھیجی پھر عورت نے کہا کہ وہ ہدیہ تھی اور شوہر نے کہا کہ وہ مہر میں تھی تو جو چیز کھانے کے واسطے مہیا ہو جیسے بھونا گوشت و سالن و فواکہ وغیرہ جو دیر تک باقی نہیں رہتے ہیں اس میں عورت کا قول قبول ہوگا اور یہ استحسان ہے بخلاف اس کے جو چیز کھا لینے کے واسطے مہیا نہ ہو جیسے شہد و گھی و اخروٹ و بادام و پستہ وغیرہ اس میں شوہر کا قول قبول ہو سکتا ہے یہ تبیین میں ہے اور دیگر اشیاء میں فقیہ ابواللیثؒ نے یہ اختیار کیا ہے کہ جو چیزیں شوہر کے ذمہ واجب نہیں ہیں جیسے موزہ و چادر وغیرہ اس میں شوہر کا قول قبول ہوگا اور جو متاع شوہر پر واجب ہے جیسے اوڑھنی و کرتی و اشیائے شب تو ان کو مہر میں محسوب نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر جن صورتوں میں شوہر کا قول قبول ہوا اگر متاع مذکور بعینہٖ قائم ہو تو شوہر کو واپس کر دے اور اپنا مہر لے لے اس واسطے کہ یہ بیع بعوض مہر ہے اور شوہر اس کے ساتھ متغرر[۲] نہیں ہو سکتا ہے بخلاف اس کے اگر جنس مہر سے ہو تو ایسا نہیں ہے اور اگر متاع مذکور تلف ہو گئی تو مہر واپس نہیں لے سکتی ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ یہ متاع ودیعت تھی اور عورت نے کہا کہ مہر میں تھی پس اگر وہ جنس مہر سے ہو تو عورت کا قول قبول ہوگا اور اس کے خلاف جنس ہو تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ تبیین میں ہے۔

شوہر نے عورت کو کچھ مال دیا پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ نفقہ میں تھا اور شوہر نے کہا کہ مہر میں تھا تو شوہر کا قول قبول ہوگا لیکن اگر عورت ہی گواہ قائم کرے تو ایسا[(۱)] نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو متاع بھیجی اور عورت کے باپ نے بھی شوہر کو کچھ امتاع بھیجی پھر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے جو بھیجا ہے وہ مہر میں ہے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا پس اگر متاع مذکور قائم ہو تو عورت کو چاہئے کہ متاع واپس کر کے باقی مہر لے لے کیونکہ وہ اس کے مہر ہونے پر راضی نہیں ہوئی اور اگر متاع تلف ہو گئی ہو پس اگر مثلی چیز ہو تو شوہر کو اس کے مثل دے دے اور اگر مثلی نہ ہو تو عورت اپنے شوہر سے باقی ماندہ[۳] مہر وصول نہیں کر سکتی ہے اور وہ متاع جو

---

۱ الا اس صورت میں کہ عقد میں یہ شرط ہو۔

۲ متغرر یعنی شوہر کو بھی اس میں کچھ دھوکا و خسارہ اٹھانا نہیں پڑا۔

۳ باقی ماندہ یعنی متاع مذکور منہا کرنے کے بعد جو باقی رہا۔

(۱) یعنی عورت کے گواہ قبول ہوں گے۔

عورت کے باپ نے بھیجی ہے اگر تلف ہوگئی ہو تو شوہر سے کچھ واپس نہیں لے سکتی ہے اور اگر موجود ہو پس اگر باپ نے اپنے ذاتی مال سے بھیجی ہو تو شوہر سے واپس لے سکتا ہے اور اگر دختر بالغہ کے مال سے اس کی رضامندی سے بھیجی ہو تو واپس نہیں ہو سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر منگنی کے واسطے عورت کے ہاں کچھ بھیجا اور بعد ازاں منگنی ختم ہوگئی تو کس صورت میں واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے؟

شیخ علی بن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی منگیتر عورت کو دینار بھیجے پس اس کے لوگوں نے اس شخص کے واسطے اس مال سے جوڑے بنائے جیسی عادت ہے پھر اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا کہ یہ مال نقد جو میں نے بھیجا تھا وہ مہر میں بھیجا تو شیخ نے فرمایا کہ قول بھیجنے والے کا قبول ہوگا پھر دریافت کیا گیا کہ اگر اس نے ان لوگوں کے پاس دینار بھیجے اور کہا کہ اس میں سے کچھ جولاہے کی مزدوری دو اور بعض سے بکری خرید کر اس کا ثمن دو اور بعض جوزقہ[1] میں خرچ کرو جیسے عادت جاری ہے پس ان لوگوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ عورت اپنے شوہر کے پاس بطریق زفاف بھیجی گئی پھر مرد مذکور نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ دنانیر اس کے مہر میں بھیجے تھے تو اس کا قول قبول ہوگا یا نہ ہوگا؟ تو شیخ نے فرمایا کہ اگر قول کے ساتھ تصریح کر دی تو تعیین میں اس کا قول قبول نہ ہوگا اور شیخ ابو حامد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنے پسر کے واسطے کسی دختر سے منگنی کی اور اس دختر کو درہم بھیجے پھر باپ مر گیا اور اس کے سب وارثوں نے اس مال سے بھی جو اس نے بھیجا تھا میراث طلب کی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر دونوں میں میل پورا ہو گیا ہے تو یہ بھیجا ہوا مال اسی پسر کا ہوگا جس کے واسطے اس نے بھیجا ہے اور اگر دونوں میں میل کی بات چیت پختہ نہ ہوگئی ہو تو یہ مال میراث ہوگا اور اگر باپ زندہ ہو تو اس کے بیان کی جانب رجوع کیا جائے گا اور میرے والدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی منگیتر کے یہاں شکر اور جوز ولوز و تمر وغیرہ بھیجے پھر مرد والوں کی رائے میں آیا کہ منگنی چھوڑ یں پس انہوں نے چھوڑ دی تو اس مرد کو روا ہے کہ جو اس نے بھیجا تھا وہ واپس کرے تو میرے والدؒ نے جواب میں فرمایا کہ اگر لڑکی والوں نے بھیجنے والے کے حکم سے یہ چیزیں لوگوں کو بانٹ دی ہوں تو واپس کرنے کا استحقاق حاصل نہ ہوگا اور اگر اس نے یہ اجازت نہ دی ہو تو واپس لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے پاس ہدایا بھیجے اور عورت نے بھی ان کی عوض میں بھیجے پھر عورت مذکورہ اس کے پاس بھیجی گئی پھر مرد مذکور نے اس کو جدا کیا پھر کہا کہ وہ چیزیں میں نے تیرے پاس بطور عاریت بھیجی تھیں اور واپس لینی چاہیں اور عورت نے اپنا معاوضہ واپس لینا چاہا تو حکم قضا کے واسطے ظاہر میں مرد کا قول قبول ہوگا اور جب اس نے عورت سے واپس لیا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جو اس نے اس کا عوض دیا ہے وہ واپس لے یہ محیط میں ہے اور شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ اگر عورت نے بھیجتے وقت تصریح کر دی ہو کہ یہ اس کا عوض ہے تو یہی حکم ہے اور اگر تصریح نہ کی ہو لیکن اس نے دل میں خیال کر کے حساب کیا اور نیت کر لی کہ یہ عوض ہے تو یہ عورت کی طرف سے ہبہ ہوگا اور اس کی نیت باطل قرار دی جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قال المترجم یعنی عورت واپس نہیں لے سکتی ہے کما تقرر فی الھبۃ بین الزوج والزوجۃ فتذکر اور حجۃ میں لکھا ہے کہ اگر عورت کو نافہ مشک یا عطر وغیرہ خوشبو بھیجی پھر دعویٰ کیا کہ یہ مہر میں تھی تو مرد کا قول قبول ہوگا اور حاوی میں ہے کہ اگر عورت نے اس کو شوہر کی طرف سے ہدیہ خیال کر کے اس کے عوض میں کچھ بھیجا پھر اس کے خیال کے برخلاف ظاہر ہونے پر عورت نے اپنا عوض واپس لینا چاہا تو شیخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہ ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر خوشبو سے مذکور موجود ہو تو شوہر اس کو واپس لے گا در حالیکہ عورت اس کے مہر میں ہونے پر راضی

[1] جوزقہ نکاح میں لہو ولعب کے رسم میں سے ہے جیسے اس دیار میں چوتھی وغیرہ کھیلتے ہیں۔

نہ ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو شوہر کو اس کے مثل ملے گا اور اگر مثلی نہ ہو تو اس کی قیمت مقدار مہر میں سے محسوب ہو جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے ایام عید میں اپنی عورت کو دراہم بھیجے اور کہا کہ یہ عیدی ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ مہر تھا تو مرد کے قول کی تصدیق نہ جائے گی:

اگر عورت مر گئی اور اس کی ماں نے ماتم داری کی اور شوہر نے اس کی ماں کو ایک گائے بھیجی جس کو اس نے ذبح کر کے ماتم داری میں صرف کیا پھر شوہر نے اس گائے کی قیمت واپس لینی چاہی تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ شوہر نے عورت کی ماں کو یہ گائے بدیں غرض بھیجی تھی کہ ذبح کر کے ماتم داری میں جو جمع ہوں ان کے صرف میں لائے اور قیمت کا ذکر نہ کیا تو قیمت نہیں لے سکتا ہے اور اگر اس امر پر دونوں نے اتفاق کیا کہ اس نے بھیجنے کے وقت قیمت کا ذکر کیا ہے تو قیمت واپس لے سکتا ہے اور اگر دونوں نے قیمت کے ذکر کرنے و نہ کرنے میں اختلاف کیا تو قسم سے عورت کی ماں کا قول قبول ہوگا اور شیخ مولف ؒ نے فرمایا کہ شوہر کا قول قبول ہونا چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایام عید میں اپنی عورت کو دراہم بھیجے اور کہا کہ یہ عیدی ہے یا کہا کہ شکر کا روپیہ ہے پھر دعویٰ کیا کہ یہ مہر میں تھا تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

فصل : ⑭

تکرار مہر کے بیان میں

ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ ہر بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں پس تو طالقہ ہے پھر اسی عورت سے ایک دن میں تین بار نکاح کیا اور ہر بار اس کے ساتھ دخول کیا تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی اور مرد پر دو مہر اور نصف مہر واجب ہوگا اور یہ بقیاس قول امام اعظم ؒ و امام ابو یوسف ؒ ہے اور وجہ یہ ہے کہ جب اس نے اول مرتبہ نکاح کیا تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوئی اور چونکہ قبل دخول کے طلاق پڑی ہے اس واسطے نصف مہر لازم آیا پھر جب اس کے ساتھ دخول بھی کیا اور یہ دخول خالی از شبہ نہیں ہے اس واسطے کہ امام شافعی ؒ کے نزدیک جو طلاق معلق بہ تزوج ہوتی ہے وہ نہیں واقع ہوتی ہے پس عورت پر عدت واجب[1] ہوگی پھر جب عدت میں دوبارہ اس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور یہ طلاق امام اعظم ؒ و امام ابو یوسف ؒ کے قول کے موافق معقب[(1)] رجعت ہے اس واسطے کہ ان دونوں اماموں کے نزدیک اگر معتدہ عورت سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو حکماً یہ طلاق بعد دخول کے ہوگی اگرچہ یہ عدت وطی بشبہہ کی ہو اور جو طلاق بعد دخول کے ہو وہ معقب رجعت ہوتی ہے اور پورے مہر کی موجب ہے پس مرد پر تمام وہ مہر جو دوسرے نکاح میں قرار پایا تھا واجب ہوگا پس مرد کے ذمہ دو مہر و نصف مہر مجتمع ہو گئے اور تیسرا نکاح صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ عورت طلاق رجعی کی عدت میں ہے اگرچہ طلاق رجعی اسی مرد نے دیا ہے پس نکاح ثالث غیر معتبر ہوا پس تیسرا مہر واجب نہ ہوگا اور تیسرے نکاح کے بعد جو اس نے دخول کیا ہے اس سے کوئی مہر زائد واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ مرد نے اپنی منکوحہ سے وطی کی ہے اور اگر مرد نے کہا کہ ہر بار کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ بائنہ ہے پھر اسی عورت سے تین بار نکاح کیا اور ہر بار دخول کیا تو یہ عورت اس مرد سے تین طلاق کے ساتھ بائنہ ہو جائے گی اور مرد پر بقیاس قول امام اعظم ؒ و امام ابو یوسف ؒ کے ساڑھے پانچ مہر واجب

---

[1] معقب یعنی اس نکاح کے بعد طلاق رجعی ہوگی نہ بائن۔

(1) اور مرد پر پورا مہر مثل لازم آئے گا۔

ہوں گے یعنی نصف مہر بنکاح اول اور مہر مثل بدخول اول اور مہر مسمیٰ بنکاح دوم اور مہر مثل بدخول دوم اس لئے کہ مرد نے اس سے بشبہہ وطی کی ہے اور مہر مسمیٰ بنکاح ثالث اور مہر مثل بدخول سوم اس واسطے کہ وطی بشبہہ ہے پس مرد کے ذمہ پانچ مہر و نصف مہر واجب ہوگا اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا پھر اس کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے عدت میں نکاح کیا پھر نکاح دوم میں دخول سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو مرد پر نکاح اول سے مہر واجب ہوگا اور مہر کامل بنکاح دوم لازم ہوگا اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور ان دونوں اماموں کے نزدیک عورت مذکورہ پر نکاح ثانی کی جدید از سر نو عدت واجب ہوگی اور اگر نکاح دوم میں مرد نے اس کو طلاق نہ دی یہاں تک کہ عورت مذکورہ قبل دخول کے اپنے کسی فعل سے مثل مرتد ہو جانے یا پسر شوہر کی مطاوعت[1] وغیرہ سے شوہر سے بائنہ ہو گئی تو ہر دو امام موصوفؒ کے نزدیک مرد پر اس کا مہر کامل واجب ہوگا اور اگر باندی ہو اور وہ بعد نکاح دوم کے آزاد کی گئی اور قبل دخول کے اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر سے جدائی اختیار کی تو ہر دو امام موصوف کے نزدیک مرد پر اس کا مہر کامل دوسرے نکاح کا واجب ہوگا اور اگر غیر کفو کے ساتھ عورت کا نکاح ہوا اور اس نے عورت کے ساتھ دخول کیا پھر ولی نے قاضی سے نالش کی اور قاضی نے دونوں میں تفریق کرا دی اور مہر و عدت واجب ہوئی پھر بغیر ولی کے اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے دوسرے نکاح میں نئے قاضی نے دونوں میں تفریق کرا دی تو پھر مرد پر مہر کامل واجب ہوگا اور عورت پر جدید از سر نو عدت واجب ہوگی اور یہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے ایک شخص نے ایک صغیرہ سے بتزویج اس کے ولی کے نکاح کیا اور قبل بلوغ کے اس کے ساتھ وطی کر لی پھر جب وہ بالغ ہوئی تو اس نے فرقت اختیار کی اور دونوں میں جدائی کرا دی گئی پھر عدت میں اس مرد نے اس سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر مہر کامل واجب ہوگا اور عورت پر از سر نو جدید عدت واجب ہوگی ایک شخص نے ایک صغیرہ سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا پھر اس کو ایک طلاق بائنہ دے دی پھر عدت میں اس سے نکاح کیا پھر وہ بالغہ ہوئی اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور دونوں میں تفریق کرا دی گئی تو مرد مہر کامل اور عورت پر از سر نو عدت واجب ہوگی اور علیٰ ہذا اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر وہ نعوذ باللہ مرتدہ ہو گئی پھر مسلمان ہوئی اور عدت میں مرد مذکورہ نے اس سے نکاح کیا پھر قبل دخول واقع ہونے کے وہ عورت مرتد ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک باندی سے نکاح کیا اور دخول کیا پھر وہ آزاد کی گئی اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا پھر عدت میں مرد مذکور نے اس کے ساتھ نکاح کیا پھر قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص نے بنکاح فاسد ایک عورت سے نکاح کیا اور دخول کر لیا پھر دونوں میں تفریق کرائی گئی پھر عدت میں بنکاح جائز اس سے نکاح کیا پھر قبل دخول کے اس کو طلاق دے دی تو بھی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مرد پر مہر کامل اور عورت پر از سر نو جدید عدت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

وطی کثیرہ پر کیا ایک ہی بار مہر واجب ہوگا یا ہر بار؟

اگر پسر کی باندی یا مکاتب کی باندی سے وطی کی یا نکاح فاسد میں عورت سے چند بار وطی کی تو وطی کرنے والے پر ایک ہی مہر واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اصل یہ ہے کہ شبہہ ملک ہونے کے بعد اگر وطی کتنی ہی بار واقع ہو تو فقط ایک ہی مہر واجب ہوتا ہے اس واسطے کہ دوسری وطی اس کی ملک میں ہوئی اور اگر شبہہ اشتباہ[2] کے بعد چند بار وطی واقع ہوئی تو ہر بار کا مہر علیحدہ واجب ہوگا کیونکہ ہر وطی

---

[1] یعنی شوہر کا جولڑکا بالغ وغیرہ دوسری بیوی سے تھا اس کے تحت میں آ گئی۔

[2] شبہہ اشتباہ یعنی مشتبہ ہونے کی وجہ سے شبہہ ہو گیا اور اس کو جلد چہارم کتاب الحدود میں سے دیکھو۔

کا وقوع ملک غیر میں ہے اور اگر پسر نے باپ کی باندی سے چند بار وطی کی اور شبہ کا دعویٰ کیا تو اس پر ہر وطی کا مہر لازم ہوگا اور اسی طرح اگر اپنی بیوی کی باندی سے وطی کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنی مکاتبہ سے چند بار وطی کی تو اس پر ایک ہی مہر لازم ہوگا اور اگر دو شریکوں میں سے ایک نے مشترکہ باندی سے چند بار وطی کی تو ہر بار کے واسطے اس پر نصف مہر واجب ہوگا اور اگر اپنے دوسرے کی مشترک مکاتبہ کے ساتھ چند بار وطی کی تو اس پر اپنے نصف کے واسطے فقط ایک نصف مہر واجب ہوگا اور نصف شریک کے واسطے ہر بار کے لئے نصف مہر واجب ہوگا اور یہ سب مال مہور اس مکاتبہ کو ملے گا ایک عورت سے ایک مرد نے زنا کیا اور ہنوز وہ اس کے پیٹ پر چڑھا تھا یعنی کار زنا میں مشغول تھا کہ اس کے ساتھ نکاح کر لیا تو اس پر دو مہر لازم ہوں گے ایک مہر مثل بوجہ زنا کے اور دوسرا مہر مسمّٰی بوجہ نکاح کے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے جس سے دخول نہیں کیا ہے کہا کہ جب میں تجھ سے خلوت کروں یا جس وقت میں تجھ سے خلوت کی تو تو طالقہ ہے پھر عورت مذکورہ سے خلوت کی و جماع کیا تو مرد مذکور پر نصف مہر اور پورا مہر واجب ہوگا کیونکہ مہر کامل تو بوجہ جماع کے اور نصف مہر بوجہ طلاق قبل دخول کے واجب ہوگا اور اس صورت میں خلوت کا کچھ اثر مترتب نہ ہوگا باوجودیکہ طلاق بعد خلوت ہوئی ہے اس واسطے کہ مہر اگرچہ خلوت سے متاکد ہو جاتا ہے لیکن جب ہی متاکد ہو جاتا ہے کہ جب اتنی دیر تک ہو کہ اس کے ساتھ دخول کرنے پر قادر ہو اور یہاں خلوت ہوتے ہی طلاق واقع ہوگئی ہے اور اگر مرد نے خلوت میں اس سے جماع نہ کیا ہو تو اس پر فقط نصف مہر واجب ہوگا اور اگر کسی اجنبیہ عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں اور تیرے ساتھ ایک ساعت خلوت کروں تو تو طالقہ ہے پھر اس سے نکاح کیا اور خلوت کی اور جماع کیا تو عورت پر طلاق واقع ہوگی اور اس کو دو مہر ملیں گے ایک مہر بعوض خلوت کے اور دوسرا مہر بوجہ دخول کے بشرطیکہ دخول ایک ساعت خلوت کے بعد ہو اور اگر دخول خلوت کے ساتھ ہی ہو تو اس پر ایک ہی مہر واجب ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر تین طلاق دی ہوئی عورت سے وطی کی اور شبہ کا دعویٰ کیا تو بعض نے فرمایا کہ اگر تینوں طلاق ایک بارگی دی ہوں تو گمان کیا کہ یہ واقع نہیں ہوئی ہیں جیسا کہ بعض کا مذہب ہے تو یہ گمان بموقع ہے پس اس پر ایک[1] ہی مہر واجب ہوگا اور اگر گمان کیا کہ تینوں طلاق واقع ہوئی ہیں مگر یہ گمان کیا کہ عورت سے وطی کرنا حلال ہے گمان بے موقع ہے پس ہر وطی کے واسطے اس پر مہر واجب ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک باندی خریدی اور اس سے چند بار وطی کی پھر وہ باثبات استحقاق لے لی گئی تو مشتری پر ایک مہر واجب ہوگا اور اگر نصف باندی کا استحقاق ثابت کیا گیا تو صاحب استحقاق کے لئے فقط نصف مہر واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر منکوحہ سے چند بار وطی کرنے کے بعد ظاہر ہوا کہ یہ وہ عورت ہے جس کے واسطے اس نے قسم کھائی تھی کہ اگر تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے تو مرد پر ایک ہی مہر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔ چودہ برس کا لڑکا ہے اس نے بے خبر سوئی ہوئی عورت سے جماع کر لیا پس اگر یہ ثیبہ ہو تو لڑکے پر حج و عقر واجب نہ ہوگا اور اگر باکرہ ہو کہ اس نے اس کا پردہ بکارت پھاڑ دیا تو اس پر مہر مثل واجب ہوگا اور اسی طرح اگر باندی ہو تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے اور اگر مرد مجنون ہو تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت حرہ بالغہ سے لڑکے نے زنا کیا تو مہر کی صورت:

اگر لڑکا کسی لڑکی سے زنا کرے تو اس پر مہر واجب ہوگا اور اگر لڑکا اس کا مقر ہو گیا تو اس پر مہر نہ ہوگا اور اگر عورت حرہ بالغہ

ل یعنی مہر مثل کامل۔

(۱) اگرچہ وطی چند بار ہو۔

سے لڑکے نے زنا کیا اور اس کا پردہ بکارت پھاڑ دیا پس اگر باکرہ وزبردستی ایسا کیا تو لڑکا مہر کا ضامن ہوگا اور اگر یہ عورت بطور خود اس امر پر راضی ہوئی اور اس کو اپنی طرف بلایا تو لڑکے پر کچھ مہر نہ ہوگا اور اگر لڑکی نے کوئی لڑکا بطور خود اپنی طرف مائل کیا پس اس نے وطی سے اس کا پردہ بکارت پھاڑ دیا تو لڑکے پر مہر واجب ہوگا اس واسطے کہ اس لڑکی کا حکم و رضامندی اپنے حق کے ساقط کرنے میں صحیح نہ ہوگا بخلاف عورت بالغہ کے کہ وہاں صحیح ہے اور باندی نے اگر کسی طفل کو اپنی طرف بلایا حتیٰ کہ اس کے ساتھ زنا کیا تو طفل مذکور پر مہر واجب ہوگا کیونکہ باندی کا حکم اس کے مولیٰ کی حق تلفی میں صحیح نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور واضح رہے کہ سوائے نکاح و وطی جائز کے جہاں مہر دینا بولا گیا ہے وہاں مہر سے مراد عقر ہے اور عقر وہ ہے جو بعض وطی میں وطی کرنے والے کے ذمہ واجب ہوتا ہے اور شیخ امام نجم الدین نے فرمایا کہ میں نے شیخ امام قاضی اسبیجابی سے فتویٰ طلب کیا کہ تقدیر عقر کیونکر ہے تو لکھا کہ تقدیر عقر اس طرح ہے کہ دیکھا جائے کہ اگر بالفرض زنا حلال[1] ہوتا تو ایسی عورت کی اجارت کیا ہوتی پس اسی قدر واجب ہوگا اور ایسا ہی ہمارے مشائخ سے منقول ہے کذا فی الخلاصہ اور حجۃ میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ امام نے فرمایا کہ عقر کی یہ تفسیر ہے کہ عقر وہ مال ہے کہ جس کے عوض ایسی عورت نکاح میں لائی جائے اور اسی پر فتویٰ[2] ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص اپنی بیوی سے جماع کرنے میں مشغول ہوا اور دخول کرنے کے بعد اسی حالت میں اس کو طلاق دے دی پھر بعد طلاق کے اپنا جماع پورا کر لیا یہاں تک کہ اس کو انزال ہو گیا پھر اس سے الگ ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا اور یہی دو روایتوں میں سے ایک روایت امام ابو یوسفؒ سے ہے کہ اس مرد پر حد واجب نہ ہوگی اور مہر[3] لازم ہوگا اس واسطے کہ یہ سب ایک ہی فعل ہے پس جب اول و آخر حلال تھا تو حد واجب نہ ہوگی اور نہ مہر لازم ہوگا لیکن اگر اس نے آلہ تناسل نکال کر پھر بعد طلاق کے داخل کیا تو البتہ واجب ہوگا اور اگر ایسا نہ کیا بلکہ اوپر ہی سے اختلاط کرتا رہا یہاں تک کہ انزال ہو گیا تو اس پر مہر لازم نہ ہوگا اور اگر یہ طلاق رجعی ہو تو بنا بر قول امام محمدؒ اور احد الروایتین امام ابو یوسفؒ کے اس فعل سے رجوع کرنے والا نہ ہوگا اور اگر ختنہ مولیٰ وختنہ باندی باہم مل جانے کے بعد باندی سے کہا کہ تو حرہ ہے یعنی آزاد کیا پھر اپنا جماع پورا کیا تو امام محمدؒ کے قول میں مولیٰ پر عقر واجب نہ ہوگا لیکن اگر نکال کر پھر آزاد کرنے کے بعد داخل کر دے تو عقر لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مریض اور تندرست کے وطی کرنے میں فرق:

زید نے ایک عورت سے نکاح کیا اور زید کے پسر نے اس عورت کی دختر سے نکاح کیا پھر ہر ایک کی عورت منکوحہ دوسرے کے پاس بھیجی گئی اور دونوں نے آگے پیچھے وطی کر لی تو پہلے وطی کرنے والے پر پورا مہر اس عورت کا جس سے وطی کی اور نصف مہر اپنی منکوحہ کا واجب ہوگا اور دوسرے پچھلے وطی کرنے والے پر اپنی عورت منکوحہ کا کچھ مہر واجب نہ ہوگا اور اگر دونوں نے ایک ساتھ وطی کی تو دونوں میں سے کسی پر اپنی منکوحہ کا کچھ واجب نہ ہوگا ایک مرد اور اس کے پسر نے دو اجنبیہ عورتوں سے نکاح کیا اور ہر عورت اپنے شوہر کے سوائے دوسرے کے پاس بھیجی گئی اور دونوں عورتوں سے وطی کی گئی تو ہر ایک پر اپنی وطی کی ہوئی عورت کا عقر واجب ہوگا اور کسی پر اپنی منکوحہ کا عقر واجب نہ ہوگا دو بھائی ہیں کہ اس میں سے ایک نے ایک عورت سے نکاح کیا اور دوسرے نے اس کی ماں سے نکاح کیا پھر ہر ایک عورت اپنے شوہر کے سوائے دوسرے کے پاس بھیجی گئی اور دونوں سے وطی کی گئی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ہر

[1] قال المترجم اس میں تردد ہے اس واسطے کہ زنا کبھی حلال نہ تھا تو اس کو فرض کر کے معاملہ کا قیاس کیوں کر ہوگا۔

[2] قال المترجم کہ یہ قول صحیح ہے اور اس تقسیم پر وہ اعتراض نہیں ہوتا جو ہم نے اول تقسیم پر وارد کیا ہے۔

[3] یعنی عقر سوائے مہر نکاح کے۔

ایک عورت اپنے شوہر سے بائنہ ہوگئی اور ہر ایک مرد پر اپنی منکوحہ کا نصف مہر لازم ہوگا اور جس سے جس عورت سے وطی کی ہے اس پر اس کا عقر واجب ہوگا اور دونوں میں سے ایک کو اختیار نہ رہے گا کہ پھر اس کے بعد اپنی منکوحہ سے نکاح کرے یعنی ماں کے شوہر کو اس کی دختر سے جس کے ساتھ وطی بھی کی ہے نکاح کرنے کا اختیار ہے لیکن دختر کے شوہر کو اس کی ماں سے نکاح کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اسی طرح اگر مرد و شوہر میں کچھ قرابت نہ ہو تو بھی یہی حکم رہے گا یہ ظہیریہ میں ہے ایک مرد کے پاس اس کی بیوی کے سوائے دوسری عورت بھیجی گئی اور اس نے اس کے ساتھ وطی کی تو اس کا مہر مثل اس پر لازم ہوگا اور جس نے پاس بھیجی ہے اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے پھر اگر یہ عورت اس کی منکوحہ کی ماں ہو تو اس کی بیوی ہمیشہ کے واسطے اس پر حرام ہوگی اور منکوحہ کو قبل دخول کے حرام ہونے سے نصف مہر ملے گا باپ کی بیوی قبل دخول کے اس کے پسر کے پاس بھیجی گئی اور پسر نے اس کے ساتھ دخول کیا تو باپ کو نصف مہر دینا پڑے گا اور اس کو اپنے پسر سے واپس نہیں لے سکتا ہے اس واسطے کہ بیٹے پر مہر المثل واجب ہوا ہے اور اگر پسر نے عمداً بغرض فساد کے شہوت سے اس عورت کا بوسہ لیا تو باپ نصف مہر کو جو اس کو دینا پڑا ہے پسر سے واپس لے گا کیونکہ پسر پر کچھ مہر نہیں اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مریض نے دوسرے مریض کو اپنی باندی ہبہ کی اور موہوب لہ نے اس سے وطی کی اور اس کا عقر سو درہم ہے اور قیمت تین سو درہم ہے پھر موہوب لہ نے یہ باندی اسی ہبہ کرنے والے کو ہبہ کر دی پھر دونوں اپنے اپنے مرض میں مر گئے تو موہوب لہ پر عقر واجب نہ ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مریض نے اپنی باندی ایک شخص کو ہبہ کی اور موہوب لہ کے پاس اس باندی سے خود وطی کی اور اس پر اس قدر قرضہ ہے کہ اس کے تمام مال کو گھیرے ہوئے ہے پھر مریض مر گیا تو اس پر عقر واجب نہ ہوگا اور اگر واہب نے اس باندی کا ہاتھ کاٹ دیا ہو تو بھی اس پر کچھ واجب نہ ہوگا بخلاف تندرست آدمی کے کہ اگر تندرست نے وطی کی پھر ہبہ سے رجوع کیا تو اس پر عقر واجب ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک مریض نے اپنی باندی کسی کو ہبہ کی اور اس پر قرضہ اس قدر ہے کہ تمام مال کو گھیرے ہوئے ہے پھر موہوب لہ نے باندی سے وطی کی پھر ہبہ کرنے والا مر گیا اور بوجہ قرضہ مستغرق کے ہبہ توڑ دیا گیا تو موہوب لہ اس باندی کے عقر کا ضامن ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔ نوادر معلیٰ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو غصب کیا اور سوائے فرج کے اس کے ساتھ کسی طرح[1] جماع کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا پس اگر یہ عورت باکرہ ہو تو غاصب پر مہر واجب ہوگا اور اگر ثیبہ ہو تو کچھ مہر واجب نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

فصل: ⑫

ضمانتِ مہر کے بیان میں

اگر ایک شخص نے اپنی دختر صغیرہ یا کبیرہ کا جو باکرہ ہے یا مجنونہ ہے کسی مرد سے نکاح کیا اور شوہر کی طرف سے اس کے مہر کی ضمانت کر لی تو ضمانت صحیح ہوگی پھر عورت کو اختیار ہوگا چاہے شوہر سے مطالبہ کرے یا اپنے ولی ضامن سے مطالبہ کرے بشرطیکہ مطالبہ کی اہلیت[2] رکھتی ہو اور ولی مذکور بعد ادا کرنے کے شوہر سے واپس لے گا بشرطیکہ شوہر کے حکم سے ضامن ہوا ہو یہ تبیین میں ہے ایک شخص نے اپنی دختر کا دوسرے سے دو ہزار درہم پر نکاح کیا اور اپنے اوپر اس امر کے گواہ کر لیئے کہ میں نے فلاں عورت کا فلاں مرد کے ساتھ دو ہزار درہم پر بدیں شرط نکاح کیا ہے کہ ہزار درہم شوہر پر اور ہزار درہم میرے مال سے ہوں گے پس شوہر نے قبول کیا تو پورا مہر شوہر پر ہوگا اور باپ اس کی طرف سے ہزار درہم کا ضامن قرار دیا جائے گا پھر اگر عورت مذکورہ نے یہ مال اپنے باپ سے یا باپ

[1] یعنی مقعد کی راہ سے یا خارج سے منی ڈال دی۔ [2] اہلیت مثلاً عاقلہ بالغہ ہو اور مجنونہ نہ ہو۔

کے ترکہ سے لے لیا تو باپ یا اس کے وارثوں کو اختیار ہوگا کہ اس قدر مال شوہر سے واپس لیں یہ محیط میں ہے۔

اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنے پسر کے ساتھ فلاں عورت کا نکاح کیا تو مہر باپ کے ذمہ لازم نہ ہوگا:

اگر اپنے پسر صغیر کے ساتھ کوئی عورت بیاہی اور پسر کی طرف سے اس کے مہر کا ضامن ہوا اور یہ امر اس کی صحت میں واقع ہوا تو جائز ہے بشرطیکہ عورت نے ضمانت قبول کر لی ہو اور جب باپ نے یہ مال مہر ادا کیا پس اگر حالت صحت میں ادا کیا ہے تو استحساناً جو ادا کیا ہے وہ پسر کے مال سے نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ اصل ضمانت میں یہ شرط کر لی ہو کہ واپس لے لوں گا یہ ذخیرہ میں ہے پھر عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ طفل کے ولی سے مہر کا مطالبہ کرے اور شوہر سے مطالبہ نہیں کر سکتی ہے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے پھر جب شوہر بھی بالغ ہو جائے تو عورت مختار ہے کہ دونوں میں سے جس سے چاہے مطالبہ کرے یہ تبیین میں ہے اور اگر کسی اجنبی نے باپ کے حکم سے ضمانت کر لی تو وہ بعد ادا کریں گے واپس لے گا اسی طرح اگر وصی نے یتیم کی بیوی کا مال اپنے پاس سے ادا کیا تو واپس لے گا اور اگر باپ ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو عورت کو اختیار ہوگا چاہے پسر مذکور یعنی شوہر سے لے یا باپ کے ترکہ میں سے وصول کرے پھر وارثان پدر اس قدر مال اس پسر کے مال سے واپس لیں گے اور یہ ہمارے اصحاب ثلاثہؒ کے نزدیک ہے کذا فی الخلاصہ اور اگر ضمانت حالت صحت میں ہو اور ادا کرنا حالت مرض میں ہو تو خصافؒ نے ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وہ متبرع نہ ہوگا اور پسر مذکور کے واسطے جو حصہ میراث ملا ہے اس میں سے اس قدر مال محسوب ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور بقالی میں ہے کہ اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے اپنے پسر کے ساتھ فلاں عورت کا نکاح کیا تو مہر اس کے ذمہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر ادا کر دے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صلہ رحم قرار دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر پسر بالغ ہو اور باپ نے بدوں اس کے حکم کے اپنی صحت میں مہر کی ضمانت کر لی پھر باپ مر گیا اور عورت نے اس کے ترکہ میں سے وصول کر لیا تو باپ کے وارث لوگ بالاجماع اس مال کو پسر مذکور سے واپس نہیں لے سکتے ہیں اور مجنون لوگ اس معاملہ میں مثل صبیان یعنی اطفال کے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر وکیل نے جس کو تزویج کے واسطے وکیل کیا مہر کی بھی ضمانت کر لی اور ادا کر دیا پس اگر ضمانت بحکم شوہر یعنی مؤکل ہو تو اس سے واپس لے گا ورنہ نہیں:

یہ سب اس وقت ہے کہ ضمانت حالت صحت میں واقع ہوئی ہو اور اگر ضمانت مرض الموت میں واقع ہوئی تو یہ باطل ہے کیونکہ اس نے اس حیلہ سے وارث کو نفع[1] پہنچانے کا ارادہ کیا ہے حالانکہ ایسا مریض ایسے کام کرنے سے ممنوع و مجبور ہوتا ہے پس ضمانت صحیح نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے ایک عورت کو خطبہ کیا اور اس کے واسطے مہر کی ضمانت کر لی اور کہا کہ شوہر نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کی طرف سے تیرے لئے تیرے مہر کی ضمانت کر لوں پس عورت نے اس ایلچی کے قول پر بھیجنے والے سے اپنے آپ کو بیاہ دیا پھر شوہر آیا اور اس نے اس ایلچی کی تصدیق کی کہ میں نے اس کو بھیجا ہے اور اس کو حکم دیا ہے کہ مہر کی ضمانت کر لے تو نکاح صحیح ہوگا اور ضمانت بھی صحیح ہوگی بشرطیکہ یہ ایلچی ضامن ہونے کی لیاقت[2] رکھتا ہو پھر جب اس نے مال ضمانت ادا کیا تو شوہر سے واپس لے

[1] نفع یعنی چاہا کہ اس پسر بالغ کو بقدر مہر کے میرے مال سے خاصۃً دیا جائے۔

[2] لیاقت یعنی مثلاً آزاد عاقل بالغ ہو اور غلام یا مجور نہ ہو۔

گا اور اگر بھیجنے والے نے آ کر اس امر میں تصدیق کی کہ میں نے اس کو منگنی و نکاح کے واسطے بھیجا ہے اور ضمانت کا حکم دینے سے انکار کیا تو نکاح صحیح ہو گا لیکن ضمانت اس عورت اور ایلچی کے درمیان صحیح ہو گی مگر بھیجنے والے کے حق میں صحیح نہ ہو گی چنانچہ عورت کو یہ اختیار ہو گا کہ ایلچی سے مطالبہ کر کے اپنا مہر وصول کرے پھر ایلچی نے جو ادا کیا ہے وہ شوہر سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر بھیجنے والے نے بھیجنے اور ضمانت کا حکم دینے دونوں سے انکار کیا اور اس امر کے گواہ نہیں ہیں تو نکاح باطل ہو گا اور شوہر پر مہر واجب نہ ہو گا لیکن عورت کو اختیار ہو گا کہ ایلچی سے مہر کا مطالبہ کرے پھر اس کے بعد روایات مختلف ہیں چنانچہ اصل کی کتاب النکاح اور بعض روایات کتاب الوکالۃ میں مذکور ہے کہ عورت اسے نصف مہر کا مطالبہ کرے گی اور بعض روایت کتاب الوکالۃ میں مذکور ہے کہ پورے مہر کا مطالبہ کرے گی پس بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعض نے فرمایا کہ اختلاف جواب بسبب اختلاف وضع ہر دو مسئلہ ہے اور یہی صحیح ہے چنانچہ ہم نے فصل وکالۃ میں مفصل[1] بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایلچی نے کہا کہ مجھے شوہر نے کچھ حکم نہیں دیا ہے لیکن میں تیرا اس سے نکاح کیے دیتا ہوں اور مہر کی ضمانت کیے لیتا ہوں اور امید ہے کہ وہ اس کو جائز رکھے گا پس عورت نے منظور کیا پھر شوہر نے بھیجنے سے انکار کیا تو یہ سب باطل ہو گا یہ عتابیہ فصل من لا یجوز نکاحہ بالمحرمتیہ میں مذکور ہے اور اگر وکیل نے جس کو تزویج کے واسطے وکیل کیا ہے مہر کی بھی ضمانت کر لی اور ادا کر دیا پس اگر ضمانت بحکم شوہر یعنی موکل ہو تو اس سے واپس لے گا ورنہ نہیں یہ خلاصہ میں ہے۔

فصل : ⑮

ذمیؔ و حربی کے مہر کے بیان میں

جو چیز مسلمانوں کے نکاح میں مہر ہو سکتی ہے وہی اہل ذمہ کے نکاح میں مہر ہو سکتی ہے اور جو چیز مسلمانوں کے نکاح میں مہر نہیں ہو سکتی ہے وہ ذمیوں کے نکاح میں مہر نہیں ہو سکتی ہے سوائے شراب و سور کے کہ مخصوص ذمیوں کے مہر میں جائز ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر ذمی مرد نے ذمیہ عورت سے مردار یا خون پر نکاح کیا یا ذمیہ سے بغیر مہر پر نکاح کیا خواہ بایں طور کہ دونوں بے مہر ہونے پر راضی ہوئے یا دونوں نے ذکر مہر سے سکوت کیا اور ایسا عقد ان کے ملت میں جائز ہے پھر ذمی نے اس سے وطی کی یا قبل وطی کے طلاق دے دی یا ذمی مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت مذکورہ کو کچھ مہر نہ ملے گا یہ عینی شرح کنز میں ہے خواہ دونوں صورتوں میں دونوں مسلمان ہو جائیں یا دونوں ہمارے یہاں مقدمہ پیش کریں یا ایک ہی مقدمہ پیش کریں یا ایک ہی مقدمہ دائر کرے اور یہ اس وقت ہے کہ جب نفی مہر کے ساتھ مہر مثل دلایا جانا ان کا مذہب نہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے اسی طرح اگر دو حربیوں نے مردار یا خون پر یا بدیں شرط کہ عورت کے واسطے کچھ مہر نہیں ہے عقد باندھا اور یہ دار الحرب میں عقد واقع ہوا تو بالاتفاق ہمارے اصحاب ثلاثہؒ کے نزدیک عورت کے واسطے کچھ مہر نہ ہو گا یہ عینیہ شرح کنز میں ہے خواہ دونوں مسلمان ہو جائیں یا ہمارے یہاں مرافعہ کریں یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ذمی مرد نے کسی ذمیہ عورت سے شراب یا سور پر نکاح کیا پھر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہوا پس اگر شراب یا سور معین ہوا اور ہنوز اس پر قبضہ نہیں ہوا ہے تو عورت کو سوائے اس معین کے کچھ نہ ملے گا اور اگر غیر معین ہو مثلاً بعد بیان کے اپنے ذمہ قرضہ[2] رکھا ہو تو عورت کو شراب کی صورت میں قیمت ملے گی اور سور کی صورت میں مہر مثل ملے گا اور یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ

ا ذمی وہ کافر جو مسلمانوں کے ماتحت میں اور حربی وہ کافر جس سے لڑائی ہے یعنی ماتحت نہیں ہے۔

۲ ذمہ قرضہ یعنی ادھار رکھا پھر شراب بدل کر قیمت ہو گی اور سور کی صورت میں تسمیہ باطل ہے تو مہر المثل ملے گا۔

(۱) یعنی وکالت بنکاح۔

نے فرمایا کہ عورت کو مہر مثل ملے گا خواہ شراب وسور معین ہو یا غیر معین ہو اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ چاہے معین ہو یا غیر معین ہو عورت کو قیمت ملے گی اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ شراب یا سور اگر اس کے ذمہ دین ہو تو عورت کا مہر یہی[1] ہوگا جو قرار پایا ہے اور کچھ نہ ہوگا اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسلام سے پہلے مہر مقبوض نہ ہو اور اگر قبضہ کر چکی ہو تو اب عورت کو کچھ نہ ملے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر قبل دخول کے ذمی نے اس کو طلاق دے دی تو معین ہونے کی صورت میں عورت کو نصف معین ملے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور غیر معین ہونے کی صورت میں شراب کی صورت میں نصف قیمت اور سور کی صورت میں عورت کو متعہ ملے گا یہ کافی میں ہے۔

فصل : ⑯

جہیز دختر کے بیان میں

اگر اپنی دختر کو جہیز دے کر اس کے سپرد کر دیا تو پھر استحساناً باپ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس سے واپس لے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر عورت والوں نے سپرد کرنے کے وقت کچھ لیا تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ یہ واپس کرے اس واسطے کہ یہ رشوت ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر عورت کے زفاف کے وقت شوہر نے کچھ چیزیں بھیجیں از انجملہ دیبا کا کپڑا تھا پھر جب وہ عورت شوہر کے یہاں رخصت کر دے گئی تو شوہر نے دیبائے مذکور اس سے واپس لینا چاہا تو اس کو اختیار نہیں ہے بشرطیکہ بطور دے دینے و مال کر دینے کے بھیجا ہو یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ ایک شخص نے اپنی دختر کا نکاح کر کے جہیز دے کر رخصت کیا پھر مدعی ہوا کہ جو کچھ میں نے اس کو دیا تھا وہ اس کے پاس بطور عاریت تھا اور دختر نے کہا کہ یہ میری ملک ہے کہ تو نے مجھے جہیز میں دیا ہے یا عورت کے مرنے کے بعد شوہر نے یہ دعویٰ کیا تو انہیں دونوں کا قول قبول ہوگا باپ کا قول قبول نہ ہوگا اور شیخ علی سغدیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ باپ کا قول قبول ہوگا اور ایسا ہی امام سرخسی نے ذکر کیا ہے اور اسی کو بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور واقعات میں مذکور ہے کہ اگر رواج اسی طرح ظاہر ہو جیسا ہمارے ملک میں ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر رواج مشترک ہو یعنی کبھی جہیز ہوتا ہے اور کبھی عاریت تو باپ کا قول قبول ہوگا کذا فی التبیین اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ یہی تفصیل فتویٰ کے لئے مختار ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور جس صورت میں کہ شوہر کا قول قبول ہو اور باپ نے گواہ قائم کئے تو باپ کے گواہ قبول ہوں گے اور صحیح گواہی اس صورت میں یوں ہے کہ دختر کو سپرد کرنے کے وقت گواہ کرے کہ میں نے یہ چیزیں جو اس عورت کو سپرد کی ہیں وہ بطریق عاریت ہیں یا ایک تحریر لکھی اور دختر کے اقرار کو یہ سب چیزیں جو اس فہرست میں تحریر ہیں میرے والد کی ملک ہیں اور میرے پاس بطور عاریت ہیں تحریر کر لے لیکن یہ امر واسطے قضا کے لائق ہے نہ واسطے احتیاط کے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر اپنی دختر بالغہ کا نکاح کیا اور اس کو جہیز میں معین چیزیں دیں مگر ہنوز اس کے سپرد نہیں کی ہیں کہ اس کے بعد عقد فسخ ہو گیا اور باپ نے اس کو کسی دوسرے کے نکاح میں دیا تو دختر مذکورہ کو باپ سے اس جہیز کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور اگر دختر کے باپ پر قرضہ ہوا اور باپ نے اس کو جہیز دیا پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قرضہ میں دیا ہے اور دختر نے دعویٰ کیا کہ تو نے اپنے مال سے دیا ہے تو باپ کا قول قبول ہوگا اور اگر اپنے ام ولد کو کچھ مال دیا کہ اس سے جہیز دختر کا سامان کرے پس اس نے سامان کر کے دختر کے سپرد کر دیا تو ام ولد کا دختر کو سپرد کرنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ باپ سپرد نہ کرے دختر صغیرہ نے اپنے ماں و باپ و اپنی کوشش کے مال سے جہیز کے کپڑے بن کر تیار کئے اور برابر ایسا ہی کرتی رہی یہاں تک کہ وہ بالغہ ہو گئی پھر اس کی ماں مر گئی پھر اس کے باپ نے سب جہیز اس کے سپرد کر دیا تو اس کے بھائیوں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جانب مادری سے اپنے حصوں کا دعویٰ کریں ایک عورت نے ایسے ابریشم سے جس کو اس کا باپ خریدتا تھا بہت چیزیں تیار کیں پھر باپ مر گیا تو عادت کے موافق یہ سب

[1] یعنی در واقع مہر یہی ہے لیکن اسلام اس کے بجائے اس کا معاوضہ دلاتا ہے۔

چیزیں اسی عورت کی ہوں گی ماں نے دختر کے جہیز میں بہت چیزیں باپ کے اسباب سے باپ کی حضوری وعلم میں دختر کو دیں اور باپ خاموش رہا اور دختر کو شوہر کے پاس رخصت کر دیا تو باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ دختر سے یہ اسباب واپس کر دے اسی طرح اگر ماں نے دختر کے جہیز میں معتاد کے موافق خرچ کیا اور باپ خاموش ہے تو بھی ماں ضامن نہ ہوگی یہ قنیہ میں ہے۔ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور عورت کو تین ہزار دینار دست پیمان دیئے اور یہ عورت ایک تونگر کی دختر ہے اور باپ نے اس کو جہیز نہ دیا تو امام جمال الدین وصاحب محیط نے فتویٰ دیا ہے کہ شوہر کو اختیار ہوگا کہ موافق عرف دختر کے باپ سے جہیز کا مطالبہ کرے اور اگر وہ جہیز نہ دے تو اپنا دست پیان واپس لے اور اسی کو ائمہ نے اختیار کیا ہے ایک شخص نے دوسرے کو دھوکا دیا کہ میں تیرے ساتھ اپنی دختر بڑے بھاری جہیز کے ساتھ بیاہ دوں گا اور تیرا دست پیمان اس قدر دینار تجھے واپس دوں گا پس اس سے دست پیمان لے لیا اور دختر بلا جہیز اس کو دی تو اس کی کوئی روایت نہیں ہے لیکن صدر الاسلام برہان الائمہ ومشائخ بخارا نے فتویٰ دیا ہے کہ اگر باپ نے دختر کو کچھ جہیز نہ دیا تو شوہر اس عورت کے دست پیمان مثل سے جس قدر زائد ہو واپس لے گا اور صدر الاسلام وعماد الدین نسفی نے بمقابلہ دست پیمان کے مقدار جہیز کا اندازہ یوں فرمایا ہے کہ بمقابلہ ہر دینار دست پیمان کے تین یا چار دینار جہیز کے ہوں پس اگر باپ نے اس قدر نہ دیا تو دست پیان واپس کر لے اور امام مرغینانیؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ عورت کے باپ سے شوہر کچھ نہیں لے سکتا ہے اس واسطے کہ نکاح میں مال مقصود نہیں ہوتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے اپنی دختر کے واسطے جہیز تیار کیا اور دختر کو سپرد کرنے سے پہلے مر گیا پھر باقی وارثوں نے جہیز کے مال سے اپنا اپنا حصہ طلب کیا پس اگر تجہیز[1] کے وقت دختر بالغہ ہو تو باقی وارثوں کو ان کا حصہ ملے گا ایسا ہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے اس وجہ سے کہ جب وہ بالغہ تھی اور باپ نے اس کے سپرد نہ کیا تو قبضہ صحیح ہوگا اور ملک ثابت نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر صغیرہ ہو تو باقی وارثوں کو کچھ حصہ نہ ملے گا اس واسطے کہ صغیرہ کا قبضہ وہی اس کے باپ کا قبضہ ہے یہ جواہر الفتاویٰ میں ہے ایک عورت نے اپنا اسباب اپنے شوہر[(1)] کو دیا اور کہا کہ اس کو فروخت کر کے کتخدائی میں خرچ کر پس اس نے ایسا ہی کیا پس آیا مرد مذکور پر اس کی قیمت لازم ہوگی کہ عورت کو دے دے تو فرمایا کہ ہاں یہ فتاویٰ نسفی میں ہے۔ایک عورت کسی مرد کی طلاق وغیرہ کی عدت میں ہے اس کو ایک شخص نے بدیں امید نفقہ دیا کہ بعد انقضائے عدت کے میرے ساتھ نکاح کر لے گی پھر جب اس کی عدت گزر گئی تو اس نے نکاح کرنے سے انکار کیا پس اگر اس مرد نے نفقہ دینے میں یہ شرط کر لی کہ میرے ساتھ نکاح کر لے تو جو کچھ خرچ دیا ہے وہ واپس لے سکتا ہے خواہ عورت مذکورہ اس کے ساتھ نکاح کرے یا نہ کرے اس کو صدر شہیدؒ نے ذکر فرمایا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر عورت نے نکاح کر لیا ہے تو واپس نہ لے گا اور اگر نفاق میں یہ شرط نہیں لگائی بلکہ فقط اس طمع سے نفقہ دیا ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ واپس نہیں لے سکتا ہے ایسا ہی صدر شہیدؒ نے فرمایا ہے اور شیخ امام استاد نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ وہ بہر حال واپس لے گا خواہ اس کے ساتھ نکاح کرلے یا نہ کرے اس واسطے کہ یہ رشوت ہے اور اسی کو محیط میں اختیار کیا ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ مرد نے اس کو نقدی درہم دیئے ہوں کہ جن کو وہ اپنے مصارف میں خرچ کرتی ہو اور اگر فقط اس کے ساتھ کھاتی ہو تو اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر ایک مرد نے کسی شخص کے باغ انگور میں بدیں طمع کام کیا کہ اپنی دختر میرے ساتھ بیاہ دے گا مگر اس نے بیاہ نہ کیا تو اس سے اجر المثل[2] لے سکتا ہے خواہ دختر کے نکاح کر دینے کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو بشرطیکہ اتنا معلوم ہو کہ وہ اسی غرض سے یہ مشقت در کار

---

[1] تجہیز جہیز کا سامان کرتے وقت۔

[2] جو ایسے کام کی مزدوری ہو۔

(1) ظاہرا شوہر سے یہ مراد ہے کہ جو بعد نکاح ہو جانے کے شوہر ہو جائے گا نہ بالفعل۔

کرتا ہے اور استاد ظہیر الدینؒ نے فرمایا کہ کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے دوسرے کی دختر کا خطبہ کیا پس باپ نے کہا کہ یا اچھا بشرطیکہ تو چھ مہینہ یا سال تک اگر مہر نقد ادا کرے گا تو میں تیرے ساتھ بیاہ دوں گا پھر مرد مذکور نے اس کے بعد دختر مذکورہ کے باپ کے گھر ہدیہ بھیجنا شروع کئے مگر اس قدر مدت میں اس سے سب مہر کا بندوبست نہ ہو سکا پس باپ نے اس کے ساتھ دختر کی شادی نہ کی پس آیا جو مال اس نے مہر میں بھیجا ہے وہ واپس لے سکتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ جو مال اس نے مہر میں بھیجا ہے خواہ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو سب واپس لے گا اور اسی طرح جو ہدیہ ہو اور وہ قائم ہو اس کو بھی واپس لے سکتا ہے اور جو تلف ہو گیا ہے یا تلف کر ڈالا ہے اس میں سے کچھ نہیں لے سکتا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ جو مال اس نے مہر میں بھیجا ہے خواہ قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو سب واپس لے گا اور اسی طرح جو ہدیہ ہو اور وہ قائم ہو اس کو بھی واپس لے سکتا ہے اور جو تلف ہو گیا ہے یا تلف کر ڈالا ہے اس میں سے کچھ نہیں ہو سکتا ہے ایک عورت کی اندی و غلام ہیں پس اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو ان کو میرے مہر سے نفقہ دیا کر پس شوہر نے ایسا ہی کیا پھر عورت نے کہا کہ میں اس کو مہر میں محسوب نہ کروں گی اس واسطے کہ تو نے ان سے خدمت لی ہے تو شیخ امام ابوالقاسم نے فرمایا کہ جو کچھ شوہر نے بطور معروف خرچ کیا ہے وہ مہر میں ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل: ⑭

متاع خانہ کی نسبت شوہر و زوجہ کے اختلاف کرنے کے بیان میں

امام ابوحنیفہؒ و امام ابو محمدؒ نے فرمایا کہ جس گھر میں شوہر و زوجہ رہتے ہیں اگر اس کے اسباب موجودہ میں دونوں نے اختلاف کیا خواہ درحالیکہ نکاح قائم ہوئے یا قائم نہ ہو خواہ کسی ایسے فعل سے جدائی واقع ہوئی جو شوہر کی طرف سے واقع ہوا یا ایسے فعل سے جو زوجہ کی طرف سے واقع ہوا ہو تو جو چیزیں عادت کے موافق عورتوں کی ہوتی ہیں جیسے کرتیاں و اوڑھنی و رچرخہ و پٹارے وغیرہ تو یہ عورت کی ہوں گی الا اس صورت میں نہ ہوگی کہ شوہر اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کرے اور جو چیزیں عادت کے موافق مردوں کی ہوتی ہیں جیسے ہتھیار' ٹوپیاں' قبا' پٹکا' پیٹی' کمان وغیرہ وہ مرد کی ہوں گی الا اس صورت میں نہ ہوگی کہ عورت اپنی ملک ہونے کے گواہ قائم کرے اور جو چیزیں عورت و مرد دونوں کی ہوتی ہیں جیسے غلام و باندی و بچھونے و گائے و بکریاں و بیل وغیرہ وہ مرد کے ہوں گے الا اس صورت میں نہ ہوں گے کہ عورت گواہ قائم کرے کہ میری ملک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دونوں میں سے ایک مر گیا اور اس کے وارثوں اور باقی زندہ کے درمیان اختلاف ہوا تو بنا بر قول امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے جو چیزیں مردوں کے لائق ہوتی ہیں وہ شوہر کی ہوں گی اور وہ زندہ ہو یا اس کے وارثوں کی ہوں گی اگر مر گیا ہو اور جو چیزیں عورتوں کے لائق ہوتی ہیں وہ عورت کی ہوں گی اگر زندہ ہو یا وارثوں کی اگر مر گئی ہو اور جو چیزیں دونوں کے لائق ہوں وہ بنا بر قول امام محمدؒ کے شوہر کی ہوں گی اگر زندہ ہو یا اس کے وارثوں کی اگر مر گیا ہو اور امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ایسی چیزیں دونوں میں سے اس کی ہوں گی جو زندہ رہ گیا ہے اور جو چیزیں تجارت کی ہوں اور مرد تجارت کرنے میں مصروف ہو یعنی لوگ جانتے ہوں کہ یہ تاجر ہے تو یہ سب شوہر کی ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر شوہر و زوجہ دونوں میں سے ایک آزاد ہو اور دوسرا مملوک ہو خواہ مجور ہو یا ماذون ہو یا مکاتب ہو تو کچھ اسباب ہے وہ اسی کا ہوگا جو آزاد ہے خواہ شوہر ہو یا زوجہ ہو اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اگر مملوک مجور ہو تو یہی حکم ہے وار اگر ماذون یا مکاتب ہو تو وہی حکم ہوگا جو دونوں کے آزاد ہونے کی صورت میں بیان ہوا ہے اور اگر دونوں میں سے ایک مسلمان یعنی شوہر مسلمان ہو اور دوسرا یعنی عورت کافرہ کتابیہ ہو تو وہی حکم ہے جو دونوں کے مسلمان ہونے کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر دونوں میں سے ایک صغیر ہو ایک بالغ ہو یا دونوں صغیر ہوں تو بعض روایت میں مذکور ہے کہ یہ دونوں یکساں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر شوہر کی ایک سے زائد بیویاں ہوں اور مرد اوران عورتوں میں اسباب خانہ کی نسبت اختلاف ہوا؟

اور اگر دونوں مملوک یا دونوں مکاتب ہوں تو بھی اسباب خانہ داری میں قول اسی طرح تفصیل کے ساتھ ہوگا جیسا ہم نے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے اور یہ سب صورتیں جو ہم نے بیان کی ہیں بہر حال اسی حکم پر رہیں گی مکان کی وجہ سے ان میں کچھ فرق نہ ہو گا خواہ مکان مذکور جن میں دونوں رہتے ہیں شوہر کی ملک ہو یا بیوی کی ملک ہو اور اگر زوجہ کے سوائے دوسرا کسی کے عیال میں ہو مثلاً پسر اپنے باپ کی عیال میں ہو یا باپ اپنی اولاد کے عیال میں ہو یا اس کے مثل کوئی صورت ہو تو اشتباہ کے وقت اسباب خانہ اس شخص کا ہوگا جس کے عیال میں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر شوہر کی کئی زوجہ ہوں اور مرد اوران عورتوں میں اسباب خانہ کی نسبت اختلاف ہوا پس اگر سب عورتیں ایک ہی گھر میں ہوں تو جو چیزیں زنانہ کی ہوتی ہیں وہ ان سب عورتوں میں مساوی مشترک ہوں گی اور اگر ہر عورت علیحدہ گھر میں ہو تو جو اسباب اس گھر میں ہو وہ اسی عورت اور شوہر کے درمیان موافق تفصیل مذکور سابقہ کے مشترک ہو گا اور کوئی عورت دوسری عورت کے ساتھ شریک نہ ہوگی محیط میں ہے اور اگر زوجہ نے کسی متاع کی نسبت اقرار کیا کہ میں نے اس کو اپنے شوہر سے خریدا ہے تو وہ متاع شوہر کی ہوگی اور عورت پر واجب[1] ہوگا کہ گواہ قائم کرے اور اگر دونوں نے اس گھر کی بابت جس میں دونوں رہتے ہیں اختلاف کیا کہ ہر ایک نے اس پر اپنا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا لیکن اگر عورت نے گواہ قائم کئے یا دونوں نے اپنے اپنے گواہ قائم کئے تو عورت کے گواہوں پر حکم دیا جائے گا اور اگر کوئی گھر ایک عورت اور ایک مرد کے قبضہ میں ہو اور عورت نے گواہ قائم کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ میرا غلام ہے اور مرد نے گواہ قائم کئے کہ یہ گھر میرا ہے اور یہ عورت میری بیوی ہے کہ میں نے اس سے ہزار درہم پر نکاح کر کے اس کو پورا مہر دے دیا ہے لیکن مرد نے اس کے گواہ قائم نہ کئے کہ میں آزاد آدمی ہوں تو حکم دیا جائے گا کہ یہ گھر اور یہ مرد دونوں عورت کی ملک ہیں اور ان دونوں میں نکاح نہیں ہے اور اگر مرد نے گواہ دیئے کہ میں اصلی آزاد ہوں اور باقی مسئلہ بحال ہے تو مرد کی آزادی کا حکم ہوگا اور عورت کے ساتھ نکاح کا حکم ہوگا اور یہ حکم دیا جائے گا کہ یہ گھر اس عورت کی ملک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

گھریلو اسباب کی چیزوں میں اختلاف ہوا تو کس کا قول معتبر تصور کیا جائے گا؟

اگر ایسے اسباب میں جو زنانہ ہوتا ہے دونوں نے اختلاف کیا اور دونوں نے اپنے گواہ قائم کئے تو شوہر کے واسطے حکم دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت نے شوہر کی روئی سے سوت کاتا پھر جدائی ہونے سے پہلے یا بعد جدائی کے اس سوت میں دونوں نے اختلاف کیا پس اگر مرد نے جو روئی کو سوت کاتنے کا حکم دیا ہو مثلاً یوں کہا کہ اس روئی سے میرے واسطے سوت کات دے تو سوت شوہر کا ہوگا اور عورت کی اس پر کچھ اجرت نہ ہوگی لیکن اگر شوہر نے اس کے واسطے کوئی اجرت معلوم مقرر کر دی ہو تو عورت کو وہ اجرت ملے گی اور اگر شوہر نے اجرت مجہول مقرر کی ہو یا یہ شرط کی ہو کہ سوت و کپڑا دونوں میں مشترک ہوگا تو سوت شوہر کا ہوگا اور عورت کے واسطے مرد پر اجر المثل[2] واجب ہوگا اور اگر دونوں نے اجرت میں اختلاف کیا چنانچہ بیوی نے کہا کہ میں نے اجرت پر کاتا ہے اور شوہر نے کہا کہ بلا اجرت تھا تو قسم کے ساتھ شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر شوہر نے عورت سے کہا ہو کہ تو اس کو اپنے واسطے کات لے تو سوت عورت ہی کا ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا چنانچہ مرد نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ تو میرے واسطے سوت کات دے اور عورت نے دعویٰ کیا کہ نہیں بلکہ تو نے کہا تھا کہ اپنے واسطے سوت کات لے تو شوہر کا قول قسم کے

---

[1] یہ وجوب بمعنی فعل لابد نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر لینا چاہے تو گواہ لائے۔

[2] اجر المثل یعنی جو ایسے کام کی مزدوری ہوتی ہے عورت کو وہ دیا جائے گا۔

ساتھ قبول ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اس روئی کا سوت کات تا کہ سوت [1] ہمارے واسطے حاصل ہو تو سوت مرد ہی کا ہوگا اور عورت کے واسطے اجرالمثل واجب ہوگا اور اگر اسی قدر کہا کہ اس کا سوت کات اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو سوت شوہر کا ہوگا اور اگر عورت کو سوت کاتنے سے منع کر دیا ہو مگر اس نے روئی لے کر سوت کات لیا تو یہ غصب ہے پس سوت عورت کا ہوگا اور عورت پر اس روئی کے مثل روئی شوہر کو دینی واجب ہوگی اور اگر اس صورت میں دونوں نے اختلاف کیا کہ شوہر نے کہا کہ تو نے میری اجازت سے سوت کاتا ہے اور عورت نے کہا کہ بدوں تیری اجازت کے میں نے کات لیا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر شوہر روئی اپنے گھر لایا اور عورت سے کچھ نہیں کیا پھر عورت نے اس کا سوت کات لیا پس اگر شوہر روئی فروش ہو تو عورت پر اس روئی کے مثل روئی واجب ہوگی اور یہ سوت اسی عورت کا ہوگا اور اگر وہ روئی فروش نہ ہو پس اگر شوہر دعویٰ کرتا ہو کہ میں نے اجازت دی تھی تو شوہر کا قول قبول ہوگا چنانچہ اگر شوہر گھر میں گوشت لائے اور عورت اس کی اس کو پکا دے تو طعام شوہر کا ہوتا ہے اور اسی طرح اگر کپڑے میں اختلاف کیا چنانچہ شوہر نے کہا کہ تو نے جولاہا کو کپڑا بننے کے واسطے سوت میری اجازت سے دیا ہے اور عورت نے کہا کہ بغیر اجازت دیا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نکاح فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کی روئی اس کی اجازت سے کاتی اور یہ دونوں اس کا کپڑا فروخت کیا کرتے تھے اور اس کے ثمن سے اپنی ضرورت کا سامان خریدا کرتے تھے اور دونوں نے تھان میں سے تھوڑے کپڑے گھر کے بنائے تو یہ تھان اور جو چیز اس کے عوض خریدی گئی ہے سب مرد کی ہوگی سوائے ان چیزوں کے جو مرد نے عورت کے واسطے خریدی ہیں یا عادت سے یہ بات معلوم ہو کہ یہ چیز شوہر نے عورت کے واسطے خریدی ہے تو یہ عورت کو ملے گی اور بیوع فتاویٰ ابواللیثؒ میں ہے کہ ایک مرد اپنی عورت کو اس کی ضرورت کی چیزیں دیا کرتا تھا اور کبھی کبھی اس کو درہم بھی دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ان درہموں سے روئی خرید کر اس کا سوت کات پس عورت روئی خرید کر کاتتی تھی پھر اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے خانہ داری کے اسباب خریدتی تھی تو یہ اسباب تو یہ اسباب عورت کا ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت نے شوہر کے نام سے اس کی مندمل بنانے کے واسطے روئی کا سوت کاتا اور اس کا کپڑا بنے جانے سے پہلے وہ عورت مر گئی تو یہ سوت اس کے شوہر کا ہوگا ایک شخص اپنی عورت کا قوام ہے یعنی اس کا خرچ اپنے بندوبست سے اٹھاتا ہے اور عورت کے واسطے جوزقہ خریدتا ہے اور عورت اس کا سوت کاتتی ہے اور شوہر یہ سوت جولاہے کو دیتا ہے چنانچہ ایسی صورت میں جولاہے نے چند تھان بنے پھر شوہر و بیوی میں جدائی واقع ہوئی پس اگر عورت نے بدیں غرض بنے ہوں کہ یہ فروخت کیے جائیں یا شوہر کے کپڑے بنائے جائیں تو یہ مرد کے ہوں گے اور اگر عورت نے اپنے واسطے ایسا کیا ہو تو اس کے ہوں گے یہ قنیہ میں ہے۔

باب: ⑧

نکاح فاسد و اس کے احکام کے بیان میں

عورت کا متارکت سے آگاہ ہونا کوئی لازمی شرط نہیں:

جب نکاح فاسد واقع ہو تو شوہر و زوجہ میں قاضی تفریق کرا دے گا پس اگر ہنوز شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو عورت کے واسطے کچھ مہر نہ ہوگا اور نہ عدت واجب ہوگی اور اگر اس عورت کے ساتھ وطی کر لی ہو تو عورت مذکورہ کو مہر مسمّٰی اور مہر مثل

(۱) یعنی ہم دونوں کے واسطے۔

میں سے جو کم مقدار ہو ملے گی بشرطیکہ اس نکاح میں مہر مسمی ہو گیا ہو اور اگر نکاح میں کچھ مہر قرار نہ پایا ہو تو عورت مذکورہ کو مہر مثل چاہے جس قدر ہو ملے گا اور عدت واجب ہو گی اور جماع وہ معتبر ہے جو فرج کی راہ سے ہوتا کہ مرد مذکور معقود علیہ بھر پانے والا ہو جائے اور عدت اس وقت سے شمار ہو گی کہ جب قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی ہے اور یہ ہمارے علمائے ثلاثہ کا مذہب ہے یہ محیط میں ہے اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ نکاح فاسد میں جو طلاق ہوتی ہے وہ متارکت یعنی باہم ایک دوسرے کو چھوڑ دینا ہے طلاق شرعی نہیں ہے چنانچہ تعداد اطلاق یعنی تین طلاق میں سے کوئی عدد[1] کم نہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے اور نکاح فاسد میں بعد دخول کے متارکت فقط بقول ہوتی ہے مثلاً یوں کہے کہ میں نے تیری راہ چھوڑ دی یا تجھے چھوڑ دیا اور خالی نکاح کے انکار سے متارکت نہ ہو گی لیکن اگر انکار کے ساتھ یہ بھی کہا کہ تو جا کر اپنا نکاح کر لے تو یہ کتارکت ہو گی اور بعد دخول واقع ہونے کے ایک کے دوسرے کے پاس نہ جانے سے متارکت نہ ہو گی اور صاحب المحیط نے فرمایا کہ قبل دخول کے بھی متارکت (۱) بدوں قول کے متحقق نہیں ہوتی ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو بدوں حضوری دوسرے کے فسخ نکاح کا اختیار ہوتا ہے اور بعد دخول واقع ہونے کے بدوں دوسرے کی حضوری کے فسخ نکاح کا اختیار نہیں رہتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور دونوں میں سے جو متارک (۲) نہیں ہوا ہے اس کا آگاہ ہونا متارکت صحیح ہونے کے واسطے شرط ہے اور یہی صحیح ہے چنانچہ اگر اس کو آگاہی نہ ہوئی تو عورت کی عدت منقضی نہ ہو گی یہ قنیہ میں ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت کا متارکت سے آگاہ ہونا شرط نہیں ہے جیسے کہ طلاق میں شرط نہیں ہے اور عدت وفات کی نکاح فاسد میں واجب نہیں ہوتی ہے اور نہ نفقہ واجب ہوتا ہے اور اگر نکاح فاسد میں نفقہ سے صلح کرے تو جائز نہیں ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور نکاح فاسد سے جو اولاد پیدا ہو اس کا نسب ثابت ہوتا ہے اور دخول کے وقت سے امام محمدؒ کے نزدیک نسب کے واسطے مدت شمار کی جائے گی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تبیین میں ہے نکاح فاسد میں دخول سے پہلے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا ہے چنانچہ اگر کسی عورت سے بنکاح فاسد[2] نکاح کیا پھر اس کی ماں کو بشہوت چھوا پھر اس عورت منکوحہ کو چھوڑ دیا تو اس کو اختیار[3] ہو گا چاہے اس کی ماں سے نکاح کر لے یہ خلاصہ میں ہے۔

اور اگر مطلقہ نے نکاح کیا پھر کہا کہ میں عدت میں تھی تو اُس کے قول کی تصدیق سے پہلے کن چیزوں کا جائزہ لینا چاہیے؟

آزاد نے اگر اپنی بیوی کو خریدا تو نکاح فاسد ہو جائے گا بخلاف غلام ماذون کے کہ اگر اس نے اپنی بیوی کو خرید تو یہ حکم نہیں ہے یہ سراجیہ میں ہے اور نکاح فاسد میں دخول کرنے سے محصن نہ ہو گا اور اگر بعد تفریق اس عورت سے وطی کی تو حد ماری جائے گی یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر بنکاح فاسد عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ خلوت کی پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے دخول سے انکار کیا تو امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں فرمایا کہ نسب ثابت ہو گا اور مہر و عدت واجب ہو گی اور دوسری روایت میں فرمایا کہ نسب ثابت نہ ہو گا اور مہر و عدت واجب نہ ہو گی اور اگر مرد نے اس کے ساتھ خلوت نہ کی ہو تو بچہ مرد مذکور کو لازم نہ

---

[1] یعنی اگر بعد اس کے نکاح صحیح کر لے تو اس کو پورے تین طلاق کا اختیار رہے گا اور دو طلاق اس عورت کے حق میں مغلظ شمار نہ ہوں گے۔

[2] قال المترجم واضح رہے کہ علما نے فرمایا کہ چاہے نکاح فاسد کہو یا باطل کہو فرق نہیں ہے فتفکر۔

[3] اختیار ہو گا اور اگر نکاح صحیح ہوتا تو یہ نکاح جائز نہ ہوتا اور اگر ماں کو بشہوت نہ چھوا ہو تو عورت سے بھی دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔

(۱) ایک دوسرے کو چھوڑ دینا۔

(۲) چھوڑ دینے والا۔

ہوگا یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص اپنی باکرہ بیوی کے پاس سے برسوں غائب رہا اور عورت مذکورہ نے کسی مرد سے نکاح کر لیا اور کئی بچے پیدا ہوئے یا عورت گرفتار ہو گئی اور حربی کافر نے اس سے نکاح کیا اور کئی بچہ پیدا ہوئے یا عورت مذکورہ نے طلاق کا دعویٰ کر کے عدت پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی یا اس کو اس کے شوہر کی موت کی خبر پہنچی اور اس نے عدت پوری کر کے دوسرے مرد سے نکاح کیا اور اولاد ہوئی تو امامؒ کے نزدیک یہ اولاد پہلے شوہر کی کہلائے گی خواہ پہلا شوہر ان کی نفی کرے یا عورت کرے خواہ دوسرا شوہر نفی کرے یا دعویٰ کرے خواہ چھ مہینے سے کم میں جنی یا دو برس سے زیادہ میں اور دوسرے شوہر کو روا ہوگا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ان اولاد کو دے اور اگر انہوں نے دوسرے شوہر کے واسطے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور عبدالکریم جرجانی نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ ایسی اولاد دوسرے شوہر کی ہوگی اور امام نے اس قول کی طرف رجوع کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تجنیس میں ہے اور یہی فتاویٰ قاضی و سراجیہ میں ہے اور اسی پر صدر الشہیدؒ نے فتویٰ دیا ہے اور امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ فتویٰ اس قول پر ہے کہ یہ اولاد اول کی ہوگی اس واسطے کہ نص سے یہ ثابت ہے کہ اولاد اس کی ہوتی ہے جس کا فراش ہے اور اگر اس صورت میں شوہر اول موجود ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اولاد پہلے خاوند کی ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس عورت کو اسقاط ہوا کہ جس کی خلقت ظاہر ہو گئی تھی اور یہ اسقاط نکاح سے چار مہینہ پر ہوا تو جائز[1] ہے اور چار مہینے سے ایک روز بھی کم ہو تو جائز نہ ہوگا اور اگر مطلقہ یعنی طلاق دی ہوئی عورت نے نکاح کیا پھر کہا کہ میں عدت میں تھی تو دیکھا جائے گا کہ اگر پہلے شوہر کے طلاق دینے اور دوسرے کے نکاح کرنے میں دو مہینہ سے کم ہوں تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور نکاح فاسد ہوگا اور اگر پورے دو مہینے یا زیادہ ہوں تو تصدیق نہ کی جائے گی اور نکاح صحیح ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

باب : ⑨

رقیق کے نکاح کے بیان میں

غلام قن و مکاتب اور مدبر اور باندی و ام ولد کا نکاح جو بدوں اجازت مالک کے ہو وہ موقوف رہتا ہے پس اگر مولیٰ نے اجازت دے دی تو جائز ہوگا یعنی نافذ ہو جائے گا اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا اور اگر ان لوگوں نے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا تو مہر انہیں پر ہوگا یعنی قن و مکاتب و مدبر پر ہوگا لیکن مہر کے مطالبہ میں قن تو فروخت کیا جا سکتا ہے اور مکاتب[2] و مدبر فروخت نہ کئے جائیں گے بلکہ مہر کے واسطے سعایت کریں گے یہ وقایہ میں ہے اسی طرح ام ولد کے بچہ کا اور جس کا کوئی حصہ آزاد کیا گیا ہے یہی حکم ہے کہ مہر کے واسطے فروخت نہ کئے جائیں گے بلکہ مہر کے واسطے سعایت کریں گے یہ تبیین میں ہے اور اسی طرح جو باندی کہ مکاتبہ ہو گئی ہو وہ مثل غلام مکاتب کے اپنے آپ نکاح میں جو مختار نہیں ہے تاوقتیکہ مولیٰ سے اجازت نہ لے نکاح نہیں کر سکتی ہے اور اسی طرح غلام ماذون کو بھی یہ اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ مولیٰ نے اس کو معاملات تجارت میں اجازت دی ہے اور نکاح کر لینا تجارت میں داخل نہیں ہے اور اسی طرح مدبرہ باندی بھی نکاح کرنے میں خود مختار نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور جو غلام محض مملوک ہو وہ مہر کے واسطے فروخت کیا جائے گا[(1)] چنانچہ اوپر بیان ہوا ہے پھر اگر مہر کے واسطے غلام ایک دفعہ فروخت کیا گیا اور ثمن سے مہر پورا ادا نہ ہوا تو دوبارہ فروخت نہ کیا جائے گا بلکہ بعد آزاد ہونے کے غلام سے باقی کا مطالبہ ہوگا اس وجہ سے کہ وہ بعوض تمام مہر کے بیچ ہے بخلاف

[1] جائز ہے یعنی وہ اسی نکاح سے حاملہ ہوئی ہے اور اول ہی شب علوق ہوا اور اگر کم ہو تو پہلے سے حاملہ تھی پس نکاح جائز نہ ہوگا مگر آنکہ اسی کے زنا سے ہو۔

[2] مکاتب جب تک مکاتب ہے فروخت نہیں ہو سکتا پھر جب عاجز ہو کر رقیق کر دیا جائے تو فروخت ہوگا اور مولیٰ اپنی حق تلفی پر راضی ہو چکا تھا۔

(1) بشرطیکہ باجازت مولیٰ نکاح کیا ہو۔

نفقہ کے کہ نفقہ کے واسطے بار بار ایک بعد دوسرے کے فروخت ہوتا رہے گا یہاں تک کہ پورا ہو جائے گا اور اگر غلام مر گیا تو مہر و نفقہ ساقط ہو جائے گا یہ تبیین میں ہے جو مہر غلام (۱) پر بدوں اجازت مولیٰ کے واجب ہو اس کے واسطے بعد آزادی (۲) کے ماخوذ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے ایک عورت سے ہزار درہم پر اپنے غلام کے ساتھ نکاح کر دیا پھر اسی عورت کے ہاتھ نوسو درہم کو غلام مذکور فروخت کر دیا:

اور اگر اپنے غلام کے کسی عورت کا نکاح کر دینے کے بعد غلام کو فروخت کیا تو اس کا مہر غلام کی گردن پر ہوگا کہ جہاں وہ جائے اس کے ساتھ ہوگا اور یہی صحیح ہے جیسے اگر کسی شخص کا مال تلف کر دیا اور اس کا تاوان واجب ہوا تو وہ غلام کی گردن پر ہوتا ہے جہاں جائے اس کے ساتھ جاتا ہے اور اگر غلام کے ساتھ کوئی آزادہ عورت بیاہ دی پھر غلام کو آزاد کر دیا تو عورت مذکورہ مختار ہوگی چاہے مولیٰ سے تاوان لے یا غلام سے پس غلام کی قیمت اور مقدار مہر میں سے جو کم مقدار ہو اس کا ضامن ہوگا اور اگر اپنے مدبر غلام کے ساتھ کسی عورت کا نکاح کیا پھر مولیٰ مر گیا تو مہر اس غلام کی گردن پر ہوگا کہ جب آزاد کیا جائے[۱] تو اس سے مواخذہ کیا جائے گا یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے ہزار درہم پر اپنے غلام کے ساتھ نکاح کر دیا پھر اسی عورت کے ہاتھ نوسو درہم کو غلام مذکور فروخت کر دیا حالانکہ غلام مذکور اس کے ساتھ دخول کر چکا ہے تو عورت مذکورہ نوسو درہم اپنے مہر میں لے لے گی اور نکاح باطل ہو جائے گا اور باقی سو درہم عورت مذکورہ غلام سے کبھی نہیں لے سکتی ہے اگرچہ وہ آزاد ہو جائے اور اگر کسی دوسرے شخص کے ہزار درہم اس غلام پر قرضہ ہوں اور اس نے اس عورت کے ہاتھ فروخت کئے جانے کی اجازت دے دی تو نوسو درہم ثمن مذکور قرض خواہ و عورت مذکورہ کے درمیان تقسیم ہوں گے کہ عورت اپنے ہزار درہم مہر کے حساب سے اور قرض خواہ اپنے ہزار درہم قرضہ کے حساب سے اس ثمن میں حصہ دار قرار دیے جائیں گے پھر اس کے بعد عورت مذکورہ اس غلام سے کبھی باقی نہیں لے سکتی ہے اور قرض خواہ بعد اس کے آزاد ہو جانے کے اپنا باقی قرضہ لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی عورت سے بنکاح فاسد نکاح کیا پھر چاہا کہ بنکاح صحیح اس سے نکاح کر لے اور مولیٰ سے دوبارہ اجازت نہیں لی تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو یہ اختیار نہ ہوگا:

مولیٰ کو اپنے سب مملوکوں پر نکاح کے واسطے جبر کرنے کا اختیار ہے سوائے ایسے غلام یا باندی کے جس کو مکاتب کر دیا ہو کذفی العتابیہ پس مکاتب و مکاتبہ نکاح کے واسطے مجبور نہیں کئے جا سکتے ہیں اگرچہ صغیر ہوں اور یہ مسئلہ نہایت غریب مسائل میں سے ہے کہ امر نکاح میں صغیر و صغیرہ کی رائے کا اعتبار کیا گیا ہے حتیٰ کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر مولیٰ نے ان دونوں کا نکاح کیا تو ان دونوں کی اجازت پر موقوف ہوگا اور پھر اگر دونوں مال ادا کر کے آزاد ہو گئے تو جب تک دونوں صغیر رہیں تب تک ان کی رائے کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ تنہا مولیٰ کی رائے و والی[۲] کی رائے معتبر ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر مولیٰ نے مکاتبہ صغیرہ کا نکاح کیا پھر وہ مال کتابت ادا کرنے

[۱] اس میں اشارہ ہے کہ مدبر بغیر آزاد کئے آزاد نہ ہوگا اور کتاب الشروط میں صریح مذکور ہے فاحفظ۔

[۲] والی حاکم اسلام۔

(۱) یعنی مولیٰ نے نکاح کی اجازت نہیں دی۔

(۲) فی الحال ماخوذ نہ ہوگا۔

سے پہلے نکاح پر راضی ہوگئی اور اجازت دے دی پھر مال ادا کر کے آزاد ہوگئی تو فی الحال اس کو خیار حاصل نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ صغیرہ ہے پھر جب بالغہ ہوگی تو وقت بلوغ کے اس کو خیار عتق حاصل ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر اس مکاتبہ نے نہ نکاح کی اجازت دی اور نہ روکا یہاں تک کہ عاجز ہوگئی اور رقیق کر دی گئی تو نکاح مذکور باطل ہو جائے گا چنانچہ اگر پھر اس نے اجازت دی تو کچھ کار آمد نہ ہوگا اور اگر بجائے مکاتبہ باندی کے مکاتب غلام صغیر ہو کہ مولیٰ نے بدوں اس کی اجازت کے کسی عورت سے اس کا نکاح کیا پھر وہ عاجب ہو کر رقیق کر دیا گیا تو نکاح باطل نہ ہوگا بلکہ مولیٰ کی اجازت پر موقوف رہے گا یہ محیط میں ہے اور نکاح کی اجازت دینا نکاح فاسد کو بھی شامل ہے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط نکاح صحیح پر ہوگا یہ تبیین میں ہے پس اگر کسی عورت سے بنکاح فاسد نکاح کیا پھر چاہا کہ بنکاح صحیح اس سے نکاح کر لے اور مولیٰ سے دوبارہ اجازت نہیں لی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کو یہ اختیار نہ ہوگا اس واسطے کہ نکاح فاسد کر لینے پر اجازت پوری[1] ہوگئی یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنے غلام کے واسطے مطلقاً نکاح کر لینے کی اجازت دی پس اس نے بنکاح فاسد ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک غلام مذکور پر فی الحال مہر لازم ہو گا کذا فی المحیط چنانچہ اگر موجب[2] ادا پایا جائے تو غلام مذکور کو فی الحال فروخت کر کے مہر دیا جائے گا بخلاف صاحبینؒ کے کہ بعد آزاد کے ماخوذ ہوگا اور اگر مولیٰ نے صریحاً اس کو نکاح فاسد کی اجازت دی ہو تو نکاح فاسد کر کے دخول کر لینے سے بالاتفاق فی الحال اس پر مہر لازم ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنے غلام کو مطلقاً نکاح کی اجازت دی پس اس نے دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو دونوں میں سے کوئی عورت جائز نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ اجازت کے ساتھ کوئی ایسی بات پائی جائے جس سے عام اجازت ہونا ثابت ہو مثلاً یوں کہا کہ جس قدر عورتوں سے تیرا جی چاہے نکاح کر لے یا اس کے مثل الفاظ بیان کیے تو البتہ ہو سکتا ہے کہ اجازت عام ہوگی پس دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر مولیٰ نے نکاح کے بعد کہا کہ میری مراد یہ تھی کہ دو عورتوں سے چاہے نکاح کر لے تو دونوں کا نکاح جائز ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر غلام یا باندی نے بدوں اجازت مولیٰ کے نکاح کیا پھر قبل دخول کے مولیٰ نے اجازت دی یا بعد دخول کے اجازت دی تو ایک ہی یعنی مہر مسمیٰ واجب ہوگا اور اگر قبل اجازت کے غلام نے طلاق دی تو توقف[3] باطل ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور باندی کا جو کچھ مہر لازم آئے وہ مولیٰ کا ہوگا خواہ فقط عقد سے لازم ہوا ہو یا بسبب دخول کے واجب ہوا ہو خواہ مہر مسمیٰ ہو یا مہر مثل ہو خواہ باندی مذکورہ قنہ یعنی محض مملوکہ ہو یا مدبرہ ہو یا ام ولد ہو سوائے مکاتبہ باندی کے اور سوائے ایسی باندی کے جس میں سے کسی قدر آزاد کیا گیا ہے کہ مہر واجب انہیں دونوں کا ہوگا یہ بدائع میں ہے ایک شخص نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا یا اس نے باجازت مولیٰ خود نکاح کیا پھر وہ آزاد کی گئی تو باندی مذکورہ کو خیار عتق حاصل ہوگا اور مہر مولیٰ کا ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر اپنی باندی کا نکاح کر دیا پھر اس کو آزاد کیا پھر شوہر نے اس کے مہر میں بڑھایا تو یہ زیادتی مولیٰ کی ہوگی یہ ابن رستم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ زیادتی باندی کی ہوگی اور اسی طرح اگر اس کو فروخت کیا پھر شوہر نے مہر میں بڑھایا تو بڑھتی مشتری کی ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر

---

[1] قولہ پوری ہوگئی یعنی جو اجازت مولیٰ نے غلام کو نکاح کرنے کی دی تھی وہ غلام نے جبکہ نکاح فاسد کر لیا پوری ہو چکی لہٰذا اس نکاح صحیح کا اختیار اس کو نہ ہوگا تاوقتیکہ دوبارہ اجازت نہ لے۔

[2] موجب ادا مثلاً مدخولہ کا مہر معجل ہو اور اس نے طلاق دے دی تو فی الحال ادا کرنا واجب ہوا۔

[3] توقف یعنی اب اجازت پر منعقد نکاح موقوف نہ رہا بلکہ نکاح ہی باطل ہوگیا۔

غلام نے بدوں اجازت مولیٰ کے نکاح کر لیا پھر مولیٰ نے اس سے کہا کہ اپنی بیوی کو رجعی طلاق دے دی تو یہ اجازت ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر مولیٰ نے اس سے کہا کہ عورت کو طلاق دے دے یا کہا کہ عورت کو چھوڑ دے تو یہ اجازت نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے پھر واضح رہے کہ مولیٰ کا اجازت دینا تصریح سے ثابت ہے مثلاً یوں کہا کہ میں نے اجازت دی یا میں اس پر راضی ہوا یا میں نے اذن دیا اور نیز بدلالت بھی خواہ بقول ہو یا فعل ہو ثابت ہوتا ہے مثلاً مولیٰ نے نکاح کی خبر سننے پر کہا کہ یہ اچھا ہے یا ثواب ہے یا تو نے خوب کیا یا اللہ تعالیٰ تجھے اس عورت کے ساتھ برکت عطا فرمادے یا کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے یا عورت کے پاس اس کا مہر بھیج دیا یا تھوڑا مہر بھیجا تو یہ بدلالت اجازت ہے اور فعلی اجازت مہر بھیجنے سے ثابت ہوتی ہے بخلاف ہدیہ بھیجنے کے کہ یہ اجازت نہیں ہے اور فقیہ ابوالقاسم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی اجازت نہیں ہے مگر اجازت ہونا مختار فقیہ ابواللیثؒ ہے اور اسی پر شیخ حسام الدین صدر شہیدؒ فتویٰ دیتے تھے لیکن اگر معلوم ہو کہ یہ اقوال بطور استہزاء و ٹھٹھے کے صادر ہوئے ہیں تو یہ حکم نہ ہوگا اور نکاح کے معاملہ میں اذن[1] دینا اجازت نہیں ہے پھر اگر غلام کے کئے ہوئے فعل کی اجازت دے دی تو استحساناً نکاح جائز ہوگا جیسے اگر غلام نے اس طرح اجازت دی تو جائز ہے چنانچہ اگر ایک فضولی نے کسی عورت کا نکاح ایک غلام کے ساتھ کیا پھر مولیٰ نے اس غلام کو نکاح کرنے کا اذن دے دیا پھر غلام نے فضولی کے کئے ہوئے کی اجازت دے دی تو نکاح جائز ہوگا یہ تبیین میں ہے۔

ایک باندی نے بدوں اجازت اپنے مولیٰ کے نکاح کر لیا اور سو درہم مہر ٹھہرائے پھر مولیٰ نے شوہر سے کہا کہ میں نے اس شرط سے اجازت دی کہ تو میرے واسطے پچاس درہم بڑھا دے اور شوہر نے اس سے انکار کیا تو یہ اجازت نہیں ہے اور نہ رد ہے پس مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ چاہے اجازت دے دے اور اسی طرح اگر کہا کہ نہیں اجازت دیتا ہوں یہاں تک کہ تو میرے واسطے پچاس درہم بڑھا دے یا الا پچاس درہم بڑھانے پر تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر نے اس کو قبول کر لیا تو یہ زیادتی اصل مہر کے ساتھ مل کر یکدست مہر قرار دیا جائے گا اور اگر کہا کہ میں نکاح کی اجازت نہیں دیتا ہوں لیکن تو مجھے پچاس درہم بڑھا دے یا میں نکاح کی اجازت نہیں دیتا ہوں اور اجازت دے دوں اگر تو مجھے بارہ درہم بڑھا دے تو یہ نکاح کا رد ہی اور نکاح اول باطل ہو جائے گا اور اگر کہا کہ میں نے پچاس دینار پر نکاح کی اجازت دی اور شوہر نے اس کو قبول کیا تو پچاس دینار پر نکاح صحیح ہو جائے گا یہ کافی میں ہے۔ اگر شوہر نے اپنی زوجہ سے جو غیر کی باندی تھی اور مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا ہے کہا کہ تیرے لئے پچاس درہم ہوں گے اس شرط پر کہ تو مجھے اختیار کرے تو اس کے اختیار کرنے پر عقد لازم ہوگا اور اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر کہا کہ تو مجھے اختیار کر لے اور تیرے واسطے پچاس درہم تیرے مہر میں زیادہ ہیں تو صحیح ہے اور یہ زیادتی مولیٰ کے واسطے ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

غلام ماذون، طفل ماذون، مضارب وشریک عنان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باندی کا نکاح نہیں کر سکتے:

اگر باندی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا پھر مولیٰ نے گواہوں کے حضور میں اجازت دی تو نکاح صحیح نہ ہوگا یہ کافی میں ہے باپ و دادا و وصی و قاضی و مکاتب و شریک مفاوض[2] یہ سب لوگ باندی کے نکاح کر دینے کے مجاز ہیں اور غلام کا نکاح نہیں کر سکتے ہیں اور غلام ماذون و طفل ماذون و مضارب و شریک عنان امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک باندی کا نکاح نہیں کر سکتے ہیں اور اگر باپ نے یا

---

1. اذن یعنی کہا کہ میں نے تجھے نکاح کے معاملہ میں اجازت دی تو اس لفظ سے اس کو نکاح کی اجازت حاصل نہ ہوگی۔
2. مفاوض برابر کفالت سے مساوی شریک عنان میں مساوات شرط نہیں ہے کتاب الشرکۃ دیکھو۔

وصی نے صغیر کی باندی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ کر دیا تو نہیں جائز ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ کر دیا تو عورت کا مہر اس پر لازم نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اس عورت کے امر طلاق کا اختیار میرے ہاتھ میں ہے جب چاہوں گا طلاق دے دوں گا پس اگر مولیٰ نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے اس باندی کا نکاح تیرے ساتھ اس شرط پر کیا کہ اس باندی کے امر طلاق کا اختیار میرے قبضہ میں ہے جب چاہوں گا طلاق دے دوں گا اور غلام نے قبول کیا تو صحیح ہے اور اختیار طلاق مولیٰ کے قبضہ میں ہوگا اور اگر غلام نے ابتدا کی اور کہا کہ اپنی باندی کا نکاح میرے ساتھ کر دے بدیں شرط کہ طلاق کا اختیار تیرے قبضہ میں ہے جب تیرا جی چاہے طلاق دے دینا پس مولیٰ نے نکاح کر دیا تو امر طلاق کا اختیار مولیٰ کے قبضہ میں نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر باپ نے پسر کی باندی کا نکاح پسر کے غلام سے کر دیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور اس میں امام زفرؒ نے خلاف کیا ہے اور اس وجہ سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کہ ایسی صورت میں مہر غلام کی گردن سے متعلق نہیں ہوتا ہے اور نہ اس میں ضرر ہے پس باپ کو اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر غلام نے یا مکاتب نے یا مدبر نے یا ام ولد کے پسر[1] نے بدوں اجازت مولیٰ کے نکاح کیا پھر قبل اجازت مولیٰ کے اس کو تین طلاق دے دیں تو یہ طلاق بمعنی متارکت نکاح ہے اور در حقیقت طلاق نہیں ہے حتیٰ کہ[ا] عدد طلاق میں سے کچھ کم نہ ہوگا اور اگر بعد طلاق کے اس عورت[ع] سے وطی کی تو حد ماری جائے گی اور اگر طلاق کے بعد مولیٰ نے اجازت دی تو کچھ کارآمد نہ ہوگی اور اگر ایسی طلاق کے بعد مولیٰ نے اجازت دی کہ اس عورت سے نکاح کر لے تو میرے نزدیک نکاح کر لینا مکروہ ہے لیکن اگر نکاح کر لیا تو میں دونوں میں تفریق نہ کروں گا یہ محیط میں ہے اور اگر باندی دو شخصوں میں مشترک ہے پھر ایک مولیٰ نے اس کا کسی سے نکاح کر دیا اور شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا تو دوسرے مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ نکاح توڑ دے پس اگر نکاح توڑ دیا تو باندی مذکورہ کو نصف مہر المثل ملے گا اور جس مولیٰ نے نکاح کر دیا ہے اس کو نصف مسمیٰ و نصف مہر المثل دونوں میں سے کم مقدار ملے گی یہ ظہیریہ میں ہے ایک باندی مجہول النسب ہے اس نے اپنے شوہر کے باپ کے واسطے اقرار کیا کہ اس کی رقیق ہوں اور شوہر نے کہا کہ یہ اصل حرہ ہے پھر باپ مرگیا تو نکاح فسخ ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے ایک باندی نے بدوں اجازت مولیٰ کے نکاح کیا پھر مولیٰ نے اس کو فروخت کیا پھر مشتری نے نکاح کی اجازت دے دی پس اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں اس واسطے کہ مشتری کے حق میں یہ باندی بسبب خرید کے قطعی حلال ہوگی اور حلت قطعی جب حلت موقوف[2] پر طاری ہوتی ہے تو حلت موقوف کو باطل کر دیتی ہے لہٰذا اگر مشتری ایسا شخص ہو جس کو اس باندی سے وطی کرنا حلال ہی نہ ہو تو نکاح مذکور مطلقاً جائز ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اسی طرح مکاتبہ باندی نے اگر بغیر اجازت مولیٰ کے نکاح کیا پھر مولیٰ مرگیا پھر وارث نے اس کے نکاح کی اجازت دی تو اجازت صحیح ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

غلام نے اگر حرہ عورت سے یا مکاتبہ نے اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو جائز نہیں:

مکاتب کا نکاح باجازت وارث جائز ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنے غلام کو اجازت دی کہ اپنے رقبہ پر نکاح کرے پس اس نے باندی یا مدبرہ یا ام ولد سے ان کے مولیٰ کی اجازت سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو جائز ہے اور یہ غلام ان عورتوں[ع]

[ا] یعنی نکاح کی منکوحہ کو تین طلاق یا دو طلاق کا جس قدر اختیار تھا اس میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

[ع] اور اگر واقعی طلاق ہوتی تو تین طلاق کی صورت میں حد نہ ماری جاتی فافہم۔

[ع] قولہ عورتوں یعنی ان میں سے جس کسی ایک کے ساتھ نکاح کیا اس کے مولیٰ کا ہو جائے گا۔

(۱) جو مولیٰ کے نطفہ سے نہیں ہے۔ (۲) کیونکہ مولیٰ کی اجازت پر نکاح موقوف تھا۔

کے مولیٰ کا ہو جائے گا اور اگر حرہ عورت سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو نہیں جائز ہے اور اسی طرح اگر مکاتبہ سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا تو بھی نہیں جائز ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ غلام کو یہ اجازت دی کہ اپنے رقبہ پر کسی عورت سے نکاح کر لے اور اگر صرف یہ اجازت دی کہ کسی عورت سے نکاح کر لے اور یہ نہ کہا کہ اپنے رقبہ پر نکاح کر لے پس اس نے آزاد یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد سے اپنے رقبہ نکاح کیا تو استحساناً اس کی قیمت پر نکاح جائز ہوگا یہ محیط میں ہے اور یہ جواز اس وقت ہے کہ اس کی قیمت مہر مثل کے برابر ہو یا اس قدر زائد ہو کہ جس قدر لوگ اپنے اندازہ میں خسارہ اٹھا لیتے ہیں اور اگر اس قدر زیادہ ہو کہ لوگ اپنے اندازہ میں ایسا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو نہیں جائز ہے حتیٰ کہ اگر اس صورت میں عورت کے ساتھ دخول کر لیا ہو تو غلام مذکور سے مہر کا مطالبہ نہ کیا جائے گا یہاں تک کہ غلام مذکور آزاد ہو جائے یہ کافی میں ہے اور اگر اپنے مکاتب یا مدبر کو اجازت دی کہ اپنے رقبہ پر نکاح کر لے پس اس نے اپنے رقبہ پر باندی یا مدبرہ یا ام ولد سے نکاح کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر آزادہ یا مکاتبہ سے نکاح کیا تو بھی جائز ہے پھر جب نکاح جائز ہوا تو مکاتب یا مدبر پر واجب ہوگا کہ اپنی قیمت کی قدر سعایت کر کے ادا کرے ایک غلام نے آزادہ یا باندی یا مکاتبہ یا ام ولد یا مدبرہ سے بدوں اجازت مولیٰ کے اپنے رقبہ پر نکاح کیا پھر مولیٰ کو یہ خبر پہنچی اور اس نے اجازت دے دی پس اگر اس نے باندی یا ام ولد یا مدبرہ سے نکاح کیا ہو تو مولیٰ کی اجازت کارآمد ہوگی اور نکاح صحیح ہوگا اور اگر آزاد یا مکاتبہ سے نکاح کیا ہو تو اجازت کارآمد نہ ہوگی اور اگر اس نے کسی آزاد عورت سے اپنے رقبہ پر نکاح کر کے دخول کر لیا ہو تو غلام پر اپنی قیمت اور عورت کے مہر المثل دونوں میں سے کم مقدار لازم ہوگی پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر بعد اجازت مولیٰ کے اس نے دخول کر لیا ہے تو یہ مقدار مہر کی اس کی گردن پر قرضہ ہوگی کہ اس کے واسطے غلام فروخت کیا جائے گا الا یہ کہ مولیٰ اس قدر روپے دے اور اگر مولیٰ کی اجازت نکاح دینے سے پہلے غلام نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہے تو غلام مذکور بعد آزادی کے اس مقدار کے لئے جو اس کے ذمہ لازم آئی ہے ماخوذ ہوگا اور اگر کسی باندی یا مدبرہ یا ام ولد سے اپنے رقبہ پر نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کر لیا پس اگر مولیٰ کی اجازت دینے کے بعد دخول کیا ہے تو مہر مسمّٰی ہی لازم ہوگا یعنی رقبہ غلام مذکور پس یہ غلام اس عورت کے مولیٰ کا ہو جائے گا اور اگر اپنے مولیٰ کی اجازت دینے سے پہلے دخول کر لیا ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ مہر مسمّٰی ہی واجب ہوگا یعنی یہ غلام مذکور اس عورت کے مولیٰ کا ہو جائے گا۔

ایک غلام نے بدوں اجازت مولیٰ کے ایک باندی سے نکاح کیا پھر آزادہ سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے دونوں کے نکاح کی اجازت دی تو آزادہ کا نکاح جائز ہوگا:

ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم مذکور بدلیل استحسان ہے یہ محیط میں ہے ایک غلام نے بدوں اجازت مولیٰ کے ایک باندی سے نکاح کیا پھر آزادہ سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے دونوں کے نکاح کی اجازت دی تو آزادہ کا نکاح جائز ہوگا اور اگر آزادہ سے نکاح کیا پھر باندی سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے دونوں نکاحوں کی اجازت دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک آزاد کا نکاح جائز ہوگا اور اسی طرح[1] اگر غلام نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ایک عورت سے پھر ایک عورت سے نکاح کیا پھر مولیٰ کو خبر ہوئی اور اس نے سب کی اجازت دے دی اور ہنوز غلام نے کسی سے دخول نہیں کیا ہے تو تیسری عورت کا نکاح جائز ہوگا اور اگر دخول سب سے کر لیا تو سب کا نکاح فاسد ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر بدوں اجازت مولیٰ کے ایک باندی سے نکاح کیا پھر آزادہ سے پھر ایک باندی سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے سب کے نکاح کی اجازت دی تو اخیر والی باندی کا نکاح جائز ہوگا اور اگر دو آزادہ عورتوں سے نکاح کیا اور دونوں میں سے ایک کے ساتھ دخول کر لیا پھر ایک باندی سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے سب کی اجازت دی تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ہر دو آزادہ کا

---

1. یعنی جہاں یہ فساد بسبب اجتماع کے پیدا ہو۔

نکاح صحیح ہوگا اور اگر دو باندیوں سے ایک عقد میں نکاح کیا اور ایک کے ساتھ دخول کیا پھر دو آزادہ عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا اور ایک کے ساتھ دخول کر لیا پھر مولیٰ نے ہر دو فریق میں سے ایک فریق کی اجازت دی تو ان میں سے کسی کا نکاح جائز نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک غلام نے ایک آزادہ اور ایک باندی سے نکاح کیا پھر ایک آزادہ اور ایک باندی سے نکاح کیا پھر مولیٰ نے سب کی اجازت دی تو دونوں آزادہ کا نکاح جائز ہوگا اور اگر غلام نے ان سب عورتوں سے دخول کر لیا ہو تو سب کا نکاح فاسد ہوگا ایک غلام نے ایک آزادہ عورت سے نکاح کیا پھر غلام نے کہا کہ مولیٰ نے مجھے اجازت نہیں دی تھی اور اس نے نکاح توڑ دیا ہے اور عورت نے کہا کہ اجازت دی تھی تو دونوں میں تفریق کرادی جائے گی اس واسطے کہ غلام نے اقرار کیا کہ نکاح فاسد ہے پس اگر غلام نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو تو عورت کا پورا مہر واجب ہوگا اور اگر نہ کیا ہو تو نصف مہر لازم ہوگا اور نیز عورت کے واسطے نفقہ عدت واجب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اسی طرح اگر اس صورت میں عورت نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ مولیٰ نے اس کو اجازت دی تھی یا نہیں تو بھی یہی حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں جامع الجوامع سے منقول ہے اور اگر کسی نے اپنے غلام ماذون مدیون کا ایک عورت سے نکاح کر دیا تو جائز ہے اور عورت مذکورہ اپنے مہر کے واسطے تمام قرض خواہوں کے ساتھ شریک ہوگی بشرطیکہ نکاح بعوض مہر مثل کے یا کم کے ہو اور اگر مثل سے زیادہ پر نکاح کیا تو قرض خواہوں کے حصہ رسد وصول کر لینے کے بعد بقدر زائد کے اس سے مطالبہ کیا جائے گا جیسے قرضہ صحت و قرضہ مرض کی صورت میں ہوتا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر قبل دخول کے مولیٰ نے باندی کو آزاد کیا اور اس نے شوہر سے فرقت اختیار کی تو مہر ساقط ہوگا:

اگر باندی کے مولیٰ نے باندی مذکورہ کو اس کے شوہر کے ہاتھ فروخت کیا تو مہر ساقط ہو جائے گا اس واسطے کہ فرقت مولیٰ کی طرف سے قبل دخول کے پیدا ہوئی ہے جیسے حرہ میں ہوتا ہے کہ اگر قبل دخول کے اس نے شوہر کے پسر کا بوسہ لیا یا مرتد ہوگئی تو مہر ساقط ہو جاتا ہے یہ تمرتاشی میں ہے اسی طرح اگر قبل دخول کے مولیٰ نے باندی کو آزاد کیا اور باندی نے اس شوہر سے فرقت اختیار کی تو بھی مہر ساقط ہوگا اور اگر باندی کو ایسے مشتری کے ہاتھ فروخت کر دیا جو اس کو شہر سے لے گیا یا ایسی جگہ غائب کر دیا کہ شوہر کی پہنچ نہیں ہو سکتی ہے تو مہر کا مطالبہ ساقط ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد باندی کو حاضر کرے تو اس کو مہر ملے گا یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر مولیٰ نے اس کو کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا پھر اس سے شوہر نے خریدی تو شوہر پر نصف مہر پہلے مولیٰ کے واسطے واجب ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر باندی نے بدوں اپنے مولیٰ کی اجازت کے نکاح کیا پھر مولیٰ نے اس کے ساتھ وطی کی تو نکاح فسخ ہو گیا اور اسی طرح اگر شہوت سے اس کا بوسہ لیا تو فسخ ہو گیا خواہ مولیٰ کو نکاح کا حال معلوم ہو یا نہ ہو یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کوئی باندی خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے اس کا نکاح کر دیا پس اگر بیع پوری ہو جائے تو نکاح جائز ہوگا اور اگر بیع ٹوٹ گئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح باطل ہوگا اور اس میں امام محمدؒ نے اختلاف کیا ہے مگر فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر دیا جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور حق ملک ابتدائی نکاح سے مانع ہوتا ہے مگر بقاء نکاح سے مانع نہیں ہے چنانچہ اگر بیع فاسد ہونے بائع کو باندی واپس لینے کا استحقاق حاصل ہوا تو یہ ابتداءً[1] نکاح صحیح ہونے سے مانع ہوگا اور اگر بائع نے اپنے پسر کے ساتھ مشتری کے پاس سے باندی کا نکاح کر دیا پھر بائع مر گیا اور چونکہ بیع فاسد واقع ہوئی تھی حق استرداد اس پسر کو حاصل ہوا تو جب تک پسر مذکور واپس نہ کرے تب تک نکاح باطل[(1)] نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے

---

[1] ابتدائے نکاح یعنی اگر ملکیت کا حق ہو تو ابتدائے نکاح نہیں ہو سکتا ہاں اگر پہلے بغیر ملک کے نکاح ہوا ہو پھر اتفاق سے شوہر و زوجہ میں سے کوئی دوسرے کا مالک ہوا تو یہ بقائے نکاح کی حالت میں ہوا ہو۔

(1) بلکہ باقی رہے گا۔

لیکن اگر بائع مذکور کے مرجانے کے بعد اس کا بیٹا اس سے نکاح کرے تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر زید کا غلام ہے اور عمرو کی باندی ہے پس دونوں نے باہم بیع کر لی اور زید نے باندی پر قبضہ کر لیا اور پھر عمرو کے ساتھ اس باندی کا نکاح کر دیا پھر غلام مذکور قبضہ کرنے سے پہلے مر گیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر غلام مرجانے کے بعد ابتداءً نکاح کیا تو نہیں جائز ہے یہ کافی میں ہے۔

باندی کے واسطے کونسی شرائط مقتضائے عقد نہیں:

اگر مکاتب نے اپنی زوجہ یا اپنے مولیٰ کی زوجہ کو خریدا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر اس عورت کو بائنہ کر کے پھر اس سے ابتداءً نکاح کیا تو نہیں جائز ہے اور اسی طرح اگر ایک شخص مر گیا اور اس کی دختر اس کے مکاتب کے تحت میں ہے یعنی نکاح میں ہے یا اس کے ایسے غلام کے تحت میں ہے جس کے حق میں اس نے وصیت کی ہے کہ بعد میری موت کے آزاد ہو مگر میت مذکور پر اس قدر قرضہ ہے کہ جو اس کے تمام مال کو محیط ہے تو نکاح دختر فاسد[1] نہ ہوگا اور اسی طرح اگر دو غلام ہوں اور میت نے ان دونوں میں سے ایک غیر معین کے عتق کی وصیت کی ہو تو ان دونوں میں سے جس کے تحت میں میت کی دختر ہے اس کے لحاظ سے دختر کا نکاح فاسد نہ ہوگا قال المترجم لیکن اگر عتق کے واسطے دوسرا متعین ہو کر آزاد ہو گیا تب فاسد ہو جائے گا اور اگر ایسے دونوں غلاموں کی تحت میں ایک ایک دختر مولیٰ کی ہو تو اس کی کوئی روایت موجود نہیں ہے اور اگر مولیٰ نے اپنی باندی کی وصیت اس کے شوہر کے واسطے کر دی تو نکاح فاسد نہ ہوگا یہاں تک کہ مولیٰ کے مرنے کے بعد شوہر مذکور اس وصیت کو قبول کر لے تب فاسد ہو جائے گا اور اگر غلام مذکور پر دختر مولیٰ یا دوسرے کسی کا قرضہ ہو تو غلام[(1)] پر ایسا قرضہ ہونا مانع میراث نہیں ہے لہٰذا نکاح فاسد ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا تو مولیٰ پر یہ واجب نہ ہوگا کہ باندی مذکور اس کے شوہر کی شب باشی میں دے پس باندی مذکور اپنے مولیٰ کی خدمت کرے گی پھر جب اس کا شوہر قابو پائے تب اس کے ساتھ وطی کرے اور اگر شوہر نے شب باشی کی شرط کر لی ہو تو تب بھی مولیٰ پر کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ شرط مقتضائے عقد نہیں ہے اور اگر مولیٰ نے باندی کو اس کے شوہر کے ساتھ کہیں رہنے دیا تو باندی کے واسطے نفقہ و سکنیٰ شوہر پر واجب ہوگا پھر اگر کہیں رہنے دینے کی اجازت کے بعد مولیٰ کی رائے میں آیا کہ اس سے خدمت لے تو ایسا کر سکتا ہے اور اگر کہیں رہنے دینے کے بعد شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو باندی کے واسطے نفقہ عدت و سکنیٰ واجب ہوگا اور اگر یہ اجازت نہ دی یا اجازت دے کر واپس بلا لی ، ہو پھر طلاق بائن دی تو نفقہ و سکنیٰ واجب نہ ہوگا اور مکاتبہ اس حکم میں مثل حرہ کے ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر کسی نے اپنی مدبرہ باندی یا ام ولد کا نکاح کر دیا اور کسی مکان میں اس کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی پھر مولیٰ کی رائے میں آیا کہ اس کو وہاں سے واپس لے کر اس سے اپنی خدمت لے تو مولیٰ کو یہ اختیار ہے اور اسی طرح اگر شوہر کے واسطے یہ امر شرط کر دیا ہو کہ اس کے ساتھ رہے گی تو بھی شرط باطل ہوگی کہ یہ مولیٰ کی خدمت لینے سے مانع نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر مدبرہ باندی نے اپنا نکاح کر لیا پھر مولیٰ مر گیا اور یہ مدبرہ مذکورہ مولیٰ کے تہائی مال سے برآمد ہوتی ہے تو نکاح جائز ہوگا:

مشائخ نے فرمایا کہ اگر اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور اس کے شوہر کے ساتھ کسی مکان میں رہنے کی اجازت دے دی پھر وہ باندی کسی کسی وقت بدوں حکم و طلب مولیٰ کے مولیٰ کی خدمت کیا کرتی تھی تو اس سے باندی کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ سے ساقط نہ ہو

---

[1] اگر محیط نہ ہو تو فاسد ہوگا۔

(1) بخلاف مولیٰ کے۔

گا اور یہی حکم مدبرہ و ام ولد کا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی نے باندی کا نکاح کسی مرد سے کر دیا تو عزل کی اجازت کا اختیار مولیٰ کو ہے کذا فی الکافی اور عزل کے یہ معنی ہیں کہ عورت سے دخول کر کے انزال کے وقت علیحدہ ہو کر باہر انزال کرے پس اگر آزادہ عورت ہے اور اس کی رضامندی سے عزل کیا یا باندی کے مولیٰ کی اجازت سے عزل کیا یا اپنی باندی کی بلا اجازت عزل کیا تو کچھ مکروہ نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ کہ اسی طرح عورت کو بھی اختیار ہے کہ اسقاط حمل کی تدبیر و معالجہ کرے تاوقتیکہ نطفہ کی کچھ خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو اور یہ اس وقت تک ہوتا ہے کہ جب تک ایک سو بیس روز پورے نہ ہوں پھر واضح ہو کہ اگر مرد نے عزل کیا پھر عورت کے پیٹ ظاہر ہوا پس آیا اپنے نسب کی نفی کرنا جائز ہے یا نہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ اس سے وطی کرنا نہیں شروع کی یا بعد پیشاب کرنے کے وطی کرنی شروع کی اور پھر انزال نہ کیا تو نفی جائز ہے ورنہ نہیں یہ تبیین میں ہے اور اگر باندی یا مکاتبہ آزاد ہو گئی تو اس کو اختیار حاصل ہوگا کہ چاہے جس شوہر کے تحت میں ہے اسی کے تحت میں رہے یا چھوڑ دے اگرچہ اس کا شوہر آزاد ہو یہ کنز میں ہے اور نیز چاہے نکاح اس کی رضامندی سے ہوا ہو یا بغیر رضامندی ہوا ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ تبیین میں ہے پھر واضح رہے کہ خیار عتق میں چند باتیں ہیں کہ جس کے بیان میں چند صورتیں ہیں اول آنکہ خیار عتق مرد یعنی غلام و مکاتب وغیرہ کے واسطے ثابت نہیں ہوتا ہے فقط مونث کے واسطے ثابت ہوتا ہے اور دوم آنکہ خیار عتق بسبب سکوت کے باطل نہیں ہوتا ہے بلکہ ایسے قول سے یا ایسے فعل سے جو اختیار نکاح پر دلالت کرے باطل ہوتا ہے اور سوم یہ کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے سے باطل ہو جاتا ہے اور چہارم آنکہ خیار عتق کی جہالت ایک عذر ہے چنانچہ اگر باندی کو اپنے آزاد ہونے کا حال معلوم ہوا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ اس کو خیار بھی حاصل ہوا ہے تو اس کا خیار باطل نہ ہوگا اگرچہ وہ مجلس سے اٹھ کھڑی ہو اور یہ اشارت الجامع سے مفہوم ہے اور یہی شیخ کرخیؒ اور جماعہ مشائخ کا قول ہے مگر قاضی امام ابوالطاہر دباسؒ نے اس میں خلاف کیا ہے اور پنجم آنکہ خیار عتق کی وجہ سے جو فرقت ہو اس میں حکم قاضی کی ضرورت نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر غلام نے بغیر اجازت مولیٰ کے نکاح کر لیا پھر وہ آزاد کر دیا گیا تو نکاح صحیح ہوگا اور اس کو خیار حاصل نہ ہوگا اسی طرح اگر مولیٰ نے اس کو فروخت کیا اور مشتری نے اجازت دے دی یا اس کی موت کے بعد اس کے وارث نے اجازت دی تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر باندی نے بدون اجازت مولیٰ کے اپنا نکاح کر لیا پھر مولیٰ نے اجازت دی تو یہ مہر مولیٰ کا ہوگا خواہ اس کے بعد مولیٰ اس کو آزاد کر دے یا نہ کرے خواہ دخول کرنا بعد آزاد کرنے کے واقع ہو یا اس سے پہلے واقع ہو اور اگر مولیٰ نے اجازت نہ دی یہاں تک کہ آزاد کر دیا تو نکاح جائز ہوگا اور باندی کو خیار عتق حاصل نہ ہوگا پھر دیکھا جائے گا کہ اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو مہر باندی کا ہوگا اور اگر قبل عتق کے اس کے ساتھ شوہر دخول کر چکا ہو تو مہر مولیٰ کا ہوگا اور یہ سب اس وقت ہے کہ باندی مذکورہ بالغہ ہو اور اگر نابالغہ ہو اور مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو نکاح ہمارے نزدیک مولیٰ کی اجازت پر موقوف ہوگا بشرطیکہ باندی مذکورہ کا کوئی عصبہ سوائے مولیٰ کے نہ ہو اور اگر سوائے مولیٰ کی باندی کا کوئی عصبہ موجود ہو اور اس نے عقد کی اجازت دے دی تو نکاح جائز ہوگا پھر جب اس کے بعد بالغہ ہوگی تو اس کو خیار بلوغ حاصل ہوگا لیکن اگر اجازت دینے والا اس کا باپ یا دادا ہو تو اس کو خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر مدبرہ باندی نے اپنا نکاح کر لیا پھر مولیٰ مر گیا اور یہ مدبرہ مذکورہ مولیٰ کے تہائی مال سے برآمد[1] ہوتی ہے تو نکاح جائز ہوگا اور اگر تہائی مال ترکہ مولیٰ سے برآمد نہ ہوتی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک نکاح جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ مدبرہ مذکورہ اس قدر مال ادا کرے جس قدر کے واسطے اس پر سعایت لازم آتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ام ولد نے بغیر اجازت مولیٰ کے نکاح کر لیا پھر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا یا اس کو چھوڑ کر مر گیا پس اگر قبل آزاد

---

[1] برآمد یعنی مثلاً ہزار درہم قیمت ہے اور مولیٰ کا کل مال ۴ ہزار یا ۳ ہزار ہے تو تہائی ایک ہزار ہوئی اور اس باندی کی قیمت بھی اسی قدر ہے تو تہائی سے نکل آئی۔

ہونے کے شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر دخول کرلیا ہو تو جائز ہوگا یہ خلاصہ میں ہے۔

کن صورتوں میں خیار عتق حاصل ہو جاتا ہے؟

اگر نکاح کے بعد رقیت طاری ہوئی پھر آزادی حاصل ہوئی تو خیار عتق ثابت ہونے کے واسطے وہ ایسی ہے جیسے نکاح کے وقت رقیت موجود ہو اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً حربیہ عورت نے نکاح کیا پھر غازیان السلام جہاد میں اس کو قید کرلائے پھر وہ آزاد کی گئی یا مثلاً مسلمان عورت نے نکاح کیا پھر مع شوہر کے مرتد ہو کر دونوں دارالحرب میں چلے گئے پھر دونوں گرفتار ہو کر آئے پھر عورت مذکورہ آزاد کی گئی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس آزاد شدہ عورت کو خیار عتق حاصل ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ خیار عتق حاصل نہ ہوگا اور شیخ قدوریؒ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ خیار عتق ایک بعد دوسرے کے بار بار حاصل ہونا جائز ہے مثلاً مملوکہ آزاد کی گئی اور اس نے اپنے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کیا پھر شوہر کے ساتھ مرتد ہو کر دونوں دارالحرب میں چلے گئے پھر دونوں وہاں سے قید ہو کر آئے پھر عورت مذکورہ آزاد کی گئی اور اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی شوہر سے جدائی اختیار کی تو جائز ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ فقط ایک دفعہ خیار عتق حاصل ہوگا اور اگر آزاد شدہ باندی نے آزاد ہو کر اپنے نفس کو یعنی جدائی اختیار کی اور ہنوز اس کے شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو اس کے واسطے کچھ مہر لازم نہ ہوگا اور اگر دخول واقع ہونے کے بعد اس نے بخیار عتق جدائی اختیار کی تو مہر مسمّی واجب ہوگا اور وہ اس کے مولیٰ یعنی آزاد کرنے والے کا ہوگا اور اگر باندی نے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کیا تو مہر مسمّی آزاد کرنے والے کا ہوگا خواہ شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی فضولی نے باندی کو آزاد کیا پھر اس کا نکاح کر دیا اور جو مہر ملا وہ اس نے مولیٰ کو دے دیا پھر مولیٰ نے عتق کی اجازت دے دی تو عتق و نکاح دونوں جائز ہوں گے اور باندی کو اختیار ہوگا کہ چاہے مولیٰ سے اپنا مہر واپس کرلے اور اگر فضولی نے اس کو کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر کے اس کا نکاح کر دیا پھر مولیٰ نے بیع کی اجازت دی تو پھر مشتری کو اختیار ہوگا کہ چاہے نکاح کی اجازت دے یا رد کر دے یہ عتابیہ میں ہے اور منتقیٰ میں امام محمدؒ سے بروایت ابن سماعہ مروی ہے کہ ایک غلام نے بدوں اجازت مولیٰ کے ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا پھر ایک باندی سے نکاح کیا تو حرہ کی عدت میں باندی سے نکاح کرنا حرہ کے نکاح کا رد نہ ہوگا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ فعل نکاح حرہ کا رد ہے اور اگر ایک حرہ سے نکاح کر کے اس کے ساتھ دخول کیا پھر اس کی بہن سے نکاح کیا تو یہ فعل پہلی عورت کے نکاح کا رد[1] نہ ہوگا اور بشر بن الولید نے اپنے نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر ایک غلام نے بدوں اجازت اپنے مولیٰ کے دوسرے شخص کی باندی کے ساتھ اس کی اجازت سے نکاح کیا پھر کہا کہ مجھے اس کے نکاح کی حاجت نہیں ہے تو یہ اس کے نکاح کا رد ہے اور اگر یہ نہ کہا یہاں تک کہ اس کے ساتھ دخول کیا پھر اس کی عدت[2] میں ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے ساتھ نکاح روا نہیں ہے تو یہ فعل پہلے نکاح کا رد نہ ہوگا اور منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر غلام نے بدوں اجازت مولیٰ کے کسی آزاد عورت سے اس شرط پر کہ اس کا کچھ مہر نہیں ہے نکاح کیا پھر مولیٰ نے اسی غلام کو اس کی بیوی کے مہر میں قرار دیا اور عورت نے اس کو قبول کیا تو نکاح ٹوٹ جائے گا پس اگر غلام نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو عورت پر واجب ہوگا کہ غلام اس کے مولیٰ کو واپس کر دے امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک مرد کے ساتھ بدوں اس کے حکم کے اپنی باندی کا نکاح باندی کی

[1] رد یعنی اس سے نکاح اول رد نہ ہوگا بلکہ دوسرا باطل ہے اور نوادر کی روایت میں تفصیل ہے۔

[2] قال المترجم واضح رہے کہ یہاں عدت سے مراد یہ نہیں ہے کہ طلاق دے دی تھی پھر اس کی عدت تھی بلکہ یہ مراد ہے کہ طلاق کی صورت میں جو زمانہ عدت کا ہوتا ہے وہی زمانہ تھا کہ دوسری عورت سے نکاح کیا فافہم۔

رضامندی سے مرد یا اور یہ مرد شوہر عاقل بالغ ہے کہ اس کے باپ نے اس کی طرف سے خطبہ کیا یا کسی اجنبی نے بدوں اجازت اس مرد کے حق کہ نکاح مذکور اس مرد کی اجازت پر موقوف ہوا پھر مولیٰ نے باندی کو قبل اس کے کہ شوہر مذکور نکاح کی اجازت دے آزاد کر دیا تو بھی نکاح مذکور شوہر کی اجازت پر موقوف رہے گا اور باندی معتقہ و شوہر دونوں میں سے جو چاہے ابھی تک اس نکاح کو توڑ سکتا ہے اور باندی مذکورہ کا توڑ دینا صحیح ہے اگرچہ شوہر کو اس کا حال معلوم نہ ہو اور اگر باندی آزاد کرنے کے بعد شوہر کی اجازت سے پہلے باندی کے مولیٰ نے نکاح توڑنا چاہا تو یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مولیٰ کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر باندی مذکورہ کے آزاد ہو جانے کے بعد شوہر نے نکاح کی اجازت دے دی یہاں تک کہ نکاح نافذ ہو گیا تو باندی معتقہ کو خیار عتق حاصل نہ ہوگا اور معتقہ مذکورہ کا مہر اسی کو ملے گا اور اگر مولیٰ نے اس باندی کو بدوں رضامندی باندی کے بیاہ دیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ رہے پھر باندی نے آزاد ہو جانے کے بعد خواہ شوہر کی اجازت دینے کے بعد یا پہلے اس نکاح کو توڑ دیا تو دونوں صورتوں میں اس کا توڑنا موثر ہوگا یعنی نکاح ٹوٹ جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر باندی نے بدوں اجازت مولیٰ کے نکاح کر لیا اور شوہر کی جانب سے ایک فضولی ہے پھر باندی نے آزاد ہونے کے بعد یا اس سے پہلے قبل اس کے کہ شوہر اجازت دے نکاح توڑ دیا تو نکاح توڑنا صحیح نہیں ہے اور جب باندی آزاد ہو گئی پھر شوہر نے اجازت دی تو بدوں اجازت باندی کے نکاح نافذ ہوگا اس واسطے کہ یہ اجازت بمنزلہ جدید عقد باندھنے کے ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک مسلمان نے اپنے نصرانی غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دی پھر عورت نے نصرانی گواہ قائم کئے کہ اس غلام نے مجھ سے نکاح کیا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے:

دو مردوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی یہ باندی آزاد کر دی ہے حالانکہ شخص مذکور انکار کرتا ہے پس قاضی نے عتق کا حکم دے دیا پھر دونوں گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا پھر دونوں میں سے ایک گواہ نے اس باندی سے نکاح کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے قبل اس کے کہ دونوں پر باندی کی قیمت کی ڈگری کی جائے اس باندی سے نکاح کیا تو باندی اور اس کے درمیان تفریق کرا دی جائے گی اور اگر قیمت کی ڈگری ہونے کے بعد نکاح کیا تو نکاح جائز ہوگا ایک مسلمان نے اپنے نصرانی غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دے دی پھر عورت نے نصرانی گواہ قائم کئے کہ اس غلام نے مجھ سے نکاح کیا ہے تو گواہ مقبول ہوں گے اور اگر غلام مسلمان ہو اور مولیٰ نصرانی ہو تو ایسے گواہ مقبول نہ ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے اپنے پسر کی باندی سے نکاح کر لیا اور اس سے اولاد ہوئی تو باندی مذکور اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی اور اس پر عورت کا مہر واجب ہوگا لیکن جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ اپنے بھائی یعنی ماں کے مالک کی طرف سے بوجہ قرابت کے آزاد ہو جائے گا اور اگر پسر نے اپنے باپ کی باندی سے نکاح کیا اور اس سے اولاد ہوئی تو اس کی ام ولد نہ ہو جائے گی مگر بچہ اس کے باپ کی طرف سے آزاد ہو جائے گا یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر باپ نے اپنے پسر کی باندی کو بنکاح فاسد یا بوطی شبہ ام ولد بنایا یعنی وطی کر لی کہ اس سے بچہ پیدا ہوا تو ہمارے نزدیک باندی مذکور اس کی ام ولد نہ جائے گی یہ مبسوط میں ہے ایک غلام کے تحت میں ایک آزادہ عورت ہے اس نے غلام کے مالک سے کہا کہ تو اس کو میری طرف سے ہزار درہم پر آزاد کر دے پس مالک نے ایسی ہی کیا تو غلام آزاد ہو جائے گا اور نکاح فاسد ہو جائے گا اور مہر ساقط ہو جائے گا اور مولیٰ کے اس عورت پر ہزار درہم واجب ہوں گے اسی طرح اگر ایک مرد نے اپنی بیوی باندی کے مولیٰ سے کہا کہ تو اس کو میری طرف سے ہزار درہم پر آزاد کر دے اور مولیٰ نے آزاد کیا تو باندی آزاد ہو جائے گی اور نکاح فاسد ہو جائے گا اور مولیٰ کے شوہر پر[1] ہزار درہم واجب

---

[1] اگر دخول ہو چکا ہو تو پورا مہر ورنہ آدھا مہر بھی واجب ہوگا۔

ہوں گے اور اگر عورت نے غلام کے مولیٰ سے صرف یہ کہا کہ اس کو میری طرف سے آزاد کردے اور کچھ مال بیان نہ کیا پس مولیٰ نے آزاد کر دیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور امام اعظمؒ و محمدؒ کے نزدیک اس کی ولاء اس کے آزاد کرنے والے کی ہوگی کذافی الکافی۔

باب: ⑩

نکاحِ کفار کے بیان میں

جو نکاح مسلمانوں میں باہم جائز ہے وہی اہل ذمہ کے درمیان جائز ہے اور جو مسلمانوں میں باہم نہیں جائز ہے وہ کفار کے حق میں چند طرح پر ہے از انجملہ نکاح بغیر گواہوں کے ہے کہ مسلمان کے حق میں نہیں جائز ہے لیکن اگر کسی ذمی نے ذمیہ عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور ان کے دین میں یہ بات موجود ہے تو نکاح جائز ہوگا چنانچہ اگر پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو اسی نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے اور یہ ہمارے علمائے ثلاثہ کا قول ہے اسی طرح اگر دونوں مسلمان نہ ہوئے لیکن دونوں نے یا ایک نے اپنے اس مقدمہ میں اسلام کے موافق حکم کی درخواست کی تو بھی قاضی دونوں میں تفریق نہ کرے گا از انجملہ غیر کی معتدہ عورت سے عدت میں نکاح کر لینا مسلمانوں میں صحیح نہیں ہے لیکن اگر ذمی نے کسی ایسی عورت ذمیہ سے جو غیر کے ایام عدت میں ہی نکاح کیا پس اگر یہ عورت کسی مسلمان مرد کی عدت میں ہے تو نکاح فاسد ہوگا اور اس پر اجماع ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ ان کے مسلمان ہونے سے پہلے اس امر میں ان سے تعرض کیا جائے گا اگرچہ باہم وہ لوگ اپنے دین کے موافق یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ غیر کی معتدہ عورت سے نکاح کر لینا جائز ہے اور اگر عورت مذکورہ کسی کافر کی عدت میں ہو اور ان لوگوں کا اعتقاد ہو کہ غیر کی معتدہ عورت سے نکاح جائز ہوتا ہے تو جب تک وہ لوگ اپنے کفر پر رہیں تب تک ان سے بالاجماع کچھ تعرض نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کافر نے کسی کافر کی معتدہ عورت سے نکاح کیا حالانکہ یہ امر وہ لوگ اپنے دین میں جائز جانتے ہیں پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو امام اعظمؒ کے قول کے موافق دونوں اسی پر برقرار رکھے جائیں گے کذافی الہدایہ اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہیں برقرار رکھے جائیں گے مگر امام اعظمؒ کا قول صحیح ہے کذافی المضمرات اور بنا بر قول امام اعظمؒ کے قاضی دونوں میں تفریق نہ کرے گا خواہ دونوں یا ایک مسلمان ہو جائے اور خواہ دونوں حاکم اسلام کے پاس مرافعہ کریں یا ایک ہی مرافعہ کرے کذافی المحیط اور مبسوط میں ہے کہ ائمہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ جب مرافعہ یا اسلام ایسی حالت میں واقع ہو کہ جب عدت قائم ہے اور اگر عدت گزر جانے کے بعد مرافعہ کیا یا اسلام لائے تو بالاجماع برقرار رکھے جائیں گے اور تفریق نہ جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کافر کی منکوحہ اس کی محرمہ ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسا نکاح کافروں کے درمیان صحیح ہے:

از انجملہ محارم یعنی جو دائمی حرام ہیں ان کے ساتھ نکاح مسلمانوں میں نہیں ہے اور اگر کافر کی منکوحہ اس کی محرمہ ہو مثلاً اس کی ماں یا بہن ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایسے نکاح کافروں کے درمیان صحیح ہے حتیٰ کہ ایسے نکاح پر وجوب نفقہ مترتب ہوگا اور بعد عقد کے اگر اس کے ساتھ دخول کیا تو مرد کا احصان[1] ساقط نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک بھی فاسد ہے اور یہی صاحبینؒ کا قول ہے اور قول اول صحیح ہے اسی طرح اگر تین طلاق دی ہوئی سے نکاح کیا یا جن عورتوں کا جمع کرنا حرام ہے ان کو جمع کیا یا پانچ عورتوں کو جمع کیا تو اس میں بھی ایسا اختلاف ہے کذافی التبیین لیکن اس پر اجماع کیا ہے کہ باہم ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے

[1] احصان یعنی جس سے آدمی محصن و محفوظ ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے اوپر تہمت لگانے والا مارا جاتا ہے اور اگر کبھی زنا واقع ہوا ہو تو مارا نہیں جاتا کیونکہ وہ محصن نہیں ہے پس یہاں اگر مجوسی سے ایسا کیا تو اپنے اعتقاد کے موافق محصن رہے گا۔

یہ ظہیریہ میں ہے پھر اگر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہو گیا تو بالاجماع دونوں میں تفریق کر دی جائے گی اور اسی طرح اگر دونوں مسلمان نہ ہوئے لیکن دونوں نے قاضی اسلام کے پاس مرافعہ کیا تو بھی یہی حکم ہے کذا فی المحیط اور اگر دونوں میں سے ایک نے مرافعہ کیا اور درخواست کی کہ حکم اسلام کے مطابق فیصلہ کیا جائے پس اگر دوسرا اس سے انکار کرتا ہو اور نہ چاہتا ہو تو قاضی دونوں میں تفریق نہ کرے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں میں تفریق کر دے گا یہ کافی میں ہے اور جب تک وہ لوگ اپنے کفر پر ہیں اور انہوں نے ہمارے بیان مرافعہ نہ کیا تو بالاتفاق ان سے تعرض نہ کیا جائے گا بشرطیکہ اپنے دین میں اس کو جائز جانتے ہوں یہ محیط و عتابیہ میں ہے۔

مشائخ نے بر بنائے قول امام اعظمؒ اتفاق کیا ہے کہ اگر کافر نے ایک عقد میں دو بہنوں سے نکاح کیا پھر قبل مسلمان ہونے کے ایک کو چھوڑ دیا پھر مسلمان ہو گیا تو دوسری بہن جو اس کے تحت میں ہے اس کا نکاح صحیح ہوگا تا آنکہ بعد اسلام کے دونوں اسی نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے یہ کفایہ میں ہے اور اگر ذمی نے اپنی بیوی ذمیہ کو تین طلاق دے دیں پھر اس عورت کے ساتھ ویسا ہی رہتا رہا جیسے قبل طلاق کے ہر طرح مقیم تھا حالانکہ اس عورت نے کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہیں کیا کہ اس کے حلالہ کے بعد اس ذمی نے اس سے نکاح کر لیا ہو اور نہ اس سے نکاح جدید کیا یا ذمی نے اپنی جورو کو خلع کر دیا پھر تجدید نکاح نہیں کی لیکن برابر اسی طرح اس کے ساتھ رہتا ہے جیسے خلع سے پہلے تھا تو ان دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی اگرچہ قاضی کے پاس دونوں مرافعہ نہ کریں اور اگر ذمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر اس سے نکاح جدید کر لیا مگر عورت مذکورہ نے دوسرے شوہر سے نکاح کر کے حلالہ نہیں کیا ہے تو ان دونوں میں تفریق نہیں کی جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ذمی نے مسلمان عورت سے نکاح کیا تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی اگرچہ ذمی مسلمان ہو جائے اور اگر عورت نے کہا کہ تو نے مجھ سے ایسی حالت میں نکاح کیا کہ جب میں مسلمان تھی اور ذمی نے کہا کہ نہیں بلکہ تو اس وقت مجوسیہ تھی تو تفریق کے لئے عورت کا قول قبول ہوگا کیونکہ وہ تحریم کا دعویٰ کرتی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک لڑکا اور ایک لڑکی باہم بیاہے گئے اور دونوں ذمیوں میں سے ہیں پھر دونوں بالغ ہوئے پس اگر نکاح کر دینے والا ان کا باپ ہو تو دونوں کو خیار نہ ہوگا اور اگر سوائے باپ و دادا کے کوئی اور ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک دونوں کو خیار بلوغ حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر بیوی و مرد میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو دوسرے پر بھی اسلام پیش کیا جائے گا پس اگر وہ بھی مسلمان ہو گیا تو دونوں بیوی و مرد رہیں گے ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی یہ کنز میں ہے اور اگر دوسرا خاموش رہا تو قاضی دوبارہ اس پر اسلام پیش کرے گا یہاں تک کہ تین مرتبہ تک احتیاطاً پیش کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور دونوں میں سے جو کفر پر اڑ گیا چاہے وہ بالغ ہو اور چاہے تمیز دار بالغ ہو بہرحال اس کے انکار اسلام سے دونوں میں تفریق کر دی جائے گی اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نابالغ بے تمیز ہو تو اس کے عاقل ہونے تک انتظار کیا جائے گا یہ تبیین میں ہے پھر جب وہ تمیز دار عاقل ہو جائے گا تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا پس اگر مسلمان ہو گیا تو فبہا ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی اور اس کے بالغ ہونے تک انتظار نہ کیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک مجنون ہو تو اس کے ماں و باپ پر اسلام پیش کیا جائے گا پس اگر دونوں مسلمان ہو گئے یا ایک مسلمان ہوا تو فبہا ورنہ دونوں میں تفریق کر دی جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر شوہر اسلام کی دولت سے سرفراز ہوا مگر بیوی ہنوز انکاری ہے تو کیا صورت ہوگی؟

اگر شوہر مسلمان ہو گیا اور بیوی نے انکار کیا تو دونوں میں تفریق ہوگی مگر یہ تفریق طلاق نہ ہوگی اور اگر بیوی مسلمان ہوئی اور شوہر کافر رہا تو دونوں میں تفریق امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک طلاق ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے پھر اگر بوجہ انکار کے دونوں میں

تفریق واقع ہوئی پس اگر بعد دخول ہو جانے کے تفریق ہوئی تو عورت کو اس کا پورا مہر ملے گا اور گر قبل دخول کے ہو پس اگر بوجہ انکار شوہر کے ہوئی تو عورت کو نصف مہر ملے گا اور بوجہ انکار بیوی کے ہو تو جورو کو کچھ مہر نہ ملے گا یہ تبیین میں ہے اور اگر کتابیہ ذمیہ عورت کا شوہر مسلمان ہو گیا تو دونوں کا نکاح برقرار رہے گا یہ کنز میں ہے اور اگر دارالحرب میں بیوی و مرد میں سے ایک مسلمان ہوا اور یہ دونوں اہل کتاب نہیں ہیں یا ہیں اور عورت ہی مسلمان ہوئی ہے تو دونوں میں نکاح ٹوٹ جانا تین حیض گزرنے تک موقوف رہے گا خواہ عورت کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ کافی میں ہے پھر اگر تین حیض گزرنے سے پہلے دوسرا بھی مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی رہے گا اور اگر دونوں حربی امان لے کر آئے ہوں تو دونوں میں جدائی دو طرح سے یا تو دوسرے پر اسلام پیش کرنے اور اس کے انکار کرنے سے یا تین حیض گزر جانے سے ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور یہ حیض شمار عدت نہیں ہیں اسی واسطے عورت مدخولہ اس میں یکساں ہے پھر اگر دونوں میں جدائی واقع ہوئی پس اگر مدخولہ نہ ہو تو عورت پر عدت واجب نہ ہوگی اور اگر بعد دخول کے جدائی ہوئی پس اگر عورت کافرہ حربیہ رہی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر عورت کو بوجہ صغیرہ ہونے یا بوڑھی ہونے کے حیض نہ آتا ہو تو بدوں تین مہینہ گزرنے کے دونوں میں انقطاع نہ ہوگا یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر عورت مسلمان ہو گئی حالانکہ اس کا خاوند حربی امان لے کر دارالاسلام میں آیا ہے تو بدوں تین حیض گزرنے کے انقطاع نہ ہوگا اسی طرح اگر اس کا خاوند حربی امان لے کر دارالاسلام میں آ کر یہاں ذمی ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے حتیٰ کہ اگر عورت بھی دارالحرب سے نکل کر دارالاسلام میں آئی اور ہنوز تین حیض نہیں گزرے ہیں تو اس کے خاوند پر اسلام پیش کیا جائے گا پس اگر وہ مسلمان ہو گیا تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور اسی طرح اگر شوہر مسلمان ہو گیا پھر بیوی دارالحرب سے نکل کر دارالاسلام میں آئی اور ذمی ہو کر رہی تو جب تک تین حیض نہ گزریں گے تب تک انقطاع نہ ہوگا پھر جب تین حیض گزرنے پر دونوں میں انقطاع ہوا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک یہ جدائی بہ طلاق ہوگی چنانچہ سیر کبیر میں مذکور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور تباین دارین یعنی ولایت کا جدا ہوا جانا جیسے دارالاسلام و دارالحرب یہ موجب فرقت ہے نہ قید ہونا چنانچہ اگر کوئی حربی دارالحرب سے نکل کر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ گیا یا دارالاسلام میں ذمی ہو کر رہا خواہ مرد ہو یا اس کی بیوی ہو تو دوسرے سے فرقت ہو جائے گی یہ تبیین میں ہے۔

امام عادل سے باغی ہو کر راہِ فرار اختیار کرنے والوں کا بیان:

ایک حربی امان لے کر دارالاسلام میں آیا پھر اس نے یہاں ذمی ہونا اختیار کیا تو اس کی بیوی بائن ہو جائے گی اور اگر دونوں میں سے کوئی قید ہو کر آیا تو فرقت ثابت ہو جائے گی نہ اس وجہ سے کہ قید ہو گیا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ تبائن دارین ہو گیا اور اگر بیوی مرد دونوں قید ہو کر آئے تو نکاح میں جدائی نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کوئی حربی ایمان لے کر دارالاسلام میں آیا یا کوئی مسلمان ایمان لے کر دارالحرب میں گیا تو اس کی عورت اس سے بائنہ نہ ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اسی طرح جو لوگ امام عادل سے باغی ہو گئے ہیں اگر ان کے یہاں سے کوئی اہل عدل کے یہاں آیا یا اہل عدل کے یہاں سے وہاں گیا تو اس کی بیوی اس سے بائنہ نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے دارالحرب میں ایک مسلمان نے کسی عورت کتابیہ حربیہ سے نکاح کیا پھر فقط شوہر دارالحرب سے نکل آیا تو ہمارے نزدیک وہ عورت اس سے بائنہ ہو جائے گی اور اگر شوہر سے پہلے یہ عورت نکل کر دارالاسلام میں آ گئی تو بائنہ نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور جو عورت شوہر دار کہ دارالحرب سے نکل کر دارالاسلام میں آ گئی بایں طور کہ وہ مسلمان ہو گئی یا اس نے ذمی ہو کر رہنا اختیار کیا تو بدوں عدت کے اس سے نکاح کرنا جائز ہے اسی طرح اگر وہ دارالاسلام میں مسلمان ہو گئی یا یہاں ذمیہ ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ عدت واجب ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر ایک مرد حربی قید کیا گیا اور اس کے تحت میں دو

بہنیں ہیں یا چار ہیں یا پانچ ہیں اور یہ بھی سب اس کے ساتھ مقید ہو کر آئیں تو امام اعظمؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک سب کا نکاح باطل ہو جائے گا خواہ یہ نکاح ایک ہی عقد میں سب سے کیا ہو یا عقود متفرقہ میں کیا ہو اور اگر کسی کافر کی تحت میں دو بہنیں ہوں یا پانچ عورتیں ہوں پھر یہ سب لوگ ایک ساتھ مسلمان ہو گئے پس اگر اس نے عقود متفرقہ میں ان سب سے نکاح کیا ہو تو پہلی بہن کا نکاح اور پہلی چار عورتوں کا نکاح جائز ہوگا اور باقی کا باطل ہوگا اور اگر ان سب سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہو پس اگر یہ سب لوگ مسلمانوں کے اہل ذمہ[۱] میں سے ہوں تو ہمارے نزدیک بلا خلاف سب کا نکاح باطل ہوگا لیکن اگر مرد کے مسلمان ہونے سے پہلے ان میں سے ایک عورت مر گئی یا بائنہ ہو گئی ہو تو باقی چار عورتوں[۲] کا نکاح جائز ہوگا اور اگر یہ سب لوگ حربی ہوں تو بھی امام اعظمؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی عتابیہ میں ہے اور اگر مرد کے ساتھ اس کی دو عورتیں قید ہو کر آئیں تو انہیں دونوں کا نکاح باطل نہ ہوگا اور جو باقی رہ گئی ہیں یعنی دار الحرب میں ہیں ان کا نکاح باطل ہوگا یہ سراجیہ میں ہے۔

اگر مرد مسلمان ہوا اور اُسکے تحت میں کتابیہ عورت ہے پھر مرتد ہو گیا تو اسکی بیوی اس سے بائنہ ہو جائیگی:

اگر حربی نے ایک عورت و اس کی ماں سے نکاح کیا پھر مسلمان ہو گیا پس اگر دونوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہو تو دونوں کا نکاح باطل ہوگا اور اگر دونوں سے متفرق نکاح کیا ہو تو پہلی کا نکاح جائز اور دوسری پچھلی کا نکاح باطل ہوگا اور یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور یہ اس وقت ہے کہ دونوں میں سے کسی کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور اگر اس نے دونوں سے دخول کیا ہو تو بہر حال دونوں کا نکاح باطل ہوگا اور اس پر اجماع ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کے ساتھ دخول کیا پس اگر اس عورت سے دخول کیا ہو جس سے پہلے نکاح کیا ہے پھر دوسری عورت سے نکاح کیا تو پہلی عورت کا نکاح جائز اور دوسری کا نکاح باطل ہوگا اور اس پر بھی اجماع ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے پہلی عورت کے ساتھ دخول نہ کیا ہو بلکہ دوسری کے ساتھ دخول کیا ہو پس اگر پہلی دختر اور دوسری ماں ہو تو بالاتفاق دونوں کا نکاح باطل ہوگا اور اگر پہلی ماں ہو اور دوسری دختر ہو پس دوسری کے ساتھ دخول کیا تو بھی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں کا نکاح باطل ہوگا لیکن اس کو اختیار ہوگا کہ دختر کے ساتھ نکاح کر لے اور اس عورت کی ماں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر بیوی و مرد دونوں میں سے ایک دین اسلام سے مرتد گیا تو دونوں میں بغیر[۳] طلاق کے فرقت فی الحال واقع ہو جائے گی خواہ قبل دخول کے مرتد ہوا ہو یا بعد دخول کے پھر اگر شوہر ہی مرتد ہوا ہے تو عورت کو پورا مہر ملے گا بشرطیکہ اس کے ساتھ دخول واقع ہوا ہو یا نصف مہر ملے گا اور اگر دخول واقع نہیں ہوا ہے اور اگر عورت ہی مرتد ہو گئی ہے پس اگر دخول ہو چکا ہے تو اس کو پورا مہر ملے گا اور اگر دخول نہیں ہوا ہے تو اس کو کچھ مہر نہ ملے گا اور اگر دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے پھر دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو گئے تو استحساناً دونوں اپنے نکاح پر باقی رہیں گے اور اگر دونوں ایک ساتھ مرتد ہو کر پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو دونوں میں فرقت واقع ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اول کون مرتد ہوا ہے تو حکم میں یہ قرار دیا جائے گا کہ گویا دونوں ایک ساتھ مرتد ہوئے ہیں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر کے جلانے کے واسطے یا بدیں غرض کہ اس مرد کے حبالہ[۴] نکاح سے باہر ہو جائے یا بدیں غرض تجدید نکاح سے اس پر دوسرا مہر لازم آئے اپنی زبانی پر کلمہ کفر جاری کیا تو اپنے شوہر پر

---

[۱] اہل ذمہ یعنی مسلمانوں کے ماتحت حفاظت میں ہوں۔

[۲] قال اس کلام میں اشعار ہے کہ باقی بہن کا نکاح درصورت بائنہ ہونے کے جائز نہ ہوگا و فیہ تامل۔

[۳] بغیر طلاق کے یعنی فی الحال جو جدائی دونوں میں واقع ہوئی یہ طلاق نہیں ہے بلکہ اگر کئی مرتبہ مرتد ہوا اور جدید نکاح کیا تو جائز ہے۔

[۴] حبالہ نکاح یعنی اس کے ناکح کی رسی سے باہر ہو۔

حرام ہو جائے گی پس وہ مسلمان ہونے کے واسطے مجبور کی جائے گی اور ہر قاضی کو اختیار ہے کہ اس کا جدید نکاح بہت کم مقدار پر اگرچہ ایک دینار ہو باندھ دے خواہ عورت اس سے خوش ہو یا ناراض ہو اور اس عورت کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس شوہر کے سوائے دوسرے سے نکاح کرے اور شیخ ابو جعفر ہندوانی نے فرمایا کہ میں اسی حکم کو لیتا ہوں اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر مرد مسلمان ہوا اور اس کے تحت میں کتابیہ عورت ہے پھر مرد مذکور مرتد ہو گیا تو اس کی بیوی اس سے بائنہ ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اختلاف حرب کی صورت میں اولاد کے مذہب کی بابت کیا حکم ہے؟

بچہ اپنے ماں و باپ میں سے اس کا تابع قرار دیا جاتا ہے جو براہ دین دونوں میں سے بہتر ہو یہ کنز میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دار مختلف نہ ہو مثلاً دونوں دارالاسلام میں ہوں یا دونوں دارالحرب میں ہوں یا بچہ دارالاسلام میں ہو اور باپ دارالحرب میں مسلمان ہو گیا تو بچہ اپنے باپ کی تبعیت میں مسلمان ہوگا اس واسطے کہ باپ اگرچہ دارالحرب میں مسلمان ہوا ہے لیکن وہ حکماً دارالاسلام کے لوگوں میں سے ہے اور اگر بچہ دارالحرب میں ہو اور باپ دارالاسلام میں مسلمان ہو گیا ہو تو بچہ اس کا تابع قرار نہ دیا جائے گا اور مسلمان نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور مجوسی دین والا کتابی کافر سے بدتر ہے یہ کنز میں ہے پس اگر ماں و باپ میں سے ایک مجوسی اور دوسرا کتابی ہو تو بچہ مثلاً بیٹی ہو وہ کتابی قرار دی جائے گی پس مسلمان مرد کو جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کرلے اور بچہ کا ذبیحہ حلال ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے ایک مسلمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا پھر ایک ساتھ دونوں مجوسی ہو گئے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں میں فرقت واقع ہو گی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ واقع نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مسلمان کے تحت میں نصرانیہ عورت ہو اور دونوں ساتھ ہی یہودی ہو گئے تو بالاتفاق دونوں میں فرقت واقع ہو جائے گی اور مرد پر پورا مہر واجب ہوگا اس واسطے کہ سبب فرقت کا خاصۃً مرد کی طرف سے پیدا ہوا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ایک مسلمان نے ایسی لڑکی سے نکاح کیا جس کے ماں و باپ مسلمان ہیں پھر دونوں مرتد ہو گئے تو یہ لڑکی اپنے خاوند سے بائنہ نہ ہو گی اگرچہ دونوں ماں و باپ دارالحرب میں چلے جائیں اور اگر دونوں اس لڑکی کو بھی دارالحرب میں لے گئے تو بائنہ ہو جائے گی اور اگر دونوں میں سے ایک ہمارے دارالاسلام میں مرتد ہو کر یا مسلمان ہونے کی حالت میں مر گیا پھر دوسرا مرتد ہو کر اس لڑکی کو لے کر دارالحرب میں چلا گیا تو یہ لڑکی اپنے شوہر سے بائنہ نہ ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے ایک نصرانیہ لڑکی ایک مسلمان کے تحت میں ہے پس اس کا باپ مجوسی ہو گیا حالانکہ اس کی ماں نصرانیہ ہونے کی حالت میں مر چکی ہے تو یہ لڑکی اپنے شوہر سے بائنہ نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک مسلمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا اور یہ صغیرہ ہے......:

ایک مسلمان نے ایک نصرانیہ لڑکی سے نکاح کیا جس کو اس کے باپ نے بیاہ دیا ہے اور اس کے ماں و باپ دونوں نصرانی ہیں پھر اس کے باپ و ماں میں سے ایک مجوسی ہو گیا اور دوسرا نصرانی رہا تو لڑکی اپنے شوہر سے بائنہ نہ ہو گی اور اگر ماں و باپ دونوں مجوسی ہو گئے اور یہ لڑکی ہنوز بر حال خود نابالغہ ہے تو اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اگرچہ دونوں اس کو دارالحرب میں نہ لے جائیں اور اس کو مہر سے قلیل و کثیر کچھ نہ ملے گا اور اسی طرح اگر لڑکی بالغہ ہو گئی ہو لیکن معتوہہ[1] بالغ ہوئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ جب معتوہہ بالغہ ہوئی تو برابر دین میں اپنے والدین و دار کے تابع رہے گی اس واسطے کہ معتوہہ کا ذاتی اسلام در حقیقت کچھ نہیں ہوتا ہے پس اس اعتبار سے بمنزلہ صغیرہ کے ہے ایک عورت بالغہ مسلمان تھی وہ معتوہہ ہو گئی اور اس کے ماں و باپ مسلمان ہیں پس اس کو اس کے

---

[1] معتوہہ یعنی بد عقل و مختلط حواس کے بعضے افعال دیوانگی سے ہیں اور بعضے حواس سے ہیں تو بھی والدین کی ولایت میں ہے۔

باپ نے معتوہہ ہونے کی حالت میں بیاہ دیا حتیٰ کہ نکاح جائز ہوا پھر اس کے ماں و باپ نعوذ باللہ تعالیٰ مرتد ہو گئے اور دارالحرب میں چلے گئے تو یہ عورت اپنے شوہر سے بائنہ نہ ہوگی اور صغیرہ اگر اسلام کو سمجھ گئی اور اس کو بیان کیا کہ اسلام یوں ہے پھر وہ معتوہہ ہوگئی تو اس کا حکم بھی ایسی صورت میں اسی عورت مذکورہ بالا کے مثل[1] ہے ایک مسلمان نے ایک نصرانیہ عورت سے نکاح کیا اور یہ صغیرہ ہے اور اس کے ماں و باپ نصرانی ہیں پھر وہ بڑی یعنی بالغہ ہوئی مگر ایسی کہ کسی دین کو نہیں سمجھتی اور نہ بیان کرسکتی ہے حالانکہ وہ معتوہہ نہیں ہے تو درصورت واقعہ[2] مذکورہ بالا کے وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر صغیرہ مسلمہ جب بالغہ ہوئی تو معتوہہ نہ تھی مگر وہ اسلام کو نہیں جانتی اور بیان کرسکتی ہے تو وہ صورت واقعہ مذکورہ بالا کے وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور قبل دخول کے بائنہ ہو جانے میں اس کو کچھ مہر نہ ملے گا اور بعد دخول کے بائنہ ہونے سے مہر مسمیٰ ملے گا اور یہ واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نام پاک کو مع تمام اوصاف کے اس کے سامنے بیان کیا جائے اور اس سے کہا جائے کہ آیا اللہ تعالیٰ شانہ ایسا ہی ہے پس اگر اس نے کہا کہ ہاں تو حکم دیا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے اور اگر مرد و دہ نے کہا کہ میں سمجھی ہوں اور وصف کرسکتی ہوں مگر نہیں بیان کرتی ہوں تو شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ میں اس کو بیان نہیں کرسکتی ہوں تو ایسی صورت میں اختلاف ہے اور اگر اسلام کو سمجھی مگر بیان نہ کیا تو بائنہ نہ ہوگی اور اگر اس نے مجوسیہ کا دین بیان کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک بائنہ ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ نے اختلاف کیا ہے اور یہی مسئلہ[3] ارتداد طفل کا ہے یہ کافی میں ہے ایک مرد چند مرتبہ مرتد ہوا اور ہر بار تجدید اسلام کی اور تجدید نکاح کر لی تو بنابر قول امام اعظمؒ کے اس کی عورت اس کے واسطے بدوں دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے حلال[4] ہوگی اور جو عورت مرتد ہوگئی اس کے شوہر کو اختیار ہے کہ اس عورت کے سوائے چار عورتوں سے نکاح کرے بشرطیکہ عورت مذکورہ دارالحرب میں چلی گئی ہو ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور قبل دخول کے اس کے پاس سے سفر کر کے چلا گیا پھر اس کو ایک مخبر نے خبر دی کہ وہ عورت مرتدہ ہوگئی اور یہ مخبر آزاد یا مملوک یا محدود القذف ہے مگر اس کے نزدیک یہ ثقہ یعنی معتمد علیہ ہے تو اس کو گنجائش ہے کہ اس کی تصدیق کر کے اس عورت کے سوائے چار عورتوں سے نکاح کرلے اور اسی طرح اگر مخبر مذکور اس کے نزدیک غیر ثقہ ہو لیکن اس کی رائے غالب میں وہ سچا نظر آئے تو بھی اس کے واسطے یہی حکم ہے اور اگر اس کی رائے غالب میں وہ جھوٹا ہو تو تین سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتا ہے اور اگر کسی عورت کو خبر دی گئی کہ تیرا شوہر مرتد ہو گیا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ بعد انقضائے عدت کے دوسرے شوہر سے نکاح کرلے اور یہ روایت استحسان ہے اور بنابر روایت سیر کے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ روایت استحسان زیادہ صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایسا مرد جو نشہ میں ہے اور اس کی عقل جاتی رہی ہے مرتد ہو گیا تو استحساناً اس کی بیوی اس سے بائنہ[5] نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

باب : ⑪

قسم کے بیان میں

قال المترجم قسم سے مراد باری ہے جبکہ کئی عورتیں ہوں تو ان میں باری مقرر کرے اور یہ امر کہ کن کن باتوں میں کس طرح

---

[1] مثل ہو بنابر آنکہ ولایت والدین عود نہ کریں گی اور اس میں اختلاف مذکور ہو چکا۔

[2] واقعہ یہ کہ والدین مرتد ہو کر دارالحرب میں مل گئے۔

[3] مسئلہ یعنی طفل نے اپنا دین مجوسی وغیرہ بیان کیا تو کیا وہ حکماً مرتد ہے جیسے مسلمان تھا کہ نہیں۔

[4] حلال ہوگی اگرچہ تین بار سے زیادہ واقع ہو کیونکہ مرتد ہونے سے طلاق نہیں پڑتی ہے۔

[5] قولہ نہ ہوگی یہاں نشہ کا اعتبار کیا بخلاف طلاق وغیرہ کے کیونکہ کفر لازم آتا ہے۔

واجب ہے یہ کتاب میں خود فرمایا ہے کہ شوہر دن پر واجبات میں سے ہے کہ اپنی بیویوں کے درمیان تعدیل[1] وتسویہ ایسی باتوں میں کریں جن کے وہ مالک ہیں اور وہ مصاحبت وموانست کے واسطے شب باشی میں برابری رکھیں اور جو باتیں ان کے اختیار میں نہیں ہیں ان میں تعدیل وتسویہ ان پر واجب نہیں ہے اور وہ محبت دلی ہے اور جماع ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس حکم میں غلام مثل آزاد کے ہے یہ خلاصہ میں ہے پس اپنی سب عورتوں کے درمیان امور مذکورہ میں مساوات رکھے خواہ قدیمہ ہو یا جدیدہ ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو خواہ صحیحہ ہو یا مریضہ ورتقاء[2] ہو یا ایسی مجنونہ ہو جس کی ذات سے خوف نہ ہو خواہ حائضہ ہو یا نفاس میں ہو یا حاملہ ہو خواہ ایسی صغیرہ ہو جس سے وطی کرنا ممکن ہے یا احرام باندھے ہوئے ہو یا ایسی ہو کہ اس سے ایلاء کیا ہے یا ظہار کیا ہے یہ تبیین میں ہے اور اسی طرح عورت مسلمہ وکتابیہ کے درمیان بھی باری واجب ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور شوہر صحیح وہ مریض ومجبوب وخصی وعنین وبالغ ومراہق ومسلمان وذمی اس باری میں سب برابر ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

آزاد عورت اور باندی کی باری کی مقدار کا بیان:

اگر ایک عورت مسلمان یا کتابیہ ہو اور دوسری باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد ہو تو آزادہ کے واسطے دو دن و دو رات مقرر کرے اور باندی کے واسطے ایک دن و ایک رات مقرر کرے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر باندی کے پاس ایک دن رہا پھر وہ آزاد کر دی گئی تو آزادہ بیوی کے نزدیک بھی ایک ہی روز رہے گا اور اسی طرح اگر وہ حرہ کے پاس رہا پھر باندی آزاد کی گئی تو آزاد شدہ کے پاس چلا جائے اس واسطے کہ مقتضی تاخیر زائل ہو گیا یہ تبیین میں ہے اور جو باندیاں اس کے تحت میں اس کی ملک یمین ہوں ان میں کوئی تقسیم وباری نہیں[3] ہے یہ بدائع میں ہے اور باری کا مدار وعماد رات ہے اور کسی عورت سے سوائے اس کے باری کے روز کے جماع نہ کرے اور جس کی باری نہیں ہے اس کے پاس اس رات میں نہ جائے لیکن دن میں کسی ضرورت سے اس کے پاس جانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے ہاں اگر بغیر باری والی بیمار ہو تو دوسری کی باری کی رات میں بھی اس کے پاس عیادت کے واسطے جانا جائز ہے اور اگر اس کا مرض سخت ہو گیا تو مضائقہ نہیں ہے کہ اسی کے پاس رہے یہاں تک کہ وہ اچھی ہو جائے یا مر جائے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور گھروں کے مقدار[4] کا اختیار شوہر کو ہے اس واسطے کہ واجبی استحقاق فقط تعدیل وتسویہ کا ہے نہ اس کے طریقہ کا یہ تبیین میں ہے اور اگر قاضی نے شوہر کو حکم دیا کہ باری وتسویہ رکھے پھر اس نے خیانت کی اور ایسا نہ کیا پس بیوی اس کو قاضی کے پاس لے گئی تو قاضی اس کے واسطے کوئی سزا تجویز کرے گا اس واسطے کہ وہ فعل حرام کا مرتکب ہوا ہے پھر اس کو حکم کرے گا کہ آئندہ تعدیل وتسویہ مرعی رکھے اور جو زمانہ گزر گیا وہ رائیگاں گیا اس کی بابت اس بیوی کو یہ مطالبہ نہیں پہنچتا ہے کہ اتنے دن اس کے پاس رہ کر پچھلی خیانت کی تلافی کرے اور اگر ایک بیوی کی اجازت سے دوسری بیوی کے پاس باری زائد رہا تو جائز ہے مگر اجازت دینے والی بیوی کو اختیار ہے کہ اپنی اجازت سے رجوع کر جائے پس اجازت لازمی نہیں ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

سوکن کو باری ہبہ کی جا سکتی ہے لیکن رجوع کا اختیار مستقلاً ختم نہیں ہوا:

اگر کسی بیوی نے اپنی باری اپنی سوت کو ہبہ کر دی تو جائز ہے لیکن اس کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اس سے رجوع کر لے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کوئی بیوی اپنی باری اپنی سوت کے واسطے چھوڑ دینے پر راضی ہوئی تو جائز ہے اور اس کو اختیار ہوگا کہ اس

---

[1] تعدیل عدل کرنا اور تسویہ برابری کرنا لیکن محبت خود اختیاری نہیں جیسے جماع کہ وہ خواہش پرمبنی ہے۔

[2] رتقاء وہ عورت جس کے سوراخ دخول کافی نہ ہو اور مرد مجبوب جس کا آلہ کٹا ہو خصی جس کے خصیہ کوفتہ یا ندارد ہوں عنین نامرد مراہق قریب بلوغ مکاتبہ اور باندی جس کو نوشتہ دیا کہ اگر ہزار درہم مثلاً کما کر ادا کرے تو آزاد ہے مدبرہ بعد مرگ آزاد ہے مثلاً ام ولد جس سے اولاد ہوئی ہو۔

[3] لیکن باری رکھنا مستحب ہے۔ [4] مقدار یعنی کس قدر وسیع ہے اور کہاں ہے۔

سے رجوع کر لے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر دو عورتوں سے نکاح کیا بدیں شرط کہ ان دونوں میں سے ایک کے پاس زیادہ رہا کرے گا یا ایک نے شوہر کو مال دیا کہ اس کی باری بڑھا دے یا اپنے اوپر اس کی اجرت مقرر کی کہ اس کی باری بڑھائے یا اپنے مہر میں سے کم کر دیا بدیں غرض کہ اس کی باری بڑھا دے تو شرط اور معاوضہ دونوں باطل ہیں اور عورت مذکور کو اختیار رہو گا کہ اپنا مال واپس کر لے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر شوہر نے دونوں میں سے ایک کو مال بدیں شرط دیا کہ وہ اپنی باری دوسری کو دے دے یا خود عورت نے سوت کو مال دیا کہ وہ اپنی باری مجھ کو دے دے تو جائز نہیں ہے اور مال واپس کر لیا جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک شخص کی ایک بیوی ہے اور یہ شخص رات کو عبادت شب میں مشغول رہتا ہے اور دن میں روزہ رکھتا ہے یا لونڈیوں میں مشغول رہتا ہے یعنی بیوی کا یہ حق ادا نہیں کرتا ہے پس اس کی بیوی نے قاضی سے فریاد کی تو قاضی اس کو حکم کرے گا چند روز اس کے ساتھ رہا کرے اور احیاناً اس کے واسطے روزہ افطار کرے اور امام ابوحنیفہؒ پہلے یہ فرماتے تھے کہ عورت کے واسطے ایک رات و دن و مرد کے واسطے تین رات دن ہیں پھر اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ شوہر کو یہ حکم دیا جائے گا کہ عورت کی مراعات رکھے اور اپنی صحبت میں اس کو مانوس کرے اور یہی مقصود ہے اس کے واسطے کچھ دن و وقت کی قید نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے۔

سفر میں جاتے وقت بیویاں کے درمیان قرعہ ڈالنا:

اگر کسی کے پاس دو بیوی ہوں اور نیز کئی ام ولد اور کوئی باندیاں ہیں تو ہر بیوی کے پاس ایک رات و دن رہے اور دو رات و دن باندیوں میں سے جس کے پاس چاہے رہے اور اگر اس کے پاس چار بیوی ہوں تو ہر ایک کے پاس ایک رات و ایک دن رہے اور باندیوں کے پاس نہ رہے الا اس قدر کہ جیسے مسافر راہ چلتا ٹھہرتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس کو اختیار ہے کہ سفر میں بعض عورتوں کو لے جائے اور بعض کو نہ لے جائے اور جس کو چاہے لے جائے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ ان کے دل خوش کرنے کے واسطے قرعہ ڈالے جس کے نام نکلے اس کو لے جائے اور جب سفر سے واپس آئے تو جس کو سفر میں لے گیا ہے اتنے دنوں کی کمی پوری کرنے کے واسطے دوسری کو اختیار نہیں ہے کہ درخواست کرے کہ اتنے دن اس کے ساتھ بھی پورے کرے اور اگر ایک بیوی ہو اور اس نے چاہا کہ اس کے اوپر دوسری بیوی سے نکاح کرے اور اس کو خوف ہوا کہ مجھ سے ان دونوں میں تعدیل نہ ہو گی تو اس کو دوسری سے نکاح کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس کو یہ خوف نہ ہو تو دوسری عورت سے نکاح کرنے کی گنجائش ہے لیکن اس سے باز رہنا اولیٰ ہے اور عورت کو غم دینے کی بات چھوڑ دینے(۱) سے مرد کو ثواب ملے گا یہ سراجیہ میں ہے اور مستحب ہے کہ اپنی تمام عورتوں کے درمیان تمام استمتاعات میں مساوات رکھے چنانچہ وطی کرنا و بوسہ لینا وغیرہ سب کے ساتھ مساوی ہو اور اسی طرح باندیوں و امہات اولاد میں بھی لیکن یہ کچھ واجب نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

متصلات:

باب ہذا کے چند مسائل

بدوں اجازت زوجین کے دونوں کو ایک ہی جائے سکونت میں نہیں رکھ سکتا:

• اپنی دو یا زیادہ عورتیں جو باہم سوت ہیں ایک مکان میں سب کی سکونت بدوں ان کی رضامندی کے نہ رکھے اس واسطے کہ ان کا آپس کا جلاپا برابر ان کے ساتھ ہو جائے گا اور اگر سوتوں کی رضامندی سے ان کو ایک مسکن میں رکھا تو یہ مکروہ[1] ہے کہ ایک کے

---

[1] قول ظاہر مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد ہے فافہم۔ (۱) مثلاً سوتن لانا۔

سامنے دوسری سے وطی کرے حتیٰ کہ اگر ایک سے وطی کرنے کی خواہش کی تو اس پر قبول کرنا واجب نہیں ہے چنانچہ اگر وہ انکار کرے تو نافرمان نہ ہوگی اور ان مسائل میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور مرد کو اختیار ہے کہ عورت پر غسل جنابت وحیض ونفاس کے واسطے جبر کرے لیکن اگر عورت ذمیہ ہو یعنی کتابیہ ہو تو ایسا نہیں کر سکتا ہے اور شوہر کو اختیار ہوگا کہ عورت پر تطیب[1] واستحداد[(1)] کے واسطے جبر کرے یہ جبر بحر الرائق میں ہے اور شوہر کو اختیار ہے کہ عورت کو ایسی چیز کھانے سے منع کرے جس کی بدبو سے اس کو ایذا پہنچتی ہو اور ہزل اور بے ہودگی سے منع کر سکتا ہے اور علیٰ ہذا شوہر کو اختیار ہے کہ ایسی چیز کے ساتھ زینت کرنے سے منع کرے جس کی بو سے اس کو اذیت ہوتی ہو جیسے مثلاً سبز[2] مہندی لگانے وغیرہ سے اور شوہر کو اختیار ہے کہ بیوی کو زینت چھوڑ دینے پر سزا دے اور مارے جبکہ وہ زینت چاہتا ہو اور نیز اگر اس نے وطی کے واسطے بلایا اور عورت نے انکار کیا تو مار سکتا ہے درحالیکہ عورت حیض ونفاس سے پاک ہو اور نیز نماز وشروط نماز کے واسطے بھی درصورت ترک کے سزا دے سکتا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

بلا اجازت شوہر گھر سے باہر جانے کی ممانعت:

ایک شخص کی بیوی ہے کہ نماز نہیں پڑھتی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ عورت مذکورہ کو طلاق دے دے اگرچہ بالفعل اس کے مہر ادا کرنے پر قادر نہ ہو اور اگر عورت نے بدوں اجازت شوہر کے مجلس وعظ میں باہر جانا چاہا تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر عورت پر کوئی واقعہ پیش آیا کہ اس میں حکم شرع دریافت کرنے کی ضرورت ہے اور شوہر اس کا عالم ہے یا عالم نہیں ہے مگر وہ عالم سے دریافت کر سکتا ہے تو عورت مذکورہ باہر نہیں جا سکتی ہے ورنہ عورت کو نکل کر دریافت کر لینے کا اختیار ہے اور اگر عورت کا باپ لنجا ہو اور کوئی آدمی ایسا نہ ہو جو اس کی تیمارداری کرے اور اس عورت کا شوہر اس کو اس کے پاس جانے سے منع کرتا ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر کے حکم کو نہ مانے اور جا کر اپنے باپ کی خدمت کرے خواہ اس کا باپ مسلمان ہو یا کافر ہو ایک مرد کی ماں جوان ہے کہ وہ شادی کی دعوت اور لوگوں کی مصیبت وغمی میں جاتی ہے اور اس عورت کا شوہر نہیں ہے تو اس کا بیٹا اس کو منع نہیں کر سکتا ہے تاوقتیکہ اس کے نزدیک یہ امر متحقق نہ ہو کہ عورت مذکورہ بنظر فساد جایا کرتی ہے یعنی بدکاری کا یقین ہو اور جب اس کو یہ متحقق ہوا تو قاضی کے پاس مرافعہ کرے پھر جب قاضی اس کو اجازت دے دے کہ تو منع کر تو اس کو اختیار ہوگا کہ اپنی ماں کو منع کرے کیونکہ وہ منع کرنے میں قاضی کا قائم مقام ہے یہ کافی میں ہے ایک شخص نے کوفہ میں چار عورتوں سے نکاح کیا پھر ان چار میں سے ایک غیر معین کو طلاق دے دی پھر مکہ کی ایک عورت سے نکاح کیا پھر چاروں میں سے ایک غیر معین کو طلاق دے دی پھر طائف میں ایک عورت سے نکاح کیا پھر مر گیا لیکن اس نے ان میں سے کسی عورت سے دخول نہیں کیا تھا تو طائف والی عورت کو پورا مہر ملے گا اور مکہ والی عورت کو آٹھ حصوں میں سے سات حصہ مہر کے ملیں گے اور کوفہ والیوں کو تین مہر کامل اور آٹھواں حصہ ایک مہر کا ملے گا جو ان سب میں مساوی تقسیم ہوگا ایک شخص نے ایک عقد میں ایک عورت سے نکاح کیا اور دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا اور تین عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا پس یہ تین فریق ہوئے اور یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کون فریق مقدم ہے پس جس سے تنہا نکاح کیا ہے اس کا نکاح بالیقین صحیح ہے اور باقی فریق میں شوہر کا قول لیا جائے گا کہ کون ان میں سے اول ہے اور ان دونوں فریق میں سے جو فریق مرا اور شوہر زندہ ہے اور شوہر نے کہا کہ یہی فریق

---

[1] پاکیزگی کے ساتھ خوشبو لگانا۔

[2] چنانچہ حدیث ام المومنین صدیقہؓ میں ہے آنحضرت ﷺ ناپسند فرماتے تھے اور اسی وجہ سے حضرت صدیقہؓ اس سے نفرت فرماتی تھیں اگرچہ ہندوستانی عموماً اس سے رنگ کرتی ہیں۔

(1) موئے زیر ناف صاف کرنا۔

ان دونوں میں سے پہلا ہے تو اس فریق کی عورتوں کا جو مر گئی ہیں شوہر وارث ہوگا اور ان کے مہر ادا کرے گا اور شوہر اور دوسرے فریق کے درمیان تفریق کی جائے گی اور اگر شوہر نے ان سب عورتوں سے دخول کر لیا ہو پھر اپنی صحت میں یا موت کے وقت کہا کہ ان دونوں فریق میں سے یہ فریق پہل ہے تو یہی پہلا فریق ہوگا اور شوہر اور دوسرے فریق کے درمیان جدائی کی جائے گی لیکن دوسرے فریق کی ہر عورت کے واسطے اس کے مہر مسمّی اور مہر مثل دونوں میں سے کم مقدار شوہر کے ذمہ واجب ہوگی اور اگر شوہر نے ہر دو فریق مذکورہ کی نسبت کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ ان میں سے اول کون ہے تو وہ ان دونوں فریق دے روکا جائے گا مگر فریق اول یعنی وہ عورت جس سے تنہا نکاح کیا ہے اس سے نہیں روکا جائے گا پھر اگر شوہر مذکور بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو اس عورت کو اس کا پورا مہر مسمّی ملے گا اور تین عورتوں والے فریق کو ڈیڑھ ملے گا جو ان کے درمیان مساوی مشترک ہوگا اور دو عورتوں والے فریق کو ایک مہر ملے گا جو ان کے درمیان مساوی مشترک ہوگا یہ شرح مبسوط امام سرخسیؒ میں ہے۔

اگر مقدم و مؤخر نکاح کا معلوم نہ ہو تو میراث کی تقسیم کیسے کی جائے گی:

ایک عورت اور اس کی دو بیٹیوں سے متفرق تین عقدوں میں نکاح کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول کس سے نکاح کیا ہے پھر شوہر قبل وطی اور بیان کے مر گیا تو ان سب کو ایک مہر کامل ملے گا اور جو میراث عورت کے واسطے مقرر[(۱)] ہے وہ پوری[ا] ایک کو ملے گی اور یہ بالاتفاق ہے پھر کی کیفیت تقسیم میں اختلاف ہے چنانچہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ مہر و میراث ہر ایک میں سے ماں کو نصف ملے گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ ان تینوں میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگا اور اگر ماں سے ایک عقد میں اور ہر دو دختر سے ایک عقد میں نکاح کیا تو بالاتفاق سب ماں کو ملے گا اور اگر ایک عورت و اس کی ماں اس کی دختر سے یا ایک عورت و اس کی ماں و اس کی خالہ سے نکاح کیا ہو تو مہر و میراث بالاتفاق ان سب میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگی اور یہی[۲] صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر تین عورتوں سے ایک عقد میں اور ایک عورت سے ایک عقد میں اور ایک عورت سے ایک عقد میں نکاح کیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کون مقدم ہے تو تین عورتوں کو ڈیڑھ مہر باہم مساوی مشترک اور ہر دو تنہا کو ڈیڑھ مہر دونوں میں مساوی مشترک ملے گا اور اگر ایک عورت سے ایک عقد میں اور دو عورتوں سے ایک عقد میں اور تین عورتوں سے ایک عقد میں اور چار عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا پھر شوہر مر گیا اور معلوم نہیں ہوتا ہے کہ اس میں سے کون مقدم ہے تو ان سب کو ساڑھے تین مہر ملیں گے جس میں سے نصف میں سے تین چوتھائی چار[(۲)] عورتوں کو اور ایک چوتھائی تین عورتوں کو ملے گا اور پھر ایک مہر میں سے چار عورتوں کو دو چھٹے اور چھٹے[(۳)] حصہ کا نصف اور تین عورتوں کو بھی دو چھٹے حصہ اور چھٹے حصہ کا نصف اور دو عورتوں کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی دو مہر میں ان تینوں فریق کی منازعت یکساں ہے پس وہ ان تینوں فریق میں تین حصہ ہو کر تقسیم ہوں گے کہ ہر فریق کو دو تہائی ایک مہر کی ملے گی لیکن جس قدر چار عورتوں کے حصہ میں پڑے گا وہ ان میں برابر تقسیم ہوگا اور جو عورت تنہا نکاح کی گئی ہے وہ ان کی مزاحم نہ ہوگی ہاں تین عورتوں کے حصہ میں جو کچھ آیا ان سے آٹھواں حصہ اس میں سے

ا اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ اور بے اولاد ہونے کی صورت میں چہارم پس ہر صورت میں آٹھواں یا چوتھائی ملے گا فقط۔

۲ قال المترجم قبل ظاہر اس میں کسی اور مجتہد کا اختلاف بھی ہے ورنہ اتفاق کے ساتھ تصحیح بے محل ہے فافہم ۱۲ من لکن یہ اعتراض لغو ہے اور صحیح جو کہ تصحیح یہاں روایات سے متعلق ہے پس جس روایت میں اختلاف مذکور ہے وہ صحیح نہیں اور جس میں اتفاق ہے وہ صحیح روایت ہے۔

(۱) یعنی ایک حصہ زوجہ کا۔

(۲) یعنی جن سے ایک عقد میں نکاح کیا ہے۔

(۳) یعنی جملہ (۱۲) حصوں میں سے (۵) حصے۔

لے لے گی اور باقی ان تینوں میں مساوی تقسیم ہوگا تقسیم بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے ہے بنابر قول امام محمدؒ کے چار عورتوں والے فریق کو ایک مہر کامل و تہائی مہر ملے گا اور تین عورتوں والے فریق کو ایک مہر ملے گا اور دو عورتوں والے فریق کو دو تہائی مہر ملے گا اور تنہا عورت کو نصف مہر ملے گا قال المترجم عفا اللہ عنہ بنابر قول امام ابو یوسفؒ کے توجیہ ہر قول کی بیان کرنی بہت طوالت چاہتی ہے اور گو نہ بے محل بھی ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ اس پیچیدہ تقسیم کا جس میں اطلاق زائد ہے انحلال کر دوں چنانچہ میں کہتا ہوں ہر ایک مہر کے ۷۲ حصے کیے جائیں از انجملہ نصف مہر کا تین چوتھائی چار عورتوں کو ۲۷ اور چہارم تین عورتوں کو ۹ اور مہر کامل میں سے چار کو دو چھٹے و نصف چھٹا حصہ یعنی ۳۰ اور اسی قدر تین عورتوں کو ۳۰ اور چھٹا حصہ دو عورتوں کو ۱۲ دیے جائیں اور باقی دو مہر میں دو تہائی چار عورتوں کو ۴۸ بلا منازعت اور تین عورتوں کی دو تہائی میں سے آٹھواں حصہ تنہا ایک کو نکل گیا لہٰذا تین عورتوں کو ۴۲ اور ایک تنہا کو ۱۶ اور دو عورتوں کی دو تہائی میں سے چھٹا حصہ ایک تنہا کو نکل گیا لہٰذا دو عورتوں کو ۴۰ اور تنہا کو ۸ ملیں گے موافق توضیح نقشہ ذیل کے

تفصیل مہر بسہام	عقد ۱ عورت سے	عقد ۲ عورتوں سے	عقد ۳ عورتوں سے	عقد ۴ عورتوں سے	کیفیت
تقسیم نصف مہر از جملہ	x	x	سہام (۹)	سہام (۲۷)	جملہ تین مہر
ساڑھے تین مہر تقسیم ایک	x	۱۲	۳۰	۳۰	جوان کو دیے
مہر کامل تقسیم دو مہر		۴۰	۴۲	۴۸	جائیں گے

اور اگر چار عورتوں سے ایک عقد میں اور تین سے ایک عقد میں نکاح کیا پھر غیر معین ایک عورت کو اپنی منکوحات میں سے طلاق دی پھر قبل بیان[1] کے مر گیا تو ان سب کو تین مہر ملیں گے ہکذا فی شرح المبسوط للامام السرخسی۔

---

(۱) یعنی یہ بیان نہ ہونے پایا کہ مطلقہ عورت کس فریق کی مراد ہے۔

کتاب الرضاع

رضاعت کے معنی اور مدتِ رضاعت:

قال المترجم: سمجھنے کے واسطے چند باتوں کا پہلے بیان کرنا بہتر ہے رضاعت دودھ دینے کو کہتے ہیں اور بچہ کو اس کی ماں کے سوائے اگر کسی عورت نے دودھ پلایا تو یہ عورت مرضعہ ہے اور بچہ رضیع ہے اور یہ یہ فعل بطور حاصل مصدر رضاعت ہے اور یہ مرضعہ اس رضیع کی دودھ پلائی ماں ہے کہ اس کے ساتھ نکاح کرنا قطعاً حرام ہے جیسے اپنی ماں سے جس کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور رضاعت سے حرمت اسی طرح ہو جاتی ہے جیسے نسب سے ہوتی ہے اگر بشرائط پائی جائے قال فی الکتاب۔ رضاعت اگر مدت رضاعت میں پائی جائے تو خواہ قلیل رضاعت ہو یا کثیر ہو اس سے تحریم متعلق ہو جاتی ہے یہ ہدایہ میں ہے اور قلیل رضاعت کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اس قدر ہو کہ اس سے یہ معلوم ہوئے کہ دودھ حلق سے نیچے پیٹ میں پہنچا ہے اور رضاعت کی مدت امام اعظمؒ کے قول میں تیس مہینہ ہیں یعنی ڈھائی برس تمام ہونے تک جس کا دودھ پیے وہ اس کی مرضعہ ماں ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ رضاعت کی مدت دو برس ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

رضاعت مدتِ رضاعت کے اندر ہی ثابت ہوتی ہے:

قال المترجم پس اگر اس مدت مذکورہ سے زائد سن کا بچہ ہو گیا اور اس نے کسی کا دودھ پیا تو وہ ان احکام[1] کے ثبوت کے واسطے کافی نہیں ہے اور جو بعض احادیث میں اس سے زیادہ بلکہ جوان عمر کے واسطے رضاعت ثابت فرمائی گئی تھی وہ خصوصیات میں داخل ہے جو نیز تاویلات و مباحث جو اس سے متعلق ہیں اپنے مقام پر شرح ہیں یہ مقام بیان نہیں ہے اسی پر اکتفاء کرنا چاہئے اور جو کتاب میں مذکور ہے سننا چاہئے کہ اگر رضیع مدت رضاعت کے اندر دودھ سے چھوڑا دیا گیا پھر مدت رضاعت باقی تھی کہ اس کو کسی عورت نے دودھ پلایا تو یہ رضاعت ہے پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر دو برس اندر ایسا ہوا ہے تو بالاتفاق رضاعت ہوگی اور اگر دو برس کے بعد ڈھائی برس کے اندر ایسا ہوا ہے تو فقط امام اعظمؒ کے قول پر متحقق ہوگی اور یہ اس وجہ سے ہے کہ مدت رضاعت میں پائی گئی ہے اور یہی ظاہر المذہب ہے یہ محیط میں ہے اور ینابیع میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جب مدت رضاعت گزر جائے تو پھر دودھ پلانے سے تحریم نہیں ثابت ہوتی ہے یہ ہدایہ میں ہے بیان مذکورہ بالا سے ظاہر ہوا کہ رضاعت ثابت ہونے کے واسطے مدت رضاعت کی مقدار میں امام اور صاحبینؒ میں اختلاف ہے لیکن اس امر پر اجماع و اتفاق ہے کہ رضاعت کی اجرت کا استحقاق ثابت ہونے کے واسطے مدت رضاعت دو ہی برس ہیں چنانچہ اگر شوہر کی طرف سے اس کی بیوی پر جس سے بچہ پیدا ہوا ہے طلاق ہوئی مگر اس مطلقہ نے بچہ کو اجرت[ا] پر دودھ پلایا پھر مطلقہ مذکورہ نے دو برس کے بعد کی رضاعت کی اجرت کا مطالبہ کیا اور بچہ کے باپ نے دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا اور دو برس تک کی اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

[ا] واضح رہے کہ اگر نکاح قائم ہونے کی حالت میں اجرت پر دودھ پلایا تو اجارہ باطل ہے اور کچھ اجرت واجب نہ ہوگی۔

(۱) جو کتاب میں مذکور ہیں۔

جس طرح حرمت رضاعت ماں کی جانب ثابت ہوتی ہے اسی طرح جس کی وطی سے اس کا دودھ ہے اس کی جانب بھی ثابت ہوتی ہے:

واضح رہے کہ جس طرح حرمت رضاعت ماں یعنی دودھ پلائی کی جانب ثابت ہوتی ہے اسی طرح اس کے خاوند یعنی جس کی وطی سے اس کا دودھ ہے اس کی جانب بھی ثابت ہوتی ہے اور وہ اس رضیع کا باپ ہو جاتا ہے اور تمام احکام ثابت ہوتے ہیں یہ ظہیریہ میں ہے پس رضیع پر خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اس کی رضاعی ماں و باپ اور ان ماں و باپ کے اصول[1] و فروع[2] نسبی و رضاعی دونوں طرح کے سب حرام ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اگر مرضعہ اس مرد سے جس کی وطی کا دودھ ہے کوئی بچہ جنی ہے خواہ دودھ پلانے سے پہلے یا اس کے بعد یا اس کے سوائے اس طرح دوسرے شوہر سے بچہ جنی یا کسی دوسرے رضیع کو دودھ پلایا ہے یا اس مرد کی اولاد اس مرضعہ سے یا اس کے سوائے دوسری عورت سے قبل اس دودھ پلانے کے یا بعد دودھ پلانے کے پیدا ہوئی یا کسی عورت نے جس کا دودھ اس کی وطی سے ہے کسی رضیع کو دودھ پلایا تو یہ سب اس رضیع مذکورہ بالا کی بہنیں و بھائی ہوں گے اور ان کی اولاد اس رضیع کے بھائی و بہنوں کی اولاد ہوگی اور اس مرد کا بھائی اس رضیع کا چچا اور بہن اس کی پھوپھی ہوگی اور مرضعہ کا بھائی اس کا ماموں اور بہن اس کی خالہ ہوگی اور ایسے ہی دادا اور دادی و نانا و نانی وغیرہ میں سمجھنا چاہئے قال المترجم تمثیل عمرو کے بیٹے زید نے دو برس یا ڈھائی برس کے اندر ہندہ کا دودھ پیا اور ہندہ کا دودھ خالد نامی ایک مرد کی وطی سے ہے تو ہندہ اس زید کی مرضعہ ماں و خالد اس کا باپ ہوا پھر اس دودھ پلانے سے پہلے کی اولاد ہندہ کی کلثوم لڑکا از نطفہ خالد و کریمہ لڑکی از نطفہ خالد و بدھو لڑکا و جمیلہ لڑکی از نطفہ شاہد نامے ایک مرد سے ہے اور دودھ پلانے کے بعد کی اولاد اس خالد کے نطفہ سے ایک لڑکا و لڑکی اور نیز خالد کے سوائے بعد طلاق یا موت کے دوسرے شوہر کے نطفہ سے دو لڑکی اور ایک لڑکا ہے اور نیز خالد کا ایک لڑکا اور دو لڑکیاں اس ہندہ کے سوائے دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں اور یہ اولاد اس ہندہ کی زید کو دودھ پلانے سے پہلے کی ہے اور ایک لڑکی اور ایک لڑکا دودھ پلانے کے بعد کا کسی عورت کے پیٹ سے ہے اور نیز ہندہ مذکورہ نے شعیب نام ایک رضیع کو یا سلمیٰ نام ایک رضیعہ کو دودھ پلایا ہے[1] یا خالد کی دوسری بیوی نے جس کا دودھ خالد کی وطی سے ہے کسی رضیع یا رضیعہ کو دودھ پلایا ہے خواہ ہندہ کے زید کو دودھ پلانے سے پہلے یا اس کے بعد تو ہندہ کی سب اولاد خواہ خالد کے نطفہ سے ہو یا غیر کے نطفہ سے ہو خواہ زید کو دودھ پلانے سے پہلے کی پیدا ہو یا بعد کی پیدائش ہو اور نیز ہندہ کے سب دودھ پلائے بچے خواہ پہلے کے ہوں یا پیچھے ان کو دودھ پلایا ہو یہ سب زید کے بھائی بہن ہیں اور ہندہ کی بہن زید کی خالہ و بھائی ماموں ہے اور اسی طرح خالد کی سب اولاد خواہ ہندہ کے پیٹ سے ہو یا دوسرے بیوی کے پیٹ سے ہو خواہ زید کو ہندہ کے دودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو اور سب رضاعی اولاد خواہ ہندہ کی رضیع ہوں یا کسی دوسری بیوی کے جس کا دودھ خالد کا ہے رضیع ہوں سب زید کے بھائی و بہن ہوں گے علیٰ ہذا القیاس فاحفظ اور رضاعت سے حرمت مصاہرہ بھی ثابت ہوتی ہے چنانچہ رضاعی باپ کی جو بیوی ہوگی وہ اس رضیع پر حرام ہوگی اور رضیع کی بیوی اس کے رضاعی باپ پر حرام ہوگی اور علیٰ ہذا القیاس یہی حکم مثل نسب کے سب جگہ ہے سوائے دو مسئلوں کے کہ اس میں یہ قیاس نہیں ہے کذا فی الجوہرۃ النیرۃ چنانچہ اول دو مسئلوں میں سے ایک یہ ہے کہ مرد کو یہ روا نہیں ہے کہ اپنے نسبی پسر کی بہن سے نکاح کرے اس واسطے کہ پسر کی بہن اگر خود اس کے

---

[1] خواہ زید کو دودھ پلانے سے پہلے یا اس کے بعد

(۱) اس کے باپ وغیرہ۔

(۲) بیٹا و بیٹی وغیرہ۔

نطفہ سے ہوگی تو وہ اس کی دختر ہوئی اور اگر اس کے نطفہ سے نہ ہوگی تو ربیبہ ہوگی بہر حال ناجائز ہوگی اور رضاعت کی صورت میں یہ جائز ہے کیونکہ یہ بات رضاعت میں نہیں پائی جائے گی پس جائز ہوگی حتیٰ کہ اگر نسب میں بھی ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ پائی جائے مثلاً ایک باندی دو اجنبی شریکوں میں مشترک ہے اس کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں شریکوں نے ایک ساتھ اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور نسب دونوں سے ثابت ہو گیا اور ان دونوں سے ہر ایک کی ایک دختر کسی دوسری عورت سے ہے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنے شریک کی دختر سے نکاح کر لے اگرچہ یہ بات پائی گئی کہ اپنے نسبی پسر کی بہن سے نکاح کیا اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرد کو اپنے نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کرنا نہیں جائز ہے اور رضاعت میں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ نسب کی صورت میں اگر دونوں ماں کی طرف سے بھائی بھائی ہوئے تو بھائی کی ماں اس کی ماں ہوگی اور اگر دونوں باپ کی طرف سے بھائی ہوئے تو بھائی کی ماں اس کے باپ کی بیوی ہوئی بہر حال ناجائز ہوگی اور یہ معنی رضاعت میں معدوم ہیں یہ محیط میں ہے اور رضاعی بھائی کی بہن حلال ہے جیسے نسبی کی حلال ہے چنانچہ اگر باپ کی طرف[1] والے بھائی کی ماں کی طرف سے ایک بہن ہے پس یہ بہن اس کے باپ کی جانب سے بھائی کو حلال ہے کہ اس سے نکاح کر سکتا ہے یہ کافی میں ہے۔

رضاعت سے حرام ہو جانے کی چند اور صورتیں:

رضاعی بھائی کی ماں اور رضاعی چچا کی ماں سے اور رضاعی پھوپھی کی ماں اور رضاعی ماموں و خالہ کی ماں حلال ہے یہ شرح وقایہ میں ہے اور اسی طرح اپنی رضاعی جدہ کی ماں و فرزند رضاعی کی جدہ سے نکاح حلال مگر نسبی سے حلال نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اسی طرح اپنے رضاعی فرزند کی پھوپھی سے نکاح کر سکتا ہے اسی طرح پسر کی بہن کی ماں سے اور فرزند کی بہن کی بیٹی سے اور فرزند کی پھوپھی کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اسی طرح عورت اپنے رضاعی بہن کے باپ اور پسر کے بھائی اور حفدہ کے باپ و فرزند کے جد و ماموں سے نکاح کر سکتی ہے اور نسب کی صورت میں یہ سب جائز نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اس کے دودھ ہے پھر اس نے عدت گزر جانے کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے نے اس سے وطی کی پس اگر دوسرے سے اس کے بچہ پیدا ہوا تو بالا جماع اس کا دودھ دوسرے شوہر کا ہوگا اور شوہر اول سے منقطع ہو جائے گا اور اگر وہ دوسرے سے حاملہ نہ ہوئی تو بالا جماع یہ دودھ اول ہوگا اور اگر دوسرے سے حاملہ ہوئی مگر بچہ نہیں جنی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ جب تک دوسرے سے بچہ جنے تب تک دودھ اول کا ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس نکاح سے کبھی اس مرد سے وہ بچہ نہیں جنی مگر اس عورت کے دودھ اترا پس اس نے یہ دودھ کسی بچہ کو پلایا تو یہ رضاعت اس عورت ہی کی جانب سے ہوئی اس مرد کی جانب سے نہ ہوگی حتیٰ کہ اس رضیع پر اس مرد کی اولاد جو دوسری عورت سے ہوگی وہ حرام نہ ہوگی ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا اور اس سے اولاد ہوئی اور عورت نے اس دودھ سے کسی دختر صغیرہ کو پلایا تو اس زانی و اس کے باپ و دادا و اولاد میں سے کسی کو جائز نہیں ہے کہ اس دختر رضیعہ سے نکاح کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی عورت سے بشبہہ وطی کی اور وہ حاملہ ہوگئی:

اس زانی کے چچا و ماموں کو اس رضیعہ صغیرہ سے نکاح کرنا جائز ہے جیسے اگر زنا سے متولد بچہ ہو تو اس کا یہی حکم ہے یہ تبیین

[1] کی طرف...... مثلاً زید کے ہندہ زوجہ سے بکر ہے اور سلمہ سے خالد ہے پس بکر و خالد دونوں پدری بھائی ہیں پھر سلمہ کے پہلے خاوند سے ایک دختر صغریٰ ہے تو بکر کا نکاح اس صغریٰ سے حلال ہے۔

میں ہے اور اگر کسی عورت سے بشبہہ وطی کی اور وہ حاملہ ہوگئی پس اس نے اسی دودھ سے کسی بچہ کو پلایا تو یہ بچہ اس زانی کا رضاعی پسر ہو جائے گا اور علیٰ ہذا جہاں وطی ایسی ہو کہ اس میں وطی کنندہ سے نسب ثابت ہوتا ہے تو رضاعت بھی ثابت ہوگی اور جہاں وطی کرنے والے سے نسب نہیں ثابت ہوتا ہے وہاں زانی کی طرف رضاعت بھی ثابت نہ ہوگی بلکہ فقط زانیہ یعنی دودھ پلانے والی کی طرف رضاعت ثابت ہوگی یہ مضمرات میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے عورت ایک بچہ جنی اور اس نے اس بچہ کو دودھ پلایا پھر اس کا دودھ سوکھ گیا پھر اس کے بعد دودھ اتر آیا اور اس نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا تو اس رضیع لڑکے کو جائز ہے کہ اس مرد اولاد سے جو اس عورت مرضعہ کے سوائے دوسری عورت کے پیٹ سے ہو نکاح کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک باکرہ عورت کے جس کا ہنوز نکاح نہیں ہوا ہے دودھ اترا اور اس نے ایک بچہ کو دودھ پلایا تو اس بچہ[1] کی ماں ہو جائے گی اور ان دونوں میں تمام احکام رضاعت کے ثابت ہوں گے حتیٰ کہ اگر اس باکرہ نے کسی مرد سے نکاح کیا اور اس مرد نے اس کو قبل دخول کے طلاق دے دی تو مرد مذکور کو جائز ہوگا کہ اس باکرہ کی رضیعہ دختر مذکورہ سے نکاح کرے اور اگر بعد دخول کے طلاق دی ہو تو اس رضیعہ سے نکاح نہیں کر سکتا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کوئی دختر نو برس یا زیادہ سن کی نہ ہوئی ہو اور اس کے دودھ اترا اور اس نے کسی بچہ کو پلایا تو اس سے تحریم متحقق نہ ہوگی اور رضاعت سے تحریم جب ہی ہو جاتی ہے کہ جب نو برس یا زیادہ سن کی عورت نے دودھ پلایا ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اسی طرح اگر باکرہ[2] کے زرد پانی اترا تو اس کے پلانے سے تحریم[3] متعلق نہیں ہوتی ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

قضا شک کے ساتھ حرمت ثابت نہ ہوگا مگر احتیاطاً ثابت ہوگی:

عورت نے اگر اپنی چھاتی بچہ کے منہ میں دے دی اور اس کو دودھ چوسنا معلوم نہیں تو قضا شک کے ساتھ حرمت ثابت نہ ہوگا اور احتیاطاً ثابت ہوگی اور اگر بچہ کے منہ میں چھاتی سے زرد رنگ کی رقیق چیز ٹپک گئی تو حرمت رضاع ثابت ہوگی اس واسطے کہ یہ بگڑے ہوئے رنگ کا دودھ ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کسی مرد کے دودھ اترا اور اس نے کسی بچہ کو پلایا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر خنثیٰ کے دودھ اترا اور اس نے کسی بچہ کو پلایا پس اگر معلوم ہوا کہ یہ عورت ہے تو تحریم متعلق ہوگی اور اگر معلوم ہو کہ مرد ہے تو تحریم متعلق نہ ہوگی اور اگر مشکل ہو یعنی مرد یا عورت کسی طرح علم نہ ہو پس اگر عورتوں نے کہا کہ دودھ اس کثرت سے فقط عورتوں ہی کے ہوتا ہے تو احتیاطاً تحریم متعلق ہوگی اور اگر عورتوں نے یہ نہ کہا تو تحریم متعلق نہ ہوگی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور زندہ عورت و مردہ عورت کا دودھ حرمت رضاعت ثابت ہونے کے واسطے یکساں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی چوپایہ جانور کے دودھ سے دو بچوں نے پیا تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

دارالسلام یا دارالحرب میں ہونے سے رضاعت پہ مطلقاً کوئی اثر نہیں پڑتا:

رضاعت خواہ دارالسلام میں متحقق ہو یا دارالحرب میں حکم یکساں ہے چنانچہ اگر دارالحرب میں دودھ پلایا پھر یہ سب لوگ

ل قولہ نہیں کر سکتا کیونکہ رضیعہ اس کی ربیبہ ہوگئی۔

(۱) خواہ لڑکی یا لڑکا۔

(۲) اگرچہ نو برس کی یا زیادہ عمر کی ہو۔

(۳) یعنی رضاعت کا حکم نہیں رکھتی۔

مسلمان ہو گئے یا دارالحرب سے نکل کر رضیع و مرضعہ وغیرہ دارالسلام میں چلے آئے تو ان میں باہم احکام رضاعت کے ثابت ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے اور رضاعت جیسے چھاتی سے دودھ چوس لینے سے ثابت ہوئی ہے اسی طرح صب[1] وسعوط و وجور سے ثابت ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور کان میں ٹپکانے حقنہ سے استعمال کرنے سے اور دبر اور سوراخ ذکر میں ٹپکانے سے اور زخم آمہ اور جائفہ میں ڈالنے اور استعمال کرنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے اگرچہ پیٹ میں یا دماغ میں پہنچ جائے اور امام محمدؒ کے نزدیک حقنہ سے استعمال کرنے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے کذا فی التہذیب اور قول اول ظاہر الروایۃ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دودھ کھانے میں مل گیا پس اگر اس کے بعد طعام کو آگ دی گئی ہو کہ دودھ کو اثر آگ کا پہنچا اور طعام پختہ ہو گیا حتیٰ کہ متغیر ہو گیا تو حرمت متعلق نہ ہو گی خواہ دودھ غالب ہو یعنی زیادہ ہو یا مغلوب ہو اور اگر اس طعام کو بطور مذکور آگ کا اثر نہ پہنچا پس اگر طعام غالب ہو تو بھی حرمت متعلق نہ ہو گی اور اگر دودھ غالب ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی وہی حکم ہے اس واسطے کہ چیز مائع جب جامد سے مل گئی تو اس کے تابع ہو گئی پس وہ مشروب ہونے سے خارج ہو گئی یعنی اب پینے کی چیز نہ رہی حتیٰ کہ اگر پینے کی چیز رہی چنانچہ مثلاً طعام[1] قلیل ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اور بعض نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ جب لقمہ اٹھاتے وقت دودھ کے قطرے نہ ٹپکتے ہوں اور اگر لقمہ اٹھانے پر دودھ کے قطرے ٹپکتے ہوں تو امام اعظمؒ کے نزدیک بھی حرمت رضاع ثابت ہو گی اس واسطے کہ جب قطرہ دودھ کا حلق طفل میں گیا تو وہ ثبوت حرمت کے واسطے کافی ہے اور اصح یہ ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک بہر حال حرمت رضاع ثابت نہ ہو گی کذا فی الکافی اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ دودھ کا قطرہ چلا جانا کافی نہیں ہے بلکہ بطور تغذی چاہئے ہے اور تغذی اس صورت میں طعام سے ہوئی ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت کا دودھ بکری کے دودھ میں ملا دیا مگر عورت کا دودھ غالب ہے تو حرمت رضاع ثابت ہو گی اور اسی طرح اگر عورت نے اپنے دودھ میں روٹی چھوڑی اور روٹی اس دودھ کو چوس گئی یا اپنے دودھ میں ستو سانے پس اگر دودھ کا مزہ پایا جائے تو حرمت ثابت ہو گی اور یہ اس وقت ہے کہ طعام کو لقمہ لقمہ کر کے کھایا اور اگر اس کو پینے کے طور پر پی لیا تو بالاتفاق حرمت رضاعت ثابت ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دو عورتوں کا دودھ مل گیا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رضاعت کی تحریم اسی عورت سے متعلق ہو گی جس کا دودھ غالب ہے:

اگر عورت کا دودھ پانی یا دوا یا چوپائے کے دودھ میں ملا دیا تو غلاب کا اعتبار ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اسی طرح ہر رقیق بہتی ہوئی چیز یا جامد چیز کے ساتھ ملانے میں یوں ہی اعتبار ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور غالب ہونے کے معنی یہ مراد ہیں کہ اس چیز سے اس کا مزہ و رنگ و بو یا ان میں سے کوئی ایک بات معلوم ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غالب سے یہ مراد ہے کہ دوسری چیز مل کر دودھ کا رنگ و مزہ بدل دے اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ مراد ہے کہ دودھ ہونے سے خارج ہو جائے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر دودھ اور دوسری چیز دونوں یکساں ہوں تو بھی حرمت ثابت ہونا واجب ہے اس واسطے کہ دودھ مغلوب نہیں ہوا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر دو عورتوں کا دودھ مل گیا تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رضاعت کی تحریم اسی عورت سے متعلق ہو گی جس کا دودھ غالب ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ دونوں سے متعلق ہو گی چاہے مساوی ہوں یا کوئی ان میں

---

[1] طعام قلیل اور دودھ زیادہ ہو۔

سے غالب اور کوئی مغلوب ہو اور یہی امام اعظمؒ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی اظہر واحوط ہے کذا فی السراجین اور بعض نے فرمایا کہ امام محمدؒ کا قول اصح ہے یہ شرح مجمع البحرین مولفہ ابن الملکؒ میں مذکور ہے اور اگر دونوں دودھ مساوی ہوں تو تحریم دونوں عورتوں سے متعلق ہوگی اور اس پر جماع ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر دودھ کو خیص یا رائب یا شیراز یا جبن یا اقط یا مصل بنالیا اور وہ بچہ نے کھایا تو ایسے کھانے سے تحریم رضاعت متعلق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس طرح دودھ کے کھانے کو رضاعت نہیں بولتے ہیں یہ بدائع میں ہے اور ملتقط الملخص میں ہے کہ گاؤں کی کسی عورت نے ایک دختر کو دودھ پلایا پھر اب یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کس عورت نے اس کو دودھ پلایا ہے پھر اسی گاؤں کے کسی مرد نے اس دختر سے نکاح کیا تو اس کو گنجائش ہے کہ اس منکوحہ کے ساتھ رہے اور یہ قضاءً ہے اور عورتوں پر واجب ہے کہ بلاضرورت ہر بچہ کو دودھ نہ پلائیں اور اگر پلادیں تو یاد رکھیں یا اس کو لکھ رکھیں ایسا ہی میں نے اپنے مشائخ سے سنا ہے یہ مضمرات میں ہے اور تحریم ثابت ہونے کے واسطے رضاع طاری و رضاع متقدم میں کچھ فرق نہیں ہے یہ محیط میں ہے قال المترجم یعنی رضاعت قبل نکاح کے ہو یا بعد نکاح کے واقع ہو بہرحال رضاعت متحقق ہونے سے حرمت ثابت ہو جائے گی چنانچہ مثال متاب میں فرماتے ہیں کہ اگر ایک مرد نے ایک صغیرہ سے نکاح کیا پھر شوہر کی نسبی ماں یا رضاعی ماں یا اس کی بہن یا اس کی بیٹی نے آکر اس صغیرہ مذکورہ کو دودھ پلایا تو یہ صغیرہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی اور اس کا نصف مہر اپنے شوہر پر واجب ہوگا پھر اگر مرضعہ نے عمداً افساد کی نیت سے دودھ پلادیا ہو تو شوہر اس مال کو اس مرضعہ سے واپس لے گا اور اگر اس نے عمداً ایسا نہیں کیا ہے تو واپس نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر دودھ پیتی ہوئی صغیرہ عورتوں سے نکاح کیا پھر ایک اجنبیہ عورت آئی اور اس نے ان دونوں کو ایک ہی ساتھ یا آگے پیچھے دودھ پلایا تو دونوں صغیرہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی:

اگر دو اجنبیہ عورتوں نے جن کا دودھ ایک ہی مرد کی وطی سے ہے دو صغیرہ کو جو ایک مرد کے نکاح میں ہیں دودھ پلایا تو دونوں اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی اور دونوں مرضعہ کچھ ضامن نہ ہوں گی اگرچہ دونوں نے عمداً بغرض فساد ایسا کیا ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دودھ پیتی ہوئی صغیرہ عورتوں سے نکاح کیا پھر ایک اجنبیہ عورت آئی اور اس نے ان دونوں کو ایک ہی ساتھ یا آگے پیچھے دودھ پلایا تو دونوں صغیرہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی لیکن اس کو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے ایک سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے اور اگر ایسی تین صغیرہ ہوں اور تینوں کو عورت مذکورہ نے دودھ پلادیا تو سب اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی لیکن اس کو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے اور اگر مرضعہ مذکورہ نے ایک بعد دوسرے کے آگے پیچھے ان کو دودھ پلایا تو پہلی دونوں اس پر حرام ہو جائیں گی اور رہی تیسری صغیرہ وہ اس کی بیوی بنی رہے گی اور اسی طرح اگر اس نے دو کو ایک ساتھ دودھ پلایا پھر تیسری کو تنہا پلایا تو پہلی دونوں حرام ہو جائیں گی اور تیسری اس کی بیوی رہے گی اور اگر اس نے پہلی کو دودھ پلایا پھر باقی دونوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا تو سب اس پر حرام ہو جائیں گی یہ بدائع میں ہے اور شوہر پر ان میں سے ہر ایک کے واسطے نصف مہر واجب ہوگا پھر اگر مرضعہ مذکورہ نے عمداً بغرض فساد دودھ پلایا ہو تو اس مجموع مہر کو اس سے بطور تاوان لے لے گا یہ مضمرات میں ہے اور اگر چار ہوں اور چاروں دودھ پیتی ہوئی صغیرہ ہوں اور مرضعہ اجنبیہ نے ان سب کو ایک ہی ساتھ یا آگے پیچھے دودھ پلایا تو سب کا نکاح باطل ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر ایک کو دودھ پلایا پھر باقی تین کو ایک ساتھ دودھ پلایا تو بھی سب حرام ہو جائیں گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ان میں سے تین کو ایک ساتھ دودھ پلایا پھر چوتھی کو دودھ پلایا تو چوتھی حرام نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی مرد نے ایک صغیرہ دودھ پیتی ہوئی سے اور دوسری جوان عورت سے نکاح کیا پھر جوان

عورت نے اس صغیرہ کو دودھ پلا دیا تو دونوں اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی پھر اگر جوان کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو اس کو کچھ مہر نہ ملے گا اور صغیرہ کو نصف مہر ملے گا اور اس نصف کو بھی شوہر اس جواب عورت سے واپس لے گا بشرطیکہ اس نے عمداً بغرض فساد ایسا کیا ہو اور اگر عمداً ایسا نہ کیا ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہے اگر چہ جوان عورت یہ جانتی ہو کہ یہ صغیرہ بھی میرے شوہر کی بیوی ہے یہ ہدایہ میں ہے اور تعمد یعنی عمداً کی یہ صورت ہے کہ مرضعہ کو یہ معلوم ہو کہ اس صغیرہ اور شوہر کے درمیان نکاح اور میرا دودھ پلا دینا مفسد نکاح ہے پھر بھی اس نے عمداً دودھ پلایا یعنی بدیں غرض کہ نکاح باطل ہو جائے اور یہ غرض نہیں کہ یہ بھوک سے بیتاب ہے دودھ پلانے سے آرام پائے یا ایسی حالت ہو کہ بھوک سے اس کے مر جانے کا خوف تھا پس اس نے دودھ پلا دیا بنابریں اگر نکاح کا حال نہ جانتی ہو مگر دودھ پلانے کو مفسد نکاح نہ جانتی ہو یا جانتی ہو لیکن اس صغیرہ کے مرنے کا خوف ہو کہ اگر دودھ نہ پائے گی تو خوف ہے کہ شاید مر جائے گی اور بغرض بھوک دور کرنے کے پلایا تو یہ عمداً فساد کی نیت نہیں ہے پس شوہر اس سے صغیرہ کا نصف مہر ڈانڈ نہیں لے سکتا ہے اور اس مقدمہ میں کہ یہ فعل بغرض فساد نہ تھا قسم سے جوان عورت مرضعہ کا قول قبول ہوگا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ دونوں صورتوں میں شوہر واپس لے سکتا ہے چاہے اس نے فساد کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن امام محمدؒ سے صحیح وہی ہے جو ظاہر الراویہ میں مذکور ہے اور وہی شیخینؒ کا قول ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر دودھ پلانے والی مجنونہ ہو تو؟

اگر دودھ پلا دینے والی مجنونہ ہو تو شوہر اس سے صغیرہ کا نصف مہر نہیں لے سکتا ہے اور نیز اگر مجنونہ نے قبل دخول کے ایسا فعل کیا ہے تو اس کو نصف مہر ملے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور یہی حکم معتوہہ کا ہے کذا فی المحیط اور یہی حکم ہے اگر جوان عورت مرضعہ پر اکراہ و زبردستی کی گئی ہو کذا فی فتح القدیر اور اسی طرح اگر صغیرہ خود جوان عورت کے پاس آئی اور یہ سو رہی تھی پس اس کی چھاتی منہ میں لے کر دودھ پی لیا تو دونوں اپنے شوہر پر حرام ہو جائیں گی اور دونوں میں سے ہر ایک کو اس کا نصف مہر ملے گا اور شوہر اس کو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے کذا فی السراج الوہاج پھر واضح ہو کہ ایسی صورت میں بالغہ کی حرمت دائمی ہو گئی ہے اور صغیرہ کی حرمت بھی دائمی ہوگی بشرطیکہ مرضعہ یعنی کبیرہ کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا کبیرہ کا دودھ اسی مرد سے ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو مرد کو اختیار ہوگا کہ صغیرہ سے دوبارہ نکاح کر لے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر ایک مرد کی تحت میں ایک صغیرہ اور ایک کبیرہ ہوں پھر کبیرہ کی ماں نے اس صغیرہ کو دودھ پلایا تو دونوں اپنے شوہر سے بائن ہو جائیں گی اور اسی طرح اگر کبیرہ کی بہن نے صغیرہ کو دودھ پلا دیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کبیرہ کی پھوپھی یا خالہ نے اس کو دودھ پلا دیا تو دونوں میں سے کوئی بائن نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص نے کبیرہ کا دودھ لے کر دو زوجہ صغیرہ کو پلایا تو ان کا شوہر ان کو نصف نصف مہر تاوان دے کر پھر اس مال کو اس شخص سے جس نے یہ فعل کیا ہے واپس لے گا بشرطیکہ اس نے عمداً فساد کرنے کے واسطے کیا ہو اور یہی صحیح ہے ایک شخص نے ایک عورت سے بنکاح فاسد وطی کی پھر ایک دختر صغیرہ سے نکاح کیا پھر اس صغیرہ کو اس عورت کی ماں نے جس کے ساتھ بنکاح فاسد وطی کی ہے دودھ پلا دیا تو صغیرہ بائنہ ہو جائے گی ایک شخص نے ایک صغیرہ سے نکاح کیا پھر اس کی پھوپھی سے نکاح کیا تو پھوپھی کا نکاح صحیح نہ ہوگا پس اگر پھوپھی کی ماں نے اس صغیرہ کو دودھ پلا دیا تو صغیرہ اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک کبیرہ اور تین دودھ پیتی صغیرہ سے نکاح کیا پھر کبیرہ نے ایک صغیرہ کو دودھ پلایا پھر دو کو ایک ساتھ پلایا تو سب حرام ہو جائیں گی اور تیسری حرام نہ ہوگی:

اگر ایک کبیرہ اور دو صغیرہ سے نکاح کیا پھر کبیرہ نے ان دونوں کو دودھ پلایا پس اگر ان کو ایک ساتھ پلایا تو سب کی سب

اس پر حرام ہو جائیں گی اور مرد بھی اس کبیرہ سے نکاح نہیں کر سکتا اور یہ بھی کبھی روا نہ ہوگا کہ ہر دو صغیرہ کو نکاح کر کے جمع کرے مگر یہ جائز ہے کہ ان دونوں میں سے ایک سے نکاح کرے بشرطیکہ کبیرہ سے دخول نہ کیا ہو اور اگر دخول کر لیا ہو تو مثل نسب کی صورت کے یہاں بھی جائز نہیں ہے اور اگر کبیرہ نے ان دونوں کو آگے پیچھے ایک بعد دوسرے کے دودھ پلایا تو کبیرہ مع پہلی صغیرہ کے حرام ہو جائے گی اور رہی دوسری صغیرہ کہ اس کو کبیرہ نے بائن ہو جانے کے بعد دودھ پلایا ہے پس ماں و بیٹی کا اجتماع نہ ہوگا لیکن یہ صغیرہ رضائی ربیبہ ہے پس اگر اس کی ماں یعنی کبیرہ سے دخول کر لیا ہے تو یہ بھی حرام ہوگی ورنہ نہیں اور اس کے بعد کبیرہ سے نکاح جائز نہ ہوگا اور نہ دونوں صغیرہ کو جمع کرنا جائز ہوگا اور اگر کبیرہ سے نکاح کیا اور تین صغیرہ سے نکاح کیا پھر کبیرہ نے ان صغیرہ کو آگے پیچھے ایک بعد دوسرے کے دودھ پلایا تو سب حرام ہو جائیں گی اس واسطے کہ جب اس نے پہلی صغیرہ کو دودھ پلایا تو وہ اس کی بیٹی ہوئی پس ماں و بیٹی کا اجتماع لازم آیا پس دونوں مرد کے واسطے حرام ہو گئیں پھر جب اس نے دوسری کو دودھ پلایا تو ایسی حالت میں پلایا کہ مرضعہ و پہلی صغیرہ دونوں بائنہ تھیں تو جمع ہونے کی وجہ سے بائنہ نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے کہ جمع پائی نہیں گئی لیکن یہ دیکھا جائے کہ اگر اس نے کبیرہ سے دخول کر لیا ہو تو فی الحال مرد پر حرام ہو جائے گی اس واسطے کہ یہ ایسی ربیبہ ہوئی کہ جس کی ماں سے دخول کر لیا ہے اور اگر ماں سے دخول نہ کیا ہو تو فی الحال حرام نہ ہوگی یہاں تک کہ کبیرہ تیسری کو دودھ پلائے اور جب تیسری کو دودھ پلایا تو یہ دونوں باہم بہنیں ہوئیں پس دونوں بسبب جمع کے حرام ہو گئیں پھر اس کے بعد کبیرہ سے نکاح کرنے اور دو صغیرہ کو جمع کرنے اور صغائر سے نکاح کرنے کا وہی حکم ہے جو ہم نے بیان کیا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر ایک کبیرہ اور تین دودھ پیتی صغیرہ سے نکاح کیا پھر کبیرہ نے ایک صغیرہ کو دودھ پلایا پھر دو کو ایک ساتھ پلایا تو سب حرام ہو جائیں گی اور اگر پہلی دو کو ایک ساتھ دودھ پلایا پھر تیسری صغیرہ کو پلایا تو کبیرہ و پہلی دو صغیرہ سب حرام ہو جائیں گی اور تیسری حرام نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر دو کبیرہ اور دو صغیرہ سے نکاح کیا اور ہنوز دونوں کبیرہ میں کسی سے دخول نہیں کیا تھا کہ دونوں کبیرہ نے ایک صغیرہ زینب کی طرف عمداً قصد کر کے اس کو دودھ پلایا اور ایک نے بعد دوسری کے اس کو پلایا ہے پھر دونوں نے عمداً دوسری صغیرہ عمرہ کو بھی اسی طرح ایک نے بعد دوسری کے دودھ پلایا تو دونوں کبیرہ بائنہ ہو جائیں گی اور دونوں صغیرہ یعنی زینب و عمرہ اس کی بیوی رہیں گی اور اگر دونوں کبیرہ میں سے ایک نے دونوں صغیرہ کو ایک کو بعد دوسری کے دودھ پلایا پھر دوسری کبیرہ نے دونوں کو ایک کو بعد دوسری کے دودھ پلایا پس اگر دوسری کبیرہ نے بھی پہلی اسی صغیرہ کو دودھ پلایا جس کو پہلی کبیرہ نے دودھ پلایا ہے تو دونوں کبیرہ بائنہ ہو جائیں گی اور ہر دو صغیرہ یعنی زینب و عمرہ اس کی بیوی رہیں گی اور اگر دوسری کبیرہ نے پہلے اس صغیرہ کو پلایا جس کو پہلی کبیرہ نے پیچھے پلایا ہے تو سب کی سب شوہر پر حرام ہو جائیں گی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کی دو بیوی ایک کبیرہ و دوسری صغیرہ ہے اور اس کے پسر کی بھی دو بیوی کبیرہ و صغیرہ ہیں پھر باپ کی کبیرہ بیوی نے پسر کی صغیرہ کو اور پسر کی کبیرہ نے باپ کی صغیرہ کو دودھ پلا دیا اور یہ دودھ انہیں دونوں مردوں کا ہے تو ہر دو صغیرہ بائن ہو جائیں گی اور ہر دو کبیرہ کا نکاح ثابت رہے گا اور اسی طرح اگر بجائے باپ و بیٹے کے دو بھائی ہوں تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے اور اگر چچا و بھتیجا ہو تو بھتیجے کی بیوی کا نکاح رہے گا اور چچا کی صغیرہ کا نکاح جاتا رہے گا یہ بحرالرائق میں ہے۔

رضاعت کی بابت کس کی گواہی قبول کی جائے گی؟

اگر ایک صغیرہ سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے دی پھر ایک کبیرہ سے نکاح کیا اور اسی شوہر سے اس کبیرہ کے دودھ اترا پھر اس کبیرہ نے صغیرہ مطلقہ مذکورہ کو یہی دودھ پلایا اس مرد کے سوائے دوسرے سے دودھ تھا وہ پلایا تو شوہر پر حرام ہو جائے گی اس

واسطے کہ وہ اس کی بیوی کی ماں ہوئی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر مطلقہ نے قبل انقضائے عدت کے شوہر کی صغیرہ بیوی کو دودھ پلا دیا تو صغیرہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اس واسطے کہ وہ مطلقہ کی بیٹی ہو گئی پس حالت عدت میں ماں و بیٹی کا جمع کرنا لازم آیا کہ جائز نہیں ہے جیسے حالت نکاح میں جائز نہیں یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر مطلقہ کی بہن نے اس کی دوسری بیوی صغیرہ کو مطلقہ کی عدت میں دودھ پلایا تو صغیرہ بائنہ ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کسی نے اپنی ام ولد کا نکاح ایک اپنے مملوک صغیر[1] سے کر دیا پس اس نے مولیٰ کی وطی کا دودھ اس صغیر کو پلا دیا تو وہ اپنے شوہر اور اپنے مولیٰ دونوں پر حرام ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے ایک شخص کی ام ولد ہے اس کا نکاح اس نے ایک طفل سے کر دیا پھر اس کو آزاد کر دیا پس اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی نکاح فسخ کیا پھر اس نے کسی دوسرے سے نکاح کر لیا اور اس سے اولاد ہوئی پھر اس طفل کے پاس آئی جس سے پہلے نکاح کیا تھا اور اس کو دودھ پلایا تو اپنے شوہر پر حرام ہو جائے گی اور اس واسطے کہ وہ شوہر کے رضاعی پسر کی بیوی[2] ہوئی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور رضاعت کا ثبوت وظہور دو باتوں میں سے ہر ایک بات سے ہوتا ہے یا تو اقرار ہو یا گواہ ہوں یہ بدائع میں ہے اور رضاعت میں اگر گواہی ہو تو فقط دو مرد عادل یا ایک مرد عادل و دو عورت عادلہ کی گواہی کے سوائے اور کسی کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور بدوں قاضی کے تفریق کرنے کے فرقت واقع نہ ہوگی یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد عادل نے گواہی[3] دی اور قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی پس اگر قبل دخول کے ہو تو عورت کو کچھ نہ ملے گا اور اگر دخول کے ہو تو مہر مسمیٰ و مہر مثل میں سے جو مقدار کم ہوگی اور نفقہ و سکنیٰ عدت کا واجب نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت پاس بعد نکاح کے دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عادل نے گواہی دی کہ تم دونوں میں رضاعت متحقق ہے تو عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ ٹھہرنا جائز نہیں ہے اس واسطے کہ یہ ایسی گواہی ہے کہ اگر قاضی کے سامنے ادا ہو تو رضاعت ثابت ہو جائے گی اسی طرح جب عورت کے سامنے ادا ہوئی تو بھی ثبوت ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

رضاعت کی بابت خبر دینے والا قابل اعتبار نہ بھی ہو پھر بھی صداقت جانچی جائے گی:

اگر ایک شخص نے خبر دی اور مرد کے دل میں آیا کہ یہ سچا ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ عورت سے پرہیز کرے اور احتیاط کو اختیار کرے خواہ اس نے قبل نکاح کے خبر دی ہو یا بعد نکاح کے لیکن پرہیز کرنا اس پر واجب نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر ایک عورت نے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو اس میں چار صورتیں ہیں اول آنکہ دونوں نے اس کی تصدیق کی تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور عورت کو کچھ مہر نہ ملے گا بشرطیکہ دخول نہ ہوا ہو اور دوم آنکہ دونوں نے اس کی تکذیب کی تو نکاح بحالہ رہے گا لیکن اگر یہ عورت خبر دینے والی عادلہ ہو تو پرہیزگاری یہ ہے کہ مرد اس کو چھوڑ دے کذا فی التہذیب اور جب اسکو چھوڑ دیا تو افضل یہ ہے کہ اس کو اس کا نصف مہر دے بشرطیکہ قبل دخول کے ہو مگر عورت کے حق میں یہ افضل ہے کہ وہ مرد سے کچھ نہ لے اور اگر بعد دخول کے ہو تو شوہر کے حق میں افضل یہ ہے کہ اس کو اس کا پورا مہر دے اور نفقہ اور سکنیٰ عدت بھی اور عورت کے حق میں یہ افضل ہے کہ اپنے مہر مسمیٰ اور مہر مثل میں سے کم مقدار لے اور نفقہ و سکنیٰ نہ لے اور اگر مرد نے اس کو جدا نہ کیا تو اس کو گنجائش ہے کہ عورت مذکورہ کو اپنے پاس رکھے یہ بدائع میں ہے اور اسی طرح[4] اگر اس کو دو عورتوں نے خبر دی یا ایک مرد اور ایک عورت نے یا غیر عادل دو مردوں نے یا غیر عادل ایک مرد دو عورتوں نے خبر دی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر نے اس عورت خبر دہندہ کی تصدیق کی اور عورت نے تکذیب کی تو نکاح فاسد ہوگا مہر اپنے حال پر ہوگا اور اگر مرد نے تکذیب اور عورت نے تصدیق کی تو نکاح اپنے حال پر ہوگا لیکن عورت کو اختیار ہوگا کہ مرد کو قسم دلائے[5] پھر اگر وہ قسم سے نکول کر گیا تو تفریق کر دی جائے گی یہ تہذیب

میں ہے اور اگر ایک عورت سے نکاح کیا پھر نکاح کے بعد کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا اور اس کے مانند کوئی رشتہ بتلایا پھر کہا کہ مجھے وہم ہوگیا تھا ایسا نہیں ہے جیسا میں نے کہا تھا تو استحساناً دونوں میں تفریق نہ کیا جائے گا اور اگر وہ اسی بات پر جو کہی ہے اڑا رہا اور کہا کہ یہی سچ ہے جو میں نے کہا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی پھر اس کے بعد اگر اپنے قول سے پھر گیا تو انکار کچھ کارآمد نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرا رضاعی باپ' بھائی یا رضاعی بھائی کا بیٹا ہے اور مرد نے اِس (آنسہ کے دعویٰ) سے انکار کیا:

پس اگر عورت نے بھی اس کے قول کی تصدیق کی تو کچھ مہر نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی تو اس کو نصف مہر ملے گا اور اگر مرد نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو تو عورت کو پورا مہر و نفقہ و سکنیٰ ملے گا بشرطیکہ مرد کی تکذیب کی ہو اور اگر تصدیق کی ہو تو مہر مسمّیٰ و مہر مثل میں سے کم مقدار ملے گی اور نفقہ و سکنیٰ کچھ نہ ملے گا یہ مضمرات میں ہے اور اگر قبل نکاح ہونے کے شوہر نے یہ اقرار کیا اور کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا رضاعی ماں ہے پھر کہا کہ مجھے وہم ہوا یا میں نے خطا کی تو جائز ہے کہ اس سے نکاح کر لے اور اگر کہا کہ جو میں نے کہا وہی سچ ہے تو اس سے نکاح کر لینا جائز نہیں ہے اور اگر نکاح کر لیا تو دونوں میں تفریق کرا دی جائے گی اور اگر مرد نے ایسا اقرار کرنے سے انکار کیا اور دو گواہوں نے اس کے اقرار کی گواہی دی تو بھی دونوں میں تفریق کر دی جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت نے اقرار کیا کہ یہ میرا رضاعی باپ یا بھائی یا رضاعی بھائی کا بیٹا ہے اور مرد نے اس سے انکار کیا پھر عورت نے اپنی تکذیب کی یا کہا کہ میں نے خطا کی ہے پھر اس مرد نے اس عورت سے نکاح کیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر عورت کے اپنی تکذیب کرنے سے پہلے مرد نے اس سے نکاح کیا تو بھی جائز ہے اور اگر عورت نے بعد نکاح کے یوں کہا کہ میں نے قبل نکاح کے کہا تھا کہ تو میرا بھائی ہے اور تو نے میرے اقرار کرنے کے وقت کہا کہ یہ اقرار جو تو کرتی ہے سچ ہے اور یہ نکاح فاسد واقع ہوا ہے تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور اگر ایسا قول شوہر کی طرف سے ہو تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی اور اگر دونوں نے ایسا اقرار کیا پھر دونوں نے اپنی تکذیب کی اور کہا کہ ہم دونوں سے خطا ہوئی ہے پھر اس مرد نے اس عورت سے نکاح کر لیا تو نکاح جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ یہ میرا رضاعی بیٹا ہے اور اسی پر اڑی رہی تو مرد کو یہ جائز ہے کہ اس عورت سے نکاح کرے اس واسطے کہ حرمت بجانب عورت نہیں ہوتی ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ جس میں وجوہ میں اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر نسب کا اقرار کیا کہ یہ عورت میری نسبی بہن یا ماں یا بیٹی ہے اور اس عورت کا نسب معروف بھی نہیں ہے اور اس کا سن بھی بلحاظ مرد کے ایسا ہے کہ اس کی ماں یا بیٹی ہو سکتی ہے تو مرد سے دوسری بار دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے کہا کہ مجھے وہم ہوا تھا یا میں نے خطا کی یا مجھ سے غلطی ہوئی تو استحساناً دونوں اپنے نکاح پر رہیں گے اور اگر اس نے کہا کہ جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت کا سن مرد کے دعویٰ کا متحمل نہ ہو مثلاً ایسی عورت ایسے مرد کی اولاد نہ ہو سکتی ہو تو نسب ثابت نہ ہوگا اور دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت کو کہا کہ یہ میری نسبی دختر ہے اور اسی پر اڑا رہا حالانکہ اس عورت کا نسب معروف ہے کہ وہ فلاں شخص کی بیٹی ہے تو دونوں میں جدائی نہ کی جائے گی اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ عورت میری ماں ہے حالانکہ اس مرد کی ماں معروفہ ہے کہ فلاں عورت ہے اور مرد اس امر پر اڑا رہا تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی یہ محیط میں ہے۔

کتاب الطلاق

اِس کتاب میں سترہ ابواب ہیں

باب: ①

طلاق کی تفسیر شرعی، رکن، شروط، وصف، حکم و تقسیم کے بیان میں اور جس کی طلاق واقع ہوتی ہے اور جس کی نہیں اِس کے بیان میں

شرعی تفسیر:

پس طلاق کی تفسیر شرعی یہ ہے کہ قید نکاح کو بلفظ مخصوص حالاً[1] و مآلاً رفع کرنے کو طلاق کہتے ہیں یہ بحرالرائق میں ہے۔

رکن و شروطِ طلاق:

رکن طلاق یہ ہے کہ مثلاً تو طالقہ ہے یا اس کے مثل الفاظ کہے یہ کافی میں ہے اور شرط طلاق علی الخصوص دو چیزیں ہیں ایک یہ کہ عورت کے ساتھ قید باقی ہو خواہ بنکاح یا بعدت دوم حل نکاح کی حلیت باقی ہو چنانچہ اگر بعد دخول واقع ہونے کے بمصاہرہ وہ حرام ہوگئی اور عدت واجب ہوئی پھر عدت میں طلاق دے دی تو واقع ہوگی کیونکہ حلیت زائل ہوگئی اور اگر عورت کو طلاق دے دی پھر اس سے مراجعت کر لی تو طلاق باقی رہے گا اگرچہ وہ فی الحال حلیت وقید کو رفع نہیں کرتا ہے اس وجہ سے کہ فی المآل بعد دو طلاق ملانے کے وہ ان دونوں کو رفع کرے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور حکم طلاق یہ ہے کہ اگر رجعی ہو تو بعد انقضائے عدت کے فرقت ہو جائے گی اور اگر بائن ہو تو فی الحال بدوں انقضائے عدت کے فرقت ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور جب تین طلاق پوری ہو جائیں تب سر دست ایسی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

وصفِ طلاق:

وصف طلاق یہ ہے کہ وہ بنظر اصل حرام ہے اور بنظر حاجت مباح ہے یہ کافی میں ہے۔

تقسیم طلاق کا بیان:

طلاق دو قسم کی ہے ایک طلاق سنی دوم طلاق بدعی اور ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں پس ایک قسم کا مرجع بجانب عدد ہے اور دوم کا مرجع بجانب وقت ہے پس طلاق سنی باعتبار عدد و وقت کے دو طرح کی ہے حسن و احسن پس احسن یہ ہے کہ اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی ایسے طہر میں دے جس میں اس سے وطی نہ کی ہو پھر اس کو چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے یا وہ

---

[1] یعنی فی الحال رفع کرے جیسے انت طالق بائن فی الحال بائن ہوگی اور فی المآل بھی یا کہا کہ تجھے طلاق ہے تو فی الحال نہیں بلکہ فی المآل جبکہ اور ملا دے گا یا عدت گزر جائے گی رافع ہوگا فافہم۔

حاملہ ہو کہ اس کا حمل ظاہر ہو گیا ہو اور حسن یہ ہے کہ ایسے طہر میں جس میں جماع نہیں کیا ہے اس کو ایک طلاق دے پھر دوسرے طہر میں دوسری پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

عددِ طلاق کا بیان:

عدد طلاق کی سنیت میں عورت مدخولہ وغیر مدخولہ دونوں مساوی[1] میں ہیں اور وقت طلاق کے سنیت خاصۃ مدخولہ کے حق میں ثابت ہوتی ہے اور غیر مدخولہ کو جب چاہے حالت حیض و طہر میں طلاق دے دے یہ ہدایہ میں ہے اور جس عورت سے اس کے شوہر نے خلوت کر لی[2] ہے اس کے حق میں وقت طلاق کے رعایت ویسی ہی چاہئے جیسے مدخولہ کے حق میں ہے یہ محیط میں ہے اور طلاق سنیت میں وقت کی رعایت میں عورت مسلمہ و کتابیہ و باندی عصب یکساں ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ طلاق اول میں تاخیر کرے یہاں تک کہ حد طہر آخر ہونے کو آئے تب طلاق دے دے تاکہ عورت تطویل عدت سے متضرر نہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ طاہر ہونے پر طلاق دے دے تاکہ اس امر میں مبتلا نہ ہو کہ بعد جماع کے اس نے طلاق واقع کی ہے اور یہی اظہر ہے یہ تبیین میں ہے اور واضح رہے کہ جس طہر میں جماع نہیں کیا ہے وہ طلاق سنی کا محل جب ہی ہو سکتا ہے کہ جب اس نے اس طہر سے پہلے جو حیض آیا ہے اس میں جماع[3] نہ کیا ہو اور نہ طلاق دی کیونکہ حالت حیض میں جماع کرنا یا طلاق دینا ہر ایک اس کے پیچھے والے طہر کو ایسا نہیں رکھتا ہے کہ وہ وقت طلاق سنی کا باقی رہے اور یہ بات زیادات میں صریح مذکور ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ حالت حیض کی طلاق سے اس نے مراجعت نہ کی ہو اور اگر مراجعت کر لی ہو تو اصل میں مذکور ہے کہ جب عورت طاہر ہو کر پھر حائض ہو پھر طاہر ہو تو پھر چاہے اس طہر میں طلاق دے دے اور اس کا کلام میں اشارہ ہے کہ جس حیض میں طلاق دے کر مراجعت کر لی ہے اس کے بعد والا طہر طلاق سنی ہونے کا محل نہ ہو جائے گا اور طحاوی نے ذکر فرمایا ہے کہ اس حیض کے پیچھے جو طہر آئے گا وہ ایسا ہو گا کہ چاہے اس میں طلاق سنی دے دے پس طحاوی کے کلام میں ارشارہ ہے کہ پھر وہ طہر محل طلاق سنت ہو جائے گا اور شیخ ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ جو شیخ طحاوی نے ذکر فرمایا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور جو اصل میں مذکور ہے وہ صاحبینؒ کا قول ہے اور اگر حالت حیض میں عورت کو طلاق دے دی پھر اس سے نکاح کر لیا پھر اس حیض کے بعد ہی جو طہر آیا اس میں طلاق دے دی تو بالاتفاق یہ طلاق سنی ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت کو ایسے طہر میں جس میں اس سے جماع نہیں کیا ہے طلاق بائن دے دی پھر اس سے نکاح کر لیا تو بالا جماع اس کو اختیار ہے کہ اسی طہر میں پھر طلاق دے دے یہ بدائع میں ہے۔

ایک ہی طہر میں تین طلاق کا مسئلہ:

اگر عورت کو ایسے طہر میں جس میں اس سے جماع نہیں کیا ہے ایک طلاق دے دی پھر عورت سے اسی طہر میں بقول مراجعت کی تو اس کو اختیار ہے کہ دوبارہ اسی طہر میں اس کو طلاق دے دے اور یہ طلاق امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق سنی ہو گی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ہو گی اور امام محمد سے اس میں دو روایتیں ہیں کذا فی الذخیرۃ اور اسی طرح اگر عورت سے بشہوت اس کو چھو کر یا بوسہ لے کر یا شہوت سے اس کی فرج کو دیکھ کر مراجعت کی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔ پس اگر شہوت سے اپنی عورت کا ہاتھ پکڑے ہو اور اس سے کہا کہ تجھ پر سنت کے طور پر اپنے وقت پر تین طلاق ہیں تو عورت پر فی الحال تین طلاق واقع ہو جائیں گی کہ ہر سہ طلاق ایک دوسرے کے در پے واقع ہو جائیں گی اس واسطے کہ جب اس پر ایک طلاق ہو گی تو اس سے مراجعت کرنے والا ہو جائے گا[4] پس اس پر دوسری طلاق واقع ہو جائے گی یہ مبسوط میں ہے اور اگر مسئلہ مذکورہ بالا میں عورت

---

(۱) کہ ایک طلاق بطور حسن دے دی۔ (۲) اگرچہ وطی واقع نہ ہوئی۔
(۳) اگرچہ جماع حالت حیض میں حرام ہے۔ (۴) کیونکہ شہوت سے ہاتھ پکڑے ہے۔

سے جماع کرنے سے رجوع کیا ہو تو بالا جماع اسی طہر میں اس کو طلاق سنی نہیں دے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت سے بہ جماع رجوع کیا اور وہ اس جماع سے حاملہ نہیں ہوئی اور اگر حاملہ ہو گئی تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو دوسری طلاق دے دے اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ بدائع میں ہے اور طلاق بدعی کی دو قسمیں ہیں ایک وہ بدعی کہ اس کا مرجع عدد ہے اور دوسری وہ بدعی جس کا مرجع وقت ہے پس جو بدعی کہ راجع بجانب عدد ہے وہ ایسی ہے کہ ایک ہی طہر میں عورت کو تین طلاق دے دے خواہ ایک ہی[1] کلمہ سے یا کلمات متفرقہ سے یا ایک ہی طہر میں دو طلاق جمع کر دے خواہ ایک ہی کلمہ سے یا متفرق سے پس اگر ایسا کیا تو یہ طلاق بدعی ہے واقع ہو جائے گی مگر طلاق دینے والا عاصی ہوگا اور جو بدعی کہ راجع بجانب وقت ہے وہ ایسی ہے کہ اپنی مدخولہ عورت کو جس کو حیض آتا ہے حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں اس سے جماع کیا ہے طلاق دی تو یہ بدعی ہے اور طلاق واقع ہوگی مگر مرد کو مستحب ہے کہ اس سے رجوع کر لے اور اصح یہ ہے کہ رجعت کرنا مرد پر واجب ہے یہ کافی میں ہے۔

طلاق بائن و سنی کا مسئلہ:

طلاق بائن سنی نہیں ہے اور طلاق خلع سنی ہے خواہ حیض میں ہو یا غیر حیض میں ہو اور منتقی میں لکھا ہے کہ حیض میں اپنی عورت کو مختار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ جب عورت بالغہ ہوئی اور اس کو خیار بلوغ حاصل ہوا پس اس نے اپنے[ا] نفس کو اختیار کیا یعنی تفریق و فسخ نکاح اختیار کیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ قاضی عورت مذکورہ کی حالت حیض میں دونوں میں تفریق کر دے یہ محیط میں ہے اور جب باندی آزاد کی گئی اور اس کو خیار عتق حاصل ہوا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ وہ حالت حیض میں اپنے نفس کو اختیار کرے اسی طرح اگر عنین کو جو مدت دی گئی تھی وہ ایسی حالت میں گزر گئی کہ عورت حائضہ تھی تو تفریق میں کچھ مضائقہ نہیں ہے کذا فی شرح الطحاوی اور ان مسائل میں مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو دونوں یکساں ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت بسبب صغیر یا کبر کے حائضہ نہ ہوتی ہو یا ان دونوں بیبیوں سے نہیں بلکہ وہ حائضہ نہ ہوتی ہو مثلاً سن بلوغ کو پہنچ گیا مگر حیض کا خون بالکل نہیں دیکھا پس اس کے شوہر نے چاہا کہ اس کو طلاق سنی دوں تو اس کو ایک طلاق دے دے پھر جب ایک مہینہ گزر جائے تو دوسری طلاق دے دے پھر جب ایک مہینہ گزر جائے تو تیسری طلاق دے دے پھر اگر طلاق اول ماہ میں یعنی چاندرات کی رات میں واقع ہوئی تو تفریق طلاق و عدت کے واسطے بالاتفاق مہینوں کا شمار چاند سے ہوگا اور اگر طلاق درمیان ماہ میں واقع ہوئی تو تفریق طلاق کے واسطے بالاتفاق دنوں کا شمار ہوگا پس پورے تیس روز پر دوسری طلاق نہ دے گا بلکہ اکتیسویں روز یا اس کے بعد دے گا اور عدت کے گزرنے کے واسطے بھی امام اعظمؒ کے نزدیک دنوں کا شمار ہوگا۔

اگر عورت صغیرہ مدخولہ ہو اور اس سے کہا کہ تجھے بطور سنت تین طلاق ہیں تو فی الحال اس پر ایک طلاق واقع ہوگی:

امام ابو یوسفؒ سے بھی یہی روایت ہے پس بدوں نوے روز گزرنے کے عدت پوری نہ ہوگی اور جو عورت کہ بسبب صغر و کبر کے حائضہ نہ ہوتی ہو تو جائز ہے کہ جب اس کو طلاق دے دے اور اس سے وطی کر کے کوئی زمانہ گزرنے نہ پائے کہ اس کو طلاق دے دے اور یہی ہمارے ائمہ ثلاثہ کا قول ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ہمارے شیخؒ فرماتے تھے کہ یہ

[ا] قال المترجم یعنی اس باندی آزاد شدہ نے اختیار کیا کہ وہ اس شوہر کے پاس جس کی عدت میں آزاد ہونے سے پہلی تھی نہ رہے گی تو نکاح فسخ ہو جائے گا اگرچہ قاضی فسخ نہ کرے خواہ شوہر آزاد ہو یا بندہ ہو اور یہی اصح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حر ہونے کی صورت میں ایسا نہ ہوگا۔

(۱) جیسے تجھ پر تین طلاق ہیں۔

حکم اس وقت ہے کہ جب عورت ایسی صغیرہ ہو کہ اس کے حیض و حبل کی امید نہ ہو اور اگر ایسی ہو کہ اس کے حیض و حبل کا احتمال ہو تو افضل یہ ہے کہ اس کے وطی و طلاق میں ایک مہینہ کا فصل کر دے یہ ذخیرہ میں ہے اور حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دے دینا جائز ہے اور سنی طلاق کے واسطے اس کی ہر سہ طلاق میں فصل کر دے کہ ایک مہینہ کے بعد دوسری طلاق اور پھر ایک مہینہ کے بعد تیسری طلاق دے اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام اعظمؒ کا قول ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اپنی مدخولہ سے جس کو حیض آتا ہے کہا کہ تجھ پر بطور سنت اپنے وقت پر تین طلاق ہیں تو ایک طلاق فی الحال واقع ہو گی بشرطیکہ وہ ایسے طہر میں ہو جس میں جماع نہیں ہوا ہے اور اگر حائضہ ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں جماع ہو گیا ہے تو فی الحال کوئی طلاق واقع نہ ہو گی یہاں تک کہ سنت طلاق کا وقت آئے پھر ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر اپنی عورت مدخولہ سے جس کو حیض آتا ہے کہا کہ تجھ پر بطور سنت تین طلاق ہیں تو اس میں کئی صورتیں ہیں کہ اگر اس نے یہ نیت کی کہ ہر طہر پر اس کو ایک طلاق واقع ہو تو یوں ہی ہو گا اور اسی طرح اگر اس نے کچھ نیت نہ کی تو بھی یہی ہو گا کہ ہر طہر پر اس پر ایک طلاق پڑے گی اور اگر یہ نیت کی کہ تینوں طلاق فی الحال اس پر واقع ہوں تو نیت صحیح ہو گی اس واسطے کہ فی الحال تین طلاق کا واقع ہونا سنت سے معلوم ہوا ہے اور اگر یہ نیت کی کہ ہر مہینہ کے شروع پر عورت پر ایک طلاق واقع ہو تو یوں ہی ہو گا اور اگر عورت آئسہ یا صغیرہ مدخولہ ہو اور اس سے کہا کہ تجھے بطور سنت تین طلاق ہیں تو فی الحال اس پر ایک طلاق واقع ہو گی خواہ فی الحال اس سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو پھر بعد مہینہ کے دوسری اور پھر بعد مہینہ کے تیسری واقع ہو گی یہ محیط میں ہے۔

تین طلاقیں یکجا دینا کس صورت میں صحیح نہیں:

اگر یہ نیت کی کہ فی الحال تینوں طلاق اس پر واقع ہوں تو ایسا ہی ہو گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح اگر حاملہ ہو تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہو گا کہ درصورت عدم نیت کے بطور سنت اور درصورت نیت کے اس کی نیت کے موافق طلاق پڑے گی یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت سے قبل دخول کے کہا کہ تجھ کو بطور سنت تین طلاق ہیں تو ایک فی الفور کہتے ہی واقع ہو گی پھر اگر اس سے نکاح کیا تو دوسری طلاق نکاح کرتے ہی واقع ہو گی اور یہی حال تیسری طلاق کا بھی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر حاملہ ہو اور اس سے کہا کہ تجھ کو بطور سنت تین طلاق ہیں تو ایک کہتے ہی واقع ہو گی اور دوسری بعد وضع حمل کے فوراً واقع ہو گی اگرچہ بعد ایک ہی دو روز کے وضع حمل ہوا ہو یا اس سے دوبارہ نکاح کیا تو فوراً واقع ہو گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس سے کہا کہ تو طالقہ ہے بلسنت اور یہ نہ کہا کہ تین طلاق پس اگر عورت مذکورہ کو حیض آتا ہو تو اس پر ایک طلاق واقع ہو گی بشرطیکہ یہ قول ایسی طلاق کے وقت پر ہو اور اس کا وقت ایسا طہر ہے جس میں جماع نہ ہوا ہو اور اگر وقت پر نہ ہو تو جب تک وقت نہ آئے تب تک واقع نہ ہو گی پھر جب وقت آئے گا تب واقع ہو جائے گی اور اگر عورت ایسی ہو کہ مہینہ سے اس کا شمار ہو یا حاملہ ہو تو ایک طلاق اس پر کہتے ہی واقع ہو گی یہ شرح طحاوی میں ہے اگر اکٹھا تین طلاق کی نیت کی یا متفرق تین طہروں پر واقع ہونے کی نیت کی تو صحیح ہے ایسا ہی شمس الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے اور نیز ایسا ہے شیخ الاسلام و صاحب الاسرار نے ذکر کیا ہے اور فخر الاسلام و صدر الشہید و ایک جماعت نے جن میں سے صاحب ہدایہ بھی ہیں ذکر کیا کہ ایسی صورت میں اکٹھا تین طلاق کی نیت صحیح نہیں ہے کذا فی التبیین چنانچہ ایک سے زیادہ اس صورت میں واقع نہ ہو گی یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو بدو طلاق بلسنت طالقہ ہے جس میں سے ایک بائنہ ہے تو اس کو اختیار ہو گا کہ دونوں میں سے جس کو چاہے بائنہ قرار دے:

اگر کہا کہ تو طالقہ بسنت ہے اور اس سے ایک طلاق بائنہ مراد لی تو عورت بائنہ نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر دو

طلاق مراد لیں تو دو واقع نہ ہوں گی اور اگر لفظ طالقہ سے ایک طلاق اور لفظ سنت سے دوسری طلاق مراد لی تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہر ماہ میں بسنت ہے پس اگر وہ آئسہ[1] از حیض ہو کہ مہینوں سے اس کی عدت کا شمار ہو تو ہر مہینہ پر ایک طلاق پڑے گی یہاں تک کہ وہ تین طلاق سے طالقہ ہو جائے اور اگر حیض آتا ہو کہ حیض سے عدت شمار ہوتی ہو تو اس پر ایک طلاق پڑے گی لیکن اگر شوہر نے تین طلاق کے ہر مہینے[2] پر ایک طلاق کی نیت کی ہو تو اسی طرح تین طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر ایسی بیوی سے جس کو حیض نہیں آتا ہے کہا کہ تو مہینوں پر طالقہ ہے تو ہر مہینہ کے شروع پر اس پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو حیض پر طالقہ ہے حالانکہ اس عورت کو حیض آتا ہے تو ہر حیض پر اس پر ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو اس پر کچھ واقع نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر باوجود کلام مذکور کے یہ بھی کہا کہ بسنت پس اگر وہ ایسے طہر میں ہو جس میں جماع نہیں ہوا ہے تو ایک طلاق فی الحال پڑ جائے گی پھر ہر مہینہ پر اور ہر حیض پر جب طاہر ہوگی ایک ایک طلاق پڑے گی اس واسطے کہ اس نے حیض کا لفظ بھی کہا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو بسنت دو طلاق سے طالقہ[(1)] ہے تو ہر ایسے طہر میں جس میں جماع نہیں کیا ہے اس پر ایک طلاق واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے اور معلیٰ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو بدو طلاق طالقہ ہے جن میں سے اول طلاق بسنت ہے پس اگر وہ ایسے طہر میں ہو جس میں جماع نہیں ہوا ہے تو جو طلاق بسنت ہے وہ اس پر فی الحال اوّلاً واقع ہوگی پھر اس کے پیچھے ہی دوسری طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عورت مذکورہ حائضہ ہو تو دونوں طلاقوں میں تاخیر ہو جائے گی یہاں تک کہ وہ طاہر ہو پھر دونوں طلاق اس طرح واقع ہوں گی کہ پہلے طلاق سنت پڑے گی اس کے پیچھے ہی دوسری طلاق بدعی واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو بدو طلاق طالقہ ہے کہ ان میں سے ایک بسنت اور دوسری طلاق بدعی واقع ہے یا کہا کہ تو طالقہ ہے لیک طلاق سنت و دیگر طلاق بدعت پس اگر عورت ایسی حالت میں ہو کہ وقت طلاق سنت ہے تو دونوں طلاق واقع ہوں گی کہ اوّلاً طلاق سنت پڑے گی پھر اس کے پیچھے ہی دوسری طلاق بدعت واقع ہوگی اور اگر وقت طلاق سنت نہ ہو تو طلاق بدعت بھی واقع ہو جائے گی اور طلاق سنت میں اس کا وقت آنے تک تاخیر ہوگی اور اگر اس نے اپنے کلام میں بیان طلاق بدعت کو مقدم کیا اور عورت ایسی حالت میں ہے کہ وقت طلاق سنت نہیں ہے تو طلاق بدعت واقع ہو جائے گی اور طلاق سنت میں تاخیر ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو بدو طلاق بسنت طالقہ ہے جس میں سے ایک بائنہ ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس کو چاہے بائنہ قرار دے اور اگر اس نے کچھ بیان نہ کیا یہاں تک کہ عورت حیض کے بعد طاہر ہوئی تو بدو طلاق بائنہ ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر بیوی سے کہا کہ تجھ پر تین طلاق بسنت بعوض ہزار درہم ہیں بشرطیکہ تُو چاہے:

اگر کہا کہ تو بعد سنت طالقہ ہے تو بعد حیض و طہر کے واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ہر گاہ تو کوئی بچہ جنی تو تو بسنت طالقہ ہے پھر وہ تین بچہ ایک ہی پیٹ سے جنی تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ ان دونوں اماموں کے نزدیک نفاس پہلے بچہ سے ہے پس جب وہ نفاس سے طاہر ہو تو ایک واقع ہوگی پھر ہر طہر میں دوسری واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہر واحد

تنبیہ: مترجم طلاق بسنت یا طلاق بدعت سے یہ مراد ہے کہ طلاق بوقت سنت و طلاق بوقت بدعت ہو۔

[1] قولہ آئسہ یعنی جو عورت بسبب بڑھاپے کے حیض آنے سے مایوس ہو گئی ہے یعنی جس کا حیض منقطع ہو گیا ہے۔

[2] یعنی ہر طہر پر اس واسطے کہ یہ عورت حائضہ ہے۔

(1) یعنی پوری تین طلاق تک۔

کے ساتھ بسنت ہے تو تین طلاق بصفت سنت واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ بدعت[ا] تو تینوں طلاق فی الحال واقع ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو کل کے روز بسنت طالقہ ہے حالانکہ عورت ایسی حالت میں ہے کہ کل کے روز اس پر طلاق سنت نہیں پڑ سکتی ہے تو اس پر طلاق نہ پڑے گی یہاں تک کہ سنت طلاق کا وقت آئے تب پڑے گی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہے اور یہ عورت اپنے شوہر کی طرف سے بغیر جماع کئے ہوئے طاہر موجود ہے لیکن کسی دوسرے مرد نے بطور زنا اس کے ساتھ وطی کی ہے تو اسی طہر میں اس پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر عورت مذکورہ سے غیر مرد نے بشبہہ وطی کی ہو تو اس طہر میں اس پر طلاق نہ پڑے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے مظاہرت[(۱)] کی پھر اس کو طلاق سنت دی اور وقت طلاق سنت ہے اور ہنوز کفارہ ظہار ادا نہیں کیا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی اور حرمت ظہار اس طلاق سنی واقع ہونے سے مانع نہ ہو گی اور اسی طرح اگر اپنی بیوی کی بہن سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کر لیا اور دونوں میں تفریق کرا دی گئی اور پھر اپنی بیوی کو اس کی بہن کی عدت کی حالت میں طلاق سنت دی تو بھی واقع ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اپنی بیوی کو طلاق سنت ایسی حالت میں دی کہ وہ زنا سے حاملہ ہے تو بھی یہی حکم ہے ایک عورت کو اس کے شوہر کے مر جانے کی خبر دی گئی پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ دخول کر لیا پھر اس کا پہلا شوہر آیا اور دوسرے شوہر اور عورت کے درمیان تفریق کر دی گئی اور دوسرے شوہر کی عدت عورت مذکورہ پر واجب ہوئی پھر اسی عدت کی حالت میں پہلے شوہر نے اس کو طلاق سنت دے دی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واقع نہ ہو گی اور امام اعظمؒ کے نزدیک واقع ہو گی اور اگر شوہر نے عورت کو تین طلاق بسنت دے دی پھر اس کو حیض آیا پھر طاہر ہوئی اور اس پر ایک طلاق واقع ہوئی پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ دخول کیا اور دونوں میں تفریق کر دی گئی تو جب تک عورت مذکورہ دوسرے شوہر کی عدت میں رہے گی تب تک اس پر باقی طلاق سنت واقع نہ ہوں گی یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واقع ہوں گی اور اگر بیوی سے کہا کہ تجھ پر تین طلاق بسنت بعوض ہزار درہم ہیں بشرطیکہ تو چاہے یا چاہنے کو مقدم کیا کہ اگر تو چاہے تو تجھ پر تین طلاق بسنت ہیں پس اگر یہ مقولہ حالت حیض میں ہو تو بقیاس قول امام اعظمؒ کے مشیت یعنی چاہنا ابھی نہ ہو گا یہاں تک کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے اور اگر یہ مقولہ ایسے طہر میں ہو جس میں جماع کر لیا ہے تو مشیت ابھی نہ ہو گی یہاں تک کہ اس کو حیض آ کر پھر طاہر ہو جائے یہ محیط میں ہے۔

آئسہ ہونے پر طلاق دی جاسکتی ہے:

اگر عورت کو طلاق دی[(۲)] اور وہ صغیرہ ہے پھر وہ مہینہ گزرنے سے پہلے حائضہ ہو کر طاہر ہوئی تو بالا جماع شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو دوسری طلاق دے دے اور اگر عورت کو طلاق دی اور وہ ایسی تھی کہ اس کو حیض آتا تھا پھر وہ آئسہ ہو گئی تو آئسہ[(۳)] ہونے پر اس کو دوسری طلاق دے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور نوادر ابو سلیمان میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے جو حیض سے آئسہ ہو گئی ہے کہا کہ تجھ پر بسنت تین طلاق ہیں تو ایک طلاق کہتے ہی واقع ہو گی پھر اگر عورت مذکورہ کو اس کے

ا بدعت یعنی کہا کہ تو طالقہ تین طلاق سے بدعت ہے تو فی الحال سب واقع ہوں گی۔

۲ آئسہ یعنی مایوسہ اور مراد یہ کہ حیض و ولد سے مایوس ہو گئی۔

(۱) ظہار کی صورت و معنی کتاب الظہار میں آگے مذکور ہیں۔

(۲) یعنی طلاق سنی ہوئی۔

(۳) اس کا دریافت ہونا نہایت مشکل ہے۔

بعد حیض آیا اور پھر طاہر ہوئی تو یہ طلاق آئے باطل ہو گئی پھر حیض سے طاہر ہونے پر ایک طلاق اس پر پڑے گی اور طلاق اولیٰ باطل ہو جانے سے امام ابو یوسفؒ کی مراد یہ صورت ہے کہ حالت آئسہ ہونے میں اس طلاق کی گفتگو سے پہلے اس کے ساتھ وطی بھی کی ہو تو باطل ہو جائے گی پھر اگر اس حیض کے بعد وہ آئسہ ہو گئی اور ایام[1] سے یہ بات ظاہر ہو گئی تو باقی دونوں طلاق مہینوں کے شمار سے واقع ہوں گی اور منتقی میں مذکور ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہے پس اس نے کہا کہ میں طاہرہ[(۱)] ہوں اور شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے حیض میں یا بعد حیض کے جماع کیا ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر عورت نے کہا کہ میں حاملہ ہوں اور مرد نے کہا کہ تو حاملہ نہیں ہے تو دعویٰ حمل میں عورت کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور نوادر ہشام میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے بسنت ایک طلاق ہے حالانکہ اس کے ساتھ دخول کر لیا ہے پس عورت نے کہا کہ تیری اس گفتگو سے پہلے مجھے حیض آیا پھر میں طاہر ہو گئی پھر جب تو نے گفتگو کی ہے تو میں اس وقت ایسی طاہر تھی کہ تو نے مجھ سے اس طہر میں قربت نہیں کی تھی اور شوہر نے کہا کہ تیرے طاہر ہونے کے بعد قبل اس کلام کے میں نے تجھ سے قربت کر لی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ سے حیض میں قربت کی تھی اور عورت نے اس کی تکذیب کی تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تو نے ہرگز اس وقت تک میرے ساتھ دخول نہیں کیا ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور قدوری میں فرمایا کہ ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہے حالانکہ یہ عورت باندی ہے اور وہ اس وقت ایسی حالت میں ہے کہ اس پر طلاق سنت نہیں واقع ہو سکتی ہے پھر اس باندی کو خرید کیا پھر سنت طلاق کا وقت آیا تو اس پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی پھر اگر اس کو آزاد کر دیا پھر سنت طلاق کا وقت آیا تو اس پر طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی شخص کو حکم کیا یعنی وکیل کیا کہ اس کی بیوی کو بسنت طلاق دیدے؟

اگر شوہر غلام اور بیوی حرہ ہو پس عورت سے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہے پھر عورت نے اس کو خرید لیا تو جب سنت طلاق کا وقت آئے گا عورت مذکورہ پر طلاق واقع ہوگی اور ظہیریہ میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ واقع نہ ہوگی اور عتابیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ پر بسنت تین طلاق ہیں اور عورت اس وقت ایسے طہر میں ہے کہ جس میں شوہر نے اس کے ساتھ جماع کیا ہے پھر اس بیوی کو خرید کر اسی وقت آزاد کر دیا تو وہ حیض کی عدت میں رہے گی کہ جب پہلے حیض سے طاہر ہو گی تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی اور دوسرا حیض پورا کر کے بائنہ ہو جائے گی کہ پھر دوسری طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر ایسا ہو کہ جس وقت اس سے یہ کلام کیا ہے اس وقت وہ حائضہ ہو پھر اس کو خرید کیا پھر حیض ہی میں اس کو آزاد کر دیا پھر وہ اس حیض سے طاہر ہوئی تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اس وجہ سے کہ بسبب فساد نکاح کے دونوں میں فرقت واقع ہو گئی اور طلاق سنت بعد ایسی فرقت کے جو شوہر وزوجہ میں ہوئی واقع نہیں ہوتی ہے الا بعد ایک مہینے کے یا بعد ایک حیض کے اسی طرح اگر آزاد شدہ باندی نے حالت حیض میں بخیار عتق اپنے نفس کو اختیار کیا حالانکہ اس کا شوہر اس سے کہہ چکا تھا کہ تو بسنت طالقہ ہے تو جب اس حیض سے طاہر ہوگی تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور زیادات میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص کو حکم کیا یعنی وکیل کیا کہ اس کی بیوی کو بسنت طلاق دے دے حالانکہ یہ عورت مدخولہ ہے پس وکیل نے کہا کہ تو بسنت طالقہ ہے یا کہا کہ جب تجھے حیض آئے پھر تو طاہر ہو جائے تو تجھے طلاق ہے پھر یہ عورت حائضہ ہو کر طاہر ہوگی تو اس پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اگر حائضہ ہو کر طاہر ہوئی

---

[1] ایام یعنی ایام معہود سے زائد گزر رے اور معلوم ہو گیا کہ اس کو حیض نہیں آئے گا۔

(۱) یعنی حیض سے اس وقت تک طاہر ہے۔

پھر وکیل نے کہا کہ تجھے طلاق ہے تو مطلقہ ہو جائے گی اور اگر وکیل سے کہا کہ میری بیوی کو تین طلاق بسنت دے دے پس وکیل نے اس کو تین طلاق بسنت تیسری طلاق دے دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شوہر غائب ہو اور اس نے چاہا کہ اپنی عورت کو ایک طلاق سنت دے دے تو عورت کو خط لکھے کہ جب یہ خط میرا تجھے پہنچے تو پھر جب تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے اور اگر تین طلاق بسنت دینا چاہے تو خط میں لکھے کہ جب میرا یہ خط تجھ پہنچے پھر تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے پھر جب تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے پھر جب تو حائضہ ہو کر طاہر ہو تو تجھے طلاق ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور مبسوط میں ہے کہ چاہے تحریری میں اور ایجاز کرے یعنی کم لفظوں میں سب مضمون ادا کرے اور بایں طور تحریر کرے کہ جب تجھے میرا یہ خط پہنچے تو تجھے بسنت تین طلاق ہیں پس طلاق ہائے مذکور بر صفت مذکورہ بالا واقع ہوں گی اور اگر عورت کو حیض[1] نہ آیا تو لکھے کہ جب میرا یہ خط پہنچے پھر چاند نظر آئے تو تجھے بسنت تین طلاق ہیں یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر کہا: انت طالق فی کتاب اللہ او بکتاب اللہ او معہ:

الفاظ طلاق سنت بنا بر آنکہ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے للسنة وفی السنة وعلی السنة وطلاق سنت وعدت و طلاق عدت وطلاق عدل (باضافت) وطلاق عدل (بوصف) وطلاق دین وطلاق اسلام واحسن الطلاق واجمل الطلاق وطلاق حق و طلاق قرآن وطلاق کتاب[2] ہیں پس یہ سب الفاظ طلاق کے اوقات سنت کی طلاق پر محمول ہوں گے اور اگر کہا کہ: انت طالق فی کتاب اللہ او بکتاب اللہ او معہ یعنی تو ایسی طلاق سے مطلقہ ہے جو کتاب اللہ میں موجود ہے یا بکتاب اللہ یا مع کتاب اللہ ہے پس اگر اس کلام سے اس کی نیت طلاق سنت ہے تو طلاق باوقات سنت واقع ہوگی ورنہ فی الحال واقع ہوگی اس واسطے کہ کتاب اللہ تعالیٰ دلالت کرتی ہے وقوع بسنت ووقوع بدعت. ونوں پر یعنی دونوں کے وقت پر واقع ہوتی ہے پس اس میں نیت کی احتیاج ہوئی اور اگر کہا کہ علی الکتاب او بہ یعنی تو طالقہ علی الکتاب یا بالکتاب ہے یا کہا کہ علی قول القضاۃ او الفقہاء یعنی بر قول قاضیان وفقیہان یا کہا کہ طلاق القضاۃ او الفقہاء یعنی تو طالقہ بطلاق اضیان وفقیہان ہے پس اگر اس نے طلاق سنت کی نیت کی تو دیانۃً اس کے قول کی تصدیق ہوگی مگر قضاء میں طلاق فی الحال واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو بطلاق سنیہ یا عدلیہ طالقہ ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باوقات سنت واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بطلاق حسنہ یا جمیلہ طالقہ ہے تو فی الحال واقع ہوگی اور امام محمدؒ نے جامع کبیر میں فرمایا کہ دونوں صورتوں میں فی الحال واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ[3] للبدعة یا طلاق بدعت ہے اور فی الحال تین طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو واقع ہوں گی اور تیز اگر ایک کی نیت کی تو بھی واقع ہوگی بشرطیکہ عورت حالت حیض میں ہو یا ایسے طہر میں ہو جس میں جماع کیا ہے اور اگر مرد کی کچھ نیت[4] نہ ہو تو ایک طلاق فی الفور واقع ہوگی بشرطیکہ عورت حالت حیض یا نفاس میں یا ایسے طہر میں ہو جس میں جماع ہوا ہے اور اگر ایسے طہر کی حالت میں ہو جس میں جماع نہیں ہوا ہے تو فی الحال کچھ نہیں واقع ہوگی یہاں تک کہ عورت حائضہ ہو یا اسی طہر میں اس سے جماع کرے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ انت طالقة تطليقة حقا یعنی تو طالقہ ہے بطلاق دادن[5] حق تو فی الفور مطلقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ انت طالقة تطليقة بالسنة او مع السنه او بعد السنة یعنی تو طالقہ تطلیق

(۱) خواہ صغیر ہو یا بڈھی۔
(۲) یعنی کتاب تعالیٰ۔
(۳) یعنی وقت بدعت۔
(۴) یعنی دو یا ایک۔ (۵) یعنی حق طلاق دینے۔

سنت یا مع السنۃ یا بعد السنۃ ہے تو طلاق بوقت سنت[1] ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور الفاظ طلاق بدعت اس طرح ہیں کہ مثلاً کہے کہ تو طالقہ للبدعۃ یا بطلاق بدعت یا بطلاق جور یا بطلاق معصیت یا بطلاق شیطان ہے پس اگر اس صورت میں تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ بدائع میں ہے۔

فصل : ①

ان لوگوں کے بیان میں جن کی طلاق واقع ہوتی ہے اور جن کی نہیں واقع ہوتی ہے

واضح ہو کہ شوہر کی طلاق جبکہ وہ عاقل بالغ ہو واقع ہوئی ہے خواہ وہ آزاد ہو یا بدنہ خواہ اس نے برغبت خود طلاق دی ہو یا باکرہ[2] طلاق دی ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور جس نے بطور لعب و ہزل کے طلاق دی اس کی طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اس کو کوئی اور بات کہنی منظور تھی مگر زبان سے طلاق نکل گئی تو طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور جامع الاصغر میں ہے کہ راشدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص یہ کہنا چاہتا تھا کہ زینب طالقہ ہے مگر اس کی زبان سے نکلا کہ عمرہ طالقہ ہے تو قضاءً وہی مطلقہ ہو جائے گی جس کا نام لیا ہے اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ دونوں میں سے کوئی مطلقہ نہ ہوگی اور اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق[3] حالانکہ وہ انت طالق کے معنی نہیں جانتا ہے تو طلاق واقع ہوگی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ یہ طلاق ہے تو قضاءً وہ مطلقہ ہو جائے گی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ مطلقہ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور طفل کی طلاق اگرچہ وہ سمجھ دار ہو اور مجنون و نائم و مبرسم[4] و مغمی[5] علیہ و مدہوش کی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے کذا فی فتح القدیر اور اسی طرح معتوہ کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ اس نے حالت عتہ میں طلاق دے دی ہو اور اگر حالت افاقہ میں طلاق دی تو صحیح[6] یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

سوتے میں طلاق دینا یا کسی دَورہ وغیرہ کی حالت میں طلاق دینا:

ایک شخص سوئے ہوئے نے طلاق دی پھر جب خواب سے بیدار ہوا تو اس نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے سوتے میں طلاق دے دی ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اس طلاق کی (جو خواب میں دی ہے) اجازت دی تو بھی واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے وہی طلاق واقع کی تو واقع ہو جائے گی اور اگر یوں کہا کہ میں نے وہ طلاق واقع کی جو میں نے سوتے میں زبان سے کہی ہے تو واقع نہ ہوگی مبرسم نے طلاق دی پھر جب تندرست ہوا تو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر کہا کہ میں نے یہ قول اس واسطے کہا کہ جس طلاق کو میں نے برسام کے مرض میں زبان سے نکالا ہے اس کے واقع ہونے کا مجھے وہم ہوا

---

(۱) یعنی اگر فی الحال وقت سنت ہوگا تو تا وقت سنت تاخیر ہوگی۔

(۲) مثلاً سلطان نے اس کو مجبور کیا تو بالاتفاق واقع ہوگی اور یہ یاد رہے کہ اتفاق وقوع طلاق کا باکراہ غیر سلطان پڑتی ہے اگرچہ اکراہ کے تحقق ہونے میں اختلاف ہو۔

(۳) یعنی تجھے طلاق ہے۔

(۴) جس کو سرسام کی بیماری ہو۔

(۵) یعنی اغماء طاری ہوا یعنی بدوں نشہ کے استعمال کے بے ہوش ہو گیا۔

(۶) اس میں اشارہ ہے کہ طلاق مجنون بھی بحالت افاقہ واقع ہوگی۔

پس اگر یہ کلام اس ذکر و حکایت کے درمیان میں ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی ورنہ نہیں یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر طفل نے طلاق دی پھر جب بالغ ہوا تو اس نے کہا کہ میں نے اس طلاق کی اجازت دی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس کو واقع کیا تو واقع ہو جائے گی اس واسطے کہ یہ ابتداءً ایقاع ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر کسی شخص نے طفل کی بیوی کو طلاق دی پھر طفل نے بعد بالغ ہونے کے کہا کہ میں نے اس طلاق کو جس کو فلاں نے واقع کیا تھا واقع کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کہا میں نے اس کی اجازت دی تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر طفل کسی شخص کی طرف سے طلاق دینے کا وکیل ہو پس طفل نے طلاق دی تو صحیح[ا] ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے زید نے عمرو کی قسم کا بیان کرنا شروع کیا (یعنی عمرو نے جو قسم کھائی تھی کہ اگر اس کی عورت فلاں کے گھر میں جائے تو اس کو طلاق ہے مثلاً یا اور اس کے مثل) پھر جب وہ طلاق کے بیان تک پہنچا تو اس کے دل میں خود ہی عورت کا خیال آیا پس اگر اس نے طلاق کے ذکر کے وقت حکایت عمرو کی بیان کی نیت نہیں کی بلکہ از سر نو طلاق کی نیت کی ہو اور سلسلہ کلام اس طرح متصل ہو کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے اپنی بیوی پر طلاق واقع کی تو طلاق واقع ہو جائے گی اس واسطے کہ اس نے طلاق واقع کی ہے اور اگر اس نے کچھ نیت نہ کی ہو تو واقع نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ حکایت پر محمول ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور سکران[(۱)] کی طلاق واقع ہوتی ہے بشرطیکہ وہ خمر یا نبیذ[(۲)] کے پینے سے نشہ میں ہو اور یہی ہمارے اصحاب کا مذہب ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کوئی شخص شراب پینے پر با کراہ مجبور کیا گیا یا اس نے بضرورت[ب] شراب پی اور نشہ ہوا اور اُس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جیسے اس پر حد واجب نہیں ہوتی ہے اسی طرح اس کی طلاق بھی واقع نہ ہوگی اور اس کا کوئی تصرف نافذ نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مثل بنگ[(۳)] یا مادہ خرواستر کے دودھ وغیرہ سے نشہ میں ہوا تو اس کی طلاق و عتاق کچھ واقع نہ ہوگی یہ تہذیب میں ہے اور اگر بھنگ سے نشہ میں ہوا تو اس کی طلاق ہو جائے گی اور اس کی حد ماری جائے گی اس واسطے کہ یہ فعل یعنی بھنگ نوشی لوگوں میں پھیل گئی ہے اور ہمارے زمانہ میں اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر اس نے ایسی اشربہ[(۴)] میں سے جو حبوب و فواکہ و شہد سے بنائی جاتی ہیں استعمال کی ہوں پھر اس نے طلاق دی یا آزاد کیا تو اس میں اختلاف ہے اور فقیہ ابو جعفر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ جیسے اس پر حد لازم نہیں آتی ہے اسی طرح اس کے تصرفات بھی نافذ نہ ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے حبوب یا شہد کی بنائی ہوئی شراب پی اور اس کو نشہ ہوا اور اس نے طلاق دی تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے

ا قال المترجم اس مقام پر طفل مطلقاً ہے خواہ سمجھدار ہو یا نہ ہو اور شرط وکالت میں قید عاقل ہے پس ظاہراً یہ قید یہاں معتبر نہیں ہے وہذا ہو الظاہر واللہ اعلم۔

ب اس میں اشعار ہے کہ بضرورت شراب پینا روا ہے اور ضرورت کے معنی یہ بیان کئے گئے ہیں کہ حکیم حاذق جس کی حذاقت عام تمام مشہور ہو بتلائے کہ سوائے شراب کے اس کا علاج نہیں ہے اور حکم مذکور ثقہ بھی ہو تو روا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ تب بھی نہیں جائز ہے وھو الاصح۔

(۱) نشہ سے مست۔

(۲) کتاب اشربہ میں دیکھو۔

(۳) اجوائن خراسانی۔

(۴) جمع شراب۔

نزدیک واقع نہ ہوگی اور اس میں امام محمدؒ نے اختلاف کیا ہے یعنی ان کے نزدیک واقع ہوگی اور امام محمدؒ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا انتہا اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے نبیذ پی اور اس کے مزاج کے موافق نہ ہوئی اور ارتفاع بخارات سے اس کے سر میں درد پیدا ہوا اور شدت درد سے اس کی عقل زائل ہوگئی نہ بوجہ نبیذ پینے کے نشہ کے پھر اس نے طلاق دے دی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کسی کی عقل بوجہ صدمہ ضرب کے زائل ہوئی یا اس نے خود اپنے سر میں مارا کہ جس سے عقل زائل ہوئی پھر اس نے طلاق دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بامرِ مجبوری یا جبر و اکراہ دی گئی طلاق نافذ العمل نہ ہوگی:

اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اقرار طلاق پر باکراہ مجبور کیا گیا تو اس کا اقرار نافذ نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے ایک شخص کو سلطان [۱] نے باکراہ مجبور کیا کہ اپنی بیوی کے طلاق دینے کے واسطے کسی کو وکیل کرے پس اس نے مار پیٹ و قید [۲] کے خوف سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس وکیل نے اس کی بیوی کو طلاق دے دی پھر موکل نے کہا کہ میں نے اس کو اپنی بیوی کے طلاق دینے کے واسطے وکیل نہیں کیا ہے تو علماء نے فرمایا ہے کہ یہ قول اس کی طرف سے مسموع نہ ہوگا اور طلاق واقع ہو جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کی طلاق دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا پھر وکیل نے شراب خمر پی کر اس کی بیوی کو طلاق دی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہ ہوگی اور اکثر مشائخ کے نزدیک واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور گونگے کی طلاق باشارہ ہوتی ہے اور گونگے سے ایسا گونگا مراد ہے جو پیدائشی ہو یا بعد کو اس طرح گونگا ہوا کہ برابر ہمیشہ کے واسطے گونگا ہو گیا حتیٰ کہ اس کا اشارہ مفہوم[ا] ہوا یہ مضمرات میں ہے چاہے اس گونگے کو لکھنے کی قدرت ہو یا نہ ہو یہ معراج الدرایہ و فتح القدیر میں ہے اور اگر گونگے کا اشارہ معروف نہ ہو جو اس کی طرف سے معلوم ہو یا اشارہ ایسا ہو کہ جس سے یہ معلوم ہو کہ اس غرض کے واسطے ایسا اشارہ کرتا ہے لیکن قطعی معلوم نہ ہو بلکہ شک ہو تو یہ باطل ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر کوئی شخص پیدائش کے بعد درمیان عمر میں گونگا ہو گیا مگر دائمی نہیں تو ایسے گونگے کے اشارہ کا اعتبار نہیں ہے پھر جس صورت میں کہ گونگے کے اشارہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر گونگے نے طلاق دی اور اشارہ سے تین طلاق سے کم تعداد سمجھ میں آئی تو وہ رجعی ہوگی یہ مضمرات میں ہے اور آخر نہایہ میں امام تمرتاشی سے منقول ہے کہ جو گونگا بعد پیدائش کے گونگا ہوا اور اس کا اشارہ مفہوم قرار دیا جاتا ہے اس کے واسطے گونگے ہونے کی مدت ایک سال مقرر کی گئی ہے (یعنی اگر ایک سال تک گونگا رہا تو اس کا اشارہ مفہومہ ہوگا اور طلاق مثلاً واقع ہوگی اگرچہ بعد ایک سال کے اچھا ہو جائے (اور امامؒ سے مروی ہے کہ ایسے گونگے کا تادم موت گونگا [۳] رہنا ضرور ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق میں ہے۔

اگر عورت مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی تو شوہر کی طلاق اس پر واقع نہ ہوگی:

اگر اخرس تحریر کر سکتا ہو تو تحریر سے اس کی طلاق جائز ہوگی کذا فی الہدایہ فی مسائل شتے۔ بعضے مشائخ سے دریافت کیا گیا

ا یعنی معلوم ہو گیا کہ اس اشارہ سے اس کی یہ مراد ہوتی ہے یا اس طرح کا اشارہ کرتا ہے اور شاید یہ مراد ہو کہ اس کے اشارہ مفہوم کا اعتبار ہوتا ہے اس واسطے کہ گونگے کا اشارہ مفہومہ مثل کلام کے اور غرض اعتبار اشارہ سے ہے لیکن مال واحد ہے۔ (۱) قال سلطان کی قید امر طلاق میں بفرض اتفاق ہے لیکن حاجت نہیں کیونکہ درصورت غیر سلطان کے بھی طلاق واقع ہوگی اگرچہ اکراہ نہ ہو۔ (۲) اور اگر قتل کے خوف سے وکیل کیا تو بھی واقع ہوگی۔ (۳) ورنہ حکم باطل ہو جائے گا۔

کہ ایک شخص نے جوش میں ہے اپنی بیوی سے کہا کہ اے سرخ[1] لیک بماہ ماندر روت۔ کد[2] بانوی من طلاق دادہ شویت۔ تو فرمایا کہ دیکھا جائے گا کہ اگر عورت مذکورہ ثیبہ ہو اور اس شوہر سے پہلے اس کا ایک شوہر تھا کہ جس نے اس کو طلاق دی تھی تو اس لفظ سے طلاق واقع نہ ہوگی بشرطیکہ مرد مذکور کی نیت[3] طلاق کی نہ ہو اور اگر اس سے پہلے عورت مذکورہ کا ایسا شوہر نہ ہو تو طلاق واقع ہوگی خواہ نیت کی ہو یا نہ کیا ہو یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر شوہر مرتد ہو کو دارالحرب میں چلا گیا تو اس کی طلاق اس کی بیوی پر واقع نہ ہوگی لیکن اگر ایسی حالت میں دارالسلام میں واپس آیا کہ عورت مذکورہ اس کی فرقت کی عدت میں ہے تو طلاق جو اس نے دارالحرب میں دی تھی واقع ہو جائے گی اور اگر عورت مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی تو شوہر کی طلاق اس پر واقع نہ ہوگی پھر اگر وہ قبل عدت گزرنے کے واپس آئی تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق مذکور اس پر واقع نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واقع ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو خریدا پھر اس کو طلاق دی تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر عورت اپنے شوہر کی تمام مالک ہوئی یا کسی حصہ کی مالک ہوئی تو پھر شوہر کی طلاق اس پر واقع نہ ہوگی اور اگر عورت نے شوہر کو خریدا پھر اس کو آزاد کر دیا پھر شوہر نے اس کو طلاق دی تو طلاق واقع ہوگی اور علیٰ ہذا اگر اپنی زوجہ کو خریدا پھر اس کو آزاد کیا پھر اس کو طلاق دی درحالیکہ وہ عدت میں ہے تو بسبب زوال مانع کے طلاق واقع ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر غلام نے کسی عورت سے نکاح کیا تو غلام کی طلاق اس عورت پر واقع ہو سکتی ہے اور آقائے غلام کی طلاق اس کی عورت پر واقع نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور طلاق کا اعتبار ہمارے نزدیک عورت کے لحاظ پر ہوتا ہے چنانچہ باندی کی طلاق پوری دو ہوں گی خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام ہو اور آزاد عورت کی طلاق تین ہوں گی خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام ہو یہ کافی میں ہے۔

باب: ②

ایقاع طلاق کے بیان میں اور اس میں سات فصلیں ہیں:

فصل: ①

اوّل طلاق صریح کے بیان میں

کونسے الفاظ طلاقِ صریح کے زمرے میں آئیں گے:

طلاق صریح اس طرح ہے کہ مثلاً کہا کہ تو طالقہ ہے یا مطلقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی پس ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگرچہ اس نے ایک سے زیادہ کی نیت کی ہو یا بائنہ طلاق کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ ہو یہ کنز میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اور نیت یہ کی کہ تو وثاق سے چھوٹی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور دیانۃ فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ وہ متدین ہوگا اور عورت کو مثل[4] قاضی کے حلال نہیں ہے کہ مرد مذکور کو اپنے اوپر قابو دے جبکہ اس سے یہ کلام سن لے یا کوئی گواہ عادل اس کے

---

(۱) اے سرخ لب چاند سے تیرا چہرہ مشابہ ہے۔
(۲) میری کدبانو تیرے شوہر نے تجھے طلاق دی۔
(۳) بلکہ خبر و حکایت ہو۔
(۴) یعنی قاضی کو روا نہیں کہ کسی مرد سے ایسا سن کر اس کو اس کی بیوی پاس رہنے دے بلکہ دونوں کو جدا کر دے۔

سامنے یہ گواہی دے اور اگر عورت سے کہا کہ تو وثاق[۱] سے طالقہ ہے تو قضاءً کچھ واقع نہ ہوگا اور اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ تو اس قید(۱) سے طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر تو بالقہ ہے اس قول سے یہ نیت کی کہ تو کام[۲] سے چھوٹی ہوئی ہے تو دیانۃً و قضاءً کسی طرح تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو اس عمل سے طالقہ یا فلاں کام سے طالقہ ہے تو دیانۃً اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ از غل یا از قید ہے یہ مسئلہ منتقی میں دو جگہ مذکور ہے اور ایک جگہ یہ جواب مذکور ہے کہ قضاءً طلاق واقع نہ ہوگی اور دوسری جگہ مذکور ہے قضاءً طلاق واقع ہوگی اور حسن بن زیاد نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو اس قید یا اس غل سے طالقہ ہے تو وہ مطلقہ ہو جائے گی اور قضاءً مرد مذکور کا دعویٰ کہ میں نے سوائے طلاق کے بیڑی یا طوق سے رہا ہونا مراد لیا ہے تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق سے طالقہ اس عمل سے ہے تو اس پر تین طلاق واقع نہ ہوں گی اور قضاءً اس کے دعویٰ کی کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تصدیق نہ کیا جائے گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اے مطلقہ پس اگر اس عورت کا اس سے پہلا کوئی شوہر نہ ہو یا ہو مگر طلاق نہ ہوئی ہو بلکہ مر گیا ہو اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر اس عورت کا شوہر پہلا کوئی ہو اور اس نے اس کو طلاق دی ہو پس اگر اس شوہر نے اس کلام سے پچھلے واقعہ کی خبر دینے کا قصد نہیں کیا تو بھی مطلقہ ہو جائے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اپنے کلام سے پچھلے اخبار کا قصد کیا ہے تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ متدین ہو سکتا ہے اور رہا یہ امر کہ قضاءً بھی اس کی تصدیق ہوگی یا نہ ہوگی تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس کی تصدیق ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس کلام سے گالی(۲) دینے کا قصد کیا تھا تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ متدین ہو سکتا ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے اطلاق کیا (یا رہا کیا) تو یہ صریح نہیں ہے پس اگر طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قال المترجم اطلاق کا اسم مفعول مونث مطلقہ بسکون طاء و فتح لام بلا تشدید یعنی رہا کردہ شدہ ہے قال اور اگر عورت سے کہا کہ تو مطلقہ ہے یا اے مطلقہ بسکون طاء و فتح لام بلا تشدید تو بدوں نیت کے طلاق نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ ان الطلاق یعنی تو طلاق ہے یا انت طالق(۳) الطلاق یعنی تو طالق الطلاق ہے یا ان طالق طلاقاً یعنی تو طالق ہے طلاق ہونے پر پس اگر کچھ نیت نہ ہو یا ایک یا دو طلاق کی نیت ہو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی قال المترجم اول ایک صورت میں شاید اردو زبان میں جس طرح ان الفاظ کا ترجمہ مذکور ہے غالباً طلاق واقع(۴) نہ ہوگی واللہ سبحانہ اعلم۔ ہاں دوسری و تیسری صورت میں حکم مذکور جاری ہوگا واللہ اعلم۔ اور اگر کہا کہ ان طلاق تو طلاق ہے تو اس سے طلاق پڑ جائے گی اور اس میں نیت ہونے کی حاجت نہیں ہے مگر رجعی طلاق ہوگی اور تین طلاق کی نیت بھی صحیح ہے لیکن اس صورت میں کہ جب طلاق خبر بدوں الف و لام کے ہے وہ طلاق کی نیت صحیح نہیں ہے کذا فی الہدایہ مگر دو طلاق کی نیت صحیح نہ ہونا اس وقت ہے کہ جب عورت حرہ ہو اور اگر باندی ہو تو دو طلاقیں واقع ہوں گی (کہ یہی اس کے حق میں کامل ہیں) یا حرہ ہونے کی صورت میں اگر ایک طلاق

۱ وثاق مضبوطی و بندش یعنی رسی وغیرہ جس میں بندھی ہوئی تھی۔

۲ قولہ کام سے...... اس واسطے کہ کام سے چھوٹنا بمعنی طلاق معروف نہیں مستعمل ہے اور حسن اخلاق سے ہمارے محاورہ میں بھی ایسا نہیں ہے۔

(۱) یعنی بندش سے بیڑیوں سے۔

(۲) یعنی بد بات کہنا۔

(۳) ہر دو لفظ بوقف آخر نہ باضافت۔

(۴) اور اگر دوسری صورت میں طالق الطلاق باضافت ہے تو بھی مثل اول صورت کے معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم۔

اس پر پہلے واقع ہو چکی ہو تو اس پر بھی دو طلاق پڑیں گی بشرطیکہ ان دونوں کی پہلی طلاق کے ساتھ نیت کی ہو یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تیرے واسطے طلاق ہے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اُس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق پڑ جائے گی وگرنہ نہیں:

اگر عورت سے کہا کہ انت طالق الطلاق تو طلاق الطلاق ہے اور کہا کہ میں نے لفظ طالق سے ایک طلاق اور لفظ الطلاق[(1)] سے دوسری طلاق مراد لی ہے تو اس کی تصدیق ہوگی پس دو طلاق رجعی واقع ہوں گی بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو ورنہ دوسرا کلام لغو ہو جائے گا یہ کافی میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے واسطے طلاق ہے تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق پڑ جائے گی اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو نہ پڑے گی قال المترجم یعنی اس عورت سے کہا کہ لك الطلاق اور یہ عربی میں محتمل ہے صریح نہیں ہے لیکن جس طور سے ترجمہ اردو مذکور ہے زبان اردو میں غالباً اس سے طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ عرف میں متبادل یہی ہے پس زبان کے لحاظ سے صریح ہے نہ محتمل فلیتا مل واللہ اعلم اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی ورنہ امر طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ[ا] ہوگا اور اگر عورت سے کہا کہ علیك الطلاق تیرے اوپر طلاق ہے تو وہ طالقہ ہوگی بشرطیکہ نیت ہو قال المترجم زبان اردو میں بلا شرط مطلقہ ہوگی واللہ اعلم۔ اور اگر کہا کہ طلاق علیك واجب یعنی میری طلاق تجھ پر واجب ہے تو طلاق پڑے گی اس طرح اگر کہا کہ الطلاق علیك واجب طلاق تجھ پر واجب ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ بقالی نے اپنے فتاویٰ میں ذکر فرمایا ہے اور اگر عورت سے کہا کہ طلاقك علي یعنی تیری طلاق مجھ پر ہے تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا طلاقك علي واجب اولازم او فرض او ثابت بمعنی تیری طلاق مجھ پر واجب یا لازم یا فرض یا ثابت ہے پس شیخ ابو اللیثؒ نے فتاویٰ میں اس مسئلہ میں متاخرین کا اختلاف نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی چاہے نیت ہو یا نہ ہو اور بعض نے فرمایا کہ واقع نہ ہوگی نیت کرے یا نہ کرے اور بعض نے فرمایا کہ واجب کہنے کی صورت میں بدوں نیت واقع ہوگی اور لازم کہنے کی صورت میں واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت ہو اور فرق ان دونوں عرف کی راہ سے ہے قال المترجم یہی قول اخیر زبان اردو کے موافق ہے واللہ اعلم الا لفظ فرض محتمل ہے لیکن فرض بغیر حکم الٰہی غلط ہے لہٰذا سوائے واجب کے سب الفاظ میں موافق قول اخیر اردو میں بھی یہی حکم ہوگا فلیتا مل اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو تیری طلاق مجھ پر واجب یا لازم یا ثابت ہے پس عورت نے یہ فعل کیا تو بھی ایسا اختلاف ہے اور شیخ صدر الشہیدؒ نے یہ اختیار کیا ہے کہ سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی کذا فی المحیط اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ: انت طالق طالق یا انت طالق انت طالق یا قد طلقتك قد طلقتك یا انت طالق قد طلقتك تو دو طلاق ہوں گی:

شیخ امام اجل ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سب صورتوں میں طلاق واقع نہ ہونے کا فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں ہے اور قاضی کے فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ مختار یہ ہے کہ سب صورتوں میں طلاق واقع[۲] ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے

ا قال المترجم ظاہر مراد یہ ہے کہ عورت مذکور نے اس مجلس میں اختیار قبول کر لیا ہو واللہ اعلم۔

۲ قال المترجم یہ احوط ہے۔

(1) الطلاق سے ایک طلاق مراد لینا۔

روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ کوئی طلاقا بمعنی ہو جا تو طالقہ یا کہا کہ اطلقی بمعنی کوئی طالقا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کہا کہ انت[1] طالق طالق یا انت طالق انت طالق یا قد[2] طلقتك قد طلقتك یا انت[3] طالق قد طلقتك تو دو طلاق واقع ہوں گی درحالیکہ عورت مدخولہ ہو اور اگر کہا کہ دوسری سے میرا مقصود پہلی کی خبر دینا تھا تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ متدین ہو سکتا ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے پس اس سے کسی نے پوچھا کہ تو نے کیا کہا پس اس نے کہا کہ میں نے اس کو طلاق دے دی یا کہا کہ میں نے یہ کہا کہ وہ طالقہ ہے تو قضاءً ایک طلاق پڑے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق و طالق و طالق بمعنی تو طالق و طالقہ و طالقہ ہے اور اس کو کسی شرط پر معلق نہیں کیا پس اگر عورت مدخولہ ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ انت طالق فطالق فطالق یا ثم طلاق ثم طالق یا طالق طالق طالق بمعنی تو طالقہ پس طالقہ پس طالقہ ہے یا تو طالقہ پھر طالقہ پھر طالقہ ہے یا تو طالقہ طالقہ طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ انت طالق انت طالق انت طالق بمعنی تو طالقہ ہے تو طالقہ ہے تو طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے اول سے طلاق کا قصد کیا اور دوسری و تیسری سے فقط عورت کا سمجھانا مقصود تھا تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ہرگاہ طلاق دینے والے نے لفظ طلاق کو مکرر کہا خواہ بحرف واؤ یا بغیر حرف واؤ تو طلاق متعدد ہوں گی اور اگر دوم سے اول ہی مراد لینے کا دعویٰ کیا تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی جیسے اس قول میں کہ اے مطلقہ تو طالقہ ہے یا میں نے تجھے طلاق دی تو طالقہ ہے تو طلاق دو ہوں گی اور اگر دوسری کو بحرف تفسیر یعنی حرف فا کے ساتھ ذکر کیا تو بدوں نیت کے دوسری واقع نہ ہوگی جیسے کہا کہ طلقتك فانت طالق بمعنی میں نے تجھے طلاق دی پس تو طالقہ ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ انت طالق واعتدی وانت طالق اعتدی او انت طالق فاعتدی بمعنی تو طالقہ ہے اور عدت اختیار کر یا تو طالقہ ہے عدت اختیار کر یا تو طالقہ ہے پس عدت اختیار کر پس اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی تو ایک پڑے گی اور اگر دو طلاق کی نیت ہو تو دو طلاق پڑیں گی اگر کچھ نیت نہ ہو پس درصورتیکہ حرف فا کے ساتھ انت طالق فاعتدی کہا تو ایک واقع ہوگی اور اگر اعتدی یا اعتدی کہا تو دو طلاق پڑیں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت کو طلاق دی پھر اس سے کہا کہ طلاق دیامت میں نے تجھے طلاق دی تو دوسری طلاق پڑے گی اور اگر کہا کہ طلاق دادہ است طلاق ابھی دی ہے تو دوسری واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ انت طالقة واحدة واحدة تو طالقہ واحدہ واحدہ ہے تو ایک واقع ہوگی اور کہا کہ انت طالق و انت (تو طالقہ ہے اور تو) تو دو طلاق واقع ہوں گی اور فتاویٰ میں ہے کہ ایک طلاق واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے پھر اس سے کہا کہ اے مطلقہ تو دوسری طلاق واقع نہ ہوگی ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص کی دو عورتیں ہیں ان میں سے کسی کے ساتھ اس نے دخول نہیں کیا ہے پس اس نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے میری بیوی طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے ان دونوں میں سے ایک کو مراد لیا تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں اس کے قول کی تصدیق نہ کروں گا اور دونوں کو اس سے بائنہ کر دوں گا اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اور میری بیوی طالقہ

---

(۱) تو طالقہ ہے طالقہ ہے۔

(۲) ضرور میں نے تجھے طلاق دی ضرور میں نے طلاق دی۔

(۳) تو طالقہ ہے ضرور میں نے تجھے طلاق دی۔

ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ان دونوں کے ساتھ اس نے دخول کر لیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ واقع ہو تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں کے قول کو ایک ہی پر واقع کرے یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دے دے اور تو مجھے طلاق دے دے اور تو مجھے طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ ضرور میں نے تجھے طلاق دے دی تو عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی خواہ شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر عورت نے بغیر حرج عطف اور کے کہا کہ تو مجھے طلاق دے تو مجھے طلاق دے تو مجھے طلاق دے پس شوہر نے کہا کہ ضرور میں نے تجھے طلاق دی پس اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر ایک طلاق کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ کی تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور شیخ ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ طلقتك غیر مرة یعنی میں نے تجھے ایک بار سے سوائے طلاق دی تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی اور واقعات ناطفی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق کذا کذا[1] تو گویا اس نے کہا کہ احد عشر یعنی گیارہ پس تین طلاق واقع ہوں گی یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دے اس نے جواب میں کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ ایسا جواب ہے کہ اس سے طلاق پڑ جائے گی اور نیت کی حاجت نہ ہوگی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دے دے پس اس نے جواب میں کہا کہ انت واحدۃ یعنی اچھا تجھے ایک ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور ایک طلاق یا دو طلاق دی تھیں پس عورت کی ماں اس کے پاس آئی اور کہا کہ تو نے اس کو طلاق دے دی اور اس کے باپ کا حق کچھ ملحوظ نہ رکھا اور اس معاملہ میں اس پر عتاب کیا پس شوہر نے کہا یہ دوسری یا یہ تیسری ہے تو ایک اور طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت کی ماں نے آکر داماد کو عتاب کیا اور اس طرح طلاق کا ذکر زبان سے نہ کیا پھر شوہر نے یہی بات کہی کہ یہ دوسری یا تیسری ہے تو بدوں نیت کے زیادتی واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت نے کہا کہ میں طالقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہاں تو مطلقہ ہو جائے گی:

منتقی میں ہے کہ ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو طلاق پڑ جائے گی پھر اگر اس نے کہا کہ اور بڑھا دے اور شوہر نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو دوسری طلاق بھی واقع ہوگی ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اس نے کہا کہ ہاں ایک تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ قیاس یہ ہے کہ تین طلاق واقع ہوں لیکن ہم استحساناً قرار دیتے ہیں کہ ایک طلاق واقع ہوگی اور نیز منتقی میں ہے کہ ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے تین طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے بائنہ کر دیا تو یہ جواب ہے پس تین طلاق سے بائنہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر شوہر سے کہا کہ تو مجھے تین طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے یا پس تو طالقہ ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر نے جواب دیا کہ ضرور میں نے تجھے طلاق دی تو یہ تین طلاق ہوں گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں طالقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہاں تو مطلقہ ہو جائے گی اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ ہاں تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو ایک شخص سے کہا گیا کہ الست طلقت امرأتك یعنی کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی پس اس نے کہا کہ بلیٰ یعنی ہاں دی ہے تو عورت مطلقہ ہو جائے گی گویا اس نے کہا کہ میں نے طلاق دی ہے اس

---

[1] قال المترجم کذا زبان عرب میں کنایہ از عدد مبہم ہے جیسے اننا و اننا اور چونکہ بغیر حرف عطف کے ہے اس واسطے اول کذا کائی اور دوم کذا دہائی رکھی گئی اور بغیر حرف عطف اطلاق عرب میں گیارہ سے انیس تک ہیں اس واسطے قطعی گیارہ مراد ہوں گے جو مقدار اختیار سے زائد ہیں پس بقدر اختیار تین طلاق واقع ہوں گی۔

واسطے کہ استفہام انکاری تقریری کا جواب لفظ بلی کے ساتھ اثبات ہوتا ہے اور اگر اس نے جواب دیا کہ نعم یعنی ہاں نہیں دی ہے تو مطلقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ نعم کے ساتھ ایسے استفہام کا جواب نفی ہوتا ہے پس گویا اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر طالق سے قاف حذف کر کے یوں کہا کہ تو طال پس اگر لام کو کسرہ دیا (جو قاف محذوف ہونے پر دلالت کرے) تو طلاق بلانیت واقع ہوگی ورنہ اگر طلاق کی گفتگو میں یا حالت غضب میں کہا تو بھی یہی حکم ہے ورنہ نیت پر موقوف ہوگا اور اگر فقط لام حذف کیا اور کہا کہ تو طاق ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اگر چہ نیت کی ہو اور اگر قاف ولام دونوں حذف کئے یعنی کہا کہ تو طا اور اتنے میں کسی نے اس کا منہ بند کر لیا یا خود خاموش ہو گیا تو طلاق واقع نہ ہوگی اگر چہ نیت کرے یہ بحر الرائق میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا اتلاق اور یہاں پانچ الفاظ ہیں تلاق وتلاغ وطلاغ وتلاک وطلاک تو شیخ امام جلیل ابوبکر محمد بن الفضلؒ سے منقول ہے کہ طلاق واقع ہوگی اور اگر عمداً کہا اور قصد کیا کہ طلاق واقع نہ ہو تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور دیانۃً تصدیق ہوگی لیکن اگر قبل اس کے اس نے گواہ کر لئے ہوں بایں طور کہ اس نے گواہوں سے کہا کہ میری بیوی مجھ سے طلاق مانگتی ہے اور مجھے اس کو طلاق دینا گوارا نہیں ہے پس میں اس لفظ کو زبان (۱) سے کہوں گا کہ اس کی گفتگو بند ہو جائے پھر یہ لفظ کہا پھر گواہوں مذکور نے حاکم کے پاس اس سب معاملے کی گواہی دی تو قاضی دونوں میں طلاق واقع ہونے کا حکم نہ دے گا اور شیخ امام ابو بکرؒ ابتدا میں عالم وجاہل میں فرق کرتے تھے جیسا کہ امام شمس الائمہ حلوائی کا قول ہے پھر اس سے رجوع کر کے حکم دیا جو ہم نے بیان کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

طلاق کے الفاظ میں مقامی زبانوں کا کس صورت میں اعتبار کیا جائے گا؟

شیخ امام ابوبکرؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک ترکی کے معاملہ میں مجھ سے اس کا فتویٰ طلب کیا گیا کہ اس ترکی نے اپنی بیوی سے کہا تھا کہ تیرا اتلاک یعنی بتائے فوقانی وکاف اور تیری زبان میں تلاک تلی[1] کو کہتے ہیں پس ترکی مذکور نے کہا کہ میں تلی مراد لی تھی اور طلاق میری مراد نہ تھی پس میں نے فتویٰ دیا کہ قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ آیا تو نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے اس نے ہجے میں نعم یا بلی یعنی ہاں[2] کہا مگر زبان سے اس کا تلفظ نہیں کیا تو طلاق واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے ابتدا کیا کہ ان طآ ال ق یعنی طالق تو طلاق واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ دنیا کی عورتیں یا صوبہ رے کی عورتیں طالقات ہیں حالانکہ یہ شخص بھی رے کا رہنے والا ہے تو اس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی الا اس صورت میں ہوگی کہ اس کی نیت کی ہو اس کو ہشام نے امام ابویوسفؒ سے روایت کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور لفظ جمیع یعنی سب عورتوں کا لفظ ذکر کرنے یا نہ کرنے میں کچھ فرق نہیں ہے اور یہی اصح ہے اور اگر کہا کہ اس کوچہ کی یا اس دار کی عورتیں طالقات ہیں یا اس بیت کی عورتیں طالقات ہیں حالانکہ اس کا گھر بھی اس کوچہ میں ہے یا وہ بھی اسی دار میں رہتا ہے اور اس کی بیوی وہیں موجود ہے یا اس بیت میں ہے تو مطلقہ ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اس شہر کی عورتیں یا اس گاؤں کی عورتیں طالقات ہیں اور اسی میں اس کی بیوی بھی ہے تو مطلقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] جس کو فارسی سپرز اور عرب طحال بولتے ہیں۔

[2] یعنی یوں کہا ان یعنی ہے الف نون اور یہی نعم بلی میں سمجھو۔

(۱) پانچ مذکور میں سے کوئی لفظ۔

کچھ الفاظ عربی میں کہنے سے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن اُردو میں اُن کے نعم البدل الفاظ نہیں اسلئے طلاق واقع نہ ہوگی:

اگر کہا کہ انت بثلاث تو بسہ ھستی تو تین طلاق پڑیں گی اگر نیت ہو اور اگر کہا کہ میں نے نیت نہیں کی پس اگر مذاکرہ[1] طلاق کی حالت میں اس نے ایسا کہا ہو تو تصدیق نہ ہوگی ورنہ تصدیق ہوگی اور ایسا ہی فارسی (تو بسہ) کہنے سے یہی حکم ہے اور یہی فتویٰ کے لئے مختار ہے قال المترجم اردو میں اس کے ترجمہ سے طلاق واقع نہ ہونا چاہئے واللہ اعلم اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو فلاں سے اطلق[(1)] ہے حالانکہ فلاں مذکورہ مطلقہ یا غیر مطلقہ ہے بہر حال اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں بخلاف اس کے اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مثلاً فلاں نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے پس شوہر نے اس سے کہا کہ تو فلاں سے اطلق ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی اگرچہ اس نے نیت نہ کی ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ انت[(۲)] مني ثلاثا پس اگر طلاق کی نیت کی ہو تو مطلقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی پس اگر حالت تذکرہ طلاق میں کہا ہو تو تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دے دے پس شوہر نے تین انگلیوں سے اشارہ کیا اور مراد یہ ہے کہ تین طلاق تو جب تک زبان سے نہ کہے گا تب تک طلاق واقع نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور منتقی میں بروایت ابن سماعہؒ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ زینب میری بیوی طالقہ ہے پس زینب سے بعد طلاق ہونے کے اس کے پاس رہنے سے انکار کیا اور قاضی کے سامنے طلاق ہونے کا مقدمہ پیش کیا پس شوہر نے کہا کہ فلاں شہر میں زینب نام کی میری دوسری بیوی ہے میں نے اس کو مراد لیا تھا اور اس پر گواہ قائم نہیں کئے تو قاضی اس طلاق کو اسی عورت پر محمول کر کے اگر اس سے بائنہ ہوگی تو عورت کو اس مرد سے جدا کر دے گا پھر اگر شوہر نے اپنے دعویٰ والی عورت کو حاضر کیا اور اس کا نام زینب ہے تو اگر قاضی کو معلوم ہو گیا تو قاضی یہ طلاق اسی پر واقع کر کے پہلی عورت کو اس کو واپس دے گا اور اس کا طلاق باطل کر دے گا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اور اس کی بیوی معروفہ ہے پس شوہر نے دعویٰ کیا کہ میری بیوی دوسری ہے پھر ایک عورت دوسری کو لایا اور اس نے دعویٰ کیا کہ میں اس مرد کی بیوی ہوں اور شوہر نے اس کے قول کی تصدیق کی پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو مراد لیا تھا یا کہا کہ میں نے اپنے کلام سے یہ اختیار کیا کہ بیوی کی طلاق کو اس بیوی پر ڈالوں پس اگر شوہر نے اس امر کے گواہ پیش کئے کہ قبل طلاق مذکور کے اس دوسری عورت سے نکاح کیا تھا تو اس کی معروفہ بیوی سے طلاق پھیر کر اس مجہولہ پر پڑے گی اور اگر اس کے گواہ قائم نہ کئے اور قاضی نے اس کی معروفہ بیوی کی طلاق کا حکم دے دیا پھر اس کو اس دوسری عورت مجہولہ کے ساتھ قبل طلاق مذکورہ اور قبل اس کے کہ قاضی اس معروفہ بیوی کی طلاق کا حکم کرے نکاح کرنے کے گواہ ملے اور اس نے قائم کئے اور شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس بیوی دوسری کو مراد لیا تھا تو قاضی نے طلاق معروفہ کا حکم دیا ہے اس کو باطل کر کے معروفہ بیوی اس مرد کو واپس کر دے گا اور طلاق اس مجہولہ پر واقع کرے گا اور اسی طرح اگر معروفہ بیوی نے دوسرا نکاح کر لیا ہو پھر ایسے گواہ قائم ہوئے تو بھی یہی حکم ہے اور نیز منتقی میں مذکور ہے کہ اگر دو عورتوں سے ایک سے بنکاح صحیح اور دوسری سے بنکاح فاسد نکاح کیا اور دونوں کا نام ایک ہی ہے پس شوہر نے کہا کہ فلاں عورت طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے اس عورت کو مراد لیا تھا جس کا نکاح

---

[1] مذاکرہ جس وقت بابت طلاق کے دونوں میں گفتگو ہو رہی تھی۔

(۱) یعنی زیادہ رہا شدہ۔

(۲) تجھے میری طرف سے تین ہیں۔

فاسد واقع ہوا ہے تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میری دونوں بیویوں میں سے ایک طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے وہ بیوی مراد لی تھی جس کا نکاح فاسد واقع ہوا ہے تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی یہ بارہویں فصل محیط میں ہے اور اگر کہا کہ فلاں طالقہ ہے اور اس کا نسب اس کے نام کے ساتھ بیان نہ کیا یا اس کا نسب بیان کیا کہ اس کے باپ کی جانب نسبت[1] کیا یا بہن[لے] یا اولاد کی جانب منسوب کیا حالانکہ اس نام ونسب کی اس کی بیوی وہی پھر دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی بیوی کے سوائے کسی اجنبیہ کو مراد لیا تھا تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ عورت اجنبیہ جس کو میں نے مراد لیا ہے سوائے معروفہ بیوی کے یہ میری بیوی ہے اور اس غیر معروفہ نے بھی اس کی تصدیق کی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی لیکن جو بیوی اس کی معروفہ ہے اس کے اوپر سے طلاق دور ہونے میں اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی الا اس صورت میں دور ہو سکتی ہے کہ گواہ لوگ گواہی دیں کہ اس نے قبل اس کلام طلاق کے اس غیر معروفہ سے نکاح کیا تھا یا قبل اس کلام کے دونوں کے اقرار نکاح کے گواہ ہوں یا عورت معروفہ اس کے قول کی تصدیق کرے یہ فتح القدیر میں ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک عورت کو طلاق دے دی یا ایک عورت طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کی نیت نہیں کی تھی تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور اگر کہا کہ زینب طالقہ ہے اور اس کی بیوی کا نام زینب ہے پھر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے حالانکہ اس کی دو بیویاں ہیں اور دونوں معروفہ ہیں تو اس کو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے جس کی جانب چاہے طلاق کو پھیرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

معروفہ بیوی کا قول کن صورتوں میں قبول کیا جائے گا:

جامع کبیر میں فرمایا کہ اگر کسی نے کہا کہ میری ایک بیوی تھی میں نے اس کو طلاق دے دی تھی یا کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کر کے اس کو طلاق دے دی تھی یا کہا کہ میں نے ایک عورت کو طلاق دے دی جو میری بیوی تھی پھر اس کی معروفہ بیوی نے دعویٰ کیا کہ وہ میں ہی ہوں اور شوہر نے کہا کہ سوائے اس معروفہ کے میری ایک بیوی تھی میں نے اسی کو طلاق دے دی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا کیونکہ شوہر نے اس صورت میں فی الحال واقع کرنے کا اقرار نہیں کیا ہے تاکہ عورت معروفہ متعین ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کسی مرد نے کہا کہ میری ایک بیوی تھی پس تم لوگ گواہ رہو کہ وہ طالقہ ہے پس اس کی معروفہ بیوی نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ہی طلاق دی ہے تو قول معروفہ کا قبول ہوگا اس واسطے کہ اس کا یہ کہنا کہ تم لوگ گواہ رہو یہ فی الحال کے واسطے گواہ کر لینا ہے پس اس کا یہ کہنا کہ وہ طالقہ ہے یہ فی الحال کے واسطے انشائے طلاق ہے کہ فی الحال طلاق کو اس نے پیدا کیا اور اگر کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی یا میری ایک بیوی وطالقہ ہے یا کہا کہ میری بیویوں میں سے ایک عورت طالقہ ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو اس کی معروفہ بیوی پر قضاءً طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ کلام ایقاع طلاق فی الحال ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں ایک کا نام زینب ہے اور دوسری کا نام عمرہ ہے پس اس نے عمرہ سے کہا کہ تو زینب ہے اس نے کہا کہ ہاں پس کہا کہ تو طالقہ ہے تو وہ مطلقہ نہ ہوگی اصل میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی دو بیویاں زینب وعمرہ ہیں پس اس نے پکارا کہ اے زینب پس عمرہ نے اس کو جواب دیا پس مرد نے کہا کہ تجھ کو تین طلاق ہیں تو جواب دینے والی مطلقہ ہو جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے زینب کی نیت کی تھی تو

[لے] قول بہن کی جانب جیسے کہا کہ فلاں کی بہن یا فلاں کی ماں۔

(۱) یعنی فلاں بنت فلاں۔

دونوں مطلقہ ہو جائیں گی عمرہ بالاشارہ اور زینب باقرار یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی عمرہ بنت صبیح طالقہ ہے حالانکہ اس کی بیوی عمرہ بنت حفص ہے اور شخص کی کچھ نیت نہیں ہے تو اس کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی:

اگر اس نے کہا کہ اے زینب تو طالقہ ہے پس اس کو کسی نے جواب نہ دیا تو زینب مطلقہ ہوگی اور اگر ایسی عورت کو جس کو دیکھتا تھا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے زینب تو طالقہ ہے پھر وہ عمرہ نام کی اس کی دوسری بیوی نکلی تو عمرہ پر طلاق واقع ہو جائے گی کہ اشارہ کا اعتبار ہوگا اور نام کا اعتبار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اے زینب تو طالقہ ہے اور کسی کی طرف اشارہ نہیں کیا مگر اس نے ایک آدمی کی شکل دیکھ کر اس کو زینب گمان کیا تھا حالانکہ وہ زینب نہ تھی دوسری بیوی تھی تو قضاءً زینب طالقہ ہوگی نہ دیانۃً یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے کہا کہ میری بیوی عمرہ بنت صبیح طالقہ ہے حالانکہ اس کی بیوی عمرہ بنت حفص ہے اور شخص کی کچھ نیت نہیں ہے تو اس کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی اور اگر صبیح نے اس شخص کی بیوی کی ماں سے نکاح کیا ہو اور اس کی بیوی اس کے حجر[1] میں ربیبہ ہو کر صبیح کی طرف منسوب ہوگئی ہو پس شخص مذکور نے بطور مذکور کہا حالانکہ یہ شخص اس عورت کا نسب حقیقی یعنی اس کے پدر واقعی کا نام جانتا ہے یا نہیں جانتا ہے تو ایسی صورت میں اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی اور قضاء تصدیق نہ ہوگی لیکن فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ واقع نہ ہوگی بشرطیکہ اس کو اپنی بیوی کے حقیقی نسب[2] سے آگاہی ہو اور اگر آگاہی نہ ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ بھی طلاق واقع ہوگی اور ان صورتوں میں اپنی بیوی کی نیت کی ہو تو قضاءً و فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ بہر حال اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر ایک مرد نے کہا کہ میری حبشیہ بیوی طالقہ ہے اور اس کی نیت میں اپنی بیوی کی طلاق نہیں ہے اور اس کی بیوی حبشیہ نہیں ہے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر بیوی کے نام کے سوائے دوسرا نام جو اس کا نام نہیں ہے اس نام سے کہا اور اس کی نیت اپنی بیوی کی طلاق کی نہیں ہے تو بھی مطلقہ نہ ہوگی اور اگر ان صورتوں میں اپنی بیوی کی طلاق کی نیت ہو تو اس کی بیوی مطلقہ ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ایک شخص کی عورت آنکھوں والی ہو پس کہا کہ میری یہ اندھی بیوی مطلقہ ہے حالانکہ اس نے آنکھوں والی کی طرف اشارہ کیا تو یہ طالقہ ہو جائے گی اور اشارہ کے ساتھ صفت کا اور نیز نام کا اعتبار نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر کہا کہ دہلی[(1)] والی فاطمہ یا کانی فاطمہ طالقہ ہے حالانکہ اس کی بیوی کا نام فاطمہ ہے مگر وہ دہلی کی نہیں ہے اور نہ کانی ہے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر فاطمہ بنت فلاں بھی ذکر کیا یعنی اس کا نسب صحیح بھی ذکر کیا ہو تو طلاق پڑ[3] جائے گی اگرچہ اس نے ایسی صفت سے اس کو وصف کیا ہے جو اس میں نہیں ہے اور وجہ طلاق پڑنے کی یہ ہے کہ غائبہ کی تعریف و شناخت باسم و نسب ہوتی ہے یہ عتابیہ میں ہے۔

طلاق قرض دینا یا رہن دینا کہنے میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف:

اگر کہا کہ اے آگرہ والی تو طالقہ ہے اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا تو طلاق پڑ جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو اس کا نام و اس کے باپ کا نام لے کر بیان کیا بایں طور کہ میری بیوی عمرہ بنت صبیح ابن فلاں جس کے چہرہ پر تل ہے یا یوں

[1] گھر میں یا اس کی حضانت میں علی اختلاف التفسیرین۔

[2] قولہ حقیقی نسب یعنی یہ جانتا ہو کہ اس عورت کا حقیقی باپ فلاں ہے اور اس مرد کی صرف ربیبہ ہے۔

[3] صفت کا اعتبار نہ ہوگا۔

(1) صفت کا اعتبار ہوگا۔

بیان کیا کہ اس لڑکی کی ماں جس کے چہرہ پر تل ہے طالقہ ہے حالانکہ اس کی بیوی کے چہرہ پر تل نہ تھا یا تھا بہر حال مطلقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اسی طرح اگر کہا کہ میری بیوی جو صبیح کی بیٹی ہے یا فلاں کی بیٹی ہے جس کے چہرہ پر تل ہے طالقہ ہے تو مطلقہ ہو جائے گی خواہ اس کے چہرہ پر تل ہو یا ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ میری بیوی عمرہ جو میری ام ولد ہے جو یہ بیٹھی ہے طالقہ ہے اور اس مرد کی کچھ نیت نہیں ہے اور جو عورت بیٹھی ہے وہ عمرہ کے سوائے دوسری ہے اور وہ اس کی بیوی بھی نہیں ہے تو وہ مطلقہ نہ ہو گی یہ بحر الرائق میں ہے ایک عورت نے ایک مرد سے کہا کہ میرا نام فلاں بنت فلاں الفلانیہ (1) ہے پس اس مرد نے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر کہا کہ میری ہر بیوی تین بار طالقہ ہے الا فلاں بنت فلاں الفلانیہ حالانکہ اس عورت کا نام و نسب اور ہے در واقع یہ نہیں ہے جو اس نے بیان کیا تھا تو قضاءً مطلقہ ہو گی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ مطلقہ نہ ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تیری طلاق تجھے قرض دی تو واقع نہ ہو گی اور اگر کہا کہ میں نے تیری طلاق تجھے رہن دی تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ واقع نہ ہو گی ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنی طلاق کو لے پس عورت نے کہا کہ میں نے لی تو طلاق پڑ جائے گی مگر عیون میں نیت شرط کی ہے اور اصح یہ ہے کہ نیت شرط نہیں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ طلقک اللہ تعالیٰ طلاق دی تجھے اللہ تعالیٰ نے تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی اگرچہ نیت نہ کی ہو کذا فی الخلاصہ اور یہی اصح ہے یہ محیط میں ہے۔

منتقی میں ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تیری طلاق اللہ تعالیٰ نے ضرور چاہی یا تیری طلاق کا اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا یا میں نے تیری طلاق ضرور چاہی تو یہ طلاق نہ ہو گی الا اس صورت میں کہ نیت کی ہو اور اگر کہا کہ خواہش کی میں نے تیری طلاق کی یا دوست رکھا میں نے تیری طلاق کو یا راضی ہوا میں تیری طلاق سے یا ارادہ کیا میں نے تیری طلاق کو تو طالقہ نہ ہو گی اگرچہ نیت ہو یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا برأت[1] من طلاقك یعنی تیری طلاق سے بری ہو گیا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ میں تیری طلاق سے بری ہوں یا برأت الملك من طلاقك یعنی تجھ سے تیری طلاق سے بری ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہو گی اگرچہ نیت کی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ بری ہوا میں تیری طلاق سے پس اگر نیت کی ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اگر نیت نہ کی ہو تو واقع نہ ہو گی اور اصح[2] یہ ہے کہ واقع ہو گی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تیری تطلیق تجھے ہبہ کی تو یہ تفویض طلاق ہے پس اگر عورت نے اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے دی تو واقع ہو گی ورنہ نہیں اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اور مجھے تین روز تک خیار ہے تو طلاق واقع ہو گی اور خیار باطل ہو گا ایک شخص نے اپنی بیوی کا نام مطلقہ رکھا ہے پھر کہا کہ میں نے تیرا نام مطلقہ رکھا تو اس پر طلاق واقع نہ ہو گی نہ قضاءً و نہ دیانۃً یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کر دی تو یہ صریح ہے حتیٰ کہ قضاءً طلاق واقع ہو گی اگرچہ اس سے طلاق کی نیت نہ کی

---

[1] قال المترجم بولتے ہیں کہ برئت من دین فلاں یعنی فلاں کو اس کا قرضہ دے کر بری ہو گیا سپ دوسرے کے حق میں واجب ادا کرنے کے بعد برئت حقیقت میں صادق آتی ہے اب ان مسائل میں غور کرنا چاہئے۔

[2] قال المترجم یہ اصح یا تو عدم نیت کے ساتھ متعلق ہے پس جمہور سے منفرد قول ہے کہ عدم نیت کی صورت میں بالاتفاق طلاق نہ ہو گی حالانکہ اس میں کہا کہ اصح یہ ہے کہ واقع ہو گی اور یا یہ اصح کا قول اوپر کے اختلاف سے متعلق ہے جو نیت کی صورت میں ہے پس ان کے نزدیک اصح یہ ہے کہ واقع ہو گی اور یہی توجیہ اقرب ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اظہر یہ ہے کہ واقع نہ ہو گی۔

(1) یعنی قریشیہ مثلاً یا شاید نسبت یا وطن مراد ہو مثلاً بغداد۔

ہو اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری یہ نیت تھی کہ میں نے طلاق اس عورت کے اختیار میں دی تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی و دیانۃً تصدیق ہوگی اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دینی چاہی پس عورت نے کہا کہ مجھے میری طلاق ہبہ کر دے اور اس سے اعراض کر پس کہا کہ میں نے تیری طلاق تجھے ہبہ کر دی تو قضاءً بھی اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر کہا کہ میں نے تیری طلاق سے اعراض کیا اور نیت اس سے طلاق کی تھی تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ ترکت[1] طلاقک اور اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق پڑ جائے گی قال المترجم ترکت طلاقک بمعنی ترکت اے طلاقک یعنی صیرت الیک یعنی تجھے دے دی بھی مستعمل ہے لہٰذا نیت کے ساتھ طلاق پڑ جائے گی واللہ اعلم اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو قضاءً تصدیق ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ خلیت سبیل طلاقک میں نے تیری طلاق کی راہ خالی کر دی اور نیت طلاق کی تو واقع ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے پھر رک گیا پھر کہا کہ تین طلاق کے ساتھ پس اگر اس کی خاموشی بوجہ دم رک جانے کے ہو تو تین طلاق پڑیں گی اور اگر سانس ٹوٹ جانے سے نہ ہو تو تین طلاق نہ پڑیں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے پھر بعد سکوت کے اس سے پوچھا گیا کہ کتنی اس نے کہا کہ تین تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص سے دریافت کیا گیا کہ کس قدر طلاق دی ہیں اس نے کہا کہ تین طلاق پھر دعویٰ کیا کہ وہ جھوٹا[2] تھا تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور بسہ طلاق کہنا چاہتا تھا لیکن قبل اس کے کہ وہ بسہ طلاق کہے کسی دوسرے نے اس کا منہ بند کر لیا یا وہ مر گیا تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی شخص نے اس کا منہ بند کر لیا پھر اس نے کہا کہ تین طلاق سے تو تین طلاق واقع ہوں گی اور یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اس نے ہاتھ اٹھاتے ہی فوراً کہا کہ تین طلاق سے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے تین طلاق دے دے پس اس نے طلاق دینی چاہی پس کسی نے اس کا منہ بند کر لیا پھر جب ہاتھ ہٹایا تو اس نے کہا کہ دادم یعنی میں نے دی تو عورت مذکورہ پر تین طلاق پڑیں گی ایسا ہی شمس الاسلام کا فتویٰ منقول ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور جب طلاق کی نسبت پوری عورت کی طرف کی یا ایسے عضو کی طرف جس سے پوری[3] سے تعبیر کی جاتی ہے تو طلاق واقع ہوگی اور اس کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کہے کہ تو طالقہ ہے یا کہے کہ تیرا رقبہ طالقہ ہے یا تیری گردن طالقہ ہے یا تیری روح طالقہ ہے یا تیرا بدن جسم یا تیری فرج یا تیرا سر یا تیرا چہرہ کذا فی الہدایہ یا کہا کہ تیرا نفس طالقہ ہے بہر صورت مطلقہ ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اگر ایسے جزو کی طرف اضافت کی جس سے تمام بدن سے تعبیر نہیں کی جاتی ہے جیسے کہا کہ تیرا ہاتھ یا تیرا پاؤں طالقہ ہے یا تیری انگلی طالقہ ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ سر طالق ہے اور اپنی بیوی کے سر کی طرف اشارہ کیا تو طلاق پڑ جائے گی:

اگر کہا کہ یدک[4] طالق اور اس سے تمام بدن سے تعبیر کا قصد کیا تو عورت پر طلاق ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تیری ناف یا زبان یا ناک یا کان یا پنڈلی یا ران طالقہ ہے تو ایسی صورت میں نیت سے طلاق پڑ جائے گی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اصح یہ ہے کہ پیٹھ و پیٹ و بضع کی صورت میں طلاق نہ پڑے گی یہ کافی میں ہے اور اگر طلاق کی نسبت کسی جزو شائع[5] کی جانب کی مثلاً کہا کہ تیرا نصف طالق ہے یا ثلث طالق ہے یا ربع طالق ہے یا تیرے ہزار حصوں میں سے ایک حصہ طالق ہے تو طلاق پڑ جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا خون طالق ہے تو اس میں دو روایتیں ہیں اور دونوں میں سے

(۱) میں نے چھوڑی تیری طلاق۔ (۲) یعنی خود اس تین طلاق کے اظہار میں جھوٹا تھا۔ (۳) جیسے گردن وغیرہ۔
(۴) تیرا ہاتھ طالقہ ہے۔ (۵) یعنی غیر معین بحسب محل جو تمام بدن میں سے ہو سکتا ہو اور غیر مقسوم۔

صحیح روایت یہ ہے کہ طلاق پڑ جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے مگر خلاصہ میں لکھا ہے کہ خون کی صورت میں مختار یہ ہے کہ طلاق نہ پڑے گی انتہا اور اگر کہا کہ تیرے بال یا ناخن یا تھوک طالقہ ہے تو بالاجماع طلاق نہ پڑے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح دانت وحمل میں حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ تجھ میں سے تیرا سر یا کہا کہ چہرہ طالق ہے یا اپنا ہاتھ اس کے سر یا گردن پر رکھا اور کہا کہ یہ عضو طالق ہے تو اصح یہ ہے کہ طلاق نہ پڑے گی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ یہ سر طالق ہے اور اپنی بیوی کے سر کی طرف اشارہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ طلاق پڑ جائے گی جیسے کہ اگر کہا کہ تیرا سر یہ طالق ہے تو واقع ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ہمارے بعضے مشائخ ؒ نے نصف اعلیٰ کی جانب ایک طلاق کی اضافت کرنے سے ایک طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا:

اگر کہا تیری دبر[1] طالق ہے تو طلاق نہ پڑے گی اور اگر کہا کہ تیری است طالق ہے تو واقع ہو گی اور شیخ مرغینانی ؒ نے فرمایا کہ اگر کہا کہ تیری قبل[2] طالق ہے تو اس میں کوئی روایت نہیں ہے اور چاہئے کہ طلاق واقع ہو جائے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا اوپر کا آدھا یک طلاق طالقہ ہے اور تیرا نیچے کا آدھا بدو طلاق طالقہ ہے تو حقد میں سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہیں ہے اور نہ متاخرین سے اور یہ مسئلہ بخارا میں واقع ہوا تھا پس اس کا فتویٰ طلب کیا گیا تو ہمارے بعضے مشائخ نے اس کے نصف اعلیٰ کی جانب ایک طلاق کی اضافت کرنے سے ایک طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا اس واسطے کہ سر اس کے نصف اعلیٰ میں ہے پس اس کے سر کی جانب طلاق کی اضافت کرنے والا ہوا اور بعض نے دونوں اضافتوں کی جہت سے تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا اس واسطے سر نصف اعلیٰ میں ہے اور فرج نصف اسفل میں ہے پس نصف اعلیٰ کی طرف اضافت سے اس کے سر کی جانب اضافت کرنے والا ہوا اور نیچے آدھے کی طرف اضافت سے فرج کی طرف اضافت کرنے والا ہوا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بنصف تطلیقہ ہے تو پوری ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بدو نصف تطلیقہ ہے تو یہ مثل ایک طلاق دینے کے ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تین نصف طلاق ہیں تو دو طلاق واقع نہ ہو گی اور یہی صحیح ہے اور چار نصف طلاق صورت میں بھی یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ دو طلاق کی نصف تجھ پر ہیں تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر کہا کہ دو نصف دو طلاق کی تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تین آدھے دو طلاق کے تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ انت طالق نصف تطلیقة وثلث تطلیقة وسدس تطلیقة یعنی تو طالقہ ہے ساتھ نصف ایک طلاق کے اور تہائی ایک طلاق کے اور چھٹے حصہ ایک طلاق کے تو تین طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ اس نے ہر جزو کو ایک نکرہ طلاق کی جانب نسبت کی ہے اور جب نکرہ کی تکرار کی جائے تو دوسرا پہلے کا غیر ہوتا ہے قال المترجم وہذا مشروح فی الاصول اور اگر یوں کہا کہ نصف تطلیقة و ثلثها وسدسها یعنی نصف ایک طلاق کا اور تہائی اس کی و چھٹا حصہ اس کا تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی اور اگر سب حصے مل کر ایک طلاق کامل سے بڑھ جائیں مثلاً یوں کہا کہ نصف ایک طلاق کا اور تہائی اس کی اور تہائی اس کی تو بعض نے فرمایا کہ ایک ہی طلاق واقع ہو گی اور بعض نے فرمایا دو طلاق پڑیں گی اور یہی مختار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ ظہیریہ میں ہے۔

---

(۱) بیٹھنے کا مقام۔ (۲) پیشاب کا مقام۔

اگر اپنی عورتوں سے کہا کہ میں نے تم سب کو ایک طلاق میں شریک کیا تو یہ قول اور تم سب میں ایک طلاق ہے دونوں یکساں ہیں:

اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق کی نصف کے ساتھ مطلقہ ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تو تین طلاق کی دو نصف کے ساتھ مطلقہ ہے تو تین طلاق پڑیں گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ونصف طلاق ہے یا کہا کہ بیک طلاق و چہارم طلاق ہے یا مثل[1] اس کے تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ ایک طلاق اور اس کا نصف یا کہا کہ ایک طلاق واس کا چہارم تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی کذا فی المحیط والبدائع مگر یہ بعض کا قول ہے اور مختار یہ ہے کہ دو طلاق واقع ہوں گی یہ سراج الوہاج و جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر عورت کو تین چوتھائی طلاق یا چار چوتھائی طلاق دیں پس اگر وہ طلاق جس کے چہارم حصہ تین کئے ہیں یا چار کئے ہیں وہ معرفہ طلاق ہو تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر طلاق نکرہ بیان کی تو دونوں صورتوں میں تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ پانچ چوتھائی تو طلاق معرفہ کی صورت میں دو طلاق پڑیں گی اور نکرہ ہونے کی صورت میں تین طلاق پڑیں گی اسی طرح مثل چوتھائی کے پانچواں حصہ و دسواں حصہ وغیرہ سب میں ایسا ہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی پھر دوسری بیوی سے کہا کہ میں نے اس کی طلاق میں تجھے شریک کیا تو دوسری پر بھی ایک طلاق پڑ جائے گی اور اگر تیسری بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے ان دونوں کی طلاق میں شریک کیا تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر چوتھی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے ان سب کی طلاق میں شریک کیا تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر پہلی بیوی کی طلاق بعوض مال[2] ہو پھر دوسری بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے اس کی طلاق میں شریک کیا تو اس پر طلاق پڑے گی مگر اس کے ذمہ مال لازم نہ ہو گا اور اگر یوں کہا کہ میں نے تجھے اس کی طلاق میں بعوض اس قدر مال کے شریک کیا پس اگر دوسری بیوی نے قبول کیا تو اس پر طلاق پڑے گی اور مال بھی لازم ہو گا اور اگر قبول نہ کیا تو کچھ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ فلاں کو تین طلاق ہیں اور فلاں دیگر اس کے ساتھ ہے یا کہا کہ فلاں دیگر کو میں نے اس کے ساتھ طلاق میں شریک کیا تو دونوں پر تین تین طلاق پڑیں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کسی مرد کی تین بیویاں ہوں اور اس نے ان عورتوں سے کہا کہ انتن طوالق ثلثا یعنی تم لوگ طالقات بسہ طلاق ہو یا یوں کہا کہ میں نے تم کو تین طلاق دیں تو ہر ایک عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اس صورت میں تین طلاق کی تقسیم ان تینوں پر نہ ہو گی بخلاف اس کے اگر کہا کہ میں نے تم سب کے درمیان تین طلاق دیں تو تین طلاق ان تینوں کے درمیان تقسیم ہوں گی پس ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہو گی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر اپنی عورتوں سے کہا کہ میں نے تم سب کو ایک طلاق میں شریک کیا تو یہ قول اور تم سب میں ایک طلاق ہے دونوں یکساں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اپنی چار عورتوں سے کہا کہ تم لوگ طالقات بسہ طلاق ہو تو ہر ایک عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اپنی بیوی

---

۱ قال المترجم واضح رہے کہ پانچواں حصہ اگر لیا اور طلاق معرفہ ہے تو ایک پانچواں اور دو پانچواں یہاں تک کہ پانچ پانچویں تک ایک ہی طلاق رہے گی اور چھ پانچویں میں دو طلاق ہو جائیں گی اور دسویں حصہ لینے میں دس دسویں تک ایک طلاق اور گیارہ دسویں میں دو طلاق ہوں گی اور اگر طلاق نکرہ ہو تو وہ پانچویں اور دو دسویں تک دو طلاق اور تین پانچویں و تین دسویں اور اس سے زیادہ جہاں تک ہو تین طلاق پڑیں گی فافہم۔

۲ قولہ عوض مال مثلاً عورت نے شوہر سے کہا کہ تو اس قدر مال مجھ سے لے لے اور مجھے طلاق دے دے اس نے وہ مال لے کر طلاق دے دی۔

(۱) تہائی و چھٹا حصہ وغیرہ۔

سے کہا کہ تو طالقہ پانچ تطلیقات سے ہے پس عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق کافی ہیں پس شوہر نے کہا کہ اچھا تین طلاق تجھ پر اور باقی تیری سوتنوں پر ہیں تو تین طلاق اس پر واقع ہوں گی اور اس کی سوتنوں پر کچھ واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ تین طلاق کے بعد جو کچھ باقی رہیں وہ لغو ہو گئیں پس اس سے اس عورت کی سوتنوں کی جانب لغو چیز کو پھیرا پس کچھ واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اس نے چار بیویوں سے کہا کہ تم لوگ تین طلاق سے طالقہ ہو اور یہ نیت کی کہ تینوں طلاق ان کے درمیان مقسوم ہیں تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ وہ متدین ہوگا پس ہر ایک عورت پر ایک ایک طلاق واقع ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس کی دو عورتیں ہوں پس اس نے کہا کہ تم دونوں میں دو طلاق ہیں تو ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تم دونوں کے درمیان دو طلاق مشترک کر دیں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ایک عورت کو دو طلاق دیں پھر دوسری سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کی طلاق میں شریک کیا تو ایسا نہیں ہے بلکہ دوسری پر بھی دو طلاق واقع ہوں گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اپنی عورتوں میں سے ایک کو ایک طلاق دی اور دوسری کو دو طلاق دیں پھر تیسری سے کہا کہ میں نے تجھے اُن دونوں کے ساتھ میں شریک کیا تو تیسری پر تین طلاق پڑیں گی خواہ وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو اور اگر ایسی صورت میں کہ دو کو یا تین کو مختلف طلاقیں دیں پھر تیسری یا چوتھی کو مطلقات میں سے کسی ایک کے ساتھ شریک کیا مثلاً کہا کہ تجھ کو میں نے ان میں سے ایک کے ساتھ شریک کیا اور جس کے ساتھ شریک کیا ہے اس کو معین نہیں کیا تو مرد کو اختیار رہوگا یعنی اس کے بیان پر رہے گا کہ جس کے ساتھ چاہے شریک[ل] کرے یہ عتابیہ میں ہے اور فتاویٰ بقالی میں ہے کہ اگر اپنی بیوی کو تین طلاق دیں پھر اپنی دوسری بیوی سے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس طلاق میں حصہ قرار دیا تو شوہر کے بیان نیت پر ہے پس اگر اس نے ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق پڑے گی اور اگر تینوں طلاقوں میں سے ہر ایک میں حصہ قرار دینے کی نیت کی تو تین طلاق پڑیں گی اور منتقی میں ہے کہ اگر اپنی ایک بیوی کو طلاق دی پھر اس سے نکاح کیا پھر اپنی دوسری بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے فلاں کی طلاق میں شریک کیا تو یہ مطلقہ ہو جائے گی اور اگر زوجہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق فلاں میں شریک کیا حالانکہ فلاں مذکور کو اس نے طلاق نہیں دی ہے یا فلاں مذکورہ کسی مرد غیر کی بیوی ہے خواہ غیر مرد مذکور نے اس کو طلاق دی ہے یا نہیں دی ہے بہر حال درصورتیکہ فلاں مذکورہ غیر مرد کی بیوی ہے اس شخص کی بیوی پر طلاق نہ پڑے گی خواہ اس نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور نیز اگر وہ اسی کی بیوی ہو لیکن اس کو طلاق نہیں دی تھی تو بھی اُس کی زوجہ پر طلاق نہ پڑے گی اور ایسا کہنا اس کی طرف سے فلاں کی طلاق کا اقرار نہ ہوگا اس کو بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے اور ابو سلیمان نے امام محمدؒ سے مطلقاً روایت کیا ہے مگر بقالی میں اس کے آگے یہ جملہ زائد ہے کہ ایسا کلام اس فلاں کی طلاق کا اقرار نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ یوں کہے کہ میں نے تجھے فلاں کی طلاق میں شریک کیا جس کو میں نے طلاق دے دی ہے اور نیز بقالی میں مذکور ہے کہ اگر اپنی بیوی کو غیر کی بیوی کی طلاق میں شریک کیا تو نہیں صحیح ہے الا اس صورت میں کہ یوں کہے کہ میں اپنی بیوی پر وہ طلاق واقع کرتا ہوں جو فلاں غیر کی عورت پر واقع[ع] کی گئی ہے اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک باندی آزاد کی گئی اور بخیار عتق اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس اس کے شوہر نے دوسری بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے اس کی طلاق میں شریک کیا تو دوسری بیوی[(1)] پر طلاق نہ پڑے گی اور ایسا ہی ہر جدائی جو بغیر طلاق واقع ہو اس کے ساتھ شریک کرنے[(2)] میں یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھ کو اس کی فرقت میں شریک کیا یا کہا کہ میں نے

ل پھر جس کے ساتھ شریک کیا جس قدر طلاق اس پر تھی اسی قدر اس پر واقع ہوگی۔

ع قال المترجم یہ زیادت بھی مسئلہ دیگر ہے نہ استثنائے تحقیق اس واسطے کہ کلام اشتراک میں ہے اور یہ اشتراک نہ ہوا و ہو الظاہر۔

(1) اس واسطے کہ معتقہ خود مطلقہ نہیں ہے۔ (2) کہ طلاق نہ ہوگی۔

تجھے اس کی جینونت میں جو میرے اور اس کے درمیان واقع ہوئی شریک کر دیا تو اس بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً تصدیق نہ ہو گی مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ متدین ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر ایک عورت سے کہا کہ انت طالق وانت یعنی تو طالقہ ہے اور تو تو دو طلاق واقع ہوں گی:

اگر اپنی چار عورتوں سے کہا کہ تم چاروں کے درمیان ایک طلاق ہے تو ہر ایک پر طلاق واقع ہو گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تم چاروں میں دو طلاق ہیں یا تین یا چار طلاق ہیں تو بھی یہی حکم ہے لیکن اگر یہ نیت کی ہو کہ یہ طلاق ان سب کے درمیان مشترک ہو کر تقسیم ہو تو دو طلاقوں میں ہر ایک پر دو طلاق اور تین طلاق میں ہر ایک پر تین طلاق واقع[1] ہوں گی اور اگر کہا کہ تم چاروں میں پانچ طلاقیں ہیں اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو ہر ایک پر دو طلاق واقع ہوں گی اور اسی طرح پانچ سے زائد آٹھ تک یہی حکم ہو گا پھر اگر آٹھ سے زائد نو کیے تو ہر ایک پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ایک عورت سے کہا کہ انت طالق وانت یعنی تو طالقہ ہے اور تو تو دو طلاق واقع ہوں گی فتاویٰ قاضی میں ہے کہ ایک واقع ہو گی اور اگر اخیر انت دوسری بیوی سے کہا ہو تو ایک طلاق دوسری[2] بیوی پر پڑے گی اور اگر کہا کہ انت[3] طالق وانتما یعنی انت طالق ایک بیوی سے کہا اور انتما اس بیوی اور ایک دوسری بیوی دونوں سے کہا تو پہلی پر دو طلاق پڑیں گی اور دوسری بیوی پر ایک طلاق پڑے گی اور اگر کہا کہ انت طالق لا بل انت[4] یعنی تو طالقہ ہے نہیں بلکہ تو تو ایک طلاق پڑے گی اور اگر دوسرا لفظ انت یعنی تو کسی دوسری بیوی سے کہا تو بدوں نیت کے اس پر طلاق واقع نہ ہو گی لیکن اگر وانت اور تو یوں کہا تو دوسری پر ایک طلاق پڑ جائے گی جیسے ھذہ طالق وھذہ یعنی یہ طالقہ ہے اور یہ کہنے کی صورت میں ہوتا ہے کہ دونوں پر طلاق واقع ہوتی ہے اور اگر یوں کہا کہ ھذہ طالق[5] ھذہ تو دوسری[6] عورت پر بدوں نیت کے طلاق نہ پڑے گی اور اگر کہا کہ یہ اور یہ طالقہ ہیں تو دونوں پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر کہا کہ یہ یہ طالق ہے تو پہلی پر یعنی جس کی طرف پہلے یہ سے اشارہ کیا ہے وہ طالقہ نہ ہو گی الا اس صورت میں کہ یوں کے کہ دونوں طالقہ ہیں اور اگر تین عورتوں سے کہا کہ تو پھر تو پھر تو طالقہ ہے تو فقط اخیرہ مطلقہ ہو گی اور اسی طرح اگر بحرف واؤ کہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس صورت میں آخر میں کہا ہو کہ مطلقات ہو تو سب پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر لفظ طلاق پہلے کر دیا مثلاً کہا کہ طلاق تجھ پر پھر تجھ پر پھر تجھ پر ہے تو سب پر طلاق واقع ہو گی یہ ظہیریہ اور عتابیہ میں ہے اور اسی طرح اگر اس کی چار بیویاں ہوں پس اس نے ایک بیوی سے کہا کہ انت پھر دوسری بیوی سے کہا کہ ثم انت پھر تیسری بیوی سے کہا کہ ثم انت پھر چوتھی بیوی سے کہا ثم انت طالق یعنی یوں کہا کہ تو پھر تو پھر تو پھر تو طالقہ ہے تو چوتھی مطلقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

(۱) اور چار طلاق میں ایک طلاق زائد لغو ہے۔

(۲) اور پہلی پر فقط ایک طلاق۔

(۳) تو طالقہ ہے اور تم دونوں۔

(۴) ایک ہی بیوی سے یہ سب کلام کہا۔

(۵) یعنی دو عورتوں کی طرف اشارہ کیا۔

(۶) یہ طالقہ ہے۔

اگر کہا تو طالق[1] ہے اور تو اور تو نہیں تو تو فقط پہلی دونوں عورتیں مطلقہ ہوں گی اور اگر بیوی سے کہا کہ تو طالقہ تین طلاق سے ہے اور یہ بیوی تیرے ساتھ ہے یا تیرے مثل ہے یا کہا کہ یہ دوسری بیوی تیرے ساتھ ہے پھر کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ تیرے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی پس قضاءً دونوں تین تین طلاق سے مطلقہ ہوں گی اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے تجھے طلاق دی تو یہ بیوی تیرے مثل ہے یا تیرے ساتھ ہے پس اس نے اول کو تین طلاق دیں تو دوسری پر ایک طلاق پڑے گی اس واسطے کہ یہ کہنا کہ اگر میں نے تجھے طلاق دی یہ ایک طلاق کو بھی شامل ہے اور اگر شوہر نے ابتدا کہا کہ تیرے ساتھ یہ طالقہ ہے تو مخاطبہ پر بدون نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر ایک مرد کی تین بیویاں ہیں پس اس نے کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ اور یہ تو تیسری فی الحال مطلقہ ہوگی اور اول و دوم میں شوہر مختار ہے جس کو چاہے موقع[2] طلاق قرار دے یہ محیط میں ہے ایک شخص کی چار عورتیں ہیں پس اس نے کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ اور یہ یا یہ تو اس کو پہلی دونوں میں اور پچھلی دونوں میں اختیار ہے کہ دو میں سے ایک جس کو چاہے موقع طلاق قرار دے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ اور یہ اور یہ تو تیسری و چوتھی مطلقہ ہو جائے گی اور اول و دوم میں اس کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کہا کہ یہ طالق ہے اور یہ یا یہ اور یہ تو اول و چہارم مطلقہ ہو جائیں گی اور دوم و سوم میں اس کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر یوں کہا کہ تو طالقہ ہے نہیں بلکہ یہ یا یہ نہیں بلکہ یہ تو اول و چہارم مطلقہ ہو جائیں گی اور دوم و سوم میں اس کو خیار حاصل ہوگا اور اگر کہا کہ عمرہ طالق ہے یا زینب بشرطیکہ گھر میں داخل ہو پس دونوں گھر میں داخل ہوئی تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں سے جس پر چاہے طلاق واقع کرے اور اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق سے طالقہ ہے یا فلاں مجھ پر حرام ہے اور اس لفظ سے قسم مراد لی تو جب تک چار مہینے نہ گزر جائیں تب تک وہ بیان کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا پھر اگر چار مہینے گزر گئے اور اس نے اس عورت سے جس کی نسبت قسم کھائی تھی قربت نہ کی تو وہ مجبور کیا جائے گا کہ چاہے طلاق ایلاء دے دے یا طلاق صریح دے دے اور اگر کسی نے کہا کہ اس کی بیوی طالقہ ہے یا اس کا غلام آزاد ہے پھر قبل بیان کے مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک غلام آزاد ہو جائے گا اور اپنی نصف قیمت کے واسطے سعایت کرے گا اور طلاق باطل ہو جائے گی مگر عورت کو نصف میراث مقررہ ملے گی اور تین چوتھائی مہر ملے گا اگر غیر مدخولہ ہو اور سعایت مذکورہ میں سے عورت کو کچھ حصہ میراث نہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ میں تجھے کل کے روز ایک طلاق دے چکا' نہیں بلکہ دو تو دو طلاق واقع ہونگی:

اگر عورت سے کہا کہ انت طالق لا بل طالق کہ تو طالقہ ہے نہیں بلکہ تو طالقہ ہے تو عورت پر دو طلاق واقع ہوں گی اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے نہیں بلکہ بیک طلاق ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے نہیں بلکہ طالقہ بیک طلاق ہے تو بھی یہی حکم ہے اور نیز منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے نہیں بلکہ تو تو عورت مذکورہ پہلے کلام سے بیک طلاق مطلقہ ہوگی اور دوسرے کلام سے عورت پر کچھ لازم نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ شوہر نے نیت کی ہو اور اگر بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے نہیں بلکہ تم دونوں تو پہلی بیوی پر دو طلاق واقع ہوں گی اور دوسری بیوی پر ایک طلاق پڑے گی اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ میں تجھے کل کے روز ایک طلاق دے چکا ہوں نہیں بلکہ دو تو دو

[1] قال المترجم وہو قول ہذہ طالق او ہذہ وہذہ فہذا علی الاصول وظنی ان البحث الاصولی لا یختلف فیما نحن فیہ بین التعبیر بالعربیۃ والہندیۃ فافہم واللہ اعلم۔

[2] قولہ موقع طلاق یعنی جس عورت کو چاہے محل طلاق قرار دے پس وہ طلاق اسی پر واقع ہوگی۔

طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے نہیں بلکہ بدو طلاق تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر غیر مدخولہ سے ایسا کہا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور طالقہ ہے اور طالقہ[1] ہے نہیں بلکہ یہ تو اخیرہ پر ایک طلاق پڑے گی اور پہلی پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے تین عورتوں سے کہا کہ تو طالقہ اور تو۔نہیں بلکہ تم سب پر طلاق پڑ جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ یہ طالقہ ہے بیک طلاق اور بیک طلاق اور بیک طلاق نہیں بلکہ یہ دوسری بیوی تو دوسری بیوی پر تین طلاق واقع ہوں گی اور پہلی بیوی پر ایک طلاق پڑے گی اور اگر پہلی مدخولہ ہو تو اس پر بھی تین طلاق واقع ہوں گی یہ عتابیہ[2] میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق نہیں بلکہ آئندہ کل تو فی الحال اس پر ایک طلاق واقع ہوگی پھر جب دوسرے روز پو پھٹے تب ہی عدت میں اس پر دوسری طلاق واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر ایک بیوی سے کہا کہ تو مطلقہ بیک طلاق رجعی اور بدیگر طلاق بائن ہے نہیں بلکہ یہ تو پہلی پر دو طلاق واقع ہوں گی اور دوسری پر ایک طلاق اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے نہیں بلکہ یہ تو دونوں پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر یوں کہا کہ نہیں بلکہ یہ طالقہ ہے تو دوسری بیوی پر ایک طلاق پڑے گی یہ عتابیہ[3] میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے یا نہیں یا کچھ نہیں تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالق ہے یا نہیں یا کچھ نہیں یا لا غیر طالق ہے تو بالاتفاق کچھ نہیں واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے یا نہیں تو بعض نے فرمایا کہ اس میں بھی اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ کچھ واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی کو شک ہوا کہ اس نے ایک طلاق دی ہے یا تین طلاق تو وہ ایک طلاق رکھی جائے گی یہاں تک کہ اس کو زیادہ کا یقین ہو یا اس کا غالب گمان اس کے برخلاف ہو پھر اگر شوہر نے کہا کہ مجھے مضبوطی حاصل ہوئی کہ وہ تین طلاق تھیں یا وہ میرے نزدیک تین قرار پائی ہیں تو جو امر اشد ہو اس پر مدار کار رکھوں گا پھر اگر عادل لوگوں نے جو اس مجلس میں حاضر تھے خبر دی اور بیان کیا کہ وہ ایک طلاق تھی تو فرمایا کہ اگر لوگ عادل ہوں تو ان کی تصدیق کر کے ان کا قول لوں گا یہ ذخیرہ فصل گیارہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق یا بدو طلاق ہے تو بیان کرنے کا اختیار شوہر کو ہے یعنی بیان کرے کہ دونوں میں سے کون بات ہے اور اگر ایسا قول غیر مدخولہ سے کہا تو اس پر ایک طلاق پڑے گی اور شوہر بیان کا مختار نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور امام قدوری نے ذکر کیا ہے کہ اگر اپنی بیوی کے ساتھ ایسی چیز کو ملایا جس پر طلاق نہیں ہوتی ہے جیسے پتھر و چوپایہ وغیرہ اور کہا کہ تم دونوں میں سے ایک طالقہ ہے یا کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ تو امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کی بیوی پر طلاق پڑے گی اور اگر اپنی منکوحہ اور ایک مرد کو جمع کیا یعنی یوں کہا کہ تم دونوں میں سے ایک طالق ہے یا یوں کہا کہ یہ عورت طالقہ ہے یا یہ مرد تو بدوں نیت کے اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر اپنی منکوحہ کے ساتھ اجنبیہ عورت کو جمع کیا یعنی کہا کہ تم دونوں میں سے ایک طالقہ ہے یا کہا کہ یہ طالقہ ہے یا یہ تو بدوں نیت کے اس کی بیوی مطلقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ اجنبیہ اس امر کی محل از روئے خبر ہے یعنی خبر دے سکتا ہے کہ اجنبیہ طالقہ ہے اگرچہ انشائے طلاق اس پر نہیں کر سکتا ہے اور یہ صیغہ طالقہ درحقیقت اخبار[1] ہے اور اگر ایسی صورت میں کہا کہ میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دے دی تو بدوں نیت کے اس کی عورت پر طلاق پڑ جائے گی یہ طلاق الاصل میں

---

1. اخبار یعنی جملہ خبریہ ہے جو سچ نہ جھوٹ کو محتمل ہوتا ہے۔

(۱) یعنی دوسری بیوی۔ (۲) فصل کنایات۔ (۳) فصل کنایات۔

مذکور ہے اور ہشام نے اپنی نوادر میں امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی اور ایک اجنبیہ سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بیک طلاق طالقہ ہے اور دوسری بسہ طلاق تو ایک طلاق اس کی بیوی پر واقع ہوگی اور امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک مرد کی دو عورتیں دودھ پیتی ہوئی ہیں پس اس نے دونوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بسہ طلاق طالقہ ہے تو دونوں میں ایک مطلقہ ہو جائے گی اور بیان کرنا شوہر کے اختیار میں ہے پھر اگر ہنوز اس نے بیان نہ کیا تھا کہ کسی عورت نے آ کر ان دونوں کو دودھ پلایا خواہ ایک ہی ساتھ یا آگے پیچھے تو دونوں بائنہ ہو جائیں گی یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی زندہ بیوی کو اور جو مری پڑی ہے طلاق میں جمع کیا یعنی کہا کہ تم دونوں میں سے ایک طالقہ ہے تو زندہ[ا] پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے امام محمدؒ نے زیادات میں فرمایا کہ ایک مرد کی تحت میں ایک آزادہ اور ایک باندی ہے اور اس نے دونوں سے دخول کر لیا ہے پس اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بدو طلاق طالقہ ہے پھر باندی آزاد کی گئی پھر شوہر نے بیان کیا کہ میری طلاق اسی معتقہ کے حق میں ہے تو یہ معتقہ بحرمت غلیظ مطلقہ ہو جائے گی قال المترجم حرمت غلیظ یہ ہے کہ بدوں دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کئے اور اس کے وطی کئے ہوئے اول شوہر پر حلال نہیں ہو سکتی ہے سو آزادہ عورت پر تین طلاق کامل واقع ہونے کے بعد اور باندی پر دو طلاق کامل واقع ہونے کے بعد ایسا ہو جاتا ہے اور چونکہ حالت طلاق میں یہ معتقہ باندی تھی لہٰذا بیان اسی وقت سے متعلق ہو کر دو طلاق سے حرمت غلیظ کے ساتھ حرام ہو جائے گی فافہم۔ اگر دونوں باندی ہوں اور شوہر نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بدو طلاق طالقہ ہے پھر دونوں آزاد کی گئیں پھر شوہر بیمار ہوا یعنی مرض الموت کا مریض ہوا اور پھر اس نے دونوں میں سے کسی کے حق میں طلاق کا بیان کر دیا تو وہ بحرمت غلیظہ حرام ہو جائے گی لیکن میراث ان دونوں میں نصفا نصف ہوگی اس واسطے کہ میراث کے حق میں یہ بیان مثل عدم[1] بیان کے ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص کے تحت میں کسی شخص کی دو باندیاں ہیں پس مولیٰ نے دونوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک آزاد ہے پھر شوہر نے کہا کہ تم میں سے جس کو مولیٰ نے آزاد کیا ہے وہ بدو طلاق طالقہ ہے تو اس میں شوہر کو نہیں بلکہ مولیٰ کو حکم دیا جائے گا کہ وہ بیان کرے کہ دونوں میں سے کون آزادہ ہے پھر جب مولیٰ نے دونوں میں سے ایک کا عتق بیان کیا تو وہی بدو طلاق طالقہ ہو جائے گی لیکن بحرمت غلیظ مطلقہ نہ ہوگی اور اس کی عدت تین حیض[2] سے ہوگی اور اگر مولیٰ قبل بیان کے مر گیا تو عتق ان دونوں میں پھیل جائے گا پس اب شوہر کو حکم بیان دیا جائے گا پس جب شوہر نے کسی ایک کے حق میں طلاق بیان کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ بحرمت غلیظ مطلقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ وہ ہنوز مستسعاۃ یعنی سعایت کرنے والی باندی ہے اور جو باندی سعایت میں ہو اس کی طلاق کامل دو اور عدت دو حیض ہیں اور اگر مولیٰ مرا نہیں بلکہ غائب ہو گیا یعنی کہیں چلا گیا تو شوہر کو بیان کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں شوہر نے پہل کی اور کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بدو طلاق طالقہ ہے پھر مولیٰ نے کہا کہ جس کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہے وہ آزاد ہے تو ایسی حالت میں شوہر کو حکم دیا جائے گا کہ بیان کرے پھر جب شوہر نے ایک کی طلاق بیان کی تو وہ مطلقہ ہو جائے گی اور چونکہ بعد طلاق کے ہی آزاد ہو گئی ہے لہٰذا بحرمت غلیظ حرام ہو جائے گی اور تین حیض سے عدت پوری کرے گی اور بعضے نسخوں میں لکھا ہے کہ وہ حیض[3] سے عدت پوری کرے

ا مترجم کہتا ہے کہ یہاں خطاب کے لحاظ سے زندہ متعین ہوئی اور مردہ چونکہ لائق خطاب نہ تھی تو کلام اس سے متعلق نہ ہوا جیسے عورت دیوار کو جمع کر کے نصاب کا حکم۔

(۱) اور عدم بیان کی صورت میں میراث دونوں میں نصفا نصف ہوتی ہے پس ایسا ہی اب بھی ہوگا۔

(۲) مثل آزادہ کے۔ (۳) قال المترجم ہوالاظہر۔

گی یہ کافی میں ہے۔

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر کسی مرد کی دو عورتیں ہوں اور وہ دونوں سے دخول کر چکا ہے پس دونوں سے کہا کہ تم دونوں طالقہ ہو تو ہر ایک بیک طلاق رجعی مطلقہ ہو گی پھر اگر اس نے دونوں میں سے کسی سے مراجعت نہ کی یہاں تک کہ دونوں سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بسہ طلاق طالقہ ہے تو بیان کا اختیار اس کو حاصل ہو گا پھر اگر اس نے بیان نہ کیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک کی عدت گزر گئی تو دوسری ان تین طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اگر دونوں کی عدت ساتھ ہی گزر گئی تو تین طلاق دونوں میں سے ایک پر واقع نہ ہوں گی اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمدؒ کی یہ مراد ہے کہ تین طلاق کسی ایک معین پر واقع نہ ہوں گی مگر تین طلاق کسی ایک غیر معین پر واقع ہوں گی پھر امام محمدؒ نے فرمایا کہ شوہر کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ دونوں میں سے ایک معین پر ہر سہ طلاق واقع کرے اور مشائخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دونوں میں سے ایک معین پر مقصود یہ بیان[!] ہر سہ طلاق واقع کرے مگر بحکم نکاح اس کو ایسا اختیار ہے بایں طور کے بعد انقضائے عدت کے دونوں میں سے ایک سے نکاح کرے پس اگر دونوں کی مدت گزر جانے کے بعد پھر دونوں سے ساتھ ہی نکاح کرنا چاہا تو یہ نہیں جائز ہے اور اگر ایک سے نکاح کر لیا تو جائز ہے اور دوسری ان تین طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی۔

اور اگر اس نے خود کسی سے دونوں میں سے نکاح نہ کیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور دوسرے شوہر نے اس سے دخول کیا پھر اس کو طلاق دے دی یا مر گیا پھر اس کی عدت گزر گئی پھر شوہر اول نے ان دونوں سے ساتھ ہی نکاح کر لیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ ہوا کہ دونوں کی عدت گزر جانے کے بعد ایک مر گئی پھر اس نے دوسری سے نکاح کر لیا تو یہ جائز ہے اس واسطے کہ میت میں ایسی بات نہیں پائی گئی ہے جو اس امر کی موجب ہو کہ وہی طلاق واحدہ کے ساتھ متعین ہوئی تا کہ زندہ تین طلاق کے واسطے متعین ہو جائے بخلاف اس کے جب دونوں زندہ رہیں اور وہ ایک سے نکاح کرے تو حکم اس کے برعکس[1] ہے اس واسطے کہ نکاح سوائے ایسی عورت کے جس پر ایک طلاق واقع ہوئی ہو صحیح نہیں ہے پس جس سے نکاح کر لیا وہی ایک طلاق کے واسطے متعین ہو گئی اور زیادات میں فرمایا کہ ایک مرد کے تحت میں کسی شخص کی دو باندیاں ہیں جن کے ساتھ دخول نہیں کیا ہے پس اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بدو طلاق طالقہ ہے پھر ان دونوں میں سے ایک کو خرید کیا تو دوسری طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی جیسے کہ ایک کے مر جانے کی صورت میں ہے اور اگر اس نے دونوں کو ساتھ ہی خرید لیا تو طلاق دونوں میں مجمل رہیں گی اور شوہر کو اختیار نہ ہو گا کہ ان دونوں میں سے کسی کے حق میں بیان کرے ہاں اگر دونوں میں سے کسی ایک سے بملک یمین وطی کی تو دوسری طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اس واسطے کہ شوہر کے فعل کو صلاح پر محمول کرنا واجب ہے اور یہ اس طرح ہو گا کہ اس باندی سے وطی کرنا حلال طور پر رکھا جائے۔

یہ اس طرح ہو گا کہ اس کے ذمہ سے طلاق دور کی جائے اس وجہ سے کہ جو باندی بدو طلاق مطلقہ ہو جائے وہ جس طرح بملک نکاح روا نہیں ہو سکتی ہے اسی طرح بملک یمین بھی حلال نہیں ہو سکتی پس ضرور ہوا کہ میرے سے طلاق ہی اس کے سر سے دور کی جائے اور اگر اپنی دو بیویوں مدخولہ سے کہا کہ تم دونوں میں سے ایک بیک طلاق طالقہ ہے اور دوسری بسہ طلاق اور شوہر کی نیت ان دونوں میں سے کسی کے حق میں نہیں ہے تو اس کو اختیار ہو گا کہ دونوں میں سے جس کے حق میں چاہے تین طلاق واقع کرے

[!] یہ بیان یعنی عمداً قصد کرے کہ اس بیان و اظہار کے ذریعہ سے ایک معینہ پر سب طلاق واقع کرے۔

(۱) یعنی منکوحہ میں ایسی بات پائی گئی جو موجب اس کی ہوئی کہ وہ ایک طلاق کے واسطے معین ہوئے۔

تاوقتیکہ دونوں عدت میں ہیں اور جب دونوں کی عدت گزر گئی[1] تو کسی ایک معین پر اپنے بیان سے تین طلاق واقع نہیں کر سکتا ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کی عدت پہلے گزری تو وہی بیک طلاق بائنہ ہوگئی اور دوسری مطلقہ بسہ طلاق ہوگی اور اگر دونوں میں سے کسی کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ تین طلاق کسی ایک معین پر واقع کرے اور اس صورت میں اگر اسے ایک کے ساتھ نکاح کر لیا تو جائز ہے لیکن[2] دونوں سے نکاح کر لینا جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی چار بیویوں میں سے ایک کو تین طلاق دے دیں پھر اس پر مشتبہ ہوگئیں اور ہر ایک عورت نے اپنے مطلقہ ہونے سے انکار کیا تو ان میں سے کسی سے قربت نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ ایک ان میں سے ضرور اس پر حرام ہے اور یہ احتمال ان میں سے ہر ایک میں ہے اور ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے کہ جو چیز بوقت ضرورت مباح نہیں ہو جاتی ہے اس میں تحری نہیں روا ہے اور فروج اسی باب میں داخل ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ جو بوقت ضرورت مباح ہو اس میں تحری جائز ہے اسی واسطے فرمایا کہ اگر مردار جانور مذبوح کے ساتھ خلط ہو جائے تو تحری کر سکتا ہے اس واسطے کہ مردار بوقت ضرورت مباح ہو جاتا ہے اور اگر ان عورتوں نے حاکم کے یہاں شوہر پر نفقہ و جماع کی نالش کی حاکم قبول کر کے اس کو قید کرے گا یہاں تک کہ مطلقہ کو بیان کرے اور ان کا نفقہ اس پر لازم کرے گا اور اس کو چاہئے کہ ہر ایک کو ایک طلاق دے دے پھر جب انہوں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا تو پھر وہ ان سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر انہوں نے دوسرے سے نکاح نہ کیا تو افضل یہ ہوگا کہ ان میں سے کسی سے نکاح نہ کرے لیکن اگر اس نے ان میں سے تین عورتوں سے نکاح کر لیا تو نکاح جائز ہوگا اور چوتھی طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور ایسا ہی علماء نے وطی کے حق میں فرمایا کہ احتیاطاً ان سے قربت نہ کرے اور اگر اس نے تین سے قربت کی تو چوتھی طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان سب سے نکاح کر لے قبل اس کے کہ یہ دوسرے شوہر سے نکاح کریں اور اگر ان سب میں سے ایک نے کسی شوہر سے نکاح کیا اور اس نے اس کے ساتھ دخول کر کے پھر طلاق دے دی پھر اس نے ان چاروں سے نکاح کیا تو جامع میں مذکور ہے کہ سب کا نکاح جائز ہوگا۔

اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں سے ایک طالقہ ہے اور ہنوز بیان نہ کیا تھا کہ دونوں میں سے ایک مر گئی تو جو باقی رہی ہے وہی مطلقہ ہوگی:

اگر ہر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ وہی مطلقہ بسہ طلاق ہے تو شوہر سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو ہر ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ وہی مطلقہ بسہ طلاق ہے تو شوہر سے قسم لی جائے گی پس اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو ہر ایک پر تین تین طلاق پڑیں گی اور اگر وہ سب کے دعویٰ پر قسم کھا گیا تو حکم وہی ہوگا جو ہم نے قسم لینے سے پہلے عملدرآمد ہونا بیان کیا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اسی طرح اگر دو عورتیں ہوں اور ایسی صورت میں اس نے ایک سے نکاح کر لیا تو دوسری طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب تین طلاق دے دی ہوں اور اگر ایک ہی طلاق بائن دی ہو تو یہ طریقہ ہے کہ سب سے نکاح جدید کر لے اور طلاق دینے کی کچھ حاجت نہیں ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو سب سے مراجعت کر لے اور اگر تین طلاق کی صورت میں قبل بیان کے ایک ان میں سے مر گئی تو احسن یہ ہے کہ باقیات سے وطی نہ کرے الا بعد بیان مطلقہ

لے قال المترجم تحری یعنی قصد قلب بر استیازی کہ کون تھی پس جانب قلب بر استی جس پر جمے وہی تحری سے ٹھہری۔

(۱) ایک ساتھ۔

(۲) اور یہ اختیار نہیں ہوگا کہ دوسری سے نکاح کرے

کے کہ وہ فلاں تھی لیکن اگر قبل بیان کے وطی کر لی تو جائز ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں سے ایک طالقہ ہے اور ہنوز بیان نہ کیا تھا کہ دونوں میں سے ایک مرگئی تو جو باقی رہی ہے وہی مطلقہ ہوگی اور اسی طرح اگر مری نہیں بلکہ شوہر نے دونوں میں سے ایک سے جماع کیا یا بوسہ لیا یا اس کے طلاق کی قسم کھائی یا اس سے ظہار کیا یا اس کو طلاق دے دی تو دوسری بیوی طلاق مبہم[1] کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اگر دونوں میں سے ایک مرگئی پس شوہر نے کہا کہ میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو شوہر اس کا وارث (۱) نہ ہوگا اور دوسری بیوی مطلقہ ہو (۲) جائے گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ایک معین کو طلاق دی پھر کہا کہ میں نے اس طلاق سے تعیین کا قصد کیا تھا تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر کہا کہ تو طالق ہے رات تک یا کہا ایک ماہ تک یا کہا ایک سال تک تو اس میں تین صورتیں ہیں:

اگر کہا کہ تو طالقہ ایک سے دو تک ہے یا ایک سے دو تک کے درمیان طالقہ ہے تو یہ ایک طلاق ہوگی اور اگر کہا کہ ایک سے تین تک یا ایک سے تین تک کے درمیان تو دو طلاق ہوں گی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے کذا فی الہدایہ اور اگر اپنے قول ایک سے تین تک یا ایک سے تین تک کے درمیان سے ایک طلاق کی نیت کی تو دیانۃً تصدیق ہو سکتی ہے مگر قضاءً[2] تصدیق نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ ایک سے دس تک تو امام اعظمؒ کے نزدیک دو طلاق واقع ہوں گی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ مابین یک تا دیگر ہے یا ایک سے ایک تک تو یہ ایک طلاق ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اس نے کہا کہ تو طالقہ مابین یک و سہ ہے تو یہ ایک طلاق ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ دو سے دو تک تو امام اعظمؒ کے نزدیک دو طلاق واقع ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالق ہے رات تک یا کہا کہ ایک ماہ تک یا کہا کہ ایک سال تک تو اس میں تین صورتیں ہیں کہ یا تو اس نے فی الحال واقع ہونے کی نیت کی اور وقت واسطے امتداد کے قرار دیا پس اس صورت میں طلاق فی الحال واقع ہوگی اور یا اس وقت مضاف الیہ کے بعد واقع ہونے کی نیت کی پس ایسی صورت میں اس وقت مضاف الیہ کے گزرنے کے بعد طلاق واقع ہوگی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو ہمارے نزدیک بدوں وقت مضاف الیہ کے گزرنے کے طلاق واقع نہ (۳) ہوگی قال المترجم قولہ ایک ماہ تک اس کے معنی یہ ہوئے کہ مہینہ پر یعنی مہینہ بھر گزرنے پر تو طالقہ ہے فافہم۔ اسی طرح اگر کہا کہ گرمیوں تک یا جاڑوں (۴) تک تو طالقہ ہے تو یہ قول اور رات تک یا مہینہ تک تو طالقہ ہے دونوں یکساں ہیں اسی طرح اگر کہا (۵) کہ ربیع تک یا خریف تک تو طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ اے حین (۶) یا اے زمان (۷) ہے پس اگر اس نے اپنی نیت میں کوئی وقت و زمانہ مراد لیا مثلاً مہینہ یا جاڑے یا خریف تو اس کی نیت پر ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو چھ مہینے پر رکھا جائے گا اور اگر کہا کہ تو طالقہ اے قریب ہے اور کچھ نیت نہ کی تو یہ ایک مہینہ سے ایک دن کم پر رکھا جائے گا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔ اگر کہا کہ یہاں سے ملک شام تک تو طالقہ ہے تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ واحد (۸) در دو

---

[1] مبہم یعنی دونوں میں مشتبہ و محتمل طلاق کے واسطے اب یہی بیوی متعین ہوگئی۔

[2] قضاءً کیونکہ قاضی پر بحسب ظاہر حکم کرنا لازم ہے اگرچہ نیت دوسری ہو جو مخفی ہے لہٰذا جب تک مخفی کا ظہور نہ ہو تب تک قاضی اس کو نہیں لے سکتا ہے ورنہ خود گنہگار ہوگا۔

(۱) بسبب اقرار کے۔ (۲) کیونکہ شوہر کی تصدیق نہ ہوگی۔

(۳) صورتیکہ اس کی کچھ نیت نہ ہو۔ (۴) اردو محاورہ میں یہ بول چال بمعنی مذکور اظہر ہے۔

(۵) کسی وقت کو مراد لیا ہو یا نہیں۔ (۶) وقت تک۔

(۷) زمانہ تک۔ (۸) دو میں ایک۔

ہے پس اگر اس نے یہ نیت کی کہ ایک اور دو اور عورت مدخولہ ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق پڑے گی اور اگر ایک مع دو کے مراد لی تو تین طلاق پڑیں گی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دو میں کہنے سے ظرفیت مراد لی تو ایک طلاق پڑے گی اس واسطے کہ طلاق ایسی چیز نہیں ہے جو ظرف ہو سکے پس دو میں کہنا لغو ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تین میں ایک تو بھی یہی حکم ہے کہ اگر ایک اور تین مراد لی تو مدخولہ پر تین اور غیر مدخولہ پر ایک پڑے گی اور اگر ایک مع تین مراد لی تو بہر صورت تین طلاق پڑیں گی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو یا اس نے ضرب حساب مراد لی پس ایک دو دو کہنے کی صورت میں فقط ایک ہی واقع ہوگی اور ایک در سہ کہنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے اور دو دو دو کہنے کی صورت میں فقط دو طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے یا در مکہ ہے یعنی مکہ میں یا مکہ کے اندر تو جہاں ہو فی الحال اس پر طلاق پڑے گی اسی طرح اگر اس نے کہا کہ دار میں تو طالقہ ہے تو جہاں ہو فی الحال مطلقہ ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ جب وہ مکہ[1] میں آئے تب مطلقہ ہوگی تو قضاءً نہیں بلکہ دیانۃً تصدیق کی جائے گی اور اگر صریح اس نے یوں کہا کہ جب تو مکہ میں داخل ہو تو تجھے طلاق ہے تو جب تک مکہ میں داخل نہ ہو طلاق نہ پڑے گی اور اگر کہا کہ تیرے دار میں داخل ہونے پر طلاق ہے تو بالفعل طلاق معلق ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر کہا: انت طالق بدخولك الدار او بحیضتك :

اگر عورت سایہ میں بیٹھی ہے اس سے کہا کہ تو دھوپ میں طالقہ ہے تو وہیں مطلقہ ہو جائے گی اور[2] اگر کہا کہ تو اپنی نماز میں طالقہ ہے تو جب تک رکوع اور سجدہ نہ کر لے تب تک طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو اپنے روزہ میں طالقہ ہے تو صبح ہو جانے پر طالقہ ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو اپنے مرض میں یا وجع میں طالقہ ہے تو جب تک مریضہ نہ ہو تب تک طالقہ نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ دخول دار پر تو طالقہ بیک طلاق ہے تو فی الحال واقع ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ تو اپنے حیض میں یا اپنے حیض کے ساتھ طالقہ ہے تو جب ہی خون دیکھے گی اسی وقت سے طالقہ ہوگی بشرطیکہ یہ خون تین روز تک برابر[1] رہے تو جب وہ طاہر رہے گی حیض نہ آئے گا تب تک مطلقہ نہ ہوگی یہ بدائع و شرح طحاوی میں ہے اور اگر کہا کہ انت طالق بدخولك الدار او بحیضتك یعنی تو طالقہ ہے ساتھ داخل ہونے تیرے کے گھر میں یا ساتھ اپنے حیض کے تو جب تک داخل نہ ہو یا حائضہ نہ ہو تب تک طلاق نہ پڑے گی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ تو ایسے کپڑے[2] میں طالقہ ہے حالانکہ اس وقت عورت دوسرا کپڑا اپنے ہے تو فی الحال مطلقہ ہو جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے درحالیکہ تو مریضہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مرد نے کہا کہ میری یہ مراد تھی کہ اگر ایسا کپڑا اپنے یا جب مریضہ ہو تب طالقہ ہے تو قضاءً نہیں مگر دیانۃً اس کی تصدیق لی جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ تو اپنے مکہ جانے میں یا ایسا کپڑا اپہننے میں طالقہ ہے تو جب تک ایسا فعل نہ کرے تب تک طالقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو میرے علم میں یا میرے حساب میں یا میری رائے میں طالقہ ہے تو طلاق[3] پڑ جائے گی بخلاف اس کے اگر کہا کہ اس چیز میں جس کو میں جانتا ہوں تو طالقہ ہے تو ایسا حکم نہیں ہے یہ ظہیرہ میں ہے۔

---

[1] قال المترجم یعنی بمنزلہ اس قول کے کہ اگر تو مکہ میں آئے تو تجھے طلاق ہے یا اگر تو دار میں جائے تو تجھے طلاق ہے۔

[2] قال المترجم طلاق اللہ کے نزدیک یہ بات ہے اور ایسے امور کے ساتھ اور زیادہ بد ہو جائے گی۔

(۱) تاکہ حیض متحقق ہو۔ (۲) یعنی ایسا کپڑا اپہننے کی حالت میں۔

(۳) یعنی بعد ایسے فعل کے طالقہ ہو جائے گی۔

فصل : ②

زمانہ کی طرف طلاق کی اضافت کرنے اور اس کے متصلات کے باب میں

اگر کہا کہ تو کل کے دن میں یا کل طالقہ ہے اور اس کی نیت کوئی خاص نہیں ہے تو کل کی فجر طلوع ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری نیت یہ تھی کہ کل کے روز آخر وقت طالقہ ہے تو دونوں صورتوں میں دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور رہی قضاءً سوکل کے کہنے کی صورت میں بالاجماع اس کی تصدیق نہ ہوگی اور کل کے روز میں کہنے کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ قضاءً بھی تصدیق ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تصدیق نہ کی جائے گی اور اسی طرح اگر رمضان[1] یا رمضان میں طلاق کہا یا کہا کہ انت طلاق شھراً او فی شھر یعنی تو طالقہ ماہ یا ماہ میں ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کسی وقت کہا کہ تو رمضان میں طالقہ ہے تو رمضان سے وہ رمضان مراد ہوگا جو پہلے آئے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو جمعرات کو طالقہ ہے تو پہلی جمعرات جو آئے وہی قرار دی جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اس رمضان[1] کے سوائے دوسرا رمضان مراد لیا تھا تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ سچا ہو سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر جمعرات کے روز کہا کہ تو جمعرات کو یا جمعرات کے دن میں طالقہ ہے تو یہی جمعرات رکھی جائے گی جو ہے یہ ذخیرہ میں ہے مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ تو جمعہ کو یا جمعہ کے دن میں طالقہ ہے اور یہ دن جمعہ کا ہے تو طلاق پڑ جائے گی اور اگلے جمعہ پر نہیں رکھا جائے گا الا اس صورت میں کہ اس نے نیت کی ہو یہ محیط میں ہے ایک شخص نے شعبان میں کہا کہ تو رمضان میں طالقہ ہے تو شعبان کے آخر روز جب آفتاب غروب ہوگا تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر کہا کہ تو گرمی میں یا جاڑے میں یا ربیع میں یا خریف میں طالقہ ہے تو اس وقت کے آنے ہی پر طلاق پڑے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ تو آج کل یا کل آج طالقہ ہے تو جن دو وقتوں کا نام اس نے زبان سے لیا ہے ان میں سے پہلا وقت لیا جائے گا:

ایک شخص نے بطور حلف اپنی بیوی سے نصف رمضان میں کہا کہ تو لیلۃ القدر میں طالقہ ہے تو جب تک اگلے سال کا رمضان نہ گزرے تب تک طلاق واقع نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے قول پر جب اگلے رمضان کا نصف گزر جائے تب ہی طلاق پڑے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قسم کھانے والا عوام میں سے ہو تو جس رمضان میں قسم کھائی ہے اس کی ستائیسویں تاریخ گزرنے پر طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ عوام میں ستائیسویں رمضان لیلۃ القدر معروف مشہور ہے یہ حاوی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بعد چھ روز کے ہے تو لوگوں کے عرف کے موافق ساتویں روز آفتاب غروب ہونے پر طالقہ ہو جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو آج کل یا کل آج طالقہ ہے تو جن دو وقتوں کا نام اس نے زبان سے نکالا ہے ان میں سے پہلا وقت لیا جائے گا پس مثال مذکور

---

[1] قال المترجم خالی رمضان بدوں حرف ظرفیت اردو میں از روئے محاورہ مشکل لیکن عربی میں بھی بدوں تاویل حذف منکرۃ مستبعد لہٰذا ہر دو محاورہ قریب قریب ہو گئے۔

(۱) پہلے رمضان کے سوائے۔

میں اول صورت میں آج ہی طلاق پڑے گی اور دوسری صورت میں کل پڑے گی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ آج وکل ہے تو فی الحال ایک طلاق پڑے گی اور سوائے اس کے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ کل اور آج تو وہ آج بیک طلاق طالقہ ہوگی اور کل کے روز دوسری طلاق پڑے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے آج کے روز اور جب کل آئے تو ایک فی الحال واقع ہوگی اور جب کل کا روز ہو درحالیکہ وہ عدت میں ہو تو دوسری واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو طالقہ ہے اپنی رات میں اور اپنے دن میں:

اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اسی روز جبکہ کل آئے تو طلوع فجر ہوتے ہی اس پر طلاق ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو اپنی رات میں نہ دن کو طالقہ[1] ہے تو جس دم یہ قول کہا ہے اسی وقت اس پر طلاق واقع ہوگی پھر دن میں کچھ واقع نہ ہوگی اور یہ اس وقت ہے کہ اس کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر یہ نیت کی ہو کہ ہر دو وقت میں ایک ایک طلاق ہو تو اس کی نیت پر رہے گا اور اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو اپنے دن کو اور رات کو طالقہ ہے تو ایک طلاق یہ قول کہتے ہی پڑ جائے گی اور دوسری طلوع فجر ہونے پر پڑے گی اور اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو طالقہ ہے اپنی رات میں اور اپنے دن میں یا دن میں کہا کہ تو اپنے دن میں اور اپنی رات میں طالقہ ہے تو ہر دو وقت میں اس پر ایک ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو اپنے کھانے اور اپنے پینے میں طالقہ ہے یا اپنے قیام وقعود میں تو جب تک دونوں افعال پائے نہ جائیں طلاق نہ پڑے گی اور اگر کہا کہ اپنے کھانے میں اور اپنے پینے میں اور اپنے کھڑے ہونے میں اور اپنے بیٹھنے میں طالقہ ہے تو جو فعل ان دونوں میں سے پایا جائے گا طلاق پڑ جائے گی اور اگر اپنے قول رات میں اور دن میں کہنے سے اس نے ایک ہی طلاق کی نیت کی ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ تصدیق ہو سکتی ہے اس واسطے کہ اس نے ایسی بات کی نیت کی جو اس کے لفظ سے نکل سکتی ہے اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ بروز شب ہے پس اگر اس نے دن میں یہ لفظ کہا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر رات میں کہا تو دو طلاق پڑیں گی کذا فی المحیط اور اگر دو پہر کو اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ اول اس روز و آخر اس روز ہے تو ایک طلاق ہوگی اور اگر کہا کہ آخر اس روز اور اول اس روز ہے تو دو طلاق پڑ جائیں گی اس واسطے کہ پہلی صورت میں جو طلاق پہلے وقت پڑے گی وہی آخر وقت ہوگی پس ایک ہی واقع ہوگی اور دوسری صورت میں جبکہ آخر روز پہلے کہا تو آخر روز کی طلاق پڑی ہوئی اول وقت نہیں پڑے گی لہٰذا دو طلاق ہو جائیں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اس نے کہا کہ تو طالقہ ہے کل یا بعد کل کے تو پرسوں طلاق واقع ہوگی:

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ اس وقت کل ہے تو اس پر فی الحال ایک طلاق پڑے گی اور اس نے کہا کہ میں نے اس وقت سے کل کے روز کا یہی وقت مراد لیا تھا تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہو سکتی ہے یہ محیط میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ کسی نے کہا کہ تو طالقہ ہے کل اور بعد کل کے تو فقط کل اس پر طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بروز و امروز یعنی گزرے ہوئے کل اور آج کے روز تو ایک ہی طلاق پڑے گی اور اگر کہا کہ آج کے روز اور گذرے ہوئے کل کے روز تو دو طلاق پڑیں گی اور باوجود[!] اس کے یہ بھی کہا کہ دبروز سے ایک روز پہلے تو تین طلاق پڑ جائیں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو

(۱) بطور محاورہ کہ طلاق کے واسطے تیرے لئے کوئی وقت خاص درکار نہیں ہے۔

[!] اگر عورت سے رات میں کہا کہ تو طالقہ ہے اپنی رات میں اور اپنے دن میں

طالقہ ہے آج کے روز اور کل کے بعد تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ تو طالقہ ہے کل یا بعد کل کے تو پرسوں طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ اس نے دونوں وقتوں میں سے ایک کو ظرف[1] ٹھہرایا ہے اور یہ اصل قرار پائی ہے کہ جب طلاق کی اضافت دو وقتوں میں سے کسی ایک کی طرف ہو تو دونوں وقتوں میں سے پچھلے وقت میں واقع ہوتی ہے یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے آج کے روز و کل و بعد کل کے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی کذا فی محیط السرخسی اور اگر اس نے تین روز میں متفرق تین طلاق کی نیت کی تو سب واقع ہوں گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی ایک طلاق کے ساتھ ہے جو تجھ پر کل واقع ہوگی تو طلوع فجر ہونے پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر کہا کہ ایسی طلاق کے ساتھ جو نہ واقع ہوگی مگر کل تو فی الحال طلاق پڑ جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ تو شروع ہر ماہ میں طالقہ ہے تو اس پر تین مہینہ تک شروع ہر ماہ میں ایک طلاق پڑے گی اور اگر کہا کہ تو ہر مہینہ میں طالقہ ہے تو اس پر ایک طلاق پڑے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو ہر جمعہ طالقہ ہے پس اگر اس کی یہ نیت ہو کہ تو ہر روز جمعہ کو طالقہ ہے تو اس پر ہر روز جمعہ کو برابر طلاق پڑتی[2] رہے گی یہاں تک کہ وہ تین طلاق سے بائنہ ہو جائے اور اگر یہ نیت ہو کہ اس کی زندگی بھر میں جتنے جمعہ کے دن گزریں سب میں طالقہ ہوگی تو عورت پر فقط ایک طلاق پڑے گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے آج اور شروع ماہ پر تو پہلے یہی حکم ہے اور اگر ان اوقات مذکورہ میں ہر روز طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو موافق نیت واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہر روز میں بیک طلاق ہے تو ہر روز ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے ہر روز یا عند کل یوم یا ہرگاہ کوئی روز گزرے تو ہر روز ایک طلاق کر کے تین طلاق واقع ہوں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ بعد ایام[3] ہے تو یہی حکم ہے کہ بعد سات روز کے واقع ہوگی اور معلیٰؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ جب ذوالقعدہ ہو تو تو طالقہ ہے حالانکہ یہ مہینہ ذیقعدہ ہی کا ہے جس میں سے کچھ دن گزر گئے ہیں تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ کہتے ہیں وہ طالقہ ہو جائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ تو آمد روز میں طالقہ ہے پس اگر یہ کلام رات میں کہا تو آئندہ روز کے فجر ہوتے ہی طالقہ ہو جائے گی اور اگر یہ امر دن میں کہا ہے تو دوسرے روز جب یہی گھڑی آپڑے گی تب ہی طالقہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو ایک روز گزرنے پر طالقہ ہے پس اگر یہ کلام رات میں کہا ہے تو دوسرے روز جب آفتاب غروب ہوگا طالقہ ہو جائے گی اور اگر دن میں کہا ہو تو جب دوسرے روز کی یہی گھڑی آئے گی جس میں یہ لفظ کہا ہے تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر کہا تو تین دن آنے پر طالقہ ہے پس اگر رات میں کہا تو تیسرے روز طلوع فجر ہوتے ہی طالقہ ہو جائے گی اور اگر دن میں کہا تو چوتھے روز طلوع فجر ہوتے ہی طالقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ تو تین روز گزرنے پر طالقہ ہے پس اگر رات میں کہا تو تیسرے روز آفتاب غروب ہونے پر طالقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ تو تین روز گزرنے پر طالقہ ہے پس اگر رات میں کہا تو تیسرے روز آفتاب غروب ہونے پر طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ اسی پر شرط پوری ہو جائے گی اور ایسا ہی جامع کے بعض نسخوں میں ہے اور دوسرے نسخوں میں یوں ہے کہ جب تک چوتھی رات کی ایسی ہی گھڑی جس میں یہ لفظ کہا ہے نہ آئے تب تک طالقہ نہ ہوگی اور ایسا ہی امام قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے یہ محیط میں ہے اگر عورت سے کہا کہ تو دیروز[4] طالقہ ہے حالانکہ اس سے آج ہی نکاح کیا ہے تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر دیروز سے پہلے اس سے نکاح کیا ہو تو اس وقت طلاق پڑے گی اور اگر کہا کہ تو قبل اس کے کہ میں تجھ لیں نکاح

---

(۱) گزرا ہوا کل۔ (۲) طلاق پڑنے کا۔

(۳) یعنی تین جمعہ تک۔ (۴) یعنی چند روز۔

کروں طالقہ ہے تو اس پر کچھ واقع نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے دار میں داخل ہونے سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے:

اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جبکہ میں تجھ سے نکاح کروں قبل اس کے کہ میں تجھ سے نکاح کروں یا کہا کہ تو طالقہ ہے قبل اس کے کہ میں تجھ سے نکاح کروں جس وقت میں تجھ سے نکاح کروں یا کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں پس تو طالقہ ہے قبل اس کے کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو پہلی دونوں صورتوں میں نکاح کرنے کے وقت باتفاق طلاق واقع ہوگی اور تیسری صورت میں امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے دار میں داخل ہونے سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے یا کہا کہ تو فلاں کے آنے سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پس اس قسم طلاق سے ایک مہینہ گزرنے سے پہلے فلاں مذکور آ گیا یا عورت مذکورہ دار میں داخل ہوگئی تو طلاق نہ پڑے گی اور اگر وقت قسم سے مہینے گزرنے پر فلاں مذکور آیا یہ عورت دار میں داخل ہوئی تو طلاق پڑے گی اور اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ تو اس سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے تو فی الحال طلاق پڑ جائے گی پھر واضح رہے کہ ہمارے علماء ثلاثہ کے نزدیک داخل ہونے یا آنے کے ساتھ ہی ساتھ طلاق پڑے گی اور وقوع طلاق اس کے داخل ہونے و فلاں کے آنے ہی پر مقصود ہوگا چنانچہ اگر مہینہ کے اندر بیچ میں کسی وقت عورت مذکورہ کو خلع دے دیا پھر وہ مہینہ پورا ہونے پر دار میں داخل ہوئی یا فلاں مذکور آ گیا درحالیکہ یہ عورت عدت میں ہے تو خلع باطل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا تو فلاں شخص کی موت کے ایک مہینہ[(1)] پہلے سے طالقہ ہے پس اگر فلاں مذکور مہینہ پورا ہونے پر مر گیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک شروع مہینہ سے طالقہ قرار دی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک فلاں مذکورہ کی موت کے بعد طالقہ ہوگی اور اگر فلاں مذکور پورا مہینہ ہونے سے[1] پہلے مر گیا تو بالاجماع طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو رمضان سے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ ہے تو بالاتفاق شروع شعبان میں طلاق پڑ جائے گی۔

اگر کہا کہ فلاں کی موت سے ایک مہینہ پہلے تو بسہ طلاق طالقہ ہے یا لطلاق بائن طالقہ ہے پھر مہینے کے بیچ میں اس سے خلع کر لیا پھر فلاں مذکور مہینہ پورا ہونے پر مر گیا پس اگر وہ عدت میں ہے تو ایک ماہ پہلے سے اس پر طلاق پڑے گی اور خلع باطل ہونے کا حکم دیا جائے گا اور شوہر نے جو خلع کا معاوضہ لیا ہے وہ عورت کو واپس دے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک خلع باطل نہ ہوگا مگر طلاق مع خلع کے تین طلاق ہو جائیں گی اور اگر عورت مذکورہ عدت میں نہ رہی ہو بایں طور کہ اس نے وضع حمل کیا ہو پھر فلاں مذکور مرا یا عورت مدخولہ نہ ہو کہ اس پر عدت واجب ہی نہ ہوئی ہو پھر فلاں مذکور مرا تو بالاجماع خلع باطل نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو میری موت سے ایک مہینے پہلے یا کہا کہ اپنی موت سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پھر شوہر یا بیوی مری تو امام اعظمؒ کے نزدیک زندگانی کے آخر جزو میں قبل موت کے طلاق پڑ جائے گی اور اس وقت سے ایک مہینہ پہلے سے مطلقہ قرار دی جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک طلاق نہ پڑے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تو فلاں و فلاں کی موت سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پھر ان دونوں میں سے ایک شخص ایک مہینہ پہلے سے مر گیا تو عورت اس قسم سے کبھی طالقہ نہ ہوگی اور اگر وقت قسم سے ایک مہینہ گزرنے پر دونوں میں سے ایک مرا تو وہ وقت قسم سے طالقہ ہو جائے گی اور دوسرے کی موت کا انتظار نہ کیا جائے گا اور اگر کہا

---

[1] قال المترجم یہ وہم نہ ہو کہ یہ چاہئے کہ جب فلاں مرے اس سے ایک مہینہ کے پہلے سے اس پر طالقہ ہونے کا حکم دیا جائے اگرچہ اس برس کے بعد مرے کیونکہ طالقہ حکم جملہ خبر یہ رکھتا ہے پس اگر خبر درست پڑے تو طلاق پڑے گی ورنہ نہیں چنانچہ اگر یوں کہے کہ فلاں کی موت کے ایک مہینہ پہلے سے تجھ پر طلاق ہے یا میں نے تجھے فلاں کی موت سے ایک مہینے پہلے طلاق دی تو یہ حکم نہ ہوگا فافہم۔

(1) یعنی شرطیہ اس وقت طالقہ ہے جب فلاں کی موت کا ایک مہینہ رہا ہے گویا یوں کہا کہ تو اس وقت طالقہ ہے بشرطیکہ فلاں کی موت کا ایک مہینہ ہو۔

کہ تو فلاں وفلاں کے آنے سے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ ہے پھر قسم سے ایک مہینہ پورا ہونے پر ایک آگیا پھر اس کے بعد دوسرا آیا تو طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ دونوں کا معاً آ جانا عادتاً ممتنع ہے اس واسطے اس کا اعتبار ساقط ہوا اور اگر کہا کہ تو یوم اضحیٰ اور فطر سے ایک مہینے پہلے طالقہ ہے تو جب رمضان کا چاند دکھائی دے گا تب ہی طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ اضحیٰ وفطر دونوں ساتھ ہی نہیں ہوتے ہیں پس وقوع طلاق کا متعلق بصفت تقدم ہوگا اور مہینہ کا اتصال ایک کے ساتھ معتبر ہوگا نہ دوسرے کے ساتھ یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو یوم اضحیٰ سے پہلے طالقہ ہے تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے کہ قبل اس کے یوم اضحیٰ ہے تو فی الحال واقع ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو اپنے حیض آنے سے ایک مہینہ پہلے طالقہ ہے پس عورت مذکورہ ایک مہینہ ٹھہری پھر اس نے فقط ایک یا دو روز خون دیکھا تو طالقہ نہ ہوگی جب تک تین[1] روز تک خون نہ دیکھے اور اگر اس نے تین روز تک خون[2] دیکھا تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس سے ایک مہینہ پہلے سے طالقہ ہوگی اور صحیح یہ ہے کہ اسی وقت سے طالقہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا: انت طالقة بشهر غير هذا اليوم او سوى هذا اليوم :

منتقی میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو کچھ پہلے کل کے یا کچھ پہلے آمد فلاں کے طالقہ ہے تو کل سے یا فلاں کے آنے سے پلک مارنے کی مقدار پہلے سے طالقہ ہو جائے گی اور حاکم نے فرمایا کہ فلاں آنے سے کچھ پہلے کی صورت میں یہ حکم ٹھیک نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ فلاں کے آنے پر طالقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو بعد یوم اضحیٰ کے طالقہ ہے تو رات گزرنے پر طالقہ ہو جائے[3] گی اور اگر کہا کہ تو ایسے وقت طالقہ ہے کہ اس کے بعد یوم اضحیٰ ہے تو فی الحال طالقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ یوم اضحیٰ کے ساتھ طالقہ ہے تو یوم اضحیٰ کی فجر طلوع ہونے سے طالقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ معاً یوم الاضحیٰ یعنی اس کے ساتھ یوم اضحیٰ ہو تو فی الحال طالقہ ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے میری موت کے ساتھ یا اپنی موت کے ساتھ تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے پہلے ایسے روز سے جس سے پہلے روز جمعہ ہے یا کہا کہ بعد ایسے روز کے جس کے بعد یوم جمعہ ہے تو ہر دو مسئلہ میں جمعہ کے روز طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ انت طالقة بشهر غير هذا اليوم او سوى هذا اليوم یعنی تو طالقہ بماہ ہے سوائے اس روز کے یا غیر اس روز میں تو جیسا اس نے کہا ہے ویسا ہی ہوگا اور بعد اس روز کے گزر جانے کے طالقہ ہو جائے گی اور یہ قول ایسا نہیں ہے کہ جیسے اس نے کہا کہ انت طالق بشهر الا هذا اليوم کہ تو طالقہ بماہ ہے الا یہ روز کہ اس صورت میں کہتے ہی طلاق پڑ جائے گی یہ محیط میں ہے اور اصل یہ ہے کہ جب طلاق متعلق بدو فعل ہو تو آخر فعل پر طلاق پڑتی ہے اس واسطے کہ اگر اول فعل پر پڑ جائے تو اول ہی پر متعلق ہوگی اور اگر دو فعلوں میں سے کسی ایک پر معلق ہو تو جو فعل پہلے پایا جائے اسی پر پڑ جائے گی اور اگر معلق بفعل و وقت دونوں ہو تو دو طلاق پڑیں گی یعنی ہر ایک کے واسطے ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ دونوں مختلف ہیں اور اگر معلق کی بفعل یا بوقت پس اگر فعل واقع ہوا تو طلاق پڑ جائے گی اور وقت کی آمد کا انتظار نہ کیا جائے گا اور اگر وقت پہلے آگیا تو فعل پائے جانے تک واقع نہ ہوگی اور ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا یہ دونوں وقت تھے جس میں سے ایک کی جانب طلاق کی اضافت کی گئی اور اگر یوں کہا کہ جب فلاں آئے اور جب فلاں دیگر آئے تو تو طالقہ ہے تو طالقہ نہ ہوگی الا بعد ان دونوں کے آ

(۱) اس واسطے کہ کم حیض تین روز ہیں۔
(۲) یعنی کم سے کم۔
(۳) یعنی قربانی کا دن گزر کے رات گزر جانے پر۔

جانے کے اور اگر جزا کو مقدم کیا کہ تو طالقہ ہے جبکہ فلاں آئے اور جبکہ فلاں دیگر آئے تو ان دونوں میں سے جبکہ کوئی آ جائے گا تب ہی وہ طالقہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر جزا کے بیچ میں بولا تو بھی یہی حکم ہے کذافی محیط السرخسی پھر دوسرے کے آنے پر کچھ واقع نہ ہوگی الا اس صورت میں واقع ہوگی کہ اس نے نیت کی ہو یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا تو طالقہ ہے جبکہ کل کا روز آئے اور بعد کل کے تو آخر وقت میں واقع ہوگی اور اگر عورت لیٹی ہوئی ہے اس سے کہا کہ تو اپنے قیام و قعود میں طالقہ ہے تو جب تک یہ دونوں فعل نہ کرے تب تک طالقہ نہ ہوگی اور اگر عورت بیٹھی ہو اور برابر ایسی ہی بیٹھی رہے پھر وہ کھڑی ہوئی یا کھڑی تھی کہ برابر ایسی رہی پھر بیٹھ گئی تو مطلقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اپنے قیام میں اور اپنے قعود میں تو جو فعل ان دونوں میں سے پایا جائے گا طالقہ ہو جائے گی اور اگر دونوں پائے گئے تو اس سے ایک[1] ہی طلاق پڑے گی اور اگر ایسا کہا کہ تو طالقہ ہے جبکہ فلاں روز آئے یا جبکہ فلاں دیگر آئے تو دونوں میں جس کا آنا جانا پایا جائے گا تب ہی طالقہ ہو جائے گی اسی طرح اگر کہا کہ تو بیک طلاق طالقہ ہے جبکہ شروع مہینہ آئے یا جبکہ فلاں آئے تو دونوں میں سے جو بات پائی جائے گی طلاق پڑ جائے گی اور اگر کہا کہ تو شروع ماہ پر طالقہ ہے یا جبکہ فلاں آئے پس اگر فلاں کا آنا پہلے پایا گیا تو طلاق پڑ جائے گی اور اگر شروع مہینہ پہلے ہوا تو طلاق نہ پڑے گی یہاں تک کہ فلاں آئے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے شروع ماہ پر اور جبکہ فلاں آئے تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک طلاق متعلق ہوگی پس بروقت مذکور ایک طلاق پڑے گی اور شرط پائے جانے پر دوسری طلاق پڑے گی یہ کافی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے جو باندی ہے کہا کہ جب کل آئے تو تو بدو طلاق طالقہ ہے اور مولیٰ نے اس باندی سے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو تو کل کے روز میں آزاد ہے تو یہ بیوی اس شوہر کو حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کر کے حلالہ کرا دے اور اس کی عدت امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تین حیض ہوں گے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ جب میں تجھے طلاق دوں تو تو طالقہ ہے اور جب میں تجھے طلاق نہ دوں تو تو طالقہ ہے اور طلاق نہ دی یہاں تک کہ مر گیا تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ جب میں تجھے طلاق نہ دوں تو تو طالقہ ہے اور جب میں تجھے طلاق دوں تو تو طالقہ ہے۔

پھر طلاق دینے سے پہلے مر گیا تو ایک طلاق پڑے گی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ انت[2] **طالق مالم اطلقك او متى مالم اطلقك او متى مالم طلقك** یعنی تو طالقہ ہے جبکہ میں تجھے طلاق نہ دوں اور ایضاً و ایضاً پھر وہ یہ کہہ کر خاموش رہا تو عورت باتفاق علماء طالقہ ہو جائے گی اور اگر خاموش نہ رہا بلکہ ساتھ ہی ملا کر کہا تو طالقہ ہے تو اس نے یمین کو پورا کیا حتیٰ کہ اگر اس نے یوں کہا ہو کہ جب میں طلاق نہ دوں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر ساتھ ملا کر کہا کہ تو طالقہ ہے تو ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ اس نے یمین کو پورا کیا اور عورت پر ایک ہی طلاق پڑے گی اور اگر کہا **حين لم اطلقك** اور حین سے اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو جب ہی چپ ہوا وہ عورت طالقہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر کہا کہ زمان **لم اطلقك** یا **حيث لم اطلقك** یا **يوم لم اطلقك** تو بھی یہی حکم ہے کہ چپ ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اگر زمان **لا اطلقك** اور حین **لا اطلقك** یعنی زمانہ کہ تجھے اس میں طلاق نہ دوں یا حین کہ تجھے طلاق نہ دوں تو جب تک چھ مہینے نہ گزریں طلاق واقع نہ ہوگی بشرطیکہ زمانہ یا حین سے ایسی صورت میں اس نے اپنی نیت کچھ نہ رکھی

---

(۱) الا اس صورت میں کہ نیت کی ہو تو دو واقع ہوں گی۔

(۲) تو طالقہ ہے تاوقتیکہ میں تجھے طلاق نہ دوں اور یہی معنی ان دونوں اخیرین کے بھی ہیں۔

ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ یوم لا اطلقک[1] تو طلاق واقع نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک روز گزر جائے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی نے ایک عورت سے کہا کہ جس روز میں تجھ سے نکاح کروں پس تو طالقہ ہے پھر اس سے رات میں نکاح کیا تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے خاصۃ روز روشن کی نیت کی تھی تو قضا بھی اس کی تصدیق ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر کہا تجھے طلاق نہ دوں تو تو طالقہ ہے اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی:

اگر کہا کہ جس رات تجھ سے نکاح کروں پس تو طالقہ ہے پس اگر رات میں اس نے نکاح کیا تو طلاق پڑے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ یوم اتزوجک فانت طالق یعنی میرے تجھے نکاح کر لینے کے روز تو طالقہ ہے اور اس کو تین مرتبہ کہا پھر اس سے نکاح کیا تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ ہرگاہ میں تجھے طلاق نہ دوں پس تو طالقہ ہے پھر خاموش رہا تو عورت پر پے در پے تین طلاق واقع ہوں گی اور ایک بارگی تین طلاق نہ ہوں گی حتیٰ کہ اگر غیر مدخولہ[2] ہو تو بس ایک ہی طلاق پڑے گی اور تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ اذا لم اطلقک فانت طالق او اذا مالم اطلقک فانت طالق یعنی جب میں تجھے طلاق نہ دوں پس تو طالقہ ہے یا بعد لفظ اذا کے ما زائد کہا بہر صورت یہ اس کی نیت پر ہے پس اگر اس نے کہا کہ فی الحال طلاق واقع کرنے کی نیت کی تھی تو فوراً طالقہ ہوگی اور اگر کہا کہ میری نیت آخر عمر کی تھی تو یہ بمنزلہ قولہ ان لم اطلقک فانت طالق کے ہے یعنی اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تو طالقہ ہے اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی مر جائے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ جب (۱) ہی وہ چپ ہوا تب ہی واقع ہو جائے گی یہ مضمرات میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جبکہ میں تجھے طلاق نہ دوں تو مطلقہ نہ ہوگی یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی مر جائے بشرطیکہ اس نے شرط مراد لی ہو یعنی جبکہ بمعنی اگر مراد لیا ہو اور اگر دوسرے معنی مراد لئے ہوں یعنی وقت کے تو جب ہی ساکت ہوگا تب ہی طلاق پڑ جائے گی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق نہ پڑے گی یہاں تک کہ دونوں میں سے کوئی مر جائے اور صاحبینؒ کے نزدیک خاموش ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر کہا کہ ہرگاہ میں تیرے پاس بیٹھوں تو پاس بیٹھنے والے کی بیوی طالقہ ہے پس اس کے پاس ایک ساعت بیٹھا تو اس کی بیوی کو تین طلاق پڑیں گی اور اگر کہا کہ ہرگاہ میں تجھے ماروں پس تو طالقہ ہے پس اس کو دونوں ہاتھوں سے مارا تو دو طلاق پڑیں گی اور اگر ایک ہاتھ سے مارا تو ایک ہی طلاق پڑے گی اگرچہ انگلیاں متفرق پڑی ہوں ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہرگاہ میں تجھے طلاق دوں پس تو طالقہ ہے پھر اس کو ایک طلاق دی تو دو طلاق واقع ہوں گی ایک طلاق تو بسبب طلاق دینے کے اور دوسری طلاق بسبب اس قول کے کہ ہرگاہ میں تجھے طلاق دوں پس تو طالقہ ہے اور اگر کہا کہ ہرگاہ میری طلاق تجھ پر واقع ہو پس تو طالقہ ہے

---

[1] دن کہ تجھے اس میں طلاق نہ دوں۔

[2] یعنی چونکہ پے در پے طلاق واقع ہوں گی اس وجہ سے اگر غیر مدخولہ ہوگی تو پہلے ایک واقع ہوگی پھر دوسری و تیسری لیکن چونکہ غیر مدخولہ کل وقوع طلاق واحد ہی ہوتی ہے اس واسطے ایک پڑے گی اور وہ بائنہ ہو جائے گی اور اگر اس لفظ سے ایک بارگی تین طلاق پڑنے کا حکم ہوتا تو غیر مدخولہ پر بھی تین طلاق واقع ہو جاتیں۔

(۱) یعنی کہہ کر خاموش ہوا طلاق نہ دی۔

پھر اس کو ایک طلاق دی تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فصل : ③

تشبیہ طلاق واس کے وصف کے بیان میں

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ مثل عدد اس چیز کے ہے حالانکہ ایسی چیز کا نام لیا جس کے واسطے عدد نہیں ہے جیسے شمس[1] وقمر وغیرہ تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بعدد اس چیز کے جو میرے ہاتھ میں ہے[2] درہموں سے حالانکہ اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ بعدد حوض کی مچھلیوں کے حالانکہ حوض میں کوئی مچھلی نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر طلاق کی اضافت ایسے عدد کی جانب کی جس کا نہ ہونا معلوم ہے جیسے کہا کہ بعدد میری ہتھیلی کے بالوں کے یا اس کا ہونا یا نہ ہونا مجہول ہے جیسے کہا کہ بعدد شیطان کے بالوں کے یا اس کے مثل کسی چیز کو بیان کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر ایسے عدد کی طرف اضافت کی کہ اس کی شان سے یہ ہے کہ موجود ہوئے لیکن اس قسم کھانے کے وقت کسی وجہ پیش آنے سے زائل ہے جیسے بعدد میری پنڈلی یا تیری پنڈلی کے بالوں کے حالانکہ دونوں نے نورہ[3] لگایا ہے تو بسبب شرط نہ پائی جانے کے طلاق نہ پڑے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ بعدد ان بالوں کے جو تیری فرج پر ہیں حالانکہ عورت نے نورہ وغیرہ لگایا ہے کہ اس کی فرج پر کوئی بال نہیں ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ طلاق نہ پڑے گی جیسے کہ اگر کہا کہ بعدد ان بالوں کے جو میری ہتھیلی کی پشت پر ہیں حالانکہ خود طلاء وغیرہ لگا چکا ہے جس سے کوئی بال موجود نہیں ہے تو یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر شوہر نے کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ستاروں کے ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی:

اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بعدد ان بالوں کے جو میرے سر پر ہیں حالانکہ طلاء کے استعمال سے سر پر کوئی بال نہیں ہے تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بعدد اس ثرید کے جو اس پیالہ میں ہے پس اگر شوربا[1] ڈالنے سے پہلے اس نے یہ کہا ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر شوربا ڈالنے کے بعد کہا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ مختار الفتاویٰ میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ تو طالقہ مانند ہزار کے یا مثل ہزار کے ہے پس اگر تین طلاق کی نیت کی تو بالاجماع تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر ایک کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو امام ابو حنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق مثل ہزار کے ہے تو بالاتفاق سب کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ہزار کے یا مثل عدد تین کے یا مانند عدد تین کے ہے تو قضاءً وفیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس کے سوائے کچھ اور نیت کی ہو تو اس کی نیت باطل ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل تین کے ہے پس اگر تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق ہوں گی اور اگر ایک کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو امام ابو حنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ مثل ستاروں کے تو امام محمدؒ کے نزدیک ایک[2] طلاق

---

[1] شوربا کیونکہ ثرید روہونے کے ٹکڑے شوربے میں مخلوط ہوتے ہیں پس بعد شوربے کے ایک چیز ہوگئی اور پہلے متعدد ٹکڑے تھے۔

[2] مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہے امام اعظمؒ وابو یوسفؒ کے قول کے موافق ہونا چاہئے۔

(۱) بنابر آنکہ واحد غیر عدد ہے۔

(۲) یعنی میرے ہاتھ کے درہموں کی تعداد پر۔

(۳) جس سے سب بال صاف ہو جاتے ہیں ہیں۔ (بال صفاء پاؤڈر)...... (حافظ)

واقع ہوگی لیکن اگر اس نے عدد کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر شوہر نے کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ستاروں کے تو ہے تو تین طلاق[1] واقع ہوں گی یہ تبیین میں ہے اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ستاروں یا عدد خاک یا عدد سمندروں کے ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق مثل تین کے ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل اساطین یا مثل جبال یا مثل بحار کے ہے تو امام ابو حنیفہؒ و امام زفرؒ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ مذکورہ میں اصل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جب اس نے طلاق کی تشبیہ کسی چیز کے ساتھ کی تو بائنہ طلاق واقع ہوگی:

اگر کہا کہ تو طالقہ مثل بڑائی پہاڑ کے ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر تین کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ فصل کنایات فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل عدد ریگ کے ہے تو یہ بالا جماع تین طلاق ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ کوٹھری بھر کے ہے تو یہ ایک طلاق بائنہ ہے لیکن اگر تین کی نیت ہو تو تین واقع ہوں گی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ گھر بھر کے یا مٹکا بھر کے ہے پس اگر تین کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر ایک یا دو کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق مثل گھر کے ہے یا کہا گھر بھر کے ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل بڑائی تل کے یا مثل بڑائی دانہ کے یا مثل بڑائی رائی کے ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہی حکم صاحبینؒ کے نزدیک بھی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے پھر واضح ہو کہ اصل امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہے کہ جب اس نے طلاق کی تشبیہ کسی چیز کے ساتھ کی تو بائنہ طلاق واقع ہوگی خواہ یہ چیز چھوٹی ہو یا بڑی ہو یا اور خواہ اس نے بڑائی کا لفظ ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر بڑائی کا لفظ کہا تو بائنہ ہوگی ورنہ رجعی ہوگی خواہ وہ چیز جس کے ساتھ تشبیہ کی ہے چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور رہے امام محمدؒ سو بعض نے امام اعظمؒ کے ساتھ بیان کیا اور بعض نے امام ابو یوسفؒ کے ساتھ بیان کیا اور اصل مذکور کا بیان اس طرح ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ مثل بڑی سوئی کے سر کے ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی۔

اعتماد عدد او زان میں لوگوں کے عرف کا ہے:

اگر کہا کہ مثل سوئی کے سر کے یا رائی کے دانہ کے تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق بائنہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رجعی ہوگی اور اگر کہا کہ مثل پہاڑ کے تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق بائنہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رجعی ہوگی اور اگر کہا کہ مثل بڑائی پہاڑ کے تو بالا جماع بائنہ ہوگی اور اگر ان الفاظ مذکورہ بالا سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل برف کے ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق بائن ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر برف سے سپیدی مراد ہے تو طلاق رجعی ہے اور اگر سردی مراد ہے تو بائن ہے اور اگر کہا تو طالقہ مثل وزن ایک دانگ کے ہے تو ایک طلاق ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ نصف درہم ہے یا مثل وزن[2] نصف درہم کے ہے یا مثل وزن ایک دن ہے یا مثل وزن[3] پانچ

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اگر سوائے تین طلاق کے اس نے کچھ اور نیت کی ہو جب بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی نہ قضاءً کی جائے گی نہ قضاءً و نہ دیانۃً۔ [2] وزن گرانی یعنی تولنے کا وزن۔

[3] قال المترجم واضح رہے کہ اس مقام پر دوم و دانگ وغیرہ سے نقد مراد نہیں بلکہ وزن اور باٹ میں سے کوئی چیز تولی جاتی اور وزن کی جاتی ہے مراد ہے۔

درہم کے ہے یا مثل پانچ دانگ کے ہے تو ایک طلاق پڑے گی مگر امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک وہ بائنہ ہوگی اور اگر کہا کہ مثل وزن ایک دانگ و نصف دانگ کے یا مثل وزن دو دانگ کے تو وہ طلاق واقع ہوں گی اسی طرح اگر کہا کہ مثل تین درہموں کے تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ اس میں دو وزن ہوں گے اور اگر کہا کہ مثل وزن دو دانگ و نصف دانگ کے یا مثل تین چوتھائی درہم کے تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ مثل وزن دو تہائی درہم کے تو دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ اس میں دو وزن ہوتے ہیں اور اگر کہا کہ مثل وزن ہزار درہم کے تو ایک ہی طلاق پڑے گی قال اس واسطے کہ یہ ایک وزن ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اعتماد عدد و اوزان میں لوگوں کے عرف کا ہے کذا فی المحیط قال المترجم علیٰ ہذا اگر ہندوستان میں تین چھٹانک کہے تو دو طلاق پڑیں گی اور اگر چار چھٹانک کہے تو ایک طلاق پڑے گی علیٰ هذا القیاس فافهم۔ اگر کہا کہ انت طالق هكذا یعنی تو اتنی طالق[1] ہے اور اپنی انگلی سے ایک سے اشارہ کیا یعنی ایک انگلی اٹھا کر اشارہ کیا تو یہ ایک طلاق ہے اور اگر دو انگلی سے اشارہ کیا تو دو ہیں اور اگر تین سے اشارہ کیا تو تین طلاق ہیں اور اس میں معتبر وہ انگلیاں ہوں گی جو کھلی ہیں اور وہ معتبر نہ ہوں گی جو بند ہیں کذا فی فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی قول معتبر ہے یہ بحرالرائق میں ہے پس اگر مرد نے دعویٰ کیا کہ میری مراد ہتھیلی یا بند انگلیاں تھیں تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل اس کے ہے اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا اور تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی لیکن اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک ہی واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ مثل اس کے واسطے ہے اور تین انگلیوں سے اشارہ کیا پس اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائنہ ہوگی اور اسی طرح اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ عامة الطلاق یا علی الطلاق ہے تو دو طلاق واقع ہونگی:

اگر کہا کہ تو طالقہ بائنہ یا البتہ یا افحش الطلاق یا طلاق شیطان یا طلاق بدعت یا اشد الطلاق یا مثل پہاڑ کے یا تطلیقہ شدیدہ یا عریضہ یا طویلہ ہے تو یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی بشرطیکہ اس نے تین طلاق کی نیت نہ کی ہو اور اگر تو طالقہ سے ایک طلاق کی اور بائنہ یا مثل اس کے دیگر الفاظ سے دوسری طلاق کی نیت کی ہو تو دو طلاق واقع ہوں گی مگر بائنہ ہوگی اور اصل یہ ہے کہ جب اس نے طلاق کے ساتھ وصف بیان کیا پس اگر ایسا وصف ہو کہ جس سے طلاق موصوف نہیں ہوتا ہے تو وصف لغو ہوگا اور طلاق رجعی واقع ہوگی چنانچہ اگر یوں کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے کہ تجھ پر نہیں واقع ہوئی یا بدین شرط کہ مجھے اس میں خیار ہے تو یہ وصف لغو اور طلاق رجعی واقع ہوگی اور جب ایسے وصف سے موصوف کیا کہ وہ طلاق کی صفت ہوتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ایسا لفظ ہوگا کہ وہ زیادتی ہونے پر دال نہیں ہے جیسے احسن الطلاق یا افضل الطلاق یا اسن یا اجمل یا اعدل یا خیر طلاق تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور یا ایسا وصف ہوگا جو زیادت پر دال ہے جیسے اشد طلاق وغیرہ تو یہ طلاق بائن ہوگی اور یہ ائمہ کا اصول اتفاقی ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ اقبح الطلاق یا افحش یا اخبث یا اسواء یا اغلظ یا اشر یا اطوال یا اکبر یا اعرض یا اعظم الطلاق ہے اور کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی یا دو طلاق کی غیر باندی کی صورت میں نیت کی تو ایک ہی طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی

---

[1] قال المترجم فائدہ کلام یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے کہا کہ تو اتنی طالقہ ہے اور دو انگلیاں اٹھا کر اشارہ کیا اور باقی بند رکھیں پھر دعویٰ کیا کہ میری مراد طلاق کی تعداد بقدر بند انگلیوں کے تھی یعنی تین طلاق تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی فافہم۔

یہ تبیین میں ہے اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جس کا طول وعرض اس قدر ہے تو یہ ایک طلاق بائنہ قرار دی جائے گی اور اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی تو واقع نہ ہوں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ عامۃ الطلاق[1] یا علی الطلاق ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ اکثر الطلاق ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا اقل الطلاق ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ کل التطلیقہ ہے تو ایک طلاق پڑے گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ کل تطلیقہ[ا] ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی خواہ اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بعد ہر تطلیقہ کے ہے یا مع ہر تطلیقہ کے ہے یا کہا کہ تو ہر تطلیقہ کے ساتھ طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے تجھے آخر تین تطلیقات کی طلاق دی تو تین طلاق پڑیں گی:

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ نہ قلیل و نہ کثیر ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی اور یہی مختار ہے اور فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ دو طلاق واقع ہوں گی اور یہی اشبہ ہے اور اگر نہ کثیر کا لفظ پہلے کہا ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طلاقہ کل الطلاق ہے تو یہ ایک طلاق قرار دی جائے گی اور اگر کہا کہ کثیر الطلاق ہے تو دو طلاق ہیں اور اگر کہا کہ انت طلاق الطلاق کلہ یعنی تو طالقہ طلاق کامل ہے تو یہ تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ انت طالق عددا من الطلاق یعنی طلاق میں سے چند عدد تو طالقہ ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی قال المترجم بنابریں کہ ایک عدد میں داخل نہیں ہے اور چونکہ طلاق میں سے کہا ہے اس واسطے تین پوری نہیں ہو سکتی لامحالہ دو ہوں گی فافہم اور اسی طرح اگر کہا کہ عدد الطلاق تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ عدۃ الطلاق[۲] تو یہ تین طلاق ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور دیگر تو یہ ایک طلاق ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق و دیگر تو یہ دو طلاق ہوں گی اور اگر کہا کہ انت طالقۃ غیر واحدۃ یعنی تو طالقہ ہے سوائے ایک کے تو یہ دو طلاق ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے سوائے دو کے تو تین طلاق ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جو تین ہوں گی یا تین ہو جائیں گی یا تین عود کریں گی یا تین پوری ہو جائیں گی یا تین کامل ہو جائیں گی تو یہ تین طلاق ہوں گی یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ تمام ثلث یا ثالث ثلاث ہے تو یہ تین طلاق ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ آخر تین طلاق ہے تو یہ ایک ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھے آخر تین تطلیقات کی طلاق دی تو تین طلاق پڑیں گی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے اپنے بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ایک سے زیادہ اور دو سے کم ہے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ قیاساً دو طلاق واقع ہونی چاہئے ہیں ہو لیکن اختلاف العلما میں مذکور ہے کہ تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ انواعاً یا ضروباً یا وجوہاً یعنی انواع از طلاق یا ضروب از طلاق یا وجوہ از طلاق:

اگر کہا کہ تو طلاقہ بتطلیقہ حسنہ یا جمیلہ ہے تو ایسی طلاق پڑے گی جس سے رجوع کر سکتا ہے خواہ عورت حائضہ ہو یا غیر

ا مترجم کہتا ہے کہ کل التطلیقہ معرفہ واحدہ ہے اور کل تطلیقہ نکرہ تین طلاق تک پہنچی کیونکہ زائد اس کے وسعت سے خارج ہے اور یہ محاورہ ہماری عرف میں جاری ہونا چاہئے اس واسطے ترجمہ پر اکتفا کیا گیا اگرچہ غور طلب ہے۔

(۱) سب سے زیادہ تعداد۔

(۲) تعداد طلاق تین ہیں جیسے تعداد نماز پانچ ہیں۔

حائضہ ہو اور یہ تطلیقہ[1] سنت نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے تو جو تجھ پر جائز نہیں ہے یا جو تجھ پر واقع نہ ہوگی یا بدیں شرط کہ مجھے تین روز تک خیار ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور خیار باطل ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی تطلیق سے ہے جو ہوا میں اڑتی ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بدیں شرط کہ مجھے تجھ سے رجعت کا اختیار نہیں ہے تو شرط لغو ہے اور اس کو رجعت کا اختیار حاصل ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بدو رنگ از طلاق تو یہ دو طلاق ہیں اور اگر کہا کہ الوان یعنی رنگہار از طلاق تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے کہا کہ میری مراد الوان سرخ و زرد تھی تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہوگی اور اگر کہا کہ انواعاً[2] یا ضروباً[3] یا وجوہاً[4] یعنی انواع از طلاق یا ضروب از طلاق یا وجوہ از طلاق تو بھی یہی[5] حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ اطلق الطلاق ہے تو بدوں نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد[6] دخول کے ایک طلاق دی پھر اس کے بعد کہا کہ میں نے اس تطلیق کو بائنہ قرار دیا یا میں نے اس کو تین طلاق قرار دیں تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظمؒ کے قول پر یہ طلاق بنابر اس کے قول کے بائنہ یا تین ہو جائے گی اور امام محمدؒ کے قول پر بائنہ یا تین کچھ نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے قول پر بائنہ ہو سکتی ہے اور تین طلاق نہیں ہو سکتی ہے اور اگر بعد دخول کے اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی پھر عدت میں کہا کہ میں نے اس طلاق سے اپنی بیوی پر تین تطلیقات لازم کر دیں یا کہا کہ میں نے اس تطلیقہ سے دو طلاقیں لازم کر دیں تو یہ اس کے کہنے کے موافق ہوگا اور اگر اس کو ایک طلاق دے کر پھر رجوع کیا پھر کہا کہ میں نے اس تطلیقہ کو بائنہ قرار دیا تو بائنہ نہ ہوگی اور اگر عورت سے بعد دخول کے کہا کہ جب میں تجھے ایک طلاق دوں تو یہ بائنہ ہے یا یہ تین طلاق ہیں پھر اس کو ایک طلاق دے دی تو اس کو رجعت کر لینے کا اختیار رہوگا اور یہ طلاق مذکورہ بائنہ یا تین طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے طلاق نازل ہونے سے پہلے قول مذکور کہا ہے اور اگر کہا کہ جب تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے پھر کہا کہ میں نے اس تطلیقہ کو بائنہ قرار دیا یا کہا کہ میں نے اس کو تین طلاق قرار دیں لیکن یہ مقولہ عورت کے دار میں داخل ہونے سے پہلے کہا ہے تو یہ مقولہ بروقت واقع ہونے کے لازم نہ ہوگا یعنی ایک طلاق رجعی پڑے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ا قال یعنی یہ وصف لغو ہے اور ایک طلاق واقع ہوگی۔

(۱) یعنی بروفق سنت واقع ہونا ضروری نہ ہوگا۔

(۲) جمع نوع۔

(۳) جمع ضرب۔

(۴) بمعنی قسم۔

(۵) تین طلاق واقع ہوں گی۔

(۶) یعنی بعد وطی کر لینے کے۔

فصل : ④

طلاق قبل الدخول[1] کے بیان میں

اگر کسی شخص نے نکاح کے بعد اپنی عورت کو دخول کرنے سے پہلے تین طلاق دیں تو سب اس پر واقع ہو جائیں گی اور اگر تین طلاق متفرق دیں تو وہ پہلی ہی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی پس دوسری و تیسری اس پر واقع نہ ہوگی چنانچہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ طالقہ طالقہ ہے یا کہا کہ تو طالقہ واحدہ واحدہ واحدہ ہے تو بہرصورت[(1)] ایک طلاق واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اصل ایسے مسائل میں یہ ہے کہ جو لفظ پہلے بولا ہے اگر وہ پہلے واقع ہوتا ہے تو وہی ایک واقع ہوگا اور اگر وہ آخر میں واقع ہوتا ہو تو دو واقع ہوں گی چنانچہ اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق قبل ایک طلاق کے ہے یا کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق کہ بعد اس کے ایک طلاق ہے تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق کہ قبل اس کے ایک طلاق ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ واحد بعد واحد کے تو بھی دو واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ واحدہ مع واحدہ کے یا بواحدہ کہ جس کے ساتھ واحدہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت مدخولہ ہو تو ان سب صورتوں میں دو طلاق واقع ہوں گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی ایک طلاق کے ساتھ ہے کہ اس سے پہلے دو طلاق ہیں تو تین طلاق واقع ہوں گی جیسے اس قول میں کہ بواحدہ مع دو یا بواحدہ کہ جس کے ساتھ دو ہیں یہی ہوتا ہے کہ تین طلاق پڑتی ہیں اسی طرح اگر کہا کہ بواحدہ کہ قبل اس کے دو ہیں یا بواحدہ بعد دو طلاق کے تو بھی یہی حکم ہے کہ تین طلاق واقع ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ انت طالق ثنتین مع طلاقی ایاک یعنی تو طالقہ ہے بدو طلاق مع میری طلاق کے تجھ کو پھر اس کو ایک طلاق دی تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بعدہ طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو داخل ہونے پر دونوں طلاق واقع ہوں گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ تو اکیس طلاق سے طالقہ ہے تو ہمارے علماء ثلاثہؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ گیارہ طلاق تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ ایک اور دس تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ایک دس[2] یا ایک ہزار تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ امام اعظمؒ سے حسن بن زیادہ نے روایت کی ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تین طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے۔

اگر کہا کہ انت طلاق اشھدوا ثلثا :

اگر غیر مدخولہ کو دو طلاق دیں پھر کہا کہ میں اس کو دو طلاق سے پہلے ایک طلاق دے چکا ہوں تو میں عورت سے دو طلاق مذکور باطل نہ کروں گا اور جس کا شوہر نے اقرار کیا ہے وہ بھی عورت کے ذمہ لازم کروں گا پس یہ عورت اس شوہر کے واسطے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ اس کے سوائے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کرے یعنی حلالہ کرائے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ ڈیڑھ طلاق تو بالاتفاق دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ نصف و یک تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو طلاق واقع ہوں گی اور امام محمدؒ کے نزدیک

---

[1] یعنی وطی کرنے سے پہلے عورت کو طلاق دے دے۔

[2] قال المترجم اگر ہمارے محاورہ کے موافق بولا کہ ایک سو ایک یا گیارہ سو یا ایک ہزار ایک سو تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہونی چاہییں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(1) اور اگر کہا کہ تجھ پر تین طلاق ہیں تو تین طلاق واقع ہوں گی۔

ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ جواہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بواحدہ وآخری ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ تو طالقہ بسہ طلاق یا ایسے ہی کسی عدد کا نام لینا چاہا مگر انت طالق یعنی تو طالقہ کہہ کر مر گیا تین یا دو وغیرہ کچھ کہنے نہ پایا تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ [1] البتہ ہے یا طالقہ بائن ہے مگر البتہ یا بائن کہنے سے پہلے مر گیا تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ انت طلاق اشھدوا ثلثا یعنی تو طالقہ ہے تم گواہ رہو تین طلاق سے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ فاشھدوا [2] تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے بیک طلاق دے کر طلاق پھر وہ عورت دار میں داخل ہوئی تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے شرط کو موخر بیان کیا ہو تو بالا جماع دو طلاق واقع ہوں گی یہ جواہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر طلاق کو شرط کے ساتھ معلق کیا پس اگر شرط مقدم بیان کی اور کہا کہ اگر تو دار میں جائے تو تو طالقہ ہے و طالقہ و طالقہ ہے اور یہ عورت غیر مدخولہ ہے تو شرط پائی جانے پر امام اعظمؒ کے نزدیک ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور باقی لغو ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر مدخولہ ہو تو بالا جماع تین طلاق سے بائنہ ہوگی لیکن امام اعظمؒ کے نزدیک یہ تینوں طلاقیں ایک بعد دوسری کے آگے پیچھے واقع ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک یکبارگی تینوں طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر شرط مؤخر ہو مثلاً کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ ہے اگر تو دار میں جائے یا بجائے واؤ کے اور کوئی حرف عطف مثل پس وغیرہ کے ذکر کیا پھر عورت مذکورہ دار میں داخل ہوئی تو بالا جماع تین طلاق سے بائنہ ہوگی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو اور یہ سب اس وقت ہے کہ الفاظ طلاق بحرف عطف بیان کئے ہوں اور اگر بغیر حرف عطف کے بیان کئے پس اگر شرط مقدم کی اور کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو طالقہ طالقہ طالقہ ہے اور عورت غیر مدخولہ ہے تو اول طلاق معلق بشرط ہوگی اور دوسری فی الحال واقع ہوگی اور تیسری لغو ہے پھر اگر اس سے نکاح کیا پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو جو طلاق شرط پر معلق تھی وہ واقع ہوگی اور اگر عورت مذکورہ بعد بائن ہونے کے قبل نکاح میں آنے کے داخل ہوئی تو مرد مذکور حانث [3] ہوگا اور کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر عورت مدخولہ ہو تو اول معلق بشرط اور دوسری و تیسری فی الحال واقع ہوں گی اور اگر اس نے شرط کو موخر کیا اور کہا کہ تو طالقہ طالقہ طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو اور عورت غیر مدخولہ ہے تو اول طلاق فی الحال پڑ جائے گی اور باقی لغو ہو جائیں گی اور اگر مدخولہ ہو تو اول و ثانی فی الحال پڑ جائیں گی اور تیسری معلق بشرط رہے گی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر انت طلاق ثم طلاق ان دخلت الدار کہا تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو طلاق ہونگی:

اگر عطف بحرف فاء ہو مثلاً کہا کہ ان دخلت الدار فانت طالق فطالق فطالق یعنی اگر دار میں داخل ہو تو تو طالقہ پس طالقہ پس طالقہ ہے اور عورت غیر مدخولہ ہے پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو موافق ذکر امام کرخیؒ کے اس میں اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک بیک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور باقی لغو ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور فقیہ ابو اللیثؒ نے ذکر فرمایا کہ بالاتفاق ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی اصح ہے اور اگر بلفظ ثم ذکر کیا اور شرط کو موخر کیا مثلاً کہا کہ انت طلاق ثم طلاق ثم طلاق ان دخلت الدار یعنی تو طالقہ پھر طالقہ پھر طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو پس اگر عورت مدخولہ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک

---

(۱) یعنی کہنا چاہا۔

(۲) پس گواہ رہو تم۔

(۳) جھوٹی قسم والا۔

اول دو طلاق فی الحال واقع ہوں گی اور تیسری معلق بشرط رہے گی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو ایک فی الحال پڑ جائے گی اور باقی لغو ہوں گی اور اگر شرط کو مقدم کر کے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ پھر طالقہ پھر طالقہ ہے اور عورت مدخولہ ہے تو طلاق اول معلق بشرط ہو گی اور دوسری و تیسری فی الحال واقع ہو گی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو پہلی معلق بشرط ہو گی اور دوسری فی الحال واقع ہو گی اور تیسری لغو ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک سب طلاقیں معلق بشرط ہوں گی خواہ شرط کو مقدم کرے یا موخر کرے لیکن شرط پائے جانے کے وقت اگر مدخولہ ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر غیر مدخولہ ہو تو ایک ہی طلاق واقع ہو جائے گی خواہ شرط موخر ہو یا مقدم ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر دار میں داخل ہو لیکن ہنوز یہ کہنے نہ پایا تھا کہ اگر دار میں داخل ہو کہ عورت مر گئی تو وہ مطلقہ نہ ہو گی اور کہا کہ تو طالقہ ہے اور تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو پھر عورت اول فقرہ یا دوسرے فقرہ پر مر گئی تو طلاق واقع نہ ہو گی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر غیر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ اور طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور دوسری طلاق معلق بشرط نہ رہے گی اور مدخولہ کی صورت میں اول فی الحال پڑ جائے گی اور دوسری معلق بشرط رہے گی چنانچہ اگر وہ عدت میں دار میں داخل ہوئی تو وہ بھی واقع ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے منتقی میں ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنی عورت غیر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ ہے بیک طلاق جس کے بعد دوسری ایک ہے پس اگر وہ دار میں داخل ہوئی تو پہلی طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور جو شرطیہ قسم کے ساتھ معلق تھی وہ عورت کے ذمہ لازم آئے گی اس واسطے کہ یہ منتقطع[1] ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق قبل ایک طلاق ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو عورت مطلقہ نہ ہو گی جب تک دار میں داخل نہ ہو پھر جب دار میں داخل ہوئی تو ایک طلاق پڑ جائے گی اور وہ مطلقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے جس کے پہلے ایک طلاق ہے یا مع ایک طلاق کے یا ساتھ اس کے ایک طلاق ہے اور اگر تو دار میں داخل ہو تو جب تک داخل نہ ہو مطلقہ نہ ہو گی پھر جب داخل ہوئی تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے کہ جس کے بعد دوسری ایک طلاق ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو جب تک داخل نہ ہو طلاق نہ پڑے گی اور جب داخل ہوئی تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے۔

فصل : ⑤

کنایات کے بیان میں

قال المترجم واضح رہے کہ کنایات ہر زبان کے علیحدہ ہیں لہٰذا میں معذور ہوں کہ اس کا ترجمہ اپنی زبان میں نہیں کر سکتا ہاں تا امکان بعد نقل کلام ترجمہ کروں گا الا وہی الفاظ کہ جو باہم متحد نظر آئیں واللہ تعالیٰ والی التوفیق۔ واضح رہے کہ کنایات سے طلاق بدوں نیت واقع نہیں ہوتی ہے پس اگر نیت ہو تو واقع ہو گی یا حال اس پر دال ہو تو واقع ہو گی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے پھر کنایات کی تین قسمیں ہیں اول وہ جو فقط جواب ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں امرك بيدك۔ اختاري۔ اعتدي یعنی تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے تو اختیار کر۔ تو عدت اختیار کر۔ دوم جو فقط جواب ورد کی صلاحیت رکھتے ہیں اخرجي۔ اذهبي۔ قومي۔ تقنعي۔ استري تخمري یعنی تو نکل جا تو چلی جا۔ تو اٹھ کھڑی ہو۔ تو تقنع کر۔ تو ستر کر تو خمار اوڑھ۔ سوم آنکہ جواب و شتم کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خلیہ۔ بریہ۔ بتہ۔ بتلہ۔ بائن۔ حرام۔ اور احوال بھی تین ہیں (۱) حالت رضا' (۲) حالت مذاکرہ طلاق مثلاً عورت نے خود یا اس کے سواء دوسرے نے شوہر سے طلاق مانگی' (۳) حالت غضب۔ پس حالت رضاء میں ان سب الفاظ میں سے کسی سے طلاق نہ واقع ہو گی الا

---

[1] منتقطع یعنی اول طلاق کے میل سے الگ ہے تو جب تک محل باقی تھی وہ نہیں پڑی اور اب محل نہیں ہے اور وہ اول سے ملحق نہ تھی تو باطل ہو گئی۔

بہ نیت اور قسم کے ساتھ شوہر کا قول ترک نیت[1] میں قبول ہوگا اور حالت مذاکرہ طلاق میں قضاءً ان سب سے سواء ان الفاظ کے جو جواب ورد ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں طلاق ہو جائے گی اور جو جواب ورد ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان الفاظ میں قضاء طلاق نہ قرار دی جائے گی یہ کافی میں ہے۔

حالتِ غضب میں کہے گئے الفاظ میں تصدیق قول یہ ہوگی یا نیت یہ؟

حالت غضب میں اگر ایسے الفاظ کہے تو ان سب میں اس کے قول کی تصدیق ہوگی کہ کیا مراد[۱] تھی کیونکہ ان میں احتمال رد وشتم کا ہے لیکن جو رد وشتم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ طلاق کے واسطے صلاحیت رکھتے ہیں جیسے اعتدی واختاری وامرک بیدک تو ایسے الفاظ میں شوہر کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے خلیہ و بریہ و بتہ و بائن وحرام کے ساتھ چار اور ملائے ہیں یعنی لا سبیل لی علیك میری تجھ پر کوئی راہ نہیں ہے ولا ملك لی علیك میری کوئی ملک تجھ پر نہیں ہے اور خلیت سبیلك میں نے تیری راہ خالی کر دی اور فارقتك میں نے تجھے الگ کر دیا اور یہ امام سرخسی نے مبسوط میں اور قاضی خان نے جامع صغیر میں اور اوروں نے ذکر فرمایا ہے اور خرجت من ملکی یعنی تو میری ملک سے نکل گئی اس کی کوئی روایت نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ بمنزلہ خلیت[۲] سبیلک کے ہے اور ینابیع میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے پانچ کے ساتھ چھ الفاظ ملائے ہیں پس چار تو وہی ہیں جو ہم نے ذکر کر دیے ہیں اور باقی دو یہ ہیں خالعتك میں نے تجھے خلع کر دیا اور الحقی باهلك تو اپنے لوگوں میں جا مل کذا فی غایۃ السروجی اور اگر کہا حبلك[۳] علی غاربك تو بدوں نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ انتقلی یہاں سے دوسری جگہ جا یا کہا کہ انطلقی چل یہاں سے تو یہ مثل الحقی کے ہے اور بزازیہ میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ الحقی برفقتك یعنی اپنے رفیقوں میں جا مل تو طلاق پڑ جائے گی اگر اس نے نیت کی ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ اعتدی یعنی عدت اختیار کر یا استبری رحمك یعنی اپنے رحم کو پاک کر یا انت واحدۃ یعنی تو واحدہ ہے ان صورتوں میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اگر چہ اس نے دو یا تین طلاق کی نیت کی ہو اور ان کے سواء اور الفاظ میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے اگر چہ دو طلاق کی نیت کی ہو لیکن تین طلاق کی نیت صحیح ہے مگر اختاری یعنی تو اختیار کر اس میں تین طلاق کی نیت صحیح نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر کہا کہ ابتغی الازواج یعنی شوہروں کو ڈھونڈ تو ایک بائنہ واقع ہوگی اگر نیت کی ہو اور اگر دو یا تین طلاق کی نیت کی ہو تو ''پڑیں''[۳] گی۔ یہ شرح وقایہ میں ہے اور اسی طرح باندی کی صورت میں دو کی نیت صحیح ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر اپنی آزاد منکوحہ کو ایک طلاق دے دی پھر اس سے کہا کہ تو بائنہ ہے اور دو کی نیت کی تو ایک ہی طلاق ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو واقع ہو جائیں گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اس نے کہا کہ واللہ تو میری بیوی نہیں ہے یا تو نہیں ہے واللہ میری بیوی:

اگر کہا کہ میں نے نکاح فسخ کیا اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی اور امام اعظمؒ سے مروی ہے کہ اگر تین طلاق کی نیت کی تو

---

[۱] یعنی اگر طلاق مراد تھی تو وقوع میں کوئی تامل نہیں ہے کلام اس میں ہے کہ طلاق مراد نہ تھی پس اگر اس نے دعویٰ کیا کہ نہیں مراد تھی تو تصدیق ہوگی سوائے الفاظ مذکورہ کے بیوی دشنم کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔

[۲] قولہ حبلك علی غاربك اے جہاں جی چاہے چلی جا۔

[۳] قولہ پڑیں گی یعنی اگر دو کی نیت کی تو دو پڑیں گی اور اگر تین کی نیت کی تو تین پڑیں گی۔

(۱) یعنی اس نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی۔ (۲) میں نے تیری راہ خالی کر دی۔

بھی صحیح ہے کہ تین طلاق واقع ہوں گی یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو میری عورت نہیں ہے یا اس سے کہا کہ میں تیرا شوہر نہیں ہوں یا اس سے دریافت کیا گیا کہ تیری بیوی ہے پس اس نے جواب دیا کہ نہیں پھر دعویٰ کیا کہ میں نے عمداً جھوٹ کہا تھا تو حالت رضاء وغضب دونوں میں اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میری نیت طلاق تھی تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا ہے اور طلاق کی نیت کی تو بالاجماع واقع نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ میری بیوی نہیں ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اسی طرح اگر کہا علی حجة ان کانت لی امراة یعنی مجھ پر حج لازم ہے اگر میری بیوی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ بالاجماع ہے چنانچہ امام سرخسیؒ نے اپنے نسخہ میں اور شیخ نجم الدین نے شرح شافی میں ذکر فرمایا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اس پر اجماع ہے کہ اگر اس نے کہا کہ واللہ تو میری بیوی نہیں ہے یا تو نہیں ہے واللہ میری بیوی تو کچھ واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اور اگر کہا کہ مجھے تجھ سے کچھ حاجت نہیں ہے اور طلاق کی نیت کی تو یہ طلاق نہیں ہے اور اگر کہا کہ پیچھے بند ہو جا اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ میں تجھے نہیں ارادہ کرتا ہوں یا تجھے نہیں چاہتا ہوں یا تیری خواہش نہیں کرتا ہوں یا میری کچھ رغبت تجھ سے نہیں ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق نہ واقع ہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ بحرالرائق میں ہے۔

عورت سے کہا کہ میں نے تجھے ہبہ کر دیا' تیری راہ خالی کر دی' تو سائبہ ہے' تو حرہ ہے تو جان اور تیرا کام' عورت نے کہا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق پڑ جائے گی اور مرد کی نیت کا اعتبار نہ کیا جائے گا؟

اگر کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے اور میں تیرا شوہر نہیں ہوں اور طلاق کی نیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں تجھ سے بائن ہوں یا میں تجھ پر حرام ہوں اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی اور اگر کہا کہ میں حرام یا بائن ہوں اور تجھ سے اور تجھ پر نہ کہا تو طلاق نہ پڑے گی اگرچہ نیت کی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مذاکرہ طلاق میں عورت سے کہا کہ بایں تنک میں نے اپنے سے تجھے بائن کر دیا یا میں نے تجھے بائن کر دیا یا میں تجھ سے بائن ہو گیا یا لا سلطان لی علیك میرا تجھ پر کوئی قابو نہیں ہے یا میں نے تجھے سرح[1] کر دیا یا عورت سے کہا کہ میں نے تجھے تجھ کو ہبہ کر دیا یا تیری راہ خالی کر دی یا تو سائبہ ہے یا تو حرہ ہے یا جان اور تیرا کام پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق پڑ جائے گی پھر اگر مرد نے دعویٰ کیا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں ہے یا کہا کہ میرے تیرے درمیان نکاح نہیں باقی رہا تو طلاق واقع ہوگی بشرطیکہ نیت ہو اور اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ تو میرا شوہر نہیں ہے پس شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور طلاق کی نیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھے تیرے لوگوں کو یا تیرے باپ کو یا تیری ماں کو یا شوہروں کو ہبہ کر دیا تو یہ نیت پر طلاق ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے تیرے بھائی کو یا تیرے ماموں کو یا تیرے چچا کو یا فلاں اجنبی کو ہبہ کیا تو طلاق نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے تجھ کو ہبہ کیا تو یہ بھی از جملہ کنایات

ل قال المترجم اگرچہ طلاق واقع نہ ہوگی لیکن ظاہراً اس میں حانث ہوگا اور حج لازم ہوگا واللہ اعلم۔

(۱) چھوڑ دینا۔

ہے کہ اگر اس سے طلاق کی نیت ہو تو واقع ہو گی ورنہ نہیں اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے مباح کر دیا تو طلاق واقع نہ ہو گی اگرچہ نیت ہو یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ صرف غیر امرأتی یعنی تو غیر میری بیوی کی ہو گئی خواہ رضامندی میں کہا یا غصہ میں تو مطلقہ ہو جائے گی اگر نیت کی ہو یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میرے تیرے درمیان میں کچھ نہیں رہا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو واقع نہ ہو گی اور فتاویٰ میں ہے کہ اگر کہا کہ میرے تیرے درمیان کوئی معاملہ نہیں رہا تو نیت پر طلاق پڑ جائے گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں تیرے نکاح سے بری ہوں تو نیت پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر کہا کہ تو مجھ سے دور ہو اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور تو مجھ سے یکسو ہو اور تو نے مجھ سے چھٹکارا پایا یہ بھی جملہ کنایات سے ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تجھ پر چاروں طرفین کھلی ہیں تو اس سے کچھ نہ واقع ہو گی اگرچہ نیت کی ہو الا اگر اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ جو راہ تیرا جی چاہے اختیار کر لے اور پھر کہا کہ میری نیت طلاق تھی تو طلاق ہو گی اور اگر کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ جس راہ تیرا جی چاہے جا اور کہا کہ میں نے طلاق کی نیت کی تھی تو واقع ہو گی اور بدوں نیت واقع نہ ہو گی اگرچہ مذاکرہ طلاق کی حالت میں ہو اور منتقی میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو ہزار بار چلی جا اور طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور مجموع النوازل میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو جہنم کو جا اور طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق پڑ جائے گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے آزاد کر دیا تو نیت سے طلاق پڑ جائے گی یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو حرہ ہو جا یا تو آزاد ہو جا تو مثل تو آزاد ہے کہنے کے ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیری طلاق فروخت کی پس عورت نے کہا کہ میں نے خرید لی تو یہ طلاق رجعی ہے اور اگر مرد نے کہا ہو کہ بعوض تیرے مہر کے تو طلاق بائنہ ہو گی اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیرے نفس کو فروخت کیا تو بھی ایسی صورت میں یہی حکم ہے ایک عورت سے اس کے شوہر نے کہا کہ میں تجھ سے استنکاف کرتا ہوں پس عورت نے کہا کہ جیسے منہ میں تھوک سو اگر تو اس سے استنکاف کرتا ہے تو اس کو پھینک دے پس شوہر نے کہا کہ تھوک تھوک اور منہ سے تھوک پھینک دیا اور کہا کہ میں نے پھینک دیا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو واقع نہ ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت کے شوہر کو گمان ہوا کہ میری عورت کا نکاح فاسد طور پر ہوا ہے پس اس نے کہا کہ میں نے یہ نکاح جو میرے اور میری عورت کے درمیان ہے ترک کر دیا پھر ظاہر ہوا کہ نکاح بطور صحیح واقع ہوا ہے تو اس کی بیوی مطلقہ نہ ہو گی اور اپنی بیوی سے کہا کہ میں تیری تین تطلیقات سے بری ہوں تو بعض نے کہا کہ نیت پر طلاق واقع ہو گی اور بعض نے فرمایا کہ طلاق نہ ہو گی اگرچہ نیت کرے اور یہی ظاہر ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو سراح ہے تو یہ ایسا ہے جیسے کہ تو خلیہ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایسے الفاظ جو کہ متحمل طلاق نہ ہوں اُن سے طلاق باوجودیکہ نیت واقع نہیں ہوتی:

اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے زوجہ ہونے سے بری کر دیا تو بلا نیت طلاق پڑ جائے گی خواہ غضب ہو یا کوئی اور حالت ہو یہ ذخیرہ میں ہے مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تجھ سے بری ہوں پس شوہر نے کہا کہ میں بھی تجھ سے بری ہوں پس عورت نے کہا کہ دیکھو تو کیا کہتا ہے پس اس نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تو بسبب عدم نیت طلاق واقع نہ ہو گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ صفحت عن طلاقك میں نے تیری طلاق سے صلح کیا اور نیت طلاق کی تو طلاق نہ پڑے گی اور اسی طرح جو لفظ ایسا ہو کہ محتمل طلاق نہ ہو اس سے طلاق واقع نہ ہو گی اگرچہ طلاق کی نیت ہو کہا بارك الله عليك تجھے اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے یا کہا مجھے کھانا کھلا دے یا پانی پلا دے ایسے الفاظ سے بہ نیت بھی طلاق نہ واقع ہو گی اور اگر ایسے الفاظ جمع کیے جو محتمل طلاق ہیں اور نہیں ہیں مثلاً کہا یہاں سے جا اور کھایا کہا تو یہاں سے جا اور کپڑا فروخت کر اور جہاں سے جا کہنے سے

طلاق کی نیت کی تو اختلاف زفرؒ و یعقوبؒ میں مذکور ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول میں طلاق نہ واقع ہوگی اور امام زفرؒ کے قول میں طلاق ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ یہاں سے جا کر نکاح کرے تو ایک طلاق واقع ہوگی اگر نیت کی ہو اور اگر تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور فتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ یہاں سے جا کر کپڑا فروخت کر یا یہاں سے جا کر قطع کر یا یہاں سے اٹھ کر کھا اور یہاں سے جا کر اور ا... ر سے طلاق کی نیت کی تو واقع نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کہا کہ کسی شوہر سے نکاح کرتا کہ وہ میرے واسطے تجھے حلال کر دے تو یہ تین طلاق کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ تو نکاح کر لے اور ایک طلاق کی نیت کی یا تین طلاق کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر کچھ نیت نہ ہو تو واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اگر ایک مرد نے دوسرے مرد سے کہا کہ اگر تو مجھے فلاں عورت کی وجہ سے مارتا ہے جس سے میں نے نکاح کیا ہے تو میں نے اسے چھوڑا تو اسے لے لے اور طلاق کی نیت کی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر تو اس مسئلہ میں کئی صورتوں کا احتمال ہے اول ان الفاظ میں سے ہر ایک سے اس نے ایک طلاق کی نیت کی دوم فقط اول سے طلاق کی نیت کی سوم اول سے فقط حیض کی نیت کی اور بس چہارم پہلی دونوں سے طلاق کی نیت کی پنجم فقط پہلی و تیسری سے طلاق کی نیت کی ششم دوسری و تیسری سے طلاق کی نیت کی اور اول سے حیض کی نیت کی پس ان سب چھ صورتوں میں اس پر تین طلاق واقع ہوں گی ہفتم آنکہ فقط اس نے دوسری سے طلاق کی نیت کی اور بس ہشتم آنکہ اول و ثانی سے فقط حیض کی نیت کی اور بس نہم آنکہ اول سے طلاق کی اور تیسری سے حیض کی نیت کی اور بس دہم دوسری و تیسری سے طلاق کی نیت کی اور بس یازدہم آنکہ پہلی دونوں سے فقط حیض کی نیت کی اور بس دوازدہم اول سے سوم سے فقط حیض کی نیت کی اور بس سیزدہم پہلی و دوسری سے طلاق کی اور تیسری سے حیض کی نیت کی چہاردہم اول س تیسری سے طلاق کی نیت کی اور دوسری سے حیض کی نیت کی پانزدہم اول و دوسری سے حیض کی اور تیسری سے طلاق کی نیت کی شانزدہم اول و تیسری سے حیض کی اور دوسری سے طلاق کی نیت کی ہفت دہم دوسری سے حیض کی نیت کی اور بس تو ان سب گیارہ صورتوں میں اور اس پر دو طلاق واقع ہوں گی ہیژدہم ان سب الفاظ میں سے ہر ایک سے حیض کی نیت کی ہو نوزدہم تیسری سے طلاق کی نیت کی ہو اور بس بستم تیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور بس بست و یکم دوسری سے طلاق کی اور تیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور بس بست و دوم دوسری و تیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور اول سے طلاق کی نیت کی ہو بست و سوم دوسری و تیسری سے حیض کی نیت کی ہو اور بس پس ان سب چھ صورتوں میں اس پر ایک طلاق واقع ہوگی بست و چہارم آنکہ اس نے ان سب الفاظ میں سے کسی سے کچھ نیت نہیں کی تو ایسی صورت میں عورت پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر پھر کہا کہ میں نے ان سب سے ایک طلاق کی نیت کی تھی تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا پس تو استبراء کر:

اگر کہا کہ عدت اختیار کر تین پھر کہا کہ میں نے عدت اختیار کر کے ایک طلاق کی نیت کی اور تین سے تین حیض کی نیت کی تو قضاءً بھی اس کے کہنے کے موافق رکھا جائے گا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور مبسوط میں لکھا ہے کہ اعتدی فاعتدی یعنی عدت اختیار کر تو پس عدت اختیار کر تو یا کہا کہ تو عدت اختیار کر تو عدت اختیار کر یا کہا کہ تو عدت اختیار کر اور تو عدت اختیار کر اور اس نے طلاق کی نیت کی ہے تو قضاءً عورت پر دو طلاق واقع ہوں گی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو عدت اختیار کر اے مطلقہ اور عدت اختیار کر کہنے سے ایک طلاق کی نیت کی تو عورت پر دو طلاق واقع ہوں گی ایک طلاق اس قول

سے کہ تو عدت اختیار کر اور دوسری اے مطلقہ سے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اے مطلقہ سے طلاق کی نیت نہیں بلکہ یہ میری مراد تھی کہ تو عدت اختیار کر کہنے سے عورت کا مطلقہ ہونا لازم ہو گیا ہے پس میں نے اس وصف سے اس کو پکارا ہے تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کے قول کی تصدیق ہو گی اور اگر عورت سے کہا کہ بائن رہ کہ تو طالقہ ہے پس اگر بائن رہ کہنے سے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو ایک طلاق واقع ہو گی اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا پس تو استبراء کر اور ان الفاظوں سے طلاق کی نیت کی تو عورت پر ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی اس واسطے کہ بائنہ عورت پر بائنہ طلاق نہیں[1] پڑ سکتی ہے اور اسی طرح اگر قولہ کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا کہنے سے ایک طلاق کی نیت کی اور تو استبراء کرنے سے تین طلاق کی نیت کی تو بھی ایک ہی طلاق بائنہ واقع ہو گی اور اگر کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا کہنے سے کچھ مراد نہیں لی اور تو استبراء کر کہنے سے ایک طلاق یا تین طلاق کی نیت کی تو یہ اس کی نیت سے موافق ہو گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دے دے پس اس نے کہا کہ اعتدی یعنی تو عدت اختیار کر پھر دعویٰ کیا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہو گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اوّل طلاق صریح دوسری طلاق صریح سے بھی متصل ہوتی ہے اور طلاقِ بائن سے بھی:

واضح ہو کہ طلاق صریح دوسری طلاق صریح سے مل جاتی ہے مثلاً کہا کہ تو طالقہ ہے تو ایک طلاق پڑے گی اور پھر کہا کہ تو طالقہ ہے تو دوسری طلاق پڑے گی اور نیز طلاق صریح طلاق بائن سے بھی مل جاتی ہے مثلاً کہا کہ تو بائنہ ہے یا کسی قدر مال پر عورت کو خلع کر دیا پھر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے تو ہمارے نزدیک یہ طلاق بھی پڑ جائے گی اور بائن کے ساتھ بائن نہیں ملتی ہے مثلاً کہا کہ تو بائنہ ہے پھر عورت سے کہا کہ تو بائنہ ہے تو فقط ایک ہی طلاق بائنہ واقع ہو گی اس واسطے کہ دوسرے کا اول سے خبر قرار دینا ممکن ہے اور خبر سچ ہے پس اس کا انشاء قرار دینا غیر ضروری ہے اس واسطے کہ انشاء اقتضاء ضروری ہوتا ہے ہاں اگر یہ کہا کہ میں نے دوسری طلاق بائنہ سے (۱) بینونت غلیظہ چاہی تھی تو چاہئے کہ اعتبار کی جائے اور اسے حرمت غلیظہ ثابت کی جائے لیکن[2] اگر بائن معلق ہو مثلاً کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو بائنہ ہے پھر اس سے کہا کہ تو بائنہ ہے پھر عدت میں وہ دار میں داخل ہوئی تو طلاق پڑے گی یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اگر عوت سے کہا کہ تو بائنہ ہے یا عورت کو خلع دے دیا پھر اس سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو بائنہ ہے اور طلاق کی نیت کی پھر اول کی عدت (۲) میں وہ دار میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر چار مہینہ گزرنے سے پہلے اس سے کہا کہ تو بائنہ ہے اور طلاق کی نیت کی یا اسے خلع دے دیا تو طلاق پڑ جائے گی پھر اگر چار مہینہ گزرے پھر اس سے وطی نہ کی تو پھر بھی طلاق واقع ہو گی اور اگر پہلے اس کو خلع دے دیا پھر اس سے کہا کہ تو بائنہ ہے تو کچھ واقع نہ ہو گی اور جو حکم طلاق صریح کی صورت میں معلوم ہوا ہے ویسا ہے انت واحدۃ تو واحدہ ہے اور تو عدت اختیار کر اور تو اپنے رحم کا استبراء کر ان میں بھی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت کو بائنہ کر دیا یا خلع دے دیا پھر عدت میں اس سے کہا

---

[1] قال المترجم یعنی تو ملہ اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا جب اس سے طلاق کی نیت تھی تو کنایہ ہونے سے ایک طلاق بائن پڑی پھر دوسرے کنایہ سے طلاق بائنہ نہیں پڑ سکتی ہے اس واسطے۔

[2] یعنی اگر ہر دو طلاق بائنہ میں سے ایک معلق ہو اور دوسری فی الحال تو حال کی عدت میں اگر معلق پائی گئی تو واقع ہو گی اور ایک دوسری سے لاحق ہو گی۔

(۱) جس میں بدوں حلالہ کے نکاح نہ کرے۔

(۲) جو فی الحال بائن واقع ہو چکی ہے۔

کہ تو عدت اختیار کر اور طلاق کی نیت کی تو ظاہر الروایہ کے موافق دوسری طلاق واقع ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد خلع دینے کے عدت میں کسی قدر مال لے کر طلاق دی تو طلاق واقع ہوگی اور مال واجب نہ ہوگا اور طلاق اس وجہ سے واقع ہوگی کہ صریح ہے پس طلاق بائن سے مل جائے گی اور اگر بعد طلاق رجعی کے عورت کو خلع دیا یا کسی قدر مال لے کر طلاق دی تو صحیح ہے اور اگر مال پر اس کو طلاق دی پھر عدت میں اس کو خلع دیا تو نہیں صحیح ہے اور اگر عورت سے بعد بینونت کے کہا کہ میں نے تجھے خلع کر دیا اور نیت طلاق کی ہے تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

عورت کو بائنہ کہنے کی بابت مختلف مسائل:

اگر عورت سے کہا کہ تو بائنہ کل ہے اور اس سے طلاق کی نیت کی پھر اس کو آج ہی کے روز بائنہ کر دیا پھر کل کا روز آیا تو شرط کی تطلیق اس پر واقع ہوگی یہ ہمارے نزدیک ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اس مسئلہ پر قیاس کر کے اگر عورت سے کہا اگر تو دار میں داخل ہو تو تو بائن ہے اور طلاق کی نیت کی پھر اس سے کہا کہ اگر تو فلاں سے کلام کرے تو تو بائنہ ہے اور طلاق کی نیت کی پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی پھر اس نے فلاں مذکور سے بھی کلام کیا تو دوسری طلاق بھی واقع ہونا چاہئے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر بائنہ سے کہا کہ تو طالقہ بائنہ ہے تو یہ بھی اول کے ساتھ لاحق[1] ہوگی اور اگر کہا کہ تو بائنہ ہے تو واقع نہ ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے بائن کر دیا بتطلیق تو واقع نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور ہر فرقت[2] کہ جو ہمیشگی کی حرمت کی موجب ہو جیسے حرمت مصاہرہ و رضاع تو اس کے ساتھ طلاق لاحق نہیں ہوتی ہے اگر چہ وہ عدت میں ہے اسی طرح اگر اپنی عورت کو بعد دخول کے خرید کیا تو طلاق اس کے ساتھ لاحق نہ ہوگی اس واسطے کہ معتدہ نہیں ہے یہ بدائع میں ہے۔

فصل: ⑥

طلاق بکتابت[3] کے بیان میں

کتابت موسومہ و غیر موسومہ کا بیان:

کتابت دو طرح کی ہوتی ہے کتابت مرسومہ و کتابت غیر مرسومہ اور مرسومہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ مصدر و معنوں[ا] ہو جیسے غائب کو لکھی جاتی ہے اور غیر مرسومہ سے یہ مراد ہے کہ وہ مصدر و معنوں نہ ہو پس وہ دو طرح کی ہوتی ہے مستبینہ و غیر مستبینہ پس مستبینہ کی یہ صورت ہے کہ تختہ و دیوار و زمین وغیرہ پر ایسے لکھے کہ اس کا پڑھنا و سمجھنا ممکن ہو اور غیر مستبینہ یہ ہے کہ ہوا اور پانی وغیرہ ایسی چیز پر لکھ دے کہ اس کا پڑھنا و سمجھنا ممکن نہ ہو پس غیر مستبینہ کی صورت میں طلاق نہیں پڑتی ہے اگر چہ نیت ہو اور اگر غیر مستبینہ غیر مرسومہ ہو پس اگر طلاق کی نیت ہو تو واقع ہوگی ورنہ نہیں اور اگر مستبینہ مرسومہ ہو تو طلاق واقع ہوگی خواہ نیت[4] ہو یا نہ ہو پھر واضح ہو کہ مرسومہ کی صورت میں یا تو اس نے طلاق کو ارسال[5] کیا کہ بایں طور لکھا کہ اما بعد تو طالقہ ہے تو جیسے ہی لکھا ہے ویسے ہی

[ا] مصدر و معنوں یعنی رسم کا شروع و عنوان موجود ہو مثلاً بسم اللہ و حمد و صلوٰۃ کے بعد فلاں کی طرف سے فلاں کو اما بعد... وعلیٰ ہذا القیاس۔

(۱) کیونکہ صریح ہے۔ (۲) یعنی بیوی و مرد میں جدائی ایسی واقع ہو کہ......

(۳) یعنی تحریر کے ذریعہ سے۔ (۴) واضح ہو کہ تحریر طلاق صریح کا یہ حکم ہے۔

(۵) یعنی کسی شرط وغیرہ پر معلق نہیں کیا۔

طلاق پڑ جائے گی اور اسی تحریر کے وقت سے عورت پر عدت واجب ہوگی اور اگر خط پہنچنے پر طلاق کو معلق کیا کہ لکھا کہ جس وقت میرا خط تجھے پہنچے پس تو طالقہ ہے تو جب تک عورت کو خط نہ پہنچے گا تب تک طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر لکھا کہ جیسے یہ میرا خط تجھے پہنچے تو تو طالقہ ہے پھر اس کے بعد اور ضروری امور تحریر کئے پھر عورت کو خط پہنچا اور اس نے پڑھا یا نہ پڑھا تو طلاق پڑ جائے گی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو امور ضروری تحریر کئے اور اس کے آخر میں لکھا کہ امابعد جب یہ خط میرا تجھے پہنچے پس تو طالقہ ہے پھر اس کی رائے میں آیا کہ اس نے طلاق کا فقرہ محو کر دیا پھر اس کو خط پہنچا تو عورت پر طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے باقی مضمون جو ضروریات کے واسطے تحریر کیا تھا سب محو کر دیا اور طلاق کی تحریر باقی چھوڑی پھر اس کو عورت کے پاس بھیجا تو طلاق نہ پڑے گی اس واسطے کہ جب اس نے تمام مضمون ضروریات کو محو کر دیا تو وہ خط نہ رہا پس شرط متحقق نہ ہوگی اور اگر اول تحریر میں لکھا کہ امابعد جس وقت یہ میرا خط تجھے پہنچے پس تو طالقہ ہے پھر اس کے بعد اور ضروری امور تحریر کئے پھر طلاق کو محو کر دیا اور باقی جو کچھ لکھا تھا رہنے دیا تو خط پہنچنے پر عورت مذکورہ پر طلاق نہ پڑے گی اور اگر طلاق کا مضمون چھوڑ دیا اور باقی سب محو کر دیا اور عورت کو بھیجا تو طلاق پڑ جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اگر خط میں اول و آخر میں اپنی ضروریات کو تحریر کیا اور بیچ میں طلاق کو تحریر کیا پھر طلاق کو محو کر دیا اور خط بھیجا تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی خواہ وہ جو طلاق سے اول تحریر کیا ہے قلیل ہو یا کثیر ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بامر مجبوری ڈرانے دھمکانے یا دہشت زدہ کرنے سے دی گئی طلاق کا حکم:

اگر عورت کو لکھتے وقت ملا کر اس طرح[ل] لکھا کہ امابعد تو طالقہ بسہ طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو طلاق نہ پڑے گی اور اگر انشاء اللہ تعالیٰ کا لفظ جدا کر کے لکھتے وقت تحریر کیا تو طلاق پڑ جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی عورت کو لکھا کہ جب میرا یہ خط تیرے پاس پہنچے تو تو طالقہ ہے پھر یہ خط عورت کے باپ کے ہاتھ میں پہنچا پس باپ نے وہ خط لے کر چاک کر ڈالا اور عورت کو نہ دیا پس اگر اس کا باپ اس کے تمام امور میں متصرف ہو اور عورت کے شہر میں یہ خط اس کے باپ کے ہاتھ میں پہنچا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر ایسا نہ ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی تاوقتیکہ عورت کو وہ خط نہ پہنچے اور اگر باپ نے اس کو اس خط کی اپنے پاس پہنچنے کی خبر دی پس اگر باپ نے وہ پھٹا ہوا خط عورت کو دیا پس اگر اس خط کا پڑھنا و سمجھنا ممکن تھا تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر طلاق کو حرفوں میں تحریر کیا مگر زبان سے انشاء اللہ تعالیٰ کہہ دیا یا زبان[1] سے طلاق کہی اور انشاء اللہ تعالیٰ لکھا تو آیا یہ صحیح ہے پس اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے لیکن صحیح ہونا چاہئے یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص پیٹے جانے اور قید کئے جانے کے ڈراؤ سے اس امر پر باکراہ مجبور کیا گیا کہ اپنی فلاں بیوی بنت فلاں بن فلاں کی طلاق تحریر کرے پس اس نے لکھا کہ اس کی بیوی فلاں بنت فلاں بن فلاں طالقہ ہے تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جو خط اس نے اپنے خط سے نہیں لکھا اور نہ بتلا کر لکھوایا اس سے طلاق واقع نہ ہوگی جبکہ اس نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ یہ میرا خط ہے:

اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو میری بیوی کو ایک خط لکھ کہ اگر تو اپنے گھر سے باہر نکلے تو تو طالقہ ہے پس اس نے لکھا اور

ل یعنی جس وقت طلاق لکھی اسی وقت علی الاتصال بدوں وقفہ کے ملا کر انشاء اللہ تعالیٰ تحریر کیا اور اگر بیچ میں وقفہ کر دیا تو طلاق واقع ہوگئی۔

(۱) یعنی طلاق واقع نہ ہوگی۔

بعد تحریر کے قبل اس کے کہ یہ خط اس مرد[1] کو سنایا جائے اس کی عورت گھر سے باہر نکلی پھر یہ خط اس مرد کو سنایا گیا پس اس نے یہ خط اپنی بیوی کو بھیج دیا تو عورت مذکورہ اس نکلنے سے جس کا بیان ہوا ہے مطلقہ نہ ہوگی اسی طرح اگر اس نے اس طور سے خط تحریر کیا پھر جب شوہر کو سنایا گیا تو اس نے کاتب یعنی لکھنے والے سے کہا کہ میں نے یہ شرط کی تھی کہ ایک مہینہ تک نکلے یا بعد ایک ماہ کے نکلے تو بھی یہی حکم ہے اور اس شرط کا الحاق جائز ہوگا یہ جامع میں مذکور ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنی عورت کو لکھا کہ ہر میری بیوی جو سوائے تیرے وسوائے فلاں کے ہے طالقہ ہے پھر اخیرہ کا نام محو کر دیا پھر خط بھیجا تو وہ مطلقہ نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کاغذ میں ایک خط لکھا اور اس میں درج کیا کہ جب تجھے یہ خط میرا پہنچے تو تو طالقہ ہے پھر اس کو ایک دوسرے کاغذ پر اتار کر دوسرا خط تیار کیا یا کسی دوسرے کو حکم دیا کہ ایک دوسری نقل اتار کر ایک نسخہ[(1)] تیار کرے اور خود نہیں لکھوایا پھر دونوں خط اس عورت کو بھیجے تو تو قضاءً اس عورت پر دو طلاق واقع ہوں گی بشرطیکہ شوہر اقرار کرے کہ یہ دونوں میرے خط ہیں یا گواہ لوگ اس امر کی شہادت ادا کریں اور فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ ایک طلاق عورت پر واقع ہوگی چاہے کوئی خط اس کو پہنچے پھر دوسرا باطل ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ دونوں ایک ہی نسخہ ہیں اور نیز منتقی میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے سے اپنی بیوی کی طلاق کا خط لکھوایا اور اس نے شوہر کو یہ خط پڑھ سنایا پس شوہر نے اس کو لے کر لپیٹا اور مہر کی اور اس کا عنوان لکھ کر اپنی عورت کو بھیج دیا پس وہ خط عورت کو پہنچا اور شوہر نے اقرار کیا کہ یہ میرا خط ہے تو عورت پر طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اس لکھنے والے سے جس سے خط لکھوایا یہ کہا کہ تو یہ خط اس عورت کو بھیج دے یا اس سے کہا کہ تو ایک نسخہ لکھ کر اس عورت کو بھیج دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس امر کے گواہ قائم نہ ہوئے اور نہ شوہر نے اس طور سے اقرار کیا لیکن اس نے جو بات کی تھی وہ اسی طور سے بیان کر دی تو عورت پر طلاق لازم نہ ہوگی نہ قضاءً نہ فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ اور اسی طرح جو خط اس نے اپنے خط سے نہیں لکھا اور نہ بتلا کر لکھوایا اس سے طلاق واقع نہ ہوگی جبکہ اس نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ یہ میرا خط ہے یہ محیط میں ہے۔

فصل: ⑦

الفاظِ فارسیہ[2] سے طلاق کے بیان

اگر لفظ ''عربی'' میں یا ''فارسی'' میں کہا تو صریح بطور صریح' کنایہ بطور کنایہ رکھا جائے گا:

جس اصل پر ہمارے زمانہ میں فارسی الفاظ سے طلاق پر فتویٰ ہے وہ یہ ہے کہ اگر فارسی لفظ ایسا ہو کہ وہ فقط طلاق ہی میں استعمال کیا جاتا ہے تو وہ لفظ صریح ہوگا کہ اس سے بدوں نیت کے طلاق واقع ہوگی جبکہ اس نے عورت کی طرف اضافت کر کے کہا ہو

---

1. قولہ اس مرد یعنی جس نے کہا ہے کہ تو اس مضمون کا خط لکھ بھیجے۔
2. واضح رہے کہ الفاظ فارسی سے یہ مراد ہے کہ مخصوص زبان فارسی ہوں کہ عرب میں وہ الفاظ مستعمل نہ ہوں ورنہ لفظ طلاق و مطلقہ و طالقہ ایسے الفاظ سب عربی ہیں اگرچہ ترکیب بدل جائے مثلاً انت طالق عربیہ ترکیب ہے اور طالقہ ہستی فارسی اور تو طالقہ ہے اردو ترکیب مگر لفظ بہرحال عربیہ سے خارج نہ ہوگا یعنی یہ طلاق صریح بطور عربیت ہے اس پر کسی فتویٰ وغیرہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

(1) یعنی نقل۔

اور جو الفاظ فارسی ایسے ہوں کہ وہ طلاق میں اور سوائے طلاق کے دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں وہ کنایات ہوں گے پس ان کا حکم سب احکام میں وہی ہوگا جو عربیہ الفاظ کنایات کا حکم ہے کذافی البدائع وقال المترجم زبان اردو میں جو مخلط زبان الفاظ عربی و فارسی و ہندی و ترکی وغیرہ سے ہے دو قسم کے الفاظ کا حکم معلوم ہو گیا کہ اگر لفظ عربی کہا یا فارسی کہا تو صریح بطور صریح و کنایہ بطور کنایہ رکھا جائے گا اور باقی زبانوں کے الفاظ کا حکم بھی یوں ہی ہونا چاہئے کیونکہ فارسی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے جیسا کہ تجویز امام اعظمؒ نماز بزبان فارسی کے جواز کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ ہر زبان میں بشرط جواز[1] جائز ہوتی ہے نص علیہ بعض المتاخرین فتدبر ہذا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ ہشتم ترا از زنی میں نے تجھے اپنی بیوی ہونے سے چھوڑ دیا تو جاننا چاہئے کہ یہ لفظ اہل خراسان و اہل عراق طلاق میں استعمال کرتے ہیں اور یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صریح ہے پس اس سے جو طلاق واقع ہوگی وہ رجعی ہوگی اور بدوں نیت کے واقع ہوگی اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اسی کو فقیہ ابواللیثؒ نے لیا ہے اور تفرید میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ بیك طلاق دست باز داشمت :

اگر عورت سے کہا کہ ہشتم ترا یعنی میں نے تجھے چھوڑا اور یہ نہ کہا کہ بیوی ہونے سے پس اگر حالت غضب و مذاکرہ طلاق میں ہو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر ایک طلاق بائن یا تین طلاق کی نیت کی ہو تو نیت کے موافق ہوگی اور امام محمدؒ کا قول اس میں امام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق ہے یہ محیط میں ہے اور اگر بیوی سے کہا کہ ترا چنگ[2] باز داشتم یا بہشتم یا بلہ کردم ترا[3] یا پائے کشادہ کردم ترا تو یہ سب عرف میں طلقتک[5] کی تفسیر ہے تا آنکہ طلاق رجعی واقع ہوگی اور بدوں نیت واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی ہشتم کہنے کی صورت میں بدوں نیت واقع ہونے کا اور طلاق رجعی ہونے کا فتویٰ دیتے تھے اور اس کے سوائے دوسرے الفاظ میں نیت شرط فرماتے تھے اور طلاق واقعہ کو بائنہ فرماتے تھے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ بیک طلاق دست باز داشمت یعنی ایک طلاق سے میں نے تیرا ہاتھ باز رکھا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بیک طلاق دست باز داشتم ایک طلاق سے ہاتھ باز رکھا میں نے تو طلاق رجعی واقع ہوگی یہ تجنیس و مزید میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مراد[5] طلاق وہ پس شوہر نے کہا کہ دادہ گیر و کردہ گیر[ا] یا کہا کہ دادہ یا دو کردہ باد پس اگر نیت کی تو واقع ہوگی اور رجعی ہوگی اور اگر نیت نہ کی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ دادہ است یا کردہ است یعنی دی ہے یا کی ہے تو واقع ہوگی خواہ نیت ہو یا نہ ہو اور اگر دعویٰ کیا کہ میری نیت نہ تھی تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ دادہ[6] انکار یا کردہ انکار تو واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو

[ا] دادہ گیر اسے دی ہوئی لے اگرچہ یہ ایسے مقام پر بولتے ہیں کہ دی ہوئی فرض کرلے یا سمجھ لے لیکن چونکہ گیر کا لفظ ہے یعنی لے اس وجہ سے دادہ انکار اور اس میں تفاوت ہے۔

(۱) اشارہ ہے کہ فتویٰ عدم جواز پر ہے۔

(۲) تیرا چنگل میں نے باز رکھا۔

(۳) تجھے کھلے پاؤں کر دیا۔

(۴) میں نے تجھے طلاق دی۔

(۵) مجھے طلاق دی۔ (۶) دی ہوئی جان لے۔

اور اگر عورت کی طلاق طلب کرنے کے بعد شوہر نے کہا کہ دادہ گیر و برو[1] تو بروے دوسری واقع نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ دو کی نیت کی ہو اور اگر عورت نے کہا کہ میں ایک پر کفایت نہیں کرتی ہوں پس شوہر نے کہا کہ دو لے پس اگر اس سے دو طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر عورت کی طلاق مانگنے پر مرد نے کہا کہ گفتہ گیر تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ دست از من باز دار یعنی ہاتھ مجھ سے باز رکھ پس مرد نے کہا کہ باز داشتہ گیر تو طلاق واقع ہوگی بشرطیکہ نیت ہو اور بائنہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ مرا مدار یعنی مجھے مت رکھ پس شوہر نے کہا نا داشتہ گیر تو نیت کرنے سے طلاق واقع ہوگی اور بائنہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے پس مرد نے کہا کہ میں نہیں کرتا ہوں پس عورت نے کہا کہ اگر بدہی[2] بروم شوے کنم پس مرد نے کہا کہ کن خواہی یکے خواہی دہ یعنی کر چاہے ایک چاہے دس تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے ایک عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق دے پس شوہر نے کہا کہ دادم[3] اے بیائے تحتانی پس اگر یہ لغت کسی شہر والوں کی ہو اور شوہر کے شہر کی زبان نہ ہو تو اس کی تصدیق نہ ہوگی کہ میں نے اس سے جواب[4] کا قصد نہیں کیا اور اگر کسی شہر والوں کی زبان نہ ہو تو یہ جواب نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو ایک طلاق واین طلاق اولین وآخر میں است تو ایک طلاق ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا تو سہ دہ اور طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

اگر عورت سے کہا: تو طلاق باش یا سه طلاق باش یا سه طلاقه باش یا سه طلاقه شو:

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ دست از من باز دار پس عورت نے کہا کہ باز داشتم بسہ طلاق پس شوہر نے کہا کہ من نیز از تو باز داشتم پس اگر ایک طلاق کی نیت کی تو ایک اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کچھ نیت نہ کی تو کچھ واقع نہ ہوگی ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ مرا بکار نیستی میرے کام کی نہیں ہے اور اس سے طلاق کی نیت کی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہزار[5] طلاق ترا تو تین طلاق واقع ہوں گی ایک شخص نے اپنی بیوی سے مذاکرہ طلاق کی حالت میں کہا کہ ہزار[6] طلاق بدامنت درکردم تو تین طلاق پڑ جائیں گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے ایقاع طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو سہ[7] طلاق باش پس اگر تین طلاق واقع کرنے کی نیت کی تو پڑیں گی ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے طلاق دے دے اس نے جواب دیا کہ سہ[8] طلاق بدامن تو درنہام دم تر دتو تین طلاق پڑیں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر فارسی میں کہا کہ تو طلاقی[9] تو واقع ہوگی جیسے اگر کہا کہ تو طالقی تو واقع ہوتی ہے اور اسی طرح اگر اس سے کہا کہ تو طلاق باش یا سہ طلاق باش یا سہ طلاقہ باش یا سہ طلاقہ شو تو بدون نیت کے طلاقیں پڑ جائیں گی اور یہی میرے استاد ظہیر الدین میرے ماموں فتویٰ دیتے تھے اور باب السنن میں ہے کہ بلا نیت طلاق

---

(۱) از رفتن جانا۔
(۲) اگر دے تو جاؤں میں شوہر کروں۔
(۳) بجائے دادم۔
(۴) تجھ کو ہزار طلاق ہیں۔
(۵) یعنی ہزار طلاق میں نے تیری گود میں بھر دیں۔
(۶) تو تین طلاق ہو۔
(۷) یعنی طلاق میں نے تیری گود میں بھر دیں۔
(۸) تو طالقہ ہے۔
(۹) وہو الاصح۔

نہ پڑے گی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص سے اس کو بیوی سے لڑائی ہوئی پس عورت سے فارسی میں کہا کہ ہزار طلاق ترا اور اس سے زیادہ نہ کہا تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی ایک عورت سے اس کے شوہر نے کہا کہ انت[۱] طالق واحدۃ پس عورت نے اس سے کہا کہ ہزار پس شوہر نے کہا ہزار تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو کچھ نیت ہوگی یا نہ ہوگی پس نیت ہونے کی صورت میں موافق اس کی نیت کے ہوگی اور دوسری صورت میں واقع نہ ہوگی۔

ذو معنی الفاظ والی طلاق کے مسائل بزبانِ فارسی:

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ کیف لا تطلقنی کیونکہ تو مجھے نہیں طلاق دیتا ہے پس شوہر نے فارسی میں کہ کہ تو از سرتا پا طلاق کردہ تو شوہر سے دریافت کیا جائے گا کہ تیری کیا مراد ہے ایک عورت نے شوہر سے طلاق کی درخواست کی پس شوہر نے فارسی میں کہا کہ ایک طلاق داومت و دو طلاق داومت تو تین طلاق پڑ جائیں گی ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا ترا بسیار[۱] طلاق اور اس کی کچھ نیت نہ تھی کہ کس قدر تو دو طلاق واقع ہوں گی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے دوسری عورت سے نکاح کیا ہے اس نے کہا کہ ہاں پس اس نے کہا کہ تو نے پہلی بیوی کو کیوں طلاق دی پس فارسی میں کہا کہ از برائے[۲] ترا حالانکہ اس نے کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا ہے اور نہ پہلی بیوی کو طلاق دی ہے اور اس لفظ سے اس نے طلاق کی نیت بھی نہیں کی تو مطلقہ نہ ہوگی ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ من طلاق ترا ادادم تو اس میں تین صورتیں ہیں کہ یا تو ایقاع طلاق کی نیت کی یا عورت کو سپرد کرنے کی یا کچھ نیت نہ کی پس اول صورت میں واقع ہوگی اور دوسری صورت میں نہ واقع ہوگی اور تیسری صورت میں واقع[۲] ہوگی یہ تجنیس و مزید میں ہے اور اگر کہا کہ دست باز داشتم ترا تو اس میں شیخین کا اختلاف ہے لیکن ویسا ہی اختلاف ہے جیسا کہ ہشتم کہنے کی صورت میں ہے فتاویٰ نسفی میں ہے۔

ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دے دے پس شوہر نے کہا: تراکدام طلاق ماندہ است یا کدام نکاح:

اگر عورت نے کہا دست باز داشتی مرا پس اس نے کہا کہ داشتم تو بمنزلہ اس کے ہے کہ یوں کہا کہ دست باز داشتم اور اگر عورت نے کہا کہ مرا[۳] درکار خدائے کن پس شوہر نے کہا کہ ترا درکار خدائے کردم یا عورت نے کہا کہ مرا[۴] بخدائے بخش پس شوہر نے کہا کہ بخشیدم پس اگر طلاق کی نیت کی تو واقع ہوگی اور اگر نہ کی تو نہ واقع ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ مجھے طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ ترا کدام طلاق ماندہ است یا کدام نکاح یعنی تیرے لئے کون سی طلاق رہ گئی ہے یا کون سا نکاح رہا ہے تو یہ تین طلاق کا اقرار ہے یہ قنیہ میں ہے شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص سے اس کی بیوی نے کہا کہ مجھے طلاق دے دے پس کہا کہ نہ ترا طلاق ماندہ است نہ نکاح برخیز ورہ گیر یعنی نہ تیرے لئے طلاق ہی ہے اور نہ نکاح تو اٹھ اور اپنی راہ لے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ اقرار ہے کہ وہ اس کو تین طلاق دے چکا ہے یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ دست باز داشتم بیک طلاق

۱۔ قال یعنی دائم بمعنی دادم اے میں نے دی اگر کسی شہر میں کسی ملک میں دادم کے معنی میں بولا جاتا ہو تو پڑ جائیں گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے جواب نہیں دیا تو تصدیق نہ ہوگی۔

۲۔ قلت ظاہر ایہ معنی ہیں کہ تیرے واسطے مگر یہ ترکیب مختل ہے۔

(۱) تو طالقہ ہے ایک بار۔ (۲) ظاہراً یہ حکم قضاءً ہے۔

(۳) مجھے خدا کے کام میں کر دے۔ (۴) مجھے خدا کو بخش دے۔

پس عورت نے کہا کہ پھر کہہ تا گواہ لوگ سن لیں پس شوہر نے کہا کہ دست باز داشتم بیک طلاق اور جب دونوں جدا ہوئے تو ایک اجنبی عورت نے شوہر سے پوچھا کہ زن را دست باز داشتی اس نے کہا کہ دست باز داشتمش بیک طلاق تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے دوسری و تیسری مرتبہ دست باز داشتم کہا تو یہ انشائے طلاق ہے پس عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی لیکن اگر اس نے کہا کہ دوسری و تیسری مرتبہ میں نے پہلے واقعہ کی خبر دینے کا قصد کیا تھا تو ایسا نہ ہوگا اور اگر دست باز داشتہ ام کہا تو یہ اخبار[1] ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

شوہر نے بستر پر بلایا اور انکار پر کہا: اگر آرزوے تو چنیں است چنیں گیر:

اگر عورت سے کہا کہ چہار راہ برتو کشادم چار راہیں میں نے تجھ پر کھول دیں تو طلاق واقع ہوگی اگر اس نے نیت کی ہو اگرچہ یہ نہ کہے کہ لے جس کو چاہے[2] اور اگر عورت سے کہا کہ چار راہ برتو کشادہ است تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو تاوقتیکہ یوں نہ کہے کہ لے جس کو چاہے اور یہ اکثر مشائخ کے نزدیک ہے اور یہی امام محمدؒ سے منقول ہے اور مجموع النوازل میں ہے اگر عورت نے کہا کہ دست از من بدار پس شوہر نے جواب دیا کہ جہنم کو جا تو طلاق پڑ جائے گی اور شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ دادمت طلاق سر خویش گیر و روزی خویش طلب کن یعنی میں نے تجھے طلاق دی تو اپنی راہ لے اور اپنی روزی کی جستجو کر تو فرمایا کہ طلاق اول رجعی ہے اور سر خویش گیر سے اگر طلاق کی نیت نہ کی تو پہلی رجعی طلاق پڑے گی اور اس سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر اس سے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہوگی پس پہلی طلاق بھی اس کے ساتھ مل کر دونوں طلاق بائن ہو جائیں گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ تو نے گراں خریدی ہے بذریعہ عیب کے واپس دے پس شوہر نے کہا کہ بعیب باز دادمت یعنی بعیب میں نے تجھے واپس دیا اور اس سے طلاق کی نیت کی تو واقع ہو جائے گی اور اگر شوہر نے کہا بعیب دادم یعنی بدوں تائے خطاب کے تو واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت ہو یہ خلاصہ میں ہو اور اگر عورت کے باپ نے کہا کہ تو نے مجھ سے گراں خریدی ہے مجھے واپس کر دے پس شوہر نے کہا کہ بتو باز دادم میں نے تجھے واپس دی تو نیت پر طلاق واقع ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میرے فلاں کام نہ کرنے پر میری[1] طلاق کی قسم کھا پس شوہر نے کہا کہ خوردہ گیر تو شیخ الاسلام اوزجندی کا فتویٰ منقول ہے تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ من[3] بیکسوے تو بیکسوے پس شوہر نے دی کہ ہمچنین[4] گیر تو طلاق نہ پڑے گی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو میرے پاس کیوں آیا ہے کہ میں تیری بیوی نہیں ہوں پس شوہر نے کہا کہ نے بگیر یعنی لے نہیں سہی تو طلاق نہ پڑے گی ایک شخص نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا اور اس نے انکار کیا پس کہا کہ تو میرے پاس سے نکل جا پس عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے دے تا کہ میں چلی جاؤں پس شوہر نے کہا اگر آرزوے تو چنیں است چنیں گیر یعنی اگر تیری آرزو ایسی ہے تو ایسا ہی لے پس عورت نے کچھ نہ کہا اور کھڑی ہو گئی تو طلاق نہ پڑے گی یہ محیط میں ہے ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پس اس سے پوچھا گیا تو نے ایسا کیوں کیا پس اس نے کہا کہ کردہ ناکردہ گیر یا ناکردہ تیری گیر[2] تو نیت پر طلاق واقع ہوگی۔ بعض نے کہا کہ نہیں واقع ہوگی اگرچہ نیت بھی ہو اور اسی پر فتویٰ دیا جائیگا یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے روٹی کھائی اور شراب پی پھر کہا کہ ناں خوردیم و نبیذ زنان مادہ یعنی میں نے روٹی کھائی و شراب پی میری عورتوں کو تین پھر اس کے خاموش ہو جانے کے بعد کسی نے اس سے کہا کہ تین طلاق اس نے کہا کہ بسہ طلاق تو اس کی بیوی پر

1. قال احتمال در صورت کا ہے یعنی اگر تو فلاں کام نہ کرے تو تجھے طلاق ہے یا تو فلاں کام کرے تو تجھے طلاق ہے۔
2. یعنی کیا ہوا نہ کیا مان لے یا خوب نہ کیا مان لے۔

(۱) ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ (۲) جس کو چاہے اختیار کر۔ (۳) میں ایک طرف تو ایک طرف میں ایک راہ تو ایک راہ میں۔ (۴) ایسا ہی یعنی یوں ہی سہی۔

طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

فتاویٰ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو زن منی سہ طلاق مع حذف[1] یاء کے تو واقع نہ ہوگی اگر اس نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی کیونکہ جب اس نے حذف کیا تو طلاق کی اضافت عورت کی جانب نہ کی ایک عورت نے اپنے شوہر سے طلاق طلب کی پس شوہر نے کہا کہ سہ طلاق بردار ورفتی[ا] تو واقع نہ ہوگی اور تفویض طلاق عورت کو ہے اور اگر نیت کی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ سہ طلاق خود بردار ورفتی تو بدوں نیت واقع ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے دے پس مرد نے اس کو مارا اور کہا ایک طلاق تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ امکنت[2] طلاق تو واقع ہوگی اور مجموع النوازل میں ہے کہ شیخ الاسلام سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو مارا اور کہا کہ دار[3] طلاق تو فرمایا ہے کہ واقع نہ ہوگی اور شیخ احمد قلانسی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو گھونسا مارا اور کہا کہ اینک یک طلاق پھر اس کو دوسرا گھونسا مارا اور کہا کہ اینک دو طلاق اور ایسا ہی تیسری مرتبہ بھی کر کے کہا کہ یہ تیسری طلاق تو فرمایا کہ تین طلاق واقع ہوں گی پس شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس نے ضرب کا نام طلاق رکھا پس واقع نہ ہوگی اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ طلاق کا نام لیا ہے پس واقع یہ ہوگی قال المترجم عرف اس دیار میں بھی واقع ہونا اشبہ ہے واللہ اعلم۔ ایک شخص نشہ میں ہے اس سے اس کی عورت بھاگی اور وہ پیچھے دوڑا مگر مست اسے پکڑ نہ پایا پس فارسی میں کہا کہ بسہ طلاق پس اگر اس نے کہا میں نے اپنی بیوی کو مراد لیا تھا تو واقع ہوگی اور اگر کچھ نہ کہا تو واقع نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ داء طلاق تو درصورت عدم نیت کے واقع نہ ہوگی کیونکہ جنس اضافت[ع] میں اضافت چاہئے ہے اور یہاں اضافت اس عورت کی جانب نہیں پائی گئی اور بعض نے فرمایا کہ بغیر نیت واقع ہوگی اور یہی اشبہ ہے اس واسطے کہ عادت میں دار کہنا اور خذ یعنی بگیر اے لے کہنا یکساں ہیں حالانکہ اگر کہے کہ خذی طلاقک یعنی اپنی طلاق لے تو بلانیت واقع ہوتی ہے پس ایسا ہی اس صورت[ع] میں بھی واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور شمس الائمہ اوز جندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اگر طلاق میرے اختیار میں ہوتی تو میں اپنے آپ کو ہزار طلاق دیتی پس شوہر نے کہا من نیز ہزار دادم میں نے بھی ہزار دی دیں اور یہ نہ کہا کہ تجھے دیں دیں تو فرمایا کہ طلاق واقع ہوں گی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے تین طلاق دے دے پس اس نے کہا کہ اینک ہزار یہ ہزار ہیں تو بلانیت طالقہ نہ ہوگی ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پس اس سے اس معاملہ میں کہا[1] گیا پس اس نے کہا[2] دادم ہزار دیگر یعنی اور ہزار میں نے اس کو دیں تو بلانیت تین طلاق سے مطلقہ ہوگی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ من بر تو سہ[3] طلاقہ ام یعنی میں تیرے نزدیک سہ طلاقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ بیشی[4] یا کہا کہ سہ طلاقہ بیشی[5] یا کہا کہ سہ[6] مگو چہ صد گوتو یہ سب اس کی طرف سے تین طلاق کا اقرار ہے پس عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی اور فقیہ ابوبکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہزار طلاق تو یکے کردم یعنی میں نے تیری ہزار طلاق کو ایک کر دیا تو فرمایا کہ تین طلاق واقع ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ ہزار طلاق حرا نہ یکے کنم اور طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ ذخیرہ میں ہے اور شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ میں اپنے اور تیرے درمیان نکاح کی تجدید کر

[ا] قولہ بردار یعنی تین طلاق اٹھا اور گئی قولہ خود بردار یعنی اپنی تین طلاقیں اٹھا اور گئی۔ [ع] اضافت یعنی طلاق کس کی پس مضاف الیہ بیان کرنا چاہئے اور یہاں دار طلاق میں طلاقت یا طلاق خود وغیرہ سے اضافت نہیں ہے تو عورت ہی کی طلاق ہونے کے واسطے نیت ضرور ہوئی۔

[ع] مترجم کہتا ہے کہ اس میں تامل ہے کیونکہ طلاقک میں اضافت موجود ہے جو دار طلاق میں ندارد ہے پھر کہاں سے یکساں ہو کے جواب یہ ہے لیناوق تصوالوں میں اسی کی طلاق دلاوا تا ہے لیکن تامل سے خالی نہیں اس لئے کہ دار طلاق اس معنی میں خاص نہیں ہے فافہم۔

(۱) یعنی طلاق۔ (۲) یہ تیرے لئے طلاق۔ (۳) رکھ طلاق۔ (۴) تو نے یہ کیا کیا برا کیا۔

(۵) یا میں تجھ پر تین طلاق والی ہوں۔ (۶) تو زیادہ ہے۔

لوں بغرض احتیاط کے پس عورت نے کہا کہ حرمت کی وجہ بیان کر اور مرد سے اس باب میں بڑا جھگڑا کیا پس شوہر نے کہا کہ سزائے[1] ایں زنگاں نیست کہ ہم چنیں حرام میداری تو شیخ نے فرمایا کہ یہ حرمت کا اقرار ہے اور اگر کہا کہ سزائے[2] ایں زنگاں آنست کہ حرامداری اور یہ نہ کہا کہ چنیں یعنی ایسے ہی تو یہ اس عورت کی حرمت کا اقرار نہیں ہے کیونکہ اضافت نہیں ہے بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں ایں زنگاں و چنیں سے اس کی جانب سے تحقیق حرمت ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کہا: تو زن مبنی یك طلاق دو طلاق سه طلاق بخیز دازنز دمن بیروں شو:

شیخ الاسلام فقیہ ابو نصر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جو نشہ میں ہے اپنی بیوی سے کہا کہ تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں؟ پس اس نے کہا کہ ہاں! پس فارسی میں کہا اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق برخیز داز نزد من بیروں شو پھر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قول اسی کا قبول ہوگا یہ محیط[3] میں ہے اور شیخ ابو بکر سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جو نشہ میں ہے اپنی بیوی سے کہا کہ بیزارم بیزارم تو مراچیز سے نباشی یعنی میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں میں بیزار ہوں تو میری کوئی نہیں ہو پس عورت نے کہا کہ تو کہاں تک کہے جائے گا مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ میرے تیرے درمیان کچھ باقی نہ رہا پس شوہر نے کہا کہ چنیں خواہم ایسا ہی میں چاہتا ہوں پھر جب وہ نشہ سے ہوش میں آیا تو کہا کہ میں اس میں سے کچھ نہیں نہیں یاد رکھتا ہوں تو شیخ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ عورت مذکورہ مطلقہ نہ ہوگی اور اس کی بیوی رہے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے فتاویٰ نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ آن[4] زن کہ مرا بخانہ است بسہ طلاق حالانکہ اس کی بیوی اس کے گھر میں طلاق کے وقت نہ تھی تو عورت مذکورہ مطلقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ ایں زن کہ مرا ایں خانہ اندراست بسہ طلاق یعنی یہ میری بیوی کہ میرے اس گھر میں ہے تین طلاق حالانکہ طلاق کے وقت اس گھر میں یہ عورت نہیں ہے تو طلاق[5] نہ پڑے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص سے کہا گیا کہ ایں فلاں زن تو ہست کہا کہ ہاں ہے پھر کہا گیا کہ ایں زن تو سه طلاقه ہست کہا کہ ہاں ہے تو مشائخ ؒ نے کہا کہ طلاق پڑ جائے گی:

فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر اپنی مدخولہ بیوی سے کہا کہ تیرا ایک طلاق تیرا ایک طلاق تو یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ تجھ کو ایک طلاق ہے تجھ کو ایک طلاق ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ مرا طلاق مرا طلاق پس مرد نے کہا کہ دادم تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ مرا طلاق کن مرا طلاق کن مرا طلاق کن پس شوہر نے کہا کہ کردم کردم کردم تو تین طلاق واقع ہوں گی اور یہی اصح ہے اگر اپنے شوہر سے کہا کہ مرا طلاق دہ پس اس نے کہا کہ ایں[6] نیز دادہ واں تو نیت کرنے پر واقع[7] ہوگی اور بدوں نیت واقع نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تیری وکیل ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہاں تو ہے پس اس نے کہا کہ میں نے اپنے تئیں تین طلاق دیں پس شوہر نے کہا کہ تو برمن حرام گشتی مرا جدا باید بود یعنی تو مجھ پر حرام ہوگئی مجھے جدا ہونا چاہئے ہے پس اگر تو وکیل[1] ہے اس نے طلاق کی بدوں عدد کے نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی مگر ایک طلاق

---

1 قال المترجم: یعنی اگر تو وکیل سے طلاق کی نیت نہ ہو تو ایک ہی طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۱) ایسی عورتوں کی سزا ہے کہ ایسا ہی انکو حرام رکھے۔ (۲) ایسی عورتوں کی سزا وہ ہے کہ حرام رکھے۔

(۳) اگر تو میری عورت ہے تو ایک طلاق دو تین اٹھ اور میرے پاس سے باہر ہو۔

(۴) اس واسطے کہ صریح الفاظ سے طلاق نہ ہوگی اور کنایات سے نیت کا اقرار نہیں ہے پس کسی طور سے واقع نہ ہوگی۔

(۵) وہ عورت کہ میرے گھر میں ہے تین طلاق کے ساتھ۔ (۶) اس واسطے کہ گھر میں ہونے کو کچھ دخل نہیں ہے اور دوسرا گھر والی ہے۔

(۷) یہ بھی دی اور دوہ۔

رجعی اور اگر مفارقت کی بدوں عدد کے نیت کی ہو تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور یہ صاحبینؒ کے نزدیک ہے اور امام اعظمؒ کے قول کے موافق چاہئے کہ ایک طلاق بھی واقع نہ جیسے دیگر وکیل مخالف کا حکم ہے کہ ایک طلاق کے واسطے وکیل کیا تھا اور اس نے تین طلاق دے دیں تو ایک بھی واقع نہیں ہوتی ہے کذا فی الخلاصہ اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو خلع دے دیا پھر اس کی عدت میں اس سے کہا کہ دادمت[1] سہ طلاق میں نے تجھے تین طلاق دے دیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو فرمایا کہ اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق پڑ جائیں گی ورنہ نہیں ایک شخص نے عورت سے کہا کہ ترا طلاق دادم میں نے تجھے طلاق دی پھر لوگوں نے اس کو ملامت کی کہ یہ کیا کیا تب اس نے کہا کہ دیگر دادم مگر یہ نہ کہا کہ دیگر طلاق اور یہ نہ کہا کہ اس عورت کو تو فرمایا کہ اگر عدت میں ہے تو طلاق پڑے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے ایک شخص سے کہا گیا کہ ایں فلاں زن تو ہست کہا کہ ہاں ہے پھر کہا گیا کہ ایں زن تو سہ طلاقہ ہست کہا کہ ہاں ہے تو مشائخ نے کہا کہ طلاق پڑ جائے گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے سہ طلاقہ کا لفظ نہیں سنا ہے یہی سنا کہ زن تو ہست تو قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور یہ اس وقت ہے کہ زن تو سہ طلاقہ ہست بلند آواز سے کہا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق ہوگی ایک شخص نے دوسرے مرد سے کہا زن از تو سہ طلاقہ کہ ایں کار تو کردہ یعنی تیری بیوی کو تیری طرف سے تین طلاق ہیں اگر تو نے یہ کام کیا ہے اس نے کہا کہ ہزار طلاقہ تو یہ جواب ہوگا حتیٰ کہ اگر اس نے یہ کام نہیں کیا ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تیرے ساتھ نہیں رہتی ہوں اس نے کہا کہ مت رہ تو عورت نے کہا کہ طلاق تیرے اختیار میں ہے مجھے طلاق کر دے پس شوہر نے کہا کہ طلاق میکنم تین دفعہ کہا تو تین طلاق واقع ہونگی بخلاف اسکے اگر فقط کنم کہا تو ایسا نہ ہوگا اس واسطے کہ کنم استقبال کے واسطے بھی بولا جاتا ہے پس شک کی وجہ سے فی الحال واقع ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر عربی میں کہا کہ اطلق تو طلاق نہ ہوگی لیکن اگر غالب اسکا استعمال برائے حال ہو تو طلاق ہو جائیگی اور ایسا ہی مجموع النوازل میں ہے کہ شیخ نجم الدین سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ من برتو سہ طلاقہ ام کہ میں تجھ پر سہ طلاقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہلا تو فرمایا کہ اگر شوہر نے نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہونگی ورنہ نہیں۔

بعد دو طلاق کے صلح کروانے والے کو کہا میاں ما دیوار آھنی می باید تو اسکی بیوی پر تین طلاق نہ ہونگی:

اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ حلال خدائے تعالیٰ تجھ پر حرام ہے اس نے کہا کہ آرے یعنی ہاں تو یک طلاق اس پر حرام ہو جائے گی شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنی ماں کے یا یہاں جا اس نے کہا کہ تو مجھے طلاق دے تو چلی جاؤں اس نے کہا کہ تو بروم من طلاق دمادم فرستم یعنی تو جا میں طلاق دم بدم بھیجوں تو فرمایا کہ اس کی عورت پر طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ وعدہ ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ ترا طلاق یا کہا طلاق ترا تو اس تقدیم و تاخیر میں کچھ فرق نہ ہوگا طلاق واقع ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے شیخ الاسلام نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا حالانکہ اس کی دو بیویاں ہیں کہ طلاق آن[1] دیگر ترا دادم تو ایں سہ طلاق بوے دہ عورت نے کہا کہ میں نے یہ تین طلاقیں اس کو دے دیں اور میں جانتی ہوں کہ یہ عورت تین طلاقہ ہوگئی پس جس عورت سے گفتگو کرتا ہے اس پر طلاق واقع ہوگی یا نہ ہوگی تو شیخ نے فرمایا کہ نہ اس کو طلاق ہوگی اور نہ اس کو ایک شخص کی عادت تھی کہ جب وہ کسی لڑکے کو دیکھتا تو کہتا تو کہ اے مادرت شش طلاقہ پھر ایک روز اس نے شراب پی اور نشہ میں ہوا کہ اتنے میں اس کا لڑکا اس کے روبرو آیا اس نے اجنبی لڑکا سمجھ کر اس سے کہا کہ رواے مادرت شش طلاقہ

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس میں اشکال ہے اس واسطے کہ بیان بدوں نیت کے تین طلاقیں واقع ہونی چاہییں کیونکہ صریح لفظ طلاق مذکور ہے اور میرے نزدیک شاید طلاق کا لفظ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح عبارت فقط دادمت سہ یعنی زمین نے تجھے تین دیں اور اس سے زیادہ نہیں ہے فافہم۔

(۱) اس دوسری کی تین طلاقیں میں نے تجھے دیں تو ان کو اس کو دے دیا۔

اے تیری ماں چہ طلاق تو یہاں سے جا اور یہ نہ جانا کہ یہ میرا لڑکا ہے تو اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوں گی ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیں پس اس سے کہا گیا کہ آؤ کہ ہم تم دونوں میں صلح کرا دیں اس نے کہا کہ میاں ما دیوار آہنی می باید یعنی ہم دونوں کے درمیان لوہے کی دیوار چاہئے تو اس کی بیوی پر تین طلاق نہ ہو جائیں گی اور نہ یہ تین طلاق کا اقرار ہوگا ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تجھ پر سہ طلاقہ ہوں اس نے جواب دیا کہ تو چہ[1] سہ طلاقہ و چہ ہزار طلاقہ تو اس کی عورت مطلقہ نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مرا با یک[2] تو باشیدن نیست مرا طلاق دہ پس شوہر نے کہا کہ چوں تو روے[3] طلاق دادہ شد پھر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو فرمایا کہ قضاءً اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور اس جواب سے بعض ائمہ دیگر نے بھی اتفاق کیا ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی کو کسی مرد سے متہم کیا پھر اس مرد کو اپنے گھر میں دیکھ کر غضب و غصہ میں آیا اور کہا کہ زن غرر اطلاق دادم تو بعض نے فرمایا کہ نیت پر طلاق واقع ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ بدوں نیت کے طلاق واقع ہوگی ایک شخص نے اپنے دوستوں کو جمع کیا اور اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان کے واسطے کھانا خود تیار کرے اور عورت مذکورہ شوہر کے گھر سے چلی گئی پس شوہر نے کہا کہ زنیکہ دوست و دشمن مرا نہ بنوازد از من بسہ طلاق تو مجموع النوازل میں مذکور ہے کہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی ایک شخص کے لونڈی غلام اس کی بیوی کی برائیاں اس سے ذکر کیا کرتے تھے پس ایک روز ان سے کہا کہ چنداں[4] کردید کہ بسہ طلاق کردیدش یا چنداں[5] کردید کہ بسہ طلاقہ کردیدش تو عورت پر طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا: برخیز دنجانہ مادر رودسہ ماہ عدت من بدار ......:

اگر عورت سے کہا کہ وادمت یک طلاق اور خاموش ہو رہا پھر کہا و دو طلاق و سہ طلاق تو تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر عورت سے کہا کہ ترا ایک طلاق اور خاموش ہو رہا پھر کہا و دو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ دو بغیر واؤ کے پس اگر عطف کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر نہ نیت کی تو ایک واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا طلاق وادم خریدی عورت نے کہا کہ میں نے خریدی اور اپنے آپ کو تین طلاق دے دیں شوہر نے کہا کہ رستی پس اگر رستی کہنے سے اجازت مراد تھی تو تین طلاق پڑ جائیں گی ورنہ ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ از تو بیزار شدم تو بدوں نیت کے واقع نہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ بیزار شو از من و دست باز وار از من شوہر نے کہا کہ بیزار شدم تو طلاق واقع ہونے کے واسطے نیت شرط ہے اور عورت کے اس قول سے حالت مذاکرہ طلاق میں مطلقہ نہ ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ مرا با[1] تو کارے نیست و ترا با

---

1 قولہ مرا با تو...... مجھے تجھ سے کچھ کام نہیں اور نہ تجھے مجھ سے جو کچھ میرا تیرے پاس ہو مجھے دے دے اور جہاں چاہے چلی جا قولہ تو مرا نشائی...... یعنی قیامت تک تو مجھے نہیں چاہئے یا کہا کہ عمر بھر تو......قولہ تو حیلہ......یعنی تو اپنا حیلہ کر یا عورتوں کا حیلہ کر قولہ میاں ما...... یعنی ہمارے تیرے درمیان راہ نہیں ہے قولہ ایں ساعت یعنی اس دم ہمارے تیرے بیچ میں راہ نہیں ہے۔

(۱) تو کیا سہ طلاقہ کیا ہزار طلاقہ۔

(۲) مجھے تیرے پاس رہنا نہیں ہے ہکذا فہم واللہ اعلم۔

(۳) جب تو جانے تو طلاق دے گئی۔

(۴) جو عورت میرے دوست و دشمن سے موافقت نہ کرے مجھ سے بسہ طلاق ہے۔

(۵) تم نے یہاں تک کیا کہ اس کو سہ طلاق کر دیا۔

من نے ہر چہ آن من است نزدتو مرابدہ وبرد ہر جا کہ خواہی تو بدون نیت کے طلاق واقع[1] نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے شیخ نجم الدینؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ برخیز دنجانہ مادر رود سہ ماہ عدت من بدار پھر کہا کہ دادمت یک طلاق پھر کہا کہ یہ اخیر کا لفظ میں نے اس واسطے کہہ دیا کہ ایسا نہ ہو کہ تجھ کو اول لفظ کے معنی معلوم نہ ہوئے ہوں پس آیا پھر اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے فرمایا کہ نہیں اور عورت پر تین طلاق واقع ہو گئیں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو مجھ سے ایسی دور ہے کہ جیسے مکہ مدینہ سے تو بدون نیت کے طلاق واقع نہ ہوگی ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ زن تو برتو ہزار طلاقہ است پس اس نے جواب دیا کہ زن تو نیز برتو ہزار طلاقہ است تو شیخ امام نسفی نے فتویٰ دیا کہ اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اور فرمایا کہ یہ روایت ابن سماعہ ہے اور ظاہر الروایہ کے موافق[2] طلاق نہ پڑے گی ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مرانشائی تا قیامت یا کہا کہ تا ہمہ عمر تو بدون نیت طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر عورت کو کہا کہ ویرا شوے حلالہ می باید یعنی اس کو حلالہ کرنے والا شوہر چاہیے ہے تو مطلقہ بسہ طلاق ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر عورت سے کہا تو حیلہ خویشتن کن تو یہ اس کی طرف سے تین طلاق کا اقرار نہ ہوگا اور اگر کہا کہ حیلہ زناں کن تو یہ تین طلاق کا اقرار ہوگا بشرطیکہ نیت طلاق ہو اور اگر عورت سے کہا کہ میاں ماراہ نیست اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور نہ کچھ نہیں اور اگر کہا کہ ایں ساعت میاں ماراہ نیست تو بلا نیت کچھ نہیں ہے اور اگر کہا کہ میاں ما دیوار آہنی می باید تو واقع نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے عورت نے شوہر سے کہا کہ مرا طلاق وہ ہر سہ پھر کہا کہ دادی پس شوہر نے کہا کہ دادم نہ پس اگر اس نے نحتی سے ثقالت سے کہا تو یہ رد پر دلالت کرتا ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر مخفف کہا تو واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ دادم اور نہ کا لفظ نہیں کہا تو بھی واقع ہوگی یہ تاتارخانیہ میں حجۃ سے منقول ہے مجموع النوازل میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ آخر[3] زن تو ام پس شوہر نے کہا کہ نہ تو زنی تو اس سے کچھ واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو زن[4] من نئی تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو اور یہی مختار ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔شیخ دبوسیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہشتہ ہشتہ حرامی حرامی تو فرمایا کہ تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری طلاق کی نیت نہ تھی تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے اور نسفیہ میں لکھا ہے کہ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تیرے ساتھ نہیں رہتی ہوں اس نے کہا کہ نا باشیدہ گیر پس عورت نے کہا کہ یہ کیا بات کہتا ہے وہ کر جو خدائے تعالیٰ و اس کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے اچھی طرح نہ کہہ کہ طلاق تا کہ میں چلی جاؤں پس اس نے کہا کہ طلاق کردہ گیر پر دتو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس نے ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو ایک طلاق واقع ہوگی پھر پوچھا گیا کہ کیا طلاق کردہ گیر ایک طلاق اور بر دو دوسری طلاق نہیں ہے تو فرمایا کہ ان دونوں سے ایک ہی طلاق مراد لی جائے گی لیکن اگر مرد نے دو طلاق کی نیت کی ہو صحیح ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاق دے دیں اور بظاہر یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس نے تین طلاق دیں پھر اس

ل نہ تو اور نہ تیرا زوجہ ہونا۔

(۱) تم نے یہاں تک کیا کہ سہ طلاقہ اس کو کر دیا۔

(۲) وھو الاصح۔

(۳) میں آخر تیری عورت ہی تو ہوں۔

(۴) تو میری بیوی نہیں ہے۔

سے کہا گیا کہ تو اس سے پھر نکاح کیوں نہیں کر لیتا ہے تو اس نے کہا کہ رے[1] مرا نشاید تا روے دیگرے نہ بیند پھر اس نے دعویٰ کیا کہ میری مراد یہ تھی کہ جب تک اپنے باپ یا بھائی و ماں وغیرہ کا منہ نہ دیکھے اور میں نے اس کو تین طلاق نہیں دی ہیں تو شیخ نے فرمایا کہ یہ عورت کے تین طلاقہ ہونے کا اقرار ہے پس قضاءً یہی حکم دیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

عورت کے ساتھ نہ رہنے پر جواباً کہا: اگر نباشی پس تو طالقه واحدة و ثنتين و ثلث ہستی:

فتاویٰ نسفی میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے مرد سے لڑائی میں کہا کہ میں تیرے ساتھ نہیں رہتی ہوں پس مرد نے کہا اگر نباشی[2] پس تو طالقہ واحدۃ و ثنتین و ثلث ہستی پس عورت نے کہا کہ میں رہتی ہوں تو تین طلاق واقع ہوں گی اور علیٰ ہذا ایک شخص نے اپنے پسر کو اس کی بیوی کی بابت کچھ ملامت کی تو اس نے کہا کہ اگر ترا[3] خوش نیست پس وادمش سہ طلاق پس باپ نے کہا کہ مرا خوش است تو بھی یہی حکم ہے اور یہ نظیر مسئلہ ششم و مجازات کی ہے اور اگر اس صورت میں لفظ پس نہ کہا ہو تو یہ تعلیق ہوگی قال المترجم یعنی اگر لفظ پس نہ کہے تو یہ شرطیہ ہوگا کہ اگر موافق شرط ہو تو طلاق پڑے گی ورنہ نہیں اور یہ دونوں مسئلہ اس صورت کے مشابہ نہیں ہیں کہ مرد نے عورت سے کہا کہ اگر[4] مرا نخواہی ترا طلاق پس عورت نے کہا میں چاہتی ہوں تو طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ طلاق شرطیہ ہے کہ تعلیق بارادہ و خواہش ہے اور چاہنا ایک امر باطنی ہے جس پر وقوف نہیں ہو سکتا پس تعلیق با ختیار ہوگی چنانچہ عورت نے ظاہر کر دیا کہ میں چاہتی ہوں بخلاف اس کے کہ جب اس نے کہا کہ پس وادمش تو یہ تعلق نہیں بلکہ تحقیق ہے کہ فی الحال اس نے واقع کر دی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ دور[5] باش اومن پس اگر نیت کی تو واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بیزارم از زن و خواستہ آن پس اگر طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوگی ورنہ نہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب : ③

تفویض طلاق کے بیان میں

قال المترجم: یعنی طلاق عورت کے سپرد کی کہ وہ چاہے تو دے لے اور اس میں تین فصلیں ہیں:

فصل : ①

اختیار کے بیان میں

اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو اختیار[ل] کر اور اس سے طلاق کی نیت ہے یعنی طلاق اختیار کر یا کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے

ل قال یعنی اپنے نفس کو تیرے جی چاہے اختیار کر یعنی طلاق لے۔

(۱) وہ مجھے لائق نہیں ہے جب تک دوسری کا منہ نہ دیکھے۔

(۲) اگر نہیں رہے گی پس تو یک طلاق و دو و تین طالقہ ہے۔

(۳) اگر مجھے اچھی نہیں معلوم ہوتی ہے پس میں نے اس کو تین طلاق دیں۔

(۴) اگر تو مجھ کو نہیں چاہے تو تجھ کو طلاق۔

(۵) مجھ سے دور ہو۔

دے تو عورت کو اختیار حاصل ہوگا کہ جب تک اس مجلس تفویض پر ہے یعنی جس حالت پر ہے اس سے منتقل نہ ہوا اور جگہ نہ چھوڑے تب تک اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے اگرچہ مجلس دراز ہو جائے کہ ایک دن یا زیادہ ہو پس یہی اختیار برابر رہے گا تاوقتیکہ اس مجلس سے اٹھے نہیں یا دوسرے کام کو شروع نہ کرے اور نیز اگر مجلس سے کھڑی ہو جائے تب بھی جب تک اس مجلس کو جہاں بیٹھی تھی نہ چھوڑے اختیار اس کے ہاتھ میں رہے گا اور شوہر کو اختیار نہ ہوگا کہ اس سے رجوع[1] کر لے اور نہ عورت کو اس امر سے جو اس کے سپرد کیا ہے ممانعت کر سکتا ہے اور نہ فسخ کر سکتا ہے یہ جواہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر عورت مذکورہ قبل اس کے کہ وہ اپنے نفس کو اختیار کرے مجلس سے اٹھ[(1)] کھڑی ہوئی یا کسی ایسے دوسرے کام میں مشغول ہوگئی کہ معلوم ہے کہ وہ اپنے ماقبل کا قاطع ہے مثلاً کھانا طلب کیا تا کہ کھائے یا سوہی یا کنگھی کرنے لگی یا نہانے لگی یا خضاب یعنی مہندی وغیرہ لگانے لگی یا اس کے شوہر نے اس سے جماع کیا یا کسی شخص نے اس سے بیع یا خرید کرنا شروع کی تو یہ سب اس کے خیار کو باطل کرتے ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت نے پانی پیا تو یہ اس کے خیار کو باطل نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ پانی کبھی اس غرض سے پیا جاتا ہے کہ اچھی طرح خصومت کر سکے اور اسی طرح اگر کوئی ذرا سی چیز کھالے تو بھی یہی حکم ہے بدوں اس کے کہ اس نے کھانا طلب[2] کیا ہو یہ تبیین میں ہے اور اگر بیٹھے ہوئے یا بغیر کھڑے ہوئے اس نے کپڑے پہنے یا کوئی ایسا فعل قلیل کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعراض نہیں ہے تو اس کا خیار باطل نہ ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میرے واسطے گواہ بلا دو کہ میں اپنے اختیار پر ان کو گواہ کرلوں یا میرے باپ کو مجھے بلا دو کہ میں اس سے مشورہ لے لوں یا کھڑی تھی پھر تکیہ لگا لیا یا بیٹھ گئی تو وہ اپنے خیار پر رہے گی اسی طرح اگر بیٹھی تھی پس تکیہ لگا لیا تو اصح قول کے موافق اپنے خیار پر رہے گی اور اگر کروٹ سے لیٹ گئی تو اس میں امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں جن میں ایک روایت یہ ہے کہ اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ خیار باطل نہ ہوگا اور اگر کھڑی تھی پھر سوار ہوگئی تو خیار باطل ہو جائے گا اور اسی طرح اگر سوار تھی پھر اس جانور سے دوسرے جانور پر سوار ہوئی تو بھی اس کا خیار باطل ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر عورت تکیہ دیے ہوئے ہو پھر سیدھی بیٹھ گئی تو اس کا خیار باطل نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر سوار تھی پھر اتری یا اس کے برعکس کیا تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر جانور پر سوار جاتی تھی یا محمل میں سوار جاتی تھی پس ٹھہر گئی تو اپنے خیار پر رہے گی اور اگر چلی تو خیار باطل ہو جائے گا الا اس صورت میں کہ اگر شوہر کے اختیار دینے کا کلام بول کر چپ ہوتے ہی اس نے اختیار کر لیا تو صحیح ہے اور وجہ بطلان کی یہ ہے کہ جانور سواری کا چلنا اور ٹھہرنا اس عورت کی طرف مضاف ہوگا یعنی گویا یہ عورت خود چلی یا ٹھہری ہے پس جب سواری رواں ہوگی تو مثل دوسری مجلس بدل دینے کے ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر سواری کے جانور پر جو کھڑا ہوا ہے کھڑی ہو پھر روانہ ہوئی تو اس کا خیار باطل ہوگا اور کھڑی تھی پس شوہر کے اختیار دینے پر اپنے نفس کو اختیار کر کے پھر روانہ ہوئی یا رواں تھی پھر جس قدم میں شوہر نے اختیار دیا ہے اس قدم میں اس نے اپنے آپ کو اختیار کر لیا تو شوہر سے بائنہ ہو جائے گی اور اگر اپنے پاؤں رواں ہوں تو اس میں بھی اسی تفصیل سے حکم ہے اور اگر اس کے جواب سے اس کا قدم پہلے پڑا تو شوہر سے بائنہ نہ ہوگی اور اگر جانور سواری رواں ہو پس اس کو ٹھہرا لیا تو اس کا خیار باقی رہے گا۔

---

[1] قال المترجم یعنی اگر رجوع وغیرہ کیا تو کچھ مفید نہ ہوگا۔

[2] یعنی اگر کھانا منگا کر ذرا سا کھایا تو خیار جاتا رہے گا۔

(1) یعنی جگہ چھوڑ دی۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو خیار دیا پھر قبل اسکے کہ عورت مذکور اپنے نفس کو اختیار کرے شوہر نے اسکا ہاتھ پکڑ کے طوعاً یا کرہاً کھڑا کر دیا یا جماع کر لیا تو عورت کے ہاتھ سے اختیار نکل جائے گا:

اگر کوٹھری میں ہو پس ایک جانب سے دوسری جانب چلی گئی تو اس کا خیار باقی رہے گا اور کشتی مثل کوٹھری کے ہے نہ مثل جانور سواری کے اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ چاہے دونوں دو جانوروں پر سوار ہوں یا ایک ہر ہوں یا عورت ایک جانور پر ہو اور مرد پاؤں چلتا ہو اور چاہے دونوں دو کشتیوں میں ہوں یا ایک ہی کشتی میں ہوں اور خواہ دونوں دو محملوں[1] میں ہوں یا ایک ہی میں ہوں یہاں تک کہ اگر دونوں ایک شخص کے کندھے پر سوار ہوں اور عورت نے جس قدم میں شوہر نے اس کو اختیار دیا ہے اسی قدم میں اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو بائنہ ہو جائے گی ورنہ نہیں یہ فصول عمادیہ فصل تجنیس میں ہے اور جو محمل کہ اس کو جمال[2] آگے سے چلاتا ہو اور دونوں اسی محمل میں ہوں عورت کا خیار باطل نہ ہو گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر گھٹنوں کے بل تھی پس چار زانو ہو بیٹھی یا چار زانو تھی پس گھٹنوں کے بل ہو بیٹھی تو اس کا خیار باطل نہ ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کو خیار دیا پھر قبل اس کے کہ عورت مذکور اپنے نفس کو اختیار کرے شوہر نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اس کو طوعاً یا کرہاً کھڑا کر دیا یا اس سے جماع کر لیا تو عورت کے ہاتھ سے اختیار نکل جائے گا اور مجموع النوازل میں اور اصل کے اس نسخہ میں جو امام خواہرزادہ کی شرح کا ہے یوں لکھا ہے کہ اگر کسی عورت کو خیار دیا گیا اور اس کے پاس کوئی نہ تھا پس وہ خود گواہوں کے پکارنے کو اٹھی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اس نے اپنی جگہ کو بدلا یا نہیں بدلا پس اگر جگہ نہیں بدلی تو بالاتفاق خیار باطل نہ ہو گا اور اگر جگہ بدل گئی اور وہ دوسری جگہ ہو گئی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور بنائے اختلاف اس پر ہے کہ بعض کے نزدیک بطلان خیار میں عورت کا اعراض کرنا یا مجلس جہاں تھی اس کا تبدیل ہونا معتبر ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بات پائی جائے خیار باطل ہو گا اور بعض کے نزدیک فقط عورت کا اعراض معتبر ہے کہ اگر اعراض پایا گیا تو خیار باطل ہو گا اور یہی اصح ہے حتیٰ کہ اگر عورت[3] نے کہا کہ میں نے اپنے تئیں خریدا پس شوہر کھڑا ہوا اور عورت کی طرف ایک قدم یا دو قدم چل کر آیا اور کہا کہ میں نے فروخت کیا تو خلع صحیح اور یہ انہیں بعض کے قول کے ساتھ موافق ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر' تو اختیار کر' تو اختیار کر:

اگر عورت نے نماز شروع کر دی تو خیار باطل ہو جائے گا خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا نفل اور اگر عورت کے نماز میں ہونے کی حالت میں شوہر نے اس کو اختیار رہا پس عورت نے نماز کو پورا کیا پس اگر عورت نماز کو پورا کیا پس اگر عورت نماز فرض میں یا مثل وتر کے واجب میں ہو تو خیار باطل نہ ہو گا اور اس نماز سے برآمد ہونے پر رہے گا اور اگر نماز نفل میں ہو پس اگر اس نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو وہ اپنے خیار پر رہے گی اور اگر دو رکعت سے بڑھایا تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور اگر ظہر کے پہلے کی چار سنتیں پڑھنے کی حالت میں اس کو خیار دیا گیا اور اس نے چاروں پوری کیں اور دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرا تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ مثل مطلق نفل کی صورت کے اس کا خیار باطل ہو جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ باطل نہ ہو اور یہی صحیح ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر تو اختیار کر تو اختیار کر اس نے کہا کہ میں نے اول یا دوم یا سوم کو اختیار کیا

---

[1] محمل بڑا کجاوہ جس میں اونٹوں پر رکھ کر سوار ہوتے ہیں۔

[2] اونٹ چلانے والا۔

[3] یہ گویا اصح ہونے کی دلیل ہے۔

یا کہا کہ اخترت اختیارۃ یعنی میں نے اختیار کیا حق اختیار کرنے کا تو بلانیت تین طلاق واقع ہوں گی اور نیز ذکر نفس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ عورت کہے کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا خیار اول یا دوم یا سوم یا حق اختیار کرنے کر اور یہ جامع کی روایت ہے اور زیادات کی روایت کے موافق نیت شرط ہے اگر چہ لفظ اختیار کر کو کئی مرتبہ کہا ہے پھر واضح رہے کہ عورت کے اس قول سے کہ میں نے اول یا دوم یا سوم کو اختیار کیا تین طلاق واقع ہونے کا مذہب امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور درصورتیکہ اس نے یوں کہا کہ اخترت اختیارۃً اوالاختیارۃ او مرۃ او بمرۃ او دفعۃ اور بدفعۃ او بواحدۃ او اختیارۃ واحدۃ یعنی اختیار کیا میں نے حق اختیار کرنے کا یا پورا اختیار یا ایکبارگی یا بیکبارگی یا دفعۃ یا بدفعۃ یا بیکبار یا اختیار واحدہ تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر مرد دونوں اخیر کے اختیار کو بواو ذکر کرے یا بفاء یعنی لفظ پس ذکر کرے یا بلفظ ثم یعنی پھر یا کوئی حرف عطف ذکر نہ کرے بہر حال کچھ فرق نہیں ہے حکم وہی ہوگا جو مذکور ہوا ہے کذا فی التبیین اور اگر عورت نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ میں اپنے نفس کو طلاق دی یا کہا کہ میں طالقہ ہوں تو بھی یہ کل کا جواب ہے اور وہ تین طلاق سے طالقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ اختاری اختاری بالف :

اگر عورت سے تین مرتبہ اختیار کر کہا پس عورت نے کہا کہ اخترت التطلیقۃ او اخترت التطلیقۃ الاولیٰ یعنی میں نے وہی پہلی تطلیق کو اختیار کیا یا اسی ایک تطلیق کو اختیار کیا تو بالاجماع ایک طلاق واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا اختیار کر اختیار کر اختیار کر یا اخیر دونوں کو حرف پس کے ساتھ ذکر کیا پس عورت نے جواب دیا کہ میں نے اپنے نفس کو ایک طلاق دی یا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بیک تطلیقہ اختیار کیا تو یہ ایک طلاق بائنہ ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر شوہر نے اختیار کر کئی بار کہنا چاہا تھا مگر ہنوز ایک بار کے دوسری بار کی نوبت نہ آئی تھی کہ عورت نے کہہ دیا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو پچھلی سب باطل ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر تو اختیار کر تو اختیار کر پس عورت نے کہا کہ میں نے ایک کو باطل کر دیا تو سب باطل ہو جائیں گی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اختیار کر اختیار کر اختیار کر پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے لفظ اول سے طلاق کی نیت کی تھی اور باقی دونوں سے صرف عورت کو سمجھانا مقصود تھا تو قضاء تصدیق نہ ہوگی لیکن فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ تصدیق ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اختاری اختاری اختاری بالف یعنی تو اختیار کر اختیار کر اختیار کر بعوض ہزار کے پس عورت نے کہا کہ میں نے یہ سب اختیار کیں تو پہلی دو طلاقیں مفت واقع ہوں گی اور تیسری بعوض ہزار کے واقع ہوگی اسی طرح اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اختیار کرنے کر ایک بار یا بیکبار تو بھی یہی حکم ہے یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو باول یا بدوم یا بسوم اختیار کیا تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک مذکورہ بالا جاری ہے لیکن صاحبین کے نزدیک اگر اس نے اول یا دوم کو اختیار کیا تو مفت ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر سوم کو اختیار کیا تو بعوض ہزار درہم کے واقع ہوگی یہ کافی میں ہے۔

عورت سے کہا کہ تین طلاقوں میں سے جتنی چاہے تو اختیار کر تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ فقط ایک یا دو تک اختیار کرے:

اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی بواحدہ یا اختیار کیا اپنے نفس کو بیک تطلیق تو یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی پھر اس کے بعد عورت سے دریافت کیا جائے گا پس اگر اس نے کہا کہ میں نے پہلی یا دوسری مراد لی ہے تو مفت واقع ہوگی اور

اگر کہا کہ تیسری مراد لی ہے تو بعوض ہزار درہم کے واقع ہوگی فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اختاری واختاری واختاری بالف پس عورت نے کہا کہ میں نے اختیار کی یا میں نے اختیار کی واحدۃ یا بواحدۃ تو بالاجماع تین طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوں گی اور اگر عورت نے کہا کہ بالاول یا بالثانی یا بالثالث یعنی اولیٰ یا بدوم یا بسوم تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ اختاری واختاری بالف پس عورت نے کہا کہ میں نے ایک تطلیقہ کو اختیار کیا یا میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو بالاجماع کچھ واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے ایک طلاق دی تو بالاتفاق واقع نہ ہوگی اور اگر مرد نے ہر اختیار کر کے ساتھ کچھ کچھ مال علیحدہ علیحدہ ذکر کیا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے اختیار کرے یہ عتابیہ میں ہے اگر عورت سے کہا کہ تین طلاقوں میں سے جتنی چاہے تو اختیار کر تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ فقط ایک یا دو تک اختیار کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک تین طلاق تک لے سکتی ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ تو اختیار کر پس اس نے کہا کہ میں تجھے نہیں اختیار کرتی ہوں یا میں تجھے نہیں چاہتی ہوں یا ہے تیری کوئی حاجت نہیں ہے تو یہ سب باطل ہے اور اگر کہا کہ میں طلاق نہیں اختیار کرتی ہوں تو یہ تفویض کا رد ہے اور اگر کہا کہ ہویت زوجی او احببتہ یعنی میں نے اپنے شوہر کو چاہا یا اس کو دوست رکھا تو عورت اپنے خیار پر رہی اور اگر کہا کہ مجھے اپنے شوہر کا فراق گراں گزرا تو یہ اس کا اختیار کرنا ہے اور اگر یوں کہا کہ میں نے خیار کیا کہ تیری بیوی نہ ہوں تو اس سے بائنہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

تطلیقہ اختیار کرنے کا کہنا اور عورت کا اثبات میں جواب دینا:

اگر کہا کہ تطلیقہ کو اختیار کر پس عورت نے کہا کہ میں نے اس کو اختیار کیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تطلیقتین کو اختیار کر پس اس نے ایک کو اختیار کیا تو واقع[ل] ہوگی اور اگر کسی سے کہا کہ میری بیوی کو تخییر[1] دے تو جب تک وہ تخییر نہ دے تب تک عورت کو اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر دوسرے سے کہا کہ میری بیوی کو خیار کی خبر دے دے پھر قبل خبر دینے کے عورت نے کسی طور سے سن کر اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو طلاق واقع ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اختیار کر اپنے نفس کو آج کے روز یا اس مہینہ میں یا اس مہینہ تک یا سال تک تو جب تک وقت مذکور باقی ہے تب تک عورت کو اختیار رہے گا خواہ وہ اس مجلس سے اعراض کرے یا دوسرے کام میں مشغول ہو جائے یا اعراض نہ کرے سب برابر ہیں اور اس میعاد مترددہ تک اس کو خیار رہے گا اور اگر کہا کہ اختیار کر آج کے روز یا اس مہینہ میں تو باقی روز مذکور یا باقی ماہ مذکور پھر اس کو اختیار رہے گا اسے زیادہ نہ ہوگا اور اگر کہا کہ ایک روز تو جس وقت سے کہا ہے اس گھڑی سے دوسرے دن کی اسی گھڑی تک رکھا جائے گا اور اگر کہا کہ ایک مہینہ تو وہ اس کلام کی ساعت سے پورے تیس روز تک ہوگا اور جب خیار کے واسطے وقت مقرر ہو تو وقت گزر جانے پر باطل ہو جاتا ہے خواہ عورت کو معلوم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر غیر موقت ہو تو اس کے برخلاف ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ آج اختیار کر اور کل اختیار کر پس عورت نے آج کا خیار رد کر دیا تو کل کا خیار رد نہ ہوگا اور اگر کہا کہ آج اور کل تو اختیار کر پس عورت نے آج کا خیار رد کر دیا تو بالکل باطل ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل : ②

امر بالید کے بیان

قال المترجم امر بالید کے یہ معنی ہیں کہ امر ہاتھ میں ہے اور مراد یہ ہے کہ امر طلاق عورت کے اختیار میں دیا اور یہ بھی

ل قولہ واقع ہوگی یعنی ایک ہی واقع ہوگی نہ دو۔ (1) اختیار دینا۔

ایک الفاظ تفویض میں سے ہے چنانچہ کتاب میں فرمایا ہے اور واضح ہے کہ مترجم امرک بیدک کی جگہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے استعمال کرتا ہے قال فی الکتاب امر بالید بھی مثل تخییر [1] کے ہے سب مسائل میں کہ ذکر نفس شرط ہے یا جو اس کے قائم مقام ہے اور نیز شوہر کو بعد امر بالید کے تفویض کی رجوع کا اختیار نہیں رہتا ہے اور اس کے سوائے اور امور جو اختیار میں اوپر مذکور ہوئے ہیں سوائے ایک امر کے کہ تخییر کی صورت فقط ایک خیار سے تین طلاق کی نیت نہیں صحیح ہے اور امر بالید میں صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

تیرا کام تیرے ہاتھ میں:

اگر اپنی عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اور اس سے طلاق کی نیت تھی پس اگر عورت نے سنا ہے تو جب تک اس مجلس میں ہے امر طلاق اس کے اختیار میں رہے گا اور اگر عورت نے نہیں سنا ہے تو جب [1] اس کو معلوم ہو یا خبر پہنچے تب امر طلاق اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت غائبہ ہو یعنی سامنے حاضر نہ ہو تو ایسا کہنے میں دو صورتیں ہوں گی کہ اگر شوہر نے کلام کو مطلق کہا ہے تو عورت کو اسی مجلس تک خیار مذکور رہے گا جس میں اس کو یہ بات پہنچی اور اگر کسی وقت تک موقت کیا پس اگر عورت کو وقت مذکور باقی ہونے کی حالت میں خبر پہنچی تو باقی وقت تک اس کو خیار حاصل ہوگا اور اگر وقت گزر جائے اس کو علم ہوا تو اس کو کچھ اختیار نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے درحالیکہ اس نے تین طلاق کی نیت کی ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بیک طلاق اختیار کیا تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اور تین طلاق کی نیت کی اور عورت نے بھی تین طلاق اپنے آپ کو دے دیں تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر مرد نے دو طلاق کی نیت کی ہو تو ایک واقع ہوگی اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی یا اپنے نفس کو اختیار کیا اور تین طلاق کا ذکر نہ کیا تو بھی تین طلاق واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بائنہ کر لیا یا اپنے نفس کو احرام کر دیا یا مثل اس کے اور الفاظ جو جواب ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں کہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی واحدۃ یا میں نے اپنے نفس کو بیک تطلیقہ اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر شوہر نے امر عورت اس کے ہاتھ میں دیا پس عورت نے جس مجلس میں اس کو علم ہوا ہے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر شوہر نے دو طلاق کی یا ایک طلاق کی نیت کی ہو یا کچھ نیت عدد نہ ہو تو ایک واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ ایک تطلیق میں تیرا کام تیرے ہاتھ ہے تو یہ ایک طلاق رجعی قرار دی جائے گی اور منتقی میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں تین تعلیقات میں ہے پس عورت نے اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دیں تو یہ رجعی ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیری تین تطلیق کا امر تیرے ہاتھ میں ہے پس عورت نے کہا کہ تو مجھے اپنی زبان سے طلاق کیوں نہیں دیتا ہے تو یہ اس تفویض کا رد نہ ہوگا اور عورت کو اختیار رہے گا چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کہا: جعلت الامر بیدك او فوضت الامر کله فی یدك اور طلاق کی نیت کی تو صحیح ہے:

اگر شوہر نے عورت کا کام اس کے ہاتھ میں دیا پس اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو قبول کیا تو طلاق پڑ جائے گی اور اسی طرح اگر امر عورت اس کے ہاتھ میں دیا پس عورت نے کہا کہ قبلتہا یعنی میں نے اس کو قبول کیا [2] تو طلاق پڑ جائے گی یہ فصول

---

[1] یعنی کوئی وقت مقرر نہیں کیا ہے۔

(۱) یعنی خیار دینا جس کا بیان اوپر کی فصل میں ہوا ہے۔ (۲) یعنی اپنے نفس کو۔

استروشنی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے یا تیری ہتھیلی میں ہے یا تیرے داہنے ہاتھ میں ہے یا تیرے بائیں ہاتھ میں ہے یا کہا کہ جعلت[ا] الامر بیدك او فوضت الامر كله فی یدك اور طلاق کی نیت کی تو صحیح ہے اور اگر کہا کہ تیرا کام تیری آنکھ میں ہے یا تیرے پاؤں میں ہے یا تیرے سر میں ہے یا مثل اس کے کوئی عضو بیان کیا تو نہیں صحیح ہے الا نیت کے ساتھ۔ اور امر بالید سپرد کرنے پر ایک طلاق کی نیت کی پھر نیت بدل کر تین طلاق کی نیت کر لی تو نہیں صحیح ہے اور اسی طرح دو کی نیت نہیں صحیح ہے الا باندی کی صورت میں یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے منہ میں یا زبان پر ہے تو یہ ایسا ہے جیسے تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تو مختار یہ ہے کہ ایسا ہے جیسے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر شوہر نے امر بالید سے طلاق کی نیت نہ کی تو یہ امر کچھ نہ ہوگا یعنی ایسی تفویض کچھ نہ ہوگی لیکن اگر حالت غضب یا حالت مذاکرہ طلاق میں اس نے بامر بالید سپرد کیا تو قضاءً ان دونوں حالتوں میں شوہر کے قول کی کہ میں نے طلاق کی نیت کی تھی تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ اس نے طلاق کی نیت کی تھی یا حالت غضب یا مذاکرہ طلاق میں ایسا کیا ہے تو قول شوہر کا قسم کے ساتھ قبول ہوگا اور گواہ عورت کے مقبول ہوں گے مگر گواہ مقبول ہونا صرف حالت غضب یا مذاکرہ طلاق میں ایسا واقع ہونے کے ثابت کرنے میں مقبول ہوں گے اور نیت طلاق ہونے کے اثبات میں مقبول نہ ہوں گے ہاں اگر گواہ لوگ یہ گواہی دیں کہ شوہر نے یہ اقرار کیا ہے کہ میری نیت طلاق تھی تو مقبول ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر امر عورت اس کے ہاتھ میں دیا اور عورت نے اپنے نفس کو طلاق دے دی اور شوہر نے دعویٰ کیا کہ تو نے اپنے نفس کو دوسرے کام یا کلام میں مشغول ہونے کے بعد طلاق دی ہے اور عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اسی مجلس میں بدوں اس کے کہ دوسرے فعل یا کلام میں مشغول ہوں طلاق دے دی ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور طلاق واقع ہوگی یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ اس شوہر نے میرا امر میرے ہاتھ میں دیا ہے تو مسموع نہ ہوگا لیکن اگر عورت نے بحکم امر بالید کے اپنے آپ کو طلاق دے دی پھر بنا بر اس امر مذکور کے وقوع طلاق و وجوب مہر کا دعویٰ کیا تو مسموع ہوگا اور عورت اس امر کے واسطے قاضی کے پاس مرافعہ نہیں کر سکتی ہے کہ قاضی اس کے شوہر پر جبر کرے کہ امر عورت اس کے ہاتھ میں دے دے یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے اس شرط پر کہ اگر میں کھڑا ہوں تو بیوی کا کام اس کے ہاتھ میں قرار دیا پھر خود کھڑا ہوا اور عورت نے اپنے نفس کو طلاق دے دی پھر شوہر نے دعویٰ کیا کہ جس وقت اس عورت کو علم[1] ہوا ہے اس نے اس مجلس میں اپنے آپ کو طلاق نہیں دی اور عورت نے مجلس[2] علم میں طلاق دے دینے کا دعویٰ کیا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور حاکمؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ میں نے کل تیرا کام تیرے ہاتھ دیا تھا مگر تو نے اپنے نفس کو طلاق نہ دی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کا کام اُس کے ہاتھ میں دیا پس اُس نے شوہر سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا تو مجھ سے بائن ہے......:

میرے جد امجدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں دیا بشرطیکہ وہ جوا کھیلے پھر وہ جوا کھیلا

ا قرار دیا میں نے امر معلوم تیرے ہاتھ میں یا سپرد کیا میں نے امر معہود سب تیرے ہاتھ میں۔

(۱) یعنی شوہر کے کھڑے ہونے کا۔

(۲) معلوم ہونے کی مجلس میں۔

پس عورت نے اپنے نفس کو طلاق دے دی پھر شوہر نے دعویٰ کیا کہ تو نے تین روز سے معلوم کیا تھا کہ مگر معلوم ہونے کی مجلس میں تو نے اپنے آپ کو طلاق نہیں دی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے ابھی جانا اور فی الفور اپنے کو طلاق دے دی پس قول کس کا قبول ہوگا تو فرمایا کہ عورت کا قول قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کا کام اس کے ہاتھ میں دیا پس اس نے شوہر سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے یا تو مجھ سے بائن ہے یا میں تجھ پر حرام ہوں یا میں تجھ سے بائنہ ہوں تو یہ سب طلاق ہیں اور اگر عورت نے کہا کہ تو حرام ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھ پر یا کہا کہ تو بائن ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھ سے تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ میں حرام ہوں اور یہ نہ کہا کہ تجھ پر یا کہا کہ میں بائنہ ہوں اور یہ نہ کہا کہ تجھ سے تو یہ سب طلاق ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر ایک شخص نے طلاق میں اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں دیا پس اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی تو یہ باطل ہے جیسے شوہر خود اپنے آپ کو طلاق دے دے تو باطل ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے اختیار میں آج اور پرسوں ہے تو اس میں رات وقت میں داخل نہ ہوگی چنانچہ اگر عورت نے رات میں طلاق[1] دی تو واقع نہ ہوگی اور اگر اس روز کا تفویض کرنا اس نے رد کر دیا تو آج کی تفویض باطل ہوگی اور عورت کو پرسوں کی بابت خیار رہے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اسی طرح اگر اس نے یوں کہا کہ آج کے روز میں نے یہ سب رد کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں آج اور کل ہے تو تفویض میں رات بھی داخل ہوگی اور اس نے آج کی تفویض رد کر دی تو اس کو کل بھی اختیار نہ رہے گا کذا فی الذخیرہ اور والواجبہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں آج و کل و پرسوں ہے پس عورت نے آج کی تفویض رد کر دی تو سب باطل ہو جائیں گی اور اس کے بعد پھر اس کو یہ اختیار رہے گا کہ اپنے نفس کو اختیار کرے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے املاء میں روایت ہے کہ اگر شوہر نے کہا کہ تیرا امر آج تیرے ہاتھ میں ہے اور تیرا امر کل کے روز تیرے ہاتھ میں ہے یہ دو امر ہیں حتیٰ کہ اگر عورت نے آج کے روز اپنے شوہر کو اختیار کیا یعنی اس کے ساتھ رہنا اختیار کیا تو جب کل کا روز ہوگا تو پھر اختیار اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے یہ کافی میں ہے اور اگر عورت نے آج اپنے نفس کو اختیار کیا پس مطلقہ ہوگئی پھر کل کا روز آنے سے پہلے شوہر نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا پھر کل کے روز اس نے چاہا کہ اپنے نفس کو اختیار کرے تو اختیار کر سکتی ہے پس اگر اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو دوسری طلاق پڑ جائے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں اس روز ہے کہ جس میں فلاں آئے تو یہ دن ہی دن پر ہوگا رات اس میں داخل نہ ہوگی اور اگر فلاں مذکور آیا اور عورت مذکورہ کو خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا تو اختیار عورت کے ہاتھ سے نکل جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں آج کل ہے پس عورت نے آج رد کر دیا تو یہ تفویض باطل ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا: امرك بيدك اليوم او الشهر او السنة تو یہ تفویض مقید بمجلس نہ ہوگی:

اگر کہا کہ تیرا امر تیرے اختیار میں ایک دن یا ایک مہینہ یا ایک سال ہے یا کہا آج کے روز یا اس مہینہ یا اس سال ہے یا عربی زبان میں یوں کہا کہ امرك بيدك اليوم او الشهر او السنة تو یہ تفویض مقید بمجلس نہ ہوگی بلکہ عورت کو اس پورے وقت میں اختیار رہوگا کہ جب چاہے اپنے نفس کو اختیار کرے اور اگر اس مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی یا بدوں جواب کے دوسرے کام میں مشغول

---

(۱) یعنی اپنے نفس کو اختیار کیا۔

ہوگئی تو بلا خلاف جب کچھ بھی وقت باقی رہے گا تب تک عورت کا خیار باطل نہ ہوگا مگر فرق یہ ہے کہ اگر اس نے دن یا مہینہ یا سال کو بطور نکرہ ذکر کیا تو عورت کو وقت کلام شوہر سے دوسرے دن یا مہینہ یا سال کی اسی گھڑی تک خیار حاصل ہوگا اور اس صورت میں مہینہ بحساب دنوں کے شمار ہوگا اور اگر بطور معرفہ ذکر کیا تو عورت کو باقی روز معلوم و ماہ معلوم و سال معلوم تک اختیار رہے گا اور اس صورت میں مہینہ بحساب چاند کے رکھا جائے گا اور جب عورت مذکورہ نے اس وقت مذکور میں ایک دفعہ اپنے نفس کو اختیار کیا تو پھر دوبارہ اپنے نفس کو اختیار نہیں کر سکتی ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے شوہر کو اختیار کیا یا کہا کہ میں طلاق کو نہیں اختیار کرتی ہوں تو بعض جگہ مذکور ہے کہ بنا بر قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے اب پورے وقت تک اختیار اس کے ہاتھ سے نکل گیا حتیٰ کہ بعد اس کے پھر اپنے نفس کو اختیار نہیں کر سکتی ہے اگر چہ وقت باقی ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں اس ماہ میں ہے پس اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو بنا بر قول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے عورت کے ہاتھ سے اختیار نکل گیا اور بنا بر قول امام ابو یوسفؒ کے اس مجلس پر اختیار نہ رہا اور یہ نہیں ہے کہ دوسری مجلس میں بھی نہ رہا اور بعض روایتوں میں اختلاف اس کے برعکس مذکور ہے مگر صحیح روایت وہی ہے جو اول مذکور ہوئی ہے یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے۔

اگر کہا کہ امرا امراتی فی ید فلان شهرا یعنی میری بیوی کے امر کا اختیار فلاں کے ہاتھ میں ایک مہینہ ہے تو یہ مہینہ وہ قرار دیا جائے گا جو اس گفتگو سے آگے آتا ہے پس اگر فلاں کو اس اگلے مہینہ بھر خبر نہ ہوئی یہاں تک کہ مہینہ گزر گیا تو اختیار باطل ہو جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہمیشہ ہے پس عورت نے ایک مرتبہ یہ اختیار رد کر دیا تو باطل ہوگا اور بکرؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں آج کے روز یا ایک مہینہ ہے پس عورت نے اس کو رد کر دیا تو باقی مدت میں امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا خیار باطل نہ ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ امرك بيدك راس الشهر یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں سر ماہ ہے یا کہا چاند دیکھے ہے تو عورت کو اس رات خیار حاصل ہوگا جس رات چاند نظر آیا ہے اور اس کے دوسرے دن رات ہوئے رات خیار رہے گا اور عورت سے کہا کہ سر ماہ میں تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو عورت کو اپنے جلسہ بھر آفتاب غروب ہونے تک اختیار رہے گا اور فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں کل ہے تو اس کو پورے کل بھر اختیار رہتا ہے اور اگر کہا کہ کل کے روز میں ہے تو اختیار اس کے جلسہ پر ہوگا یہاں تک کہ دوسرے روز آفتاب غروب ہو جائے اور ابراہیم نے جو ذکر کیا ہے وہ اس کے برخلاف ہے چنانچہ امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہونے کا وقت رمضان ہے یا کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں رمضان میں ہے تو یہ دونوں یکساں ہیں اور عورت کو پورے رمضان بھر اختیار رہے گا اسی طرح اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں کل یا کل میں ہے تو بھی یہ[1] دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں آج کے روز ہے تو پورے دن بھر خیار رہے گا اور اگر کہا کہ اس روز میں ہے تو یہ عورت کی مجلس پر رہے گا اور یہی صحیح ہے اور موافق اس قول کے کہ اگر کہا کہ انت طالق فی الغد تو مجلس پر طلاق ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

تیرا امر تیرے ہاتھ میں کہا اور مدت متعین کر دی:

اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں دس روز تک ہے تو اس وقت سے دس روز گزرنے تک اس کو اختیار رہے گا اور دس دن کا شمار ساعت سے ہوگا اور اگر شوہر نے دس روز گزرنے کے بعد بھی اختیار رہنے کی نیت کی ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ

---

[1] یعنی دوسرے روز پورے دن بھر خیار رہے گا۔

تصدیق ہوگی اور قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری بیوی کا امر تیرے ہاتھ میں ایک سال تک ہے تو ایک سال تک یہ امر اس کے اختیار میں رہے گا حتیٰ کہ اگر شوہر نے اس سے رجوع کرنا چاہا تو نہیں کر سکتا ہے اور جب سال پورا ہو جائے گا تو اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا یہ تجنیس ومزید میں ہے اور فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی اجنبی سے کہا کہ میری بیوی کا امر تیرے ہاتھ میں ہے تو اس کے اس جلسہ(۱) تک مقصود ہوگا اور شوہر اس سے رجوع کرنے کا مختار نہ ہوگا اور محیط میں فرمایا کہ یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور واضح رہے کہ جس شخص غیر کو اپنی بیوی کا امر سپرد کیا ہے اگر وہ سنتا ہو تو جب تک وہ اپنی مجلس میں ہے امر مذکور کا مختار رہے گا اور اگر سنتا نہ ہو یا غائب ہو تو امر مذکور اس کے قبضہ میں جب ہی ہوگا کہ جب اس کو معلوم ہو یا خبر پہنچے پس بعد معلوم ہونے وخبر پہنچنے کے جس مجلس میں اس کو آگاہی ہوئی جب تک جلسہ[1] میں ہے مختار رہے گا اور اس مجلس میں یہ تفویض قبول کرنا شرط نہیں ہے لیکن اگر اس نے رد کر دیا کہ میں اس اختیار کو نہیں لیتا ہوں تو اس کے رد کرنے سے رد ہو جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری بیوی سے کہہ کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تو جب تک یہ شخص مامور اس عورت سے یہ کلام نہ کہے جب تک اختیار مذکور عورت کے ہاتھ میں نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ تفویض کر دینے کا امر ہے پس جب تک تفویض نہ کرے گا تب تک تفویض متحقق نہ ہوگی اور اگر دوسرے سے یوں کہا کہ میری بیوی سے کہہ کہ اس کا کام اس کے اختیار میں ہے تو اس غیر کے خبر دینے[2] سے پہلے عورت مختار ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر غیر سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے کہ میں نے یہ کام تیرے حوالہ کر دیا تو یہ اس غیر کی اس مجلس تک مقصود ہوگا اور شوہر کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے رجوع کر لے اور اگر شوہر کے رجوع کرنے سے پہلے اس غیر نے اس کو اپنی مجلس میں طلاق دے دی تو ایک رجعی طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اس عورت کی طلاق تیرے اختیار میں کر دی تو اسی مجلس تک یہ اختیار رہے گا اور اگر طلاق دے دی تو رجعی ہوگی اور اگر غیر سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے اور حال یہ ہے کہ میں نے اس کا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا یا کہا کہ اور میں نے اس کا کام تیرے ہاتھ میں کر دیا اور غیر مذکور نے طلاق دے دی تو دوسرے طلاق پہلی کے سوائے اور ہوگی اس واسطے کہ واؤ واسطے عطف کے آتا ہے اور اگر حرف فاء ذکر کیا یعنی بلفظ پس یا بلفظ کہ ذکر کیا تو وہ ایسی صورتوں میں بیان سبب کے واسطے ہوگا پس غیر مذکور کو فقط ایک طلاق کا اختیار ہوگا قال المترجم یعنی کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے تو یہ ایک طلاق ہے اور قولہ اور حال یہ ہے کہ میں نے اس کا امر تیرے اختیار میں دیا تو یہ دوسری طلاق ہے پس دو طلاق سپرد کیں اور اگر یوں کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے کہ میں نے اس کے امر کا اختیار تیرے ہاتھ میں دیا یا پس میں نے اس کے امر کا اختیار تیرے ہاتھ دیا تو یہ ایک ہی طلاق کا اختیار رہے گا فافہم۔ پھر جبکہ اس نے بحرف واؤ ذکر کیا اور وکیل نے یعنی مامور نے عورت کو اپنی اسی مجلس میں طلاق دے دی تو عورت بدو طلاق بائنہ ہو جائے گی اس واسطے کہ معطوف فقرہ سے جس میں لفظ امر کے ساتھ اختیار دیا ہے ایک طلاق بائنہ ہوگی اور جب ایک بائنہ ہوئی تو دوسری بھی بالضرور بائنہ ہوگی اس واسطے کہ شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا

---

[1] قال یعنی اس نشست کو ترک نہ کرے یعنی جگہ نہ بدلے اور نہ کسی کام وکلام میں سوائے اس کے مشغولی ہو اور اگر ایسا کیا تو مجلس تبدیل ہو جائے گی اور یہی مراد ہر جگہ لفظ مجلس سے ہے۔

[2] قال المترجم اس میں اشارہ ہے کہ یہ تفویض کا امر نہیں ہے بلکہ اس غیر کو خبر دہندہ قرار دیا ہے کہ عورت کو خبر کر دے کہ وہ مختار ہے پس عورت پہلے سے مختار ہوگی۔

(۱) جلسہ کے معنی سابق شروع میں بیان ہو چکے ہیں۔

اور اگر وکیل مذکور نے اپنی مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے کے بعد طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اسی طرح یوں کہا کہ میری بیوی کے امر کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے پس تو اس کو طلاق دے دے تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے[1] اور جامع میں ہے۔

اگر اپنی بیوی کے امر کا اختیار بیوی یا کسی اجنبی کے ہاتھ میں دیا پھر شوہر کو جنون مطبق ہو گیا تو یہ اختیار باطل نہ ہوگا:

اگر کسی سے کہا کہ میری بیوی کا امر تیرے ہاتھ میں کہیں ہے تو اس کو طلاق دے دے پھر وکیل نے اپنی مجلس سے اٹھنے سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی الا اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر مرد مذکور مجلس سے اٹھا قبل اس کے کہ عورت کو طلاق دے تو امر مذکور باطل ہو گیا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اس عورت کو طلاق دے دے کہ اس کا امر تیرے ہاتھ میں ہے پس تو یہ قول اور قول سابق دونوں یکساں ہیں یہ محیط میں ہے اور مجموع النوازل میں ہے کہ اگر شوہر نے کسی لکھنے والے سے کہا کہ تو عورت کے واسطے یہ تحریر کر دے کہ اس عورت کا امر اس کے اختیار میں بدیں شرط ہے کہ میں ہرگاہ بدوں اس کی اجازت کے سفر کروں پس یہ اپنے تیئں ایک طلاق دے دے جس وقت چاہے پس عورت نے کہا کہ میں ایک نہیں چاہتی ہوں بلکہ تین طلاق کی درخواست کی اور شوہر نے اس سے انکار کیا اور دونوں میں اتفاق نہ ہوا پھر شوہر بدوں اس کی اجازت کے باہر چلا گیا تو ایک طلاق کا اختیار عورت کو حاصل ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی کے امر کا اختیار بیوی یا کسی اجنبی کے ہاتھ میں دیا پھر شوہر کو جنون مطبق ہو گیا تو یہ اختیار باطل نہ ہوگا اور اگر اپنی بیوی کے کام کا اختیار کسی طفل یا مجنون یا غلام یا کافر کے ہاتھ میں دیا تو جب تک وہ اپنی اس مجلس سے اٹھ کھڑا نہ ہو تب تک یہ اختیار اس کے ہاتھ رہے گا جیسا کہ خود عورت کو سپرد کر دینے میں ہوتا ہے اور اگر اپنی صغیرہ بیوی سے کہا کہ تیرا کام تیرے اختیار میں ہے درحالیکہ وہ طلاق کی نیت رکھتا تھا پس صغیرہ مذکور نے اپنے آپ کو طلاق دے دی تو صحیح[2] ہے اور طلاق واقع ہو جائے گی یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر اپنی بیوی کا کام کسی معتوہ کے ہاتھ میں دیا تو صحیح ہے اور یہ مقصود مجلس ہوگا الا یہ کہ اگر یوں کہہ دیا کہ جب چاہے اس کو طلاق دے دے یا جب چاہے[3] اس کے نفس کو طلاق دے دے تو ایسا نہیں ہے اور اگر امر عورت دو مردوں کے ہاتھ میں دیا تو دونوں میں سے ایک منفرد نہیں ہو سکتا ہے یعنی ایک تنہا اس کو طلاق نہیں دے سکتا ہے پھر اگر دونوں نے کہا کہ ہم نے عورت کو اپنی مجلس تفویض میں طلاق دی ہے اور شوہر نے اس سے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ ایسی ہی بات ہے اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو پس دونوں میں سے ایک نے اس کو ایک طلاق دے دی اور دوسرے نے دو طلاق یا تین طلاق دیں تو ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ قولہ امرہا بیدک طلقہا۔ اگر طلقہا تفسیر ماقبل ہے تو حکم یہ ہوگا کہ اگر مجلس میں طلاق دی تو ایک بائنہ واقع ہوگی اور بعد مجلس وہ طلاق نہیں دے سکتا کیونکہ اختیار اس کے قبضہ سے خارج ہو گیا اگر یہ جملہ عطف ہے تو تصریح ہو چکی کہ یہاں فاء عطف نہیں ہوتی پس محل تامل ہے۔

[2] قال المترجم صحیح ترجمہ میرے نزدیک یوں ہے کہ اس کا امر تیرے اختیار میں ہے اور تو اس کو طلاق دے دے تو بھی یہی حکم ہے فافہم۔

[3] اصل موجودہ میں اس طرح ہے الا ان یقول طلقہا متی شارت او طلق نفسہا متی شارت بنابریں ترجمہ یوں ہے الا یہ کہ کہے کہ عورت کو طلاق دے دے جب عورت چاہے اور شاید جب عورت نے اپنے نفس کو سپرد کر دیا تو یہ عبارت کہے۔

(۱) وہو الاصح۔

(۲) یعنی تفویض صحیح ہے۔

کہ ایک[1] پر دونوں متفق ہوئے ہیں یہ عتابیہ میں ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر ایک مرد کی دو عورتیں ہوں‘ اس نے کہا تم دونوں کا امر تم دونوں کے ہاتھ میں تو جب تک دونوں متفق نہ ہوں تب تک دونوں میں سے کوئی مطلقہ نہ ہوگی:

اگر کسی سے کہا کہ میری بیوی کے امر کا اختیار میرے ہاتھ و تیرے ہاتھ میں ہے یا کہا کہ میں نے اس کے امر کا اختیار اپنے و تیرے ہاتھ میں کر دیا پھر مخاطب نے عورت مذکورہ کو طلاق دی تو واقع نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ شوہر اجازت دے دے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری بیوی کا امر اللہ تعالیٰ اور تیرے اختیار[1] میں ہے یا کہا کہ میں نے اپنی بیوی کے امر کا اختیار اللہ تعالیٰ اور تیرے ہاتھ میں دیا اور مراد امر سے طلاق ہے پس مخاطب نے طلاق دے دی تو واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اور منتقی میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے باپ کے ہاتھ میں دیا پس اس کے باپ نے کہا کہ میں نے اس کو قبول کیا تو مطلقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اجناس ناطفی میں مذکور ہے کہ دو مردوں نے ایک مرد پر گواہی دی اور دونوں نے کہا کہ ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہم کو حکم دیا تھا کہ ہم اس کی بیوی کو یہ بات پہنچا دیں کہ اس نے عورت کا امر اس کے ہاتھ میں دیا ہے اور ہم کو خبر پہنچی کہ اس کے بعد عورت نے اپنے نفس کو طلاق دے دی تو دونوں کی گواہی جائز ہوگی اور اگر دونوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلاں نے ہم سے کہا کہ تم دونوں میری بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں کر دو پس ہم دونوں نے اس کا امر اس کے ہاتھ میں کر دیا تو گواہی جائز نہیں ہے یہ فصول استروشنی میں ہے امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک مرد کی دو عورتیں ہوں پس اس نے کہا کہ تم دونوں کا امر تم دونوں کے ہاتھ میں ہے تو جب تک دونوں متفق نہ ہوں گی تب تک دونوں میں سے کوئی مطلقہ نہ ہوگی اور اگر ایک عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اور اس بیوی کا امر تیرے ہاتھ ہے پس اس نے دوسری بیوی کو طلاق دے دی پھر اپنے آپ کو طلاق دی تو طلاق واقع ہوگی اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ میری عورتوں کا امر تیرے ہاتھ میں ہے یا کہا کہ میری جس عورت کو چاہے طلاق دے دے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اپنے آپکو طلاق دے دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ میری عورتوں میں سے کسی ایک عورت کا امر تیرے ہاتھ میں ہے اور طلاق کی نیت کی پس اس نے ایک بیوی کو طلاق دے دی پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس کی نہیں بلکہ دوسری کی نیت کی تھی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا اس کا امر اس کے ہاتھ ہے پس اگر مخاطبہ نے یا دوسری نے اپنے آپ کو طلاق دے دی تو دوسرا اختیار باطل ہو جائے گا اور اگر دونوں نے معاً اپنے آپ کو طلاق دے دی تو دونوں میں سے ایک مطلقہ ہو جائے گی اور اس کا بیان شوہر کے ذمہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے ایک فضولی نے دوسرے کی بیوی سے کہا میں نے تیرا امر تیرے اختیار میں کر دیا پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا پھر شوہر کو اس کی خبر پہنچی پس اس نے اس سب کی اجازت دے دی تو عورت کے اختیار کر لینے سے طلاق واقع نہ ہوگی لیکن جس مجلس میں اس کو شوہر کی اجازت دینے کا حال معلوم ہوا ہے اس مجلس تک اس کو اختیار حاصل[2] ہو جائے گا اور اسی طرح اگر عورت نے خود کہا کہ میں نے اپنے امر کو اپنے ہاتھ میں کر دیا اور اپنے نفس کو اختیار کر لیا پس

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکم سب اماموں کے نزدیک متفق ہے اور شاید کہ امامؒ کے نزدیک واقع نہ ہو کیونکہ دونوں نے مرد کے خلاف مراد لیا تو حکم باطل ہوا اور شاید علم نہ ہونے سے ظاہر پر حکم ہو تو اتفاقی ہوگا اور یہی ظاہر ہے۔

(۱) یعنی دے دیا۔

(۲) چنانچہ اب چاہے تو اپنے نفس کو اختیار کرے۔

شوہر نے اس سب کی اجازت دے دی تو طلاق واقع نہ ہوگی لیکن اجازت دینے پر عورت کا امر اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنا امر اپنے ہاتھ میں کر دیا اور اپنے نفس کو طلاق دے دی پھر شوہر نے اس کے بعد اجازت دی تو فی الحال ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور عورت کا امر اس کے اختیار میں ہو جائے گا چنانچہ اگر اس نے پھر اپنے نفس کو اختیار کیا تو دوسری طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور شوہر نے اجازت دی تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بائنہ کر دیا اور شوہر نے اجازت دی تو شوہر کی نیت ہونے پر طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا اور شوہر نے اجازت دے دی تو شوہر ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اس واسطے کہ حلال کا حرام کر لینا ایلاء ہے لیکن ہمارے عرف میں یہ قول طلاق ہو گیا ہے پس عورت پر طلاق واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

مسئلہ ذیل کیا ہمارے عرف میں بھی بعینہ ہے؟

قال المترجم ہمارے عرف میں ایسا نہیں ہے پس ایلاء ہونے کا حکم اشبہ ہے واللہ اعلم اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دے دی پس شوہر نے کہا کہ البتہ میں نے اس کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے اور عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور طلاق واقع ہونے کے واسطے اجازت کے وقت شوہر کی نیت طلاق ہونا شرط نہیں ہے اور اگر اجازت دینے کے وقت شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو نیت صحیح نہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنا امر اپنے ہاتھ میں کر دیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس کی اجازت دے دی اور شوہر کی نیت طلاق کی ہے تو امر عورت اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے خیار اپنی طرف کر لیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس کی اجازت دے دی اور شوہر کی نیت طلاق ہے تو خیار عورت کو حاصل ہو جائے گا یہ محیط میں ہے ایک شخص کو خبر دی گئی کہ فلاں نے تیری بیوی کو طلاق دے دی ہے پس اس نے کہا کہ جو اس نے کیا اچھا ہے یا کہا کہ اس نے برا کیا تو بعض نے فرمایا کہ اول صورت میں واقع ہوگی اور دوسری صورت میں واقع نہیں ہو گی اور یہی ظاہر ہے اور یہی ماخوذ ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے اگر عورت نے کہا کہ میں کل اپنا امر اپنے اختیار میں کیا پس اپنے نفس کو اختیار کر لیا ہے اور شوہر نے کہا کہ تو نے سچ کہا اور میں نے اس کی اجازت دے دی تو اس وقت بیوی کو اختیار حاصل ہوگا اور قبل اس کے جو اس نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تھا وہ باطل ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے کل کہا تھا کہ آج کے روز میرا امر میرے اختیار میں ہے پس شوہر نے کہا کہ میں نے اجازت دے دی تو صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ وہ دن گزر گیا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر ایک شخص نے کہا کہ زید کی بیوی طالقہ ہے پس زید نے کہا کہ میں نے اجازت دے دی یا میں راضی ہوا یا میں نے اس کو اپنے نفس پر لازم کیا تو اس پر طلاق لازم ہوگی یہ محیط میں ہے۔

معطوف اپنے معطوف علیہ کی تفسیر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا:

اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے اختیار میں کرنا تیرے ہاتھ ہزار درہم کو فروخت کیا پس اگر عورت نے اسی مجلس میں اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال لازم آئے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا اور تیرا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا تو یہ دو تفویض ہیں اور اسی طرح اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور اگر کہا جعلت امرك بيدك فامرك بيدك یعنی میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ کر دیا پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو یہ ایک تفویض ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شوہر نے چند

الفاظ تفویض کو جمع کر دیا مثلاً کہا کہ امرك[1] بیدك اختاری طلقی پس اگر ان الفاظ کو بغیر حرف صلہ ذکر کیا تو ہر ایک کلام مبتدا قرار دیا جائے گا اور اگر بحرف فا، ذکر کیا تو جو لفظ بحرف فا، مذکور ہے تو وہ تفسیر قرار دیا جائے گا بشرطیکہ تفسیر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور نیز امر بالید کی تفسیر امر بالید سے نہ ہوگی اور اسی طرح اختیار کی تفسیر اختیار سے نہ ہوگی اس واسطے کہ کوئی لفظ خود اپنی تفسیر نہیں ہو سکتا ہے اور جب تفسیر نہ ہو سکا تو ماتقدم کی علت قرار دیا جائے گا اور اگر علت بھی نہ بن سکا تو معطوف قرار دیا جائے گا اور اگر بحرف واؤ ذکر کیا تو واسطے عطف کے ہوتا ہے پس عطف ہوگا اور تفسیر نہ ہوگا اس واسطے کہ معطوف اپنے معطوف علیہ کی تفسیر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اور جب ایک دوسرے پر عطف کئے گئے تو جو تفسیر آخر میں مذکور ہوگی تو وہ سب کی تفسیر قرار دی جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر خیار و امر بالید کو مکرر بدوں حرف واؤ کے ذکر کیا اور آخر میں تفسیر ذکر کی تو یہ تفسیر فقط اسی کی ہوگی جو اس کے متصل ہے اور اس کے ماقبل کی نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ امرك بیدك طلقی نفسك یا کہا کہ اختاری طلقی نفسك یعنی تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے اپنے نفس کو طلاق دے دے یا کہا اختیار کر تو اپنے نفس کو طلاق دے دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور عورت پر کچھ نہ واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس اختیار کر تو پس اپنے نفس کو طلاق دے دے اور بیوی نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا اور شوہر نے کہا کہ میں نے ان میں سے کسی سے طلاق کی نیت نہیں کی تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور عورت پر ایک طلاق بائنہ ہوگی اور یہ اس قول سے واقع ہوگی کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے مگر شوہر سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس سے تین طلاق کی نیت نہیں کی تھی اور اگر عورت سے کہا کہ اختیار کر تو پس تیرا کام تیرے ہاتھ ہے پس اپنے نفس کو طلاق دے دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو امرک بیدک یعنی تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اس قول سے اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے نفس کو طلاق دے یا کہا کہ تو اختیار کر پس اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی یا میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے اور اپنے نفس کو طلاق دے یا کہا کہ تو اختیار کر اور اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا پس اگر شوہر نے طلاق کی نیت نہ کی ہو تو عورت پر کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو تصریح لفظ کی وجہ سے عورت پر ایک طلاق رجعی واقع ہوگی لیکن اگر شوہر نے اپنے اس قول سے کہ اپنے نفس کو طلاق دے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی۔

اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور تو اختیار کر اور اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اور تو اختیار کر پس تو اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر اور تیرا کام تیرے ہاتھ ہے پس تیرا کام تیرے ہاتھ ہے تو بھی یہی حکم ہے کہ کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے اور تو اختیار کر پس اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو عورت پر دو طلاق واقع ہوں گی مگر اس کے ساتھ شوہر سے قسم لی جائے گی کہ اس نے امر بالید سے تین طلاق کی نیت نہیں کی تھی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو اختیار کر اور تو اختیار کر پس اپنے نفس کو طلاق دے دے یا کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے نفس کو طلاق دے دے تو بھی یہی حکم ہے یہ غایۃ

---

[1] یعنی مرد نے عورت سے کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے تو اپنے کو اختیار کر طلاق دے دے۔

... بی میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ کر دیا پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس اپنے نفس کو طلاق دے تو امر ایک ہی ہوگا اور تیرا جملہ اس امر کی تفسیر ہو گیا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ اختیار کر تو پس اختیار کر تو پس تو اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو دو طلاق بائن ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے نفس کو طلاق دے دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ تو اختیار کر پس تو اپنے نفس کو طلاق دے اور تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو دو طلاق بائن واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اختیار کر پس اپنے نفس کو طلاق دے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا یوں کہا کہ تو اختیار کر پس تو اپنے نفس کو طلاق دے پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اگر کہا کہ تو اختیار کر پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور اپنے نفس کو طلاق دے پس اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر اپنے نفس کو طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اختیار کر اور اختیار کر اور اپنے نفس کو ایک طلاق دے یا پس اپنے نفس کو طلاق دے پس اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک بائنہ واقع ہوگی اور اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے نیت نہ کی تھی تو اس کی تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا میں نے خیار تیرے ہاتھ میں کر دیا پس تو اپنے نفس کو طلاق دے یا تو اپنے نفس کو طلاق دے پس میں نے خیار تیرے ہاتھ میں کر دیا پس اس نے اپنے نفس کو طلاق دی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ طلاق دے اپنے نفس کو پس اختیار کر پس عورت نے کہا کہ میں نے اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو دو طلاق بائنہ واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اختیار کر اختیار کر اختیار کر پس اپنے نفس کو طلاق دے اور کچھ نیت عدد نہیں کی ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر خاموش رہا پھر کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے آیا تجھے کافی نہیں ہے کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے دے اور امر بالید سے کچھ نیت نہیں کی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو واقع نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اختیار کر اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا کہا کہ تیرا کام تیرے ہاتھ ہے تو اختیار کر پس تو اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو اختیار کر اور تو اختیار کر اور کچھ نیت نہ کی تو سب صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا پس تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اگرچہ شوہر کی نیت ہو یا وہاں کوئی قرینہ ہو مثلاً حالت مذاکرہ طلاق ہو تو بھی ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا اور تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو دو طلاق بائنہ واقع ہوں گی۔

اگر عورت سے کہا کہ تیرا اَمر تیرے ہاتھ ہے پس تو اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر پس تیرا اَمر تیرے ہاتھ ہے تو حکم اَمر بالید کا ہوگا:

اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے ایسی طلاق دے کہ تین رجعت کا مالک رہوں پس میں نے تین تطلیقات بائن

میں تیرا امر تیرے ہاتھ میں کر دیا پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا طلاق دی تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ کافی میں ہے اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے اور تو اختیار کر پس عورت نے اختیار کیا تو بائنہ طلاق واقع ہوگی اور اگر طلاق دی تو دو واقع ہوں گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ میں بدیں علت ہے کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے یا تا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے پس اس نے اپنے نفس کو طلاق دی تو بائنہ ہوگی یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو جب تک اس اپنی مجلس میں وہ اپنے نفس کو اختیار نہ کرے تب تک طلاق واقع نہ ہوگی اور جب اسی مجلس میں اختیار کیا تو شوہر کو اختیار دیا جائے گا چاہے ایک تطلیقہ سے طلاق واقع کرنا اختیار کرے یا عورت کے اپنے نفس کو اختیار کرنے سے واقع کرے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اختیار کر یا کہا کہ تو اختیار کر پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو حکم امر بالید کا ہوگا چنانچہ اگر اس نے تین طلاق کی نیت کی ہو تو نیت مذکور صحیح ہوگی اور اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت سے انکار کیا اور ایک کا اقرار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے نفس کو کل طلاق دے تو یہ قول کہ پس اپنے نفس کو کل طلاق دے یہ مشورہ ہے پس عورت کو اختیار ہے کہ فی الحال اپنے آپ کو طلاق دے دے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس تو اپنے آپ کو تین طلاق باوقات سنت دے دے یا جب کل کا روز ہو تو دے دے تو ایسی صورت میں عورت کو اختیار ہوگا کہ اسی مجلس میں اپنے آپ کو تین طلاق دے دے اور سنت کی قید یا شرط[1] مذکور لغو قرار پائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو اپنے نفس کو تین طلاق باوقات سنت دے یا جس وقت کل کا روز آئے تو دے اور امر مذکور سے کچھ نیت نہیں کی تو امر لغو ہوگا اور اس کے سوائے جو کرے گی وہ بھی صحیح ہوگا پس عورت کو اختیار[2] ہوگا چاہے اپنے آپ کو تین طلاق بسنت دے یا جب کل کا روز ہو تب دے دے یہ کافی میں ہے جو تفویض معلق بشرط ہو یا تو وہ مطلق از وقت ہوگی یعنی وقت کی تقیید نہ ہوگی یا موقت ہوگی پس اگر مطلق ہو مثلاً کہا کہ جب فلاں آئے تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر فلاں شخص آیا تو جب[!] اس کو فلاں کے آنے کے وقت اس کا حال معلوم ہوئے تو جس مجلس میں معلوم ہوا ہے اسی مجلس تک عورت کا امر اس کے ہاتھ میں رہے گا اور اگر تفویض شرطیہ موقت ہو مثلاً کہا کہ جب زید آئے تو تیرا امر تیرے ہاتھ میں ایک روز ہے یا کہا کہ اسی روز ہے کہ جس روز وہ آئے تو عورت کو اس پورے روز تک خیار رہے گا بشرطیکہ اس کو زید کے آنے کا علم ہو جائے لیکن بات اتنی ہے کہ جس صورت میں ایک روز بطور نکرہ ذکر کیا ہے عورت کو ایک روز کامل خیار رہے گا اور جس صورت میں بطور معرفہ ذکر کیا ہے یعنی اس روز کہ جس میں زید آئے خیار ہے تو معرفہ کی صورت میں اس باقی روز تک خیار رہے گا اور عورت مذکور کے مجلس سے اٹھنے سے خیار باطل نہ ہوگا اور عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس تمام وقت میں ایک بار سے زیادہ اپنے نفس کو اختیار کرے اور اگر عورت کو زید کے آنے کا حال

[!] قال المترجم تو امر مذکور عورت کے ہاتھ میں ہوگا جبکہ عورت اپنی اس مجلس میں آگاہ ہوئی جس میں وہ آیا ہے ہکذا فہم من اللغۃ الاصل الموجودۃ وکان فیہا تصحیف بعض الالفاظ فتامل واللہ اعلم الا ان یترجم ہکذا تو عورت کو اپنی مجلس بھر اختیار رہے گا جبکہ اسی مجلس میں جس میں زید آیا ہے وہ آگاہ ہوگئی ہو اور مراد یہ ہے جس وقت زید آیا ہے اس وقت جس مجلس میں عورت وہ مذکورہ تھی اسی مجلس بھر عورت کو خیار رہے گا بشرطیکہ عورت آگاہ ہوئی ہو۔

(۱) جب کل آئے۔

(۲) یعنی یہ بھی اختیار ہوگا۔

معلوم ہوا یہاں تک کہ وقت گزر گیا تو اس کو اس تفویض کی رو سے کبھی خیار نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر کہا کہ میری بیوی کا امر فلاں کے ہاتھ ایک ماہ ہے تو جس وقت یہ لفظ کہا ہے اس سے متصل اگلا جو مہینہ آتا ہے وہی یہ مہینہ قرار دیا جائے گا اور اس مہینے کے گزر جانے سے یہ تفویض باطل ہو جائے گی اگرچہ فلاں کو اس تفویض کا علم نہ ہوا ہو اور اگر کہا کہ جب یہ مہینہ گزر جائے تو میری عورت کا امر فلاں کے ہاتھ ہے پھر یہ مہینہ گزر گیا تو فلاں کو اپنی مجلس علم میں یہ اختیار حاصل ہوگا اگرچہ دو مہینے گزرنے کے بعد اس کو آگاہی[1] ہوا اس[(۱)] واسطے کہ تفویض مذکور اس مہینہ کے گزرنے پر معلق ہے اور جو امر معلق بشرط ہو وہ شرط پائی جانے کے وقت مثل مرسل کے ہو جاتا ہے اور اگر بطور مرسل بعد مہینہ گزرنے کے فلاں کو تفویض کرے تو فلاں کو اپنی مجلس بھر ہی اختیار رہے گا پس ایسا ہی اس صورت میں بھی ہے اور اگر کہا کہ میری بیوی کا امر بعد مہینہ گزرنے کے فلاں وفلاں کے اختیار میں ہے پھر ایک مہینہ گزر گیا پھر دونوں میں سے ایک کو معلوم ہوا اور وہ طلاق دینے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو امر مذکور باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے طلاق دے دی تو موقوف رہے گی یہاں تک کہ دوسرے کو اس تفویض کا علم ہو پس اگر اس نے اپنی مجلس علم میں طلاق دی تو واقع ہو جائے گی ورنہ باطل ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

معینہ مدت تک قرض ادا نہ کر سکنے پر مقروض کی عورت کو طلاق دینے کا وکیل ہونا:

ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ اگر تو مجھے میرا قرضہ ایک مہینہ تک ادا نہ کرے تو تیری بیوی کا امر میرے ہاتھ ہوگا پس قرضدار نے کہا کہ ایسا ہی ہو پھر شرط پائی گئی یعنی قرضدار نے ادا نہ کیا تو قرض خواہ کو اختیار حاصل ہوگا کہ اس کی بیوی کو طلاق دے دے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کہا کہ جب فلاں مہینہ آئے تو اس میں سے ایک روز تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا کہا کہ روز جمعہ کے ایک گھڑی تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور اس کی کچھ نیت[(۲)] نہ تھی تو یہ کچھ نہیں ہے لیکن جس مجلس میں یہ لفظ کہا ہے اگر اسی مجلس میں یہ روز یا یہ ساعت بیان کر دی تو اس کے بیان پر رکھا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ جب چاند ہو تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس اگر عورت کو معلوم ہوا کہ چاند ہوا ہے مگر اس نے اپنے نفس کو اس مجلس میں اختیار نہ کیا تو عورت کے ہاتھ سے اختیار نکل جائے گا اور اگر چاند کے چند روز بعد عورت آئی اور کہا کہ مجھے چاند کا حال معلوم نہیں ہوا تھا پس اگر عورت کوئی ایسی بات لائی کہ میری رائے میں وہ سچی معلوم ہوئی تو میں اس کو اس پر قسم دلاؤں گا اور اس کا قول قبول کروں گا اور اختیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اگر ایسی بات لائی کہ مجھے اس میں جھوٹی معلوم ہوئی تو میں اس کا قول قبول نہ کروں گا یہ محیط میں ہے اگر اپنی بیوی سے کہا کہ جس وقت میں دوسری عورت سے تیرے اوپر نکاح[(۳)] کروں تو اس عورت کے امر کا اختیار تیرے ہاتھ ہے پھر اس عورت کو خلع دے دیا یا بائنہ طلاق دے دی یا تین طلاق دے دیں پھر دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس دوسری کا امر اس عورت کے ہاتھ میں نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ جب میں دوسری عورت سے نکاح کروں تو اس کا امر تیرے ہاتھ ہے اور یہ نہ کہا کہ تیرے اوپر پھر اس عورت کو خلع دے دیا یا طلاق بائن یا تین طلاق دے دیں پھر دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس کا امر پہلی عورت کے ہاتھ میں ہوگا اور اگر عورت سے کہا

---

[1] قال کیونکہ یہ تفویض کسی وقت خاص کے واسطے نہیں ہے پس بعد مہینہ مذکور گزرنے کے اس کو اختیار ملے گا لیکن جب آگاہی ہو اگرچہ بہت دن گزر جائیں۔

(۱) دلیل امر کی کہ فلاں کو فقط مجلس علم بھر ہی اختیار رہے گا۔

(۲) کہ کون روز اور کون ساعت مراد ہے۔

(۳) تیرے ہوتے ہوئے۔

کہ جس وقت میں اس نکاح میں تیرے اوپر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اس کا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا یا تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہوگا پھر شوہر نے اس عورت کو ایک طلاق بائنہ دے دی پھر دوبارہ نکاح کیا پھر اس پر دوسری عورت بیاہ لایا تو امر مذکور اس کے ہاتھ میں نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے۔

پیوستگی اگر جاتی رہے اور منقطع ہو جائے تو پھر پیوستگی نہیں پیدا ہو سکتی ہے:

اگر عورت سے کہا کہ ان تزوجت علیك ما دمت فی نکاحی او کنت فی نکاحی فامرك بیدك اگر میں تجھ پر دوسری عورت سے نکاح کروں مادامیکہ تو میرے نکاح میں ہے یا جب تک کہ تو میرے نکاح میں ہو پس تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر اس کو طلاق بائن دے دی یا خلع دے دیا پھر اس سے نکاح کیا پھر اس کے اوپر دوسرا نکاح کیا تو اس قول کی صورت میں کہ مادامیکہ تو میرے نکاح میں ہے عورت مذکورہ کے ہاتھ میں اس کا امر نہ ہو جائے گا قال المترجم ظاہرا مادام میں معنی پیوستگی کا لحاظ کیا گیا کہ ہر چند اس وقت یہ عورت اس کے نکاح میں ہے مگر پیوستہ نہیں رہی بلکہ بیچ میں طلاق یا خلع پایا ہے فافہم اور اس قول کی صورت میں کہ جب تک تو میرے نکاح میں ہو بھی ایسا ہی ہے بنابر روایت کتاب الایمان مختصر کرخیؒ کے کہ اس مختصر کی کتاب الایمان میں مذکور ہے کہ کہ مادمت و ما کنت دونوں یکساں ہیں اور مجموع النوازل میں ان دونوں میں فرق کیا ہے اور اشارہ کیا ہے کہ ما کنت کی صورت میں جبکہ عورت کو خلع دینے کے بعد پھر اس سے نکاح کرنے کے بعد اس پر دوسرا نکاح کیا تو عورت مذکور مختار ہوگی اس واسطے کہ کون بعد کون کے ہو سکتا ہے یعنی ایک ہونا اگر جاتا رہے تو پھر اس کے بعد ہونا متحقق ہو سکتا ہے اور دیمومت بعد دیمومت کے نہیں ہو سکتی ہے یعنی پیوستگی اگر جاتی رہے اور منقطع ہو جائے تو پھر پیوستگی نہیں پیدا ہو سکتی ہے یہ فصول استروشنی میں ہے وقال المترجم پوشیدہ نہیں ہے کہ ما کنت میں ما بمعنی مادام ہے اگر چہ لفظ دام نہیں مذکور ہے پس ما کنت کو بمعنی مادام کنت ہونا چاہئے پس مادمت و ما کنت معنی واحد ہوئے اگر چہ لفظاً فرق ہوا بنابریں فرق محل تامل ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کمال فرق ترجمہ اس قدر ہے کہ جو مترجم نے کیا ہے اینکہ یہ تامل اس[1] ترجمہ میں بھی مرعی ہے بل تمیفی ان یراعی لمعاقلہ من کل الوجوہ فلیتامل ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں کر دیا بشرط آنکہ اس پر دوسری عورت سے نکاح کرے پھر اس عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ[ا] کیا کہ تو نے فلاں سے مجھ پر نکاح کیا ہے اور فلاں مذکورہ حاضر ہے کہتی ہے کہ میں نے اپنے نفس کو اس مرد کے نکاح میں دیا ہے اور گواہوں نے نکاح کی گواہی دی تو یہ عورت مختار[2] ہو جائے گی اور اگر فلاں مذکورہ غائب[3] ہو پس اس عورت نے شوہر پر گواہ قائم کئے کہ تو نے مجھ پر فلاں بنت فلاں بن فلاں سے نکاح کیا ہے اور میرا امر میرے قبضہ میں ہو گیا پس آیا اس دعویٰ کی سماعت ہوگی یا نہ ہوگی تو اس میں دو روایتیں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ سماعت نہ ہوگی اس واسطے کہ فلاں مذکورہ پر اثبات نکاح کے واسطے یہ عورت مذکورہ خصم نہیں ہے یہ فصول

[ا] مترجم کہتا ہے کہ عورت کے قبضہ میں امر طلاق بھی حق مالی کو متضمن ہے مانند وجوب مہر و تا کد وغیرہ پھر عورت اگر چہ فلاں عورت پر اثبات نکاح میں خصم نہیں لیکن اپنے ذاتی حق میں خصم ہے تاکہ اس کو تمام و کمال حاصل کرے پس مقام قابل تامل ہے اگر کہو کہ عورت کی سماعت سے فلاں پر نکاح خود ثابت ہوگا اور تم بھی کہتے ہو کہ وہ نکاحی اثبات میں خصم نہیں ہوتی جواب دیا جائے کہ سماعت بحق عورت ہے نہ بنکاح دیگر اگر کہو کہ حق مذکور سے نکاح مستور خود ثابت ہو جائے گا جواب یہ کہ اگر تمہاری یہ مراد ہے کہ یہ بھی ایسے مواضع میں سے ہے کہ جہاں متوقف اور متوقف علیہ سے وسط کا ثبوت لازم ہے تو تم نے تسلیم کیا جو ہم نے کہا تھا اور اگر تم بدوں وسط کے لازم کہتے ہو تو ہمارے نزدیک ممنوع ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) اس واسطے کہ جب تک ہمارے محاورہ میں پیوستگی پر دال ہے جیسے ما کنت محاورہ عرب میں فافہم۔

(۲) یعنی امر بالید کی مختار ہوگی۔ (۳) یعنی امر بالید حاصل ہونے کے۔

عمادیہ میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر اس کو ایک طلاق بائنہ دے دی یا دو طلاق بائنہ دے دیں تو امر مذکور باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر پھر اس سے نکاح کیا پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو امر اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا خواہ عورت مذکورہ سے عدت میں نکاح کیا ہو یا بعد انقضائے عدت کے اور خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو چنانچہ اگر غیر مدخولہ سے بھی پھر نکاح کیا پھر اس نے اپنے آپ کو طلاق دی تو واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو فلاں شخص کے دار میں داخل ہوئی تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر وہ فلاں کے دار میں گئی پھر اپنے نفس کو طلاق دی پس اگر اس جگہ سے جہاں دار میں داخل ہونے والی قرار دی گئی ہے دور ہونے[1] سے پہلے اپنے نفس کو طلاق دی تو طلاق پڑ جائے گی اور اگر دو قدم چل کر پھر اپنے نفس کو طلاق دے دی تو مطلقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھ سے غائب ہوا پس تو میری غیبت میں ایک دن یا دو دن ٹھہری تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو فرمایا کہ اگر عورت مذکورہ ایک روز ٹھہری تو اس کا امر اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا اور ایسی صورت[2] میں دونوں باتوں میں سے اول بات پر حکم لگایا جاتا ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کے ہاتھ میں اس کا امر اس شرط سے دیا کہ اگر وہ اس عورت سے اتنی مدت غائب ہو جائے تو عورت کا امر اس کے ہاتھ ہے کہ اپنے نفس کو جب چاہے طلاق دے دے پھر اس مدت مذکورہ بھر غائب رہا مگر اس مدت کے آخر روز میں حاضر ہو گیا پھر آن کر دیکھا تو یہ عورت خود غائب ہو گئی یہاں تک کہ یہ مدت مذکورہ پوری تمام ہو گئی تو شیخ امام استادؒ نے فتویٰ دیا کہ عورت کا امر اس کے اختیار میں رہے گا اور قاضی امام فخر الدین[3] نے فتویٰ دیا کہ اگر مرد مذکور اس عورت کی جگہ جانتا ہو کہ کہاں ہے تو عورت کا امر اس کے ہاتھ نہ ہوگا اور فرمایا کہ یہ اس وقت ہے کہ عورت مدخولہ ہو اور اگر غیر مدخولہ ہو تو غیر مدخولہ سے اتنی مدت تک غائب ہونے سے اس کا امر اس کے ہاتھ نہ ہوگا اور اگر مدخولہ ہو اور اس سے اتنی مدت تک غائب رہا لیکن وہ شہر میں رہا مگر اس کے گھر نہیں آتا تھا تو عورت کا امر اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا اور فرمایا کہ ایسا ہی شیخ قاضی امام نے فتویٰ دیا ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ اگر میں بلدہ بخارا سے تیری بلا اجازت نکلوں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے:

اگر کہا کہ اگر میں کورہ[4] سے غائب ہو جاؤں تو عورت کا امر اس کے ہاتھ میں ہے تو جب ہی وہ شہر سے نکل کر اطراف و دیہات میں پہنچے گا تب ہی عورت کا امر اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے فتاویٰ امام ظہیر الدین میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں اس شرط سے دیا کہ جب وہ اس عورت سے بخارا سے اس مکان سے جس میں دونوں رہتے ہیں دو مہینہ تک غائب ہو تو عورت مذکورہ مختار ہے جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے دے پھر وہ بخارا سے دو مہینہ تک غائب رہا لیکن یہ امر اس عورت سے دخول کرنے سے پہلے واقع ہوا اور عورت نے قبل اس کے مدخولہ ہونے کے اپنے نفس کو طلاق دے دی تو طلاق نہ پڑے گی اس واسطے کہ وہ عورت سے ایسے مکان سے غائب نہیں ہوا جس میں دونوں رہتے تھے اس لئے کہ ایسے مکان سے جس میں دونوں رہتے ہوں یہ مراد ہوتی ہے کہ مکان سکونت و ازدواج ہو یہ فصول استروشنی میں ہے قال المترجم ہمارے عرف

---

(۱) یعنی یہیں چلا گیا اور سفر کر گیا۔

(۲) یعنی کہا کہ ایک دن یا دو دن تو پہلے یعنی ایک دن پر حکم ثابت ہوگا۔

(۳) صاحب فتاویٰ مشہورہ۔

(۴) یعنی خاص شہر۔

میں مکان سے یہ معنی مراد نہیں ہوتے ہیں پس اگر یہی علت عدم طلاق ہوتو واقع ہونا چاہئے ہے فلیتامل۔ اگر کہا میں بخارا سے غائب ہوں تو واضح رہے کہ بخارا خاص قصبہ پر اطلاق ہوتا ہے یہ اکثر مشائخ کا قول ہے اور امام سرخسی نے فرمایا کہ کرینہ سے فرین تک سب بخارا ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں بلدہ بخارا سے تیری بلا اجازت نکلوں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے جب چاہے تو طلاق دے دے پھر خود کوک[1] سرائے کو گیا اور وہاں دو دن رہا تو عورت پر طلاق واقع[2] نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے شیخ نجم الدین نسفی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں اس شہر سے غائب ہو جاؤں اور میرے غائب ہونے پر چھ مہینہ گزریں تو میری بیوی کا امر تیرے ہاتھ ہے حتیٰ کہ تو اس کو اس کے باقی مہر کے اور نفقہ عدت کے عوض خلع کر دے پھر وہ غائب ہوا اور چھ مہینہ تک نہ آیا تو شیخ نجم الدینؒ نے فرمایا کہ یہ توکیل مطلق ہے حتیٰ کہ اگر غیر[3] مذکور مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو باطل نہ ہوگی اور ان کے سوائے اور مشائخ سمرقند و بخارا نے فتویٰ دیا کہ یہ تملیک[4] ہے حتیٰ کہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے سے باطل ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

عورت کو نفقہ نہ دینے پر اختیار دیا اور کچھ عرصہ بعد نفقہ اتنا قلیل بھیجا کہ قاضی سمجھے کہ لا حاصل ہے تو عورت کا اختیار برقرار رہے گا:

ایک شخص نے اپنی بیوی کا کام اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ اگر وہ عورت کو اتنی[5] چیز ایسے وقت نہ دے تو عورت کو اختیار ہے جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے دے پھر وقت گزر گیا اور عورت نے اپنے تئیں طلاق دے دی پھر دونوں نے اختلاف کیا چنانچہ مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کو اس وقت پر چیز مذکور دے دی اور عورت نے اس سے انکار کیا تو طلاق کے حق میں شوہر کا قول قبول ہوگا حتیٰ کہ اس پر وقوع طلاق کا حکم نہ دیا جائے گا اور اس مسئلہ کی اصل وہ مسئلہ ہے جو منتقی میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کے باپ سے کہا کہ اگر میں چالیس روز تک تیرے پاس نہ آؤں تو میری بیوی کا امر تیرے ہاتھ ہے پھر جب اس کی اس گفتگو کی گھڑی سے چالیس دن مع رات گزر گئے تو عورت کا امر اس کے باپ کے ہاتھ ہوگا جب تک وہ اپنی اس مجلس میں ہے پھر اگر شوہر نے اس کے بعد دعویٰ کیا کہ میں تیرے پاس آیا تھا اور عورت کے باپ نے کہا کہ تو میرے پاس نہیں آیا تو شوہر کا قول مقبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ اس شرط سے دیا کہ اگر مرد اس عورت سے تین مہینہ غائب ہو گیا اور عورت کو اس کا نفقہ نہ پہنچا پس وہ اپنے کو جب چاہے طلاق دے دے پس مرد نے اس کو پچاس درہم بھیجے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس قدر مدت کا عورت کا یہ نفقہ پورا نہ ہو تو عورت کا امر عورت کے ہاتھ ہو جائے گا اور اگر نفقہ کی کچھ مقدار مفروضہ ہو اور عورت نے اپنا نفقہ شوہر کو ہبہ کر دیا پھر مدت گزر گئی اور عورت کو اس کا نفقہ نہ پہنچا تو عورت کا امر اس کے ہاتھ میں نہ ہوگا اور امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسم مرتفع[6] ہوگی اور اگر عورت نے نفقہ ہبہ نہیں کیا ہے مگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو نفقہ بھیج دیا ہے اور اس کو پہنچ گیا اور عورت

---

(۱) بخارا میں داخل ہے۔
(۲) یعنی اگر عورت نے اپنے آپ کو طلاق دی۔
(۳) قبل قبول کے۔
(۴) یعنی اختیار دیا ہے۔
(۵) مثلاً چار روپیہ ماہواری یا دس درہم ماہ رمضان آئندہ میں۔
(۶) مرتفع یعنی تمام ہو جائے گی۔

نے انکار کیا تو چاہئے کہ شوہر کا قول قبول ہو اور کہا کہ میں نے قاضی امام استاد فخر الدینؒ سے ایسا ہی سنا ہے پھر بعد مدت کے انہوں نے اس سے رجوع کیا اور فرمایا کہ شوہر کا قول قبول نہ ہوگا اور ایسا ہی ہر جگہ جہاں ایفاء حق کا مدعی ہو یہی حکم ہوگا اور فصول استروشنی میں ہے کہ عورت کا قول قبول ہوگا اور یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کہا تجھے تیرا نفقہ دس روز میں نہ پہنچے تو تیرے ہاتھ ہے پھر ان ایام میں عورت مذکورہ نے نشوز (سرکشی) کی:

ذخیرہ میں بحوالہ منتقی مذکور ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں اس مہینے میں تجھے تیرا نفقہ نہ بھیجوں تو تو طالقہ ہے یا کہا کہ اگر میں تجھے اس مہینہ کا تیرا نفقہ نہ بھیجوں تو تو طالقہ ہے پس اس نے ایک آدمی کے ہاتھ اس کا نفقہ روانہ کیا اور وہ ایلچی کے ہاتھ میں ضائع ہو گیا تو مرد مذکور حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے ضرور روانہ کیا ہے یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ دیا کہ جب چاہے ایک طلاق دے دے بشرطیکہ عورت کا نفقہ اس کو نہ بھیجے یہاں تک کہ یہ مہینہ گزر جائے پس اس کا نفقہ ایک مرد کے ہاتھ بھیجا مگر مرد مذکور نے اس عورت کا مکان نہ پایا حتیٰ کہ بعد مہینہ گزر جانے کے عورت کو دیا تو قاضی استروشنی نے جواب دیا ہے کہ عورت کو اختیار ہوگا کہ چاہے اپنے اوپر طلاق واقع کرے وفیہ نظر یعنی اس میں اعتراض ہے اس واسطے کہ اگر نفقہ ایلچی کے ہاتھ میں ضائع ہو گیا تو عورت کا امر اس کے اختیار میں نہیں ہوتا ہے اس وجہ سے کہ شرط یہ تھی کہ ارسال نہ کرے اور یہاں صورت یہ ہے کہ اس نے بھیج دیا ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے بعد دس روز کے پانچ دینار نہ پہنچاؤں تو تیرا امر ایک طلاق میں تیرے ہاتھ ہی جب چاہے پھر یہ ایام گزر گئے اور شوہر نے نفقہ اس کو نہ بھیجا پس اگر شوہر نے اس سے فی الفور کی نیت کی ہو تو عورت کو اپنے آپ پر طلاق واقع کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر فی الفور کی نیت نہیں کی تو عورت واقع نہیں کر سکتی ہے یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک مر جائے یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے ثمر قند سے اپنی بیوی کے پاس سے غائب ہونے کا قصد کیا پس عورت نے اس سے نفقہ کا مطالبہ کیا پس اس نے کہا کہ اگر میں کش سے تیرا نفقہ دس روز تک نہ بھیجوں تو تیرا امر تیرے ہاتھ میں ہے تاکہ تو جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے دے پھر دس روز گزرنے سے پہلے عورت کا نفقہ اس کو روانہ کیا لیکن کش سے نہیں بلکہ کسی دوسرے موضع سے بھیجا پس آیا امر عورت اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا یا نہ ہوگا تو فتاویٰ ظہیر الدین میں ایسی بات مذکور ہے جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کا امر اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا چنانچہ فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ اگر مرد نے کہا کہ اگر میں تیرا نفقہ کرینہ سے دس روز تک نہ بھیج دوں تو تو طالق ہے پھر دس روز گزرنے سے پہلے دوسرے موضع سے روانہ کیا تو قسم میں حانث ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر کہا تجھے تیرا نفقہ دس روز میں نہ پہنچے تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر ان ایام میں عورت مذکورہ نے نشوز کیا یعنی سرکشی کی مثلاً بلا اجازت شوہر کے اپنے باپ کے یہاں چلی گئی اور اس کو نفقہ نہ پہنچا تو امر بالید کے حکم سے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کا اُمر اُس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ جب اس کو بغیر جرم مارے تو عورت جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے:

اگر کہا کہ میں تجھ سے غائب ہو جاؤں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر کسی ظالم نے اس کو قید کر لیا تو عورت کا امر اس کے ہاتھ میں نہ ہوگا اور شیخ نے فرمایا کہ اگر ظالم نے اس پر چلنے کے واسطے جبر کیا پس وہ خود چلا گیا تو عورت کے ہاتھ میں اس کا امر ہو

۱؎ قال علی ہذا اگر یوں کہا کہ اگر اس مہینے تیرا نفقہ نہ بھیجے تو دوسرے مہینے کے شروع ہوتے ہی تو طالقہ ہے پس اس نے بھیجا اور ضائع ہو گیا تو چاہئے کہ طالقہ ہو جائے۔

جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر عورت کے ہاتھ اس کا امر بدیں شرط کر دیا کہ جب وہ اس عورت کو بلا جرم مارے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دے پھر اس کو مارا پھر دونوں نے اختلاف کیا چنانچہ شوہر نے کہا کہ میں نے جرم پر مارا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ جب اس کو بغیر جرم مارے تو عورت جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے پھر عورت بغیر حکم و اجازت شوہر کے گھر سے باہر چلی گئی پس شوہر نے اس کو مارا تو بعض نے فرمایا ہے کہ اگر شوہر اس کو اس کا مہر معجل ادا کر چکا ہے تو عورت کے اختیار میں اس کا امر نہ ہوگا اور اگر مہر معجل اس کو ادا نہیں کیا ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ اس کی بلا اجازت اپنے باپ کے گھر چلی جائے اور مہر معجل وصول کرنے کے لئے اپنے نفس کو شوہر سے باز رکھے پس یہ خروج جرم نہ ہوگا اور شیخ امام ظہیر الدین مرغینانی بالا تفصیل فتویٰ دیتے تھے کہ عورت کے ہاتھ میں اس کا امر نہ ہوگا اور فرماتے تھے کہ عورت کا گھر سے باہر جانا مطلقاً جرم ہے اور اول اصح ہے[1] یہ محیط میں ہے عورت سے کہا کہ اگر مہینہ تک میں تجھے دو دینار نہ دوں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پس عورت نے قرضہ لیا اور شوہر پر اتر ادیا پس اگر شوہر نے اس مدت گزرنے سے پہلے قرضخواہ کو یہ مال دے دیا تو عورت کو ایقاع طلاق کا اختیار نہ ہوگا اور اگر ادا نہ کیا تو ایقاع کا اختیار رہوگا عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے بشرطیکہ میں شہر سے نکلوں[2] الا تیری اجازت سے نکلوں پھر وہ شہر سے نکلا اور عورت بھی اس کے پہنچانے کو باہر نکلی تو یہ امر عورت کی طرف سے اجازت نہیں ہے اور اگر عورت سے اجازت مانگی پس عورت نے اشارہ کیا تو اس کا حکم ذکر نہیں فرمایا ہے یہ وجیز کردری میں ہے میرے جد سے دریافت کیا گیا کہ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ وہ جوا[3] کھیلے پھر اس نے جوا کھیلا پس عورت نے اپنے نفس کو طلاق دے دی پھر شوہر نے دعویٰ کیا کہ تین روز ہوئے جب سے تجھے معلوم ہوا تھا مگر تو نے جس مجلس میں جانا تھا اس میں اپنے نفس کو طلاق نہیں دی اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ مجھے ابھی معلوم ہوا پس میں نے فی الفور طلاق دی ہے تو فرمایا کہ قول عورت کا قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

کہا کہ واللہ میں ان دونوں دار میں داخل ہوں گا یا کہا کہ اگر تو اس دار میں اور اس دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے خواہ طلاق کو مقدم کیا یا مؤخر بیان کیا تو مطلقہ نہ ہوگی:

ایک شخص نے کہا کہ اگر میں کوئی نشہ پیوں[ا] یا تجھ سے غائب ہوں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر ان دونوں باتوں میں ایک بات پائی گئی پس عورت نے اپنے آپ کو طلاق دی پھر دوسری بات پائی گئی تو اب عورت کو اختیار نہ ہوگا کہ اپنے تئیں دوسری طلاق دے اور اگر کہا کہ اگر میں کبھی تجھ کو ماروں یا تجھ سے غائب[4] ہو جاؤں تو جب ایسا کروں تو تیرا امر تیرے اختیار ہے چاہے اپنے نفس کو ایک طلاق دے اور اگر چاہے تو دو اور اگر چاہے تین طلاق دے پھر اگر شرط پائے جانے پر عورت نے اپنے نفس کو ایک طلاق دی تو اسی مجلس میں دوسری طلاق اپنے آپ کو دے سکتی ہے یا نہیں تو فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں تجھ سے چھ مہینہ غائب ہوں اور تجھ کو میں اور میرا نفقہ اس مدت میں نہ ملے تو تیرا امر طلاق تیرے ہاتھ ہے پھر مرد مذکور

ا قال یعنی نشہ کی چیز پس نشہ بمعنی منشی و مسکر ہے۔

(۱) والثانی اصح عندنا۔

(۲) یعنی بلا اجازت نکلوں لیکن اگر تیری اجازت سے نکلوں تو ایسا نہیں ہے۔

(۳) یعنی اگر جوا کھیلے تو امر عورت کے ہاتھ ہے۔

(۴) یعنی کہیں چلا جاؤں۔

غائب ہو گیا اور اس مدت تک خود اس سے نہیں ملا مگر نفقہ عورت کو پہنچ گیا تو عورت کا امر اس کے اختیار میں ہو گا اس واسطے کہ طلاق[1] اس مقام پر اس بات پر معلق ہے کہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں اور ایسا نہ ہو بلکہ ایک بات پائی گئی پس مرد مذکور حانث ہو گا اور اگر کسی نے دو باتوں کے پائے جانے پر معلق کیا تو جب تک دونوں نہ پائی جائیں حانث نہ ہو گا اور جب دونوں پائی جائیں گی حانث ہو گا چنانچہ اگر کہا کہ واللہ میں ان دونوں دار میں داخل ہوں گا یا کہا کہ اگر تو اس دار میں اور اس دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے خواہ طلاق کو مقدم[2] کیا یا موخر[3] بیان کیا تو مطلقہ نہ ہو گی الا دونوں دار میں داخل ہونے سے مطلقہ ہو گی یہ جواہر اخلاطی میں ہے ایک شخص نے اپنی زوجہ صغیرہ کا امر اس کے اختیار میں بدیں شرط دیا کہ جب وہ اس کے پاس سے ایک سال غائب ہو جائے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دے مگر ایسی طرح کہ شوہر کو کوئی خسارہ لاحق نہ ہو پھر شرط پائی گئی پھر عورت نے اس کو مہر و نفقہ عدت سے بری کیا اور اپنے اوپر طلاق واقع کی تو طلاق رجعی واقع ہو گی اور مہر و نفقہ ساقط نہ ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں اس شرط سے کر دیا کہ جب وہ اس کو بغیر جرم مارے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے پھر عورت مذکورہ نے اس سے نفقہ طلب کیا اور بہت اصرار کیا اور اس کے پیچھے لگ گئی تو یہ جنایت نہیں ہے لیکن اگر شوہر کے ساتھ بدزبانی کی یا اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے یا اس کی ڈاڑھی پکڑی تو یہ جنایت ہے اور اگر شوہر کو کہا کہ اے گدھے یا بےوقوف یا خدا تجھے موت دے تو یہ عورت کی طرف سے جنایت ہے اور عورت کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ جب وہ عورت کو بغیر جرم مارے تو وہ اپنے آپ کو طلاق دے دے پھر عورت نے غیر محرم کے سامنے[4] منہ کھولا تو شیخ امام استاد نے فتویٰ دیا کہ یہ جنایت ہے اور قاضی امام فخر الدین نے کہا کہ یہ جنایت نہیں ہے اور فرمایا کہ یہ قول قدوریؒ کے موافق ہے کہ اس کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں محل پردہ نہیں ہیں کذا فی الخلاصہ اور صحیح یہ ہے کہ اگر اس نے ایسے شخص کے سامنے منہ کھول دیا ہے کہ اس عورت سے متہم ہوا یا ہو تو یہ جنایت ہے یہ ظہیریہ میں ہے اگر عورت نے اپنی آواز کسی اجنبی کو سنائی تو یہ جرم ہے اور سنانے کی یہ صورت ہے کہ کسی اجنبی سے باتیں کیں یا عمداً اس طرح باتیں کیں تاکہ اجنبی آدمی سنے یا اپنے شوہر سے اس طرح جھگڑے کے طور پر باتیں کیں کہ اس کی آواز کسی اجنبی نے سنی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی اجنبی کو گالی دی تو یہ جنایت ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر شوہر نے اپنی بیوی کی ماں پر قذف کیا پھر عورت نے بھی شوہر کی ماں کو ایسا ہی کہا تو کیا حکم ہے؟

ایک شخص نے اپنی عورت کا امر اس کے ہاتھ میں اس شرط سے دیا کہ اس کو بغیر جرم[ا] مارے پھر عورت نے کوئی شرعی جنایت کی جس سے مستحق سزائے ضرب ہوئی پس مرد نے اس کو نہیں مارا پھر چند روز بعد اس نے غیر شرعی جنایت کی پس مرد نے اس کو مارا اور عورت نے بحکم امر بالید کے اپنے تئیں طلاق دے دی پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے پہلے جنایت پر مارا ہے پس تو اپنے آپ کو طلاق نہیں دے سکتی ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے دوسری جنایت پر مجھے مارا ہے اور مجھے اپنے تئیں طلاق دینے کا

ا بغیر جرم یعنی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے بغیر جرم کے ماروں تو تیرا امر طلاق تیرے اختیار میں ہو گا اسی طرح اگر نکاح میں یہ عورت کے ولی سے یہ شرط کی تو بھی صحیح ہے۔

(۱) یعنی طلاق ہونا۔

(۲) یعنی جزا۔

(۳) جیسے مذکور ہے۔

(۴) اور اس پر شوہر نے مارا۔

اختیار حاصل ہو گیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ جب اس کو بغیر جرم مارے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دے پس شوہر نے اس پر لعنت کی پھر عورت نے اس پر لعنت کی پس شوہر نے اس کو مارا تو اس میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ یہ جنایت نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے فرمایا کہ جنایت ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح اگر شوہر نے اپنی بیوی کی ماں پر قذف کیا یعنی تہمت[1] زنا لگائی پھر عورت نے بھی شوہر کی ماں کو ایسا ہی کہا تو بھی یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ اس کو بغیر جنایت شرعی مارے پھر عورت نے جھگڑے میں اپنے شوہر کو کہا کہ اے مزدور کے بچے یا اے اعرابی کے بچے پس شوہر نے اس کو مارا حالانکہ شوہر ویسا ہی ہے جیسا عورت نے کہا ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو طلاق دے دے اور اگر عورت نے کہا کہ اے جولا ہے کے بچے پس اگر شوہر ایسا ہی ہے جیسا عورت نے کہا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوا اور یہ جنایت نہ ہوگی کذا فی البحر الرائق قال المترجم اعتبار عرف کا ہے پس جو امور عرفاً بنابز القاب میں شمار ہیں اور ممنوع ہیں وہ جرم ہوں گے اگرچہ شوہر ایسا ہی ہو جیسا عورت نے کہا ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اے پلید پس عورت نے بھی اس کو یوں ہی کہا تو یہ جنایت ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت نے اس لفظ کی جو شوہر نے کہا ہے تصریح کر دی یعنی کہا کہ تو پلید ہے اور اگر تصریح نہ کی مثلاً یوں کہا کہ تو ہی یعنی تو ہی ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ کہ یہ بھی جرم ہے اور ایسا ہوا کہ گویا یوں کہا کہ تو خود پلید ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

قال اگر کہا کہ تو ہی ہوگا تو عند المترجم یہ کچھ نہیں ہے واللہ اعلم اور اگر اپنی بیوی کا امر اس نے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ جب اس کو بغیر جنایت مارے تو عورت جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے پھر عورت نے قاضی کے پاس شوہر کی نالش کی اور کہا کہ اس نے مجھے بغیر جرم مارا پس میں نے اپنے نفس کو طلاق دے دی اور اپنے باقی مہر کی درخواست کی پس قاضی نے شوہر سے دریافت کیا کہ تو نے اس کو کیوں مارا پس شوہر نے کہا کہ میں نے قصد سے نہیں مارا پس عورت نے قاضی سے کہا کہ اس نے مارنے کا اقرار کیا اور جو ایقاع طلاق صحیح ہونے کی شرط تھی اس کا مقرر ہوا پس اس کو حکم دے کہ مجھے میرا باقی مہر دے دے پھر شوہر اس کے بعد قاضی کے پاس آیا اور دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو بوجہ ایسے جرم کے جو عورت سے صادر ہوا تھا مارا ہے اور اس پر گواہ قائم کئے پس اس کے دعویٰ کی صحت کا فتویٰ طلب کیا گیا تو سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ دعویٰ فاسد ہے اس واسطے کہ ہر دو قول میں تناقض[2] ہے یہ ذخیرہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر ایک تطلیقہ کے ساتھ اس کے اختیار میں بدیں شرط دیا کہ اس کو بغیر جنایت مارے پھر عورت بدوں چادر و پردہ چھت پر چڑھی (۱) پس اگر وہ دکھلانے کے واسطے چڑھی تھی تو جرم ہے ورنہ نہیں اور اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دے دیا کہ اس کو بغیر جنایت مارے پھر اس سے کہا کہ مجھے خربوزہ دے پس عورت نے بطور اہانت اس کے پاس پھینک دیا پس شوہر نے اس کو مارا تو یہ جنایت ہوگی اور اگر پھینکا مگر بطور اہانت کے نہیں پھینکا تو یہ جنایت نہ ہوگی اور اگر عورت نے ایسا کام شروع کیا جو معصیت ہے پس شوہر نے اس سے کہا کہ اس کو مت کر کہ یہ معصیت ہے پس عورت نے جواب دیا کہ میرا جی

---

[1] خواہ حقیقت میں عمداً ایسا کیا یا ایسا لفظ کہا جس سے تہمت لازم آتی ہے مثلاً یوں کہا کہ او زانیہ کی بچی مثلاً۔

[2] یعنی پہلے کہا تھا کہ میں نے بقصد نہیں مارا اور اب کہتا ہے کہ میں نے جنایت کی وجہ سے مارا ہے و قال المترجم: اگر شوہر مدعی ہو کہ میں نے بقصد نہیں مارا اس کے یہ معنی ہیں کہ بے قصد باوجود جنایت کے مارا ہے اور اب یہ دعویٰ ہے کہ اگرچہ مارا اور بے قصد مارا تاہم جنایت پر مارا ہے پس وجہ تناقض غیر ظاہر ہے واللہ تعالیٰ۔

(۱) پس شوہر نے اس کو مارا۔

اس سے خوش ہوتا ہے پس شوہر نے اس کو مارا تو ایسا کہنا عورت کی طرف سے جنایت ہوگا اور اگر عورت نے ایسا فعل شروع کیا ہو جو معصیت نہیں ہے تو ایسی صورت واقع ہونے سے عورت کا جواب جنایت نہ ہوگا یہ جواہر اخلاطی میں ہے۔

اگر عورت کا اَمر اُس کے ہاتھ میں دیا اور دِل لگی کی خاطر وہی اَمر بعینہ کیا تو؟

اگر اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ اس کو مارے پھر اپنے سوائے دوسرے کو حکم کیا کہ جس نے عورت کو مارا پس آیا عورت کا امر اس کے ہاتھ میں ہو جائے گا یا نہیں تو یہ مسئلہ حلف ہے کہ اس امر پر قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو نہ مارے گا پس دوسرے کو حکم دیا کہ جس نے عورت کو مارا پس اس مسئلہ میں مشائخ کا اختلاف ہے چنانچہ بعضوں نے فرمایا کہ حانث ہو جائے گا جیسے کہ اگر یہ قسم کھائی کہ اپنے غلام کو نہ مارے گا پس غیر کو حکم دیا کہ اس کو مارے اور اس نے مارا تو حانث ہوتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا اور اگر عورت کو کوئی دکھ پہنچایا یا اس کے چٹکی لی یا اس کے بال کھینچے یا اس کو کاٹ کھایا یا گلا گھونٹ دیا کہ جس سے اس کو درد و رنج پہنچا تو عورت کا کام اس کے اختیار میں ہو جائے گا اور یہ سب اس وقت ہے کہ دل لگی میں ایسا نہ کیا ہو اور اگر دل لگی کی حالت میں بطور دل لگی ایسا کیا تو عورت کا امر اس کے اختیار میں نہ ہوگا اگرچہ عورت کو درد و رنج پہنچا ہو اور اسی طرح اگر دل لگی میں شوہر کا سر عورت کی ناک میں لگا جس سے ناک سے خون نکلا تو بھی مرد حانث نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر عورت نے شوہر کے گھر کی کوئی چیز بلا اجازت دے دی حالانکہ ایسی چیز دے دینے میں کچھ پرواہ نہ کرنے کی عادت نہیں جاری ہے تو یہ عورت کی جنایت ہے اسی طرح شوہر کو بددعا کرنا بھی جنایت ہے اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ عورتوں کے شوہر تو مرد ہوتے ہیں مگر میرا شوہر ایسا نہیں ہے تو یہ فعل بھی جنایت ہے اور اگر شوہر نے عورت کو روکھی روٹی کھانے کو بلایا پس عورت غصہ میں آ گئی تو یہ عورت کی جنایت نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر عورت کا امر عورت کے اختیار میں بدیں شرط دیا کہ اس کو بغیر جنایت مارے پھر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے اجازت دی کہ تو ہر دس روز میں ایک بار اپنے والدین کے یہاں جایا کر پھر دس روز یا زیادہ گزرنے کے وہ ان کے یہاں نہیں گئی پس اس کا باپ اس کو دیکھنے آیا پھر وہ عورت اپنے شوہر سے بدوں اجازت لئے والدین کے یہاں گئی پس شوہر نے اس کو مارا تو عورت کا امر اس کے اختیار میں ہو جائے گا اگر عورت کی ماں اس کو دیکھنے اس کے شوہر کے یہاں آئی پس شوہر نے کہا کہ تیری ماں کتیا آئی ہے پس عورت نے کہا کتیا تیری ماں اور بہن ہے پس شوہر نے اس کو مارا تو عورت کا کام اس کے اختیار میں نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر شوہر کے یہاں مہمان آیا پس شوہر نے عورت کو حکم دیا کہ مہمان کے سونے کے واسطے نہالی بچھا دے پس عورت نے ایسا نہ کیا پس مرد نے اس کو مارا تو عورت کا کام اس کے اختیار میں ہو جائے گا اور اگر عورت کو کپڑے نہ دھونے یا کھانا نہ پکانے پر مارا تو[1] یہ بلا جرم مارنا[(1)] ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ میں اس شرط پر دیا کہ ہرگاہ اس کو گالی دے تو وہ اپنے نفس کو طلاق دینے کی مختار ہوگی پھر عورت سے کہا کہ لاتمز فی حرک یعنی تو اپنی حر[2] کو مت پھاڑ یا گوہ مت کھایا یا کھایا

---

[1] قولہ بلا جرم...... اس سے ظاہر ہوا کہ کھانا پکانا وغیرہ اس پر بظاہر واجب نہیں ہے لیکن تصریح ہے کہ دیانۃً اس پر واجب ہے جب تک معتاد سے زائد نہ ہو تو دیانۃً طلاق نہ ہونی چاہئے فتامل۔

[2] حر بالکسر فرج زن و بالفتح گرمی و بالضم آزاد و بہتر ہر چیز وغیرہ ذلک من المعانی اگر حر سے مراد فرج عورت ہے تو یہاں کے محاورہ کے موافق عورت کا امر اس کے اختیار میں ہونا چاہئے۔

(1) یعنی گوہ کھا۔

دے ڈ رے اپنا سر مارتو اس سے عورت کا امر اس کے اختیار میں نہ ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے عورت کا امر اس کے اختیار میں اس شرط پر دیا کہ جب اس کو مارے تو وہ اپنے نفس کو ایسے طور سے طلاق دے کہ دونوں میں ازدواج کی خصومت نہ ہو پھر عورت نے شرط پائی جانے کے بعد اپنے نفس کو طلاق دی تو مہر واجب ہوگا اور اگر کہا کہ بغیر خسران[1] طلاق دے تو مہر واجب نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے ہر بار جب تو چاہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ اپنے نفس کو اختیار کرے ہر بار جب چاہے خواہ اس مجلس میں یا دوسری مجلس میں یہاں تک کہ وہ تین طلاق سے بائنہ ہو جائے لیکن عورت مذکورہ اس مجلس میں اپنے آپ کو ایک سے زیادہ طلاق نہیں دے سکتی ہے پس اگر عورت نے ایک طلاق چاہی تو ایک ہی واقع ہوگی اور اگر دوسری طلاق چاہی اور وہ عدت میں ہے تو دوسری بھی واقع ہوگی اور اسی طرح اگر تیسری طلاق چاہی اور وہ عدت میں ہے تو تیسری واقع ہوگی لیکن اگر عورت مذکورہ نے تین طلاق چاہنے کے بعد کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس کی طلاق کے بعد شوہر اول کے نکاح میں آئی اور پھر اس نے کوئی طلاق چاہی تو اس کے چاہنے سے ہمارے نزدیک کچھ بھی واقع نہ ہوگی اور قسم سابق تین طلاق چاہنے سے باطل ہو چکی اور اگر عورت مذکورہ نے ایک ہی طلاق چاہی اور وہ پڑ گئی پھر عدت گزر گئی پھر دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے بعد پہلے شوہر کے نکاح میں آئی تو امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پوری تین طلاق کے ساتھ واپس آئے گی اور اگر عورت نے تین طلاقوں کو تین مرتبہ کر کے چاہا تو ایک بعد دوسری کے اس پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر عورت مذکورہ نے فقط ایک مرتبہ چاہا پس اس پر ایک طلاق واقع ہوئی اور عدت گزر گئی پھر بدوں دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے اسی شوہر سے نکاح کیا تو عورت مذکورہ کو تین طلاق میں سے باقی کی بابت بھی چاہنے کا اختیار رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اپنی عورت کو کہا: ان شئت او ما شئت او کم شئت او این شئت او اینما شئت :

اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے اختیار میں ہے لاذا شئت او متی شئت یعنی جس وقت تو چاہے یا ہر وقت کہ تو چاہے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے نفس کو ایک بار اختیار کرے چاہے اس مجلس میں یا دوسری مجلس میں جس وقت اس کا جی چاہے اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو امر مذکور اس کے ہاتھ سے باہر ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ اذا[1] ما شئت اور متی شئت تو بھی یہی حکم ہے یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر عورت مذکورہ نے امر بالید کو رد کر دیا تو رد نہ ہوگا اور اگر مجلس سے کھڑی ہوگئی یا کسی کام میں مشغول ہوگئی یا کوئی اور بات شروع کر دی تو بھی عورت کو اختیار رہے گا کہ چاہے اپنے نفس کو طلاق دے دے مگر وہ اپنے نفس کو ایک ہی طلاق دے سکتی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ امر بیدك کیف شئت تیرا امر تیرے ہاتھ ہے بہر کیف کہ تو چاہے تو اس کا چاہنا مجلس ہی تک مقصود ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ ان شئت[2] او ما[3] شئت او کم شئت[4] او این[5] شئت او اینما شئت تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر اپنی عورت سے کہا کہ امر بیدك حیث[۲] شئت تو بھی مجلس ہی تک اختیار مقصود رہے گا

[۱] بغیر خسران یعنی بے خسارہ یعنی کہا کہ وہ طلاق بے خسارہ دے سکتی ہے تو مہر نہ ہوگا۔

[۲] حیث واسطے زمانہ اور واسطے مکان کے اور علت کے بولا جاتا ہے اور ظاہراً ظرف مراد ہے۔

(۱) یعنی لفظ ما بعد اذا و متیٰ کے زیادہ کہا۔

(۲) اگر تو چاہے۔

(۳) یا جو تو چاہے۔

(۴) جس قدر تو چاہے۔

(۵) جہاں تو چاہے۔

یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر جب چاہے یا کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے تو جب چاہے پھر اس کو ایک طلاق بائنہ دے دی پھر اس سے نکاح کیا پھر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک دوبارہ طلاق پڑ جائے گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دوبارہ مطلقہ نہ ہوگی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ کا قول ضعیف ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ فلاں[۱] کا امر تیرے ہاتھ ہے تاکہ تو اس کو طلاق دے جبکہ تو چاہے تو یہ مشورہ ہے پس مخاطبہ کو اسی مجلس تک اختیار رہے گا یہ منتقی میں مذکور ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ دے دیا پھر اس کو طلاق بائن دے دی تو ظاہر الروایہ کے موافق امر بالید عورت کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اگر عورت کو ایک طلاق رجعی دے دی تو امر مذکور اپنے حال پر رہے گا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ امر بالید منجز ہو یعنی بالفعل اختیار دیا ہو کسی شرط پر معلق نہ ہوا اور اگر معلق ہو مثلاً کہا کہ اگر میں تجھے ماروں یا اس کے مثل کسی امر پر معلق[(۱)] کیا کہ اگر ایسا واقع ہو تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر عورت کو خلع دے دیا یا طلاق بائن دے دی تو امر بالید باطل نہ ہوگا چنانچہ پھر اگر اس عورت سے نکاح کیا پھر اس کو مارا تو عورت کا امر اس کے ہاتھ میں ہوگا خواہ عورت مذکورہ سے بعد انقضائے عدت نکاح کیا ہو یا عدت ہی میں نکاح کر لیا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور عتابیہ میں لکھا ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے مادامیکہ تو میری بیوی ہے تو یہ اسی نکاح تک کے واسطے ہوگا اور بعد بائنہ ہو جانے کے امر مذکور باطل[۲] ہو جائے گا اور اگر طلاق رجعی دے دی تو باطل نہ ہوگا اور اگر عورت کا امر اس کے ہاتھ میں مطلقاً دے دیا اور یہ نہ کہا کہ مادامیکہ تو میری بیوی ہے پھر اس کو بائنہ کر دیا پھر اس سے نکاح کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں اور اظہر روایت یہ ہے کہ امر مذکور باطل نہ ہوگا بلکہ بحالہ رہے گا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا پس بیوی نے کہا کہ اللہ پاک میرے تو مجھے اس سے نجات دے پس شوہر نے کہا کہ اگر تو مجھ سے نجات چاہتی ہے تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اور طلاق کی نیت کی مگر تین طلاق کی نیت نہیں کی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو تین طلاق دیں پس شوہر نے کہا کہ تو نے نجات پائی تو امام اعظمؒ کے قول میں عورت پر کچھ واقع نہ ہوگی یہ تجنیس و مزید میں ہے۔

کیا مرد کی نیت واجازت کے بغیر بھی عورت اپنے آپ کو طلاق تفویض کر سکتی ہے؟

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ میں اپنے آپ کو طلاق دے دوں اس نے کہا کہ ہاں پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دی پس اگر شوہر نے عورت کو تفویض طلاق کی نیت کی تھی تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر کی یہ نیت تھی کہ اگر تو طلاق دے سکتی ہو تو اپنے آپ کو طلاق دے تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ میں تیری عورت کو تین طلاق دے دوں پس اس نے کہا کہ ہاں پس اس نے کہا کہ میں نے تیری بیوی کو تین طلاق دے دیں تو مشائخ نے کہا ہے کہ اس کی بیوی پر تین طلاق واقع ہوں گی اور صحیح یہ ہے کہ یہ اور پہلی صورت دونوں یکساں ہیں کہ طلاق جب ہی واقع ہوں گی کہ جب شوہر نے اس اجنبی کو تفویض طلاق کی نیت کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے زید نے عمرو سے کہا کہ تو اپنی دختر کا نکاح میرے ساتھ کر دے بدیں شرط کہ میری بیوی کا اختیار تیرے ہاتھ ہے چاہے تو اس کو طلاق دے دے اور چاہے اس

[۱] فلانہ یعنی میری دوسری بیوی فلانہ کا امر طلاق تیرے اختیار میں ہے وہ تیری سوتن ہے تو صرف اسی مجلس تک وہ مختار ہوگی۔

[۲] باطل حتیٰ کہ اگر پھر نکاح کر لے تو عورت کو اختیار نہ ہوگا۔

(۱) جہاں تو چاہے۔

کوطلاق نہ دے پس عمرو نے زید کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کر دیا پھر زید کی بیوی کو طلاق دے دی تو فرمایا کہ اگر عمرو نے اسی مجلس میں اس کی بیوی کو طلاق دی ہے تو واقع ہو جائے گی اور اگر کھڑے ہو جانے کے بعد طلاق دی ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تیرا امر تین تطلیقات کے ساتھ تیرے ہاتھ میں بدیں شرط ہے کہ تو مجھے اپنے مہر سے بری کر دے پس عورت نے کہا کہ تو مجھے وکیل کر دے تا کہ میں اپنے نفس کو طلاق دوں پس شوہر نے کہا کہ تو میری وکیل ہے تا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے پس اگر عورت نے پہلے شوہر کو مہر سے بری کر کے پھر اسی مجلس میں طلاق دی تو واقع ہوگی اور اگر پہلے بری نہیں کیا تو واقع نہ ہو گی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنا مہر تجھے چھوڑ دیا بدیں شرط کہ تو میرا امر میرے ہاتھ میں دے دے پس شوہر نے ایسا ہی کیا تو جب تک عورت اپنے آپ کو طلاق نہ دے دے تب تک عورت کا مہر قائم رہے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کوئی شخص باکراہ مجبور کیا گیا کہ اپنی بیوی کا امر اس[1] کے ہاتھ میں دے دے پس اس نے ایسا ہی کیا تو صحیح ہے اور شیخ ابونصرؒ سے روایت ہے کہ اگر وہ باکراہ مجبور کیا گیا کہ کاغذ پر لکھے کہ اس کی بیوی طلاقہ ہے یا اس کی بیوی کا امر اس کے ہاتھ ہے تو صحیح نہیں ہے الا اس صورت میں کہ اس کی نیت بھی ہو یہ عتابیہ میں ہے ایک غلام نے اپنے مولیٰ سے کہا کہ میرے ساتھ اپنی اس باندی کا نکاح بدیں شرط کر دے کہ اس باندی کا امر تیرے ہاتھ ہے پس اس نے باندی مذکورہ کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا تو اس کا امر مولیٰ کے ہاتھ میں نہ ہو گا اور اگر مولیٰ نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے یہ باندی تیرے نکاح میں بدیں شرط دی کہ اس کا امر میرے ہاتھ ہے پس غلام نے یہ نکاح قبول کیا تو باندی کا امر مولیٰ کے ہاتھ ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

فصل : ③

مشیت کے بیان میں

اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے تو شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں:

جب عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے خواہ اس سے کہا کہ اگر تو چاہے یا یہ نہ کہا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو خاصتہ اسی مجلس میں اپنے آپ کو طلاق دے دے اور شوہر[1] کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ اس کو معزول کر دے اور اگر کسی شخص سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے اور اس کے ساتھ مشیت کو ملا دیا یعنی یوں کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے اگر تو چاہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فقط اسی مجلس تک رہے گا اور اگر اس کے چاہنے کو نہ ملایا یعنی فقط یوں ہی کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق دے دے تو یہ توکیل ہے اور اسی مجلس تک مقصود نہ ہوگی اور وکیل کے معزول کرنے کا بھی مختار[2] ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے تو شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اس سے کہا کہ تو اپنی سوتن کو طلاق دے تو یہ اسی

ا اس کے یعنی مجبور کرنے والے کے یا مجبور کرنے والے نے جس شخص کو کہا ہو مثلاً زید نے عمرو کو مجبور کیا کہ اپنی بیوی کا امر زید کے اختیار میں یا خالد کے اختیار میں یا عمرو کی دوسری زوجہ کے اختیار میں دے۔

(۱) اور اگر مجلس گزر گئی تو عورت خود معزول ہو جائے گی اور شوہر کو یہ آہ۔

(۲) یعنی چاہے وکیل کو معزول کر دے۔

مجلس تک مقصود (۱) نہیں ہے اس واسطے کہ یہ توکیل ہے یہ کافی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے دے اور تین طلاق کی نیت کی پس اس نے اپنے نفس کو تین طلاق متفرقہ یا اکٹھا دے دیں یا کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر عورت نے ایک یا دو طلاق دیں تو واقع ہوں گی اور اگر ایک طلاق دے کر خاموش رہی پھر دو طلاق دیں تو ایک ہی واقع ہوگی یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر شوہر نے دو طلاق کی نیت کی ہو تو ایک ہی واقع ہوگی الا اس صورت میں کہ عورت باندی ہو یعنی تو دونوں واقع ہوں گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر شوہر نے ایک کی نیت کی ہو تو عورت کے تین طلاق واقع کرنے سے امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک واقع ہوگی اور اگر عورت نے ایک طلاق دی حالانکہ شوہر کی کچھ نیت[1] تعداد نہیں ہے یا ایک کی نیت ہے تو یہ ایک طلاق رجعی ہوگی اور اسی طرح اگر عورت نے اپنے تئیں یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو بائن کر دیا یا میں حرام ہوں یا بائن ہوں یا بتہ ہوں یا حریہ ہوں تو بھی ایک ہی طلاق رجعی واقع ہوگی یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر درصورت مذکورہ عورت نے یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو طلاق نہ پڑے گی اور جو امر کہ عورت کو تفویض ہوا تھا اس کے ہاتھ سے باہر ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین طلاق دے پس عورت نے ایک طلاق دی تو ایک ہی ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے پس اس نے تین طلاق دے دیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو ایک طلاق دے پس اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو ایک ایک ایک[2] طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی اور زیادت لغو ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو بطلیقہ رجعیہ طلاق دے پس اس نے بائنہ طلاق دی یا کہا کہ بائنہ طلاق دے اور اس نے رجعیہ طلاق دی تو ویسی ہی طلاق واقع ہوگی جس کا شوہر نے حکم کیا ہے نہ وہ جو عورت نے ثابت کی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے نفسوں کو تین طلاق دو حالانکہ دونوں اس کی مدخولہ ہیں پس ہر ایک نے اپنے نفس کو اور اپنی سوتن کو آگے پیچھے طلاق دے دیں تو ہر ایک دونوں میں سے بہ تطلیق اول تین طلاقوں سے مطلقہ ہوگی اور یہ نہ ہوگا کہ دوسری کی تطلیق سے مطلقہ ہو اس واسطے اول کی تطلیق کے بعد دوسری کا اپنے نفس کو اور اپنی سوتن کو طلاق دینا باطل ہے اور اگر پہلی نے ابتدا کر کے اپنی سوتن کو تین طلاقیں دے دیں پھر اپنے نفس کو طلاق دی تو اس کی سوتن مطلقہ ہوگی خود نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ اپنے نفس کے حق میں مالکہ ہے اور تملیک مقصود بر مجلس ہے پس جب اس نے اپنی سوتن کو طلاق دینا شروع کیا تو جو اختیار اس کو اس کے نفس کے واسطے دیا گیا تھا وہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور اپنے نفس کو پہلے طلاق دینی شروع کرنے کے بعد دوسری کے طلاق دینے کا اختیار اس کے ہاتھ سے خارج نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ وہ دوسری کے حق میں وکیلہ ہے اور وکالت مقصود بر مجلس نہیں ہوتی ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور منتقی میں امام اعظمؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے نفسوں کو طلاق دو پھر اس کے بعد کہا کہ تم دونوں اپنے نفسوں کو طلاق نہ دو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے نفس کے طلاق دے دینے کا اختیار باقی ہے جب تک کہ دونوں اسی مجلس میں ثابت ہیں مگر کسی کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ بعد ممانعت (۲) کے اپنی سوتن کو طلاق دے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

[1] یعنی صرف طلاق کی نیت ہے بلکہ نیت کے اس معنی کر کچھ حاجت نہیں ہے کیونکہ لفظ صریح ہے فافہم۔

[2] قلت یہ جب ہے کہ لفظ طلاق مکرر نہ کہا یعنی ایک طلاق دی ایک طلاق دی ایک طلاق دی فافہم۔

(۱) اور اس سے رجوع بھی کر سکتا ہے چاہے معزول کر دے۔ (۲) یعنی اس کا طلاق دینا باطل و بیکار ہوگا۔

اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو تین طلاق دے اگر تو چاہے پس اس نے اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دیں تو بالا جماع کچھ واقع نہ ہوگی:

اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے نفسوں کو تین طلاق دو اگر تم دونوں چاہو پس ان دونوں میں سے فقط ایک نے اپنے نفس کو اور اپنی سوتن کو اسی مجلس میں تین طلاق دیں تو دونوں میں سے کوئی مطلقہ نہ ہوگی پھر اگر قبل اس مجلس سے قیام کرنے کے دوسری نے بھی اپنے نفس کو اور اپنی سوتن کو تین طلاق دے دیں تو دونوں تین تین طلاق سے مطلقہ ہو جائیں گی اور دونوں میں سے ایک کی تطلیق سے طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر دونوں مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئیں پھر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے نفس کو اور اپنی سوتن کو تین طلاق دیں تو دونوں میں سے کوئی مطلقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو تین طلاق دے اگر تو چاہے پس اس نے اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دیں تو بالا جماع کچھ واقع نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر اس مسئلہ میں عورت نے یوں کہا کہ میں نے چاہی ایک اور ایک اور ایک پس اگر اسے ایک دوسرے سے متصل اس طرح کہا تو تین طلاق پڑ جائیں گی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو یہ تبیین میں ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو ایک طلاق دے اگر تو چاہے پس اس نے تین طلاق دے دیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے جب چاہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے دے خواہ اس مجلس میں یا اس کے بعد مگر اس کی مشیت ایک ہی بار ہوگی اسی طرح اگر متی ماشئت یا اذا ماشئت کہا تو مثل متی ماشئت بمعنی جب چاہے کے ہے اور اگر کہا کہ کلماشئت یعنی ہر بار جب چاہے تو عورت کو برابر یہ اختیار رہے گا جتنی بار چاہے جب چاہے یہاں تک کہ تین طلاق[!] پوری ہو جائیں یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ طلقی نفسك كيف شئت یعنی تو اپنے نفس کو طلاق دے جس کیفیت سے تیرا جی چاہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جس کیفیت سے چاہے بائنہ یا رجعیہ ایک یا دو یا تین اپنے تئیں دے دے مگر مشیت [(۱)] مذکورہ مقصور بر مجلس ہوگی یہ تہذیب میں ہے اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے اور فلاں بیوی دوسری کو طلاق دے اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ فلاں طالقہ ہے اور میں طالقہ ہوں یا کہا کہ میں طالقہ ہوں اور فلاں طالقہ ہے تو دونوں پر طلاق واقع ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ طلقی نفسك عشرا ان شئت:

اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے تین طلاق اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ میں طالقہ [(۲)] ہوں تو کچھ واقع نہ ہوگی الا آنکہ کہے تین طلاق سے طالقہ ہوں تو واقع ہوں گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ قد شئت یعنی میں نے ضرور چاہا ہے کہ میں اپنے نفس کو طلاق دوں تو یہ باطل ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے جب تو چاہے پھر یہ شخص بجنون مطبق مجنوں ہو گیا پھر عورت نے اپنے نفس کو طلاق [(۳)] دی تو امام محمدؒ

[!] یعنی بعد تین طلاق پوری ہونے کے پھر مشیت بیکار ہے اور ہمارے نزدیک ختم ہو جائے گی۔

(۱) یعنی اسی مجلس میں جو چاہے کرے۔

(۲) یعنی اسی مجلس میں۔

(۳) تو واقع ہوگی اس واسطے کہ۔

نے فرمایا کہ جس بات سے شوہر رجوع کرسکتا ہے وہ اس کے ایسے مجنوں ہو جانے سے باطل ہو جائے گی اور اپنی جس بات سے رجوع نہیں کرسکتا ہے وہ اس کے مجنوں ہونے سے باطل نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے منتقی میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو ایک طلاق بائنہ دے دے جب چاہے پھر اس سے کہا کہ اپنے نفس کو ایک ایسی طلاق دے کہ میں رجعت کرسکوں جب تیرا جی چاہے پس عورت نے بعد چند روز کے کہا کہ میں طالقہ ہوں تو یہ ایک ایسی طلاق ہوگی جس میں شوہر رجوع کرسکتا ہے اور عورت کا یہ قول شوہر کے دوسرے کلام کا جواب ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ طلقی نفسك عشرا ان شئت یعنی اپنے نفس کو طلاق دے دے اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تین طلاق دے دیں تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قلت ینبغی ان یکون هذا علی قول الاعظمؒ واللہ اعلم۔

اگر عورت سے کہا: انت طالق ان اردت اور حکمیت او هویت و اجبت پس عورت نے اسی مجلس میں کہا کہ میں نے چاہی یا میں نے ارادہ کیا تو طلاق واقع ہوگی:

اگر عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہا تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور زیادات میں لکھا ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو اپنے نفس کو بعوض ہزار درہم کے طلاق دے پھر شوہر نے کل کا روز آنے سے پہلے رجوع کرلیا تو رجوع کرنا کچھ کار آمد نہ ہوگا اور اگر عورت نے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو مجھے بعوض ہزار درہم کے طلاق دے دے پھر اس نے کل کا روز آنے سے پہلے اس سے رجوع کرلیا تو عورت کا رجوع کرنا کار آمد ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ میں نے چاہا تو واقع ہوگی اور یہ مشیت مختص بمجلس ہوگی یہ تہذیب میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق ان اردت[1] اور حکمیت[2] او هویت[3] و اجبت[4] پس عورت نے اسی مجلس میں کہا کہ میں نے چاہی یا میں نے ارادہ کیا تو طلاق واقع ہوگی یہ حاوی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تجھے بھلا معلوم ہو یا تیرے موافق ہو پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی تو واقع ہوگی تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا انت طالق ان شئت یعنی تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ احببت میں نے دوست رکھی تو واقع نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ شائی[5] الطلاق اور اس کی طلاق کی نیت کی پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی ہے تو استحساناً واقع ہو گی اور اگر نیت نہ ہو تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو اپنی طلاق چاہ تو بلانیت واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا ہاں یا میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوئی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو قبول کرے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی تو فقیہ ابوبکر بلخی سے منقول ہے کہ طلاق واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

(۱) ارادہ کرے۔

(۲) مرضی ہو۔

(۳) خواہش کرے۔

(۴) پسند کرے۔

(۵) طلاق چاہ۔

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے تین طلاق چاہیں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واقع نہ ہوں گی:

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ میں نے چاہی اگر تو چاہے پس شوہر نے کہا کہ میں نے چاہی حالانکہ اس کی نیت طلاق کی تھی تو امر مشیت مذکور باطل ہو گیا حتیٰ کہ اگر شوہر نے یوں کہا کہ میں نے تیری طلاق چاہی تو بشرط نیت واقع ہو گی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے پس اس نے کہا کہ میں نے چاہی اگر ایسا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں یا تو اس نے اپنے چاہنے کو ایسے امر پر معلق کیا جو زمانہ ماضی میں پایا گیا ہے پس ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا اس نے اپنی مشیت کو ایسے امر پر معلق کیا جو واقع نہیں ہوا ہے تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہو گی اور امر[1] مذکور عورت کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اسی سے ہم نے کہا ہے کہ اگر عورت نے یوں کہا کہ میں نے چاہی اگر میرا باپ چاہے تو یہ باطل ہے اور اگر اس کے بعد اس کے باپ نے کہا کہ میں نے چاہی تو طلاق واقع نہ ہو گی یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں طالقہ ہوں تو یہ باطل ہے اور اگر کہا کہ میں بسہ طلاق طالقہ ہوں تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بیک طلاق ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے تین طلاق چاہیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک واقع نہ ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ایک طلاق واقع ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے اگر تو چاہے پس اس نے ایک طلاق چاہی تو واقع نہ ہو گی اور اگر عورت نے ایک اور ایک اور ایک چاہی تو تین طلاق پڑ جائیں گی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے چاہی ایک پھر خاموش رہی تو اعراض ثابت ہو گیا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد اور چاہی تو واقع[2] نہ ہو گی یہ تمرتاشی میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے اور تو چاہے اور تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہا تو واقع نہ ہو گی تاوقتیکہ تین مرتبہ نہ کہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ تو طالقہ واحدہ ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے ایک کی نصف چاہی تو مطلقہ نہ ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے داؤد بن رشید نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ واحدہ ہے اگر تو چاہے تو طالقہ بدو ہے اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ ہاں البتہ میں نے ایک چاہی ہاں البتہ میں نے دو چاہیں تو فرمایا کہ اگر عورت مذکورہ نے ملا کر کہا ہے تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے ایک اور اگر چاہے دو پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی تو تین طلاق سے مطلقہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قال المترجم اصل عبارت عربیہ یہ ہے انت طالق ان شئت واحدة وان شئت اثنتین پس واؤ عاطفہ لے کر یہ حکم دیا گیا ہے اور ظاہر أ معروف ایسے اسلوب میں واؤ بمعنی ابھی ہے اور یہ زبان اردو میں زیادہ اظہر ہے لہٰذا ایسی صورت میں ہماری زبان میں تین طلاق واقع ہونے میں نیت معتبر[3] ہو گی واللہ تعالیٰ اعلم۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے اگر چاہے پھر اس سے نکاح کیا تو جس مجلس میں عورت کو اس کا علم ہوا ہے اس مجلس تک اس کو اپنی مشیت یعنی چاہنے کا اختیار ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں چاہے

(۱) یعنی تفویض طلاق۔

(۲) اگر چہ میں طلاق تک چاہتی ہوں۔

(۳) یعنی علی الاختلاف۔

تو فلاں کو جس اپنی مجلس میں اس کا علم ہوا ہے اسی مجلس تک مشیت کا اختیار ہوگا پس اگر اس نے اس مجلس میں چاہا تو طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر فلاں مذکور غائب ہو پھر اس کو خبر پہنچی تو اسی مجلس علم تک اس کو اختیار ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ ہے اگر زید چاہے پس زید نے کہا کہ میں نے تطلیقہ واحدہ چاہی تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے چار طلاقیں چاہیں تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے تو طالقہ ہے تو اس مسئلہ میں کوئی صورتیں از انجملہ ایک یہ کہ چاہنے کو مقدم کیا اور یوں کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہے اور دوم یہ کہ طلاق کو مقدم کیا اور کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے سوم آنکہ طلاق کو بیچ میں کیا کہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہے اور اگر تو نہ چاہے اور ان سب میں دو صورتیں ہیں اول آنکہ کلمہ شرط کا اعادہ کیا اور کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہے یا حرف شرط کا اعادہ نہ کیا اور حرف عطف کے ساتھ ذکر کیا یعنی یوں کہا کہ اگر تو چاہے اور تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہے اور الفاظ تین ہیں ایک چاہنا دوم انکار کرنا سوم مکروہ جاننا پس اگر اس نے کلمہ شرط کا اعادہ نہ کیا اور عطف کے ساتھ ذکر کیا تو تینوں صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی خواہ اس نے طلاق کو مشیت پر مقدم کیا ہو آخر میں کہا ہو یا بیچ میں کہا ہو اور اگر حرف شرط کو اعادہ کیا پس اگر مشیت کو مقدم کیا اور کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہے تو بھی طلاق واقع نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو انکار کرے پس تو طالقہ ہے یا کہا کہ اگر تو چاہے اور اگر تو مکروہ[۱] جانے پس تو طالقہ ہے بہرصورت یہی حکم ہے اور اگر طلاق کو مشیت پر مقدم کیا اور کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے اور اگر تو نہ چاہے پس تو طالقہ ہے پھر عورت نے اسی مجلس میں کہا کہ میں نے چاہی تو طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کچھ کہنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو بھی نہ چاہنا پائے جانے کی وجہ سے طلاق ہو جائے گی اور اگر اس نے طلاق کو بیچ میں کہا کہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہے اور اگر تو نہ چاہے تو یہ بمنزلہ اس کے ہے کہ طلاق کو ہر دو شرط پر مقدم کیا قال المترجم ظاہراً ہماری زبان میں بلحاظ متبادر عرف کے درصورت تقدیم اثبات مشیت طلاق واقع ہوگی اور درصورت تاخیر کے واقع نہ ہوگی فلیتامل واللہ تعالیٰ اعلم پس ظاہر ہوا کہ یہ خاص بزبان عربی ہے یعنی قولہ ان شئت فانت طالق وان لم تشائی اور اگر اس نے اباء[۲] کو ذکر کیا اور طلاق کو شرط پر مقدم ذکر کیا یعنی یوں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے تو انکار کرے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی یا کہا کہ میں نے انکار[(۱)] کیا تو طلاق واقع ہوگی اور اگر کچھ کہنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو طلاق واقع[۳] نہ ہوگی اور کراہت بمنزلہ اباء کے ہے اور اگر اس نے طلاق کو بیچ میں کیا کہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہے اور تو انکار کرے تو یہ تقدیم طلاق کے مثل ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہ سب اس وقت ہے کہ کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اس نے وقوع طلاق کی نیت کی اور تعلیق کی نیت نہیں کی ہے تو خواہ طلاق کو شرط پر مقدم کرے یا بیچ میں لائے یا موخر کرے سب صورتوں میں طلاق واقع ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قلت معنی سے کیا مراد ہے؟

قلت معنی یہ ہیں کہ گویا اس نے یوں کہا کہ تو بہرحال طالقہ ہے چاہے یا نہ چاہے فافہم اور اگر عورت سے کہا تو طالقہ ہے

۱؎ اور مراد مکروہ جاننے سے یہ ہے کہ اظہار ایسی حرکت کا کرے جو کراہت پر دلالت کرتی ہے۔

۲؎ انکار کرنا کسی کام یا کلام پر۔

۳؎ قال المترجم: اس واسطے کہ انکار سے مراد نفی مشیت نہیں ہے بلکہ فعل مثبت یعنی وجود انکار ہے اور وہ پایا نہیں گیا۔

(۱) یعنی طلاق لینے سے انکار کرتی ہوں۔

اگر تو چاہے یا نہ چاہے پس اس نے اسی مجلس میں چاہی تو بسبب چاہنے کے مطلقہ ہوگی اور اگر مجلس سے اٹھ گئی تو بھی مطلقہ ہو جائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے یا انکار کرے تو یہاں دونوں میں سے ایک بات پر ہوگا کہ عورت اپنی مجلس میں دو باتوں میں سے کوئی ایک بات[(1)] کرے پس اگر عورت نے مجلس میں چاہی تو مطلقہ ہوگی اور اگر اس نے مجلس میں کہا کہ میں نے انکار کیا تو بھی مطلقہ ہو جائے گی اور اگر چاہنے اور انکار کرنے دونوں سے پہلے اٹھ کھڑی ہوئی تو مطلقہ نہ ہوگی اور واضح رہے کہ انکار کرنا سوائے اس کے کلام کے اور کسی صورت سے قرار نہ دیا جائے گا اور یہ سب اس وقت ہے کہ شوہر کی نیت نہ ہو اور اگر اس نے یہ نیت کی ہو بہر حال عورت پر طلاق واقع ہو تو اس کی نیت پر ہوگا پس لامحالہ عورت پر طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہے اور اگر تو نہ چاہے تو تو طالقہ ہے تو فی الحال اس پر طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ اگر تو طلاق کو محبوب رکھے تو تو طالقہ ہے اور اگر تو طلاق کو مبغوض رکھے تو تو طالقہ ہے تو مطلقہ نہ ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو انکار کرے یا مکروہ رکھے اپنی طلاق کو پس عورت نے کہا کہ میں نے انکار کیا تو مطلقہ ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نہ چاہے اپنی طلاق کو تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں نہیں چاہتی ہوں[1] تو مطلقہ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو مجھے دوست رکھتی ہے یا مبغوض رکھتی ہے پس تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں تجھے دوست رکھتی ہوں یا مبغوض رکھتی ہوں تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ اس کے دل میں جو اسے ظاہر کیا ہے اس کے برخلاف ہو اور یہ جواب عورت کی طرف سے اس مجلس ہی تک کے واسطے ہوگا اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو مجھے اپنے دل سے دوست رکھتی ہے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں تجھے دوست رکھتی ہوں حالانکہ وہ جھوٹی ہے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک[2] مطلقہ ہو جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں نہ چاہے پس فلاں نے مجلس میں کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو عورت مطلقہ ہو جائے گی:

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بواحدہ ہے پس اگر تجھے کروہ معلوم ہو تو بدو پس اگر عورت نے ایک طلاق مکروہ ظاہر کی تو تین طلاق واقع ہوں گی کہ ایک طلاق بقول اول اور دو طلاق بتعلیق ہوں گی اور اگر عورت خاموش رہی تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے بشر بن الولیدؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا یہ کہ تو ایک چاہے پھر وہ عورت قبل کسی چیز کے چاہنے کے مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو تین طلاق سے مطلقہ ہو جائے گی اور اگر اٹھنے سے پہلے اس نے ایک طلاق چاہی تو اس پر ایک طلاق لازم ہوگی اسی طرح اگر اس سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا یہ کہ تو ایک طلاق کا ارادہ کرے یا ایک کی خواہش کرے یا ایک کو دوست رکھے تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا آنکہ فلاں مرد ایک طلاق چاہے یا ایک کا ارادہ کرے یا ایک کی خواہش کرے یا ایک کو دوست رکھے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر فلاں مذکور حاضر نہ ہو تو جس مجلس میں اس کو یہ حال معلوم ہو اس مجلس تک اس کو یہ اختیار رہو گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا ایں کہ فلاں کی اس کے سوا رائے ہو تو فلاں کو یہ اختیار اس کی مجلس تک ہوگا پس اگر فلاں مذکور اس کے سوائے رائے

---

[1] قال المترجم: اصل کے نسخہ موجودہ میں یوں ہے ان لم تشائی طلاقک فانت طالق ثم قالت لا اشاء لا تطلق یعنی اگر تو نے اپنی طلاق نہ چاہی تو تجھے طلاق ہے پھر عورت نے کہا کہ میں نہیں چاہتی تو مطلقہ نہ ہوگی فافہم۔

[2] اقول ظاہر یہ حکم قضا ہے واللہ اعلم علی ہذا اختلاف بیک بہت مبدل بوتاج ہوگا۔

(1) اور دونوں کرے تو بدرجہ اولیٰ ہے۔

سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا تو عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی اور یہ صورت اور جبکہ عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے اگر فلاں کی رائے اس کی سوائے دوسری نہ ہو دونوں یکساں ہیں اور مجلس رہی تک مقصود ہوں گی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں چاہے یا اگر فلاں محبوب رکھے یا اگر فلاں کی رضا ہو یا اگر فلاں خواہش کرے یا اگر فلاں ارادہ کرے پھر جب یہ خبر فلاں کو پہنچی تو اس کو اپنی مجلس علم میں اس کا اختیار ہوگا بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ اگر میں چاہوں یا میں پسند[1] کروں تو مجلس ہی تک مقصود نہ ہوگا پھر واضح ہو کہ جب اس کا انحصار مجلس تک نہ ہوا یعنی جبکہ شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں چاہوں وغیرہ تو مجلس تک اس کا انحصار نہ ہوگا اور جب مجلس تک اقتصار نہ ہوا تو شوہر کس طرح کہے گا کہ جس سے طلاق واقع ہوگی تو امام محمدؒ کی کسی کتاب میں یہ مسئلہ ذکر نہیں ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ شوہر کو یوں کہنا چاہئے کہ جو میں نے اپنی طرف قرار دیا تھا وہ میں نے چاہا اور اس چاہا کہنے کے وقت طلاق کی نیت ہونا شرط نہیں ہے اور یہ بھی شرط نہیں ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تیری طلاق چاہی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں نہ چاہے پس فلاں نے مجلس میں کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو عورت مطلقہ ہو جائے گی اور اگر شوہر نے اپنے نفس کے واسطے ایسا کہا ہو کہ پھر کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو مطلقہ نہ ہوگی یہاں تک کہ شوہر مر جائے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اس نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم دونوں چاہو تو تم دونوں طالقہ ہو پھر ان دونوں میں سے ایک نے چاہی تو طلاق نہ پڑے گی اور اگر دو مردوں سے کہا کہ اگر تم دونوں چاہو تو یہ عورت طالقہ بسہ طلاق ہے پھر ایک نے طلاق اور دوسرے نے دو طلاق چاہیں تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چاہے تو تو طالقہ ہے پھر دوسری بیوی سے کہا کہ تیری طلاق اس کی طلاق کی معیت میں ہے تو پہلی عورت کے چاہنے سے دونوں پر طلاق واقع ہوگی بشرطیکہ شوہر نے اس سے طلاق کی نیت کی ہو اور اگر نیت نہ کی ہو تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر شوہر نے مشیت کو مقدم ذکر کیا تو عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ فی الحال اپنے نفس کو طلاق دے:

اگر اس نے کہا کہ اگر تو چاہے اور فلاں چاہے تو ان دونوں کے چاہنے پر طلاق معلق ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے جبکہ تو چاہے اور فلاں چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے چاہی بشرطیکہ فلاں چاہے پس فلاں نے کہا کہ میں نے چاہی تو واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے کل کے روز اگر تو چاہے تو عورت کو کل کے روز چاہنے کا اختیار حاصل ہوگا اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو کل کے روز تو طالقہ ہے تو عورت کو فی الحال چاہنے کا اختیار[2] ہوگا اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ عورت کو دونوں مسئلوں میں کل کے روز مشیت کا اختیار حاصل ہوگا اور علیٰ ہذا اگر عورت سے کہا کہ تو اختیار کر کل کے روز اگر تو چاہے اختیار کر تو اگر چاہے کل کے روز تیرا امر تیرے ہاتھ ہے کل کے روز اگر تو چاہے تیرا امر تیرے ہاتھ ہے اگر تو چاہے کل کے روز دونوں حالتوں میں امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو کل کے روز مشیت کا اختیار رہوگا اور علیٰ ہذا اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے کل کے روز اگر تو چاہے اپنے نفس کو طلاق دے اگر تو چاہے کل کے روز اگر تو چاہے پس تو اپنے نفس کو طلاق دے کل کے روز تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کو فی الحال اپنے نفس کے طلاق دینے کا اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ کل کا روز آ جائے اور امام ابو یوسفؒ[ل] و امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر شوہر نے مشیت[3] کو مقدم ذکر کیا تو عورت کو یہ اختیار ہوگا کہ فی الحال اپنے نفس کو طلاق دے اور کہے کہ

ل اس طرح اختلاف بیان کرنے میں دو جگہ میں سے کسی ایک جگہ کاتب کی غلطی کا گمان ہے واللہ اعلم۔

(۱) یا بھلا سمجھوں وغیرہ۔ (۲) یعنی اگر نہ چاہے گی تو اختیار جاتا رہے گا۔

(۳) یعنی قولہ اگر چاہے تو اپنے نفس کو طلاق دے کل کے روز۔

میں نے اپنے نفس کو کل کے روز طلاق دی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے کل کے روز اگر تو چاہے پس عورت نے کہا کہ میں نے ابھی چاہی تو واقع نہ ہوگی پھر اگر اس کے بعد اس نے کل کے روز چاہی تو واقع ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر تو ابھی چاہے تو کل کے روز طالقہ ہے یا شوہر نے اسی دم کا زبان سے ذکر نہ کیا مگر نیت کی پس عورت نے کہا کہ میں نے یہ بات چاہی کہ میں کل کے روز طالقہ ہوں تو کل کے روز اس پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے چاہا کہ میں آج کے روز طالقہ ہوں تو طلاق واقع نہ ہوگی اور امر طلاق جو اس پر تفویض ہوا تھا اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا یہ محیط میں ہے اگر عورت سے کہا کہ تو گذشتہ کل کے روز طالقہ ہے اگر تو چاہے تو عورت کو فی الحال مشیت کا اختیار ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو سر ماہ طالقہ ہے اگر تو چاہے تو عورت کو شروع[1] ماہ پر مشیت کا اختیار حاصل ہوگا ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں نے آج کے روز تیری طلاق نہ چاہی پس فلاں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں تو طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ فلاں کو اس تمام روز تک چاہنے کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ جب کل کا روز آئے تو تو طالقہ اگر تو چاہے تو عورت کو کل کے روز مشیت کا اختیار حاصل ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے جب تو چاہے اگر تو چاہے یا کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے جب تو چاہے تو یہ دونوں قول یکساں ہیں کہ جس وقت عورت چاہے اپنے نفس کو طلاق دے دے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر اس نے اپنا قول (اگر تو چاہے) موخر بیان کیا تو یہی حکم ہے اور اگر مقدم بیان کیا تو فی الحال کی مشیت کا اعتبار کیا جائے گا پس اگر عورت نے فی الحال اسی مجلس میں چاہی تو پھر جب چاہے اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے اور اگر کچھ کہنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو امر تفویض باطل ہو گیا اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ قولہ اگر تو چاہے پس تو طالقہ ہے جب تو چاہے اس قول میں دو مشیت ہیں کہ پہلی مشیت اسی مجلس تک مقصود ہے اور دوسری معلق ہے کہ اس کا اختیار عورت کو ہے مگر وہ پہلی مشیت پر معلق ہے چنانچہ اگر اس نے پہلی مشیت کے موافق فی الحال طلاق چاہی تو جب چاہے اپنے نفس کو اس کے بعد طلاق دے سکتی ہے اور فرمایا کہ اگر عورت نے یہ نہ کہا کہ میں نے چاہی یہاں تک کہ مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو پھر عورت کو مشیت کا اختیار نہ رہے گا اور اگر عورت نے مشیت کے ساتھ اسی ساعت کا لفظ کہا یعنی میں نے اسی ساعت چاہی یا یہ لفظ نہ کہا تو ان میں کچھ فرق[2] نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر عورت سے کہ انت طالق متی شئت او مماشئت او اذا شئت او اذا ما شئت یعنی تو طالقہ ہے ہر وقت کہ تو چاہے یا جب تو چاہے تو عورت کو اختیار ہے چاہے مجلس میں چاہے یا مجلس سے اٹھنے کے بعد چاہے اور اگر عورت نے فی الحال یہ امر رد کر دیا تو رد نہ ہوگا اور اس تفویض کے اختیار سے عورت فقط ایک طلاق اپنے آپ کو دے سکتی ہے یہ کافی میں ہے اور اگر عورت سے کہا انت طالق زمان مشیت خود او حین مشیت خود یعنی تو طالقہ ہے زمانہ مشیت یا حین مشیت خود تو یہ بمنزلہ اذا شئت یعنی جب چاہے کہنے کے ہے پس یہ مشیت اسی مجلس تک مقصود نہ ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق کلما شئت یعنی تو طالقہ ہے ہر بار جب تو چاہے تو عورت کو برابر پورا اختیار رہے گا چاہے اس مجلس میں چاہے غیر اس مجلس میں چاہے ایک طلاق چاہے ایک بعد دوسری کے تین طلاق تک اپنے آپ کو طلاق دے یہ محیط میں ہے۔

---

(۱) چاند رات۔

(۲) صرف چاہنے کا لفظ کافی ہے۔

کہا: انت طالق حیث شئت او این شئت یعنی تو طالقہ ہے حیث شئت یا این شئت تو مطلقہ نہ ہوگی:

اگر عورت مذکورہ نے ایکبارگی تین طلاق دے دیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی اور یہ تفویض عورت کے رد کر دینے سے رد نہ ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے ہر بار جب چاہے پس عورت مذکورہ نے ایک ایک کر کے اپنے آپ کو تین طلاق دے دیں پھر دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس کے بعد اول شوہر کے نکاح میں آئی اور پھر اپنے نفس کو طلاق دی تو اس تفویض مذکور کے حکم سے واقع نہ ہوگی اور اگر اس نے اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دی ہوں پھر عدت کے بعد دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس کی طلاق کے بعد اول شوہر کے نکاح میں آئی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک از سرنو تین طلاق کا مالک ہوگا اور عورت کو اختیار ہوگا کہ بعد دوسری کے تین طلاق تک اپنے نفس کو دے دے اور اس میں امام محمدؒ کا خلاف ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ کلما شئت فانت طالق ثلثا یعنی ہر بار جبکہ تو چاہے تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس عورت نے ایک ہی طلاق چاہی تو یہ باطل ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ انت طالق حیث شئت او این شئت یعنی تو طالقہ ہے حیث شئت یا این شئت تو مطلقہ نہ ہوگی یہاں تک کہ چاہے اور اگر مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی تو اس کا اختیار مشیت جاتا رہے گا اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق کیف شئت تو عورت قبل اپنے چاہنے کے ایک رجعی طلاق سے طالقہ ہو جائے گی پھر اگر اس نے کہا کہ میں نے ایک بائنہ طلاق یا تین طلاق چاہی ہیں اور شوہر نے کہا کہ میں نے اس کی نیت کی تھی تو یہ شوہر کے قول کے موافق ہوگی اور اگر عورت نے تین طلاق چاہیں اور شوہر نے ایک بائنہ کی نیت کی یا اس کے برعکس تو ایک رجعی واقع ہوگی اور اگر شوہر کے اس قول کے وقت کچھ نیت نہ ہو تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ بربنائے[1] موجب تخییر و اجزائے آن عورت کی مشیت معتبر ہوگی کذا فی الہدایہ اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تک نہ چاہے کچھ واقع نہ ہوگی پس عورت نے چاہی تو ایک رجعی یا بائنہ یا تین طلاق اپنے اوپر واقع کر سکتی ہے بشرطیکہ ارادہ شوہر کے مطابق ہو جو امام اعظمؒ نے فرمایا ہے وہ اولیٰ ہے اور ثمرہ خلاف دو مقام پر ظاہر ہوتا ہے ایک یہ کہ قبل چاہنے کے عورت مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی اور دوم یہ کہ عورت غیر مدخولہ کے ساتھ ایسا ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ نہیں واقع ہوگی اور عورت کا رد کر دینا مثل مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے کے ہے یہ تبیین میں ہے۔

عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین میں سے جتنی چاہے طلاق دے یا تین میں سے جتنی چاہے اختیار کر تو عورت کو اختیار ہوگا کہ اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دے دے مگر پوری تین طلاق نہیں دے سکتی ہے اور یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے:

اگر عورت سے کہا کہ انت طالق کم شئت او ما شئت یعنی تو طالقہ ہے جتنی چاہے تو جب تک عورت کوئی دوسرا کام شروع نہ کرے یا مجلس سے اٹھ کھڑی نہ ہو تب تک اپنی مجلس میں اس کو اختیار ہوگا جس قدر چاہے ایک یا دو تین طلاق دے دے مگر اصل طلاق کو عورت کی مشیت پر موقوف ہے یعنی اگر چاہے تو دے اور اگر عورت نے اس تفویض کو رد کر دیا تو رد ہو جائے گی اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین میں سے جتنی چاہے طلاق دے یا تین میں سے جتنی چاہے اختیار کر تو عورت کو اختیار ہوگا کہ

---

[1] قولہ بربنائے...... یعنی یہاں عورت کو تخییر دے جو مقتضی ہے کہ عورت کی نیت معتبر ہو پس اسی تخییر کی بنا پر جو حکم نکلا اور وہ جاری کیا گیا تو یہی نتیجہ نکلا کہ عورت کی خواہش پر حکم ہو۔

اپنے نفس کو ایک یا دو طلاق دے دے مگر پوری تین طلاق نہیں دے سکتی ہے اور یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تین طلاق تک بھی دے سکتی ہے کذا فی الکافی اور بنا بریں اختلاف اگر کسی شخص سے کہا کہ میری عورتوں میں سے جن کو چاہے طلاق دے دے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کی سب عورتوں کو طلاق دے دے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو یہ اختیار ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر شوہر نے کسی سے کہا کہ میری عورتوں میں سے جو طلاق چاہے اس کو طلاق دے دے پس سب عورتوں نے طلاق چاہی تو وکیل کو اختیار ہے کہ ان سب کو طلاق دے دے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اولیائے عورت نے اس کے شوہر سے عورت کے طلاق کی درخواست کی پس شوہر نے عورت کے باپ سے کہا کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے کہ جو تو چاہتا ہے اور یہ کہہ کر باہر چلا گیا پس عورت کے باپ نے عورت کو طلاق دے دی تو اگر شوہر نے اپنے خسرہ کو تفویض طلاق کی نیت نہ کی ہو گی تو عورت مطلقہ نہ ہو گی اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے تفویض کی نیت نہیں کی تھی تو اسی کا قول قبول ہو گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی مرد سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے تو اس کو اختیار ہو گا چاہے اس مجلس میں طلاق دے یا اس کے بعد طلاق دے اور شوہر کو اختیار ہو گا کہ اس[1] سے رجوع کرے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو اپنے آپ کو طلاق دے اور اپنی سوتن کو طلاق دے تو عورت کو اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار اسی مجلس تک رہے گا اس واسطے کہ اس کے حق میں یہ تفویض ہے اور عورت کو اپنی سوتن کو طلاق دینے کا اختیار اس مجلس میں اور اس کے بعد بھی ہو گا اس واسطے کہ اس کے حق میں یہ عورت وکیل ہے اور اگر دو مردوں سے کہا کہ تم دونوں میری بیوی کو طلاق دو اگر تم دونوں چاہو تو جب تک دونوں طلاق دینے پر متفق نہ ہوں تنہا کسی ایک کو اس کی طلاق کا اختیار نہ[(1)] ہو گا اور اگر دونوں سے کہا کہ تم میری بیوی کو طلاق دے دو اور یہ نہ کہا کہ اگر تم چاہو تو یہ توکیل ہے پس دونوں میں سے ایک کو بھی اس کے طلاق دینے کا اختیار ہو گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر دو مردوں کو اپنی بیوی کی طلاق کے واسطے وکیل کیا تو دونوں میں سے ہر ایک کو اس کے طلاق دینے کا اختیار ہو گا بشرطیکہ طلاق بعوض مال نہ ہو اور اگر دونوں کو اپنی عورت کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور کہہ دیا کہ تم دونوں میں سے ایک بدوں دوسرے کے اس کو طلاق نہ دے پس ایک نے اس کو طلاق دی پھر دوسرے نے اس کو طلاق دی یا ایک نے طلاق دی اور دوسرے نے اس کے طلاق کی اجازت دی تو واقع نہ ہو گی اور اگر دو مردوں سے کہا کہ تم دونوں کے دونوں اس کو تین طلاق دے دو پس ایک نے ایک طلاق دی پھر دوسرے نے دو طلاقیں دیں تو کچھ بھی واقع نہ ہو گی تاوقتیکہ دونوں مجتمع ہو کر تین طلاق نہ دیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی شخص سے کہا کہ تو میری بیوی کی طلاق کا وکیل ہے بدیں شرط کہ مجھے اختیار ہے یا بدیں شرط کہ عورت مذکورہ کو خیار ہے یا بدیں شرط کہ فلاں کو خیار ہے تو وکالت جائز ہے:

اگر دو مردوں سے کہا کہ تم میری بیوی کو تین طلاق دے دو تو ہر ایک کو تنہا طلاق دینے کا اختیار ہو گا اور اسی طرح ایک کو ایک طلاق اور دوسرے کو دو طلاق دینے کا بھی اختیار ہو گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر ایک شخص سے کہا کہ تو میری بیوی کی طلاق دینے کے واسطے وکیل ہے اگر تو چاہے پس مرد مذکور نے اسی مجلس میں چاہا تو یہ جائز[(2)] ہے اور اگر چاہنے سے پہلے مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو توکیل باطل ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ تو میری بیوی کو تین طلاق دے دے اور اگر بیوی چاہے تو یہ شخص

---

[1] یعنی جس سے کہا ہے اس کو منع کر دے قبل اس کے کہ وہ طلاق دے اس واسطے کہ توکیل ہے۔

(1) یعنی ایک کی طلاق سے واقع نہ ہو گی۔

(2) پھر جب چاہے طلاق دے دے۔

وکیل نہ ہوگا جب تک عورت مذکورہ نہ چاہے اور عورت مذکورہ کو اسی مجلس تک چاہنے کا اختیار ہوگا اور اگر مرد مذکور مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو توکیل باطل ہو جائے گی اور اس کی طلاق اس کے بعد واقع نہ ہوگی اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہئے اس واسطے کہ اس میں عام بلوئی ہے کیونکہ اکثر خطوط طلاق جن کو عورتوں کے شوہر پردیس سے لکھتے ہیں کہ تو میری بیوی کی طلاق کے واسطے وکیل ہے اس سے دریافت کر کہ وہ طلاق چاہتی ہے پس اگر عورت چاہے تو اس کو طلاق دے دے پھر اکثر یہ ہوتا ہے کہ وکیل لوگ اس عورت کی مجلس مشیت کے بعد اس کو طلاق دیتے ہیں حالانکہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ طلاق واقع نہیں ہوتی ہے اور اگر کسی شخص سے کہا کہ تو میری بیوی کی طلاق کا وکیل ہے بدیں شرط کہ مجھے اختیار ہے یا بدیں شرط کہ عورت مذکورہ کو خیار ہے یا بدیں شرط کہ فلاں کو خیار ہے تو وکالت جائز ہے مگر یہ خیار[1] کی شرط باطل ہے اور اگر کسی مرد سے کہا کہ تو میری عورتوں میں سے ایک کو طلاق دے دے پس اس نے کسی ایک عورت معین کو طلاق دے دی تو صحیح ہے اور شوہر کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس عورت کے سوائے دوسری عورت کی طرف طلاق مذکور پھیر دے اور اگر اس نے کسی غیر معین ایک عورت کو طلاق دے دی تو بھی صحیح ہے لیکن ان عورتوں میں سے مطلقہ کا معین کرنا اور بیان کرنا شوہر کے اختیار میں ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے تمام امور کا وکیل کیا پھر وکیل نے اس کی بیوی کو طلاق دے دی تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع[2] نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے تجھے اپنے تمام امور میں جن کے واسطے توکیل جائز ہے وکیل کیا تو وکالت عامہ ہوگی کہ خرید و فروخت و نکاحوں وغیرہ ہر چیز کو شامل ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری بیوی کو تطلیقہ واحدہ دے دے پس وکیل نے اس کو دو طلاق دے دیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو طلاق کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے عورت کو طلاق دے دی اور تین طلاق دیں پس اگر شوہر نے توکیل سے تین طلاق کی نیت کی ہو تو واقع ہوں گی اور اگر تین طلاق کی نیت نہ کی ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک کچھ واقع نہ ہوگی ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس کی عورت کو ایک طلاق رجعی دے دے اور وکیل نے اس کی عورت کو ایک طلاق بائن دے دی یعنی کہا کہ میں نے تجھ کو ایک طلاق بائن دی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر وکیل نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ کو بائن کر دیا تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر وکیل سے کہا کہ عورت کو طلاق بائن دے دے پس وکیل نے عورت سے کہا کہ تو طالقہ بتطلیقہ رجعیہ ہے تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری بیوی کو میرے بھائی کے سامنے طلاق دے دے پھر وکیل نے بدوں موجودگی اس کے بھائی کے اس کی عورت کو طلاق دے دی تو طلاق واقع[3] ہوگی جیسے کہ اگر کہا کہ عورت کو گواہوں کے حضور میں طلاق دے دے اور وکیل نے بدوں حضوری گواہوں کے اس کو طلاق دی تو واقع ہوتی ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں تجھے اپنی بیوی کے طلاق دینے سے منع

---

[1] یعنی بلا خیار وکیل طلاق دے سکتا ہے مگر شوہر کو یہ اختیار ہے کہ وکالت سے رجوع کر لے۔

[2] قال المترجم: ہمارے عرف کے موافق طلاق دینا کوئی شوہر کا کام نہیں کہ جس کی عرفاً حاجت موجود ہوں پس ہرگز طلاق واقع نہ ہوگی اور نیز صورت ذیل میں بھی یہی حکم ہے لیکن اگر اس نے یوں کہا کہ جو تو کرے وہ میری طرف سے قرار دیا جائے گا چاہے کوئی فعل ہو تو البتہ اس کے قول کی وجہ سے تنہ بتفریق لازم ہوگی اگرچہ موکل کی نیت طلاق کے واسطے سرے سے نہ ہو فلیتامل واللہ اعلم

[3] واقع کیونکہ بھائی کی موجودگی کچھ اس فعل کے متعلق شرط نہیں ہے بخلاف اس کے بجائے واحدہ رجعیہ کے اگر بائنہ یا تین دے دیں تو موکل سے مخالفت کی اور مضرت پہنچائی کہ وہ رجوع نہیں کر سکتا ہے۔

نہیں کرتا ہوں تو یہ وکیل نہیں ہے چنانچہ اگر کسی کو دیکھا کہ اس کی عورت کو طلاق دیتا ہے پس اس کو منع نہ کیا تو یہ طلاق دہندہ اس کی طرف سے وکیل نہ ہو جائے گا اور طلاق واقع نہ ہوگی پس ایسا ہی اس مقام پر بھی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے زید سے کہا کہ میری بیوی کو سنت طلاق بائن دے دے اور عمرو سے کہا کہ میری بیوی کو سنت طلاق رجعی دے دے پھر دونوں نے عورت کو ایک ہی طہر میں طلاق دی تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی مگر اس طلاق کے حق میں شوہر کو اختیار[1] ہے چاہے بائنہ قرار دے یا رجعی یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر کسی غائب کو اپنی بیوی کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور وکیل مذکور نے اپنی وکالت کا حال معلوم ہونے سے پہلے عورت مذکورہ کو طلاق دے دی تو یہ طلاق باطل ہوگی اس واسطے کہ جاننے سے پہلے وکالت بطلاق ثابت نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا پھر عورت سے کہا کہ میں نے فلاں کو تجھے طلاق دینے سے منع کر دیا تو جب تک فلاں مذکور کو اس ممانعت کا علم نہ ہو وہ معزول نہ ہوگا:

اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ تو فلاں کے پاس جا تا کہ وہ تجھے طلاق دے دے پس عورت اس کے پاس گئی اور اس نے عورت کو طلاق دے دی تو صحیح ہے اور فلاں مذکور وکیل طلاق ہو جائے گا اگر چہ اس کو اپنے وکیل ہونے کا علم نہیں ہوا ہے اور زیادات میں مسئلہ مذکور ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ فلاں مذکور قبل اپنے آگاہ ہونے کے وکیل نہ ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعض نے فرمایا کہ جو زیادات میں مذکور ہے وہ قیاس ہے اور جو اصل میں مذکور ہے وہ استحسان ہے پھر بنا بر روایت اصل کے جو بحکم استحسان ہے جبکہ فلاں مذکور اگر چہ آگاہ نہیں ہوا وکیل ہو گیا اور شوہر نے عورت کو فلاں مذکور کے پاس جانے سے منع کر دیا تو فلاں مذکور اس سے معزول نہ ہو جائے گا درصورتیکہ فلاں مذکور کو اپنے معزول ہونے سے آگاہی نہ ہوا اور یہ حکم نظیر ایک دوسرے مسئلہ کی ہو گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دینے کے واسطے ایک شخص کو وکیل کیا پھر عورت سے کہا کہ میں نے فلاں کو تجھے طلاق دینے سے منع کر دیا تو جب تک فلاں مذکور کو اس ممانعت کا علم نہ ہو وہ معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ اگر فلاں مذکور معزول ہو تو مقصود[2] بالذات ممانعت سے معزول ہوگا عورت کی ممانعت کی تبعیت میں معزول نہ ہوگا حالانکہ عورت کے سپرد کوئی بات نہیں کی ہے تا کہ فلاں مذکور کا اس کی تبعیت میں معزول ہونا صحیح ہو مگر فلاں مذکور کا قبل علم کے مقصوداً ممانعت معزول ہونا متعذر ہے پس ثابت ہوا کہ وہ قبل علم کے معزول نہ ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو اس فلاں مذکور کے پاس جانے سے پہلے اس کے پاس جانے سے منع کر دیا ہو اور اگر فلاں مذکور کے پاس جانے کے بعد عورت کو منع کیا تو فلاں مذکور معزول نہ ہوگا اگر چہ اس کو معزول ہونے کا حال معلوم ہوا ہو اور عورت کے اس کے پاس جانے سے پہلے اگر فلاں کو ممانعت کا اور معزول ہونے کا حال معلوم ہو گیا تو معزول ہو جائے گا اور بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ ایک اجنبی سے کہا کہ فلاں کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ وہ میری بیوی کو

[1] اختیار ہے اقول معاملہ فروج میں احتیاط یہ تھی کہ بائنہ واقع ہو مثلاً پہلے رجعیہ رہی پھر وکیل کیا کہ بائنہ دے دے تو کچھ تامل نہیں کہ بائنہ واقع ہوگی اور اگر اول بائنہ ہو پھر رجعیہ کا وکیل کیا تو دوسری طلاق ہوگی جبکہ غیر مدخولہ نہ ہو تو یہاں تامل ہے۔

[2] مقصود بالذات...... یعنی وکیل کو معزول کرنا صرف اس طرح ممکن ہے کہ اس کو ایسے فعل وقول سے معزول کرے جس سے اس کا معزول کرنا مقصود ہے اور ایسے قول وفعل سے نہیں معزول ہوگا جس سے غرض دوسری ہے اور اس کے ضمن میں معزول کرنے کا بھی حکم دیا اور یہاں اس نے یہی کیا ہے تو معزول نہ ہوگا ہاں اگر عورت سے کہے کہ تو فلاں کو اپنی طلاق دینے کی وکالت سے معزول کر دے اور عورت معزول کرے تو وہ معزول ہو جائے گا۔

طلاق دے دے پھر اس کے بعد اس اجنبی کو منع کر دیا تو ممانعت [1] صحیح ہے اور اگر بیوی کو اس طرح منع کیا تو صحیح [2] نہیں ہے اور یہ بخلاف ایسی صورت کے ہے کہ اگر کسی شخص سے کہا کہ اگر میری بیوی تیرے پاس آئے تو تو اس کو طلاق دے دے یا کہا کہ اگر میری بیوی تیری طرف نکلے تو تو اس کو طلاق دے دے پھر اس نے وکیل کو بعد عورت کے اس کے پاس آنے اور نکلنے کے طلاق واقع کرنے سے منع کر دیا تو صحیح ہے درحالیکہ وکیل آگاہ ہو جائے جیسا کہ عورت کے اس کے پاس جانے یا اس کی طرف نکلنے سے پہلے ممانعت کر دینا بوجہ مذکور صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی بیوی کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اس کو اپنے نشہ کی حالت میں طلاق دے دی تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی ایک شخص نے دوسرے کو اپنی بیوی کی طلاق کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اس عورت کو بائن یا رجعی طلاق دے دی پھر وکیل نے اس کو طلاق دی تو جب تک عورت مذکورہ عدت میں ہے وکیل کی طلاق اس پر واقع ہوگی اور موکل کے بائن کر دینے سے وکیل مذکور معزول نہ ہوگا بشرطیکہ طلاق وکیل بعوض مال نہ ہو اور اگر وکیل نے طلاق نہ دی یہاں تک کہ قبل انقضائے عدت کے موکل نے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر وکیل نے اس کو طلاق دی تو وکیل کی طلاق اس پر واقع ہوگی اور اگر موکل نے بعد انقضائے عدت کے اس سے نکاح کیا پھر وکیل نے اس کو طلاق دی تو وکیل کی طلاق اس پر واقع نہ ہوگی اسی طرح اگر شوہر یا بیوی مرتد ہو گئی نعوذ باللہ من ذلک پھر وکیل نے اس عورت کو طلاق دی تو جب تک عورت مذکورہ عدت میں ہے تب تک وکیل کی طلاق واقع ہوگی اور اگر موکل مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا اور قاضی نے اس کے جا ملنے کا حکم دے دیا تو وکالت باطل ہو جائے گی حتیٰ کہ اگر موکل مذکور مسلمان ہو کر واپس آیا اور اس عورت سے نکاح کیا پھر وکیل نے اس عورت کو طلاق دی تو طلاق وکیل واقع نہ ہوگی اور اگر وکیل مذکور نعوذ باللہ مرتد ہو گیا تو وہ اپنی وکالت پر رہے گا اگرچہ دار الحرب میں جا ملے لیکن جب قاضی اس کے جا ملنے[1] کا حکم دے دے تو معزول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اور اگر کسی کو وکیل کیا مگر اس نے وکالت رَد کر دی پھر اس نے طلاق دی تو واقع نہ ہوگی:

جو شخص وکیل طلاق ہو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو وکیل کر دے اور اگر طفل عاقل یا غلام کو وکیل کیا کہ طلاق دے دے تو صحیح ہے یہ سراجیہ میں ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا مگر اس نے وکالت قبول نہ کی رد کر دی پھر اس نے طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اور اگر وہ بدوں قبول کرنے کے خاموش رہا پھر اس نے طلاق دے دی تو واقع ہوگی اور اگر وکیل سے کہا کہ تو کل کے روز عورت کو طلاق دے دے پس وکیل نے عورت سے کہا کہ تو کل کے روز طالقہ ہے تو یہ باطل ہے اور اگر کسی وکیل سے کہا کہ تو عورت کو طلاق دے دے پس وکیل نے عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کسی دوسرے سے کہا کہ تو میری بیوی کو تین طلاق دے دے پس اس نے ہزار طلاقیں دے دیں تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میری بیوی کو آدھی طلاق دے دے پس وکیل نے پوری ایک طلاق دے دے تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے اور جو شخص طلاق منجز[2] کے واسطے وکیل ہو یعنی جو بلا تعلیق فی الحال واقع کرنے کے واسطے وکیل ہوا گر ایسے وکیل نے طلاق معلق دے دی تو صحیح نہ ہوگی یہ قنیہ میں ہے ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا پھر ایک شخص کو اپنی بیوی کی طلاق کے واسطے وکیل کیا پھر

---

۱ جا ملنے یعنی قاضی نے حکم دیا کہ فلاں شخص دار الحرب میں مل گیا تو اس کا ترکہ اس کے وارثوں میں تقسیم ہو۔

۲ منجز فی الحال، اور معلق جو کسی شرط پر موقوف ہو۔

(۱) یعنی فلاں کے پاس جانے سے۔

(۲) یعنی فلاں کے پاس جانے سے۔

بدوں حضوری عورت کے اس وکیل کو معزول کر دیا پس اگر عورت[1] کی درخواست سے یہ وکالت نہ ہو تو معزول کرنا صحیح ہوگا اور اگر بدرخواست عورت ہو تو بدوں حضوری عورت کے اس کا معزول کرنا صحیح نہ ہوگا اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ وکیل طلاق کا معزول کرنا مرد کے اختیار میں ہے اگرچہ وکیل مذکور بدرخواست عورت ہو اور اگر کسی شخص کو طلاق کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر بار جب میں تجھے معزول کروں تو تو میرا وکیل ہے پس بعض نے فرمایا کہ یہ توکیل صحیح نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ توکیل صحیح ہے اور اس کو معزول نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ وکالت متجدد ہوتی رہے گی اور شیخ شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ موکل اس کو معزول کر سکتا ہے پھر طریقہ عزل میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے شیخ امامؒ نے فرمایا کہ اگر وکیل مذکور سے یوں کہے کہ میں نے تجھ کو تمام سب وکالتوں سے معزول کر دیا ہے تو وہ معزول ہو جائے گا اور یہ قول منجز و معلق سب کی طرف راجع ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ یوں کہے کہ میں نے تجھے معزول کیا جیسا کہ میں نے تجھے وکیل کیا یعنی جیسے تجھے وکیل کیا ہے ویسے ہی تجھے معزول کیا اور بعض نے فرمایا کہ یوں کہے کہ میں نے تیری وکالت معلقہ سے رجوع کیا اور تجھ کو وکالت مطلقہ سے معزول کیا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کسی سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے پس اس کو بائن کر دے یا کہا کہ اس کو بائن کر دے پس اس کو طلاق دے تو یہ ایسی توکیل ہے کہ مجلس ہی تک مقصود نہیں ہے اور شوہر کو اس سے رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اور جب وکیل نے اس کو طلاق دی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اس وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک سے زیادہ واقع کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری اس بیوی کو طلاق دے دے اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر موکل غائب ہو گیا تو وکیل مذکور طلاق دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا:

اگر وکیل سے کہ کہ میری بیوی کو طلاق دے اس شرط پر کہ عورت گھر سے کوئی چیز نکال نہ لے جائے پس وکیل نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی اس شرط پر کہ تو گھر سے کوئی چیز نکال نہ لے جائے پس عورت نے قبول کی تو مطلقہ ہو جائے گی خواہ کوئی چیز نکال لے جائے یا نہ لے جائے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے اس شرط سے تجھے طلاق دی کہ تو گھر سے کچھ نکال نہ لے جائے پھر اگر عورت نے کچھ نکالا تو مطلقہ نہ ہوگی اور اگر دونوں نے اس میں اختلاف کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا کیونکہ وہ منکر ہے یہ عتابیہ میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میری اس بیوی کو طلاق دے دے اور وکیل نے وکالت قبول کی پھر موکل غائب ہو گیا تو وکیل مذکور طلاق دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر اپنی بیوی کا ہاتھ کسی مرد کے ہاتھ میں دے دیا پھر جس کو دیا ہے وہ مجنوں ہو گیا پھر اس نے طلاق دی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا ہے کہ جو کہتا ہے اس کو نہیں سمجھتا ہے تو اس کی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر موکل مجنوں ہو گیا پس اگر ایک ساعت مجنوں رہا پھر افاقہ ہو گیا تو وکیل اپنی وکالت پر رہے گا اور اگر زمانہ[2] دائمی مجنوں ہو گیا تو وکالت باطل ہو گئی اور اگر کسی شخص سے کہا کہ جب میری عورت حائضہ ہو کر طاہر ہو تو طالقہ ہے تو یہ باطل[3] ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھ پر عورت کروں تو اس کا امر میں نے تیرے ہاتھ میں دیا پھر اس کی

[1] درخواست مثلاً عورت نے کہا کہ نہیں معلوم تو کب آئے اور کہاں جائے لہٰذا کسی کو وکیل کر دے کہ اگر فلاں وقت تک نہ آئے یا نفقہ نہ بھیجے تو وہ مجھے طلاق دے دے۔

[2] زمانہ دائمی اس سے مراد عرف خاص یہ ہے کہ ایک مہینہ تک افاقہ نہ ہو اور اسی پر فتویٰ ہے۔

[3] اور اگر عورت کے حائضہ ہو کر طاہر ہونے کے بعد طلاق دی تو واقع ہوگی۔

بیوی اس کے درمیان حرمت مصاہرہ متحقق ہوگئی:

اگر کسی شخص سے کہا کہ میرے ساتھ فلاں کا نکاح کر دے اور اس کو تین طلاق دے دے پھر معلوم ہوا کہ اس وکیل نے قبل وکالت مذکورہ کے یا بعد اس کے اس عورت سے اپنے ساتھ نکاح کر لیا ہے تو چاہئے کہ وکیل مذکور اس موکل کی طرف سے وکیل طلاق باقی رہے یہ قنیہ میں ہے طلاق کا وکیل و ایلچی دونوں برابر ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے اور ایلچی بھیجنے کی یہ صورت ہے کہ شوہر اپنی عورت کو اس کی طلاق کسی شخص کے ہاتھ بھیج دے پس ایلچی اس کے شہر میں[ا] اس کے پاس پہنچ کر ایلچی گری کو یعنی جو پیغام ہے اس کو بدستور رسالت ٹھیک ٹھیک ادا کر دے پس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے اور فوائد نظام الدین میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کا امر اس کے ہاتھ میں دیا کہ اگر فلاں کام کروں تو تو جب چاہے اپنا پاؤں اس گرفتاری سے آزاد کر دے پھر شوہر نے وہی کام کیا اور عورت نے اس امر کے بموجب طلاق دینے سے پہلے شوہر سے خلع کیا پس اس کے بعد اپنا پاؤں اس گرفتاری سے چھڑا سکتی ہے یا نہیں تو شیخ نے جواب دیا کہ ہاں اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے پھر دریافت کیا گیا کہ اگر عدت گزر گئی ہو پھر نکاح کر لیا ہو تو عورت اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں تو فرمایا کہ نہیں اور زیادت میں باب اول میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ اس کی عورت کو بعوض ہزار درہم کے طلاق دے دے پھر اس عورت کو خود بدیں بن کر دیا تو پھر وکیل کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ عورت مذکورہ کو طلاق دے اور اسی طرح اگر تجدید نکاح کر لی[۲] ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اپنی عورت کو بائن طلاق دے دی پھر کسی کو وکیل کیا کہ میری بیوی کو کسی قدر مال[1] پر طلاق دے دے پس وکیل نے اس کو بعوض مال کے طلاق دے دے اور عورت نے قبول کی تو طلاق پڑے گی اور مال واجب نہ ہوگا اور اگر شوہر نے عدت میں اس سے جدید نکاح کر لیا پھر وکیل نے مال پر طلاق دی اور عورت نے قبول کی تو طلاق پڑے گی اور مال واجب ہوگا اور اگر عدت گزر گئی پھر شوہر نے جدید نکاح کر لیا پھر وکیل نے مال پر طلاق دی اور عورت نے قبول[2] کی تو طلاق بھی واقع نہ ہوگی اور میرے جدّ کے فوائد میں مذکور ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھ پر عورت کروں[۳] تو اس کا امر میں نے تیرے ہاتھ میں دیا پھر اس کی بیوی اس کے درمیان حرمت مصاہرہ متحقق ہوگئی بایں طور کہ مثلاً اس مرد نے اپنی بیوی کی ماں کو شہوت سے چھوا[۴] پھر اگر اس مرد نے کوئی بیوی کی پس آیا اس کا اختیار پہلی عورت کے ہاتھ میں ہوگا یا نہ ہوگا تو فرمایا کہ ہاں اس کے اختیار میں ہوگا کیونکہ قضائے قاضی بایں فعل متصور ہے اس واسطے کہ قاضی نے اگر ایسی عورت کے

ا شہر ... کچھ مسافت شرط نہیں ہے بلکہ اگر اسی شہر میں دونوں موجود ہوں اور اس نے ایلچی بھیجا تو بھی طلاق واقع ہوگی۔

۲ یعنی بعد بائنہ کرنے کے نکاح جدید کر لیا ہو۔

۳ عورت کروں یعنی دوسری عورت سے نکاح کروں۔

۴ اصل میں لفظ مسہ لکھا ہے اور یہ محتمل یہ ہے کہ ساس کے ساتھ وطی کر لی اور صورت یہ کہ زید نے زوجہ سے یوں کہا پھر زوجہ کی ماں سے وطی کی یا شہوت سے مساس کیا پس عورت حرام ہو کر علیحدہ ہوئی پھر زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا تو کیا محرمہ عورت اس کو طلاق دے سکتی ہے جواب دیا کہ ہاں کیونکہ اگر کوئی قاضی بنا بر قول حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جو مذہب شافعی ہے حکم دے کہ وہ عورت بوجہ زنا کے حرام نہ ہوئی تو ہو سکتا ہے اور حکم قضاء نافذ ہوگا۔

(1) یعنی معین کر دیا۔

(2) یعنی عدت میں۔

نکاح کے جواز کا جس کی ماں یا بیٹی سے زنا کیا ہے حکم دے دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک نافذ ہوگا بخلاف قول امام ابو یوسفؒ کے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کا امراس کے ہاتھ میں دیا بریں کہ اگر تو مہر بخش دے تو جب چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے اور حال یہ ہے کہ عورت مذکورہ اپنا مہر قبل اس تفویض کے شوہر کو ہبہ کر چکی ہے تو شیخ الاسلام نظام الدین وبعضے مشائخ نے کہا کہ عورت اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ عورت اپنے آپ کو طلاق نہیں دے سکتی ہے یہ ذخیرہ کردری میں ہے ایک شخص سفر کو جاتا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میرے جانے سے ایک مہینہ گزر جائے اور میں تیرے پاس نہ آؤں اور تیرا نفقہ تیرے پاس نہ پہنچے تو میں نے تیرا امر تیرے اختیار میں دیا کہ جب تیرا جی چاہے اپنا پاؤں کشادہ[1] کر لے پھر مہینہ گزرنے سے پہلے نفقہ آ گیا مگر وہ خود نہیں آیا تو عورت کا امراس کے ہاتھ میں نہ ہوگا اس واسطے کہ مختار ہونے کی شرط دو باتیں ہیں نفقہ نہ آنا اور مرد کا نہ آنا پس چونکہ ان دونوں میں سے ایک بات پائی گئی تو شرط پوری[2] نہ ہوئی بخلاف اس کے اگر یوں کہا کہ اگر میں و میرا نفقہ نہ پہنچے پھر دونوں میں سے ایک چیز پہنچی تو عورت کا امراس کے اختیار میں ہو جائے گا اور میں نے ایک فتویٰ دیکھا جس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھ سے ایک مہینہ غائب ہوں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے پھر اس مرد کو کافر قید کر لے گئے پس آیا عورت کا امراس کے اختیار میں ہوگا تو اس فتویٰ پر شیخ الاسلام علاء الدین محمود الحارثی المروزی نے جواب دیا تھا کہ نہ ہوگا اور میرے والد فرماتے تھے کہ اگر کافروں نے اس کو چلنے پر با کراہ مجبور کیا پھر وہ خود چلا گیا تو چاہئے کہ شرط متحقق ہو جائے یعنی غائب ہو جانا اس واسطے کہ حانث ہونے کے واسطے خواہ وہ فعل بہ نسیان ہو یا با کراہ ہو یا عمداً ہو سب یکساں[ا] ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور منتقیات صاحب المحیط میں ہے کہ شوہر نے بیوی سے کہا کہ اگر دس روز میں تجھ سے غائب ہوں اور تیرا نفقہ تجھے نہ پہنچے تو میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ دیا پھر دس روز گزر گئے اور شوہر و زوجہ دونوں نے نفقہ پہنچنے میں اختلاف کیا کہ شوہر کہتا ہے کہ میں نے پہنچا دیا ہے اور عورت انکار کرتی ہے تو شیخ رحمہ اللہ[3] نے جواب دیا ہے کہ قول عورت کا قبول ہوگا یہاں تک کہ اس کا امراس کے اختیار میں ہو جائے گا اور یہ کتاب الاصل کی روایت ہے اور منتقی کی روایت اس کے برعکس ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

ایک[4] شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر سیم من نہ دہی تاوقت کذا امر بدست من نہادی طلاق زن خواستنی[۲] افقال نہادم پھر اس کا مال قرضہ اس کو نہ دیا یہاں تک کہ یہ میعاد گزر گئی اور حال یہ ہوا کہ قرضدار نے ایک عورت سے نکاح کیا تو قرض خواہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس کو طلاق دے دے اور اگر یوں کہا کہ اگر میرا روپیہ تو فلاں وقت تک نہ دے تو امر بدست من نہادی زنے را کہ بہ خواہی یعنی میرے ہاتھ میں امر ایسی عورت کا تو نے دیا جس تو چاہے یعنی نکاح میں لائے اور وہ باقی مسئلہ بحالہ تو قرض خواہ کو اس عورت کے طلاق دینے کا اختیار ہوگا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کا امراس کے ہاتھ میں دے دیا پس عورت نے کہا کہ

[ا] یکساں مترجم کہتا ہے لیکن مرد کی مراد ایسی بے اختیاری نہیں ہے تو صحیح قول شیخ الاسلام ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲] زن خواستنی یعنی جس سے نکاح کرے۔

(۱) یعنی طلاق کے لئے۔ (۲) اور ایک نہیں پائی گئی۔

(۳) یعنی صاحب المحیط۔

(۴) قرض خواہ نے قرض دار سے کہا۔

دست بزداشتم اور یہ نہ کہا خویشتن را یعنی اپنے کو تو عورت مذکورہ مطلقہ نہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو مراد لیا تھا یعنی یہ مراد تھی کہ ہاتھ الگ کر دیا میں نے اپنا پس اگر مجلس موجود ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی ورنہ نہیں اور ہمارے بعضے مشائخ نے کہا کہ مسئلہ مذکورہ میں طلاق واقع ہونی چاہئے [(۱)] یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے جواب دیا کہ افگندم یعنی میں نے ڈالی اور کہا کہ میری نیت طلاق نہ تھی تو عورت کی تصدیق کی جائے گی یعنی طلاق نہ پڑے گی اور اگر عورت نے کہا کہ میری طلاق کی نیت تھی تو طلاق پڑ جائے گی اور اگر عورت نے کہا طلاق افگندم تو بدون نیت طلاق واقع ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ امر [(۲)] بدست تو نہادم شش ماہ را تو پورے چھ مہینہ ختم ہونے تک عورت کا امر اس کے اختیار میں ہو گا یہ وجیز کردری میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر دس روز بعد پانچ اشرفیاں تجھے نہ پہنچاؤں تو تیرا امر تیرے ہاتھ:

فوائد صدر الاسلام طاہر بن محمود میں ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر دس روز تک تیرا نفقہ مجھ سے تجھ کو نہ پہنچے تو بعد اس کے تو اپنے پاؤں کشادہ کر پھر عورت مذکورہ نے نشوز کیا یعنی نافرمان شوہر خلاف شرع ہوگئی یہاں تک کہ مدت گزر گئی تو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو طلاق نہ دے سکے اور استفتا کیا گیا تھا کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر ایک مہینہ تیرا نفقہ تجھ کو نہ پہنچاؤں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے بعد اس کے یہ عورت بدون اجازت شوہر کے غصہ ہو کر اپنے باپ کے گھر چلی گئی اور مہینہ بھر رہی اور اس کے شوہر نے اس کو نفقہ نہ پہنچایا تو چاہئے کہ عورت [(۳)] کا امر اس کے اختیار میں نہ ہو اور یہ فتویٰ بھی آیا تھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر دس روز بعد پانچ اشرفیاں تجھے نہ پہنچاؤں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے دے جب چاہے پھر دس روز گزر گئے اور اس نے اشرفیاں نہ پہنچائیں پس آیا عورت اپنے نفس کو طلاق دے سکتی ہے تو میں نے جواب دیا کہ ہاں بشرطیکہ شوہر کی مراد یہ ہو کہ دس روز گزرتے ہی فی الفور درصورت اشرفیاں نہ پہنچانے کے عورت کو اپنی طلاق دے دینے کا اختیار ہے اور اگر اس کی یہ مراد تھی کہ فی الفور بعد دس روز کے ایسا کر سکے تو عورت کو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا جب تک کہ دونوں میں سے کوئی مر نہ جائے اور میرے والد نے اس جواب کو باصواب فرمایا ہے یہ فصول استروشنی میں ہے میرے استادوں میں سے بعض سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تیری بلا اجازت اس شہر سے باہر جاؤں تو تیرا امر تیرے ہاتھ ہے کہ جب تو چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے پھر یہ شخص کوک سرائے [۲] چلا گیا اور وہیں دو روز رہا حالانکہ عورت مذکورہ سے جانے کی اجازت نہیں لی تھی پس آیا وہ طلاق دے سکتی ہے یا نہیں تو جواب میں فرمایا کہ نہیں واللہ اعلم ایک استفتا آیا جس میں یہ واقعہ درج تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس سے غائب ہو گیا یعنی سفر کر گیا اور بعد تین مہینہ کے اس شخص کے پاس سے خط آیا اور اس میں لکھا تھا کہ اگر میرے تیرے پاس سے غائب ہو جانے سے دو مہینہ ہو جائیں اور اس مدت میں میرا [(۴)] تن تیرے پاس نہ پہنچے تو تو اپنے آپ کو جب چاہے طلاق

۱ یعنی میں نے ہاتھ کھینچ لیا یعنی مجھ سے تجھ سے کچھ کام نہیں ہے۔

۲ کوک سرائے شہر بخارا کے ملحق ایک گاؤں ہے یا شاید نزدیک وہ شہر کا ایک محلہ ہے۔

(۱) اور یہ عرف سے اقرب ہے۔

(۲) چھ مہینے تک میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ دیا۔

(۳) یہ جواب استفتاء۔

(۴) یعنی میں۔

دے دے اور بات یہ کھلی کہ اس مرد نے یہ خط اس وقت لکھا ہے کہ جب اس کے غائب ہو جانے سے ایک مہینہ سے زیادہ نہیں گزرا تھا لیکن خط لانے والے نے راہ میں دیر کر دی اس صورت میں آیا عورت مذکورہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے چونکہ تین مہینہ گزر گئے اور اس عورت کو علم نہیں ہوا ہے تو بعض نے جواب دیا کہ آخر ایمان جامع کے باب ما یجعل فیہ امر امرأتہ الے غیرہ بالوقت کے موافق عورت کا امر اس کے اختیار میں ہوگا اور فوائد شیخ الاسلام برہان الدین میں ہے کہ اگر کسی نے عورت سے کہا کہ اگر بے جرم شرعی تجھ کو ماروں تو تیرا امر تیرے اختیار میں ہے پھر اس عورت سے کہا کہ میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ ہر ہفتہ[1] تو اپنے ماں و باپ کے گھر جایا کر پھر ہفتہ گزر گیا اور دس روز ہو گئے اور اس کے باپ و ماں اس کے یہاں آئے اور ان کے ساتھ یہ عورت ان کے یہاں گئی مگر اجازت لے کر نہیں گئی پس شوہر نے اس بے اجازت جانے پر اس کو مارا پس آیا عورت کا امر اس کے اختیار میں ہوگا یا نہ ہوگا تو جواب دیا کہ ہاں ہوگا واللہ اعلم۔ میں نے ایک فتویٰ دیکھا کہ جس کا جواب میرے چچا شیخ نظام الدین نے لکھا تھا جس کی صورت یہ تھی کہ ایک شخص نے بغیر جرم شرعی مارنے پر اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ دیا تھا اس کی ماں اس کے شوہر کے گھر آئی اس مرد نے کہا کہ یہ کتیا یہاں کیوں آئی ہے عورت نے کہا مادر تست وخواہر تو یعنی تیری ماں و بہن[(۱)] ہے پس مرد نے عورت کو مارا تو شیخ نے جواب دیا تھا کہ عورت کا امر اس کے اختیار میں نہ ہوگا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اپنی عورت کا امر اس کے اختیار میں بدیں شرط دیا کہ اگر اس کو بغیر جرم مارے تو عورت اپنے آپ کو طلاق دے دے پھر شوہر نے اس عورت سے کہا کہ تجھ پر لعنت ہو اور عورت نے جواب دیا کہ لعنت خود تجھ پر ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ عورت کی طرف سے جنایت نہیں ہے اس واسطے عورت نے اس میں پہل نہیں کی ہے بلکہ اس نے مرد کے کہنے پر کہہ دیا ہے اور عامہ مشائخ کے نزدیک عورت کی طرف سے یہ جنایت ہے اور اصح یہی ہے اور علی ہذا اگر مرد نے کہا کہ اے تیری ماں کلوٹی (یا حبشن) پس عورت نے بھی الٹ کر کہا کہ تیری ماں ہے کلوٹی تو پہلے مشائخ کے قول پر یہ جنایت نہیں ہے اور عامہ مشائخ نے اس صورت میں باہم اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض نے کہا کہ اگر شوہر کی ماں زندہ ہو تو یہ امر عورت کی طرف سے شوہر کے حق میں یہ جنایت نہیں ہے اور اگر مر گئی ہو تو یہ امر شوہر کے حق میں شوہر کی طرف سے جنایت ہوگا اور بعض نے کہا کہ عورت کا امر عورت کے اختیار میں نہ[(۲)] ہوگا خواہ شوہر کی ماں زندہ ہو یا مر گئی ہو اور اگر عورت نے شوہر کو کہا کہ خدا تجھے موت دے تو یہ عورت کی طرف سے جرم ہے اور اسی طرح اگر شوہر سے کہا کہ اے خدا نا ترس کافر تو یہ بھی عورت کی طرف سے جرم ہے اور اگر شوہر کو کہا کہ اے بدخوئے پس اگر شوہر ایسا ہی ہو تو یہ جنایت نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو عورت خطاوار ہے اور اگر شوہر نے اس سے کہا کہ تو ایسا نہ کر اس نے جواب دیا کہ خوب کروں گی پس اگر ایسے فعل کے حق میں کہا ہو جو خود معصیت ہے تو یہ عورت کا جرم ہے اور اگر ایسے فعل میں کہا جو معصیت نہیں ہے تو عورت کے حق میں یہ قول جنایت قرار نہ دیا جائے گا اور منتقی میں ہے کہ اگر اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے تیری طلاق تیرے ہاتھ میں رکھ دی اس نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے بھی تجھے طلاق دی تو دو طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے۔

---

[1] ہر ہفتہ سے مراد سنیچر کا دن نہیں ہے بلکہ ایک سات دن مراد ہے۔

(۱) یعنی کتیا۔

(۲) بہر حال جنایت ہے۔

کس اَمر میں فقط شوہر کا قول قبول ہوگا اور کس میں فقط بیوی کا؟

اگر عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ اے بے مزہ پس اگر شوہر شریف ہے تو اس کے حق میں یہ امر جنایت ہوگا یہ ہی عمدہ میں مذکور ہے اور میرے والدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے عورت کا امر اس کے ہاتھ دیا کہ اس کو بے جرم نہ مارے گا پھر اس عورت نے اور عورتوں کے سامنے کہا کہ اگر تمہارے خاوند مرد ہیں تو میرا خاوند مرد نہیں ہے پس شوہر نے اس کو مارا تو میرے والدؒ نے جواب فرمایا کہ یہ عورت کی طرف سے جنایت ہے پس عورت کا امر اس کے اختیار میں نہ ہوگا واللہ اعلم۔ فتاویٰ دیناری میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے اختیار میں دیا بریں کہ اس کو کسی گناہ پر نہ مارے گا الا اس پر کہ شوہر کی بلا اجازت فلاں شخص کے یہاں جائے پھر عورت فلاں مذکور کے یہاں بلا اجازت شوہر کی گئی پس شوہر نے جھگڑا کیا عورت نے گالیاں دیں تو شوہر نے مارا پس اس عورت نے کہا کہ میں نے بحکم امر سپرد شدہ کے اپنے آپ کو طلاق دے لی پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے اس جرم پر مارا ہے کہ تو میری بلا اجازت فلاں کے یہاں گئی تو فرمایا کہ شوہر کا قول قبول ہوگا اور طلاق نہ ہوگی فتاویٰ دیناری میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو نے میری طلاق کی قسم کھائی تھی کہ تجھ کو بے گناہ نہ ماروں گا پھر تو نے مجھے بے گناہ مارا اور اب میں تجھ پر طلاق ہوں پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے بے گناہ شرعی نہیں مارا ہے تو فرمایا کہ قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر شوہر نے اس کے بعد یوں کہا کہ میں نے تجھ سے یوں کہا تھا کہ تو اپنی بہن کے یہاں نہ جا کہ مجھے اس میں غصہ آتا ہے پھر تو نے مانا اور تو گئی اور میں نے تجھے اس سبب سے مارا ہے اور عورت اپنی بہن کے یہاں جانے سے منکر ہے تو قول کس کا قبول ہوگا اور گواہ کس پر لازم ہوں گے تو شیخ نے جواب میں فرمایا کہ قول شوہر کا قبول ہوگا اور اس میں گواہوں کی سماعت نہ ہوگی ایک شخص نے دوسرے مرد سے مجلس شراب میں کہا کہ میں نے ہر جس عورت سے نکاح کیا ہے تیرے واسطے کیا ہے کہ اس کا رکھنا و چھوڑ دینا تیرے ہاتھ میں رہا ہے پس مخاطب نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں نے تیری بیوی کو ایک طلاق دو طلاق و تین طلاق دیں پس آیا واقع ہوں گی تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں اس واسطے کہ یہ کہنا کہ تیرے ہاتھ میں رہا ہے یہ زمانہ ماضی میں اس کے ہاتھ میں اختیار ہونے کی خبر دینا ہے اور زمانہ ماضی میں اختیار ہاتھ میں ہونے سے اس کا اب تک باقی ہونا لازم نہیں آتا ہے بلکہ مطلق امر تو مجلس تک متصور ہوتا ہے حالانکہ مجلس بدل چکی پس باطل ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر یوں کہا کہ تیرے ہاتھ میں ہے تو یہ اس امر کا اقرار ہے کہ اختیار امر اب بھی قائم ہے پس اس کا طلاق دینا صحیح ہوگا یہ فصول استروشنی میں ہے۔

عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں تجھ سے ایک بات کہتی ہوں تو نے روا رکھی یا کہا کہ ایک کام کرتی ہوں تو نے اجازت دی؟

میرے جدؒ کے فوائد میں ہے کہ ایک شخص نے عورت کا امر اس کے ہاتھ میں بدیں شرط دیا کہ مہینہ تک اگر دو دینار عورت کو پہنچائے تو عورت مختار ہے کہ اپنے آپ کو طلاق دے دے پھر مرد نے اس عورت کے ایک قرض خواہ کو دینے پر اترائی قبول کر لی پس آیا عورت بعد مدت گزرنے کے خود مختار ہو سکتی ہے یا نہیں تو جواب دیا کہ اگر شوہر نے مدت گزرنے سے پہلے قرض خواہ عورت کو دے دیئے تو عورت مختار نہ ہوگی اور اگر نہ دیئے ہوں تو ہوگی ایک شخص نے اپنی عورت کا امر اس کے اختیار میں دیا کہ بدوں اس کی اجازت کے شہر سے باہر نہ جائے گا پھر باہر جانے کا قصد کیا اور عورت نے اس کی مشایعت[1] کی پس آیا یہ عورت کی طرف سے اجازت ہے تو فرمایا کہ اجازت نہیں ہے واقعہ[2] فتویٰ ہے کہ ایک مرد نے عورت کا امر اس کے ہاتھ میں دیا بدیں کہ عورت کی بلا اجازت

---

[1] مشایعت مسافر کو رخصت کرنے کے لئے ساتھ جانا جیسے معمول ہے۔

[2] واقعہ فتویٰ یعنی صرف فرضی مسئلہ نہیں بلکہ ایسا واقع ہوا تھا جس کا فتویٰ طلب کیا گیا تھا۔

باندی نہیں خریدے گا پھر یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ نخاس میں گئی اور وہاں ایک باندی کو چھانٹا اور اس باندی کو اس کے شوہر نے خرید لیا پس آیا عورت کا یہ چھانٹنا اجازت ہوگا تو ہمارے بعض اہل زمانہ اگرچہ وہ فتویٰ دینے کی لیاقت نہ رکھتا تھا جواب دیا کہ ہاں عورت کی طرف سے اجازت ہوگی کہ عورت کا امر اس کے اختیار میں نہ ہو جائے گا اور میں نے جواب دیا کہ عورت کا امر اس کے اختیار میں ہو جائے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ میں تجھ سے ایک بات کہتی ہوں تو نے روا رکھی یا کہا کہ ایک کام کرتی ہوں تو نے اجازت دی پس شوہر نے کہا کہ ہاں میں نے روا رکھا پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تین طلاق دے دیں تو کچھ واقع نہ ہوگی[1] اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہ کی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ محیط میں ہے۔

ایک شخص نے بغیر جرم مارنے پر طلاق کو معلق کیا پھر عورت مذکورہ کوچہ میں جو کشادہ دوسری جانب سے نہیں ہے آگے بڑھ گئی اور اس کوچہ میں ایک مرد اجنبی رہتا تھا اور عورت کا یہ قصد نہ تھا کہ اس اجنبی کو دیکھے مگر شوہر نے اس عورت کو مارا تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ شوہر نے اس کو جرم پر مارا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ جب کبھی بغیر میری اجازت کے تو اس شہر سے باہر جائے تو تو نے اپنی عورت کا امر میرے ہاتھ میں دیا اس نے کہا کہ ہاں دیا پھر اس نے ایک بار اس شخص سے باہر جانے کی اجازت لے لی پس آیا اب بلا اجازت بھی جا سکتا ہے تو شیخ علاء الدین نے جواب دیا کہ ہاں جا سکتا ہے اس واسطے کہ ہر گاہ بمعنی ہر وقت ہے اور ایک بار کا اجازت دینا ان اوقات کے واسطے شامل ہو جائے گا ایسا ہی میں نے ان کے فوائد سے لکھ لیا ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر چھ مہینے کے شروع پر تجھے تیرے ماں باپ کے شہر نہ لے جاؤں تو میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ دیا کہ تو ایک طلاق بائن جب چاہے آپ کو دے دے اور عورت مذکورہ نے اس تفویض کو اسی مجلس تفویض میں قبول کیا پھر اس کے بعد ایک سال گزر گیا اور شوہر اس کو اس کے ماں و باپ کے گھر نہ لے گیا پس آیا عورت مذکورہ اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے یا نہیں جاننا چاہئے کہ یہ واقعہ مرغینان میں واقع ہوا تھا چنانچہ وہاں کے لوگوں نے اس کا استفتا ہمارے پاس بھیجا پس میں نے لکھا کہ ہاں عورت کو یہ اختیار حاصل ہے اور اس وقت کے مفتیان سمرقند نے میرے جواب سے موافقت کی اور میرے جد کے فوائد میں ہے کہ ایک نے کہا کہ میں شراب نہ پیوں گا و جوا نہ کھیلوں گا و زنا نہ کروں گا اور اگر کروں تو میری بیوی کو مجھ سے تین طلاق ہیں پس اگر اس نے ان میں سے کوئی کام بھی کیا تو عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی پھر لکھا کہ نفی کی صورت میں کچھ اختلاف نہیں ہے مگر اثبات کی صورت میں اختلاف ہے۔

جن الفاظ سے فقط مراد یہ ہوتی ہے کہ نفس کو روکے اور فعل حرام سے اس کو باز رہنے پر مجبور کرے:

اگر کہا کہ اگر میں شراب پیوں و جوا کھیلوں و زنا کروں تو میں نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ دیا پھر اس نے ان میں سے ایک فعل کیا تو بعضوں کے نزدیک عورت کا امر اس کے اختیار میں نہ ہوگا اور بعضوں کے نزدیک ہو جائے گا اور شیخ نے فرمایا کہ ایسے الفاظ سے غرض یہ ہے کہ نفس کو روکے اور فعل حرام سے اس کو باز رکھے اور ان افعال میں سے ہر فعل تنہا اس کی غرض کے واسطے صالح ہے پس چاہئے کہ سب فعلوں کے پائے جانے پر جزا موقوف نہ ہو اگرچہ لفظ واؤ کا یا اور جمع کے واسطے ہیں ایسا ہی شیخ الاسلام برہان الدین نے ذکر فرمایا ہے اور فوائد علامہ میں مذکور ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں مثلث پیوں و حشیشہ و عصیر و چنی تو

[1] شرط یا اجازت کے وقت دل میں شوہر کی نیت طلاق نہ تھی اور اس بارہ میں اگر شوہر نے کہا کہ یہ میری نیت نہ تھی تو اس کا قول معتبر ہوگا۔

میں نے تیرا امر تیرے ہاتھ دیا جب تو چاہے اپنے آپ کو طلاق دے دے عورت نے اس کو قبول کیا[1] پھر اس مرد نے فقط جنی پی اور باقی نہیں تو آیا اس کے پینے سے عورت مختار ہو جائے گی یا نہیں سو علامہ نے جواب دیا کہ ہاں عورت مختار ہو گی کیونکہ حصول اختیار جدا جدا ہر ایک کے ساتھ معلق ہے نہ سب کے ساتھ مجموعہ ہو کر اور اسی طرح دلیل کے ساتھ علامہ نے جواب دیا ہے اور ان کے ہمعصروں نے ان سے اتفاق کیا ہے ایک شخص نے اپنی بیوی کا امر اس کے ہاتھ میں دیا کہ اگر اس کو جرم یا سبب جرم مارے تو جب چاہے وہ اپنے آپ کو طلاق دے دے اور عورت نے اسی مجلس میں اس کو قبول کر لیا اس کے بعد اس مرد نے اس عورت کو جرم پر مارا پس آیا عورت اپنے کو طلاق دے سکتی ہے تو میں نے جواب دیا کہ ہاں دے سکتی ہے اور مسائل مذکورہ میں جو میرے جد امام وعلامہ سمرقندی نے اختیار کیا ہے اور ان کے اہل زمانہ نے ان کی موافقت کی ہے یہی ان مسائل میں شیخ کبیر امام ابوبکر محمد بن الفضل بخاری کا مختار ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

باب: ④

دربیان طلاق بالشرط ونحو ذلک

اس میں چار فصلیں ہیں۔

فصل: ①

بیان الفاظ شرط (الفاظ شرط)

ان۔ اذا۔ اذما۔ کل۔ کلما۔ متی۔ متما۔ پس ان الفاظ میں جب شرط پائی جائے گی تو قسم منحل ہو جائے گی اور ختم ہو جائے گی اس واسطے کہ یہ الفاظ عموم وتکرار پر دلالت نہیں کرتے ہیں پس ایکبار فعل پائے جانے پر شرط پوری ہو کر قسم منحل ہو جائے گی اور پھر اس کے بعد اس قول کے پائے جانے سے حنث نہ ہوگا الا کلما میں کہ یہ لفظ کلما مقتضی عموم ہے پس اگر شرط یہ لفظ کلما ہو اور اس کی جزاء طلاق قرار دی گئی ہو تو لفظ کلما سے ہر بار شرط متکرر ہو کر ہر بار حانث ہوگا اور جب حانث ہوگا تب ہی طلاق واقع ہو گی یہاں تک کہ جس میں طلاق کی اس طرح قسم کھائی ہے اس ملک کی سب طلاق پوری ہو جائیں پھر اگر عورت نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر اس نے اس عورت سے نکاح کیا اور پھر شرط پائی گئی تو ہمارے[1] نزدیک حانث نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر کلمہ کلما نفس تزوج پر داخل ہوا کہ یوں کہا کہ کلما تزوجت[2] امراۃ فھی طلاق کلما تزوجتك فانت طلاق تو ہر بار اس کے ساتھ نکاح کرنے سے وہ طالقہ ہو گی اگرچہ دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد اس سے نکاح کیا ہو یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ کل امراۃ اتزوجھا فھی طلاق ہر عورت کہ میں اس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے پس اس نے کئی عورتوں سے نکاح[2] کیا تو سب[3] پر

---

[1] خلاصہ یہ ہے کہ کلما سے ہر بار شرط مکرر ہونے پر طلاق واقع ہوتی ہے لیکن ایک ہی نکاح کی ملک کی تین طلاق تک ایسا ہے۔

[2] ہر بار جب میں کسی عورت سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے یا ہر بار جب تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے۔

[3] یعنی فرد ومجموع دونوں کو شامل۔

(۱) یعنی اس مجلس میں۔ (۲) یعنی ایک عقد میں۔

طلاق پڑے گی اور اگر اس نے ایک ہی عورت سے کئی بار نکاح کیا تو وہ فقط [(۱)] ایک ہی مرتبہ مطلقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔
اگر اس نے بعضی عورتوں [(۲)] کی نیت کی ہو تو دیانۃً اس کی نیت صحیح ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ کی جائے گی اور شیخ خصافؒ نے فرمایا کہ قضاءً بھی اس کی نیت صحیح ہے اور فتویٰ ظاہر المذہب پر ہے اور اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو اور موافق قول خصافؒ کے حکم دیا گیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ بحرالرائق میں ہے اور منجملہ الفاظ شرط کے لو۔ و من و ای وایں وانی ہیں کذنی التبیین اور از انجملہ لفظ فی ہے جبکہ فعل پر داخل ہو مثلاً کہا کہ انت طلاق فی دخولك الدار یعنی (ان [(۳)] دخلت الدار) یہ عتابیہ میں ہے۔ اور الفاظ شرط جو فارسی میں ہیں اگر و ہمی و ہمیشہ و ہرگاہ و ہر زمان و ہر بار پس لفظ اگر بمعنی ان ہے پس حانث نہ ہوگا مگر ایک ہی مرتبہ اور دوم بمعنی متی ہے کہ اس میں بھی ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا اور سوم مثل دوم کے ہے اور دونوں کے معنی ایک ہیں اور چہارم و پنجم میں بھی ایک ہی مرتبہ حانث ہوگا اس واسطے کہ یہ لفظ بمعنی [(۴)] کل کے ہے اور یہی صحیح ہے اور ششم بمعنی کلما ہے پس ہر بار وہ حانث ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور رہا لفظ کہ جیسے کہا کہ زن [(۵)] او طالقہ است کہ ایں کاری کند پس اگر عرف میں اس سے تعلیق کے معنی نہ لئے جاتے ہوں تو طلاق فی الحال واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ تحقیق ہے اور اگر ان لوگوں نے تعلیق فقط اسی لفظ [۱] سے اپنے عرف و محاورہ میں رکھی ہو تو جب تک شرط نہ پائی جائے طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر ان کے عرف میں تعلیق اس لفظ سے بھی ہو اور صریح حرف شرط سے بھی معروف ہو تو فضلیؒ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ یہ طلاق فی الحال واقع ہوگی اور ہمارے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ نہ واقع ہوگی اور یہی اصح [۲] ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھانے کے بعد ملک زائل ہو جائے مثلاً عورت کو ایک یا دو طلاق دے دیں تو اس سے قسم باطل نہیں ہوتی ہے پھر اگر شرط ایسی حالت میں پائی گئی کہ ملک ثابت ہے تو قسم منحل ہوگی مثلاً عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس دار میں داخل ہو پھر ایسی حالت میں داخل ہوئی کہ یہ اس مرد کی بیوی تھی تو قسم منحل ہو جائے گی اور باقی [(۶)] نہ رہے گی اور اگر نکاح سے خارج ہو جانے کے بعد داخل ہوئی تو قسم منحل ہو [(۷)] جائے گی مثلاً اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو طالقہ ہے پھر قبل وجود شرط کے اس کو طلاق دے دی یہاں تک کہ عدت گزر گئی پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو قسم منحل ہوگی مگر طلاق کچھ نہ واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو طالقہ بسہ طلاق ہے پھر قبل دخول دار کے عورت کو ایک یا دو طلاق دے دیں پھر عورت نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا جس نے اس سے دخول کیا پھر اس کی طلاق کے بعد شوہر اول کے نکاح میں آئی پھر دار

---

[۱] قولہ لفظا قول یہ عجیب محاورہ ہوگا۔

[۲] قال المترجم ہمارے محاورہ میں واقع نہیں ہوئی ورنہ ایسا عرف ہے اور فارسی زبان میں بھی یہ محاورہ نہیں ہے اور اگر تعلیق کا محاورہ ہو تو بھی اہن کار میلند تخییر ہے نہ تعلیق پس واقع ہوگی اور شاید کہ اصل میں بکند ہوگا۔

(۱) اول مرتبہ۔

(۲) مثلاً یہ مراد ہو کہ لکھنؤ کی ہر عورت سے۔

(۳) اگر تو دار میں داخل ہو۔

(۴) اور کل میں یکبارگی ہے۔

(۵) یعنی اس کی بیوی طالقہ ہے کہ وہ یہ کام کرتا ہے۔

(۶) بیوی پر طلاق ہو کر۔

(۷) اور کچھ نہ ہوگا۔

میں داخل ہوئی تو امام ابوحنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ کے قول کے موافق اس پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ بدائع میں ہے۔

اگر اپنی عورت پر تین طلاق یا کم کی تعلیق کی ہو تو پھر تین طلاق کی تنجیز اس تعلیق (۱) کو باطل کر دیتی ہے مثلاً تین طلاق یا کم کی تعلیق کی اور کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تجھے تین طلاق ہیں پھر اس شرط کے پائے جانے سے پہلے اس عورت کو تین طلاق فی الحال دے دیں پھر یہ عورت بعد حلالہ کرانے کے اسی شوہر کے نکاح میں آئی پھر شرط پائی گئی تو کچھ بھی واقع نہ ہوگی یہ شرح نقایہ برجندی میں ہے اور جیسے تنجیزاً تین طلاق دینے سے تعلیق طلاق باطل ہو جاتی ہے اسی طرح شوہر کے دارالحرب (۲) میں جانے سے بھی امام اعظمؒ کے نزدیک باطل ہو جاتی ہے مگر اس میں صاحبینؒ کا خلاف ہے چنانچہ اگر شوہر کے دارالحرب میں جاملنے کے بعد عورت مذکورہ عدت ہی میں اس دار میں داخل ہوئی تو اس پر طلاق نہ پڑے گی اور اس میں صاحبینؒ کا خلاف ہے اور اس خلاف کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مرد مذکور تائب (۳) مسلمان ہو کر دارالحرب سے واپس آیا اور اس عورت سے دوبارہ نکاح کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ نکاح تکمیل[۱] ہے کہ تعداد طلاق یعنی تین میں سے کچھ کمی نہ ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک نقصان[۲] ہو سکتا ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

فصل : ②

کلمہ کل و کلما سے تعلیق طلاق کرنے کے بیان میں

اگر ایک شخص نے کہا کہ ہر بار جب میں اس دار میں داخل ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے حالانکہ اس کی چار بیویاں ہیں پھر یہ شخص اس دار میں چار مرتبہ داخل ہوا اور کسی بیوی کو معین نہیں کر چکا ہے تو ہر بار میں ایک طلاق واقع ہوگی پس چاہے ان طلاقوں کو سب پر متفرق کر دے اور چاہے ایک ہی پر جمع کر دے اور اگر کہا کہ ہر بار جب تو اس دار میں داخل ہوئے پس ہر بار کہ تو فلاں سے کلام کرے تو تو طالقہ ہے تو دوسری قسم معلق بدخول ہوگی پس جبکہ وہ عورت دار میں داخل ہوگی تب دوسری قسم منعقد ہوگی پھر جب فلاں سے تین بار کلام کرے گی تب تین طلاق سے طالقہ ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے اگر ایک مرد نے دو مردوں سے کہا کہ ہر بار کہ میں تمہارے پاس کھانا کھاؤں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس نے ایک روز ان میں سے ایک کے پاس کھانا کھایا اور دوسرے روز دوسرے کے پاس کھایا تو اس کی بیوی پر تین طلاق پڑ جائیں گی اس واسطے کہ جب اس نے اول کے پاس کھانا کھایا اور تین لقمہ کھائے یا زیادہ کھائے تو گویا اس کے پاس تین مرتبہ کھانا کھایا اور جب دوسرے کے پاس کھانا کھایا تو گویا اس کے پاس بھی تین مرتبہ کھایا پس دونوں کے پاس تین مرتبہ کھانا کھانا پایا گیا اور ان کے پاس ہر بار کھانا شرط وقوع طلاق (۴) واحد ہے اور اسی طرح اگر دونوں میں سے ایک سے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تیرے پاس کھایا پھر اس کے پاس کھایا تو میری بیوی طالقہ ہے تو اس میں بھی یہی حکم ہوگا جو ہم نے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے۔

---

۱ تکمیل یعنی بالکل جدائی کے بعد جدید نکاح سے پوری تین طلاق کا اختیار حاصل ہوا اور پہلے نکاح کی کمی معدوم ہو گئی۔

۲ یعنی مثلاً پہلے ایک ایک طلاق دے دی ہو تو اب دو کا مالک ہوگا۔

(۱) یعنی خلاف تعلیق۔

(۲) مرتد ہو کر۔

(۳) توبہ کرنے والا۔

(۴) پس تین بار سے تین طلاق واقع ہوں گی۔

اپنی بیوی سے کہنا کہ میری طرف سے ہر حسن کلمہ کہنے پر تو طلاق یافتہ ہوئی:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہر بار جب میں اچھی بات کہوں تو تو طالقہ ہے پھر بولا کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر تو عورت پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے یوں کہا کہ سبحان اللہ[1] الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر تو عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص نے اپنی دو بیویوں سے جن کے ساتھ دخول کر لیا ہے یا نہیں کیا ہے یا ایک سے دخول کیا ہے نہ دوسری سے یوں کہا کہ ہر بار جب میں تمہاری طلاق کی قسم کھاؤں تو تم دونوں میں سے ایک طالقہ ہے یا کہا کہ ایک تم دونوں کی طالقہ ہے اور مکرر دو مرتبہ کہا تو کچھ واقع نہ ہوگی اور اگر تیسری مرتبہ کہا تو یہ کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ واقع نہ ہوگی الا اگر اس نے دوسری مرتبہ کی طلاق واحدہ سے سوائے تیسری مرتبہ میں طلاق واحدہ مراد لی تو ایسی صورت میں ان دونوں کی طلاق پر قسم کھانے والا جانے گا پس ایک قسم اول میں حانث ہو جائے گا اور اگر یوں کہا کہ ہر بار جب میں نے قسم کھائی تم دونوں میں سے ایک کی طلاق کی تو یہ عورت طالقہ ہے ہر بار کہ قسم کھائی میں نے تم دونوں میں سے ایک کی طلاق کی تو تم میں سے ایک طالقہ ہے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اختیار بیان کہ کون عورت مطلقہ ہوئی شوہر کو ہے اور اگر یوں کہا کہ ہر بار کہ میں نے قسم کھائی تم دونوں میں سے ایک کی طلاق کی تو ایک تم میں سے طالقہ ہے ہر بار کہ میں نے قسم کھائی تم دونوں سے ایک کی طلاق کی تو وہ طالقہ ہے تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اختیار شوہر کو ہوگا چاہے دونوں طلاقوں کو ایک ہی پر ڈالے اور چاہے دونوں پر تقسیم کر دے اور اگر شوہر کی ایک مدخولہ ہو اور دوسری مدخولہ نہ ہو پس اس نے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تم دونوں کی طلاق کی قسم کھائی تو تم دونوں طالقہ ہو اور اس کو تین مرتبہ کہا تو پہلی قسم منعقد ہو کر دوسری قسم سے منحل ہوگی پس ہر ایک پر ایک ایک طلاق واقع ہوگی اور تیسری قسم مدخولہ کے حق میں منعقد ہوگی اور دوسری قسم تیسری قسم سے منحل نہ ہوگی کیونکہ شرط تمام نہیں ہے یعنی دونوں کی طلاق کی قسم پائی نہ گئی اور اگر غیر مدخولہ سے نکاح کر کے اس سے کہا کہ اگر میں دار میں داخل ہوں تو تو طالقہ ہے تو دوسری و پہلی قسم منحل ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک پر دو طلاق واقع ہوں گی اس واسطے کہ تیسری دفعہ مدخولہ کے حق میں قسم کھانے پر کچھ شرط موجود تھی اور اب شرط پوری ہو گئی پس دونوں میں سے ہر ایک بسہ طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اگر اس نے غیر مدخولہ سے نکاح نہ کیا لیکن اس سے یہ کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے تو قسم صحیح ہوگی اور پہلی و دوسری قسم منحل ہو جائیں گی لیکن مدخولہ اس کی ملک میں ہے پس بسہ طلاق بائنہ ہوگی اور غیر مدخولہ اس کی ملک میں نہیں ہے پس اس کے حق میں قسم لغو ہوگی اور اول و دوم دونوں منحل تو ہوں گی مگر کچھ جزا مترتب نہ ہوگی لیکن قسم بکلمہ ہر بار منعقد ہوگی اور اثر انحلال ظاہر نہ ہوا پس دونوں قسمیں باقی رہیں گی پھر جب اس کے بعد اس سے نکاح کیا اور اس کی طلاق کی قسم کھائی اس پر دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر اس نے مدخولہ سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے تو صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ بائنہ موجود ہے لیکن اگر یوں کہا کہ جب میں تجھ سے بعد تیرے دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے تو ایسی قسم صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس میں اضافت بجانب ملک ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ اور اگر اس نے اپنی کئی[2] عورتوں میں سے ایک سے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تیری طلاق کی قسم کھائی تو باقیات طالقات ہیں پھر دوسری عورت سے بھی ایسا ہی کلام کیا پھر تیسری سے بھی یہی کہا کہ تو تیسری و چوتھی عورت تین تین طلاق

ا قولہ و یعنی تو عورت طالقہ ہے اور یہ ضمیر ہے اسم اشارہ نہیں ہے۔

(۱) بدون عطف۔

(۲) یعنی دو سے زیادہ چار تک۔

سے طالقہ ہو جائیں گی اور دوسری عورت پر دو طلاق اور پہلی پر ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ دوسرے کلام سے دو پہلی عورت کے طلاق کی قسم کھانے والا ہوا اور تیسرے کلام سے پہلی و دوسری کے طلاق کی قسم کھانے والا ہے اور اگر بجائے لفظ ہر بار کے لفظ جب ہو تو تیسری و چوتھی عورت میں سے ہر ایک پر دو دو طلاق واقع ہوں گی اور اول و دوم میں سے ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کسی مرد نے کہا کہ ہر عورت میری عورتوں میں سے جو دار میں داخل ہو پس یہ طالقہ ہے اور فلاں تو فلاں مذکورہ فی الحال طالقہ ہو جائے گی اور اگر اس کی عدت میں وہ دار میں داخل ہوئی تو دوسری طلاق بھی اس پر واقع ہوگی یہ منتقی میں مذکور ہے اور شیخ ابوالفضل نے فرمایا کہ یہ حکم اس کے خلاف ہے جو جامع میں مذکور ہے یہ ذخیرہ میں ہے نوازل میں ہے کہ شیخ نصیر نے فرمایا کہ میں نے حسن بن زیاد سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے یوں کہا کہ ہر بار کہ میں داخل ہوں اس دار میں ایک دفعہ داخل ہونا تو تو طالقہ ہے ہر بار کہ میں اس دار میں دو دفعہ داخل ہوں تو تو طالقہ ہے پھر اس دار میں دو دفعہ کا داخل ہونا اس سے عمل میں آیا تو حسن بن زیاد نے فرمایا کہ عورت مذکورہ پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کسی نے کہا: کلما دخلت هذه الدار و کلمت فلانًا او فکلمت فلانا فامرأة من نسائی طالق :

اگر اس نے دو عورتوں سے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تم دونوں سے نکاح کیا پس تم دونوں طالقہ ہو پھر اس نے ایک سے ایکبار اور دوسری سے دو بار نکاح کیا تو دونوں ایک ایک طلاق سے طالقہ ہوں گی لیکن اگر اول سے بھی دوبارہ نکاح کیا تو دونوں پر ایک ایک طلاق دوسری بھی واقع ہوگی اور اگر کہا کہ ہر بار کہ میں نے دو عورتوں سے نکاح کیا پس دونوں طالقہ ہیں پھر اس نے تین عورتوں سے نکاح کیا تو سب پر طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ ہر کے حق میں یہ بات پائی گئی کہ اس نے دو عورتوں سے نکاح کیا ہے اور یہی شرط تھی اور اگر اس نے کہا کہ ہر بار کہ میں نے تم دونوں کے پاس کھایا پس میری بیوی طالقہ ہے پھر اس نے ہر ایک کے پاس تین لقمہ کھائے تو اس کی عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری ہر عورت و ہر بار کہ میں کسی عورت سے تیس برس تک نکاح کیا پس وہ طالقہ ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوں اور اس شخص کے نکاح میں ایک عورت ہے پھر اس نے دوسری عورت سے نکاح کیا پھر اس نے ان دونوں کو طلاق دے دی پھر ان دونوں سے دوبارہ نکاح کیا پھر دار میں داخل ہوا تو دونوں میں سے ہر ایک پر تین طلاق واقع ہوں گی جن میں سے ایک طلاق بایقاع[1] اور دو بحلف واقع ہوں گی اور اگر اس نے دونوں کو طلاق دینے کے وقت دونوں سے نکاح نہ کیا یہاں تک کہ دار میں داخل ہو گیا پھر دونوں سے نکاح کیا تو ہر ایک بسبب اس کے حانث ہو جانے کے مطلقہ بیک طلاق ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے کہا کہ کلما دخلت هذه الدار و کلمت فلانًا او فکلمت فلانا فامرأة من نسائی طالق یعنی ہر بار کہ میں اس دار میں داخل ہوا اور میں نے فلاں سے کلام کیا یا نیز[2] میں نے فلاں سے کلام کیا تو میری عورتوں میں سے ایک عورت طالقہ ہے پھر یہ شخص دار میں کئی مرتبہ داخل ہوا اور فلاں سے اس نے ایک ہی دفعہ کلام کیا تو عورت پر ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر یوں کہا کہ ہر بار کہ میں اس دار میں داخل ہوا اور اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پھر وہ دار میں تین مرتبہ داخل ہوا اور فلاں سے اس نے ایک ہی دفعہ کلام کیا تو عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ ہر بار کہ میں نے کسی عورت سے نکاح کیا اور میں دار میں داخل ہوا تو وہ طالقہ ہے پھر ایک عورت سے تین مرتبہ نکاح کیا اور

---

1. بایقاع یعنی ایک طلاق تو واقع کرنے سے پڑی اور دو طلاق بوجہ قسم کے پڑیں۔
2. قول اور یہی اصل میں ہے اور بظاہر لفظ واؤ ہے۔
3. قول المترجم قولہ نیز واضح رہے کہ پس کا ترجمہ بیان اولی نہیں ہے اس واسطے کہ پس ہمارے محاورہ میں تعقیب ہے مع التفریع فتامل فیہ۔

دار میں ایک ہی دفعہ داخل ہوا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر دوبارہ داخل ہوا تو دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر تیسری بار داخل ہوا تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ ہر بار کہ میں چھوہارا اور اخروٹ کھایا تو تو طالقہ ہے پھر اس نے تین چھوہارے اور ایک اخروٹ کھایا تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر دوسرا اخروٹ کھایا تو دوسری طلاق اور اگر تیسرا اخروٹ کھایا تو تیسری طلاق بھی واقع ہوگی یہ شرح تلخیص الجامع الکبیر میں ہے۔

ابن سماعہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف کو فرماتے سنا کہ اگر کسی شخص[۱] نے کہا کہ ہر بار کہ تو اس دار میں داخل ہوئی پس ہر بار کہ تو نے فلاں سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے تو یہ امر دونوں باتوں پر ہوگا اور لفظ تو جو ترجمہ فائے جزاء پر داخل ہے پس اگر عورت مذکورہ ابتدا کر کے تین بار دار میں داخل ہوئی پھر اس نے ایک بار فلاں سے کلام کیا تو اس پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر وہ دار میں ایک دفعہ داخل ہوئی پھر اس نے تین دفعہ فلاں سے کلام کیا تو بھی اس پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ بدائع میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ ہر بار کہ میں دار میں داخل ہوا پس تو طالقہ ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا پھر مرد مذکور دار میں چند مرتبہ داخل ہوا اور پھر چند ہی مرتبہ اس نے فلاں سے کلام کیا تو سب قسموں میں حانث[۲] ہوگا اور اگر کہا کہ ہر بار کہ میں نے عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے اگر وہ دار میں داخل ہوئی پھر عورت سے چند مرتبہ نکاح کیا اور دار میں ایک مرتبہ داخل ہوئی تو ہر طلاق طالقہ ہو جائے گی یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر کسی نے کہا ہر عورت کہ میں اس سے نکاح کروں کبھی فلاں قریہ میں تو وہ طالقہ ہے پھر اس نے اس گاؤں کی ایک عورت کو باہر نکال کر اس سے نکاح کیا تو وہ مطلقہ نہ ہوگی اور اسی طرح اگر اس عورت کو باہر نہ نکالا مگر دوسری جگہ سوائے اس گاؤں کے اس سے نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر یوں کہا کہ ہر عورت کہ میں اس سے نکاح کروں اس گاؤں میں سے تو وہ طالقہ ہے پھر اس نے اس گاؤں کی ایک عورت سے نکاح کیا تو چاہے جہاں نکاح کرے حانث[۳] ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ ہر میری بیوی اور ہر عورت کہ جس سے تیس سال تک نکاح کروں وہ طالقہ ہے:

اگر یوں کہا کہ کل امرأة لی تکون ببخارا فهی طالق ثلثا ہر میری عورت جو بخارا میں ہوگی وہ سہ طلاق طالقہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس کلام سے یہ مراد رکھی جائے گی کہ جس عورت سے وہ بخارا میں نکاح کرے وہ طالقہ ہوگی اور اسی سے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس نے سوائے بخارا کے دوسری جگہ کسی عورت سے نکاح کیا پھر اس کو بخارا میں لے آیا اور خود اس کے ساتھ بخارا میں رہا تو وہ مطلقہ نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص کی ایک غیر مدخولہ عورت ہے اس نے کہا کہ ہر میری بیوی اور ہر عورت کہ جس سے تیس سال تک نکاح کروں وہ طالقہ ہے اور اگر میں دار میں داخل ہوں پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو طلاق دے دی اور پہلی عورت کو بھی طلاق دے دی پھر ان دونوں سے تیس سال کے اندر نکاح کیا پھر دار میں داخل ہوا تو پہلی بیوی قسم کی وجہ سے بدو طلاق طالقہ ہوگی سوائے اس طلاق کے جو اس کو یہ تنجیز دے دی تھی پس جملہ اس پر تین طلاق پڑیں گی اور رہی

ل قال المترجم ہمارے عرف میں جو عورت اس کے پہلے سے بخارا میں نکاح کی ہوئی موجود ہو وہ بھی بنابر مختار مذکور کے مطلقہ نہ ہوگی وارجونا ان یکون ہکذا

(۱) اپنی بیوی سے۔

(۲) یعنی ہر بار حانث ہوگا۔

(۳) اور عورت مطلقہ ہو جائے گی۔

جدیدہ و پس اس پر سوائے اس طلاق کے جو اس کو بہ تخیر دے دی تھی ایک طلاق بوجہ قسم کے واقع ہوگی چنانچہ جملہ دو طلاقوں سے مطلقہ ہوگی اور اگر مرد مذکور بعد ان دونوں کے اول مرتبہ طلاق دینے کے دار میں داخل ہوا پھر ان دونوں سے نکاح کیا تو عورت قدیمہ نکاح کرتے ہی بوجہ قسم حانث ہونے کے بیک طلاق طالقہ ہوگی اگرچہ اس کے حق میں انعقاد دو قسموں کا ہوا ہے ایک قسم تزوج دوم قسم کون[1] لیکن قسم کون بلا جزاء ہوگی پس نفس تزوج کی وجہ سے ایک طلاق واقع ہوگی اور رہی جدیدہ سو اس پر حانث ہونے کی وجہ سے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں پس وہ طالقہ ہے اور فلاں یعنی اپنی ایک موجودہ بیوی کا نام لیا یا یوں کہا کہ ہر میری بیوی جو دار میں داخل ہو وہ طالقہ ہے اور فلاں تو فلاں مذکورہ فی الحال طالقہ ہو جائے گی اور اس کے حق میں انتظار تزوج و دخول دار نہ ہوگا پھر اگر اس کے بعد اس عورت سے نکاح کیا یا یہ دار میں داخل ہوئی حالانکہ یہ عدت طلاق میں ہے تو اس پر دوسری طلاق واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ ہر عورت جس سے میں کبھی نکاح کروں یا کہا کہ تیس سال تک نکاح کروں وہ طالقہ ہے اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کیا پھر اس نے اس مدت کے اندر قبل فلاں سے کلام کرنے کے ایک عورت سے نکاح کیا اور ایک عورت سے بعد فلاں سے کلام کرنے کے نکاح کیا تو جس سے اس مدت کے اندر نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہوگی اور اگر قسم موقت نہ ہو یعنی اس میں کوئی وقت ہمیشہ کا یا تیس سال وغیرہ کا بیان نہ کیا ہو مثلاً یوں کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ بسہ طلاق طالقہ ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا پھر ایک عورت سے فلاں سے کلام کرنے سے پہلے نکاح[2] کیا اور ایک عورت سے فلاں سے کلام کرنے کے بعد نکاح کیا تو جس سے کلام کرنے کے بعد نکاح کیا ہے وہ مطلقہ نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے فلاں سے کلام کیا تو جو عورت کہ میں اس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے تو جس عورت سے قبل کلام کرنے کے نکاح کرے وہ طالقہ نہ ہوگی خواہ قسم مطلق ہو یا موقت ہو اور اگر اس نے ایسی عورت کے طلاق کی نیت کی ہو جس سے قبل فلاں سے کلام کرنے کے نکاح کیا ہے تو اس کی نیت صحیح ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا: كل امرأة اتزوجها تشرب السويق فهي طالق او قال كل امرأة اتزوجها تلبس المعصفر فهي طالق:

اگر یوں کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں اگر میں دار میں داخل ہوں تو وہ طالقہ ہے پس جس سے قبل دخول کے نکاح کیا ہے تو داخل ہونے سے[3] مطلقہ نہ ہوگی اور جس سے بعد داخل ہونے کے نکاح کیا ہے وہ مطلقہ ہوگی اور داخل ہونا بھی انعقاد قسم کی شرط قرار دیا جائے گا اور شرط اول شرط حنث ہوگی اور تقدیر کلام یوں ہے کہ اگر میں دار میں داخل ہوا تو ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے اور اگر کہا کہ ہر عورت جس کا میں مالک[4] ہوں وہ طالقہ ہے اگر میں دار میں داخل ہوں یا داخل ہونے

---

1. یعنی قسم اس نے کھائی ہے اس کے یہ معنی مراد ہوں کہ عورت منکوحہ اس کلام کرنے سے طالقہ ہو جائے ہر چند کہ کلام سے پہلے نکاح کیا ہو تو یہ نیت بھی صحیح ہے اور لفظ سے بھی نکلتی ہے۔
2. قال المترجم: ہمارے عرف کے موافق اس میں نظر ہے۔

(۱) یعنی دخول دار۔
(۲) وہ مطلقہ ہو جائے گی۔
(۳) دار میں داخل ہونے سے۔　(۴) میری منکوحہ ہے۔

کی شرط کو مقدم بیان کیا تو یہ ایسی ہی عورتوں کو شامل ہوگا جو اس کی ملک میں ہوں اور ان کو شامل نہ ہوگا جو بعد اس کے نکاح میں آ ئیں گی اور اگر اس نے استقبال کی نیت کی تو تغلیظ کے طور پر اس کی تصدیق[1] کی جائے گی پس جو عورت اس کی ملک میں ہے وہ باعتبار ظاہر مفہوم کلام کے مطلقہ ہوگی اور جو آئندہ اس کے نکاح میں آئی وہ اس کے اقرار پر مطلقہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ **کل امرأة اتزوجها تشرب السویق فھی طالق او قال کل امرأة اتزوجھا تلبس المعصفر فھی طالق** اے ہر عورت جس سے میں نکاح کروں کہ ستو کھائے (یا ستو کھاتی ہو) وہ طالقہ ہے یا کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں کہ کسم کا رنگا ہوا پہنے (یا پہنتی ہو) وہ طالقہ ہے تو اس قول سے یہ مراد رکھی جائے گی کہ بعد نکاح کرنے کے وہ ستو کھائے یا کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنے لیکن اگر اس نے یہ نیت کی کہ قبل نکاح میں آنے کے ایسا کرتی ہو تو اس کی نیت پر ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر ایک عورت سے کہا کہ ہر عورت جس سے نکاح کروں جب تک تو زندہ ہے تو وہ طالقہ ہے پھر خاص اسی عورت سے نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا اور یہ کلام اس عورت کے سوائے دوسری عورتوں کے حق میں رکھا جائے گا اور اسی طرح اگر یہ کلام اپنی بیوی سے کہہ کر پھر اس کو طلاق بائن دے کر اس سے نکاح کیا تو وہ مطلقہ نہ ہوگی یہ فصول استروشنی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے نام کی ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اس بیوی کو طلاق دے کر پھر اس سے نکاح کیا تو مطلقہ نہ ہوگی اگرچہ قسم کے وقت اس کی نیت بھی کی ہو جیسے اگر کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں سوئے تیرے وہ طالقہ ہے تو یہ عورت قسم میں داخل نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو ایک شخص کی چار عورتیں ہیں اس نے ایک بیوی سے کہا کہ میری ہر بیوی طالقہ ہے اگر تو اس دار میں داخل ہو پھر اس کو ایک طلاق بائنہ دے دی پھر اپنی عدت کی حالت میں یہ عورت دار میں داخل ہوگئی تو سب عورتیں مطلقہ ہو جائیں گی ایک شخص نے کہا کہ میری ہر بیوی طالقہ ہے اور اس کی نیت یہ ہے کہ جو اس وقت موجود ہے اور جو آئندہ اپنے نکاح میں لائے گا تو اس کلام سے طلاق ایسی بیوی کے حق میں نہ ہوگی جو آئندہ اس کے نکاح میں آئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میری ہر بیوی طالقہ ہے اگر میں ایسا کروں حالانکہ اس کی کوئی بیوی اس وقت نہیں ہے اور اس نے یہ نیت کی کہ جس عورت سے اس کے بعد نکاح کرے تو اس کی نیت صحیح ہوگی جیسے یوں کہا کہ ہر عورت جو میری بیوی ہوگی اور یہی شمس الاسلام محمود اوزجندی کا قول ہے اور شیخ نجم الدینؒ نے فرمایا کہ نیت نہیں صحیح ہے اور سید امام ابو شجاع بلخی نے فرمایا[2] کہ ہم پہلے قول کو لیتے ہیں یہ فصول استروشنی میں ہے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی نے اپنے والدین سے کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں جب تک تم دونوں زندہ ہو تو وہ طالقہ ہے پھر دونوں مر گئے تو قسم باطل ہو جائے گی اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ ہر عورت جو میرے نکاح میں داخل ہو وہ طالقہ ہے تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ ہر عورت جو میرے واسطے حلال ہو وہ طالقہ ہے تو بھی ایسا ہی ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک شخص جانتا ہے کہ میں نے یہ قسم کھائی تھی کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ وہ قسم کے وقت بالغ تھا یا نہ تھا پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس نے صحت قسم میں شک کیا ہے پس شک کے ساتھ حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں

ل قال فی الاصل پھر ایک معین کو ایک طلاق بائنہ دے دی فتامل۔

(۱) مترجم کہتا ہے کہ قول دوم کو لینا بنظر فقہ اولیٰ ہے۔

ہے اور اگر کہا کہ جب تک میں فاطمہ سے نکاح نہ کروں ہر عورت جس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر فاطمہ مر گئی یا غائب[1] ہو گئی پس اس نے دوسری عورت سے نکاح کیا تو درصورت فاطمہ کے غائب ہونے کے وہ مطلقہ ہو گی اور درصورت مر جانے کے مطلقہ نہ ہوئی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں اس کی طلاق میں نے ایک درہم کو تیرے ہاتھ فروخت کی پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس کی پہلی بیوی نے اس دوسرے کے نکاح کے آگاہی کے وقت بھی کہا کہ میں نے قبول کی یعنی بیع مذکور یا کہا کہ میں نے اس عورت کو طلاق دی یا کہا کہ میں نے اس کی طلاق خریدی تو جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ مطلقہ ہو جائے گی اور اگر دوسری عورت سے نکاح کرنے سے پہلے موجودہ بیوی نے کہا کہ میں نے بیع قبول کی تو اس کا قبول کرنا صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ یہ قبول قبل ایجاب[2] ہے (بحر الرائق) اور اگر کہا کہ ہر عورت جس سے نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہے پس بنکاح فاسد ایک عورت سے نکاح کیا پھر بنکاح صحیح اس سے نکاح کیا تو وہ مطلقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور ملتقط میں ہے کہ اگر کسی نے کہا کل امرأة اتزوجها عليك فهي طالق يعني على رقبتك یعنی ہر عورت جس سے میں نکاح کروں تجھ پر وہ طالقہ ہے یعنی تیرے رقبہ[!] پر تو دوسری عورت سے نکاح کرنے پر حانث نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر ایک فضولی نے اس کے ساتھ ایک عورت کا نکاح کر دیا اور اس نے اپنے فعل سے نہ قول سے اس کی اجازت دے دی جیسے مہر بھیج دیا تو یہ مطلقہ نہ ہو گی بخلاف اس کے اگر نکاح[3] کے واسطے وکیل کیا تو مطلقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ قول وکیل اسی کا قول ہوگا اور منتقی میں ہے کہ اگر میں نے فلاں سے نکاح کیا تو یہ طالقہ ہے اور اگر میں نے ایسے کو حکم کیا جو میرے ساتھ اس کا نکاح کر دے تو یہ طالقہ ہے پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا جس نے اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو مطلقہ ہو گی اور اگر اس نے خود اس سے نکاح کیا بدوں اس کے کہ کسی کو وکیل کرے تو مطلقہ[!] نہ ہو گی پھر اگر اس کے بعد کسی کو حکم دیا کہ میرے ساتھ فلاں عورت کا نکاح کر دے حالانکہ وہ اس کے نکاح میں موجود ہے تو مطلقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں سے نکاح کیا یا کسی شخص کو حکم دیا کہ میرے ساتھ نکاح کر دے تو یہ طالقہ ہے پھر کسی دوسرے کو حکم دیا جس نے اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا تو مطلقہ نہ ہو گی اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں نے فلاں سے نکاح کیا یا اس کا خطبہ کیا تو وہ طالقہ ہے پھر اس کا خطبہ کیا پھر اس سے نکاح کیا تو مطلقہ نہ ہو گی اور اگر مسئلہ سابق میں قبل حکم دینے کے خود عورت سے نکاح کیا اور اس مسئلہ میں قبل خطبہ کرنے کے نکاح کیا تو طلاق واقع ہو گی مثلاً دو گواہوں کے حضور میں ابتداءً کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم پر نکاح کیا اور اس نے قبول کیا تو مطلقہ ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

! قال المترجم یعنی تیرا رقبہ اس کا مہر قرار دے کر نکاح کروں حالانکہ یہ عورت اس کی ملک نہیں ہے کہ وہ مہر نہ ہو سکے۔

! ہمارے عرف کے موافق اس حکم میں تامل ہے۔

(۱) مفقود پردیس کو چلی گئی۔

(۲) کیونکہ دوسری عورت ہی نہیں ہے جس کی طلاق شوہر کے اختیار میں ہو۔

(۳) یعنی کسی نے کہا۔

فصل : ③

کلمہ ان واذ او غیرہ سے تعلیق طلاق کے بیان میں

اگر نکاح کی طرف طلاق کی اضافت کی تو نکاح کے پیچھے ہی طلاق واقع ہوگی مثلاً کسی عورت سے کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے یا کہا کہ ہر عورت جس سے نکاح کروں طالقہ ہے اور ایسی ہی لفظ اذا و متی یعنی جب کہ ساتھ کہا کہ جب نکاح کروں تو بھی یہی حکم ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے خواہ اس نے کسی شہر یا قبیلہ یا وقت کی تخصیص کر دی ہو یا نہ کی ہو حکم یکساں ہے اور اگر اس کو شرط کی طرف مضاف کیا تو شرط کے پیچھے ہی اتفاقاً واقع ہو جائے گی مثلاً اپنی عورت سے یوں کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے اور اضافت طلاق صحیح نہیں ہے الا اس صورت میں کہ قسم کھانے والا یا لفعل مالک ہو یا ملک کی طرف مضاف کر دے اور اگر کسی اجنبیہ عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت سے نکاح کیا پھر یہ دار میں داخل ہوئی تو مطلقہ نہ ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ ہر عورت جس کے ساتھ میں ایک فراش پر جمع ہوا وہ طالقہ ہے پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ نصف اس عورت کا جس کا تو میرے ساتھ نکاح کر دے طالقہ ہے پھر اس نے ایک عورت کا اس کے ساتھ بدوں اس کے حکم کے یا اس کے حکم سے نکاح کر دیا تو مطلقہ نہ ہوگی اور اگر کسی عورت سے نکاح کی ابریں کہ وہ طالقہ ہے تو طالقہ نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے واضح ہو کہ تعلیق بصریح شرط یعنی جبکہ حرف شرط کو ذکر کر دے ایسی تعلیق عورت معینہ و غیر معینہ دونوں کے حق میں موثر ہوتی ہے اور تعلیق بمعنی الشرط غیر معینہ کے حق میں کارآمد ہوتی ہے چنانچہ اگر کہا کہ جو عورت کہ میں اس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے تو کارآمد ہے اور معینہ کے حق میں کارآمد نہیں ہوتی ہے چنانچہ یہ قول کہ یہ عورت کی جس سے میں نکاح کروں گا طلاقہ ہے پھر اس سے نکاح کیا تو طالقہ نہ ہوگی یہ معراج الدرایہ میں ہے۔

ظاہری الفاظ سے شوہر کا کچھ اور مراد لینا:

پھر واضح ہو کہ شرط اگر جزا سے متاخر ہو تو تعلیق صحیح ہے اگر چہ صرف فاء[1] ذکر نہ کیا ہو بشرطیکہ شرط و جزا کے بیچ میں سکوت نہ آ گیا ہو آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ جس نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو طلاق کا واقع ہونا دخول دار سے متعلق ہوگا اگر چہ حرف فا ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ شرط و جزا کے بیچ میں سکوت واقع نہیں ہوا ہے اور اگر شرط جزا پر مقدم ہو پس اگر جزاء اسم[2] ہو تو جزا کا تعلق شرط سے جب ہی ہوگا کہ جب حرف فاء ذکر کیا ہو چنانچہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ ان دخلت الدار فانت طالق یعنی اگر تو دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے اور اگر یوں کہا کہ ان دخلت دار انت طالق یعنی اگر تو دار میں داخل ہو تو طالقہ[3] ہے تو طلاق فی الحال واقع ہوگی لیکن اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میری مراد یہ تھی کہ طلاق معلق بدخول ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق ہوگی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی قال المترجم اردو میں اگر چہ اصل یہی ہے کہ حرف فاء کا ترجمہ لفظ تو یا پس بولا جائے لیکن بسا اوقات حذف کر کے بھی بولتے ہیں اگر چہ جزاء اسم ہو لہٰذا قضاءً بھی تصدیق ہونی چاہیے واللہ اعلم۔ اگر جزا فعل مستقبل یا فعل ماضی ہو تو جزاء بدوں حرف فاء کے شرط سے متعلق ہوگی اور یہی اصل مذہب ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں

---

(۱) یعنی پس وغیرہ۔

(۲) فعل نہ ہو۔

(۳) یعنی اردو میں جو ذکر کیا ہو۔

داخل ہوتو تو طالقہ ہے تو وہ فی الحال مطلقہ ہو جائے گی اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے تعلیق کی نیت کی تھی تو ہرگز کسی طور سے اسکی تصدیق نہ ہوگی ایسا ہی جامع میں مذکور ہے اور بعضے مشائخ[1] نے فرمایا کہ شوہر سے دریافت کیا جائے گا کہ تو نے تعلیق کی نیت کیونکر کی ہے۔ پس اگر اس نے کہا کہ باضمار حرف فاء[(1)] تو اس کی نیت کسی طرح صحیح نہ ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ بتقدیم و تاخیر تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی نیت صحیح ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ پس اگر تو دار میں داخل ہوتو طالقہ ہے تو فی الحال طالقہ ہو جائے گی اور اگر اس نے تعلیق کی نیت کی تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق کی جائے گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اور اگر تو دار میں داخل ہوتو فی الحال طالقہ ہوگی اور قضاءً یا دیانۃً کسی طور پر اس کی تصدیق بدعوی تعلیق نہ ہوگی کہ میں نے تعلیق کی نیت کی تھی اور اگر اس نے اس قول سے کہ انت طالق و ان دخلت الدار سے بیان حال کی نیت کی یعنی یہ مراد لی کہ واؤ حالیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ تو درحالت دخول دار کے طالقہ ہے تو اس کو امام محمدؒ نے ذکر نہیں فرمایا اور شیخ ابوالحسن کرخیؒ سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس کی نیت صحیح ہونی چاہئے اس واسطے کہ ایسی صورتوں میں واؤ حال کے واسطے بولا جاتا ہے یہ محیط میں ہے وقال المترجم یہ مخصوص بعربیت ہے فارسی و اردو وغیرہ میں ایسا نہیں ہے فافہم۔ اور اگر کہا کہ انت طالق ان اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا تو امام محمدؒ کے قول میں فی الحال مطلقہ ہو جائے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ انت طالق لولا[(۲)] او الا او ان کان او ان لم یکن تو بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک طالقہ نہ ہوگی اور اسی کو محمد بن سلمہؒ نے اختیار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر یوں کہا کہ انت طالق دخلت یعنی تو طالقہ ہے تو داخل ہوئی فی الحال طلاق پڑے گی اس واسطے کہ اس میں تعلیق نہیں ہے اور اگر کہا کہ انت طالق ان یعنی بفتح ہمزہ کہا تو طلاق فی الحال پڑ جائے گی اور یہی جمہور کا قول ہے اور اگر کہا کہ ادخلی الدار وانت طالق یعنی تو دار میں داخل ہو درحالیکہ تو طالقہ ہے تو طلاق متعلق بدخول ہوگی اس واسطے کہ حال شرط ہے جیسے اد الی الفا وانت طالق کہنے کی صورت میں یعنی مجھے ہزار درہم ادا کر دے درحالیکہ تو طالقہ ہے چنانچہ جب تک ادا نہ کرے طالقہ نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ انت[(۳)] طالق ثم ان دخلت الدار تو فی الحال طلاق واقع ہوگی اور اگر اس نے تعلیق کی نیت کی تو اس کی نیت بالکل صحیح نہ ہوگی اور اگر اس نے مقارنت کی نیت کی یعنی دخول دار کے مقارن[(۴)] طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو عامہ مشائخ کے نزدیک یہ نیت بھی نہیں[(۵)] صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر آسمان ہمارے اوپر ہو یا دن میں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر یہ دن ہو یا رات میں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر یہ رات ہوتو فی الحال طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ یہ تحقیق ہے تعلیق بشرط نہیں ہے اس واسطے کہ شرط وہ ہوتی ہے جو بالفعل معدوم[(۶)] ہو لیکن اس کے موجود ہونے کا خطر ہو بخلاف صورت مذکورہ کے کہ یہ موجود[(۷)] ہیں اور اگر عورت سے کہا کہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے سے نکل جائے تو تو طالقہ ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس شخص کی غرض اس کلام سے تحقیق نفی ہے کہ اس کو ایک امر محال پر معلق کیا ہے یہ بدائع میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو مجھے وہ دینار جو تو نے میری ہتھیلی سے نکال لیا ہے واپس نہ کرے تو تو طالقہ ہے پھر معلوم ہوا کہ دینار مذکور اس کی ہتھیلی میں موجود تھا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قول ہماری زبان میں یہ بالکل مہمل ہے پس صحیح وہی ہے جو جامع میں مذکور ہے۔ [2] قال المترجم یہ اصل محفوظ رکھنی چاہئے ورنہ بدون اسکے عقل ونخبط ہوتا ہے۔

[3] قال المترجم: اگر کہا جائے کہ یہ تعلیق بشرط نہیں ہے جبکہ مقصود امر محال ہے اس واسطے کہ شرط وہ ہے جو بالفعل معدوم ہو مگر موجود ہونا محتمل ہو حالانکہ سوئی کے ناکے سے اونٹ نکلنا محال ہے تو طلاق فی الحال واقع ہونی چاہئے جواب یہ ہے کہ ایسی شرط پر معلق کیا جو محال ہے تو غرض اس سے یہ کہ نفی قطعی ہے پس طلاق محال ہے فافہم۔

(۱) یعنی پس یہ تو وغیرہ۔ (۲) جیسے کوئی لفظ کہا۔ (۳) تو طالقہ ہے پھر اگر تو دار میں داخل ہوئی۔

(۴) ملی ہوئی۔ (۵) وہو الاظہر الاصح۔ (۶) موجود نہ ہو۔ (۷) آسمان اوپر ہے دن ہے یا رات ہے۔

ایک شخص نشہ میں تھا اس نے دروازہ وجا یا مگر دروازہ کھولا نہ گیا پھر اس نے کہا کہ اگر تو[1] نے دروازہ اس رات کو نہ کھولا تو تو طالقہ ہے اور حال یہ ہے کہ اس دار میں کوئی نہ تھا پس رات گزر گئی اور دروازہ نہ کھلا تو اس کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ ظہیر الفائق میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے جو حائضہ ہے کہا کہ اگر تو حائضہ ہوئی تو تو طالقہ ہے یا بیمار تھی اس سے کہا کہ اگر تو بیمار ہو تو تو طالقہ ہے تو یہ آئندہ کے حیض و مرض پر قرار دیا جائے گا اور اگر اس نے یہی حیض و مرض مراد لیا ہے تو اس کی نیت کے موافق ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر کل کے روز بھی تجھے حیض آئے تو تو طالقہ ہے حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ یہ حائضہ ہے تو یہ قول اسی حیض کے واسطے قرار دیا جائے گا چنانچہ اگر حیض جاری رہا یہاں تک کہ دوسرے روز کی صبح ہوگئی تو طالقہ ہو جائے گی بشرطیکہ یہ حیض تین روز پورے یعنی تین[2] سے زائد میں ہو اور اگر اس کو عورت کے حائضہ ہونے کا حال معلوم نہ ہو تو یہ جدید از سر نو کل کے روز حیض آنے پر قرار دیا جائے گا اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ اگر تجھے بخار ہو جائے حالانکہ اس کو بخار ہے یا کہا کہ اگر تیرے سر میں درد ہو جائے حالانکہ اس کے درد سر ہے تو اس میں بھی ایسی ہی تفصیل ہے جو حیض و مرض میں مذکور ہوئی ہے اور اگر اس کی عورت صحت میں ہو پس اس سے کہا کہ اگر تو چنگی ہوئی تو تو طالقہ ہے تو چپ ہوتے ہی طلاق واقع ہوگی یعنی فی الحال واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر تو بینا ہوئی یا کہا کہ اگر تو نے سنا تو تو[3] طالقہ ہے حالانکہ عورت مذکورہ دیکھتی و سنتی ہے تو طلاق فی الحال واقع ہوگی اور قیام[4] و قعود و رکوب و سکنیٰ اگر ان چیزوں کے ساتھ قسم کھائی تو ان میں حانث ہونے کے واسطے یعنی طلاق پڑنے کے واسطے اتنا چاہئے کہ قسم کے بعد ایک ساعت تک ایسا پایا جائے[ا] اور رہا دخول و خروج تو قسم کے بعد پھر جو دخول[5] یا خروج[6] آئندہ پایا جائے وہی مراد رکھا جائے گا اور ایسا ہی حمل میں ہے چنانچہ اگر حاملہ سے کہا کہ اگر تو حاملہ ہوئی تو مراد وہ حمل رکھا جائے گا جو قسم کے بعد حادث ہو اور ایسا ہی مار نا دھکانا بھی آئندہ پر رکھا جائے گا جو قسم کے بعد پیدا ہوئے یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق مالم یحتضی او مالم تحبلی یعنی تو طالقہ ہے جب تک تجھے حیض نہ آئے یا جب تک تجھے حمل نہ ہو حالانکہ قسم کے وقت وہ حائضہ یا حاملہ ہے تو خاموش ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے یہی حیض و حمل مراد لیا تھا جو بالفعل موجود ہے تو حیض کی صورت میں دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور حمل کی صورت میں بالکل تصدیق نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے جبکہ تو ایک روز روزہ رکھے تو جس روز روزہ رہے اس دن غروب آفتاب ہوتے ہی طالقہ ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر یوں کہا کہ جب تو روزہ رکھے پس عورت کی نیت کے ساتھ روزہ ایک ساعت گزرا تو طالقہ ہو جائے گی یہ نہایہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ جس وقت تو حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس نے خون دیکھا تو جب تک تین روز

ا مراد یہ یعنی اگر بالفعل تجھ میں یہ کیفیت موجود ہو۔

۲ یعنی یہی قیام و قعود وغیرہ مراد ہوگا مگر قسم سے ایک ساعت تک اگر ایسا ہی رہے تو طلاق پڑے گی۔

(۱) عورت کو کہا۔

(۲) اس واسطے کہ تین روز سے کم حیض نہیں ہوتا۔

(۳) یعنی کانوں سے سنا۔

(۴) کھڑا ہونا۔

(۵) داخل ہونا۔

(۶) باہر نکلنا۔

تک برابر خون جاری نہ رہے تب تک طالقہ[1] نہ ہوگی اس واسطے کہ جو خون تین روز سے پہلے ہی منقطع ہو جائے وہ حیض نہیں ہوتا ہے پھر جب تین روز پورے ہوئے تو جس وقت سے اس نے خون دیکھا ہے اس وقت سے اس کے طالقہ ہونے کا حکم دیا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اذا حضت حیضتہ فانت طالق یعنی جب تجھے حیض کامل آ جائے تو تو طالقہ ہے تو جب تک حیض منقطع ہو کر طہر میں داخل[(1)] نہ ہو جائے تب تک طالقہ نہ ہوگی اور حیض منقطع ہو کر طہر میں داخل ہونا اس طور سے ہے کہ دس روز گزر جائیں اور طاہر ہو جائے یا اگر خون برابر و دوام جاری ہو گیا تو دس روز پورے گزر جائیں یا اگر دس روز سے کم ہوں تو خون منقطع ہو کر غسل کر لے یا خون ہونے کے ساتھ ایسی بات پائی جائے جو قائم مقام غسل کر لینے کے ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت نے بعد دس روز کے کہا کہ میں حائضہ ہو کر طاہر ہو گئی اور مرد نے اس کی تکذیب کی تو طالقہ[(2)] ہوگی اور اگر مہینہ گزرنے کے بعد اس نے کہا کہ میں حائضہ ہو کر طاہر ہو گئی اور پھر اب میں حائضہ ہوں تو اس کی خبر مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے اپنے وقت سے خبر کی تاخیر کر دی ہے پس اس وجہ سے متہم ہو گئی یہ کافی میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر تو نصف حیضہ حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو طالقہ نہ ہوگی جب تک حائضہ ہو کر طاہر[3] نہ ہو جائے اور اسی طرح اگر کہا جب تو تہائی حیض حائضہ ہو یا چھٹا حصہ ایک حیض کامل کا حائضہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ جب تو نصف حیضہ حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر جب تو نصف حیضہ دیگر حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو جب تک حائضہ ہو کر طاہر نہ ہو جائے وقوع طلاق کا حکم نہ دیا جائے گا پھر جب حائضہ ہو کر طاہر ہو گئی تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ جب تو بنصف حیضہ حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے اور جب تو بحیضہ کامل حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو جب وہ حیض کے بعد طاہر ہو جائے گی تو معاً اس پر دو طلاق واقع ہوں گی یہ جامع کبیر میں ہے اور اگر کہا کہ اگر تو نصف یوم حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو نصف ہی یوم کے حائضہ ہونے پر طلاق واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ جب تو تمام دو حیض سے حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کو پہلا حیض اس مرد کی ملک میں نہیں آیا اور دوسرا اس کی ملک میں آیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اسی طرح اگر دوسرے حیض گزرنے و طاہر ہونے سے ایک ساعت پہلے اس کے ساتھ نکاح کیا تو بھی یہی حکم ہے اور نیز اگر دس روز سے کم کی صورت میں خون منقطع ہو جانے کے بعد نکاح کیا اور ہنوز وہ نہیں نہائی تھی تو جب نہائے گی یا نماز کا وقت گزر جائے گا تو طالقہ ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ جب تو بحیض کامل حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے اور جب تو بدو حیض تمام حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس کو دو حیض پورے آ گئے تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی اور پہلا حیض تمام پہلے قول میں شرط کامل ہوگا اور دوسرے قول میں شرط کا جزء قرار دیا جائے گا اور اگر یوں کہا کہ جب تو بحیضہ تمام حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر جب تو بدو حیضہ تمام حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کو ایک حیض پورا آیا تو اس پر پہلی قسم کی وجہ سے ایک طلاق واقع ہوگی پھر جب تک اس کے بعد اس کو دو حیض تمام نہ آ جائیں تب تک دوسری قسم کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی اس وجہ سے کہ لفظ پھر جو اس نے دونوں قسموں کے بیچ میں کہا ہے اس کے موافق عملدرآمد اسی طور سے ہے اور اگر شوہر نے

---

[1] یعنی خون حیض دیکھتے ہی اس پر طلاق پڑنے کا حکم نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ تین روز دیکھا جائے۔

[2] طالقہ کیونکہ قول یہاں قول عورت ہے۔

[3] اس واسطے کہ بدوں اس کے نصف وثلث وغیرہ ہونا معلوم نہیں ہو سکتا ہے۔

(1) خواہ حقیقۃً یا حکماً۔

(2) پھر جب ایسا ہو جائے طالقہ ہوگی۔

دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے پہلا مراد لیا تھا تو دیانۃً اس کی تصدیق ہو سکتی ہے قضاءً تصدیق نہ ہوگی بقالی میں لکھا ہے کہ اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ جب تو حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر کہا کہ ہر بار کہ تو بدو حیض تمام حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے تو حیض اول کے شروع ہوتے ہی طلاق واقع ہوگی اور اس کے گزرنے اور اس کے بعد دوسرے حیض تمام ہونے پر دوسری طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر شوہر و زوجہ نے وجود[1] شرط میں اختلاف کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا لیکن اگر عورت نے گواہ قائم کیے تو عورت کا دعویٰ ثابت ہوگا اور جو باتیں ایسی ہیں کہ وہ عورت ہی کے قول سے معلوم ہو سکتی ہیں تو عورت کا قول عورت ہی کے حق میں قبول ہوگا جیسے کہا کہ اگر تو حائضہ ہو تو تو فلاں طالقہ ہے یا کہا کہ اگر تو مجھے چاہتی ہے تو تو اور فلاں طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی یا میں تجھے چاہتی ہوں تو فقط یہی عورت طالقہ ہو جائے گی لیکن حیض کے بارہ میں عورت کا قول جب ہی مقبول ہوگا کہ جب حیض موجود ہونے کی حالت میں اس نے خبر دی ہو اور بعد منقطع ہو جانے کے اس کی خبر کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اگر تو حیض تمام حائضہ ہو جائے تو تو فلاں طالقہ ہے تو اس حیض کے بعد جو طہر آتا ہے اس طہر میں اس کا قول قبول[2] ہوگا اس واسطے کہ وہی شرط ہے پس اس سے پہلے یا اس کے بعد قول قبول نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ شوہر نے اس کے قول کی تکذیب کی ہو اور اگر تصدیق کی تو اس عورت کے ساتھ اس کی سوتن بھی طالقہ ہو جائے گی یہ تبیین میں ہے۔

یہ حکم بھی اسی وقت ہے کہ اس عورت کے حائضہ ہونے کا علم نہ ہو فقط اسی عورت کی زبانی ظاہر ہوا ہو اور اگر اس کے حائضہ ہونے کا علم یقینی ہو گیا تو اس کے ساتھ اس کی سوتن بھی طالقہ ہو جائے گی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر عورت[(1)] سے کہا کہ اگر تو حائضہ ہو تو میرا غلام آزاد ہے اور تیری سوتن طالقہ ہے پھر عورت نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی اور شوہر نے تکذیب کی تو طلاق و عتق ثابت نہ ہوگا اور اگر شوہر نے اس کی تصدیق کی اور تین روز تک برابر خون موافق عادت کے رہا تو غلام آزاد ہوگا اور جس وقت سے خون دیکھا ہے اسی وقت سے اس کی سوتن پر طلاق پڑے گی اور اس تین روز کے اول میں شوہر سے منع کر دیا جائے گا کہ اس عورت کی سوتن سے وطی نہ کرے اور نہ اس غلام سے خدمت لے اور اسی طرح اگر عورت کی سوتن شوہر کی غیر مدخولہ ہو پس عورت کے اس قول کے بعد سوتن نے کسی دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا پھر یہ خون تین روز رہا تو سوتن کا نکاح مذکور جائز ہوگا اور تین روز سے پہلے خون منقطع ہو جانے یا باقی رہنے میں عورت ہی کا قول قبول ہوگا چنانچہ اگر تین روز کے اندر اس نے کہا کہ میرا خون منقطع ہو گیا اور شوہر نے اس کی تصدیق کی تو نہ غلام آزاد ہوگا اور نہ سوتن پر طلاق پڑے گی اور سوتن کے نکاح مذکورہ کا باطل ہونا ظاہر ہوگا اور اگر عورت نے تین روز کے بعد دعویٰ کیا کہ تین روز کے اندر میرا خون منقطع ہو گیا ہے اور شوہر نے اس کی تصدیق کی مگر غلام نے اور سوتن نے تکذیب کی تو قول غلام و سوتن کا قبول ہوگا اور سوتن کا نکاح صحیح[(2)] ہوگا اور اگر اس نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی اور شوہر نے اس کی تصدیق کی پھر عورت نے کہا کہ قبل خون کے طہر دس روز کا تھا تو اس کے قول کی تصدیق[3] نہ ہوگی اور اگر عورت مذکورہ نے کہا

---

[1] وجود یعنی شرط پائی گئی یا نہیں پائی گئی۔

[2] مگر مخصوص اسی عورت کے ساتھ ہوگا۔

[3] تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ حیض کا اقرار صحیح تھا تو یہ قول باطل ہے ورنہ وہ حیض نہ ہوتا ہاں اگر حیض نہیں بلکہ فقط یہ کہے کہ میں نے خون دیکھا تو حیض نہیں اور تصدیق بھی ہوگی۔

(1) خواہ شوہر تصدیق کرے یا نہ کرے۔

(2) دوسرے شوہر سے۔

کہ اب میں نے خون دیکھا پھر اس کے بعد دعویٰ کیا کہ اس خون سے پہلے طہر دس روز کا تھا تو تصدیق کی جائے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ اس خون سے پہلے تیرا طہر دس روز تھا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ بیس روز تھا تو قول عورت کا قبول ہوگا یہ کافی میں ہے۔

اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ جب تم حائضہ ہو تو تم طالقہ ہو پھر دونوں نے کہا کہ ہم دونوں حائضہ ہوئے پس اگر شوہر نے دونوں کی تصدیق کی تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو دونوں طالقہ نہ ہوں گی اور اگر اس نے ایک کی تصدیق کی اور دوسری کی تکذیب کی تو جس کی تکذیب کی ہے وہ مطلقہ ہوگی اور جس کی تصدیق کی ہے وہ مطلقہ نہ ہوگی اور وجہ یہ ہے کہ مکذبہ یعنی جس کی تصدیق نہیں کی ہے اس کے حق میں شرط کامل پائی گئی اس واسطے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنے نفس کی مخبر اور اپنی سوتن کے حق میں شاہد ہے اور اپنے حق میں اس کی تصدیق ہوتی ہے اور غیر کے حق میں تکذیب ہوتی ہے پس جب شوہر نے اس کی تصدیق کی اور دوسری کی تکذیب کی تو جس کی تکذیب کی ہے اس کے حق میں دونوں شرطیں پوری پائی گئیں یعنی اپنے نفس کا اخبار اور سوتن کے قول[1] کی شوہر نے خود تصدیق کی اور رہی وہ عورت جس کی شوہر نے تصدیق کی ہے اس کے حق میں دونوں شرطوں میں سے فقط ایک ہی بات پائی گئی ہے اور اگر دونوں سے کہا کہ جب تم بحیض کامل حائضہ ہو تو تم دونوں طالقہ ہو یا کہا کہ جب تم ایک بچہ جنو تو تم طالقہ ہو تو یہ ایسے حیض پر قرار دیا جائے گا جو دونوں میں سے کسی کی طرف سے پایا جائے یا ایسے بچہ پر قرار دیا جائے گا جو دونوں میں سے کسی سے پیدا ہو پھر جب دونوں میں سے کسی نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی پس اگر شوہر نے تصدیق کی تو دونوں مطلقہ ہو جائیں گی اور اگر اس کی تکذیب کی تو فقط یہی طالقہ ہوگی اس کی سوتن طالقہ نہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں حائضہ ہوئی تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی خواہ شوہر ان کی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر تین عورتیں ہوں اور شوہر نے کہا کہ اگر تم سب حائضہ ہو تو سب طالقہ ہو پس سب نے کہا کہ ہم سب حائضہ ہوئے تو اس میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی مگر ایسی صورت میں کہ شوہر ان کی تصدیق کرے اور اسی طرح اگر ان میں سے ایک کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے دو عورتوں کی تصدیق کی ایک عورت کی تکذیب کی تو جس کو جھٹلایا ہے وہ طالقہ ہو جائے گی اور اگر چار عورتیں ہوں اور مسئلہ کی باقی صورت یہی رہے تو کوئی طالقہ نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ شوہر سب کی تصدیق کرے اور اسی طرح اگر ایک کی یا دو کی تصدیق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر تین عورتوں کی تصدیق کی اور ایک کی تکذیب کی تو تصدیق کی ہوئی عورتوں کے سوا وہ ایک عورت جس کی تکذیب کی ہے وہ مطلقہ ہو جائے گی یہ تبیین میں ہے اپنی چار عورتوں سے کہا کہ اگر تم ایک حیض سے حائضہ ہو تو تم طالقہ ہو پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں ایک حیض سے حائضہ ہوگئی اور شوہر نے اس کی تصدیق کی تو سب طالقہ ہو جائیں گی اور اگر شوہر نے کہا کہ ہر بار کہ تم ایک حیض[2] سے حائضہ ہو تو تم سب طالقہ ہو پس ایک نے ان میں سے کہا کہ میں ایک حیض سے حائضہ ہوئی اور شوہر نے اس کے قول کی تصدیق کی تو سب طالقہ ہو جائیں گی اور اگر کہا کہ ہر بار کہ تم بیک حیض حائضہ ہو تو تم سب طالقہ ہو پس ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں بیک حیض حائضہ ہوئی پس اگر اس نے ہر ایک کی تکذیب کی تو ہر ایک ان میں سے بیک طلاق مطلقہ ہوگی اور اگر اس نے فقط ایک عورت کی تصدیق کی تو باقی تین عورتوں میں سے ہر ایک بدو طلاق طالقہ ہوگی اور

---

[2] قال المترجم: ضرور یوں کہنا چاہئے کہ ایسے حیض میں جو تعلیق کے بعد پایا گیا اگرچہ کتاب میں مذکور نہیں ہے پھر واضح ہو کہ مسئلہ کا جواب ایسی صورت میں مختلف ہوگا جب اس نے کہا ہو (حتیٰ کہ تو خوب پاک ہو جائے) اور درصورتیکہ وجماع قبل غسل کے دس روز سے کم میں خون منقطع ہونے میں ہو یا وقت نماز گزر جائے ہاں پورے دس روز پر خون منقطع ہونے میں جواب متفق ہے۔

(۱) ہم دونوں حائضہ ہوئے۔

جس کی تصدیق کی ہے اس پر ایک طلاق پڑے گی اور اگر اس نے دوعورتوں کی تصدیق کی تو ان دونوں میں سے ہر ایک پر دو طلاق پڑیں گی اور باقی دونوں جن کو جھٹلایا ہے ہر ایک پر تین طلاق پڑیں گی اور اگر اس نے تین عورتوں کی تصدیق کی تو چاروں میں سے ہر ایک پر تین طلاق پڑیں گی کیونکہ جن کی تصدیق کی ہر ایک کے حق میں تین طلاق ثابت ہوئیں اور جس کو جھٹلایا اس کے حق میں چار طلاق ثابت ہوئیں یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر اپنی مدخولہ بیوی سے کہا کہ ہر بار کہ تو بدو حیض حائضہ ہو تو تجھے طلاق ثابت ہے پھر وہ دو حیض سے حائضہ ہو چکی تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی پھر جب اس کے بعد دو حیض سے حائضہ ہو جائے تو اس پر دوسری طلاق پڑے گی پھر اس کے بعد اگر دو حیض سے حائضہ ہوئی تو کچھ واقع نہ ہوگی اس لئے کہ تیسری بار کے پہلے ہی حیض آنے پر وہ عدت پوری ہو کر عدت سے باہر ہو چکی اگر یوں کہا کہ جب تو بیک حیض حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر کہا کہ ہر بار کہ تو حائضہ ہو پس تو طالقہ ہے تو اگر میں نے حیض کا خون دیکھا تو بیک طلاق طالقہ ہوگی اور جب اس سے پاک ہو تو دوسری طلاق پڑے گی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھ سے تیرے حیض میں مجامعت نہ کروں یہاں تک کہ تو پاک ہو جائے تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کے پاک ہو جانے کے بعد دعویٰ کیا کہ میں نے اس عورت سے حیض میں مجامعت کی تھی تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور عورت پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کہا کہ جب تو حائضہ ہو تو تو طالقہ ہے پھر وہ بولی کہ میں حائضہ ہوئی تو بعد اس واقعہ کے اگر وہ بچہ جنے تو دیکھا جائے کہ اگر اس وقت سے پورے چھ مہینے پر اور تین روز پورے ہونے سے پہلے جنی تو اس پر کچھ واقع نہ ہوگا کیونکہ تین روز پورے ہونے سے پہلے چھ مہینے پر جننے سے ظاہر ہوا کہ اس وقت پر وہ حاملہ تھی اور اگر تین روز پورے ہونے کے بعد سے چھ مہینے پورے پر وہ بچہ جنی تو بائنہ ہو جائے گی اور یہ بچہ اس مرد کو جو اس کا شوہر ہے لازم ہوگا یعنی بچہ کے نسب سے انکار نہیں کر سکتا ہے اگر بیوی حالت حیض میں ہو اور شوہر نے کہا کہ اگر تو پاک ہو تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں پاک ہوگئی اور شوہر نے اس کی تکذیب کی تو اس عورت کا قول خود اس کی ذات کے بارہ میں قبول ہوگا اور اس کی سوتن کے بارہ میں اگر سوتن کی طلاق بھی اس کے طاہرہ ہونے پر معلق کی ہو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر شوہر نے اس کی تصدیق کی اور اس کی سوتن بھی مطلقہ ہوگئی پھر اس عورت نے دعویٰ کیا کہ یہ خون اس کو دس روز میں دوبارہ آیا تھا تو اس کے دعویٰ کی تصدیق نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے تجھے بطور سنت طلاق دی تو فلاں عورت بھی طالقہ ہے پھر اس عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسنت ہے پھر عورت کو یک حیض آیا پھر وہ طاہر ہوئی پس شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھ سے حیض میں جماع کر لیا یا تجھے طلاق دے دی ہے تو اس کی سوتن پر کچھ واقع نہ ہوگی اور عورت پر البتہ واقع ہوگی اور اسی طرح اگر اس کی طلاق معلق کی ہو تو دوسری واقع ہوگی اور اگر شوہر نے اس کے ایام حیض میں ایسا کیا ہو تو اس پر بھی واقع نہ ہوگی یہ عتابیہ میں ہے۔

اگر کہا کہ تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو آتش دوزخ سے عذاب کرے تو تو طالقہ ہے اور فلاں عورت اور میرا غلام آزاد ہے وہ بولی کہ میں چاہتی ہوں تو وہ طالقہ ہو جائے گی اور فلاں عورت پر طلاق نہ ہوگی اور نہ غلام آزاد ہوگا اور یہ شرط مذکور بمنزلہ اس کہنے کے ہے کہ اگر تو مجھے چاہتی ہو یا تو مجھے چاہتی ہو یا تو مجھے مبغوض رکھتی ہو اگر عورت سے کہا کہ اگر تو مجھے اپنے دل سے چاہتی ہو تو تو طالقہ ہے اس نے کہا کہ میں تجھے چاہتی ہوں حالانکہ جھوٹی ہے تو بھی امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ کے نزدیک قضاءً و دیانۃً وہ مطلقہ ہو جائے گی اگر بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں فلاں چیز کو پیار کرتا ہوں پھر کہا کہ میں نہیں چاہتا ہوں حالانکہ وہ اس قول میں جھوٹا ہے تو یہ عورت اس کی بیوی رہے گی اور از راہ دیانت اس کو گنجائش ہے کہ اس عورت سے وطی کرے پھر واضح ہو کہ محبت کی شرط پر تعلیق

کرنا جیسے حیض کی شرط پر تعلیق کرنا دونوں یکساں ہیں مگر فقط دو باتوں میں فرق ہے ایک یہ کہ محبت کی تعلیق فقط اسی مجلس تک جس میں شرط لگائی ہے مقصود رہتی ہے کیونکہ وہ تخییر ہے حتیٰ کہ اگر عورت نے اس مجلس سے کھڑے ہو جانے کے بعد کہا کہ میں تجھے چاہتی ہوں تو طلاق نہ پڑے گی بخلاف تعلیق بحیض کے کہ وہ مجلس بدلنے سے مانند اور تعلیقات کے باطل نہیں ہوتی ہے دوم یہ کہ تعلیق یہ محبت میں اگر عورت اپنی حالت سے خبر دینے میں جھوٹی ہو تو طالقہ ہو جائے گی اور تعلیق بحیض کی شرط میں فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ وہ ایسی[1] صورت میں طالقہ نہ ہوگی یہ تبیین میں ہے اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ جب تم دونوں جنو یا کہا کہ جب تم دونوں دو فرزند جنو تو تم طالقہ ہو پس ان میں سے ایک کے بچہ پیدا ہوا تو جب تک دونوں میں سے ہر ایک کے فرزند نہ پیدا ہو تب تک ان میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی اسی طرح اگر دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں کو دو حیض آئیں تو تم طالقہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اگر دونوں سے کہا کہ جب تم دونوں دو فرزند جنو تو تم طالقہ ہو پھر ان میں سے ایک کے دو فرزند پیدا ہوئے یا کہا کہ جب تم دونوں کو دو حیض آئیں تو تم طالقہ ہو پھر ان میں سے ایک کو دو حیض آ گئے تو ان میں سے کوئی بیوی مطلقہ نہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کو ایک حیض آیا یا دونوں میں ہر ایک سے ایک بچہ پیدا ہوا تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور یہ شرط نہیں کہ دونوں میں سے ہر ایک کے دو فرزند[(1)] پیدا ہوں یہ محیط میں ہے۔ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ جب تو بچہ جنے تو تو طالقہ ہے پھر اس نے کہا کہ میں بچہ جنی اور شوہر نے جھٹلایا اور اس وقت تک شوہر اس کے حاملہ ہونے کا اقرار نہیں کر چکا اور نہ حمل ظاہر تھا مگر دائی نے ولادت کی گواہی دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک دائی کی گواہی پر قاضی پر حکم نہ دے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک دائی کی گواہی پر وقوع طلاق کا قاضی حکم دے گا یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اگر کہا کہ جب تو ایک بچہ جنے تو تو طالقہ ہے پس وہ مردہ بچہ جنی تو طالقہ ہو جائے گی یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے حاکم نے کافی میں لکھا ہے کہ اگر بیوی نے کہا کہ جب تو ایک فرزند جنے تو تو طالقہ ہے پھر اس کا پیٹ گرا جس کی بعض خلقت ظاہر ہو گئی تھی تو مطلقہ ہو جائے گی اور اگر فقط خون کا لوتھڑا ہو کچھ خلقت ظاہر نہ ہوئی ہو تو اس سے طلاق نہ پڑے گی یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر تو دو فرزند جنے تو تو طالقہ ہے پھر ایک فرزند تو اس شوہر کی ملک نکاح میں جنی اور دوسرا فرزند ایسی حالت میں جنی کہ اس کے سوائے کسی اور کے نکاح میں تھی پھر یہ عورت کسی وقت میں اسی شوہر کے نکاح میں آئی تو شرط مذکور کی وجہ سے اس پر طلاق نہ پڑے گی اور اگر پہلا فرزند دوسرے شوہر کے ملک میں جنی اور دوسرا فرزند اس شوہر کی ملک میں جنی تو طالقہ ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے بیوی سے کہا کہ اگر تو لڑکا جنے تو طالقہ بیک طلاق ہے اور اگر لڑکی جنے تو طالقہ بدو طلاق ہے پھر وہ لڑکا و لڑکی دونوں جنی اور یہ دریافت نہیں ہوتا کہ پہلے کس کو جنی ہے تو قضاءً اس پر ایک ہی طلاق پڑے گی اور تنزہ و احتیاط کی راہ سے اس پر دو طلاق پڑیں گی اور عدت گزر چکی کہ اگر سوائے ان دو طلاق کے کوئی اور طلاق بھی اس کو دی ہو یا عورت باندی ہو جس کے حق میں پوری طلاق دو ہی ہوتی ہیں تو جب تک یہ عورت دوسرے شوہر سے حلالہ نہ کرائے تب تک اس کو اپنے نکاح میں نہیں لا سکتا ہے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ پہلے لڑکی پیدا ہوئی ہو اور عدت گزر چکی ہے یہ سب اس صورت میں ہے کہ یہ معلوم نہ ہو کہ لڑکا و لڑکی میں سے کون پہلے پیدا ہوا ہے اور اگر دونوں میں سے پہلا معلوم ہو جائے تو اس میں کچھ وقت و شبہ نہیں یعنی اگر لڑکا ہے تو ایک اور اگر لڑکی ہو تو دو طلاق پڑیں گی اور چونکہ ولادت ہی سے عدت گزر چکی لہٰذا دوسرے بچہ کی مشروطہ طلاق نہ پڑے گی پھر اگر بیوی شوہر نے اختلاف کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا کیونکہ وہی منکر ہے کذا فی التبیین اور اگر اس صورت میں عورت ایک خنثیٰ جنی یعنی اس کے لڑکا و لڑکی

---

[1] مثلاً کہا کہ جب تجھے حیض ہو کر پاک ہو عورت نے جھوٹ کہا کہ یہ ہو گیا تو حکم قضاء میں طالقہ ہوئی لیکن دیانۃً وہ اس کے نکاح میں ہے۔

(1) یا دو حیض ہوں۔

دونوں کا نشان ہے تو ایک[1] طلاق پڑے گی اور دوسری طلاق میں توقف ہوگا پھر اگر بچہ کے بڑھنے کے بعد کھلا کہ وہ لڑکا ہے تو ایک ہی طلاق رہی اور اگر کھلا کہ لڑکی ہے تو دوسری بھی واقع ہوگی کذا فی الحرالرائق اور اگر ایک لڑکا اور دو لڑکیاں جنی اور پہلا معلوم نہیں ہوتا تو قضاءً دو طلاق پڑیں گی اور تنزہ و احتیاط سے تین طلاق پڑیں گی اور اگر دو لڑکے اور ایک دختر جنی تو ایسی صورت میں قضاءً ایک طلاق اور احتیاطاً تین طلاق ہوں گی اگر بیوی سے کہا کہ اگر تیرا حمل لڑکا ہو تو تو طالقہ بیک طلاق اور اگر لڑکی ہو تو بدو طلاق ہے پھر وہ ایک لڑکا و ایک لڑکی جنی تو طالقہ نہ ہوگی کیونکہ حمل تو تمام پیٹ کا نام ہے پس جب تک تمام پیٹ لڑکا یا لڑکی نہ ہو تب تک طالقہ نہ ہوگی اس طرح اگر یوں کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہے اگر لڑکا ہوا ہے آخرہ یعنی باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ جو کچھ تو عام ہے جیسے عربی میں ان کان ما فی بطنك غلاماً کہنے میں لفظ عام ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہو تجھے ایک طلاق اور اگر لڑکی ہو تو دو طلاق ہیں اور باقی صورت مسئلہ بحال خود رہی تو تین طلاق[(۱)] واقع ہوں گی یہ تبیین میں ہے۔

اگر بیوی سے کہا کہ ہر بار کہ تو ایک فرزند جنے پس تو طالقہ ہے پھر ایک ہی پیٹ میں وہ دو فرزند جنی بایں طور کہ دونوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم مدت ہوئی تو فرزند اول سے طالقہ ہوگی اور فرزند دوم سے اس کی عدت گزر جائے گی اور دوسری طلاق نہ پڑے گی اور اگر دو تین اولاد جنی تو دو طلاق واقع ہوں گی اور مراد آنکہ اس طرح جنی کہ ہر دو فرزند کے درمیان چھ ماہ سے کم فاصلہ ہے اور اگر تین اولاد اس طرح جنی کہ ہر دو فرزند کے درمیان چھ مہینہ کا فاصلہ ہوا تو تین طلاق پڑ جائیں گی اور پھر تین حیض سے عدت پوری کرے گی اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ ہر بار کہ تم دونوں ایک فرزند جنو تو تم طالقہ ہو پھر دونوں میں سے ایک کے بچہ پیدا ہوا پھر دوسری بیوی کے پیدا ہوا پھر پہلی کے ایک اور پیدا ہوا پھر دوسری کے دوسرا پیدا ہوا مگر ہر ایک کے دونوں فرزند ایک ہی پیٹ سے ہوئے حتیٰ کہ یہ صادق آیا کہ ہر ایک بیوی دو فرزند جنی ہے تو پہلی بیوی بدو طلاق طالقہ ہوگی اور دوسرے فرزند سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور دوسری بیوی تین طلاق سے طالقہ ہوگی اور دوسرے فرزند سے اس کی عدت بھی پوری ہو جائے گی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کے دونوں فرزند کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زائد دو برس تک کا فاصلہ ہو تو پہلی بیوی دو طلاق سے طالقہ ہوگی اور دوسرے فرزند سے اس کی عدت پوری ہوگی مگر دونوں فرزند کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور دوسری عورت پر ایک طلاق پڑے گی اور پہلے فرزند سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی اور اس کے دوسرے فرزند کا نسب اس کے شوہر سے ثابت نہ ہوگا اگر کسی نے اپنی حاملہ بیوی سے کہا کہ جب تو کوئی فرزند جنے تو تو بدو طلاق طالقہ ہے پھر اس سے کہا کہ جو فرزند تو جنے اگر وہ لڑکا ہو تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا تو تین طلاق سے طالقہ ہوگی اور اگر بیوی سے کہا کہ تیرے پیٹ میں جو بچہ ہے اگر وہ لڑکا ہوا یعنی باقی مسئلہ بحال خود رہے تو اس پر ایک طلاق پڑے گی کیونکہ شرط قسم یہ کہ اس کے پیٹ میں ہو اور ولادت سے کھلا کہ اس کے پیٹ میں لڑکا تھا پس ظاہر ہوا کہ طلاق اسی وقت سے ہے نہ وقت ولادت سے حالانکہ وضع حمل سے عدت گزر گئی پس ولادت سے کچھ واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

کتاب الاصل میں ہے کہ اگر بیوی سے کہا کہ ہر بار کہ تو کوئی فرزند جنے تو تو طالقہ ہے اور اس عورت سے کہا کہ جب تو کوئی لڑکا جنے تو تو طالقہ ہے پھر وہ ایک لڑکا جنی تو دونوں قسم کی وجہ سے اس پر دو طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے اگر عورت کی

---

[1] ایک طلاق اس واسطے کہ خواہ مخواہ وہ لڑکا ہے یا لڑکی ہے اگرچہ ہم اس کو نہ پہچانیں۔

(۱) کیونکہ اس کے پیٹ میں دونوں ہیں۔

طلاق کواس کے حاملہ ہونے پر معلق کیا تو جب تک قسم کے وقت سے اس پر[۱] دو برس سے زیادہ[(۱)] میں نہ جنے تب تک طالقہ نہ ہوگی اور یہ مندوب ہے کہ اس سے وطی کرنے سے پہلے اس کا استبراء کرالے کیونکہ احتمال ہے کہ اس وقت وہ حاملہ نہ ہوتو قسم آئندہ حمل پر واقع ہوگی کذافی النہرالفائق۔ اگر بیوی سے کہا کہ اگرتو حاملہ نہ ہوتو تو طالقہ بسہ طلاق ہے پھر قسم کے وقت سے دو برس سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا تو حکم قضاء میں اس پر طلاق نہ ہوگی اور اگر دو برس سے زائد میں اگر چہ ایک ہی روز زیادہ ہو بچہ جنے تو طالقہ ہوگی اگر قسم کے بعد اس کو حیض آیا اس سے قربت نہ کرے بسبب اس احتمال کے کہ وہ حاملہ[۲] نہ ہوا سی طرح اگر حائضہ نہ ہوئی تو بھی اس سے قربت نہ کرنا چاہئے یہاں تک کہ وضع حمل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے خطبہ کروں یا تجھے نکاح میں لوں تو تو طالقہ ہے پھر پہلے اس کو خطبہ کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو طالقہ[۳] نہ ہوگی اور اگر خطبہ سے پہلے اس سے نکاح کیا بایں طور کہ کسی فضولی درمیانی نے اس عورت کو اس مرد سے بیاہ دیا اور مرد نے قبول کیا اور عورت کو خبر پہنچی تو اس نے درمیانی کے کام کی اجازت دے دی تو عورت مذکورہ طالقہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے دو عورتوں سے اس کے نکاح میں نہیں ہیں یوں کہا کہ اگر میں تم دونوں سے خطبہ کروں یا تم سے نکاح کروں تو تم دونوں طالقہ ہو پھر ان دونوں سے خطبہ کیا پھر دونوں سے نکاح کر لیا تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی اور اگر بدوں خطبہ کرنے کے دونوں سے ایک عقد میں یا دو عقدوں میں نکاح کر لیا تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر ایک کو خطبہ کیا پھر اس سے نکاح کر لیا پھر دوسری کو خطبہ کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی اور اگر ایک کو خطبہ کیا پھر دونوں سے نکاح کر لیا تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر ایک سے نکاح کر کے اس کو طلاق دی پھر دونوں سے نکاح کیا تو بھی دونوں طالقہ ہوں گی یہ محیط میں ہے۔

اگر زبان فارسی میں قسم کھائی مثلاً یوں کہا اگر فلاں انجواہم پس او طالقہ است۔ یا کہا ہر زنے را کہ بخواہم۔ تو جن مقامات میں یہ لفظ ان لوگوں کی زبان میں خطبہ یعنی منگنی کی تفسیر ہوتا ہے وہاں قسم منعقد نہ ہوگی یعنی خطبہ سے طلاق نہیں ہوسکتی بسبب عدم ملک نکاح کے پس قسم لغو ہے اور جہاں کہیں اس لفظ خواہم سے نکاح مراد ہوتا ہے تو قسم منعقد ہو جائے گی بشرطیکہ قسم سے اس کی مراد بھی یہی ہو پس اگر نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور ہمارے دیار کے عرف میں ان لوگوں کی مراد اس سے نکاح ہی ہوا کرتی ہے پس قسم منعقد ہو جائے گی اور خطبہ کرنے سے حانث نہ ہوگا پس جب نکاح کرے گا تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر کوئی شخص اس لفظ کی حقیقت سے واقف ہو کہ یہ منگنی کے واسطے ہے اور اس نے اس طرح قسم کھائی پھر کہا کہ میں نے اس لفظ سے منگنی مراد رکھی تھی تو حکم قضاء[۴] میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور دیانت میں اس کی تصدیق کی جائے گی کذافی الذخیرہ فارسی میں کہا اگر فلاں را خواہند گی کنم۔ تو یہ منگنی پر رکھا جائے گا اور یوں کہا کہ اگر فلاں راز ن کنم۔ تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ اگر فلاں عورت سے نکاح کروں اگر یوں کہا کہ اگر زن ارم یعنی اگر عورت لاؤں تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا اور فتویٰ اس قول پر ہے کہ یہ قول زفاف پر رکھا جائے گا

---

۱ یعنی بدوں وطی کے حیض سے اس کے رحم کا حمل سے پاک ہونا دریافت کرلے۔

۲ کذافی الفتح۔

۳ کیونکہ قسم خطبہ سے منحل ہوگئی اور اس وقت محل طلاق نہ تھی۔

۴ شاید اپنے دیار میں حکم قضاء کا اعتبار کیا ہے اور ہندوستان میں عرف مذکور معتبر نہیں لہٰذا اصل محاورہ فارسی پر حکم کا مدار قضاءً و دیانۃً دونوں طرح ہوگا فافہم واللہ اعلم۔

(۱) اگر چہ ایک روز زائد ہوا۔

قال المترجم یعنی منطقی کرنے و نکاح کرنے سے طلاق نہ ہوگی جب اس کو اپنے گھر رخصت کرا لائے تو طلاق وغیرہ جو کچھ جزائے قسم ہو واقع ہوگی اگر فارسی میں کہا کہ اگر دختر فلاں مراد ہندوے راطلاق۔ یعنی اگر فلاں کی دختر مجھے دیں تو اس کو طلاق ہے پھر اس عورت سے نکاح کیا تو طلاق نہ پڑے گی قال المترجم یعنی جب اپنے یہاں لائے تو طلاق پڑ جائے گی لیکن ہمارے محاورہ میں ملک نکاح پر واقع ہونا صواب ہے فافہم۔ اگر کہا کہ اگر دختر فلاں رابزنی دہند میں۔ یا کہا بزنے دادہ شود بمن اور باقی مسئلہ اپنے حال پر رہے تو بھی مختار یہ ہے کہ اس پر طلاق نہ پڑے گی قال المترجم ہمارے یہاں پڑنا اقرب ہے واللہ اعلم فتاویٰ نسفی میں ہے کہ فاسی میں کہا اگر فلاں کار کنم ہرزنے کہ بخواہم خواستن از من بطلاق۔ پھر اس شخص نے یہ فعل کیا پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہو گی فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر اپنی منکوحہ سے فارسی میں کہا کہ اگر ترا برنے کنم پس تو طالقہ ہستی یا عربی میں تزوجتک کہا اور مترجم کہتا ہے یا اردو میں یہ کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے تو اس صورت میں نکاح کرنا اس کے ساتھ عقد کرنے پر رکھا جائے گا اور وطی کرنے پر نہیں[1] ہوگا اسی طرح اگر فارسی میں کہا کہ اگر ترا نکاح کنم پس تو طالقہ ہستی۔ اور وہ منکوحہ ہے تو اس سے وطی کرنے سے طلاق نہ ہوگی ہاں اگر اس کو طلاق دے کر جدا کر کے پھر اس سے نکاح کرے تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر اپنی منکوحہ یا ایسی عورت سے نکاح حلال نہیں ہے یوں کہا کہ ان نکحتك فانت طالق تو طالق تو وطی کی طرف منصرف ہوگا حتیٰ کہ اگر اپنی بیوی کو طلاق دے کر پھر اس سے کرلیا تو وہ طالقہ نہ ہوگی کذا فی الخلاصہ[2]۔

اگر کسی نے کہا کہ اگر میں ایسی عورت سے نکاح کروں جس کا شوہر تھا تو وہ طالقہ ہے پھر اپنی بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے کر اس سے نکاح کر لیا تو وہ طالقہ نہ ہوگی یہ تجنیس و مزید میں ہے اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے زنا کیا یا اس کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے زنا کیا تو میری ہر بیوی جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اس عورت سے زنا کر کے اسی سے نکاح کر لیا تو طالقہ نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اپنے والدین سے کہا کہ اگر تم نے میری کسی عورت سے تزویج کر دی تو وہ تین طلاق سے طالقہ ہے پھر انہوں نے بدوں اس کے حکم کے کسی عورت سے اس کی تزویج کر دی تو طالقہ نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اگر اپنے والدین کہا کہ اگر تم نے میری کسی عورت سے تزویج کر دی تو وہ عورت طالقہ ہے پھر انہوں نے اس کے حکم سے کسی عورت سے اس کی تزویج کر دی تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ قسم صحیح نہیں اور وہ عورت طالقہ نہ ہوگی اور شیخ ابوبکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ قسم صحیح اور عورت طالقہ ہوگی اور یہی صحیح ہے ایک نے کہا کہ اگر میں نے فلاں شخص کی دختروں میں سے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے حالانکہ فلاں شخص مذکور کی کوئی دختر نہیں ہے پھر اس کے ایک دختر پیدا ہوئی پھر قسم کھانے والے نے اس سے نکاح کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ قسم میں حانث نہ ہوگا اور اس قسم میں شرط ہے کہ قسم کھانے کے وقت دختر موجود ہو اور بعد قسم کے جو پیدا ہو وہ قسم کے تحت میں داخل نہ ہوگی ایک نے کہا کہ اگر میں نے کسی عورت سے نکاح کیا جب تک میں کوفہ میں ہوں تو وہ طالقہ ہے پھر کوفہ چھوڑ دیا پھر دوبارہ اس میں عود کر آیا پھر کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کیا ابد تک تو وہ طالقہ ہے پھر اس سے ایک مرتبہ نکاح کیا اور وہ طالقہ ہوگئی پھر اس سے دوسری بار نکاح کیا تو طالقہ نہ ہوگی ایک نے اجنبیہ عورت سے کہا کہ جب تک تو میرے نکاح میں ہے تب تک ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اس اجنبیہ سے نکاح کیا پھر اس پر دوسری عورت سے نکاح کیا تو اس پر طلاق نہ پڑے گی

---

[1] یعنی تزوج و بزنے گرفتن دونوں معنی میں آتا ہے پس یہاں قرینہ سے عقد ہوگا نہ وطی۔

[2] نسخہ اصل میں عبارت موہم ہے اور یہ انتہائے توجیہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اگر یوں کہا کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں پھر جب تک تو میرے نکاح میں ہو تب تک ہر عورت جس سے نکاح کروں طالقہ ہے اور باقی مسئلہ مذکور بحالہ واقع ہو تو دوسری عورت پر طلاق پڑے گی یہ وجیز کردری میں ہے ایک عورت کسی مرد کی مطلقہ ہے اس مرد نے کہا کہ اگر میں اس عورت سے نکاح کروں تو حلال[1] الٰہی مجھ پر حرام ہے پھر اس عورت سے نکاح کیا تو اس پر طلاق واقع ہو گی اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تیرے اوپر جب تک زندہ ہوں کوئی نکاح کیا تو حلال الٰہی مجھ پر حرام ہے پھر کہا کہ اگر میں نے تجھ پر کوئی نکاح کیا تو مجھ پر طلاق واجب ہے پھر اس پر ایک عورت سے نکاح کیا تو پہلی قسم کی وجہ سے دونوں عورتوں میں سے ہر ایک پر ایک طلاق واقع ہو گی اور دوسری قسم کی وجہ سے دوسری ایک طلاق واقع ہو گی مگر ان میں سے کسی ایک پر واقع ہو گی پس شوہر کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کی طرف چاہے پھیرے یہ فتح القدیر میں ہے ایک نے کہا کہ اگر میں نے پانچ برس تک کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے پھر پانچویں برس میں ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہو جائے گی یہ تجنیس و مزید میں ہے ایک عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو اس سے پہلے تو طالقہ ہے پھر اس سے نکاح کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ طلاق پڑ جائے گی اور امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ نہیں پڑے گی یہ فتح القدیر میں ہے۔

کسی نے بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھ پر کسی عورت سے نکاح کیا تو جس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر بیوی کو طلاق بائن دے دی پھر اس کی عدت میں دوسری عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہو گی ایک نے کہا کہ اگر میں ہندہ کے بعد زینب سے نکاح کروں تو دونوں طالقہ ہیں پھر دونوں سے اسی طرح نکاح کیا یا یوں کہا ہندہ سے زینب کے ساتھ نکاح کروں پھر دونوں سے ساتھ ہی نکاح کیا یا یوں کہا تھا کہ ہندہ سے زینب کے اوپر نکاح کروں پھر زینب کے ہوتے ہوئے اس کے اوپر ہندہ سے نکاح کیا تو ان سب صورتوں میں دونوں پر طلاق پڑ جائے گی اگر دونوں سے نکاح کرنے میں شرط کی ترتیب نہ رکھی بلکہ اس کے برخلاف ترتیب سے نکاح کیا تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہ ہو گی ایک نے کہا کہ اگر میں نے زینب سے قبل ہندہ کے نکاح کیا تو دونوں طالقہ ہیں پھر زینب سے نکاح کیا تو وہ بھی طالقہ ہو جائے گی اور ہندہ کے نکاح تک توقف نہ ہو گا پھر جب ہندہ سے نکاح کرے تو وہ طالقہ نہ ہو گی اور اگر یوں کہا ہو کہ اگر میں نے زینب سے کچھ پہلے ہندہ سے نکاح کیا تو دونوں طالقہ ہیں پھر زینب سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہو گی جب تک کہ اس کے بعد ہی فی الفور ہندہ سے نکاح[(1)] نہ کرے لیکن اگر فی الفور ہندہ سے نکاح کر لیا تو زینب طالقہ ہو گئی اور ہندہ طالقہ نہ ہو گی ایک نے دوسرے کی باندی سے نکاح کیا پھر باندی سے کہا کہ اگر تیرا مالک مر گیا تو تو دو طلاق سے طالقہ ہے پھر اس کا مالک مر گیا اور یہی مرد اس کا وارث ہے تو باندی پر طلاق پڑ جائے گی اور امام ابو یوسفؒ و امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس مرد کے واسطے حلال نہ ہو گی جب تک کہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے حلالہ نہ کرائے یہ کافی میں ہے منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کسی نے کہا کہ اگر میں ایک عورت کے بعد دوسری عورت سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس کے بعد دو عورتوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا تو دوسری دونوں میں سے ایک طالقہ ہو گی اور اختیار اسی کو ہو گا کہ جس پر چاہے واقع کرے اور اگر دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو بھی اخیر والی طالقہ ہو گی ایک نے کہا کہ اگر میں دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کروں پھر ایک عورت سے تو وہ دونوں طالقہ ہیں پھر اس نے تین عورتوں سے نکاح کیا تو ان میں سے دو طالقہ ہوں گی اور اس کو اختیار رہو گا کہ جن دو کے حق میں چاہے بیان کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک مرد کی تین عورتیں ہیں اس نے ان میں سے ایک عورت سے کہا کہ اگر میں تجھے طلاق دوں تو دوسری دونوں طالقہ

---

[1] امام شافعیؒ وغیرہ نے کہا کہ کسی کے کہنے سے حلال آلٰہی کبھی حرام نہیں ہو سکتا پس قول باطل ہے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ نے کہا کہ ہاں لیکن وہ اس کلام سے جرم میں ماخوذ ہو گا کہ قسم کا کفارہ ادا کرے اور تمام کلام مترجم کے تعین الہدایہ و تفسیر میں ہے۔ (۱) حتیٰ کہ اگر نہ کیا تو طالقہ نہ ہوگی۔

ہیں پھر ان میں سے دوسری عورت سے بھی یوں کہا کہ پھر تیسری عورت سے بھی یوں کہا پھر اس نے پہلی عورت کو ایک طلاق دے دی تو دوسری دونوں پر بھی ایک ایک طلاق پڑے گی اور اگر پہلی کو نہیں بلکہ درمیانی کو ایک طلاق دی تو پہلی پر ایک طلاق اور درمیانی و تیسری میں سے ہر ایک پر دو دو طلاق پڑیں گی اور اگر اس نے تیسری کو ایک طلاق دی تو تیسری پر تین طلاق اور درمیانی پر دو طلاق اور پہلی پر ایک طلاق ہو گی ایک مرد کی چار عورتیں ہیں اس نے ان میں سے ایک عورت سے کہا کہ اگر میں اس رات تیرے پاس نہ سوؤں تو تینوں[1] طالقہ ہیں پھر اس نے دوسری عورت سے بھی مثل قول مذکور کے کہا پھر تیسری سے مثل اس کے پھر چوتھی سے مثل اس کے کہا پھر وہ پہلی عورت کے پاس سویا تو اس پر تین طلاق پڑیں گی اور باقیات میں سے ہر ایک پر جن کے ساتھ اس رات میں نہیں رہا ہے دو دو طلاق پڑیں گی اور اگر دو عورتوں کے ساتھ رات کو رہا تو ان میں سے ہر ایک پر دو طلاق پڑیں گی اور باقی دونوں جن کے ساتھ نہیں رہا ہے ایک پر ایک ایک طلاق پڑے گی اور اگر تین عورتوں پاس کے رہا تو ان میں سے ہر ایک پر ایک طلاق پڑے گی اور جس کے پاس نہیں رہا ہے اس پر کچھ واقع نہ ہو گی ایک شخص کی چار بیویاں ہیں اس نے ان عورتوں سے کہا کہ تم میں سے ہر عورت کہ جس سے میں نے آج کی رات جماع نہ کیا تو دوسریاں طالقہ ہیں پھر اس نے ان میں سے ایک سے جماع کیا پھر فجر طلوع ہو گئی تو جس سے جماع کیا اس پر تین طلاق واقع ہوں گی اور جن سے جماع نہیں کیا ان میں سے ہر ایک پر دو دو طلاق پڑیں گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

ایک مرد کی تین عورتیں ہیں اس نے ان عورتوں سے دخول کر لیا پھر یہ سب مرتدہ (1) ہو گئیں پھر سب اسلام لائیں پھر اس مرد نے کہا کہ اگر میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے اور اگر دو عورتوں سے نکاح کیا تو دونوں طالقہ ہیں اور اگر تین عورتوں سے نکاح کیا تو تینوں طالقہ ہیں پھر عدت میں ان سب سے متفرق عقدوں میں نکاح کیا تو جس عورت سے پہلے نکاح کیا اس پر تین طلاق پڑیں گی کیونکہ وہ تینوں قسم میں شامل ہوئی ہے اور دوسری بار والی پر دو طلاق پڑیں گی کیونکہ جس وقت اس سے نکاح کیا ہے اس وقت پہلی قسم اتر چکی تھی پس وہ دو ہی قسموں میں شامل رہی اور تیسری عورت پر ایک طلاق پڑے گی کیونکہ اس سے نکاح کرنے کے وقت پہلی دوسری دونوں قسمیں اتر چکی تھیں یہ عتابیہ میں ہے ایک مرد نے کہا اگر میں فلاں مکان میں داخل ہوں تو ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے اور فلاں عورت یہ جو سامنے ہے اس نے اپنی ایک بیوی کی طرف اشارہ کیا جو اس وقت اس کے نکاح میں موجود تھی پھر وہ اس مکان میں داخل ہوا حتیٰ کہ فلاں عورت مذکورہ پر طلاق پڑ گئی پھر اس نے اسی عورت مذکورہ سے نکاح کر لیا تو پھر وہ طالقہ ہو جائے گی ایک مرد نے کہا کہ اگر میں ایسا کام کروں تاوقتیکہ فاطمہ سے نکاح نہ کر لوں تو ہر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اس نے یہ کام کیا پھر فاطمہ مذکورہ سے نکاح کیا تو وہ طالقہ[2] ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

قاعدہ: جب شرط دو وصف والی ہو تو وقوع طلاق کے واسطے یہ شرط ہے کہ دوسرا وصف اس کی ملک میں پایا جائے مثلاً بیوی سے کہا کہ اگر تو زید کے گھر میں گئی اور عمرو کے گھر میں گئی تو تو طالقہ ہے یا کہا کہ اگر تو نے کام کیا عمرو سے اور زید سے تو تو طالقہ ہے تو وقوع طلاق جب ہی ہوئی کہ دوسری شرط اس کے ملک نکاح میں پائی جائے چنانچہ اگر دو وصف والی شرط پر عورت کی طلاق معلق کر کے پھر اس کو طلاق منجز دے دی یعنی بدوں تعلیق شرط اس کو طلاق دے دی[3] اور اس کی عدت گزر گئی پھر دونوں شرطوں میں سے

---

[1] اصل میں ہی فالثلث طوالق شاید الف لام سے مراد باقیات ہیں لہٰذا میں نے اشارہ کر دیا۔

[2] مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ حکم بطور قضاء ہے نہ دیانت واللہ تعالیٰ اعلم۔

[3] ظاہراً آنکہ مراد اس سے ایک طلاق بائنہ یا رجعی ہے ورنہ تین طلاق کی صورت میں امام زفر سے اتفاق واجب ہے فافہم۔

(1) اسلام سے پھر گئیں۔

ایک شرط ایسے حال میں پائی گئی کہ جب وہ عورت بائنہ تھی پھر اسی عورت سے نکاح کر لیا پھر دوسری شرط پائی گئی تو پہلے نکاح میں جو طلاق اس پر معلق کی تھی وہ واقع ہو جائے گی اور امام زفرؒ نے کہا کہ نہیں واقع ہو گی اور عقل کی راہ سے اس مسئلہ کی چار قسمیں ہو سکتی ہیں اول آنکہ دونوں شرطیں اس کی ملک نکاح میں پائی جائیں تو بالاتفاق[(۱)] طلاق واقع ہو گی دوم آنکہ دونوں شرطیں اس کی ملک میں نہ پائی جائیں تو بھی اتفاقی ہے کہ طلاق نہیں ہو گی سوم آنکہ شرط اول اس کی ملک میں پائی جائے اور دوسری اس کی ملک میں نہ ہو تو طلاق واقع[(۲)] نہ ہو گی چہارم آنکہ اول اس کی ملک میں نہ پائی جائے اور دوسری اس کی ملک میں پائی جائے پس اسی صورت میں وہ اختلاف ہے جو اوپر مذکور ہوا کذا فی التبیین۔

بیوی سے کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار اور اس دار میں تو تو طالقہ ہے یا یوں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو داخل ہوئی اس دار میں اور اس دار میں یا یوں کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار میں تو تو طالقہ ہے اور اس دار میں تو سب صورتوں میں جب ہی طالقہ ہو گی کہ دونوں دار میں داخل ہوئے قال المترجم تیسری صورت میں اگر بزبان عربی کہا کہ ان دخلت ھذہ الدار فانت طالق وھذہ الدار تو حکم مذکور مروی ہے اور بنابر ترجمہ مذکور کے محل تامل ہے فلیتامل اسی طرح اگر مرد مذکور نے حرف پس کے ساتھ جو عربی زبان کے حرف فاء کا ترجمہ ہے اور ہندی میں بجائے اس کے پھر بولتے ہیں یوں کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار میں پس اس دار میں تو بھی یہی حکم ہے یا یوں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو داخل ہوئی اس گھر میں پس اس گھر میں یا یوں کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس گھر میں تو تو طالقہ ہے پس اس گھر میں تو بھی یہی حکم ہے اور واؤ یا اور کے ساتھ عطف ہونا اور پس کے ساتھ عطف ہونا دونوں یکساں ہیں جب تک دونوں گھروں میں داخل نہ ہوں تب تک طلاق واقع نہ ہو گی لیکن اس قدر فرق ہے کہ صورت اول یعنی عطف بواؤ ہونے میں دونوں گھروں کے داخل ہونے میں ترتیب کی کچھ رعایت نہیں بخلاف دوسری صورت یعنی عطف بحرف پس کے کہ یہاں رعایت ترتیب ہو گی اور وہ یوں کہ دوسرے گھر میں بعد پہلے گھر میں جانے کے جائے اسی طرح اگر عربی زبان میں حرف ثم سے عطف ہو جس کے معنی مانند پھر کے ہیں لیکن ذرا دیر کے بعد ہونا چاہئے چنانچہ اگر کہا کہ ان[۱] دخلت ھذہ الدار ثم ھذہ الدار فانت طالق مع دیگر صور مذکورہ بالا کے تو حکم وہی ہے جو حرف پس کے عطف میں مذکور ہوا لیکن اتنا فرق ہے کہ ترتیب سے داخل ہونے کے باوجود حرف ثم میں یہ بھی ہوئے کہ دوسرے گھر میں پہلے گھر کے داخل ہونے کے کچھ دیر بعد داخل ہوئی ہو یہ بدائع میں ہے مترجم کہتا ہے کہ اردو میں حرف پس اور پھر دونوں مستعمل ہیں پس اگر دونوں میں یہ فرق صحیح ہو جائے کہ فاء کا ترجمہ پس ہے اور ثم کا ترجمہ پھر ہے تو حکم بھی اسی کے موافق ہو گا اور مترجم کے نزدیک یہ فرق صحیح ہے واللہ اعلم وارجع الی المقدمة ۔ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے جبکہ تو اس دوسرے گھر میں داخل ہو پھر اس عورت کو طلاق سے بائنہ کر دیا اور اس کی عدت گزر گئی پھر وہ پہلے گھر میں داخل ہوئی پھر مرد مذکور نے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر وہ دوسرے گھر میں داخل ہوئی تو طالقہ نہ ہو گی کیونکہ پہلے گھر میں داخل ہونا یہاں معتبر ہے اور وہ پایا نہ گیا کذا فی التمرتاشی مترجم کہتا ہے کہ دوسری شرط بحرف ظرف قید دخول اول کی ہے پس دونوں ملک نکاح میں ضرور ہیں تاکہ متصل ہوں اور اول پائی نہ گئی کیونکہ اس وقت بائنہ تھی تو دوسری لغو ہوئی اور یہ مثال

---

[۱] یعنی زبان اردو میں شاید یہ حکم ہو یا نہ ہو۔

[۲] اگر تو اس دار میں گئی پھر اس دار میں تو تو طالقہ ہے۔

(۱) یعنی مع امام زفرؒ۔

(۲) بالاتفاق واللہ اعلم۔

درحقیقت تعلیق بشرط مقید بشرط دیگر ہے فافہم۔ ایک نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم دونوں اس گھر میں داخل ہوئی تو دونوں طالقہ ہو تو جب تک دونوں اس گھر میں داخل نہ ہو جائیں تب تک ان میں سے کوئی ایک طالقہ نہ ہوگی اگر چہ وہ داخل ہوگئی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم ان دونوں گھروں میں داخل ہو تو تم طالقہ ہو پھر ان میں سے ایک عورت ایک گھر میں اور دوسری عورت دوسرے گھر میں داخل ہوئی تو استحساناً دونوں میں سے ہر ایک طالقہ ہو جائے گی اسی طرح اگر دونوں سے کہا کہ اگر تم دونوں اس مکان میں اور اس مکان دیگر میں داخل ہو تو دونوں طالقہ ہو پھر ایک عورت ایک مکان اور دوسری عورت دوسرے مکان میں داخل ہوئی تو بھی استحساناً دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر یوں کہا کہ اگر تم دونوں اس مکان میں داخل ہوا ور تم دونوں اس مکان دیگر میں داخل ہو تو تم دونوں طالقہ ہو تو ایسی صورت میں قیاساً و استحساناً دونوں دلیل سے یہ حکم ہے کہ جب تک دونوں اس مکان میں اور دونوں اس مکان دیگر میں داخل نہ ہوں تب تک ان میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم نے یہ گردہ روٹی کھائی تو دونوں طالقہ ہو تو جب تک دونوں نہ کھائیں تب تک طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر دونوں میں سے ایک نے بہ نسبت دوسری کے زیادہ کھائی ہو تب بھی دونوں طالقہ ہو جائیں گی کیونکہ شرط مطلقاً یہ تھی کہ ہر ایک اس میں سے تھوڑی کھائے حتی کہ اگر ایک نے دونوں میں سے اس روٹی میں سے اس قدر رکھایا جس پر اس روٹی کے تھوڑے ٹکڑے ہونے کا اطلاق نہیں ہو سکتا مثلاً کوئی کرچ گر پڑی تھی وہ منہ میں ڈال لی تو اس[1] سے دونوں میں سے کسی پر طلاق نہ پڑے گی یہ ذخیرہ میں ہے ایک نے اپنی دو عورتوں سے کہا کہ اگر تم اس گھر میں داخل ہوئیں یا تم نے فلاں شخص سے کلام کیا یا تم نے یہ کپڑا پہنا یا تم اس جانور پر سوار ہوئیں یا تم نے اس طعام میں سے کھایا یا تم نے اس پینے کی چیز میں سے پیا تو تم طالقہ ہو تو جب تک دونوں کی طرف سے یہ فعل نہ پایا جائے تب تک کسی پر طلاق نہ پڑے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر بیوی سے کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی اور اس میں سے نکلی تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کو زبردستی کوئی شخص لاد کر اس گھر میں لے گیا پھر وہ اس میں سے نکلی اور پھر اس گھر میں داخل ہوئی تو طالقہ ہو جائے گی اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے وضو کیا اور نماز پڑھی تو تو طالقہ ہے پھر اس نے نماز پڑھی کیونکہ وضو سے تھی پھر وضو کیا تو طالقہ ہو جائے گی اور یہی حکم بیٹھنے و اٹھنے اور روزہ رکھنے اور افطار[2] کرنے وغیرہ اس کے مانند افعال میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے عورت سے کہا کہ اگر تو نے سوت کاتا اور اس کو بنا تو تو طالقہ ہے پھر اس نے دوسری عورت کا سوت کاتا ہوا بنا پھر اس نے خود سوت کاتا مگر اس کو نہیں بنا تو طالقہ نہ ہوگی جب تک کہ خود سوت کات کر اس سے کپڑا نہ بنے یہ ذخیرہ میں ہے ایک نے بیوی سے کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے اور یہ بات مکرر ایک ہی گھر کے ساتھ کہی ہے پھر عورت اس گھر میں ایک بار داخل ہوئی تو استحساناً طالقہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک نے کہا کہ اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا اگر میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے تو طلاق کا تعلق بشرط دوم ہوگا اور شرط اول لغو ہے اسی طرح[3] اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو شرط اول معتبر ہے اور دوم شرط لغو ہے اور اگر اس نے جزا کو دونوں شرطوں کے بیچ میں کر دیا مثلاً کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا

---

[1] وہ کھانے والی اس روٹی سے نہ کھلائے گی پس دونوں

[2] افطار سے مراد روزہ نہ رکھنا مثلاً تو اگر روزہ نہ رکھے تو تجھے طلاق ہے۔

[3] یعنی مکرر شرط میں جو جزا سے ملحق ہے وہ معتبر ہے اور جس کی جزا محذوف ہے وہ لغو ہے۔

تو تو طالقہ ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو اول سے انعقاد قسم ہوگا اور دوم لغو ہے اگر یوں کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے اگر تجھ سے نکاح کروں تو قسم کا انعقاد بشرط دوم ہوگا اور اول لغو ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر شرط کو بحرف عطف[۱] مکرر کیا مثلاً کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو طالقہ ہے یا کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا پس اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا یا جب میں نے تجھ سے نکاح کیا یا ہرگاہ کہ میں نے تجھ سے نکاح کیا تو حکم یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی جب تک کہ اس سے دومرتبہ نکاح نہ کرے اور اگر جزاء کو مقدم کیا ہو مثلاً کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو یہ ایک ہی مرتبہ نکاح کرنے پر ہوگا اور اگر درمیان میں لایا مثلاً کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو طالقہ ہے اور اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو ایسی صورت میں دونوں دفعہ ہر بار کے نکاح پر طلاق واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے اگر یوں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا پس اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا یا جزاء کو وسط میں لایا بایں طور کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو طالقہ ہے پس اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی جب تک کہ اس سے دومرتبہ نکاح نہ کرے قال المترجم عربی زبان میں اگر کہا کہ انت طالق ان تزوجتك فان تزوجتك یا جزاء کو وسط میں لایا تو حکم مذکور صحیح ہے کیونکہ فاء تعقیب[۲] پر دلالت کرتی ہے اور اس کا تحقق دونوں چیزوں میں ہوگا پس شرط دوم کو اعادہ شرط اول قرار دینا ممکن نہ ہوگا اور ہمارا اردو میں پس ان سب صورتوں میں طلاق واقع ہونا اقرب واشبہ ہے کیونکہ اہل زبان کے نزدیک شرط دوم لغو ہے لیکن بنظر تصحیح کلام اگر محذوف مانا جائے تو حکم زبان عربی سے اتفاق ہوگا پس فتویٰ کے وقت تامل ضرور ہے فافہم واللہ اعلم اگر زبان عربی میں بحرف ثم لایا مثلاً کہا کہ انت طالق ان تزوجتك ثم ان تزوجتك تو طالقہ ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا پھر اگر تجھ سے نکاح کیا تو پہلے تزوج پر طلاق واقع ہوگی اگر یوں کہا کہ ان تزوجتك ثم ان تزوجتك فانت طالق اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا پھر اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو طالقہ ہے تو اخیر دو پر قسم منعقد ہوگی اس لئے کہ حرف ثم برائے فصل ہے پس شرط دیگر اس کے جزا سے منفصل ہوئی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ ایک نے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو نے کھایا اور اگر تو نے پیا یا یوں کہا اگر تو نے کھایا تو تو طالقہ ہے اور اگر پیا تو دونوں فعل میں سے جو کوئی پایا جائے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور قسم باقی نہ رہے گی اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اپنے کھانے اور اپنے پینے میں تو بھی یہی حکم ہے قال المترجم عربی زبان یعنی انت طلاق فی اکلك و فی شربك اور فارسی زبان تو طالقہ ہستی در خوردنت و در نوشیدنت۔ سب یکساں ہیں فافہم۔ اگر یوں کہا کہ اگر تو نے کھایا تو تو طالقہ ہے اور اگر تو نے پیا تو طالقہ بدیں تطلیقہ[۳] ہے تو شیخ نے فرمایا کہ طلاق واحد معلق بہر واحد از فعل ہوگی یعنی اگر کھائے یا پئے ایک ہی طلاق پڑے گی اور اگر بدیں تطلیقہ کا لفظ نہ کہا ہو تو ہر ایک فعل سے علیحدہ ایک ایک طلاق پڑے گی حتیٰ کہ دونوں فعل سے دو طلاق واقع ہوں گی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے کھایا اور اگر تو نے پیا تو تو طالقہ ہے تو جب تک دونوں فعل نہ کرے تب تک طالقہ نہ ہوگی اسی طرح اگر بجائے تو نے کے میں نے ہو تو بھی یہی حکم ہے اگر کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل ہوا تو تو طالقہ ہے اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کیا تو کلام کرنا وہ معتبر ہوگا جو دار مذکور میں داخل ہونے کے بعد ہو یہ عتابیہ میں ہے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں اس گھر میں داخل ہوا اور اگر میں اس گھر میں داخل ہوا یہ جزا کو درمیان میں کر دیا اور کہا کہ اگر میں اس گھر میں داخل ہوا تو تو طالقہ ہے اور اگر میں[(۱)] اس دوسرے گھر میں داخل ہوا تو ان دونوں

---

۱ تکرار بحرف۔ ۲ تعقیب پیچھے مترتب ہونا۔

۳ بدیں تطلیقہ یعنی اسی طلاق سے جو اول مذکور ہوئی تو یہ دونوں میں ایک ہی رہی بخلاف اس کے جب یہ لفظ نہ ہو۔

(۱) دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔

گھروں میں سے کسی میں داخل ہو وہ طالقہ ہو جائے گی اور قسم باطل ہو جائے گی اگر اس نے جزاء کو موخر کر دیا اور کہا کہ اگر میں اس گھر میں داخل ہوا اور اگر میں اس دوسرے گھر میں داخل ہوا تو تو طالقہ ہے تو جب تک دونوں گھروں میں داخل نہ ہو تب تک طالقہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ کرخیؒ میں ہے۔

قال المترجم هذا علی اصل ان تقدیم الشرط و تاخیرها یوثر فی اختلاف الحکم فی المتکلم فتذکر۔ بیوی[1] سے کہا کہ اگر میں نے فلاں شخص سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے اور یہ بھی اس سے کہا کہ اگر میں نے کسی انسان سے کلام کیا تو تو طالقہ ہے پھر اس نے فلاں شخص مذکور سے بات کی تو دو طلاق سے طالقہ ہو جائے گی اور اگر اپنی عورت کے حق میں کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پھر یوں قسم کھائی کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں تو وہ[2] طالقہ ہے پھر فلاں[3] مذکورہ سے نکاح کیا تو موجودہ بیوی دو طلاق سے طالقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میں فلاں گھر میں جاؤں اور میرا غلام آزاد ہے اور مجھ پر پیدل حج یا عمرہ واجب ہے اگر میں فلاں شخص سے بات کروں تو حکم یہ ہے کہ بیوی پر طلاق پڑنا تو فلاں گھر میں داخل ہونے پر ہے اور غلام کا آزاد ہونا اور پیدل خانہ کعبہ کو جانا فلاں[4] شخص سے بات کرنے پر معلق ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے فتاویٰ میں ہے کہ اگر بیوی سے کہا کہ اگر تو نے مجھے چھوڑا کہ میں تیرے گھر میں داخل ہو جاؤں پس میں نے تیرے لئے زیور نہ خریدا تو تو طالقہ ہے پھر عورت مذکورہ نے اس کو اپنے گھر میں آنے دیا پھر اس نے عورت کے لئے زیور فی الفور نہ خریدا تو امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے درمیان اختلاف ہے کہ فی الفور طلاق پڑ جائے گی یا آخر عمر تک انتظار ہوگا اور مختار یہ ہے کہ بالفعل حانث[5] ہوگا شیخ نے کہا کہ اسی جنس کا ایک واقع ہوا تھا جس کی صورت یہ تھی کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اپنی گائے بیچی پس میں نے اس کو قتل نہ کیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے گائے بیچ ڈالی پھر مرد مذکور نے فی الفور اس کو قتل نہ کیا علمائے زمانہ نے فتویٰ دیا کہ عورت طالقہ نہ ہوگی قال المترجم افتوا علی خلاف المختار فافهم۔ زیادات میں ہے کہ ایک نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میں فلاں شخص کو آگاہ نہ کروں اس فعل سے جو تو نے کیا ہے تا کہ تجھ کو مارے پس اس نے فلاں شخص کو خبر دے دی مگر اس نے اس کو نہیں مارا تو قسم کھانے والا قسم میں سچا ہو گیا اور یہ قسم فقط خبر دینے پر ہوگی یہ خلاصہ میں ہے بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس کوچہ میں داخل ہوئی پھر وہ عورت اس کوچہ کے گھروں میں سے ایک گھر میں چھت کی راہ سے گئی اور اس کوچہ میں نہیں نکلی تو طلاق واقع نہ ہوگی ایک نے اپنی بیوی کے بھائی سے کہا کہ اگر تو میرے گھر میں داخل نہ ہوا جیسا تو کیا کرتا تھا تو میری بیوی طالقہ ہے تو دیکھا جائے کہ اگر دونوں میں گفتگو ایسی ہو رہی تھی کہ جو دلالت کرتی ہے کہ فی الفور داخل ہونا مقصود ہے تو فی الفور داخل ہونے پر رکھا جائے گا کیونکہ دلالت الحال موجب تقیید ہوئی ورنہ قسم آمد[6] پر ہوگی اور قسم سے پہلے جس طرح اس کے آنے جانے کی

ل قال فی الاصل نہ یحنث تو ترجمہ موافق ہے ہاں اگر لا یحنث ہو تو ترجمہ یہ کہ اور مختار یہ ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا یعنی فی الفور طلاق نہ پڑے گی قال المترجم اول ہے صحیح نظر آتا ہے اس واسطے کہ فاء کچھ تاخیر پر دلیل نہیں ہے ہاں عرف کی راہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فی الفور کو مقتضی نہیں ہے۔

(۱) یعنی بیوی موجودہ۔

(۲) مترجم کہتا ہے کہ یہ اس اصل پر کہ شرط کی تقدیم و تاخیر سے حکم میں اختلاف ہوتا ہے۔

(۳) یعنی بیوی موجودہ۔

(۴) یعنی وجوب۔

(۵) یعنی طلاق پڑ جائے گی۔ (۶) یعنی فی الفور کی ضد پر ہوگی۔

عادت [1] تھی اسی پر قسم واقع ہو گی حتیٰ کہ اگر عادت مذکور کی موافقت سے ایک مرتبہ بھی اس کے سالے نے انکار کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی یعنی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک نے کہا کہ اگر میں آج کے روز ان دونوں گھروں میں نہ گیا تو میری بیوی طالقہ ہے یا کہا کہ اگر میں نے فلاں شخص کو آج کے دن دو کوڑے نہ مارے تو میری بیوی طالقہ ہے پھر وہ دونوں گھروں میں سے ایک ہی میں داخل ہوا یا ایک ہی کوڑا مارا اور دوسرے گھر میں نہ گیا یا دوسرا کوڑا نہ مارا یہاں تک کہ دن گزر گیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور طلاق پڑ جائے گی اس واسطے کہ قسم پوری ہونے کی شرط یہ تھی کہ دونوں گھروں میں داخل ہونا یا دونوں کوڑے مارنا پایا جائے اور وہ پائی نہ گئی پس جب پورے ہونے کی شرط نہ ہوئی تو حانث ہونا ضرور ہوا اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے آج کے روز فلاں و فلاں سے کلام نہ کیا تو میرا غلام آزاد ہے پھر فقط ایک سے کلام کیا اور دن گزر گیا تو قسم میں حانث ہو گیا پس قاعدہ یہ قرار پایا کہ جب دو محل میں عدم [ل] فعل پر قسم معقود ہو تو قسم میں سچے ہونے کے واسطے دونوں کا لحاظ ضرور ہو گا اور جب شرط البر نہ پائی جائے تو حانث ہونا متعین ہو گا اگر کہا کہ اگر میں آج کی رات شہر میں نہ گیا اور فلاں سے ملاقات نہ کی تو میری بیوی پر طلاق ہے پھر شہر میں گیا مگر فلاں مذکور سے ملاقات نہ ہوئی وہ اپنے گھر پر نہ تھا پس اس سے نہ ملا یہاں تک کہ صبح ہو گئی پس اگر قسم کے وقت جانتا تھا کہ وہ اپنے مکان پر نہیں ہے تو قسم میں حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کے وقت یہ نہ جانتا تھا تو قسم میں حانث نہ ہو گا ایسا ہی فتاویٰ ابو اللیثؒ میں مذکور ہے۔

مسئلہ متقدمہ کے قیاس پر یہاں بھی حانث ہونا چاہئے بوجہ معنی مذکورہ بالا کے لہٰذا فتویٰ کے وقت تامل کرنا ضروری ہے قدوری میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی اور تو نے مجھے فلاں کپڑا نہ دیا تو تو طالقہ ہے پھر کپڑا دینے سے پہلے وہ عورت اس گھر میں چلی گئی تو طالقہ ہو جائے گی خواہ اس کے بعد کپڑا اس کو دے یا نہ دے اور اگر کپڑا دینے کے بعد گھر میں گئی ہو تو طالقہ نہ ہو گی کیونکہ ایسے محاورہ میں لفظ اور یا واؤ واسطے حال کے ہوتا ہے جیسے عربی میں ان دخلت الدار وانت راکبته یعنی اگر تو گھر میں گئی درحالیکہ تو سوار ہے کسی نے بیوی سے عربی میں کہا کہ ان لم تعطینه هذا الثواب ودخلت الدار فانت طالقه یعنی اگر تو نے یہ کپڑا مجھے نہ دیا اور گھر میں چلی گئی تو تو طالقہ ہے تو جب تک دونوں باتیں جمع نہ ہوں یعنی گھر میں جانا اور کپڑا نہ دینا تب تک طالقہ نہ ہو گی اور کپڑا نہ دینا جب ہی متحقق ہو گا کہ دونوں میں سے کوئی مر جائے یا یہ کپڑا تلف ہو جائے پھر اگر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا کپڑا تلف ہو گیا اور وہ گھر میں گئی ہے تو دونوں باتیں مجتمع ہوں گی پس طالقہ ہو جائے گی یہ ذخیرہ میں ہے قال المترجم ہمارے محاورہ میں اگر کہا کہ اگر تو نے مجھے یہ کپڑا نہ دیا اور گھر میں چلی گئی تو تو طالقہ ہے تو بدوں کپڑا دیئے اگر عورت گھر میں چلی جائے تو طالقہ ہو جائے گی کیونکہ عرف میں مقصود بالفعل ہوتا ہے اور یہاں اور کا لفظ حالیہ ہی لیا جاتا ہے مانند صورت اول کے بلکہ صورت اول میں واؤ حالیہ ہونا متعین نہیں ہے پس علی ہذا دونوں محاورہ میں حکم برعکس ہے فتامل واللہ اعلم۔ اگر کسی نے باندی خریدنی چاہی اور اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے باندی خریدی پس اس سے تجھ کو غیرت آئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر اس نے باندی خریدی اور بیوی میں غیرت آئی تو دو حال ہیں ایک یہ کہ اگر خریدنے سے بعد ہی اس میں غیرت آئی تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر خریدنے سے ایک زمانہ کے بعد اس میں غیرت آئی تو طلاق واقع نہ ہو گی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عورت کی طرف سے کسی قبیح بات کہنے یا جھگڑالو پن کرنے وغیرہ سے غیرت ظاہر ہوئی ہو اور اگر عورت کے دل میں

ل عدم یعنی دو جگہ میں اپنا کام یا کسی شخص کا کام نہ ہونے پر قسم کھائی ہو۔

(1) یعنی اس کے گھر میں آنے کی۔

غیرت چھائی اور اس نے زبان سے یا فعل سے کچھ ظاہر نہ کیا تو طالقہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہوئی ہو تو طالقہ و طالقہ ہے اگر تو نے فلاں سے کلام کیا تو طلاق اول و دوم تو گھر میں داخل ہونے سے متعلق ہے اور تفسیر طلاق متعلق بشرط دوم یعنی فلاں شخص سے کلام کرنے سے متعلق ہے پس اگر وہ گھر میں داخل ہوئی تو دو طلاق سے طالقہ ہوگی اور اگر فقط فلاں شخص سے کلام کیا تو ایک طلاق سے طالقہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اور اگر شرط کو درمیان میں کر دیا اور کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے یا اس نے شرط کو مقدم کیا یعنی اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے تو جب تک گھر میں داخل نہ ہو تب تک طلاق واقع نہ ہوگی پھر جب گھر میں داخل ہوئی تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوں گی یہ خلاصہ میں ہے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میں بشرط استطاعت کل تیرے پاس نہ آیا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر دوسرے روز نہ وہ بیمار ہوا اور نہ سلطان وغیرہ کسی نے اس کو روکا اور نہ کوئی ایسی بات ہوئی جس سے وہ آنے پر قادر نہ ہو مگر اس شخص کے پاس نہ گیا تو قسم میں جھوٹا ہو جائے گا یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس کی کچھ نیت نہ ہو یا استطاعت سے مراد از راہ اسباب ہو اور اگر اس نے وہ استطاعت حقیقیہ مراد لی جو فعل کے ساتھ حادث ہوتی ہے اور استطاعت[1] از راہ قضا و قدر ہوتی ہے تو دیانۃً اس کی تصدیق کی جائے گی مگر قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور دوسری روایت میں ہے کہ قضاءً بھی اس کی تصدیق ہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے ایک نے کہا کہ اگر میں آج کے روز اس گھر سے نہ نکلوں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئیں اور چند روز تک نکلنے سے ممنوع ہوا تو قسم میں جھوٹا ہو جائے گا اور یہی صحیح ہے ایک نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ رہوں گا پھر وہ بیڑیاں ڈال کر نکلنے سے ممنوع ہوا تو قسم میں جھوٹا نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے اس ہانڈی سے جس کو تو پکانے کچھ کھایا تو تو طالقہ ہے پس اگر آگ اسی عورت نے جلائی ہو تو وہ پکانے والی ہوگی خواہ چولہے پر یا تنور میں ہانڈی رکھنے کے بعد اس نے آگ جلائی ہو یا اس سے پہلے جلائی ہو اور خواہ چولہے پر ہانڈی اسی عورت نے رکھی ہو یا کسی دوسری نے رکھی ہو اور اگر اس عورت کے سوائے کسی دوسرے نے آگ جلائی تو یہ پکانے والی نہ ہوگی خواہ اس عورت کے ہانڈی چڑھانے کے بعد دوسرے نے آگ جلائی ہو یا اس سے پہلے جلائی ہو اور اسی طرف قدوریؒ نے اشارہ کیا ہے چنانچہ فرمایا کہ پکانے والی وہ عورت ہے جو آگ جلائے نہ وہ عورت جو ہانڈی چڑھائے اور پانی ڈالے اور مصالحہ ڈالے اور فقیہ ابواللیثؒ نے اختیار کیا کہ اگر اس عورت نے تنور میں ہانڈی رکھی یا چولھے پر چڑھائی تو وہی پکانے والی ہوگی اگرچہ آگ کسی اور نے روشن کر دی ہو اور صدر الشہیدؒ نے اپنے واقعات میں کہا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو ہر طعام کو خراب کر ڈالتی ہے اگر میں ایک مہینہ تک تیرے پاس طعام لایا تو تو طالقہ ہے پھر یہ شخص گوشت اس واسطے لایا کہ پارچہ بنا کر لوگوں کو بھیج دیئے جائیں تو قسم میں جھوٹا نہ ہوگا کیونکہ از راہ دلالت اس کی قسم اس طرح طعام اس کے پاس لانے پر واقع ہوئی جو گھر کے کام میں آنے کے واسطے ہو یہ ظہیریہ میں ہے فتاویٰ ابواللیثؒ میں لکھا ہے کہ ایک نے اپنی عورت سے جماع کرنا چاہا پس اس سے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ کوٹھری میں نہ گئی تو تو طالقہ ہے پھر اس مرد کی شہوت ٹھنڈی ہو جانے کے بعد عورت اس کے ساتھ کوٹھری میں گئی تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر ٹھنڈی ہونے سے پہلے گئی تو طلاق نہ پڑے گی یہ محیط میں ہے اور اگر عربی میں بیوی سے کہا کہ ان لم امداک کالدد فانت طالق ثلثا یعنی اگر بمانند در تبشد ید الراء تجھ سے جماع نہ

---

[1] استطاعت یعنی تقدیر جو کچھ جاری ہوتی ہے وہی واقع ہوگا پس اگر یہ مراد ہو کہ اگر تقدیر کے موافق مجھے قدرت حاصل ہوئی۔

کروں تو تو طالقہ ہے تو یہ کلام جماع میں مبالغہ کرنے پر واقع ہوگا پس اگر جماع میں مبالغہ کیا تو قسم میں سچا رہا ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں نے فلاں عورت سے ہزار بار جماع نہ کیا تو یہ قسم تعداد کثیر پر واقع ہوگی اور پورے ہزار ہونا ضرور نہیں ہے اور اس میں کوئی مقدار معین نہیں لیکن مشائخ نے فرمایا کہ ستر تعداد کثیر ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھ کو جماع سے سیر[1] نہ کردوں تو تو طالقہ ہے تو شیخ نے فرمایا کہ سیر ہو جانا اور کسی طرح نہیں پہچانا جائے گا سوائے اس عورت کے قول کے اور فقیہ ابو اللیثؒ اور امام حفص بخاریؒ نے فرمایا کہ اگر اس مرد نے اس عورت سے جماع شروع کیا اور برابر کرتا رہا یہاں تک کہ اس عورت کو انزال ہو گیا تو اس نے اس عورت کو سیر کر دیا پس وہ طالقہ نہ ہوگی اور فقیہ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے[2] ہیں یہ محیط میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو آج کی رات میرے پاس نہ آئے تو تو طالقہ ہے پھر عورت کوٹھری کے دروازہ تک آئی اور اندر داخل نہ ہوئی تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر کوٹھری کے اندر داخل ہوئی مگر مرد سوتا تھا تو طالقہ نہ ہوگی کیونکہ شرط یہی تھی کہ اس کے پاس آجائے اس طرح کہ اگر وہ ہاتھ بڑھائے تو اس عورت تک پہنچ جائے یہ خلاصہ میں ہے ایک عورت اپنے بچھونے پر سوتی تھی اس کو اس کے شوہر نے اپنے بستر پر بلایا مگر عورت نے انکار کیا پس اس نے عورت سے کہا کہ اگر آج کی رات تو میرے بستر پر نہ آئی تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت کو اس کا شوہر زبردستی اپنے بچھونے پر اس طرح اٹھا لایا کہ عورت نے زمین پر اپنا پاؤں بھی نہیں رکھا پھر رات میں شوہر کے ساتھ سوتی رہی تو طالقہ نہ ہوگی ایک مرد ایک گھڑی کے واسطے رات میں اپنے گھر سے باہر گیا پھر لوٹ آیا اور یہ گمان کیا کہ اس کی بیوی گھر میں نہیں ہے پس کہا کہ اگر میں اسی رات اپنے بیوی کو اپنے گھر میں نہ لایا تو وہ تین طلاق سے طالقہ ہے پھر صبح ہوئی تو اس کی بیوی نے کہا کہ میں تو اسی گھر میں تھی تو وہ شخص حانث نہ ہوگا اور عورت پر طلاق نہ پڑے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تیرے کپڑے پر سویا تو تو طالقہ ہے پھر عورت کے وسادہ پر اضطجاع کیا یا اس کے مرفقہ پر سر رکھا یا اس کے بچھونے پر اضطجاع کیا یا اپنا پہلو یا اکثر بدن اس کے کسی کپڑے پر رکھا تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس طرح سونے والا شمار ہوتا ہے اور اگر عورت کے تکیہ سے تکیہ لگایا اس پر بیٹھا تو قسم میں جھوٹا نہ ہوگا جب تک کہ ایک کروٹ یا اکثر بدن اس پر نہ رکھے ایک شخص چند آدمیوں کے ساتھ ایک چھت پر تھا وہاں سے جانا چاہا اور ساتھیوں نے اس کو منع کیا پس اسے چھت کے ایک کنارہ پر کسی طرف اپنا پاؤں رکھ کر کہا کہ اگر میں اس رات یہاں سویا یا یہاں کھانا کھایا تو میری بیوی طالقہ ہے اور اس نے اپنی نیت میں وہ جگہ مراد لی جہاں اس نے پاؤں رکھا ہے پھر اس جگہ کے سوائے دوسری جگہ اسی چھت پر اس نے کھایا یا سویا تو حکم قضا میں اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی مگر دیانۃً طلاق نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں آج کی رات تیرے ساتھ مع تیری اس قمیص کے نہ سویا تو تو تین طلاق سے طالقہ یہ اور عورت نے قسم کھائی کہ اگر میں مع اپنی اس قمیص کے تیرے ساتھ سوئی تو میری باندی آزاد ہے پھر مرد نے بیوی کی وہ قمیص پہنی اور دونوں ساتھ سوئے تو دونوں سے کوئی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اس واسطے کہ عورت کی طرف سے قسم میں جھوٹا ہونا اس طرح تھا کہ اس قمیص کے پہنے ہوئے شوہر کے ساتھ سوئے وہ نہ پایا گیا اور شوہر کی طرف سے سچا ہونا اس طرح ہوا کہ عورت کے ساتھ اس حال میں سویا

---

[1] آسودہ پیٹ بھری ہوئی۔

[2] قال المترجم یہ بھی بدوں قول اس عورت کے نہیں معلوم ہو سکتا ہے اس واسطے کہ منزل عورت کی شناخت اختیار میں مختلف بلکہ صحیح ہے کہ بدوں قول عورت کے معلوم نہیں ہو سکتی۔

کہ مع قمیص تھا یعنی خود پہنے تھا ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھے سے نہ وطی کی مع اس مقنعہ کے تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے پھر یوں کہا کہ اگر میں نے تجھ سے مع اس مقنعہ کے وطی کی تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ اس عورت سے بغیر اس مقنعہ کے وطی کرے پس جب تک یہ مقنعہ موجود رہے گا اور دونوں زندہ رہیں گے تب تک قسم میں جھوٹا نہ ہوگا پھر اگر ان میں سے کوئی مر گیا یا مقنعہ تلف ہو گیا تو وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک نے قسم کھائی کہ اگر میں نے تجھ سے اس نیزہ کی نوک پر وطی نہ کی تو تو طالقہ ہے تو اس کا حیلہ یہ کہ چھت میں سوراخ کر کے اس میں سے نیزہ کی نوک نکالے اور چھت پر جا کر عورت سے اس نوک پر وطی کرے اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے دوپہر کو بیچ بازار میں تجھ سے وطی نہ کی تو تو طالقہ ہے تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ عورت کو عماری میں بٹھلا کر بازار لے جائے اور خود عماری کے اندر گھس کر اس سے وطی کرے بیوی سے عربی میں کہا کہ ان بت الليلة الافی حجری فانت طالق یعنی اگر تو نے رات گزاری سوائے اس صورت کے کہ میری گود میں ہو تو تو طالقہ ہے پھر عورت اس کے بچھونے پر سوئی بدوں اس کے کہ حقیقۃً اس نے گود میں لیا ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر اس نے فارسی میں کہا کہ الا در کنار من اور باقی مسئلہ بحال خود رہا تو طلاق پڑنا واجب ہے کذا فی المحیط مترجم کہتا ہے کہ اردو میں بھی گود میں کہنے کی صورت میں طلاق پڑنا واجب ہے اور اگر بغل میں کہا ہو تو طلاق نہ ہونا صحیح ہے فافہم۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو اپنی اس باندی کے ساتھ سویا ہے اور شوہر نے کہا کہ اگر میں اس باندی کے ساتھ سویا تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے پس بیوی نے کہا کہ اگر تیری اس قسم میں کچھ کچھ معنی ہوں تو میں طالقہ ہوں پس شوہر نے کہا کہ ہاں تو حکم یہ ہے کہ اگر شوہر نے کچھ اور معنی مراد نہیں رکھے سوائے ان کے جو زبان سے بولا جاتا ہے تو بیوی طالقہ نہ ہوگی ورنہ طالقہ[۱] ہو جائے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے وطی کی ماوامیکہ تو میرے ساتھ ہی تو تو تین طلاق سے طالقہ ہے پھر پشیمان ہو کر حیلہ ڈھونڈھا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ حیلہ یہ ہے کہ اس کو ایک طلاق بائنہ دے کر اسی وقت اس سے پھر نکاح کر لے پھر اس سے وطی کرے تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ زید نے اپنے پڑوسی خالد سے کہا کہ کل گزری رات میں میری بیوی تیرے پاس تھی پس خالد نے کہا کہ اگر تیری بیوی اس گزری رات میں میرے پاس ہو تو میری بیوی طالقہ ہے پھر سکوت کر کے کہا اور یا کوئی عورت ہو پھر ظاہر ہوا کہ اس کے پاس دوسری عورت تھی تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ وہ قسم میں حانث ہوگا اور اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اور محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا یہ اختلاف اس قاعدہ پر ہے کہ قسم کھانے والے نے جب قسم معقود کے ساتھ کوئی شرط لاحق کی پس اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں قسم کھانے والے کا نفع ہے تو بالاجماع وہ شرط اس قسم معقودہ سے لاحق نہ ہوگی اور اگر ایسی شرط ہو کہ اس میں قسم کھانے والے پر ضرر ہے تو اس میں یہ اختلاف مذکور ہے پس جو شیخ نصیرؒ نے کہا ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کے قول سے اقرب ہے کیونکہ امام اعظمؒ کے نزدیک جو عقود بیع کہ تمام ہو گئے ان کے ساتھ شرط فاسد ملحق ہو جاتی ہے اور مختار اس مقام پر محمد بن سلمہؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ سکتہ پڑ جانے سے جزاء متعلق باول نہیں ہوتی ہے پس دوم سے متعلق ہونا اولیٰ ہے اور شیخ نے کہا کہ میرے ماموں امام ظہیر الدینؒ فتویٰ بقول محمد بن سلمہؒ دیتے تھے یہ خلاصہ میں ہے ایک نے عربی میں کہا کہ ان غسلت ثيابی فانت طالق یعنی اگر تو نے میرے کپڑوں کو دھویا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اس کی آستین و دامن کو دھویا تو طالقہ[۲] نہ

---

[۱] کیونکہ اب صریح ہوا کہ اگر اس میں کچھ دوسرے معنی ہوں تو تو طالقہ ہے۔

[۲] طالقہ نہ ہوگی مترجم کہتا ہے کہ ہماری زبان میں طلاق پڑ جائے گی ہاں اگر یوں کہے کہ اگر تو نے میرے جامہ لباس گھوئے تو البتہ خالی آستین و دامن سے یہ نہیں کہا جاتا کہ اس نے بار لباس دھوئے ہیں۔

ہوگی یہ تجنیس میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے یہ پیالہ نہ دھویا ہو تو تو طالقہ ہے اور حال یہ تھا کہ عورت نے خادمہ کو حکم دیا تھا کہ پیالہ دھوئے اس نے دھویا تھا پس اگر عادت یہ ہو کہ عورت ہی یہ پیالہ دھویا کرتی تھی اور کوئی نہیں دھوتا تھا تو طلاق پڑ جائے گی اور اگر عادت یہ تھی کہ خادمہ ہی دھویا کرتی تھی خود عورت نہ دھوتی تھی اور شوہر اس کو جانتا تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر عادت یہ تھی کہ عورت کبھی خود دھوتی تھی اور کبھی اس کی خادمہ دھوتی تھی تو ظاہر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوگی لیکن اگر شوہر کی یہ نیت ہو کہ اگر خادمہ کو تو نے دھونے کا حکم نہ دیا ہو...... تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

ایک عربی نے میں یوں قسم کھائی کہ ان غسلت امراتہ ثیابہ فھی طالق یعنی اگر میری بیوی نے میرے کپڑے دھوئے تو وہ طالقہ ہے پھر عورت نے اس کا لفافہ[1] دھویا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ حانث نہ ہوگا الا آنکہ ثیاب کے لفظ سے اس کی یہ بھی نیت ہو ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تیرے واسطے پانی خریدا تو تو طالقہ ہے پھر ایک سقے کو ایک درہم دیا کہ مٹکے میں پانی ڈال دے تو اس میں کلام ہے کہ وہ قسم میں جھوٹا ہوا یا نہیں تو بعض نے فرمایا کہ سقے کو درہم دیتے وقت اگر کوزوں[2] میں پانی ہو تو حانث ہوگا اور اگر نہ ہو تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ جب درہم دیتے وقت کوزوں میں پانی ہو تو وہ پانی خریدنے والا ہو جائے گا اور اگر نہ ہو تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ جب درہم دیتے وقت کوزوں میں پانی ہو تو وہ پانی خریدنے والا ہو جائے گا اور اگر نہ ہو تو وہ اجارہ پر لینے والا ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اپنے بھائی سے میرا شکوہ کیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت کا بھائی آیا اور عورت کے سامنے ایک بے عقل بچہ تھا پس عورت نے کہا کہ اے بچہ میرے شوہر نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے یہاں تک کہ اس کا بھائی سن لے تو اس عورت پر طلاق نہ پڑے گی کیونکہ اس عورت نے طفل مذکرہ کو مخاطب کیا ہے اپنے بھائی کو خطاب نہیں کیا ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چپ نہ رہی تو تو طالقہ ہے وہ بولی کہ میں نہیں چپتی پھر خاموش رہی تو طالقہ واقع نہیں ہوگی کیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو آواز سے بڑبڑائے جائے تو تو طالقہ ہے وہ بولی کہ میں تو زور سے بڑبڑاؤں گی حالانکہ وہ خاموش ہے تو طلاق نہیں پڑتی ہے اور عورت کا یہ کہنا کہ میں تو زور سے بڑبڑاؤں گی کچھ نہیں ہے جبکہ وہ خاموش ہے اسی طرح اگر عورت نے کسی شخص معین کے بارہ میں کچھ کلام کیا پھر شوہر نے کہا کہ اگر تو نے مجھ سے فلاں شخص کا ذکر دوبارہ کیا تو تو طالقہ ہے وہ بولی کہ میں تجھ سے پھر اس شخص کا ذکر نہ کروں گی یا بولی کہ جب تو نے مجھ سے فلاں شخص کے ذکر سے منع کیا تو میں فلاں شخص کا ذکر نہ کروں گی تو وہ قسم میں حانث نہ ہوگا اور طلاق نہ پڑے گی کیونکہ اس قدر ذکر قسم سے مستثنیٰ ہے اور اگر عورت نے کہا کہ تو نے کیوں فلاں شخص کے ذکر سے منع کیا یا کہا کہ اگر تو نے مجھے فلاں شخص کے ذکر سے منع کیا تو میں اس کا ذکر کر چکی تو ایسی صورت میں حانث ہوگا اور طلاق پڑ جائے گی اور اگر فلاں شخص کا ذکر ہجوں[3] میں کیا تو طلاق نہ پڑے گی یہ خلاصہ میں ہے۔

فتاویٰ میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالقاسمؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے بھوک کے تیرے ساتھ رہنے کی طاقت نہیں ہے وہ بولا کہ اگر تو میرے گھر میں بھوکی رہی تو تو طالقہ ہے تو شیخ نے فرمایا کہ سوائے روزہ کے اگر وہ عورت اس

---

[1] لپیٹنے کی چادر یا غلاف۔

[2] کوزوں اقول ہمارے عرف کے موافق شک کہنا چاہئے کیونکہ ہمارے یہاں سقی مشک بھرے پھرتے ہیں۔

[3] ہجوں میں مثلاً کہا کہ الف ح اور م د پھر اس کو ملا کر نہیں کہا۔

کے گھر میں ایسی (ا) نہیں رہی تو طالقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے ایک نے اپنی بیوی کو خلع دے دیا پھر عدت میں اس عورت سے کہا کہ اگر تو ہی میری بیوی ہے تو تین طلاق سے طالقہ ہے اور اس کلام سے طلاق واقع کرنے کی نیت نہیں کی تو طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ علی الطلاق وہ اس کی بیوی نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے فتاویٰ ابوالیث میں ہے کہ ایک نے اپنی بیوی سے فارسی میں کہ اگر تو فرداز ن من باشی پس تو طالقہ طلاق ہستی پھر دوسرے دن کی فجر طلوع ہونے کے بعد اس عورت کو خلع دے دیا تو شیخ نے فرمایا کہ اگر شوہر کی مراد پہلے کلام سے یہ تھی کہ دوسرے روز کے کسی جزو میں بھی یہ عورت اس کی بیوی نہ ہوگی تو فجر طلوع ہونے تک خلع میں تاخیر کرنے سے وہ عورت تین طلاق سے طالقہ ہو جائے گی اور اگر اس کی کچھ نیت نہ تھی تو دوسرے روز غروب آفتاب سے پہلے اس کو خلع دے دیا پھر آفتاب ڈوبنے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا تو قسم کی وجہ سے تین طلاق سے طالقہ ہو جائے گی اور اگر آفتاب ڈوبنے سے پہلے خلع دے دیا پھر آئندہ روز یعنی پرسوں یا اس کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو قسم مذکور کی وجہ سے طالقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے ایک مرد نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے گا پھر کسی شخص نے اس مرد کی طرف سے بدوں اس کے حکم آگاہی کے اس کی بیوی کو خلع دے دیا پھر اس مرد کو خبر پہنچی اور اس نے اجازت دے دی پس اگر زبان سے اجازت دی مثلاً یوں کہا کہ میں نے اجازت دے دی تو قسم میں جھوٹا ہو گیا اور اگر کسی فعل سے اجازت دی اور زبان سے کچھ نہ کہا مثلاً خلع کے عوض کا مال لے لیا تو حانث نہ ہوگا اور طلاق پڑ (۲) جائے گی یہ تجنیس و مزید میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے کہا کہ تو طالقہ ہے تو تو طالقہ ہے پھر اس عورت سے کہا کہ میں نے تجھے طلاق دے دی تو قضاءً اس پر دوسری طلاق پڑے گی اور اگر اس نے اسی قول سے طلاق کی نیت کی ہو تو از راہ دیانت اس کی تصدیق ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک نے اپنی بیوی سے رات میں بزبان فارسی کہا کہ اگر ترا امشب دارم تو سہ طلاق ہستی یعنی اگر میں تجھے آج کی رات رکھوں تو تو تین طلاق والی ہے پھر اسی رات میں اس کو ایک طلاق بائن دے دی پھر رات گزر گئی پھر اس سے جدید نکاح کر لیا تو اب طالقہ نہ ہوگی اسی طرح اگر کہا کہ اگر ترا [۲] امروز وارم تو طالقہ ہستی پھر اس دن اس کو طلاق بائن دے دی تو صورت مسئلہ میں یہ حکم ہوگا یہ تجنیس و مزید میں ہے قلت فی الاصل جز امروزہ آہ وفیہ نظر ایک مرد کے پاس اس کے شہر کے عالموں میں سے ایک فقیر کا ذکر کیا گیا پس اس نے کہا کہ اگر وہ شخص فقیہ ہو تو میری بیوی طالقہ ہے پس اگر فقیہ سے اس کی مراد وہ ہو جس کو لوگ اپنے عرف میں فقیہ کہتے ہیں یا کچھ نیت نہ کی تو طلاق واقع ہو [۳] گی اور اگر اس نے حقیقی فقیہ مراد لیا تو بھی قضاءً یہی (۳) حکم ہے اور دیانۃً یعنی فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ طلاق واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ فقیہ نہیں ہے کیونکہ شیخ حسنؒ بصریؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ان کو فقیہ کہا تو اس سے فرمایا کہ تو نے کبھی کوئی فقیہ نہیں دیکھا فقیہ وہی ہوتا ہے جو دنیا سے منہ پھیرے ہوئے آخرت کا راغب اپنے نفس کے عیوب [۴] پر واقف ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے ایک مرد نے کہا کہ اگر میرا بیٹا ختنہ کی عمر پر پہنچا اور میں

---

۱ اگر تو کل میری زوجہ رہی تو تین طلاق سے طالقہ ہے۔

۲ اگر تجھے آج رکھوں تو تو طالقہ ہے۔

۳ کیونکہ عرفی فقیہ یا اس کی نیت کے موافق وہ فقیہ ہے۔

۴ میں کہتا ہوں کہ زمانہ تو بندگان صالحین سے خالی نہیں ہوتا پھر شاید وہ شخص فقیہ صالح ہو اور لوگوں کی شناخت نہ ہو۔

(۱) یعنی بھوکی۔

(۲) یعنی خلع کی طلاق۔

(۳) یعنی تصدیق نہ ہوگی۔

نے اس کا ختنہ نہ کیا تو میری بیوی طالقہ ہے تو ختنہ کا وقت دس[۱] برس ہے اور اگر اس نے اول وقت کی نیت کی ہو تو جب تک سات برس کا نہ ہو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے آخر وقت کی نیت کی ہو تو شیخ صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ بارہ برس ہے یعنی انتہائے مدت بارہ برس یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے کہا کہ اگر میرا بیٹا ختنہ کی عمر کو پہنچا اور میں نے اس کا ختنہ نہ کیا تو میری بیوی طالقہ ہے تو فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ جب اس نے دس برس سے تاخیر کی تو چاہئے کہ حانث ہو جائے اور ان کے سوائے دیگر مشائخ نے فرمایا کہ حانث نہ ہوگا تاوقتیکہ بارہ برس سے تجاوز نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت سے کہا کہ اگر میں تیرے ساتھ خدمت پر معاملہ کروں جیسا کہ میں معاملہ کیا کرتا تھا تو تو طالقہ ہے پس اگر عورت کے لئے کوئی خدمت ہو تو یہ کلام اسی خدمت پر رکھا جائے گا ورنہ مرد کی نیت پر مرجع ہوگا یہ بزازیہ میں ہے اور کہا کہ اگر میں سلطان سے خوف کرتا ہوں تو میری بیوی طالقہ ہے پس اگر قسم کے وقت اس کو سلطان سے کوئی خوف نہ ہو اور اس کے ذمہ کوئی ایسا جرم ہو جس سے سلطان کے خوف کی راہ نکلتی ہو تو وہ حانث نہ ہوگا ایک مرد ایک طفل سے متہم کیا گیا پس اس سے کہا گیا کہ فلاں کہتا ہے کہ میں نے اس کو طفل مذکور سے خفیہ باتیں کرتے دیکھا ہے پس اس نے کہا کہ اگر اس نے مجھے اس طفل سے کانا پھوسی کرتے دیکھا ہو تو میری بیوی طالقہ ہے حالانکہ فلاں مذکور نے اس کو درواقع طفل مذکور سے خفیہ باتیں کرتے دیکھا تھا مگر کسی دوسرے معاملہ میں یہ باتیں تھیں تو شیخ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا ایک مرد نے کہا کہ اگر میرے گھر میں آگ ہو تو میری بیوی طالقہ ہے حالانکہ اس کے گھر میں چراغ جلتا ہے پس اگر اس نے اس وجہ سے قسم کھائی ہے کہ اس کے کسی پڑوسی نے اس سے آگ مانگی تھی تاکہ اس سے آگ جلا دے تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی اور اگر قسم اس وجہ سے تھی کہ پڑوسیوں نے اس سے روٹی وغیرہ ایسی چیز مانگی تھی یا وہاں کوئی سبب نہ ہو تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد کسی طفل کے ساتھ متہم کیا گیا پس اس نے فارسی میں کہا کہ اگر من باوے احفاظے کنم زن مرا طلاق است حالانکہ اس شخص نے اس طفل کو گھورا اور اس کا بوسہ لیا تھا تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے بیوی سے کہا کہ اگر میں نے کوئی باندی خریدی یا تجھ پر دوسری عورت سے نکاح کیا تو تو بیک طلاق طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ میں ایک طلاق سے راضی نہیں ہوتی پس مرد نے کہا کہ پس تو بسہ طلاق یا طالقہ ہے اگر تو ایک سے راضی نہیں ہے تو فرمایا کہ اس کلام کے ساتھ یہی شرط مراد ہوگی یعنی فی الحال کوئی طلاق واقع نہ ہوگی عورت سے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ موحدین کو عذاب دے تو تو طالقہ ہے تو فرمایا کہ حانث نہ ہوگا جب تک ظہور[۲] نہ ہو اور فقیہ نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ بعضے[۳] موحدین کو عذاب دیا جائے گا اور بعضے کو نہ دیا جائے گا پس اشتباہ ہو پس شک کے ساتھ حکم نہ دیا جائے گا یہ حاوی میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مشرکین کو عذاب دے تو اس کی بیوی طالقہ ہے تو مشائخ نے کہا کہ اس کی بیوی پر طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ بعضے مشرکین[۴] پر عذاب نہ ہوگا پس وہ حانث نہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان وقال المترجم فیہ نظر۔

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو فلاں دار میں داخل ہوئی جب تک کہ فلاں مذکور اس میں ہے تو تو طالقہ ہے پھر فلاں مذکور نے اس دار کو تحویل کر دیا اور ایک زمانہ تک ایسا رہا پھر وہ عود کر کے اسی دار میں آیا پھر عورت داخل ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ

(۱) یعنی عمر دس برس کی۔

(۲) کہ کون موحدین مراد ہیں۔

(۳) یعنی گنہگاروں کو۔

(۴) یعنی مسلمان ہو جائیں گے۔

طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی کو فقیہ ابواللیثؒ نے لیا ہے اور بعض نے کہا کہ حانث ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی یہ جواہر اخلاطی میں ہے اور اگر حالت غضب میں اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے پانچ برس تک ایسا کیا تو تو مجھ سے مطلقہ ہو جائے گی اور مرد نے اس سے تخویف کی نیت کی پھر اس مدت[1] گزرنے سے پہلے عورت نے یہ فعل کیا تو شوہر سے دریافت کیا جائے کہ آیا تو نے اس کے طلاق کی قسم کھائی تھی پس اگر اس نے خبر دی کہ ہاں یہ قسم کھائی تھی تو اس کی خبر پر عملدرآمد ہوگا اور عورت پر طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے خبر دی کہ میں نے یہ قسم نہیں کھائی تھی تو اس کا قول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے ایک مرد نشہ میں ہے اس نے اپنی بیوی کو بستر پر بلایا پس عورت نے انکار کیا پس اس نے عورت سے کہا کہ اگر تو نے فرمانبرداری کی اور میری مساعدت کی تو خیر ورنہ تو طالقہ ہے پھر قسم کے بعد آئندہ اس کے بلانے پر عورت نے مساعدت وفرمانبرداری کی تو حانث نہ ہوگا اور اگر قسم کے بعد بلانے پر اس نے فرمانبرداری نہ کی تو حانث ہو جائے گا یعنی طلاق واقع ہوگی اور مولاناؒ نے فرمایا کہ اگر اس نے ازسرنو نہ بلایا تو عدم مساعدت کی صورت میں بھی حانث ہونا چاہئے اس واسطے کہ لوگ اپنے عرف میں اس سے حکم سابق کی فرمانبرداری مراد رکھتے ہیں ایک مرد نشہ میں ہے اس نے اپنی بیوی کو ایک درہم عطا کیا پس عورت نے کہا کہ جب تو ہوش میں ہوگا تو مجھ سے لے لے گا پس مرد نے کہا کہ اگر میں تجھ سے لے لوں تو تو طالقہ ہے پھر اس نے نشہ کی حالت میں لے لیا تو قسم میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ بعد افاقہ کے لے لینا شرط حنث ہے ایک مرد نے جو نشہ میں ہے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے اپنا یہ دار تجھے ہبہ کیا پھر کہا کہ اگر میں نے اپنے دل سے یہ بات نہ کہی تو تو طالقہ بسہ طلاق ہے پھر اس کو افاقہ ہوا اور اس کو اس میں سے کچھ بھی یاد نہ آیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ اس حالت میں جو کہتا ہے وہ دل سے کہتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو دار فلاں میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے پھر فلاں مر گیا اور دار مذکور میراث ہو گیا پھر عورت داخل ہوئی پس اگر میت پر ایسا قرضہ نہ ہو جو تمام ملک کو گھیرے ہوئے ہو تو وہ حانث نہ ہوگا اور اگر ایسا قرضہ ہو تو فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اس صورت میں بھی حانث نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے ایک مرد منزل کی کوٹھری میں بیٹھا تھا اس نے کہا کہ اگر میں اس بیت میں داخل ہوا تو میری بیوی طالقہ ہے تو قسم اس بیت کے اندر داخل ہونے پر ہوگی اور یہ عربی زبان پر ہے قال المترجم اور ہماری[1] زبان میں بھی یہی ہے اور اگر اس نے فارسی میں کہا کہ اگر من بایں خانہ اندر آیم تو میری بیوی طالقہ ہے تو قسم اس منزل کے اندر داخل ہونے پر ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اس کوٹھری کے اندر داخل ہونے کی نیت کی تھی تو دیانۃً تصدیق ہوگی قضاءً تصدیق نہ ہوگی اور اگر اس نے اس کوٹھری کی طرف اشارہ کیا تو بھی بہرحال ایسا ہی حکم ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو میرے بھائی کے گھر میں گئی تو تو طالقہ ہے پھر اس کا بھائی اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں گیا اور وہاں رہنے لگا پھر عورت اس دوسرے گھر میں داخل ہوئی تو بعض نے فرمایا کہ اگر مرد کو پہلے دار کی نسبت کچھ ملال ہوا تھا جس سے اس نے ایسی قسم کھائی تھی تو اب حانث نہ ہوگا اور اگر اس کی قسم اپنے بھائی کی وجہ سے تھی تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے قول پر حانث ہو جائے گا اور اگر عورت اسی دار میں داخل ہوئی جس میں پہلے بھائی رہتا تھا اور قسم کے وقت اس کی ملک تھا پس اگر وہ دار بھائی کی ملک میں باقی ہو مگر وہ اس میں نہ رہتا ہو تو قسم کھانے والا عورت کے اس میں جانے سے حانث ہو جائے گا اور اگر قسم کھانے کے بعد یہ دار اس کے بھائی کی ملک سے بوجہ بیع یا ہبہ وغیرہ کے نکل گیا تو حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قال المترجم: پہلے میری رائے اس کے برخلاف تھی پھر مجھے ظاہر ہوا کہ اردو وعربی کا حکم یکساں ہے بخلاف فارسی کے اور اللہ تعالیٰ علیم ہے۔

(۱) یعنی پانچ برس۔

اگر عورت سے کہا کہ اگر تو گرد آستانہ فلاں گردی پس طالقہ ہستی پھر وہ عورت ان کے گرد پھری مگر دار میں داخل نہ ہوئی اور شوہر نے کہا کہ میری نیت یہ تھی کہ داخل ہو تو عورت طالقہ ہو جائے گی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ بخانہ فلاں اندر آئی تر اطلاق اور یہ نہ کہا کہ اگر اور نہ لفظ چوں کہا تو فی الحال طالقہ ہو جائے گی ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو میری بیوی میں طالقات ہیں پھر وہ دار میں داخل ہوئی تو طلاق اس پر اور دوسری عورتوں سب پر واقع ہو گی اور مولفؒ نے فرمایا کہ اسی قول پر اعتماد ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی کو ایک مرد کے ساتھ ہمتم کیا پھر شوہر اپنے دار میں آیا اور اس مرد کو جس کے ساتھ ہمتم کرتا تھا گھر کے ایک کونے میں بیٹھا دیکھا اور عورت دوسرے کونے میں پڑی سوتی تھی پھر جب شوہر نکلا اور وہ مرد بھی نکلا جس کے ساتھ وہ اپنی بیوی کو ہمتم کرتا تھا تو سلطان نے عورت کے شوہر سے قسم لی کہ تو نے فلاں کو اپنی بیوی کے ساتھ نہیں پکڑا پس مرد نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس نے فلاں کو اپنی بیوی کے ساتھ نہیں پکڑا تو وہ اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے میرے جو میں سے لے کر نانوائی کے یہاں بھیجے تو تو طالقہ ہے اور شوہر کے گھر میں ایک چوپایہ تھا جس کو جو دیے جاتے تھے پس اس کے چارہ میں سے ایک مٹھی جو بچے تھے پس عورت نے ان جو کو اپنے ذاتی جو کے ساتھ نانوائی کو بھیجا پس اگر شوہر اس کو مکروہ نہ جانے یعنی دلالۃ الحال سے یہ بات معلوم ہو تو وہ اپنی قسم میں حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس قدر قسم میں عادۃً مراد نہیں ہوتے ہیں اور اگر وہ اس قدر کا بھی بخل کرتا ہے تو وہ اپنی قسم میں حانث ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اگر عورت نے اپنے جو میں ملا کر پھر بھیجے ہوں تو وہ[(۱)] حانث نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک مرد کو ایک بیوی نے حرام کی تہمت دی پس اس نے کہا کہ اگر ایک سال تک حرام کروں تو تو طالقہ ہے تو یہ لفظ جماع پر رکھا جائے گا کہ عورت کی آنکھ کے روبرو بتداخل فرجین جماع کرے اور عورت جانتی ہو کہ یہ عورت اس کی مملوکہ نہیں ہے اور نہ اس کی بیوی ہے یا اس فعل کے بتداخل فرجین واقع ہونے کے چار نفر گواہی دیں یا شوہر خود ایک مرتبہ اقرار کرے اس واسطے کہ یہ فعل بزنا ہے یعنی لفظ حرام اس کی قسم میں بمعنی زنا قرار پایا اور زنا فقط انہیں صورتوں سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وہ حاکم قاضی کے سامنے اس سے انکار کر گیا کہ میں نے نہیں کیا ہے اور عورت سے پاس گواہ نہیں ہیں تو وہ حاکم کے پاس قسم لے پس اگر وہ قسم کھا گیا تو عورت کو اس کے ساتھ رہنے کی گنجائش ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو کسی سے حرام کرے تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر مرد نے اس کو طلاق بائن دے دی پھر عدت میں اس سے جماع کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک طالقہ ہو گی اس واسطے کہ ان دونوں اماموں کے نزدیک عموم لفظ کا اعتبار ہے اور امام ابو یوسفؒ غرض کا اعتبار کرتے ہیں پس ان کے قول کے قیاس پر طالقہ نہ ہو گی اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے کسی کا بوسہ لیا تو تو طالقہ ہے بسہ طلاق ہے پس اس نے اسی مرد کا بوسہ لیا تو طالقہ ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تیرا کمر بند[1] حرام پر کھلا جب سے تو میری بیوی ہے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کہا کہ مجھے ایک مرد نے پکڑ لیا اور زبردستی با کرہ مجھ سے جماع کر لیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر حالت ایسی ہو کہ عورت منع کرنے پر قادر نہ ہوئی ہو تو یہ حانث نہ ہوگا اور اگر عورت روکنے دبا رکھنے پر قادر تھی تو مرد حانث ہو جائے گا بشرطیکہ شوہر نے اس کے قول کی تصدیق کی ہو ایک مرد نے کہا کہ اگر میں حرام سے غسل کروں تو میری بیوی طالقہ ہے یعنی غسل بوجہ حرام کرنے کے ہو پھر اس نے ایک اجنبیہ عورت کو لپٹا لیا حتیٰ کہ اس کو انزال ہو گیا اور اس نے غسل کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ امید ہے کہ وہ حانث نہ ہو اور اس کی قسم

---

1. قال المترجم و فی نسخۃ اور اگر تو نے ازار بند حرام کھولا آہ و ہو الاصح عندی واللہ اعلم۔

(۱) کیونکہ خلط کرنے سے ملک منقطع ہو گئی پس شوہر کے جو نہ رہے اگرچہ عورت غاصبہ ہو گئی۔

فعل جماع پر ہوگی ایک مرد نے کہا کہ اگر میں فلاں کو اپنے گھر میں لایا تو میری بیوی طالقہ ہے تو جب تک اس کو داخل نہ کرے تب تک حانث نہ ہوگا یعنی جب تک فلاں مذکور اس کے حکم سے اندر نہ آئے تب تک حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر فلاں میری کوٹھری میں داخل ہو تو میری بیوی طالقہ ہے پھر فلاں اس کی کوٹھری میں داخل ہوا خواہ قسم کھانے والے سے اجازت لے کر یا بدوں اجازت اور خواہ اس کی آگاہی میں یا بغیر آگاہی کے تو قسم کھانے والا اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ میں نے آواز سے پاد اتو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس کے بدوں قصد کے آواز سے پاد نکل گیا تو عورت طالقہ نہ ہوگی اور یہ مسئلہ نظیر ہے اس مسئلہ کی کہ قسم کھائی کہ اس دار میں داخل نہ ہوگا پھر زبردستی باکراہ داخل کیا گیا یا قسم کھائی کہ نہ نکلوں گا پھر زبردستی باکراہ نکالا گیا یہ محیط میں ہے اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھے خوش کروں تو تو طالقہ ہے پھر اس کو مارا پس اس نے کہا کہ مجھے تو نے خوش کیا تو طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ جھوٹی ہے اور اگر عورت کو ہزار درہم دئے اور عورت نے کہا کہ مجھے خوش نہیں کیا تو قول عورت کا قبول ہوگا اس واسطے کہ احتمال ہے کہ اس کی درخواست دو ہزار درہم کی ہو پس ایک ہزار درہم سے خوش نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تیرا قریب[1] میرے دار میں آیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت و شوہر کا قریب[2] دار میں داخل ہوا تو بعض نے فرمایا کہ حانث ہوگا اس واسطے کہ قرابت متجزی[ا] نہیں ہوتی ہے پس دونوں میں سے ہر ایک کا پورا قریب ہوگا اور بعض نے کہا کہ دیکھا جائے کہ اگر وہ ایسے کام سے داخل ہوا کہ شوہر کے ساتھ مختص ہے تو مرد حانث نہ ہوگا اور اگر ایسے کام کے واسطے آیا جو عورت سے مختص ہے تو حانث ہو جائے گا ایک عورت اپنے شوہر کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا اٹھا لے گئی پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے میرا کپڑا آج کے روز واپس نہ دیا تو تو طالقہ ہے پس عورت گئی تا کہ لا کر واپس دے پھر شوہر اس کے پاس پہنچا اور وہ گٹھری میں سے شوہر کو واپس دینے کو نکالتی تھی پس شوہر نے عورت کے واپس دینے سے پہلے خود گٹھری میں سے لے لیا یا عورت سے چھین لیا تو استحساناً حانث نہ ہوگا اور اسی کو شیخ زاہد فقیہ ابو اللیثؒ نے اختیار کیا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ ان لم یکن فرجی احسن من فرجک فانت طالق یعنی اگر میرا آلہ تناسل تیری فرج سے اچھا نہ ہو تو تو طالقہ ہے اور عورت نے کہا کہ اگر میری فرج تیرے آلہ تناسل سے اچھی نہ ہو تو میری باندی آزاد ہے تو شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اس گفتگو کے وقت دونوں کھڑے ہوں تو عورت قسم میں سچی ہوگی اور مرد حانث ہو جائے گا اور اگر دونوں بیٹھے ہوں تو شوہر سچا ہوگا اور عورت حانث ہو جائے گی اس واسطے کہ عورت کی فرج حالت قیام میں مرد کے آلہ تناسل سے بہتر ہے اور بیٹھنے کی حالت میں امر برعکس ہے اور اگر مرد کھڑا ہو اور عورت بیٹھی ہو تو فقیہ ابو جعفرؒ نے فرمایا کہ میں اس کو نہیں[3] جانتا ہوں اور فرمایا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا حانث ہونا چاہئے اس واسطے کہ دونوں قسموں میں سے ہر ایک کا سچا ہونا اسی طور پر ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک حانث ہوگا ایک شخص نے جو نشہ میں ہے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں شخص تجھ سے مقعد وسیع نہ رکھتا ہو تو تو طالقہ ہے تو شیخ ابو بکر اسکافؒ نے فرمایا ہے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ غیر مقدور[۲] و غیر معلوم ہے پس وہ حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں

ا متجزی ٹکڑے ٹکڑے یعنی مادہ قرابت تمام ساری ہوتا ہے۔

(۱) یعنی ناتے دار۔

(۲) یعنی دونوں کا رشتہ دار ناتے کا۔

(۳) یعنی اس کا حکم۔

ہے اگر مرد نے اپنی دوعورتوں سے کہا کہ تم میں سے جس کی فرج وسیع ہے وہ طالقہ ہے تو دونوں میں سے دبلی عورت پر طلاق واقع ہو گی اور شیخ امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ دونوں میں سے جو ارطب ہو یعنی بلغمی مرطوب ہو اس پر طلاق واقع ہو گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر ایک مرد اور اس کی بیوی میں جھگڑا ہوا پس عورت نے کہا کہ من بار خدای تو ام یعنی تجھ سے افضل ہوں پس شوہر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تو طالقہ ہے پس اگر عورت اسے افضل نہ ہو تو طالقہ نہ ہو گی اس واسطے کہ علو وتفوق جب ہی ہوتا ہے کہ علم وفضل وحسب ونسب میں بڑھ کر ہو یہ محیط میں ہے دو مردوں میں سے ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر میرا سر تجھ سے بھاری نہ ہو تو میری بیوی طالقہ ہے تو اس کی پہچان کا یہ طریقہ ہے کہ جب دونوں سو جائیں تو دونوں پکارے جائیں پس جو جلدی جواب دے اس سے دوسرے کا سر بھاری ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میرا ذکر یعنی آلہ تناسل لوہے سے زیادہ شدید نہ ہو تو طالقہ ہے تو عورت طالقہ نہ ہو گی اس واسطے کہ آلہ تناسل استعمال سے ناقص [1] نہیں ہوتا ہے یہ خلاصہ میں ہے وقال المترجم ۲ وفیہ نظر۔ ایک مرد نے ضیافت کا سامان کیا اور تیاری کی پھر ایک شخص دوسرے گاؤں سے آیا پس اس نے کہا کہ اگر میں نے اس آنے والے کے واسطے اپنے گاؤں میں سے ایک گائے ذبح نہ کی تو میری بیوی طالقہ ہے پس اگر اس آنے والے کے لوٹنے سے پہلے اس نے ایک گائے اس کے لئے ذبح کی تو سچا رہا اور نہ حانث ہو گیا اور اگر اس نے اپنی بیوی کے گاؤں میں سے ایک گاؤں ذبح کی تو اپنی قسم میں سچا نہ ہوگا الا آنکہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان ایسی الفت وانبساط ہو کہ دونوں میں سے کوئی اپنے مال کو دوسرے سے تمیز وفرق نہ کرتا ہو اور دونوں میں جو دوسرے کا مال لے لیتا ہو تو باہم ان میں مجادلہ وجھگڑا نہ ہوتا ہو تو ایسی صورت میں مجھے امید ہے کہ وہ سچا رہے گا اور اگر اس نے اپنی گائے اس آنے والے کے واسطے ذبح کی لیکن بعد ذبح کے اس کے گوشت سے اس آنے والے کی ضیافت نہ کی پس اگر یہ گاؤں جس سے یہ آنے والا ہے اس گاؤں سے قریب ہو تو قسم میں سچا رہے گا اس واسطے کہ شرط بر کی متحقق ہو گئی ہے اور اگر یہ گاؤں اس گاؤں سے دور ہو کہ وہاں سے آنا سفر شمار کیا جاتا ہو تو مجھے خوف ہے کہ وہ قسم میں سچا نہ ہوگا اس واسطے کہ جب ایسا آدمی سفر کر کے آتا ہے تو اس کے واسطے ضیافت تیار کرتے ہیں پس قسم مذکور ذبح کر کے ضیافت کرنے پر واقع ہو گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے فلاں کو اس دار میں داخل ہونے دیا تو میری بیوی طالقہ ہے پس اگر قسم کھانے والا اس دار کا مالک ہو تو قسم سچی ہونے کی شرط یہ ہے کہ فلاں مذکور کو قول وفعل سے اس دار میں آنے سے مانع ہو ایسا ہی صدر الشہیدؒ نے اپنے واقعات میں ذکر کیا ہے اور نوازل میں ہے کہ قسم سچی ہونے کی شرط ملک منع ۳ ہے اور ملک دار سے تعرض نہ کیا اور فرمایا کہ اگر قسم کھانے والا فلاں کے داخل ہونے کے روکنے پر قادر ہو تو روکنا ومنع کرنا دونوں واجب ہیں تاکہ سچا ہو اور اگر روکنے کا مالک نہ ہو تو یہ قسم ممانعت کرنے پر ہو گی روکنے پر نہ ہو گی اور شیخ امام ظہیر الدین ملک منع کو اعتبار کرتے تھے کہ روک سکے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں تجھ سے جماع کروں الاعذ ریابلیہ یا ضرورت۔ پھر اس قسم کے بعد مرد مذکور اس عورت سے سوائے فرج کے مباشرت

---

۱ یعنی اس کا اندازہ وعلم غیر ممکن ہے جیسے انشاء اللہ تعالیٰ میں ہے تعلیق بذا مسئلہ فرج وسیع میں بھی کسی پر طلاق نہ ہونی چاہئے۔

۲ مترجم کہتا ہے کہ اس میں تامل ہے حتیٰ کہ اگر سہ طلاق کہا ہو تو احتیاطاً مشکل ہے اور واضح ہو کہ قاضی ہمیشہ ایسے مہمل کہنے والوں کو سزائے تعزیر سے ادب کرے گا اور یہ عبارات بنظر عوام جاہلوں کے ہیں کہ آخر حکم شرعی تو ضرور متعلق ہوگا۔

۳ یعنی منع کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔

(۱) بخلاف لوہے کے۔

رکھتا تھا پھر ایک روز چوک گیا اور اس کی فرج میں داخل کر دیا پس اگر خطا سے ایسا ہوا تو یہ عذر ہے درحالیکہ اس کا یہ ارادہ نہ ہو یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو غائب ہو جاتا ہے اور میرے لئے نفقہ کچھ نہیں چھوڑتا ہے پس شوہر غصہ میں آ گیا پس عورت نے کہا کہ یہ تو میں نے کوئی بڑی[(۱)] بات نہیں کہی کہ جس میں غصہ کی ضرورت ہو پس شوہر نے کہا کہ اگر یہ بڑی بات نہ تھی تو تو طالقہ ہے پس اگر اس سے شوہر کی نیت مجازات[۱] ہو یعنی بلا تعلیق تو وہ فی الحال طالقہ ہو جائے گی اور اگر اس نے مجازات نہیں بلکہ تعلیق طلاق کا قصد کیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوہر مرد محترم صاحب قدر ہو کہ ایسی شکایت اس کے حق میں اہانت ہو تو وہ طالقہ نہ ہو گی اور اگر ایسا محترم ذی قدر نہ ہو تو طالقہ ہو جائے گی ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اسی دم نہ کھڑی ہوئی اور میرے والد کے گھر کی طرف نہ گئی تو تو طالقہ ہے پس عورت اسی وقت کھڑی ہو گئی اور شوہر ہنوز نہیں نکلا ہے اور اس نے نکلنے کے واسطے کپڑے پہنے اور نکلی اور پھر لوٹ کر آ کر بیٹھ گئی یہاں تک کہ شوہر نکلا تو وہ طالقہ نہ ہو جائے گی اور شوہر حانث نہ ہو گا اور اگر عورت کو پیشاب زور سے لگا اور اس نے پیشاب کیا پھر جانے کے واسطے کپڑے پہنے تو بھی حانث نہ ہو گا اور اگر دونوں میں سخت کلامی رہی اور کلام طول ہوا تو اس سے فی الفور ساقط نہ ہو گا یعنی اگر بعد اس کے ختم کے اٹھی اور کپڑے پہن کر چلی تو گویا فی الفور چلی اور اگر عورت کو خوف نماز جاتی رہنے کا ہوا پس اس نے نماز پڑھی تو شیخ نصیرؒ نے فرمایا کہ مرد حانث ہو جائے گا اور بعضوں نے کہا کہ حانث نہ ہو گا کذا فی الظہیر یہ اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے آج کے روز دو رکعتیں نماز پڑھیں تو تو طالقہ ہے پھر وہ نماز شروع کرنے سے پہلے یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حائضہ ہو گئی تو شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے اگر قسم کے وقت سے حائضہ ہونے کے وقت تک اتنا وقت ہو کہ وہ دو رکعت نماز پڑھ سکتی ہو تو سب کے نزدیک قسم منعقد ہو جائے گی اور عورت طالقہ ہو جائے گی اور اگر اتنا وقت نہ ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک قسم منعقد نہ ہو گی اور وہ طالقہ نہ ہو گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قسم منعقد ہو گی اور وہ طالقہ ہو گی اور صحیح یہ ہے کہ یمین یعنی قسم سب کے نزدیک ہر حال میں منعقد ہو گی اور طلاق واقع ہو گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو میرے دراہم چراتی ہے اس نے کہا کہ میں نے توبہ کر لی ہے پس مرد نے کہا کہ اگر تو نے میرے درہموں میں سے کچھ اٹھا لیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے گھر میں جھاڑو دیتے وقت ایک درہم کی تھیلی گری ہوئی پائی پس اس نے اٹھا کر ایک کونے میں رکھ دی اور شوہر کو خبر دے دی کہ میں نے اٹھائی نہ اس غرض سے کہ تجھ کو نہ دوں تو امید ہے کہ وہ طالقہ نہ ہو گی مرد نے بیوی سے کہا کہ اگر تو نے میری تھیلی میں سے درہم اٹھا لئے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے تھیلی کا منہ کھول دیا اور اپنی دختر کو کہا پس اس نے درہم نکال لئے تو کتاب میں مذکور ہے کہ مجھے خوف ہے کہ وہ طالقہ ہو جائے گی ایک مرد نے اپنی بیوی کو درہم نکال لینے کی تہمت لگائی پھر اس سے فارسی میں کہا کہ اگر از[۲] درہم من تو برداری پس تو طالقہ بسہ طلاق ہستی پھر عورت نے شوہر کے درہم ایک رومال میں پا کر رومال کو اٹھایا اور ایک عورت کو دیا اور اس سے کہا کہ اس میں سے کچھ درہم نکال لے پس اسے اس میں سے

---

[۱] یعنی طلاق دے دی اور تعلیق کرنا منظور نہیں ہے۔

[۲] اگر میرے درہموں سے اٹھائے تو تو سہ طلاق سے طالقہ ہے واضح ہو کہ اٹھائے سے یہاں ہاتھ سے اٹھانا مقصود نہیں بلکہ خرچ کے طور پر لینا مراد ہے۔

(۱) یعنی کلام عظیم۔

درہم نکال کر زوجہ کو دی دیئے تو طلاق واقع ہو جائے گی عورت سے کہا کہ اگر تو نے سال بھر تک میرے درہموں سے درہم چرائے تو تو طالقہ ہے پھر عورت کو درہم دیئے تا کہ ان کو دیکھے پھر عورت نے بغیر علم شوہر کے اس میں سے کچھ نکالے پھر شوہر نے اس سے کہا کہ تو نے اس میں سے کچھ درہم نکالے ہیں اس نے کہا کہ ہاں مگر چوری کے طور پر نہیں اور شوہر کو واپس دیئے پس اگر شوہر کے اس کے پاس سے جدا ہو جانے کے بعد اس کو واپس دیئے تو طالقہ ہوگی اور اگر قبل شوہر کے جدا ہونے کے واپس دیئے ہیں تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر عورت نے انکار کیا تو بھی طالقہ ہو جائے گی ایک عورت نے اپنے شوہر کی تھیلی سے درہم نکال لئے اور گوشت خریدا اور قصاب نے یہ درہم اپنے درہموں میں مخلوط کر دیئے پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے یہ درہم آج کے روز واپس نہ دیئے تو تو سہ طلاق طالقہ ہے پھر دن گزر گیا تو عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت پوری تھیلی قصاب کی لے کر شوہر کے سپرد کر دے تو شوہر اپنی قسم میں سچا ہو جائے گا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

شوہر نے عورت سے کہا کہ تو نے درہم کیا کیا اس نے کہا کہ میں نے گوشت خریدا پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے مجھے یہ درہم نہ دیا تو تو طالقہ ہے حالانکہ یہ درہم قصاب کے ہاتھ سے جاتا رہا تھا تو فرمایا کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ درہم گلا میں ڈالا گیا یا سمندر میں گر گیا ہے تب تک مرد مذکور حانث[1] نہ ہوگا عورت نے شوہر کے درہم اس کی تھیلی سے چرا لئے پھر ان کو غیر کے درہموں میں ملا دیا پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے یہی درہم مجھے واپس نہ دیئے تو تو طالقہ ہے پس اگر عورت نے ایک ایک کر کے اس کو واپس دیئے تو بعینہ یہی درہم دے دیئے یہ حاوی میں ہے شوہر نے اپنے درہم عورت کے ہاتھ رکھے پھر واپس لینے کے وقت اس کو تہمت لگائی پس فارسی میں کہا کہ اگر تو[2] درہم برداشتی سہ طلاق ستی بطور استفہام کہا پس عورت نے کہا کہ ہستم پھر کھلا کہ عورت مذکورہ نے اٹھائے[3] تھے پس اگر شوہر نے حانث ہونے کے وقت ایقاع طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر مجرد تخویف منظور ہوتا کہ عورت اقرار کر دے تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے ایک مرد نے اپنے پسر سے کہا کہ اگر تو نے میرے مال سے کچھ چرایا تو تیری ماں طالقہ ہے پھر پسر مذکور نے باپ کے گھر سے اینٹیں چرائیں تو مروی ہے کہ امام ابو یوسفؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ اگر باپ اپنے بیٹے سے اس کا بھی[4] بخل کرتا ہو تو اس کی ماں طالقہ ہو جائے گی اور امام محمدؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کچھ جواب نہ دیا تو ان سے کہا گیا کہ امام ابو یوسفؒ نے اس طرح جواب دیا ہے تو فرمایا کہ سوائے ابو یوسفؒ کے ایسی اچھی بات کون کہہ سکتا ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے درہم دیا کہ تو نے اس سے کچھ خریدا تو تو طالقہ ہے پھر عورت کو ایک درہم دیا اور حکم دیا کہ فلاں کو دے دے تا کہ وہ تیرے لئے کوئی چیز خریدے پھر شوہر کو اپنی قسم یاد آئی پس اس نے عورت سے درہم واپس مانگا پس اگر عورت خود چیزیں خریدنی ہو تو حانث[ل] نہ ہوگا اور اگر خود نہ خریدتی ہو تو حانث ہو جائے گا ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اس دار سے اس دار میں کوئی چیز بھیجی تو تو طالقہ ہے پھر قسم کھانے والے نے اپنی باندی کو حکم دیا کہ اس دار والے لوگ جو چیز مانگیں ان کو دے دے پھر اس دار کا ایک آدمی آیا اور اس نے کوئی چیز مانگی پس باندی نے دے دی پھر مولیٰ کو معلوم ہوا

ل یعنی درصورتیکہ اس درہم کی چیز خریدی گئی۔

(۱) تا آخر عمر۔

(۲) یعنی کہا اگر تو نے درہم اٹھائے ہوں تو تجھے تین طلاق ہیں۔

(۳) یعنی نکال لئے تھے۔

(۴) یعنی اس قدر کا۔

اور اس کو برا معلوم ہوا اور غصہ میں ہو گیا پس قسم کھانے والے کی بیوی نے باندی سے کہا تو جا اور مولیٰ کے گھر سے اس سے اچھی چیز لے کر اس دار میں پہنچا دے پس باندی نے پہنچا دی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بدلیل یہ بات معلوم ہو جائے کہ باندی نے یہ فعل اپنے مولیٰ کے واسطے کیا ہے مولیٰ کی بیوی کی اطاعت نہیں ہے تو مرد مذکور حانث نہ ہوگا اور اگر معلوم ہو کہ باندی نے مولیٰ کی بیوی کی اطاعت میں کیا ہے تو مولیٰ حانث ہو جائے گا اور اگر اس معاملہ میں کوئی دلیل نہ ہو تو باندی سے دریافت کیا جائے گا اور جو کچھ اس نے کہا کہ میں نے مولیٰ کے واسطے کیا ہے یا مولیٰ کی بیوی کی اطاعت کی ہے وہ قبول کیا جائے گا ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور مولانا نے فرمایا کہ احتمال ہے کہ صورت مسئلہ کی یوں ہو کہ اس دار کے لوگوں نے باندی سے کوئی چیز مانگی مگر اس نے نہ دی[1] پھر مولیٰ کو اس کی خبر دی گئی تو اس نے برا مانا پس اس کی بیوی نے باندی سے کہا کہ مولیٰ کے گھر سے اس سے اچھی چیز اٹھا کر اس دار میں پہنچا دے پھر باقی مسئلہ وہی ہے جو آخر تک مذکور ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک دھوبی کی دکان سے کسی غیر کا کپڑا جاتا رہا پس دھوبی نے اپنے نوکر کو تہمت لگائی پس نوکر نے کہا کہ اگر من تر از بان کردم ام زن من سہ طلاق یعنی اگر میں نے تیرا نقصان کیا ہے تو میری بیوی کو تین طلاق ہیں حالانکہ نوکر ہی اس کو لے گیا تھا تو اس کی بیوی پر تین طلاق پڑ جائیں گی ایک شخص راہ میں جاتا تھا اس کو چوروں نے پکڑا اور اس کے پاس جو درہم تھے وہ چھین لئے اور اس سے اس کی بیوی پر تین طلاق کی قسم لی کہ اس کے پاس سوائے ان درہموں کے جو لئے ہیں اور درہم نہیں ہیں پس اس نے قسم کھائی پس اگر اس کے پاس تین درہموں سے کم ہوں تو قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اور اگر اس کے پاس تین درہم یا زیادہ ہوں پس اگر اس سے بیوی کی طلاق کی قسم لی ہو تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اگرچہ وہ نہ جانتا ہو اور اگر اللہ تعالیٰ کی قسم ہو تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا اس واسطے کہ اگر وہ جانتا ہوگا تو یہ یمین غموس[2] ہے اور اگر نہ جانتا ہوگا تو قسم لغو ہے اور اگر فارسی میں قسم کھائی کہ اگر بامن درے ہست پس تو طالقہ[(1)] ہستی پس اگر اس کے پاس ایک درہم یا زیادہ ہوں تو اس میں وہی تفصیل ہے جو مذکور ہوئی اور اگر کہا کہ اگر بامن سیم ست پس اگر اس کے پاس ایسی چیز ہو کہ اگر وہ جانیں تو چھین لیں تو حانث ہوگا اور اگر ایسی چیز چاندی کی نہ ہو تو حانث نہ ہوگا ایک مرد کو چوروں نے لوٹ لیا پھر اس سے بیوی کی طلاق کی قسم لی کہ ہمارے فعل سے کسی کو خبر نہ کرے پھر قافلہ اس کے سامنے آیا پس اس نے قافلہ والوں سے کہا کہ راستہ پر بھیڑیے ہیں پس قافلہ والے سمجھ گئے اور لوٹ پڑے پس اگر اس نے بھیڑیے کہنے سے چوروں کو مراد لیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس نے حقیقت میں بھیڑیے مراد لئے اور اس غرض سے کہا کہ یہ لوگ بھیڑیوں کے خوف سے واپس ہو جائیں تو حانث نہ ہوگا اور اگر ایک نے کہا کہ اس رات میرے یہاں جماعت یعنی گروہ آیا اور سب چیزیں لے گئے اور مجھ سے قسم لی کہ میں ان کے ناموں سے خبر نہ دوں اور دے میرے ساتھی کوچہ میں ہیں پس اگر اس نے ان کے نام تحریر کر دیئے تو بھی حانث ہو جائے گا تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ اس کے پڑوسیوں کے نام لکھ کر اس کے سامنے پیش کئے جائیں اور کہا جائے کہ یہ تھا تو وہ کہے کہ نہیں پھر دوسرا پیش کیا جائے یہاں تک کہ جب ان لٹیروں میں سے کسی کا نام آئے تو وہ خاموش رہے یا کہے کہ میں کچھ نہیں کہتا پس بات ظاہر ہو جائے گی اور یہ مرد بھی حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

---

[1] قولہ باندی نے دے دی اقول یوں ہی نسخہ میں ہے اور میرے نزدیک یہ غلطی کاتب ہے اور صواب فابت الجاریۃ یعنی باندی نے انکار کیا فاعلم۔

[2] ہمارے نزدیک یمین غموس یعنی جان بوجھ کر گزشتہ بات پر جھوٹ قسم کھانا بہت بڑا سخت گناہ ہے اور وہ کفارہ سے معاف نہیں ہوتا سوائے توبہ و استغفار کے۔

(1) یعنی اس کی بیوی۔

ایک مرد کا ایک کپڑا تھا اس سے کسی چور نے چرالیا یا غاصب نے غصب کرلیا پھر کپڑے کے مالک نے قسم کھائی کہ اگر کپڑا میرا ہو (یعنی وہی کپڑا جو مذکور ہوا ہے اسی طرف اشارہ ہے) تو میری بیوی طالقہ ہے تو اس مسئلہ میں تین صورتیں ہیں اول آنکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ کپڑا موجود ہے تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی دوم آنکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ نابود ہو گیا تو طالقہ نہ ہو گی سوم آنکہ دونوں میں سے کوئی بات معلوم نہیں ہوئی تو بھی بیوی طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ موجود ہونا اصل ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے اور اگر فارسی میں کہا کہ اگر کسے را نبیذ دہم زن مرا طلاق یعنی اگر کسی کو شراب دوں تو میری بیوی کو طلاق تو قسم اس کی نیت پر ہو گی یعنی اگر دینے سے ہدیہ دینے کی نیت کی تو پلانے سے حانث نہ ہو گا اور اگر پلانے کی نیت کی تو ہدیہ دینے سے حانث نہ ہو گا اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو اگر دے گا یا پلا دے بہر حال حانث ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور فتاویٰ میں ہے کہ ایک مرد کو اس کی بیوی نے شراب پینے پر عتاب کیا پس اس نے کہا کہ اگر میں نے اس کا پینا ہمیشہ چھوڑ دیا تو تو طالقہ ہے پس اگر اس کا عزم ہو کہ اس کا پینا نہ چھوڑے گا تو حانث نہ ہو گا اگرچہ نہ پیتا ہو یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے جو برسام کی بیماری میں تھا اپنے چنگے ہونے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی پھر کہا کہ میں نے یہ اسی واسطے کہا کہ مجھے یہ وہم ہوا کہ برسام میں جو لفظ میں نے اپنی زبان سے نکالا[1] ہے وہ واقع ہو گیا ہے پس اگر اس کے ذکر و حکایت کے بیچ میں ایسا لفظ کہا ہو تو تصدیق کی جائے گی ورنہ نہیں ایک طفل نے بچپن میں کہا کہ اگر میں نے سکر[(1)] کو پیا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس نے لڑکپن ہی میں اس کو پیا تو طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر اس کے خسر نے یہ بات سنی اور کہا کہ میری لڑکی تجھ پر حرام ہو گئی بوجہ اس قسم کے تو اس نے جواب دیا کہ ہاں حرام ہو گئی تو یہ قول اس طفل بالغ شدہ کی طرف سے حرمت کا اقرار ہے اور ایک طلاق یا تین طلاق ہونے میں اسی طفل کا قول قبول[(2)] ہو گا اور امام ظہیر الدین وغیرہ نے اس مسئلہ میں اور مسئلہ برسام میں فتویٰ دیا ہے کہ طلاق نہیں پڑے گی اس واسطے کہ یہ قول جس سے طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جائے بر بنائے غیر واقع ہے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر قسم کھائی کہ اگر تو میری بلا اجازت باہر نکلی تو تو طالقہ ہے پس عورت کو غصہ آیا اور اس نے نکلنے کا قصد کیا پس لوگوں نے اس کو روکا پس شوہر نے کہا کہ چھوڑو اس کو نکل جانے دو اور شوہر کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ اجازت نہ ہو گی اور اگر اجازت دینے کی نیت ہو تو بدلالت اجازت ثابت ہو جائے گی اور اگر غصہ میں عورت سے کہا کہ تو نکل اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو یہ اجازت دینے پر محمول کیا جائے گا لیکن اگر اس نے نیت کی کہ تو نکل تاکہ تو طالقہ ہو جائے تو ایسا ہی ہو گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں سے نکلی الا اجازت میری تو تو طالقہ ہے پھر اس نے کسی بھیک مانگنے والے کو سنا کہ وہ صدا دیتا ہے پس عورت سے کہا کہ سائل کو یہ ٹکڑا دے دے پس اگر سائل ایسی جگہ ہو کہ عورت بدوں گھر سے نکلے اس کو نہیں دے سکتی ہے تو نکلنے سے طالقہ نہ ہو گی اور اگر بغیر باہر نکلے دے سکتی تھی پھر باہر نکلی تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر شوہر کے اجازت دینے کے وقت سائل ایسی جگہ ہو کہ عورت اس کو بدوں باہر نکلے دے سکتی ہو پھر وہ سائل راستہ پر چلا گیا پس عورت نے نکل کر اس کو ٹکڑا دے دیا تو حانث ہو گا اور طلاق واقع ہو گی قال المترجم فی المسئلۃ نوع تشدد فافہم عورت سے کہا کہ اگر تو میری بلا اجازت اس دار سے نکلی تو تو طالقہ ہے پس اس کی عورت نے اس سے کہا کہ تو چاہتا ہے کہ میں نکلوں تاکہ مطلقہ ہو جاؤں پس شوہر نے کہا کہ ہاں پس وہ نکلی تو طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ یہ تہدید

---

[1] خلاصہ آنکہ اس کے گمان میں برسام کی طلاق واقع ہوئی تھی لہٰذا اب بھی اس نے کہا اور پچھلے واقعہ کی خبر دی۔

(1) قسم شراب۔

(2) جو بالغ ہو گیا ہے۔

ہے اجازت نہیں ہے اور اگر عورت دروازہ کی دہلیز پر کھڑی ہوئی اور کچھ قدم اس کا ایسا تھا کہ اگر دروازہ بند کر دیا جاتا تو وہ باہر رہتا پس اگر عورت کا پورا سہارا و اعتماد اس قدر قدم پر جو داخل میں ہے یا دونوں ٹکڑوں پر تھا تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر اسی قدر حصہ قدم پر ہو جو باہر رہتا ہے تو طالقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو اس دار سے بغیر میری اجازت نکلی تو تو طالقہ ہے پھر عربی زبان میں مرد نے اس کو اجازت دی حالانکہ وہ عربی نہیں جانتی ہے پھر وہ نکلی تو طالقہ ہو جائے گی اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر عورت سوتی تھی یا کہیں غائب تھی اور اس حال میں اس کو اجازت دی تو نکلنے سے طالقہ ہوگی اور ایسا ہی نوازل میں مذکور ہے اور ایمان الاصل میں لکھا ہے اگر ایسی طرح اس کو اجازت دی کہ وہ سنتی نہیں تھی تو یہ اجازت نہ ہوگی اور اگر اس کے بعد نکلی تو طالقہ ہو جائے گی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو باہر نکلی الا میری اجازت سے تو اجازت یوں ہے کہ خود مرد اس سے اس طرح کہے کہ وہ سنے یا ایلچی بھیج کر سنائے اور اگر اس نے اجازت دینے پر ایک قوم کو گواہ کر لیا تو یہ اجازت [(1)] نہ ہوگی پھر اگر انہیں لوگوں نے جن کو شوہر نے اجازت دینے پر گواہ کیا ہے عورت کو پہنچا دیا کہ شوہر نے تجھ کو باہر نکلنے کی اجازت دے دی ہے تو اگر شوہر نے ان لوگوں کو حکم نہیں دیا تھا کہ تم پہنچا دو تو عورت کے نکلنے سے عورت پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر شوہر نے ان کو حکم دیا ہو کہ تم اس کو یہ پیام پہنچا دو تو پھر عورت کے نکلنے سے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر نے کہا کہ اگر تم میرے بلا ارادہ یا بلا خواہش یا بلا رضامندی اس دار سے باہر نکلی تو تو طالقہ ہے تو واضح رہے کہ ارادہ و خواہش و رضامندی ان الفاظ میں عورت کے سننے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس کی رضامندی و ارادہ کو سنے چنانچہ اگر شوہر نے کہہ دیا کہ میں راضی ہوا یا میں چاہتا ہوں پھر وہ عورت نکلی تو طالقہ نہ ہوگی اگرچہ عورت نے شوہر کا اس طرح کہنا نہ سنا ہو اور یہ بلا خلاف ہے اور نوازل میں لکھا ہے کہ عورت سے کہا کہ اگر تو میری بلا اجازت نکلی تو تو طالقہ ہے پس عورت نے شوہر سے اپنے بعض قرابت والوں کے یہاں جانے کی اجازت مانگی اور مرد نے اجازت دے دی مگر عورت وہاں تو نہ گئی لیکن گھر میں جھاڑو دینے میں دروازے کے باہر نکل گئی تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شوہر کے اجازت دینے کے وقت تو نہ گئی پھر دوسرے وقت انہیں رشتہ داروں کے یہاں گئی جن کے یہاں جانے کی مرد نے اجازت دی تھی تو فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ اس پر[ا] طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ عادت کے موافق یہ اجازت اسی وقت کے واسطے تھی یہ محیط میں ہے۔ اگر اس نے قسم کھائی کہ شہر سے باہر نہ جائے گا اور اگر جائے تو اس کی بیوی مسماۃ عائشہ طالقہ ہے حالانکہ اس کی بیوی کا نام فاطمہ ہے تو نکلنے سے اس پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے میرے بعض اہل کے یہاں جانے کی اجازت دے دے پس اس نے اجازت دی تو عورت کے بعض اہل اس عبارت میں اس کے والدین قرار دیئے جائیں گے اور اگر وہ زندہ نہ ہوں تو اس کے اہل میں اس کا ہر ذی رحم محرم ہے جس سے نکاح کبھی جائز نہیں ہے اور اگر اس کے والدین زندہ ہوں مگر ہر ایک کا گھر علیحدہ ہو یعنی یہ صورت ہو کہ باپ نے اس کی ماں کو طلاق دی اور ماں نے دوسرا شوہر کیا اور باپ نے دوسری بیوی کی تو ایسی حالت میں اس عورت کا اہل باپ کا گھر ہے عورت سے کہا کہ اگر تو نکلی تو طلاق واقع ہوگی پھر وہ نکلی تو طالقہ واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے اضافت [(2)] چھوڑ دی ہے یہ قنیہ میں ہے عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں سے نکلی سوائے میری اجازت کے تو تو طالقہ ہے پس اس دار میں آگ لگنا یا غرق ہونا واقع ہوا پس عورت نکل بھاگی تو

[ا] قال المترجم: یہ عادت پر ہے جہاں جیسی عادت ہو۔

(۱) حالانکہ عورت نے نہیں سنا۔

(۲) یعنی یوں نہیں کہا کہ تجھ پر طلاق واقع ہوگی۔

مرد حانث نہ ہوگا یہ قنیہ میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس کوٹھری سے بغیر میری اجازت کے نکلی تو تو طالقہ ہے اور عورت نے اپنی املاک میں سے کوئی محدود رہن کی تھی پس شوہر سے کہا کہ اجازت دے دے تو اس نے کہا کہ اچھا جا اور درہم لے کر مرہون پر قبضہ دلائے پھر وہ نکلی اور گئی اور مرتہن کو نہ پایا چنانچہ اس کو چند بار آمد و رفت کی ضرورت پڑی تو وہ طالقہ نہ ہوگی ایسا ہی امام نسفیؒ نے فتویٰ دیا ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس دار سے نکلی الا میری اجازت سے یا کہا کہ الا میری رضامندی سے یا کہا کہ الا میری آگاہی سے یا عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اور اگر تو اس دار سے نکلی بغیر میری اجازت کے تو یہ سب یکساں ہیں اس واسطے کہ کلمہ الا وغیرہ استثنا کے واسطے ہیں چنانچہ دونوں میں یہی حکم ہے کہ ایک بار اجازت دینے سے قسم منتہی نہ ہو جائے گی چنانچہ اگر ایک بار اس کو نکلنے کی اجازت دے دی اور وہ نکلی پھر دوبارہ بلا اجازت لئے نکلی تو طالقہ ہو جائے گی اور یہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ عورت سے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی الا بچادر تو تو طالقہ ہے پھر وہ بغیر چادر نکلی تو طالقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت کو ایک بار نکلنے کی اجازت دے دی پھر نکلنے سے پہلے اس کو نکلنے سے ممانعت کر دی پھر اس کے بعد وہ نکلی تو طلاق پڑ جائے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی الا میری اجازت سے تو تو طالقہ ہے اور الا میری اجازت کہنے سے اس نے اجازت ایک بار کی نیت کی تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اس واسطے کہ یہ خلاف ظاہر ہے یہ وجیز کردری میں ہے حانث نہ ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ عورت سے کہہ دے کہ میں نے تجھ کو باہر نکلنے کی اجازت دے دی یا کہے کہ ہر بار کہ تو نکلی تو میں نے تجھے اجازت دے دی ہے تو ایسی صورت میں عورت کے نکلنے سے حانث نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہہ دیا کہ ہر بار کہ تو نے نکلنا چاہا تو میں نے تجھ کو اجازت دیدی یا میں نے تجھے ہمیشہ نکلنے کی اجازت دی یا یوں کہا کہ اذنت لك الدھر[(1)] کلہ تو بھی یہی حکم ہے اور اس پر اگر اس کے بعد یہ نہی عام منع کر دیا تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کا نہی کر دینا صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور یہی امام فضلیؒ کا مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگر کہا کہ میں نے تجھے دس روز اجازت دی تو وہ ان میں جب چاہے نکلے جائز ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا یا تو نے ایسا کیا تو میں نے اجازت دی تو یہ اجازت نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس دار سے نکلی حتیٰ کہ میں تجھے اجازت دوں یا حکم دوں یا راضی ہوں یا آگاہ ہوں تو اس میں ایک مرتبہ اجازت دینا کافی ہوگا کہ اگر اس نے ایک مرتبہ اجازت دے دی اور وہ نکلی پھر واپس آئی پھر بلا اجازت نکلی تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس نے اپنے قول سے کہ یہاں تک کہ میں تجھے دوں ہر بار اجازت دینے کی نیت کی تو بالاجماع اس کی نیت کے موافق رہے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس دار سے باہر نکلی الا آنکہ میں تجھے اجازت دوں تو یہ قول اور یہاں تک کہ میں تجھے اجازت دوں دونوں یکساں ہیں چنانچہ ایک مرتبہ اجازت دینے سے قسم تمام ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی باندی کے باہر[1] نکلنے پر اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ وہ باہر نہ نکلے پھر باندی سے کہا کہ ان درہموں کا گوشت خرید لا تو یہ نکلنے کی اجازت ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے میرے باپ کے گھر جانے کی اجازت دے پس اس نے کہا کہ اگر میں نے تجھے اس کی اجازت دی تو تو طالقہ ہے:

اگر عورت سے کہا کہ اگر تو کسی کی جانب نکلی الا میری اجازت سے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اپنے باپ کے پاس جانے کی اجازت مانگی پس اس نے اجازت دی پھر وہ اپنے بھائی کے پاس گئی تو طالقہ ہو جائے گی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اور منتقی

---

1. مثلاً کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میری باندی باہر نکلے الا آنکہ میں اسے اجازت دوں۔

(1) تمام زمانہ۔

میں ہے کہ اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے میرے باپ کے گھر جانے کی اجازت دے پس اس نے کہا کہ اگر میں نے تجھے اس کی اجازت دی تو تو طالقہ ہے پھر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے نکلنے کی اجازت دی اور یہ نہ کہا کہ کہاں تو اپنی قسم میں حانث نہ ہو گا اور یہ بخلاف اس کے ہے کہ ایک غلام نے اپنے مولی سے کسی کی باندی سے نکاح کر لینے کی اجازت مانگی پس مولی نے اس سے کہا کہ اگر میں نے تجھے باندی کے تزوج کی اجازت دی تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس کے بعد اس سے کہا کہ میں نے تجھے بیوی کر لینے کی اجازت دی یا میں نے تجھے عورتوں سے نکاح کر لینے کی اجازت دی تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو نے یہ غلام میری اجازت سے خریدا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس غلام کو تجارت کی اجازت دی پس اس نے یہی غلام خریدا تو مولی کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر غلام سے کہا کہ میں نے تجھے کپڑے کی تجارت کی اجازت دی اور اس نے یہ غلام خریدا تو مولی کی بیوی طالقہ نہ ہوگی ایک مرد نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میں اس دار میں داخل ہوا الا آنکہ مجھے فلاں اجازت دے تو یہ قسم ایک مرتبہ کی اجازت پر واقع ہو گی اور اگر کہا کہ الا آنکہ مجھے اس کے واسطے فلاں اجازت[1] دیا کرے تو یہ ہر بار کی اجازت پر واقع ہوگی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی الا میری اجازت سے تو تو طالقہ ہے پھر عورت سے کہا کہ تو فلاں کے ہر امر میں جس کا وہ تجھے حکم کرے اطاعت کر پس فلاں نے اس کو باہر نکلنے کا حکم دیا تو وہ طالقہ ہو جائے گی اس وجہ سے کہ شوہر نے اس کو نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی اور اسی طرح اگر شوہر نے کسی سے کہا کہ تو اس عورت کو نکلنے کی اجازت دے پس اس نے اجازت دی اور وہ نکلی تو تو طالقہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر اس شخص نے عورت سے کہا کہ تیرے شوہر نے تجھے نکلنے کی اجازت دی ہے پس وہ نکلی تو بھی طالقہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ جو تجھے فلاں حکم کرے وہ میں نے تجھے حکم کیا پھر فلاں نے اس کو نکلنے کی اجازت دی پس نکلی تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر مرد نے کسی شخص سے کہا کہ میں نے ابھی اس بیوی کو نکلنے کی اجازت دے دی پس عورت کو خبر پہنچا دی پس وہ نکلی تو طالقہ نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور فتویٰ اصل میں ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو اس گھر سے بغیر میری اجازت کے مت نکل کہ میں نے طلاق کی قسم کھائی ہے پھر وہ بغیر اجازت کے اس دار سے باہر نکلی تو طالقہ نہ ہو گی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس کی بیوی بغیر اس کے علم کے نہ نکلے گی پھر اس کی عورت نکلی:

مرد نے عورت سے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی الا ایسے کام کے واسطے کہ اس سے چارہ نہیں ہے[(۱)] تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کسی پر اپنے حق کا دعویٰ کرنا چاہا پس اگر عورت وکیل کر سکتی ہو تو اگر نکلی تو مرد حانث ہو گا اور عورت پر طلاق پڑ جائے گی اور اگر عورت وکیل نہ کر سکتی ہو تو نکلنے سے طالقہ نہ ہوگی اور مرد حانث نہ ہو گا ایک مرد نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس کی بیوی بغیر اس کے علم[2] کے نہ نکلے گی پھر اس کی عورت نکلی درحالیکہ وہ اس کو دیکھتا تھا پس اس کو منع کیا یا منع نہ کیا تو مرد حانث نہ ہو گا ایک مرد نے اپنی بیوی پر اپنے پڑوسی کے ساتھ تہمت لگائی پس عورت سے کہا کہ اگر تو میرے گھر سے بلا اجازت نکلی تو تو طالقہ ہے پھر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے ہر کام کے واسطے جو تجھے ظاہر ہو سوائے امر باطل کے اجازت نکلنے کی دی پھر عورت مذکورہ نکلی اور اس پڑوسی

---

[1] یہ کلام اسی وجہ پر موجہ ہونا صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] یعنی کہا کہ اگر میری بیوی بدوں میری آگاہی کے نکلے تو وہ طالقہ ہے۔

(۱) اگرچہ گنہگار ہو گی۔

کے گھر میں جس کے ساتھ شوہر تہتم کرتا تھا داخل ہوئی پس اگر اس نے نکلنے کے وقت اس پڑوسی کے گھر جانے کی نیت نہیں کی ہے اور نہ کسی اور امر باطل کی نیت کی تھی تو شوہر حانث نہ ہوگا اگرچہ بعد نکلنے کے عورت سے کوئی امر باطل صادر ہو گیا ہو اس واسطے کہ وہ امر باطل کے واسطے نہیں نکلی تھی اور اگر اس نے نکلنے کے وقت کسی امر باطل کی نیت کی ہو تو طلاق پڑ جائے گی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر اپنی عورت کی طلاق پر قسم کھائی بدیں شرط کہ وہ گھر سے باہر نہ جائے گی الا میری اجازت سے یا سلطان نے کسی مرد سے قسم لی کہ وہ اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائے کہ شہر سے باہر نہ جائے گا الا میری اجازت سے یا قرضخواہ نے قرضدار سے اس کی بیوی کی طلاق کی قسم لی کہ شہر سے باہر نہ جائے گا الا میری اجازت سے تو یہ قسم قیام زوجیت وسلطنت وقرضہ کی حالت کے ساتھ مقید ہوگی چنانچہ اگر عورت اس سے بائنہ ہوگئی یا سلطان معزول ہو گیا یا قرضہ ساقط ہو گیا تو قسم بھی ساقط ہو جائے گی اور پھر کبھی عود نہ کرے گی اگرچہ پھر شوہر کو ولایت[1] حاصل ہو جائے اور سلطان والی ہو جائے اور قرضہ عود کرے ایک شخص سلطان کے ساتھ نکلا اور اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ واپس نہ ہوگا الا اس کی اجازت سے پھر رستہ میں اس کی کوئی چیز گر گئی وہ اس کے لینے کو واپس ہوا تو حانث نہ ہوگا اور اس کی بیوی طالقہ نہ ہوگی اور اگر ایک مرد نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میں اس دار سے نکلا الا باجازت فلاں کے پھر فلاں مذکور قبل اجازت دینے کے مر گیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول پر قسم باطل ہو جائے گی یہ محیط میں ہے۔

بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اس طفل کو چھوڑ دیا کہ وہ دار سے باہر نکل جائے تو تو طالقہ ہے:

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو حق نکلی تو تو طالقہ ہے پھر وہ اپنے والد یا بھائی کے جنازہ میں نکلی تو طالقہ نہ ہوگی اور اسی طرح ہر ذی رحم محرم کا حکم ہے اور اسی طرح عروس کی طرف اس کے نکلنے یا جو امر اس پر واجب ہے اس کے واسطے نکلنے کا بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے ایک شخص کا اس کی بیوی سے جھگڑا ہوا پس عورت سے کہا کہ اگر تو آج یہاں سے نکلی پھر اگر ایک سال تک واپس آئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر وہ اس روز نماز وغیرہ کسی حاجت کے واسطے نکلی پھر واپس آئی اگر قسم کا سبب اس کا بطور نقل مکان یا سفر کے نکلنا[2] ہو تو طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ قسم ایسے طور کے نکلنے کے ساتھ مقید ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اس طفل کو چھوڑ دیا کہ وہ دار سے باہر نکل جائے تو تو طالقہ ہے پس وہ اس طفل سے غافل ہوگئی اور طفل مذکور نکل گیا یا نماز پڑھنے لگی اور وہ نکل گیا تو عورت نے اس کو نہیں چھوڑا پس طالقہ نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک مرد بغدادی میں ہے اس نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے مالم[1] یخرج الی الکوفۃ اگر ابھی کوفہ کی طرف نہ نکل جاؤں پھر وہ ایک ساعت ٹھہرا کہ کرایہ والے کے ساتھ کی کرایہ کی بابت گفتگو کرتا رہا تو مشائخ نے فرمایا کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر وہ نماز فرض کے واسطے وضو کرنے میں مشغول ہوا یا مثل اس کے کسی کام میں تو یہ عذر ہے اور اگر صلوٰۃ نفل کے واسطے وضو میں مشغول ہوا یا کھانے پینے میں مشغول ہوا تو یہ عذر نہیں ہے پس حانث ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اپنے والدین کے گھر کی طرف نکلی یعنی وہاں جانے کو نکلی تو تو طالقہ بسہ طلاق ہے تو یہ قسم اس قصد سے نکلنے پر ہوگی خواہ وہاں پہنچے یا نہ پہنچے اور اگر کہا کہ اگر تو اپنے والدین کے گھر میں آئی تو یہ قسم وہاں پہنچ جانے پر ہے خواہ ان کے مکان کی طرف جانے کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے

---

[1] یہ نسخہ موجودہ کی عبارت ہے اور اس کے معنی یہ کہ جب تک کوفہ کو نہ نکلوں حالانکہ حکم مسئلہ کو اس سے کچھ مناسبت نہیں ہے پس مترجم نے جو ترجمہ کیا وہ اس سے ظاہر ہے فافہم۔

(۱) مثلاً پھر اس عورت سے نکاح کر لے۔

(۲) یعنی مراد ہے۔

امام محمد بن سلمہؒ نے فرمایا کہ جانا بمنزلہ خروج کے ہے یعنی اگر کہا کہ اگر تو اپنے والدین کے گھر کی طرف گئی تو بمنزلہ نکلی کہنے کے ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ اس وقت ہے کہ مرد نے کچھ نیت نہ کی ہو اور اگر اس لفظ سے آنے یا نکلنے کی نیت کی تو موافق اس کی نیت کے ہوگا یہ قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں ہے شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت ضیافت میں نکلی یعنی وہاں جانے کے واسطے نکلی پس شوہر نے کہا کہ اگر وہاں تو تین روز سے زیادہ رہی تو تو طالقہ ہے پھر وہ تیسرے روز وہاں سے اپنے شوہر کے گاؤں کی طرف واپس ہوئی مگر وہ شوہر کے گاؤں میں داخل نہ ہوئی بلکہ پھر لوٹ کر وہیں چند روز جا کر رہی تو شیخ نے فرمایا کہ میں طلاق واقع ہونے کا فتویٰ تو نہیں دیتا ہوں مگر بات یہ ہے کہ اس میں احتیاط اولیٰ ہے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اگر وہ شوہر کے گاؤں کی آبادی میں داخل ہو کر پھر لوٹ گئی تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر آبادی میں داخل نہیں ہوئی تھی طالقہ ہو جانا چاہئے[1] یہ محیط میں ہے اگر عورت سے کہا کہ اگر تو میری کوٹھری سے نکلی تو تو طالقہ ہے پھر عورت کوٹھری سے باہر فقط احاطہ تک نکلی تو طلاق واقع ہوگی اور فقط اگر تو نکلی ہو کہا ہو تو واقع نہ ہوگی الا محلّہ میں نکلنے سے واقع ہوگی اور فتویٰ اس پر ہے کہ دونوں صورتوں میں واقع نہ ہوگی الا جبکہ محلّہ میں نکلے اگرچہ بزبان فارسی[2] بولا ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں ہے اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس دار کے دروازہ سے نکلی تو تو طالقہ ہے پس وہ چھت پر چڑھی اور پڑوسی کے گھر اتری تو حانث نہ ہوگا یعنی طلاق واقع نہ ہوگی اور یہی اصح[(۱)] ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس چھت پر چڑھی تو تو طالقہ ہے پھر وہ سیڑھی کے فقط چند اوٹوں پر چڑھی:

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس سیڑھی پر چڑھی یا اپنا پاؤں اس پر رکھا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اپنا ایک پاؤں اس پر رکھا تھا کہ اس کو یاد آ گیا پس وہ لوٹ پڑی تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر مرد نے کہا کہ اگر میں نے اپنا قدم اس دار میں رکھا تو تو طالقہ ہے پس اپنا ایک قدم اس میں رکھا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ دار میں قدم رکھنا یہ کنایہ داخل ہونے سے ہو گیا ہے بخلاف ماتقدم کے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی تو تو طالقہ ہے اگر تو نے اپنا قدم کوچہ میں رکھا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کوچہ میں اپنا قدم رکھا[3] تو طالقہ ہو جائے گی ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اس چھت پر چڑھی تو تو طالقہ ہے پھر وہ سیڑھی کے فقط چند اوٹوں پر چڑھی تو طالقہ نہ ہوگی اور یہی مختار ہے اس واسطے کہ وہ چھت پر نہیں چڑھی ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے ایک عورت اپنے دار سے پڑوسی کی چھت پر نکل جاتی ہے پس اس کے شوہر کو غصہ آیا اور کہا کہ اگر تو اس دار سے پڑوسی کے گھر کی چھت پر نکل گئی یا دروازے سے نکلی تو تو طالقہ ہے پھر وہ دوسرے پڑوسی کی چھت کی طرف نکلی تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ مقدمہ پہلے نہ ہو چکا ہو تو حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ لفظ عام ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے ایک عورت کوٹھری میں بیٹھی

---

[1] اقول شاید اس صورت میں کہ شوہر کی کچھ نیت نہ ہو اور اگر مراد یہ تھی کہ تین روز میں شوہر کے گھر آ جائے تو ہر حال میں مطلقہ ہونی چاہئے جبکہ شوہر کے گھر میں نہ آئی ہو اور ہمارے عرف میں یہ معنی متعین ہیں جبکہ عرف مقدم ہو اور بظاہر لفظ تو قول ابو اللیثؒ اظہر ہے واللہ اعلم۔

[2] قال المترجم: زبان فارسی میں کہنے سے تو کسی صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی الا جبکہ محلّہ میں نکلے پس یہ لفظ کچھ ترقی کے واسطے نہ ہوگا بلکہ محض بیان ہے ہاں اردو و عربی دونوں یکساں ہیں علیٰ ما اری واللہ اعلم۔

[3] قال المترجم ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ خواہ اس نے نکلنے کے قصد سے رکھا یا یوں رکھا کہ دروازہ کے اندر سے بڑھا دیا بہر حال طالقہ ہوگی مگر ہمارے عرف میں اول صورت میں واقع ہوگی۔

(۱) وہذا علی خلاف ما لعرف۔

روتی تھی پس شوہر نے اپنے خسر سے کہا کہ اگر تیری بیٹی اس کوٹھری سے نکل کر باہر جا کر وہاں نہ روئی تو وہ طالقہ ہے پھر عورت نکلی اور اپنی کوٹھری میں جا کر رونے لگی تو فقیہ ابواللیثؒ نے فرمایا کہ اگر اس کا کوٹھری میں رونا کوئی سنتا ہوتو رونے پر طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ شوہر نے اس کو رونے سے اسی واسطے منع کیا تھا اور اگر ایسا نہ ہوتو بعد اس کے وہ اپنے رونے پر طالقہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نوازل میں ہے کہ شیخ ابوجعفرؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے اپنی عورت کی طلاق کی قسم کھائی اگر وہ اس دار سے نہ نکلے اور اس دار کے پہلو میں ایک کھنڈل تھا کہ اس کا راستہ شارع عام کی طرف کھلا تھا اور مرد نے اس کھنڈل کا شارع عام کا راستہ بند کر کے اپنے دار میں ایک کھڑکی اس کھنڈل کی طرف چھوڑ دی تھی بغرض منفعت کے پھر یہ عورت اس کھڑکی سے باہر نکلی تو شیخ نے فرمایا کہ اگر یہ کھنڈل اس کے دار سے چھوٹا ہوتو مجھے امید ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے عورت سے کہا کہ اگر تو اس دار سے نکلی تو تو طالقہ ہے پھر عورت اس دار کے اندر باغ انگور میں جس کے چاروں طرف دیوار ہے داخل ہوئی پس اگر یہ باغ اس دار میں شمار ہو کہ دار کے بیان کرنے سے باغ مذکور فہم میں آ جاتا ہوتو حانث نہ ہوگا اور اگر شمار نہ ہوا اور نہ مفہوم ہوتا ہوتو حانث ہوگا اس واسطے کہ پہلی صورت میں باغ مذکور اسی دار میں ہے اور دوسری صورت میں نہیں ہے اور دار میں جب ہی شمار ہوگا اور جب ہی دار کے ذکر سے مفہوم ہوگا کہ جب وہ بڑا[1] نہ ہو یا اس کا دروازہ غیر دار مذکور کی طرف نہ ہوتو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک عورت اپنے والد کے گھر کی طرف گئی جس کا گھر دوسرے گاؤں میں ہے اور اس کا شوہر اس کے پیچھے گیا اور جا کر عورت سے کہا کہ میرے گھر لوٹ چل پس اس نے انکار کیا پس شوہر نے قسم کھائی کہ اگر تو اس رات میرے گھر نہ گئی تو تجھے طلاق ہے پس عورت شوہر کے ساتھ نکلی اور شوہر اس کو فجر طلوع ہونے سے پہلے اپنے گھر لے آیا تو علماء نے فرمایا کہ اگر اکثر رات[2] وہ اسی گاؤں میں تھا تو اس کے حانث ہونے کا خوف ہے اور اگر اکثر رات گزرنے سے پہلے چلی ہوتو امید ہے کہ وہ حانث نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ اگر رات گزرنے سے پہلے وہ شوہر کے ساتھ چلی آئی تو وہ حانث نہ ہوگا ایک عورت اپنے باپ کے گھر شوہر کے ساتھ تھی پس شوہر نے اس سے کہا کہ تو میرے ساتھ چل پس عورت نے انکار کیا پس شوہر نے اس سے کہا کہ اگر تو میرے ساتھ نہ گئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس شوہر نکلا اور عورت بھی اس کے پیچھے نکلی اور شوہر سے پہلے اس کے گھر پہنچی تو علماء نے فرمایا کہ اگر شوہر سے اتنی دیر بعد نکلی کہ یہ اس کے ساتھ نکلنا نہیں شمار کیا جاتا ہے تو مرد حانث ہو جائے گا ایک مرد نے اپنی بیوی سے اس کے نکلتے وقت کہا کہ اگر تو میرے گھر واپس آئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس عورت بیٹھ گئی اور دیر تک نہ نکلی پھر نکلی پھر واپس آئی پس شوہر نے کہا کہ میں نے فی الفور نیت کی تھی تو بعض نے فرمایا کہ قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور بعض نے کہا کہ تصدیق ہوگی اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو جماع کے واسطے بلایا اور اس نے انکار کیا پس شوہر نے کہا کہ ایسا کب ہوگا اس نے کہا کہ کل کے روز پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نے یہ امر جو مراد ہے کل کے روز نہ کیا تو تو طالقہ ہے پھر دونوں اس کو بھول گئے یہاں تک کہ کل کا روز گزر گیا تو وہ حانث نہ ہوگا اگر عورت سے اس کے باپ کے گھر ہونے کی حالت میں کہا کہ اگر تو آج کی رات میرے گھر حاضر نہ ہوئی تو تو طالقہ ہے پھر اس کے باپ نے اس کو حاضر ہونے سے روکا تو طالقہ ہو جائے گی اور یہی مختار ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔ ایک مرد کے سامنے ایک عورت چادر میں لپٹی ہوئی تھی پس اس سے کہا گیا کہ یہ لپٹی ہوئی عورت تیری بیوی ہے پھر اس سے کہا کہ تو

(۱) پائیں باغ۔

(۲) آدھی سے زیادہ۔

تین طلاق کی قسم کھا اگر تیری کوئی بیوی اس کے سوائے نہ ہو پس اس نے تین طلاق کی قسم کھائی کہ میری کوئی بیوی سوائے اس کے نہیں ہے یعنی اگر ہو تو اس پر تین طلاق ہیں حالانکہ یہ لپیٹی ہوئی عورت ایک اجنبیہ عورت تھی اس کی بیوی نہ تھی تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور فتویٰ اس امر پر ہے کہ قضاءً اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور اسی طرح اگر بلخ میں ایک عورت سے نکاح کیا پھر یہ عورت بغیر اس کے علم کے ترمذ کو چلی گئی پھر عورت کے شوہر نے قسم کھائی کہ اگر ترمذ میں اس کی کوئی بیوی ہو تو وہ طالقہ ہے تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔

ایک مرد نے چاہا کہ ایک عورت سے نکاح کرے اور عورت کے لوگوں نے اس مرد کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا اس واسطے کہ اس کی دوسری بیوی موجود تھی پھر یہ مرد اپنی پہلی بیوی کو اپنے ساتھ مقبرہ میں لے جا کر بٹھلا آیا پھر اس عورت کے لوگوں سے کہا کہ میری ہر بیوی سوائے اس کے جو مقبرہ میں ہے بسہ طلاق طالقہ ہے پس ان لوگوں نے گمان کیا کہ اس کی کوئی بیوی زندہ نہیں ہے پس اس کے ساتھ نکاح کر دیا تو نکاح صحیح ہوگا اور وہ حانث بھی نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ اگر ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو کل کے روز میرا انگر کھانہ لائی تو تو طالقہ ہے پس عورت نے دوسرے یہ انگر کھا ایک آدمی کے ہاتھ بھیج کر پہنچا دیا پس اگر شوہر نے اپنے پاس پہنچ جانے کی نیت کی ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر یہ نیت کی ہو کہ عورت خود لائے یا کچھ نیت نہ ہو تو حانث ہو جائے گا یہ تمرتاشی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ تیری بیوی پر طلاق ہے اگر تو نے میرا قرضہ ادا نہ کیا پس قرضدار نے کہا کہ نَعَم پس قرضخواہ نے اس سے کہا کہ یوں کہہ نعم یعنی ہاں پس اس نے کہا کہ نعم یعنی ہاں اور اس کے جواب کا قصد کیا تو قسم لازم ہوگی اگر چہ قول واس کے جواب کے درمیان انقطاع پایا گیا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک مرد نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر تیرے مجھ پر ہزار درہم ہوں پس مدعی نے کہا کہ اگر تیرے اوپر میرے ہزار درہم نہ ہوں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر مدعی نے اپنے حق پر گواہ قائم کئے اور قاضی نے موافق شرع اس کے گواہوں پر ہزار درہم ہونے کا حکم دے دیا تو مدعا علیہ اور اس کی بیوی کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمدؒ سے دو روایتوں میں سے ایک روایت یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے پھر اگر مدعا علیہ نے اس کے بعد گواہ قائم کئے کہ میں نے مدعی مذکور کے دعویٰ سے پہلے اس کو ہزار درہم ادا کر دیئے ہیں تو مدعا علیہ واس کی بیوی کے درمیان قاضی کا تفریق کرنا باطل ہو جائے گا اور مدعی کی بیوی طالقہ ہو جائے گی بشرطیکہ مدعی کے زعم میں یہ ہو کہ مدعا علیہ پر ان ہزار درہموں کے سوائے اس کے اور کچھ نہ تھے اور اگر مدعی نے اس امر کے گواہ قائم کئے کہ مدعا علیہ نے ہزار درہم کا اقرار کیا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اس مدعا علیہ واس کی بیوی کے درمیان تفریق نہیں کرے گا اور ہمارے مولاناؒ نے فرمایا کہ یہ مشکل ہے اس واسطے کہ جو امر گواہوں سے ثابت ہو وہ مثل آنکھوں کے مشاہدہ سے ثابت ہونے کے ہے اور قاضی آنکھوں سے مدعا علیہ کا ہزار درہم کا اقرار مدعی کے لئے معائنہ کرتا تو مدعا علیہ واس کی بیوی کے درمیان تفریق کرتا واللہ اعلم یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے مجھے شتم کیا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اس پر لعنت کی تو طالقہ ہو جائیگی:

اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے مجھے گالی کی بری باتیں کہیں تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اس پر لعنت کی تو ایک طلاق واقع ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور نوازل میں لکھا ہے کہ فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت نہ دے تو طالقہ نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ اے گدھے والے جاہل والے بیوقوف تو طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ گالی نہیں یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے مجھے شتم کیا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اس پر لعنت کی

تو طالقہ ہو جائے گی یہ ظہیریہ میں ہے عورت سے کہا کہ اگر تو نے میری ماں کو شتم کیا یا بدی کے ساتھ اس کا ذکر کیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت سے کہا کہ تیری ماں سلام علیک تھی پس عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تیری ماں پس اگر یہ قسم بلخ میں یا اور ایسے شہر میں تھی جہاں سوال کرنے والے و مانگنے والے کو سلام علیک کہتے ہیں تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی اور شہر ہائے ماوراء النہر وغیرہ جن میں اس لفظ کو شتم نہیں سمجھتے ہیں اور نہ بدی سے یاد کرنا جانتے ہیں وہاں ایسے لفظ سے حانث نہ ہوگا عورت و مرد کے درمیان مرد کی بہن کی بابت کچھ جھگڑا ہوا پس شوہر نے عورت سے کہا کہ اگر تو نے میری بہن کو میرے سامنے گالی دی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر ایک روز آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی اس کی بہن سے جھگڑتی اور اس کو گالی دیتی ہے پس شوہر نے اس کی گالی سنی کہ اس نے شوہر کی بہن کو دی اور عورت اپنے شوہر کو دیکھتی تھی تو طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ شوہر کے سامنے اس کو گالی دی ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے کسی کو گالی دی تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس نے ایک مردے کو گالی دی تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھ کو قذف کیا یعنی زنا کی تہمت لگائی تو تو طالقہ ہے پھر اس کو کہا کہ اے چھنال کی بچی تو طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ عرف میں اس کو اسی عورت کا قذف کرنا شمار کرتے ہیں اگرچہ درحقیقت یہ اس کی ماں کا قذف کرنا ہوتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مسلمان سفلہ نہیں ہوتا ہے اور سفلہ کافر ہی ہوتا ہے:

اگر بولا کہ تو نے مجھے قذف کیا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے مرد کو کہا کہ اے چھنال کے بچے تو طلاق نہ پڑے گی اور فقیہ نے فرمایا کہ لیکن ہمارے زمانہ میں واقع[1] ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے مرد کو اس کی بیوی نے کہا کہ اے سفلہ پس مرد نے کہا کہ اگر میں سفلہ ہوں تو تو طالقہ ہے اس سے مرد کی مراد تعلیق ہے یعنی اگر ایسا ہو تو ایسا ہے اور اس کے کہنے کا بدلہ دینا نیت میں نہ تھا تو اگر وہ سفلہ نہ ہو تو طالقہ نہ ہوگی اور مشائخ نے سفلہ کے معنی میں گفتگو کی ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ مسلمان سفلہ نہیں ہوتا ہے اور سفلہ کافر ہی ہوتا ہے اور اسی پر فتویٰ[2] ہے یہ فتاویٰ[(1)] کبریٰ میں ہے اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ سفلہ وہ آدمی ہے کہ اپنے قول میں کچھ مبالات[(2)] نہ کرے اور جو اس کو کہا جائے اس کی بھی کچھ پروا نہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے عورت نے مرد کو کہا کہ اے کشخان پس مرد نے کہا کہ اگر میں کشخان ہوں تو تو طالقہ ہے اور تعلیق کی نیت کی تو شیخ ابو عصمہ مروزی نے فرمایا کہ کشخان اس کو کہتے ہیں کہ یہ سنے کہ کسی نے اس کی عورت کی طرف بدی کے ساتھ دست درازی کی اور پھر کچھ پروا نہ کرے اور اگر اس نے عورت کو سزا دی تو کشخان نہیں ہے عورت نے اپنے مرد کو کہا کہ اے بغاک یا اے قلتبان[3] پس کہا کہ اگر میں بغاک ہوں یا اگر میں قلتبان ہوں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس اگر شوہر نے اس سے عورت کی گفتگو کے بدلہ دینے کی نیت کی ہو کہ جس کو فارسی میں

---

[1] اور ایسا ہی مترجم کے نزدیک ہماری زبان میں بھی واقع ہوگی۔

[2] فتویٰ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یرغب عن ملة ابراهيم الا من سفه نفسه یعنی جو کوئی دین حق سے منحرف ہو وہی سفیہ ہے تو ایماندار سفیہ نہ ہوگا لیکن اشکال یہ کہ کیونکر معلوم ہوا کہ یہ شخص ایماندار ہے کیونکہ ایمان تو قول میں ہوتا ہے ہاں بظاہر مسلمان ہے جواب یہ کہ اول تو اس نے دین حق سے منہ نہیں موڑا پس سفیہ نہ ہوا اور دوم یہ کہ حقیقت سوائے حق تعالیٰ کے معلوم نہیں تو بھی طلاق نہ پڑے گی فافہم۔

[3] قال المترجم: القرطبان والقلتبان واحد وقلتبان فارسیہ اور ترکیہ واللہ اعلم۔

(1) بنابریں طلاق نہ پڑے گی۔

(2) یعنی جھوٹ سچ جو چاہے سو بکے۔

خشم راندن کہتے ہیں تو کہتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی خواہ شوہر ایسا ہو جیسا عورت نے کہا ہے یا نہ ہو اور اگر شوہر نے اس سے تعلیق طلاق کی نیت کی ہو تو تاوقتیکہ شوہر ایسا نہ ہوگا طلاق واقع نہ ہوگی اور بغاک یا قلتبان ایسے مرد کو کہتے ہیں جو اپنی بیوی کی بدکاری پر واقف ہو اور اس پر راضی ہو اور اگر شوہر کی اس سے کچھ نیت نہ ہو تو بعضے مشائخ نے اس کو مکافات یعنی بدلہ دینے پر محمول[1] کیا ہے اور بعض نے اس کو تعلیق پر محمول کیا ہے اور بعض نے فرمایا کہ اگر حالت غضب میں اس نے کہا تو مکافات پر محمول ہوگا اس واسطے کہ یہی ظاہر ہے اور اگر غیر حالت غصہ میں کہا تو تعلیق پر محمول ہوگا اس واسطے کہ یہی ظاہر ہے اور اگر عورت نے مرد کو کہا کہ تو قرطبان ہے پس شوہر نے کہا اگر تو نے جانا کہ میں قرطبان ہوں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے تو طالقہ نہ ہوگی جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے جانا کہ تو قرطبان ہے تو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر میں ''کوسہ'' ہوں تو طالقہ ہے اور ہمارے عرف میں کوسہ وہ ہے جس کی داڑھی نہ نکلے:

عورت نے خاوند کو کہا کہ اے کوسج پس اس نے کہا کہ اگر میں کوسہ[2] ہوں تو تو طالقہ ہے اور اس سے تعلیق کی نیت کی تو مختار یہ ہے کہ اگر اس کی داڑھی خفیف غیر متصلہ[3] ہو تو طالقہ ہوگی ورنہ نہیں اس واسطے کہ اسی کو عرف میں کوسہ کہتے ہیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور کوسہ کہ تفسیر میں اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ اگر اس کی داڑھی خفیف ہو تو وہ کوسج ہے یہ خلاصہ وجیز کردری میں ہے وقال المترجم ہمارے عرف میں مشہور یہ ہے کہ کوسہ وہ ہے جس کی داڑھی نہ نکلے والامر علی العرف فافہ۔ معلیٰ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو مجھ سے اسفل یعنی نیچی نہ ہو تو تو طالقہ ہے یہ حسب پر ہے وقال المترجم ہماری زبان میں تامل ہے ہاں اگر یوں کہا جائے کہ اگر تو مجھ سے گھٹ کے نہ ہو تو محتمل ہے کہ حسب پر قرار دیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔ پس اگر مرد بہ نسبت عورت کے حسب میں بڑھ کر ہو تو حانث نہ ہوگا اور اگر عورت بڑھ کر ہوگی تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر امر مشتبہ ہو تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا کہ میں اس سے حسب میں بڑھ کر ہوں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے مجھے شتم کیا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اپنے صغیر بچہ کو جو اس خاوند سے ہے کہا کہ اے بلا[1] بچہ تو دیکھا جائے گا کہ اگر عورت نے یہ لفظ بچہ سے کراہت کر کے کہا ہے تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر بچہ کے والد سے کراہت کر کے کہا ہے تو طالقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے ایک عورت نے اپنے بچہ کو کہا کہ اے بلا بہ زادہ پس شوہر نے کہا کہ اگر وہ بلا بہ زادہ ہے تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے تو اس میں تین صورتیں ہیں یعنی شوہر نے اس کے کلام کا بدلہ دینے کا ارادہ کیا یا تعلیق کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی پس اگر وجہ اول ہو یا ثانی ہو تو اس کا حکم گزرا یعنی فوراً طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر تیسری صورت ہو تو قضاءً طالقہ نہ ہوگی کیونکہ شرط نہ پائی گئی اور اگر عورت جانتی ہو کہ یہ زنا کی پیدائش ہے تو اس پر طلاق واقع ہو جائے گی اس واسطے کہ یہ اس کے حق میں تحقق شرط ہو گیا اور اس کو پھر اس مرد کے ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہے اس واسطے کہ وہ مطلقہ بہ طلاق ہو گئی یہ تجنیس میں ہے اور اگر عورت نے ایسا لفظ اس وجہ سے کہا کہ طفل مذکور کی کوئی بات اس کو بری معلوم ہوئی ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے قلت یہ جملہ اس مقام پر اچھے موقع سے نہیں ہے فافہم۔

---

[1] بلا بہ زنا کی پیدائش اور بلا بچہ اس کی تصغیر ہے۔

(۱) پس طلاق پڑ جائے گی۔

(۲) معرب کوسہ جس کی داڑھی نہ نکلے۔

(۳) یعنی ہلکی چھدری۔

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تیرے بھائی سے تیرا حال ہر قبح کے ساتھ جو دنیا میں ہے نہ کہا یعنی دنیا بھر کے قبح تجھ میں تیرے بھائی سے نہ کہے تو تو طالقہ ہے تو یہ قسم تین قسم کی قبح وفواحش پر واقع ہوگی پس اگر عورت کے تین نوع کے قبح بیان کر دیئے تو قسم میں سچے ہونے کی شرط متحقق ہوگئی پس چاہئے کہ اس کے بھائی سے بعد بیان کرنے کے اسی وقت کہہ دے کہ میں نے اس واسطے تجھ سے بیان کر دیئے کہ میں نے قسم کھائی تھی ورنہ وہ ان باتوں سے بری ہے یہ خلاصہ میں ہے اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر اس سے قبل اس سے کہا ہو تو نہیں جائز ہے اس واسطے کہ اس کے بعد کوئی قول قبیح نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک شخص نے اپنے بھائی و بہن سے جھگڑا کیا اور پھر فارسی میں دونوں سے کہا کہ اگر من شمارا بکون خراندرنہ کنم زن مرا طلاق یعنی اگر میں تم دونوں کو گدھے کی گانڈ میں نہ کردوں تو میری بیوی پر طلاق ہے تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ ایسے لفظ سے قہر وغلبہ مراد ہوتا ہے پس وہ حانث[(۱)] نہ ہوگا تاوقتیکہ وہ دونوں نہ مرجائیں یا یہ قسم کھانے والا نہ مرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور بعض نے کہا کہ فی الحال حانث ہو جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ مس السماء[۲] کے مسئلہ میں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور بعض نے فرمایا کہ فی الحال حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ عجز متحقق ہے الا آنکہ اس نے اس کلام سے قہر وغلبہ دونوں کے تنگ کرنے کی نیت کی ہو تو ایسی حالت میں اس کی نیت صحیح ہوگی اور حانث نہ ہوگا یہاں تک کہ قسم کھانے والا وہ دونوں مرجائیں قبل اس کے کہ جو اس نے نیت کی ہے وہ کرے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ کبریٰ اور محیط وتجنیس وفتاویٰ قاضی خان وخلاصہ میں ہے۔

اپنی بیوی سے کہا کہ: ان لم ازن منك السنجات فانت طالق ثلثا :

اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھے غصہ میں کر دیا تو تو طالقہ ہے پس عورت کے کسی بچہ کو مارا پس عورت غصہ میں آئی تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس کو کسی ایسے فعل پر مارا ہے کہ ایسے فعل پر مارنا وادب دینا چاہئے تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر ایسے فعل پر مارا کہ اس پر مارنا وتادیب کرنا نہ چاہئے تو طالقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور میرے والد سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد نے حالت غضب میں اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تیری ہڈیاں نہ توڑ دیں اور تیرا گوشت نہ پھاڑا تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے تو فرمایا کہ اگر اس کو ایسا مارا کہ قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہل سکے تو حانث نہ ہوگا اور یہ کلام کنایہ ومجاز ضرب شدید سے ہے اور تیز سوال کیا گیا کہ ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ ان لم ازن منك السنجات[۳] فانت طالق ثلثا یعنی اگر تجھ[(۲)] سے پتھر نہ تلواؤں[(۳)] تو تو طالقہ بسہ طلاق ہے تو فرمایا کہ اگر اس کو سخت اذیت دی اور ہر امر میں اس سے مناقشہ کیا تو حانث نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں آج کے روز تیرے بچہ کو ایسا نہ ماروں کہ وہ دو ٹکڑے ہو جائے تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر اس کو زمین پر دے مارا مگر وہ نہ پھٹا تو بسہ طلاق طالقہ ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

---

۱ یعنی اگر عورت کے بھائی سے پہلے ہی کہہ دیا کہ عورت سب قبح سے بری ہے مگر میں قسم کی وجہ سے بیان کرتا ہوں تو نہیں جائز ہے۔

۲ قولہ مس السماء یعنی آسمان چھونا اور صورت یہ کہ ایک شخص نے بیوی سے کہا کہ اگر میں آسمان نہ چھوؤں تو تو طالقہ ہے یا مانند اس کے جس میں آسمان چھونے کی شرط ہو اور یہ کتاب الایمان میں مذکور ہے بیان بمناسبت طلاق ایسی صورت ذکر کی گئی۔

۳ جمع سنجہ معرب سنگ یعنی باٹ۔

۴ یعنی تجھ کو تلا ہوا نہ رکھوں۔

(۱) یعنی فی الفور واقع ہونا ضروری نہیں بلکہ آخر عمر تک کسی وقت ہونا ضروری ہے پس وہ حانث نہ ہوگا۔

(۲) جیسے کہتے ہیں کہ اگر تجھے لوہے کے چنے نہ چبواؤں۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھے ایسا نہ ماروں کہ تجھے نہ زندہ و نہ مردہ چھوڑوں تو تو طالقہ ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ قسم سخت شدید تکلیف دہ مارنے پر واقع ہوگی پس اگر ایسا کیا تو قسم سچی ہو جائے گی اور اگر یہ قید لگائی کہ یہاں تک کہ تو موت مارے یا بیمار پڑ جائے یا تو فریاد مانگے تو جب تک حقیقۃً یہ باتیں نہ پائی جائیں تب تک قسم میں سچا نہ ہوگا اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھے بغیر جرم مارا تو تو طالقہ ہے پس عورت نے دستر خوان کی روٹی پر پیالہ رکھ دیا کہ وہ جھکا اور مرد کے پاؤں پر شوربا گرا جس سے اس کو ضرر پہنچا پس مرد نے اس کو مارا تو حانث نہ ہوگا اگرچہ عورت سے بغیر قصد ایسا واقع ہوا ہے اس واسطے کہ عورت احکام دنیویہ میں اپنی خطا پر ماخوذ ہے مگر ہاں گناہ اس کے ذمہ سے ساقط ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے کسی دوسرے مرد کی بہت سخت دردناک ماردی پس مار کھانے والے نے کہا کہ اگر میں اس کی سزا نہ کروں تو میری بیوی طالقہ ہے پھر ایک زمانہ گزر گیا اور اس نے بدلہ نہ لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ قسم شرعی بدلے قصاص وارش وتعزیر وغیرہ پر واقع نہ ہوگی بلکہ فقط برائی پہنچانے پر واقع ہوگی خواہ کسی طرح ہو پس اگر بطور برائی پہنچانے کی نیت کی ہو تو فی الفور پر اور اگر یہ نیت نہ کی ہو تو مطلقاً کسی وقت برائی پہنچانے پر واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ ضرور میں تجھ کو ماروں گا حتیٰ کہ تجھ کو قتل کر دوں گا یا مردہ اٹھائی جائیگی ورنہ تو طالقہ ہے:

مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر دوسرے سے یوں کہا کہ اگر میں آج تجھ سے وہ نہ کروں جو کرنا چاہئے تو میری بیوی طالقہ ہے پھر یہ روز گزرا حالانکہ اس کے حق میں کچھ نیکی و بدی نہ کی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کے حق میں اس نے وہ کیا جو کرنا چاہئے اور وہ عفو ہے لیکن اگر اس نے کہا کہ میری مراد اس سے ضرب وشتم تھی تو ایسا نہ کرنے کی صورت میں وہ حانث ہو جائے گا اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ اگر تجھ کو خون کے اندر[1] نہ کروں تو تو طالقہ ہے پس اس کی ناک میں مارا کہ خون جاری ہوا اور اس کے کپڑے بھر گئے تو قسم سچی ہوگئی بشرطیکہ اتنی ہی اس کی مراد ہو اس واسطے کہ ظاہر یہ ہے کہ بالکل خون میں ڈبو دینا مراد نہیں ہے اور اگر کہا کہ اگر اس کو چوکوتر کستان نہ کر دوں تو تو طالقہ ہے تو فرمایا کہ اس طرح سچا ہو سکتا ہے کہ اس کو چوپالوں پر بہت سے ترک مسلط کر دے اور اگر عورت[(۱)] سے کہا کہ اگر کل میں تیرے ساتھ وہ نہ کروں جو کتا آٹے کی تھیلی سے کرتا ہے تو تو طالقہ ہے تو جس سے کہا ہے اس کے کپڑے کچھ نوچ کر اس کو کھینچ کر زمین پر ڈال دے تو قسم میں سچا ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے معلی نے کہا کہ میں نے امام محمدؒ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ ضرور میں تجھ کو ماروں گا حتیٰ کہ تجھ کو قتل کر دوں گا یا مردہ اٹھائی جائے گی ورنہ تو طالقہ ہے اور اس کی کچھ نیت نہیں ہے تو فرمایا کہ اگر عورت کو سخت شدید ضرب سے مارا تو قسم میں سچا ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے ایک نے بیوی سے کہا کہ اگر تو مجھ سے نزدیک[(۲)] ہوئی تو تو طالقہ ہے پس اس کے بچہ کو مارا پس عورت نزدیک آئی تا کہ مار سے بچا دے پس اگر اتنا قریب ہوگئی کہ اگر اپنا ہاتھ بڑھاتی تو دونوں کو الگ کر دیتی تو حانث ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے۔ اپنے غلام سے کہا کہ اگر مجھے تجھ سے لقاء حاصل ہوئی پس میں نے تجھے نہ مارا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر غلام کو میل بھر پر دیکھا یا کسی کوٹھے کی چھت پر دیکھا کہ اس تم پہنچ نہیں سکتا ہے تو حانث نہ ہو تو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

شیخ ابوالحسنؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد اپنی بیوی کو مارتا تھا پس چند لوگوں نے اس کو بچانا چاہا پس اس نے کہا کہ اگر تم

---

[1] یعنی تجھے خون میں نہ لتھاڑ دوں بشرطیکہ یہ مراد ہو۔

(۱) یا کسی دوسرے سے یہ کہا۔

(۲) اور اگر حقیقۃً یہی نیت ہو تو کوئی صورت نہیں ہے۔

مجھے اس کے مارنے سے روکو تو یہ بسہ طلاق طالقہ ہے پس عورتوں نے اس کو روکا مگر وہ باز نہ آیا اور عورتوں کو روکا گیا تو فرمایا کہ وہ بسہ طلاق طالقہ ہو جائے گی اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھے ایذا دی تو تو طالقہ ہے پھر ایک باندی خرید کر اس کو اپنے تصرف میں لایا پس اگر قسم وقت ایسی کوئی حالت ہو جو ایسی ایذا کے معنی پر دلالت کرے جو اس فعل کے علاوہ طور پر ہو تو طالقہ نہ ہو گی اس واسطے کہ ایذا اور معنی پر ہو گی ورنہ طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ عورت اس کو ایذا شمار کرتی ہے حتیٰ کہ اگر یہ عورت اس کو ایذا شمار نہ کرتی ہو تو طلاق نہ واقع ہو گی عورت سے کہا کہ تو مجھے دوست نہیں رکھتی ہے عورت نے کہا کہ اگر میں تجھے دوست نہیں رکھتی ہوں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس شوہر نے فارسی میں کہا کہ خودتوئی یعنی خود تو ہی ہے پس اگر دونوں کے الگ ہونے سے پہلے عورت نے کہا کہ میں تجھے دوست نہیں رکھتی ہوں تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عورت کچھ کہنے سے پہلے مرد کو چھوڑ کر الگ ہو گئی تو طلاق واقع نہ ہو گی اس واسطے کہ قولہ خودتوئی اسی طلاق معلق بشرط کی جانب راجع ہو گا پس شوہر نے گویا یہ کہا کہ بلکہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے اگر تو مجھے دوست نہ رکھتی ہو مرد نے اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلایا پس عورت نے کہا کہ تو مجھے کیا کرے گا تجھے فلاں عورت کافی ہے ایک عورت اجنبیہ کا نام لیا پس شوہر نے کہا کہ اگر میں اس کو چاہتا ہوں تو تو طالقہ ہے تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ جب تک شوہر یہ نہ کہے کہ میں اس کو چاہتا ہوں تب تک اس کی بیوی طالقہ نہ ہو گی اگرچہ اس کو دوست رکھتا ہو اس واسطے کہ طلاق اس کی محبت کی خبر[1] دینے پر معلق ہے عورت سے کہا کہ اگر تو میرے نزدیک خاک سے زیادہ اہون نہ ہو تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس اگر عورت سے ایسی اہانت کی جو بہت اہانت شمار کی جاتی ہے تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ عورت اس کے نزدیک خاک سے زیادہ اہون ہوئی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر تیرا سوت کام میں لاؤں تو تو طالقہ ہے پھر اس کے کاتے سوت کا کپڑا پہنا:

شیخ ابو القاسم سے دریافت کیا گیا کہ کچھ عورتیں متفق ہوئیں کہ اپنے واسطے اور دوسرے کے واسطے بھی سوت کاتتی تھیں پس ایک عورت کا شوہر غصہ ہو گیا اور کہا کہ اگر تو نے کسی کے واسطے سوت کاتا یا تیرے واسطے کسی نے کاتا تو تو طالقہ ہے پھر ان میں سے ایک عورت نے اس عورت کے گھر روئی بھیجی تاکہ سوت کات دے پس اس عورت کی ماں نے اس کو کاتا تو فرمایا کہ اگر ان عورتوں کی عادت ہو کہ ہر ایک خود ہی سوت کاتتی ہو تو جب تک خود نہ کاتے تب تک طالقہ نہ ہو گی یہ محیط میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر تیرا سوت اپنے کام میں لاؤں یا میرے کام میں آئے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اپنا سوت کسی دوسری عورت کے سوت سے بدل لیا یا اپنے سوت کا کپڑا دوسری عورت کے سوت کے کپڑے سے بدل لیا پس شوہر نے اس کو پہنا تو ابو بکر بلخی نے فرمایا کہ وہ اپنی قسم میں حانث نہ ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر شوہر نے اس کے سوت کا جال بنایا اس سے شکار کیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ اس کو اس نے اپنے لائق کام میں استعمال کیا ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر کہا کہ اگر تیرا سوت کام میں لاؤں تو تو طالقہ ہے پھر اس کے کاتے سوت کا کپڑا پہنا تو شیخ ابو بکر نے فرمایا کہ حانث نہ ہو گا پھر پوچھا گیا کہ اگر اس نے یوں کہا کہ میرے کام میں آئے تو فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ حانث ہو جائے گا ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تیرا کاتا سوت میرے بدن پر آئے تو تو طالقہ ہے پھر اس نے اپنا ہاتھ عورت کے کاتے ہوئے سوت پر رکھا یا اس کے سوت سے کپڑا سی کر پہنا یا اس کے سوت کے مرفقہ سے تکیہ لگایا یا اس کے سوت کے بچھونے پر سویا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کی قسم خاصۃً پہننے پر واقع ہو گی اور ان صورتوں میں

---

[1] قولہ خبر دینے پر اقول اس نے یوں نہیں کہا کہ میں اس کی محبت اظہار کروں بلکہ دل سے چاہنا مقصود ہے پھر اس جواب میں تردد ہے لیکن قضاءً جب تک ظاہر نہ کرے تب تک حکم نہیں ہو سکتا فافہم۔

وہ حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اگر یہ میرا کپڑا میرے تن پر آئے تو میری بیوی طالقہ ہے اور یہ کپڑا ایک قمیص تھی پس اس کو اپنے کندھے پر ڈال لیا تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کی قسم بطور عادت[ا] اس کے پہننے پر[1] واقع ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے عورت سے کہا کہ اگر ریسمان تو باکر آید یعنی تیرا سوت کام میں آئے یا بسودوزیاں من اندر آید یعنی میرے نفع ونقصان میں آئے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اس سوت کو بیچ کر داموں سے پالودہ خریدا اور اپنے شوہر کو پلایا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ خود سوت یا اس کا ثمن مرد کے سودوزیاں میں نہیں آیا اس واسطے کہ سودوزیاں میں آنا اس کی ملک میں داخل ہونے سے عبارت ہے اور یہ بات پائی نہ گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت سے کہا: اگر رشتہ تو یا کار کردہ تو بسودوزیاں من اندر آید تو بسہ طلاق طالقہ ہستی:

فارسی میں عورت سے کہا کہ اگر رشتہ تو یا کار کردہ تو بسودوزیاں من اندر آید تو بسہ طلاق طالقہ ہستی پس عورت نے سوت کات کر خود پہنا اور اپنے بچوں کو پہنایا تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر اپنے شوہر کا قرضہ ادا کیا تو بھی طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ ملک شوہر میں داخل نہ ہوا اور اگر عورت اس کے گھر کی روٹی وسالن وغیرہ کے کام میں لائی تو بھی طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ حانث ہونے کی شرط نہ پائی گئی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ اگر من تراپوشاتم از کار کردہ خویش تو طالقہ ہستی پھر عورت اپنے شوہر کے پاس سوت لے گئی کہ اجرت پر اس کو بن دے پس شوہر نے اجرت لے لی اور بن دیا پھر عورت نے اس کو پہنا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ خود عورت کی کمائی ہے نہ شوہر کی اور اگر روئی شوہر کی ہو تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ حانث ہونے کی شرط یہ ہے کہ پہنائے اور یہ پائی نہ گئی اور اسی طرح اگر کپڑا مرد کا ہو اور بدوں اس کی اجازت کے عورت نے پہنا تو بھی حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ پہنانا پایا نہ گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو نے اپنا ہاتھ تکلے پر رکھا تو تو طالقہ ہے پس عورت اپنا ہاتھ تکلہ پر رکھا مگر کاتا نہیں تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر بیوی سے کہا درحالیکہ وہ عورت کا کاتا کپڑا خود پہنے تھا آن جامہ کہ پوشیدہ ام در یدہ گذشت اگر از غزل تو بپوشم پس تو طالقہ ہستی یعنی جو کپڑا میں پہنے تھا وہ پھٹ گیا اور جاتا رہا اگر میں تیرے کاتے ہوئے سوت سے پہنوں تو تو طالقہ ہے پھر جو پہنے تھا وہ نہ اتارا تو اس کی بیوی طالقہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اگر اس کے سوا پہنوں تو تو طالقہ ہے پھر نہ اتارا تو حانث نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا میں تیرا سوت فروخت کروں تو تو طالقہ ہے پھر مرد نے لوگوں کا سوت فروخت کیا جس میں اس کی بیوی کا بھی سوت تھا تو حانث ہو جائے گا اگرچہ وہ اس بات کو نہ جانتا ہو یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے ایک عورت اپنے شوہر کے واسطے قبا قطع کرنا چاہتی تھی پس شوہر نے فارسی میں کہا کہ اگر ایں قبا کہ تو قطع میکنی اکنوں من بپوشم پس تو طالقہ ہستی پھر عورت نے ایک سال کے بعد اس کو قطع کیا اور شوہر نے پہنی تو طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ اس کی قسم بقدر پہننے پر نہ تھی یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔

ایک عورت اپنے شوہر کا مال اٹھا لے جاتی اور ایک عورت کو دیتی تا کہ اس کے واسطے روئی کات دے پس شوہر نے اس سے کہا کہ اگر تو نے میرے مال سے کچھ لیا تو تو طالقہ ہے پھر عورت نے اس کے مال سے کچھ لے کر بقال سے گھر کی ضرورت کی کوئی چیز خریدی یا اس نے گردہ روٹی قرض دی یا اس کی پڑوسن اس کے یہاں روٹی پکاتی تھی اس کا کچھ آٹا کم پڑا تو عورت نے اس کو آٹا دیا اور شوہر اس کو مکروہ نہیں جانتا تھا بلکہ وہی مکروہ جانتا تھا جو وہ سوت کاتنے کے واسطے دیتی تھی پس اگر عادت یہ نہ تھی کہ شوہر کی

[ا] عادت اور کندھے پر ڈالنا اس کا پہننا نہیں ہے۔

(۱) پس طلاق نہ پڑے گی۔

اجازت سے اس کے مال سے عورت ضروریات کی چیزیں خود خریدے تو شوہر حانث ہو جائے گا اور اگر خریدتی ہو تو حانث نہ ہو گا اس واسطے کہ یہ اتفاق ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے ان گیہوں سے نفع اٹھایا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر بیچ کر ان کے ثمن سے نفع اٹھایا تو اپنی قسم میں حانث[۱] نہ ہو گا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک مرد نے ایک سیر گوشت خریدا اس کی بیوی نے کہا کہ یہ سیر بھر سے کم ہے اور اس پر قسم کھائی پس شوہر نے کہا کہ اگر سیر بھر نہ ہو تو تو طالقہ ہے تو یہ گوشت تولنے سے پہلے پکالیا جائے تو مرد و عورت کوئی حانث نہ ہو گا یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے اس کوٹھری کی عمارت بنائی تو میری بیوی طالقہ ہے پس اس کوٹھری کی دیوار جو اس کوٹھری اور پڑوسی کے درمیان ہے گر پڑی پس اس کو بنوایا اور قصد یہ کیا کہ پڑوسی کی کوٹھری کی دیوار بنواتا ہے نہ اس کوٹھری کی تو مشائخ نے فرمایا کہ حانث ہو جائے گا اور اس کی نیت باطل ہے ایک مرد نے کہا کہ اگر میں جھوٹ بولا تو میری بیوی طالقہ ہے پھر اس سے کوئی بات دریافت کی اور اس نے اپنا سر ہلایا مگر جھوٹ[۲] پر تو اپنی قسم میں جھوٹا نہ ہو گا تاوقتیکہ جھوٹ زبان سے نہ بولے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد نے قسم کھائی کہ ایک سال تک کوئی چیز نشہ کی نہ پیئے گا پھر اس نے غیر مجلس شراب میں نشہ کی چیز پی:

ایک مرد نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ مسکر نہ[(۱)] پیے گا پھر اس نے نشہ کی چیز اپنی حلق میں ریختہ کی اور وہ اس کے پیٹ میں چلی گئی پس اگر بغیر اس کے فعل کے پیٹ میں چلی گئی ہے تو حانث نہ ہو گا اور اگر وہ اپنے منہ میں لئے رہا پھر اس کے بعد پی گیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے خمر پی[۳] تو تو طالقہ ہے پھر اس کے خمر پینے پر ایک مرد و دو عورتوں نے گواہی دی تو حد مارنے کے واسطے یہ گواہی قبول نہ ہو گی اور نہ حق طلاق میں مقبول ہو گی اور بعض نے کہا کہ بیوی پر طلاق ہونے کے حق میں مقبول ہو گی اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ ایک مرد نے قسم کھائی کہ ایک سال تک کوئی چیز نشہ کی نہ پیئے گا پھر اس نے غیر مجلس شراب میں نشہ کی چیز پی اور لوگوں نے اس کو نشہ میں دیکھا حالانکہ وہ نشہ کی چیز پینے سے منکر تھا پس ان لوگوں نے قاضی کے یہاں گواہی دی مگر قاضی نے حکم نہ دیا تو شیخ ابوالقاسم نے فرمایا کہ قاضی یہ احتیاط کرے کہ جس نے آنکھ سے پیتے نہیں دیکھا ہے اس کی گواہی قبول نہ کرے اور عورت اپنے نفس کے واسطے یہ احتیاط کرے کہ خلع کرا لے ایک مرد نے دوسرے سے جو کچھ بات کہنا تھی کہا کہ یہ نشہ کی بات ہے اس نے کہا کہ میری بیوی طالقہ ہے اگر میں نے اس کو نشہ سے کہا ہو اور میں نشہ میں نہیں ہوں تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس کا کلام مختلط ہوا اور لوگوں کے نزدیک دوست نشہ شمار کیا جاتا ہو تو اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں مرد اپنی بیوی کو طلاق دے تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر فلاں مذکور کہیں چلا گیا پھر قسم کھانے والے کی بیوی نے گواہ قائم کئے کہ فلاں مذکور نے اپنی بیوی کو میرے شوہر کے قسم کھانے کے بعد طلاق دی ہے تو شیخ ابونصر الدبوسی نے فرمایا کہ ایسے گواہ قبول نہ ہوں گے اور یہی صحیح ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو فلاں کے پاس جا کر اس سے قالین واپس لے کر ابھی میرے پاس اٹھالا اور اگر تو نہ اٹھالائی تو تو طالقہ ہے پھر وہ عورت گئی مگر واپس لینے پر قادر نہ ہوئی پھر اس سے دوسرے روز واپس لیا اور شوہر کے پاس اٹھالائی تو مشائخ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ تو لہ ابھی میرے پاس اٹھالا

۱؎ حانث نہ ہو گا کیونکہ ان گیہوں کی ذات سے نفع اٹھایا جاتا ہے پس یہ قسم خود گندم سے متعلق ہو گی اور اس کی قیمت سے متعلق نہ ہو گی۔

۲؎ یعنی سر کے اشارہ سے اس نے جھوٹ بات بتلائی اور زبان سے نہ کہی۔

۳؎ خمر شراب انگوری بنا بر مشہور قول امام ابوحنیفہؒ و جملہ قسم شراب جو مخامر عقل ہو بنا بر قول دیگر علماء۔

(۱) یعنی ایسی چیز جو نشہ کرتی ہے۔

فی الفور لانے پر تخصیص ہے ایک مست نے اپنی بیوی کو مارا پس وہ گھر سے باہر نکلی پس کہا کہ اگر تو میرے پاس واپس نہ آئی تو تو طالقہ ہے اور قضیہ عصر کے وقت واقع ہوا پس عورت عشاء کے وقت واپس آئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو جائے گا اس واسطے کہ اس کی قسم فی الفور واپس آنے پر واقع ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے فی الفور کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اگر ایک عورت نکلنے کے واسطے کھڑی ہوئی پس شوہر نے کہا کہ اگر تو نکلی تو تو طالقہ ہے پس وہ بیٹھ گئی پھر ایک ساعت کے بعد نکلی تو حانث نہ ہوگا مرد نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا ہو تو یہ میری عورت جو گھر میں ہے اس پر طلاق حالانکہ اس نے یہ فعل تو کیا تھا مگر قسم کے وقت اس کی بیوی گھر میں نہ تھی تو اپنی قسم میں حانث ہوگا اس واسطے کہ اس کلام سے مراد منکوحہ ہوتی ہے اور اگر کہا کہ ایں زن کہ مرادریں خانہ است یعنی یہ عورت میری کہ اس گھر میں ہے اور اس کی بیوی اس گھر میں جس کو معین کیا ہے نہ تھی تو اس کی بیوی پر طلاق نہ ہوگی اس واسطے کہ گھر کو اس طرح معین کرنے کی صورت میں منکوحہ[ل] مراد نہیں ہوتی ہے ایک طفل نے کہا کہ اگر میں نے شراب پی تو ہر عورت کہ جس سے میں نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پس اس طفل نے ایام طفولیت[(۱)] میں شراب پی پھر اس نے بالغ ہونے کے بعد نکاح کیا پھر اس کے خسر نے گمان کیا کہ طلاق واقع ہوگئی ہے پس اس طفل بالغ شدہ نے بھی کہا کہ ہاں مجھ پر حرام ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ یہ طفل مذکور کی طرف سے حرمت کا اقرار ہے پس ابتداءً[(۲)] اس کی بیوی حرام ہو جائے گی اور بعض نے کہا کہ اس کی بیوی حرام نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے فارسی میں کہا کہ اگر تو امشب بدیں خانہ در باشی پس تو طالقہ ہستی پس اسی وقت سے وہ اپنے شوہر کے ساتھ نکلی اور شوہر کے گھر سوئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوہر کی مراد یہ تھی کہ اپنا اسباب و کپڑے وغیرہ لے کر یہاں سے اٹھ چلے تو اگر اسباب نہ غیرہ وہاں چھوڑ آئی ہو تو مرد حانث ہو جائے گا اور اگر یہی مراد ہو کہ فقط خود چلے تو حانث نہ ہوگا اور اگر عورت پر یہ امر مشتبہ رہا تو وہ مرد سے حلف لے پس اگر وہ قسم کھا گیا تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے اور یہ امر ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ اس نے یوں کہا ہو کہ اگر تو دو[(۳)] روز یہاں رہی اور اگر سال بھر کا وقت مقرر کیا تو یہ قسم عورت مع اسباب وغیرہ کے اٹھ آنے پر ہوگی اور اگر اس نے کوئی وقت مقرر نہ کیا اور نہ اس کی قسم کے وقت کچھ نیت تھی تو یہ قسم فقط عورت کے آنے پر محمول ہوگی ایک مرد نے سفر کا ارادہ کیا پس اس کے خسر نے اس سے قسم لی کہ اگر اس کے بعد تو غائب رہا اور تو شروع ماہ میں عورت کے پاس واپس نہ آیا تو تیری بیوی طالقہ ہے پس داماد نے کہا کہ ہست یعنی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پھر مہینہ بھر سے زیادہ غائب رہا تو اس کی بیوی طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ اس نے خسر کے کلام کے جواب کا قصد کیا ہے اور جواب متضمن اعادہ مافی السوال ہوتا ہے پس عورت طالقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چڑیا رکھے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کسی دوسرے کو وہ چڑیا دیدی:

ایک مرد نے اپنے منہ میں لقمہ رکھا پس ایک مرد نے اس سے کہا کہ اگر تو نے اس کو کھایا تو میری بیوی طالقہ ہے اور دوسرے نے اس سے کہا کہ اگر تو نے اس کو نکال دیا تو میرا غلام آزاد ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ تھوڑا کھا جائے اور تھوڑا پھینک دے تو

ل یعنی مطلقاً منکوحہ کے معنی نہیں ہوتے بلکہ خاص وہ بیوی جو اس معین گھر میں ہو اپنے حقیقی معنی پر رکھی جاتی ہے فافہم۔

ع قال المترجم: یہ مشکل ہے کیونکہ ضمیر تو کل پر نہیں ہوتی ہاں اگر کہا ان اکلت مافی فمك...... وکان الحکم کذلك یعنی دوسرے نے اس سے کہا کہ اگر تو نے جو کچھ تیرے منہ میں ہے کھا لیا...... تو حکم مذکور مستقیم ہے واللہ اعلم۔

(۱) یعنی بالغ نہ تھا۔ (۲) یعنی از سرنو۔

(۳) یعنی تخفیف وقت مقرر کیا۔

دونوں میں کوئی حانث نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتین میں ہے ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو چڑیا رکھے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے کسی دوسرے کو وہ چڑیا دے دی تاکہ وہ پکڑے رہے پس اگر مرد نے اس وجہ سے قسم کھائی تھی کہ لوث نہ رہے تو حانث نہ ہوگا اور اگر اس وجہ سے کہ عورت چڑیوں میں مشغول نہ رہے تو حانث ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اگر اپنی بیوی زینب سے کہا کہ تو طالقہ ہے جب میں عمرہ کو طلاق دوں اور عمرہ سے کہا کہ تو طالقہ ہے جب میں زینب کو طلاق دوں پھر زینب کو طلاق دی تو عمرہ پر طلاق واقع ہوگی اور زینب پر واقع نہ ہوگی اور اگر زینب کو طلاق نہ دی بلکہ عمرہ کو طلاق دی تو زینب پر ایک طلاق واقع ہوگی اور عمرہ پر دوسری بھی[ل] واقع ہو گی اور بعض نے فرمایا کہ صورت اولیٰ میں واجب ہے کہ زینب پر دوسری طلاق بھی واقع ہو اور دوسری صورت میں واجب ہے کہ عمرہ پر دوسری طلاق[۱] واقع نہ ہو اور یہی صحیح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق لودخلت الدار تو طالقہ نہ ہوگی یہاں تک کہ داخل[۲] ہو یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق لو حسن خلقك سوف لراجعك یعنی تو طالقہ ہے اگر تیرے اخلاق اچھے ہوگئے تو عنقریب تجھ سے رجعت کرلوں گا تو طلاق اسی دم واقع ہو جائے گی اور یہ قسم نہیں ہے بلکہ فقط وعدہ ہے یہ فتاویٰ کرخی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ انت طالق لما دخلت الدار تو یہ مثل اس قول کے ہے انت طالق ان دخلت الدار پس جب تک داخل نہ ہو طالقہ نہ ہوگی اس واسطے کہ لاحرف نفی ہے کہ بخلف اس کی تاکید کی ہے پس گویا اس نے نفی دخول کی اسی وجہ سے طلاق معلق بدخول دار ہوئی یہ بدائع میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا انت طالق لو دخلت الدار لطلقتك تو یہ قسم اس کی طلاق کی ہے جبکہ عورت کے دار میں داخل ہونے پر اس کو طلاق نہ دے گویا اس نے یوں کہا کہ جب تو دار میں داخل ہوگی تو تجھے طلاق دوں گا پس اگر تجھ کو طلاق نہ دوں تو تو طالقہ ہے پس اگر وہ دار میں داخل ہوئی تو اس کو لازم ہے کہ عورت کو طلاق دے دے پس اگر عورت کو طلاق نہ دی یہاں تک کہ شوہر مرگیا یا عورت مرگئی تو طلاق پڑ جائے گی اور یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ ادخلی الدار وانت طالق پس دار میں گئی تو طالقہ ہو گی اس واسطے کہ صیغہ امر کا جواب بحرف واؤ مثل جواب شرط بحرف فاء کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا ازیں روز تا ہزار سال ہرزنے که ویراست پس طالقه است حالانکہ اسکی کوئی بیوی نہیں:

ایک مرد نے کہا کہ اية امراة تزوجها فهي طالق یعنی کوئی عورت کہ میں اس سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے تو یہ قسم ایک عورت پر واقع ہوگی الا آنکہ اس نے تمام عورتوں کی نیت کی ہو اور اگر فارسی میں کہا کہ ہر کدام زن کہ بزنی کنم ...... تو یہ قسم ہر عورت پر واقع ہوگی اور صدر الشہیدؒ نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ ایک ہی عورت پر واقع ہوگی اور اگر یوں کہا کہ اية امراة زوجت نفسها منى فهي طالق یعنی جو کوئی عورت کہ اپنے آپ کو میرے نکاح میں دے وہ طالقہ ہے تو یہ سب عورتوں کو شامل ہوگی اور اگر کہا کہ ہر چہ زن بزنی کنم تو یہ قسم ہر عورت پر ایک بار واقع ہوگی الا آنکہ اس نے تکرار[۳] کی نیت کی ہو اور اگر کہا کہ ہر چگاہ زن بزنی کنم تو یہ قسم ہر عورت پر ایک بار کے واسطے واقع ہوگی اور جب ایک بار اس سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہو جائے گی اور قسم منحل ہو جائے گی اور اگر کہا کہ ازیں روز تا ہزار سال ہرزنے کہ ویراست پس طالقہ است حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں ہے پس اس نے کسی عورت سے نکاح کیا

ل ظاہر امراد یہ ہے کہ طلاق متعلق واقع نہ ہوگی کیونکہ صریح طلاق دے دی ہے۔

(۱) کیونکہ تعلیق میں ترتیب ہے۔

(۲) یعنی داخل ہونے سے طالقہ ہوگی۔

(۳) یعنی ہر بار کہ نکاح کرے۔

تو طالقہ نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر زید سے کہا کہ ایۃ نسائی کلمتک یعنی جو میری بیویوں میں سے تجھ سے کلام کرے وہ طالقہ ہے پھر سب نے اس سے کلام کیا تو سب طالقہ ہو جائیں گی اور اگر کہا کہ جس سے میری بیویوں میں سے تو نے اس سے کلام کیا وہ طالقہ ہے پس زید نے ان سب سے معاً کلام کیا تو ایک طالقہ ہوگی اور بیان کا خیار شوہر کو ہوگا کہ وہ طالقہ کون ہے یہ حصیری کی شرح جامع کبیر میں ہے اگر اپنی دو بیویوں سے کہا کہ تم میں سے جس نے یہ انار کھایا وہ طالقہ ہے پس دونوں نے اس میں سے کھایا تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی یہ خزانۃ المفتین میں ہے اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اے زانیہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو طلاق معلق بدخول ہوگی اور حد واجب نہ ہوگی اور نہ لعان لازم ہوگا اس واسطے کہ قولہ یا زانیہ ندا ہے اور ندا فاصل نہیں ہوتا ہے جیسے یوں کہا کہ تو طالقہ ہے یا زینب اگر تو دار میں داخل ہوئی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے زانیہ بنت الزانیہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ندا کو مقدم کیا اور کہا کہ اے زانیہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی تو مرد مذکور عورت کا قذف کرنے والا ہو گیا جب کہ ایسی گفتگو کی پس عورت سے ملاعنہ کرے گا اور جب قذف صحیح ہوا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اوّلاً اس سے ملاعنہ کیا پھر وہ دار میں داخل ہوئی حالانکہ وہ لعان کی عدت میں ہے تو طلاق معلق بھی واقع ہوگی کیونکہ محل طلاق باقی ہے اور اگر پہلے دار میں داخل ہوئی پھر مرد سے اس نے مخاصمہ قذف کیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو ملاعنہ کرے اور اگر بائن ہو تو نہیں اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے طالقہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو فی الحال طالقہ نہ ہوگی بلکہ طلاق معلق[1] ہوگی اور اگر کہا کہ اے زانیہ بنت الزانیہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہو تو فی الحال اس عورت اور اس کی ماں دونوں کا قذف کرنے والا ہوگا اور طلاق معلق بدخول ہوگی یہ حصیری کی شرح جامع کبیر میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی عمرہ سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی اے عمرہ تو تو طالقہ ہے:

اگر ندائے طلاق سے شروع کیا پس کہا کہ اے طالقہ تو طالقہ ہے تو اگر تو دار میں داخل ہوئی تو ایک طلاق اے طالقہ کہنے سے واقع ہوگی اور دوسری طلاق معلق بدخول دار ہوگی اور اگر نداء کو آخر کلام میں لایا یعنی کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی اے زانیہ تو طلاق معلق بدخول ہوگی اس واسطے کہ اس نے طلاق کو دخول پر معلق کیا ہے پھر اس کے بعد عورت کو منادی کیا ہے پس عورت کا قذف کرنے والا ہوا اور اس قول میں کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی اے طالقہ تو اول معلق بدخول ہوگی اور یا طالقہ کہنے سے ایک طلاق واقع ہوگی یہ بدائع میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی عمرہ سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی اے عمرہ تو تو طالقہ ہے اور اے زینب پھر عمرہ دار میں داخل ہوئی تو وہ طالقہ ہو جائے گی اور شوہر سے اے زینب کہنے کی نیت پوچھی جائے گی اگر اس نے کہا کہ میں نے اس کے طلاق کی نیت کی تھی تو وہ طالقہ ہو جائے گی اور اگر اس نے بغیر حرف اور ایسا کہا ہو پھر بیان کیا کہ میں نے زینب کی طلاق کی بھی عمرہ کے ساتھ نیت کی تھی تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر طلاق کو مقدم کیا اور کہا کہ اے عمرہ تو طالقہ ہے اور اگر تو دار میں داخل ہوئی اور اے زینب پھر عمرہ دار میں داخل ہوئی تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے طلاق زینب کی نیت نہ کی تھی تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر کہا کہ اے عمرہ تو طالقہ ہے اور اے زینب تو زینب طالقہ نہ ہوگی الا آنکہ اس کی نیت کی ہو آیا تو نہیں دیکھتا کہ اگر اس نے کہا کہ تیرے اے فلاں مجھ پر ہزار درہم ہیں اور اے فلاں تو مال مذکور اول ہی کا ہوگا اور اگر

۱؎ قذف زنا کی نسبت کرنا پھر اگر چار گواہوں سے ثابت کر دے تو جرم نہیں ہے مخاصمہ یہ کہ عورت نالش کرے اور ملاعنہ یہ کہ مرد کے پاس گواہ نہ ہوں تو لعنت کی قسمیں کھائیں دیکھو کتاب اللعان۔

(۱) یعنی بدخول۔

مال مقدم کیا یعنی کہا کہ تیرے ہزار درہم مجھ پر ہیں اے زید والے سالم تو مال مذکوران دونوں کا ہوگا اور اگر کہا کہ اے عمرہ تو طالق ہے اے زینب تو عمرہ طالقہ ہوگی نہ زینب الا آنکہ زینب کی نیت کی ہو اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے عمرہ اے زینب تو زینب طالقہ نہ ہو گی الا آنکہ اس کی نیت کی ہو اور اگر دونوں کا نام مقدم کر کے کہا کہ اے عمرہ اے زینب تو طالقہ ہے تو پہلی طالقہ نہ ہوگی الا آنکہ اس کی نیت کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مرد نے کہا آخر عورت کہ میں اس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اس نے عمرہ سے نکاح کیا پھر زینب سے نکاح کیا پھر عمرہ کو قبل دخول کے طلاق دیدی پھر عمرہ سے دوبارہ نکاح کیا پھر یہ مرد مر گیا تو زینب طالقہ ہوگی:

اگر کہا کہ اول عورت کہ میں اس سے نکاح کروں پس وہ طالقہ ہے پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہو جائے گی خواہ اس کے بعد دوسری کسی سے نکاح کرے یا نہ کرے یہ محیط میں ہے اگر کہا کہ اول عورت کہ جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پس دو عورتوں سے نکاح کیا پھر ایک عورت سے نکاح کیا تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر دو عورتوں سے ایک عقد میں نکاح کیا کہ جن میں سے ایک کا نکاح فاسد ہے تو جس کا نکاح صحیح ہے وہ طالقہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ اخیر عورت جس سے میں نکاح کروں وہ طالقہ ہے پس اس نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دوسری سے نکاح کیا تو دوسری پر طلاق واقع نہ ہوگی یہاں تک کہ شوہر مر جائے پس جب شوہر مر گیا تو یہی اخیرہ متعین ہوئی پس امام اعظمؒ کے نزدیک وقت تزوج سے اس پر طلاق واقع ہوگی حتیٰ کہ اگر اس کے ساتھ دخول ہو گیا تو ڈیڑھ مہر لازم ہوگا نصف بوجہ طلاق قبل دخول کے اور ایک مہر بربنائے عقد فاسد یعنی وطی کا عقر اور تین حیض سے اپنی عدت پوری کرے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک فی الحال پر منصور ہوگی یعنی طلاق ابھی واقع ہوگی اور شوہر متوفی پر مہر مثل لازم ہوگا اور عورت پر امام محمدؒ کے نزدیک عدت وفات و طلاق واجب ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط عدت طلاق واجب ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے جامع میں فرمایا کہ اگر کسی مرد نے کہا کہ آخر عورت کہ میں اس سے نکاح کروں وہ طالقہ ہے پھر اس نے عمرہ سے نکاح کیا پھر زینب سے نکاح کیا پھر عمرہ کو قبل دخول کے طلاق دے دی پھر عمرہ سے دوبارہ نکاح کیا پھر یہ مرد مر گیا تو زینب طالقہ ہوگی عمرہ طالقہ نہ ہوگی اور اگر اس نے دس عورتوں کو دیکھ کر کہا کہ آخر عورت جس کو میں تم میں سے نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے پھر ان میں سے ایک سے نکاح کیا پھر دوسری سے نکاح کیا پھر پہلی کو طلاق دے دی پھر اس سے دوبارہ نکاح کیا پھر مر گیا تو طلاق اس پر واقع ہوگی جس سے ایک بار نکاح کیا ہے نہ اس پر جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے اور یہ مسئلہ اور پہلا مسئلہ دونوں یکساں ہیں درصورتیکہ دوسری سے نکاح کرنے کے بعد شوہر مر گیا اور فرق جب ہو جائے گا کہ شوہر نہ مرا یہاں تک کہ اس نے دسویں عورت سے نکاح کیا بایں طور کہ مثلاً اس نے چار سے اولاً نکاح کر کے ان کو طلاق دے کر جدا کر دیا پھر دوسری چار سے نکاح کر کے اسی طرح جدا کیا پھر نویں سے نکاح کیا پھر دسویں سے نکاح کیا تو دسویں نکاح کرتے ہی طالقہ ہو جائے گی خواہ شوہر مرے یا نہ مرے اور مسئلہ اولیٰ میں یعنی جبکہ عورتیں معینہ نہ تھیں تو اگر دس عورتوں سے بطریق نکاح کیا تو دسویں طالقہ نہ ہوگی جب تک کہ شوہر نہ مرے[1] اور اگر یوں کہا کہ آخر تزوج[(1)] کہ میں اس کو عمل میں لاؤں گا تو جس عورت کو اس تزوج سے نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کو طلاق دے دی پھر دوسری سے نکاح کر کے بعد اس کے پہلی سے جس کو طلاق دی تھی نکاح کیا پھر شوہر مر گیا تو جس سے دو مرتبہ نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہوگی نہ وہ جس سے ایک مرتبہ نکاح کیا ہے اور اسی طرح اگر دس عورتوں کو دیکھ کر کہا کہ آخر تزوج کہ

---

[1] کیونکہ اس کے مرنے پر معلوم ہوگا کہ یہی آخر عورت تھی ورنہ غیر معین ہونے سے احتمال ہے کہ شاید آخر کوئی اور ہو۔

(1) فعل نکاح کرنے کا۔

جس سے میں تم میں سے کوئی عورت نکاح میں لاؤں تو جس عورت کو نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے پھر اس نے ایک سے نکاح کر کے اس کو طلاق دے دی پھر دوسری سے نکاح کیا پھر پہلی جس کو طلاق دی تھی اس سے دوبارہ نکاح کیا پھر شوہر مر گیا تو جس سے دومرتبہ نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہوگی اور اگر دسویں سے نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہوگی یہاں تک (۱) کہ شوہر مر جائے یہ محیط میں ہے۔

اگر معروفہ بیوی نے شوہر کی تصدیق کی کہ عورت مجہولہ وہی پہلی منکوحہ تھی ......:

اگر کہا کہ اول عورت کہ میں نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے پس قسم کے بعد ایک عورت سے نکاح کرنے کا اقرار کیا[۱] پس اس عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا اور نیز دعویٰ کیا کہ وہ پہلی بیوی ہے پس مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے پہلے فلاں عورت سے نکاح کیا تھا اور فلاں مذکورہ نے اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی تو قضاءً اس کے حق (۲) میں تصدیق نہ کی جائے گی جس کے نکاح کا اس نے اقرار کیا ہے اور دونوں طالقہ ہوں گی اس وجہ سے کہ اس نے وجود شرط کا اقرار کیا ہے یعنی اول تزوج پس وہ مقر وقوع طلاق ہوا اور طلاق واقع نہیں ہوتی ہے الا منکوحہ پر اور اس عورت مدعیہ کا نکاح ظاہر ہوا ہے نہ اس کے سوا دوسری عورت کا پس اس پر طلاق واقع ہونے کا مقر بظاہر ہوا پھر جب اس نے اس سے طلاق پھیر کر اس کے سوا دوسری پر ڈالنا چاہا تو پھیرنے میں اس کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی پس قول اس کا نہ ہوگا مگر گواہ اسی کے مقدم ہوں گے چنانچہ اگر اس مرد نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ غیر معروفہ مطلقہ ہو جائے گی نہ وہ جو معروفہ ہے اس واسطے کہ یہی غیر معروفہ پہلی بیوی ثابت ہوئی اور دوسری بھی طالقہ ہو جائے گی کیونکہ اس نے اپنے اوپر اس دوسری کے حرام ہونے کا اقرار کیا ہے پھر دوسری نے اگر شوہر کے قول کی تصدیق (۳) کی ہو گی تو اس کو نصف مہر ملے گا اور اگر نکاح واقع ہونے میں تکذیب کی ہوگی تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر معروفہ بیوی نے شوہر کی تصدیق کی کہ عورت مجہولہ وہی پہلی منکوحہ تھی تو ظاہر الروایہ کے موافق معروفہ پر طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر شوہر نے یوں کہا کہ میں نے اس کو وفلاں کو ایک عقد میں اپنے نکاح میں لیا ہے اور عورت نے اس کی تکذیب کی تو قول مرد ہی کا قبول ہوگا اور دونوں میں سے کسی پر طلاق واقع نہ ہوگی اور فلاں مذکورہ نے اگر اس کے قول کی تصدیق کی ہو تو اس کا نکاح ثابت ہوگا ورنہ نہیں اور اگر کہا کہ فلاں اگر پہلی عورت ہو جس سے میں نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پھر اس سے نکاح کیا پھر اس عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے دوسری عورت سے نکاح کیا ہے تو قسم[۲] سے شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر کسی مرد نے دو عورتوں سے کہا کہ اول عورت تم دونوں میں سے کہ میں اس کو نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے یا کہا کہ اگر میں تم دونوں میں سے ایک پہلے دوسری سے نکاح میں لایا تو وہ طالقہ ہے پھر اس نے ایک سے نکاح کیا پس اس نے طلاق واقع ہونے کا دعویٰ کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے دوسری سے نکاح کیا ہے تو بدوں گواہوں کے اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر یوں کہا کہ میں نے ان دونوں سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ اگر میں نے عمرہ سے قبل زینب کے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے پھر عمرہ سے نکاح کیا اور اس نے طلاق کا دعویٰ کیا پس مرد نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے زینب سے نکاح کیا ہے تو قول

---

۱ قال یعنی اقرار کیا تو قسم کے بعد اول اس سے نکاح کیا ہے۔

۲ یعنی یہ اول بیوی نہیں ہے۔

(۱) اس واسطے کہ شاید کسی اور گروہ سے نکاح کرے کہ وہ آخر تزوج ہو۔

(۲) اس عورت کے۔ (۳) یعنی نکاح ہونے کی۔

(۴) یوں ہی اس مقام پر عبارت مذکور ہے۔

شوہر کا قبول ہوگا اور اگر کہا[۴] کہ اگر میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قبل دوسری کے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے پھر ان دونوں میں سے ایک سے نکاح کیا اور کہا کہ دوسری سے اس سے پہلے نکاح کیا ہے تو تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ شرح جامع کبیر از حصیری میں ہے اور اگر کہا کہ آخر عورت جس کو میں نکاح میں لاؤں وہ طالقہ ہے پھر اس نے ایک عورت سے دوبارہ نکاح کیا پھر مرگیا تو وہ طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ آخر تزوج کہ اس کو عمل میں لاؤں اس کی منکوحہ طالقہ ہے اور باقی مسئلہ بحالہ ہے تو یہی عورت جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک عورت سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے دی پھر دوسری سے نکاح کیا پھر جس کو طلاق دی تھی اس سے دوبارہ نکاح کیا پھر اس نے طلاق کی اضافت فعل ماضی کی طرف کی یعنی یوں کہا کہ آخر عورت جس سے میں نے نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہے اور اس کی نیت کچھ نہیں ہے تو وہ طالقہ ہوگی جس سے ایک مرتبہ نکاح کیا ہے اور اگر کہا کہ آخر تزوج جس کو میں عمل میں لایا ہوں جو اس تزوج سے منکوحہ ہے وہ طالقہ ہے تو جس سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ طالقہ ہوگی یہ شرح جامع کبیر از حصیری میں ہے ایک مرد کی دو عورتیں عمرہ و زینب ہیں پس اس نے کہا کہ عمرہ طالقہ ہے اس دن یا زینب طالقہ ہے جبکہ میں اس گھر میں داخل ہوں تو ان میں سے کسی پر طلاق واقع نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ دار میں داخل ہو پھر جب وہ دار میں داخل ہوا تو اس کو اختیار رہوگا کہ دونوں میں سے جس پر طلاق واقع کرنا چاہے اختیار[۱] کرے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا میں مرد نہیں ہوں یا عربی میں کہا کہ وان غیر رجل تو عورت طالقہ ہوگی اس واسطے کہ وہ ضرور مرد ہے اور اپنے کلام میں کاذب ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے یا میں مرد ہوں تو سچا ہوگا اور اس کی بیوی پر طلاق نہ پڑے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار میں نہیں بلکہ اس دوسرے دار میں تو تو طالقہ ہے:

ایک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی نہیں بلکہ یہ دوسری عورت تو یہ قسم پہلی ہی عورت کے داخل ہونے پر واقع ہوگی پھر اگر پہلی عورت دار میں داخل ہوگئی تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر دوسری داخل ہوئی تو دونوں میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی اور اگر مرد نے اس کلام میں شرط سے رجوع کرنے کی نیت کی ہو تو صحیح ہے پس اگر دوسری دار میں داخل ہوئی تو پہلی عورت دیانۃً وقضاءً دونوں طرح طالقہ ہو جائے گی اور اگر پہلی داخل ہوئی تو بھی وہ دیانۃً وقضاءً طالقہ ہوگی مگر دوسری فقط قضاءً طالقہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو چاہے نہیں بلکہ یہ دوسری تو یہ پہلی عورت کی مشیت[لے] پر تفویض ہوگی اور دونوں کی مشیت دونوں کی طلاق کے واسطے ہونا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے صرف اپنی طلاق کو چاہا اپنی سوت کی طلاق کو نہ چاہا تو خاصۃً وہی مطلقہ ہوگی اور اگر اپنی طلاق نہیں بلکہ فقط سوت کی طلاق چاہی تو سوت ہی خاصۃً مطلقہ ہوگی اور اگر اس نے دونوں کی طلاق چاہی تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے فقط دوسری عورت کی جانب مشیت راجع کرنے کی نیت کی تو دیانۃً اس کی تصدیق ہوگی اور قضاءً ایسی صورت میں کہ جس میں[۲] اس سے تخفیف ہوتی ہو تصدیق نہ ہوگی یہ حصیری کی شرح جامع کبیر میں ہے اور اگر بولا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی نہیں بلکہ فلاں طالقہ ہے تو دوسری پر طلاق تنجیزاً واقع ہوگی یعنی یہ کلام کہتے ہی دوسری پر ایک طلاق پڑ جائے گی مگر پہلی عورت کی طلاق معلق بدخول باقی رہے گی اور اگر شرط کو مؤخر کر دیا اور کہا کہ تو طالقہ ہے نہیں

لے وہ چاہے تو واقع ہوگی۔

(۱) اور یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی پر واقع نہ کرے۔

(۲) اور اگر سختی زیادہ ہوتی جاتی ہو تو تصدیق ہوگی۔

بلکہ فلاں طالقہ ہے اگر دار میں داخل ہوئی تو حکم برعکس ہو جائے گا کہ پہلی عورت پر فی الحال طلاق واقع ہو گی اور دوسری عورت کی طلاق معلق بدخول رہے گی اور یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔ اگر کہا کہ اگر تو داخل ہوئی اس دار میں نہیں بلکہ اس دوسرے دار میں تو تو طالقہ ہے تو جب تک دوسرے دار میں داخل نہ ہو طالقہ نہ ہو گی بخلاف اس کے اگر کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ہے نہیں بلکہ اس دار میں تو حکم یہ ہے کہ دونوں میں سے جس میں داخل ہو گی طالقہ ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں اس دار میں داخل ہوا نہیں بلکہ فلاں[1] تو دونوں میں سے جو شخص داخل ہوگا عورت طالقہ ہو جائے گی اور اگر دونوں داخل ہوئے تو بھی ایک ہی طلاق واقع ہو گی اور اگر شوہر نے رد جزاء کی نیت کی ہو تو اس کی نیت پر ہو گی پس اگر دوسرا فلاں مذکور داخل ہوا تو فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ طالقہ نہ ہو گی مگر قضاءً طالقہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو اس دار میں داخل ہوئی نہیں بلکہ فلاں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ میں فلاں نے نکاح کیا تو وہ طالقہ ہے نہیں بلکہ فلاں اور یہ دوسری فلاں بھی اس کی بیوی ہے تو یہ اسی دم طالقہ نہ ہو گی اس واسطے کہ دوسرا کلام غیر مستقل ہے پس وہ معلق بشرط ہو گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ وطالقہ وطالقہ ہے نہیں بلکہ یہ دوسری عورت:

اگر کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے نہیں بلکہ فلاں پھر پہلی عورت دار میں داخل ہوئی تو دونوں میں سے ہر ایک پر تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اسی مسئلہ میں یوں بولا ہو کہ نہیں بلکہ فلاں طالقہ ہے تو دوسری پر فی الحال ایک طلاق واقع ہو گی اور پہلی کے حق میں تین طلاق معلق رہیں گی اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو داخل ہوئی تو تو حرام ہے نہیں بلکہ فلاں تو پہلی داخل ہونے پر دونوں میں سے ہر ایک بیک طلاق بائن طالقہ ہو جائے گی اور اگر اس صورت میں کہا کہ نہیں بلکہ فلاں طالقہ ہے تو دوسری فی الحال بیک طلاق رجعی طالقہ ہو گی اور پہلی بیوی بروقت دخول کے بیک طلاق بائن طالقہ ہو گی یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور قدوری میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ وطالقہ وطالقہ ہے نہیں بلکہ یہ دوسری عورت پھر پہلی بیوی دار میں داخل ہوئی تو دونوں پر تین تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ واحدہ ہے نہیں بلکہ بسہ اگر تو دار میں داخل ہو تو ایک طلاق فی الحال واقع ہو گی اور دو طلاقیں بروقت دخول دار کے واقع ہوں گی بشرطیکہ عورت مدخولہ ہو اور اگر یوں کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ بواحدی ہے بلکہ بسہ تو کوئی طلاق واقع نہ ہو گی یہاں تک کہ وہ دار میں داخل ہو پھر جب دار میں داخل ہوئی تو بسہ طلاق طالقہ ہو جائے گی خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو یہ محیط میں ہے۔

چوتھی فصل:

استثناء[ا] کے بیان میں ہے

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے اور تو طالقہ ہے کہ ساتھ ملا کر انشاء اللہ تعالیٰ کہا تو طلاق واقع نہ ہو گی اور اسی طرح اگر انشاء اللہ تعالیٰ کہنے سے پہلے عورت مر گئی تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الہدایہ بخلاف اس کے اگر انت طالق یعنی تو طالقہ ہے کہنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کہنے سے پہلے شوہر مر گیا حالانکہ وہ استثناء کہنا چاہتا تھا تو طلاق واقع ہو جائے

[ا] تو را استثناء یعنی طلاق دینے میں کوئی ایسا لفظ لاحق کرنا جس سے حکم متعلق نہ ہو اور تعریف اس کی اصول میں مذکور ہے۔

(۱) یعنی دوم۔

گی اور یہ بات جب ہی معلوم ہو سکتی ہے کہ اس نے طلاق دینے سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دوں گا اور استثناء کروں گا یہ کفایہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے الا ان یشاء اللہ تعالیٰ ی الا شاء اللہ تعالیٰ تو یہ مثل انشاء اللہ تعالیٰ کے ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے ماشاء اللہ کان تو واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے الا ماشاء اللہ تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے فیما شاء اللہ تعالیٰ پس اگر متصل کہا تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے ان لم یشاء اللہ تعالیٰ تو واقع نہ ہوگی الا آنکہ ان لم یشاء اللہ تعالیٰ کو موقت کردے مثلاً کہہ دے کہ آج کے روز تو یہ دن گزر جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے مالم یشاء اللہ تعالیٰ تو کچھ واقع نہ ہو گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے کیف شاء اللہ تعالیٰ تو فی الحال طالقہ ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر کہا تو طالقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا' راضی ہوا' ارادہ فرمایا' تقدیر فرمایا تو طلاق واقع نہ ہوگی:

منتقیٰ میں لکھا ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ تو اس پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اس مقام پر فرمایا کہ ہم استثناء کو اکثر پر قرار دیں گے اور اس کے بعد یہ مسائل ذکر فرمائے کہ اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا ماشاء اللہ تعالیٰ یا تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا ان یشاء اللہ تعالیٰ اور اس کا حکم یہ ذکر فرمایا کہ اصلاً طلاق[1] واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا یا راضی ہوا یا ارادہ فرمایا یا تقدیر فرمایا تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بمشیۃ اللہ تعالیٰ یا بارادۃ اللہ تعالیٰ یا بمحبۃ اللہ تعالیٰ یا برضاء اللہ تعالیٰ تو واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ ابطال ہے یا تعلیق ہے ایسے امر کے ساتھ جس پر وقوف نہیں ہو سکتا ہے جیسے انشاء اللہ تعالیٰ کہنے میں ہے اس واسطے کہ حرف باء موحدہ واسطے الصاق کے ہے اور تعلیق کی صورت میں الصاق جزاء بشرط ہوتا ہے اور اگر ان الفاظ کو کسی بندہ کی طرف مضاف کیا تو یہ اس کی طرف سے اس بندہ کو تملیک ہے یا مالک و مختار کر دیا پس یہ تملیک مقصود بمجلس ہوگی جیسے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر فلاں چاہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بامر اللہ تعالیٰ یا بامر فلاں یا بحکم اللہ تعالیٰ یا بحکم فلاں یا بقضا یا باذن یا بعلم یا بقدرت اللہ تعالیٰ یا فلاں تو دونوں صورتوں میں خواہ اللہ تعالیٰ کی جانب اضافت کرے یا بندہ کی طرف عورت فی الحال طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ عرفاً ایسے طور سے کہنے سے تنجیز[2] مراد ہوتی ہے جیسے کہا کہ تو طالقہ ہے بحکم قاضی اور اگر عربی زبان میں کہا کہ انت طالقہ لا مر اللہ تعالیٰ اولامر فلان آخر تک سب الفاظ مذکورہ بحرف لام ذکر کئے تو سب صورتوں میں طلاق واقع ہوگی خواہ بندہ کی طرف اضافت کرے یا اللہ تعالیٰ کی طرف اور اگر اس نے بحرف فی ذکر کیا پس اگر اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی تو سب صورتوں میں طلاق واقع نہ ہوگی الا فی علم اللہ تعالیٰ کی صورت میں کہ اس میں فی الحال واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ معلوم کا ذکر ہے اور وہ واقع ہے اور قدرت میں یہ بات نہیں لازم ہے اس واسطے کہ قدرت سے اس مقام پر مراد تقدیر ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی کسی چیز کو مقدر فرماتا ہے اور کبھی نہیں فرماتا ہے پس معلوم نہ ہوا اور اگر حقیقۃً قدرت مراد ہو تو فی قدرۃ اللہ تعالیٰ کہنے سے بھی فی الحال واقع ہوگی اور اگر بندہ کی طرف اضافت کی تو پہلی چار لفظوں میں تملیک ہوگی کہ اگر فلاں نے مثلاً اس مجلس میں دی تو واقع ہوگی ورنہ نہیں اور باقی میں تعلیق ہوگی یہ تبیین میں ہے۔ اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اعانت دی یا بمعونۃ اللہ تعالیٰ اور اس نے استثناء کی نیت کی تو یہ استثناء[3]

---

(۱) اور یہ خلاف قول سابق ہے۔

(۲) فی الفور واقع ہونا۔

(۳) یعنی قضاء طلاق واقع ہوگی۔

فیما بینه و بین الله تعالیٰ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر طلاق ایسے شخص کی مشیت پر معلق کی جس کی مشیت معلوم نہیں ہو سکتی ہے جیسے کہا کہ اگر جبرائیل علیہ السلام نے چاہا یا ملائکہ نے یا جن نے یا شیاطین[۱] نے تو یہ بمنزلہ تعلیق بمشیۃ اللہ تعالیٰ ہے اور اگر مشیۃ اللہ تعالیٰ ومشیۃ العباد جمع کر کے مثلاً یوں کہا کہ تو طالقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہی و زید نے چاہی پھر زید نے چاہی تو واقع نہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے دو شرط پر معلق کی ہے کہ دونوں میں سے ایک کا وجود معلوم نہ ہوا اور جو دو شرطوں پر معلق ہو وہ ایک ہی شرط کے پائے جانے پر نازل نہیں ہوتی ہے یہ بدائع میں ہے اگر کسی سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہی اور تو نے چاہی یا ماشاء الله تعالى و شئت پھر اس مخاطب نے اس کو طلاق دی تو واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق دے بماشاء الله تعالى و شئت یعنی بعوض اس کے کہ خدا چاہے اور تو چاہے پس مخاطب نے اس کو کچھ مال پر طلاق دی تو ناجائز[۲] ہے اس واسطے کہ یہاں مشیت بدل پر واقع ہوئی ہے نہ طلاق پر پس ذکر بدل لغو ہو گیا اور امر طلاق مطلقاً باقی رہ گیا یہ محیط میں ہے اور اگر طلاق دیوار کی مشیت پر معلق کی تو واقع نہ ہوگی یہ نہر الفائق میں ہے۔

اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا: انت طالق لو لا دخولك الدار یا کہا کہ انت طالق لو لا مهرك:

ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ کہہ دیا حالانکہ وہ نہیں جانتا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کیا ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی یہ تجنیس و مزید میں ہے اور یہی فتویٰ کے واسطے مختار ہے یہ مختار الفتاویٰ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے الا آنکہ فلاں اس کے سوا(۱) کچھ چاہے یا الا آنکہ فلاں اس کے سوائے اور کچھ ارادہ کرے یا الا آنکہ فلاں اس کے سوا کچھ اور پسند کرے یا الا آنکہ فلاں اس کے سوا کچھ اور بات پر راضی ہو یا خواہش کرے یا اس کی رائے میں آئے یا الا آنکہ فلاں کو اس کے سوائے کوئی اور دوسری بات ظاہر ہو پس اگر فلاں نے اپنی مجلس میں اس کے سوا کچھ اور نہ چاہا یا نہ ارادہ کیا آخر تک سب الفاظ مذکورہ کو یوں ہی سمجھنا چاہئے تو طلاق واقع ہوگی اور واضح رہے کہ فلاں مذکور کی زبانی خبر کا اعتبار ہے نہ اس کا جو اس کے دل میں ہے کہ وہ پوشیدہ ہے حتیٰ کہ اگر فلاں نے کہا کہ میں نے اس کے سوا دوسری بات چاہی یا ارادہ کی ہے تو طلاق واقع نہ ہوگی اگرچہ اس نے دل سے اس کے سوا کوئی اور بات نہ چاہی اور نہ ارادہ کی ہو اور اگر اس نے اپنے دل سے اس کے سوا کوئی اور بات چاہی ہو مگر خبر نہ دی تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر شوہر نے الا آن کہنے سے کسی اپنے فعل کا استثناء کیا مثلاً کہا کہ تو طالقہ ہے الا آنکہ میں اس کے سوا کچھ اور چاہوں یا اس کے سوا کچھ اور ارادہ کروں تو اس کی تمام عمر میں اس کے سوا اور بات نہ چاہنے پر طلاق پڑے گی اور یہ نہ ہوگا کہ اسی مجلس میں اور بات نہ چاہنے پر واقع ہو جائے اور یہی حکم چاہنے و ارادہ کرنے کے ساتھ جو الفاظ مذکور ہوئے ہیں مثل خواہش و رضا و پسند وغیرہ ان میں بھی ہے پھر اگر مرد مذکور مر گیا اور آخر عمر تک اس نے اس کے سوا کچھ اور بات نہ چاہی تو اس کی آخر زندگی میں یعنی متصل بموت اس کی یہ بیوی طالقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ اس کے سوا دوسرے امر کا نہ ہونا متحقق ہو گیا پھر اگر یہ عورت غیر مدخولہ ہو تو اس کی وارث بھی نہ ہوگی کیونکہ عدت نہیں ہے اگرچہ شوہر اس میں فا[۳] قرار پایا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے معلق

---

[۱] اگر کہا جائے کہ طلاق مبغوض شرعی ہے تو شیطان کو پسند ہے جواب یہ کہ شاید یہاں کسی عارض سے پسند نہ ہو فافہم۔

[۲] وفی نسخۃ بجوز یعنی واقع ہوگی و ہو الاظہر نظاً الاولی التعلیل الاتی فافہم۔

[۳] فاء بھاگنے والا اور جو شخص اپنے مرض الموت یا آخر عمر میں ایسے طور سے عورت کو جدا کرے جس سے میراث دینے سے بھاگتا نظر آئے وہ فاء کہلاتا ہے۔

(۱) یعنی یہ نہیں اس کے غیر۔

نے کہا کہ امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق لو لا دخولك الدار یا کہا کہ انت طالق لو لا مهرك یعنی تو طالقہ ہے اگر تیرا اس دار میں داخل ہونا نہ ہوتا یا تو طالقہ ہے اگر تیرا مہر نہ ہوتا یا کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تیرا شرف نہ ہوتا تو یہ سب استثناء ہیں اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور مجموع النوازل میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تیرا باپ نہ ہوتا یا تیرا حسن نہ ہوتا یا تیرا جمال نہ ہوتا یا میں تجھے چاہتا نہ ہوتا تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اور یہ سب الفاظ بمعنی استثناء ہیں یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر کہا: انشاء اللہ تعالیٰ وانت طالق :

مشیۃ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معلق کرنا امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اعدام و ابطال ہے یعنی جب طلاق کو اللہ تعالیٰ کی مشیت [1] پر معلق کیا تو طلاق دینے کو باطل و معدوم کر دیا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ تعلیق بشرط ہے پس باطل و معدوم نہیں کیا مگر شرط ایسی لگائی کہ اس پر وقوف نہیں ہوسکتا ہے جیسے کسی غائب کی مشیت پر معلق کیا کہ درصورت اس کے غائب ہونے کے سروست [لـ] اس کی مشیت پر موقوف نہیں ہوسکتا ہے اسی واسطے اس میں شرط ہے کہ متصل ہو جیسے اور شرط میں ہے اور بعض نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اختلاف اس کے برعکس ہے اور خلاف کا ثمرہ چند مقامات پر ظاہر ہوتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ اگر شرط کو مقدم کیا اور جواب میں بزبان عربی عربیت حرف فاء [2] نہ لایا مثلاً کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ انت طالق یعنی اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے تو طالقہ ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وانت طالق یا کہا کہ میں نے تجھے کل طلاق [3] دے دی ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو طرفین کے نزدیک واقع نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واقع ہوگی اور از انجملہ اگر ایک نے دو قسموں کو جمع کیا اور کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو دار میں داخل ہوئی اور میرا غلام آزاد ہے اگر تو نے زید سے کلام کیا انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثناء امام ابو یوسفؒ کے نزدیک راجع بجملہ ثانیہ ہوگا اور طرفینؒ کے نزدیک پورے سے متعلق ہوگا اور اگر اس نے دو ایقاعوں [4] کو جمع کیا کہ تو طالقہ ہے اور میرا غلام آزاد ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثنا بالاجماع دونوں سے متعلق ہوگا از انجملہ یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں شرطیہ طلاق کی قسم نہ کھاؤں گا تو انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ طلاق دینے سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حانث ہو جائے گا اس واسطے کہ اس میں شرط موجود ہے اور طرفین کے نزدیک حانث نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور ایمان الجامع میں لکھا ہے کہ دو قسم کے بعد جو انشاء اللہ تعالیٰ بولا جائے وہ دونوں قسموں کی طرف راجع ہوتا ہے یہ ظاہر الروایہ ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ فانت طالق یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تو طالقہ ہے تو بالاتفاق طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے وانشاء اللہ تعالیٰ یا فان شاء اللہ تعالیٰ تو یہ محض استثناء کرنے والا نہ ہوگا یعنی طلاق واقع ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ اگر تو اس دار میں داخل ہوئی تو دار میں داخل ہونے سے

لـ میں کہتا ہوں کہ یہ سمجھانے کے طور پر ہے اور ٹھیک دلیل یہ کہ جو کوئی غائب ہو اور نہ معلوم ہو تو عادت نہیں کہ اس کی مشیت پر موقوف ہو جیسے باری تعالیٰ مشیت میں ہے کیونکہ غائب سے جو صادر ہو آئندہ اس کی مشیت ہے پس یہ لغو ہوا۔

(۱) مثلاً تو طالقہ ہے۔

(۲) اور اردو میں تو واپس نہ لایا۔

(۳) یعنی گزشتہ کل کے روز۔

(۴) یعنی بالفعل واقع کرنا بدوں تعلیق ہے۔

طلاق واقع نہ ہوگی اور جزاء[1] و شرط کے درمیان استثناء فاصل ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ ہے تو استثناء راجع باول ہوگا اور دوسری طلاق ہمارے نزدیک واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ ہے تو ایک طلاق فی الحال[2] واقع ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے اگر کہا کہ تو طالقہ بواحدہ ہے اگر چاہا اللہ تعالیٰ نے اور تو طالقہ بدو طلاق ہے اگر نہ چاہا اللہ تعالیٰ نے تو مشائخ نے فرمایا کہ کوئی واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نوازل میں ہے کہ اگر بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے آج کے روز بیک طلاق انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر نہ چاہا اللہ تعالیٰ نے تو تو بدو طلاق طالقہ ہے پھر دن گزر گیا اور اس کو طلاق نہ دی تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر دن گزرنے سے پہلے اس کو ایک طلاق دے دی تو اس پر فقط یہی ایک طلاق واقع ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ یہ دوسری بیوی تو استثناء دونوں پر ہوگا اور نہیں مشیت ہے دوسری کے واسطے اس لئے کہ اس نے اول سے رجوع قرار دیا ہے پس گویا یوں کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ یہ طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور اگر اس نے شرط یعنی مشیت[(1)] سے رجوع کا قصد کیا ہے تو اس کی نیت صحیح ہوگی اس واسطے کہ اس کے کلام میں یہ احتمال ہے اور تخفیف بھی نہیں ہے بلکہ تغلیظ ہے یہ حصیری کی شرح جامع کبیر میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا ایک طلاق تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ الا دو طلاق تو ایک واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور مصنف نے اپنی زیادات میں ذکر فرمایا کہ کل سے کل کا استثناء جب ہی نہیں صحیح ہوتا ہے کہ جب بعینہ اسی لفظ سے ہو اور اگر بغیر اس لفظ کے استثناء کیا تو صحیح ہے اگر چہ از راہ معنی کل کا کل سے استثناء کیا ہے چنانچہ اگر اس نے کہا کہ میری کل عورتیں طالقات ہیں الا کل میری عورتیں تو استثناء صحیح نہ ہوگا بلکہ سب عورتیں طالقہ ہو جائیں گی اور اگر کہا کہ میری کل عورتیں طالقات ہیں الا زینب[3] و عمرہ و بکرہ و سلمیٰ تو ان میں سے کوئی طالقہ نہ ہوگی اگر چہ یہ کل سے کل کا استثناء ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ میری عورتیں طالقات ہیں الا یہ عورتیں یعنی اشارہ کیا حالانکہ جن کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے سوائے اس کی کوئی عورت نہیں ہے تو استثناء صحیح ہے اور کوئی ان میں سے طالقہ نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے۔

کہا تو طالقہ ہے بسہ طلاق الا بواحدہ و واحدہ و واحدہ تو استثناء باطل ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہونگی:

اگر کہا کہ میری عورتیں طالقات ہیں فلاں و فلاں و فلاں الا فلاں[4] تو استثناء جائز ہے اور اگر کہا کہ فلاں طالقہ ہے و فلاں طالقہ و فلاں طالقہ ہے الا فلاں تو استثناء نہیں صحیح ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ اور یہ الا یہ تو بھی استثناء باطل ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ میری عورتیں طالقات ہیں الا زینب تو زینب طالقہ نہ ہوگی اگر چہ سوا زینب کے اس کی کوئی بیوی نہ ہو یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بسہ طلاق الا بواحدہ و واحدہ و واحدہ تو استثناء باطل ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک ایسا نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دو طلاق واقع ہوں گی اور امام اعظمؒ کا قول ارجح ہے پس امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں یہ تھا کہ اولیٰ کی صحت میں توقف ہو یہاں تک کہ ظاہر ہو کہ وہ مستغرق ہے یا نہیں اور صاحبینؒ کی رائے میں اس کی صحت کا

[1] یہ بطور فائدہ کے ہے ورنہ استثناء کی وجہ سے طلاق نہ ہوگی نہ اس وجہ سے کہ وہ فاصل ہے فافہم۔

[2] اس سے وہم ہوتا ہے کہ شاید تعلیق سے کچھ واقع ہوگا حالانکہ اس کے بعد بھی کچھ واقع نہ ہوگی کیونکہ ائمہ کی رائے پر یہ معدوم یا باطل ہے۔

[3] یہی کل اس کی عورتیں۔

[4] قولہ الا فلانہ یعنی تینوں مذکورہ میں سے ایک نکالی۔ =

(1) کہ طلاق واقع ہوگی۔

اقتصار[1] اولی پر ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بواحدہ وواحدہ وواحدہ الا بسہ طلاق تو تین طلاق واقع ہوں گی اور استثناء باطل ہوگا اس میں سب تینوں اماموں کا اتفاق ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بواحدہ ودو ہے الا بدو یا بدو یک ہے الا بدو تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ بدو و یک ہے الا یک تو بھی تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ انت طلاق وحدۃ ثنتین الا واحدۃ یعنی تو طالقہ بیک دو ہے الا ایک تو دو طلاق واقع ہوں گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بدو و چار ہے الا پانچ تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ ہے تو طالقہ ہے الا واحدہ تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر کہا کہ تو طالقہ بدو ودو ہے الا تین تو تین طلاق واقع ہوں گی:

منتقی میں ہے کہ عورت سے کہا کہ تو طالقہ بسہ وسہ ہے الا چار تو امام اعظمؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور یہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور اس کا قول وسہ جو اس نے دوبارہ کہا ہے دو فاصل ہو جائے گا اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ بدو طلاق طالقہ ہوگی اور امام محمدؒ کا ظاہر قول یہی ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بدو ودو ہے الا بدو پس اگر اس نے ایک ہی دو سے استثناء کی نیت کی ہو تو نہیں صحیح ہے اور اگر پہلے دو سے ایک کی اور دوسرے دو سے ایک کی استثناء کی نیت کی ہو تو صحیح ہے اور اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو استثناء صحیح اور دو طلاق واقع ہوں گی یہ ظہیریہ و غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بدو ودو ہے الا تین تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بچہار طلاق ہے الا تین تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا واحدہ وثنتین تو امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تین طلاق واقع ہوں گی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دو طلاق واقع ہوں گی اور ایک کا استثناء صحیح ہوگا اور باقی کا استثناء باطل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مستثنیٰ منہ سے مستثنیٰ زائد ہو تو استثناء باطل ہوگا چنانچہ اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ ہے الا چار تو باطل ہے اور اگر ایک تطلیق کا کوئی جزو مستثنیٰ ہو تو بھی باطل ہے جیسے تو طالقہ ہے الا نصف طلاق یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کہا کہ دو نصف الا نصف تو استثناء نہیں صحیح ہے اور تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے بدو و نصف الا دو و نصف تو امام محمدؒ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ بعد استثناء کے آدھی طلاق باقی رہتی ہے اور اگر کہا کہ ایک و نصف الا ایک تو ایک واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ ہے الا واحدۃ و نصف تو اس پر دو طلاق واقع ہوں گی یہ بدائع میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا اس کی نصف تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ الا ان کے انصاف یعنی ہر ایک طلاق کی نصف تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا نصف تطلیقہ تو تین طلاق واقع ہوں گی اور یہ قول امام محمدؒ کا ہے اور یہی مختار ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ تو بائنہ ہے الا بائنہ پس اگر اول سے تین طلاق کی اور دوسری سے ایک کی نیت کی تو استثناء صحیح ہے اور دو طلاق واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بواحدہ البتہ ہے الا واحدہ اور اس نے البتہ سے تین طلاق کی نیت کی ہے تو بھی استثناء صحیح ہے اور یہی حکم ہے یہ عتابیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو بائنہ ہے الا واحدہ اور بائنہ سے اس نے تین طلاق کی نیت کی تو عورت پر دو طلاق بائنہ واقع ہوں گی اسی طرح اگر کہا کہ تو بسہ طلاق بائنات طالقہ ہے الا واحدہ تو دو طلاق بائنہ واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق بائنہ ہے الا واحدہ یا کہا کہ بسہ طلاق البتہ الا واحدہ تو دو طلاق رجعی واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا واحدہ بائنہ یا واحدہ البتہ تو بھی دو طلاق رجعی واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ

---

[1] پس استثناء صحیح ہوگا بنفس اولیٰ فقط اور باقی خواہ مستغرق ہوں یا نہ ہوں باطل ہوں گی وفیہ تامل۔

تو طالقہ ہے دو طلاقوں بائنوں سے الا واحدہ تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا واحدہ بائنہ یا واحدہ البتہ تو دو طلاق رجعی واقع ہوں گی اور زیادات میں فرمایا کہ اگر کہا کہ تو طالقہ بدو طلاق البتہ ہے الا واحدہ تو اس پر ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ بدو طلاق ہے الا واحدہ البتہ تو ایک بائنہ واقع ہوگی یا کہا کہ الا بائنہ واحدہ تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی پھر فرمایا کہ الا یہ کہ اس کی نیت یہ ہو کہ بائن صفت دو کی ہے تو بیک طلاق بائنہ طالقہ ہوگی اس واسطے کہ اس نے اپنے محتمل لفظ کو مراد لیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بائن ہے اور تو طالقہ غیر بائن ہے الا یہی بائن تو استثناء صحیح نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا ایک یا دو تو اس سے معین کر کے بیان کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر قبل بیان کے مر گیا تو ابن سماعہ نے جو امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے اس کے موافق ایک طلاق سے طالقہ ہوگی اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ ثلثا الا شیئا یعنی تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا کچھ تو دو واقع ہوں گی اسی طرح اگر کہا کہ الا بعضہا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ دو الا نصف تطلیقہ یا الا کچھ تو دو واقع ہوں گی اور یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نصف کا استثناء کرنا ایک پورے کا استثناء ہے یہ عتابیہ میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا واحدہ یا الا[(1)] شئی تو اس سے کچھ استثناء نہ کیا اور عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے بچہار طلاق الا واحدہ تو امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ تین طلاق واقع ہوں گی اور نیز امام محمدؒ سے مروی ہے کہ دو ہی واقع ہوں گی اور اول اصح ہے یہ حاوی میں ہے اگر کہا کہ تو طالقہ بچہار ہے الا بسہ تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ پانچ الا ایک تو تین طلاق واقع ہوں گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ پانچ الا تین تو دو واقع ہوں گی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ عشر ہے الا نو تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ الا آٹھ تو دو طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ الا سات تو تین واقع ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا الا چھ پانچ چار دو ایک تو سب صورتوں میں تین ہی طلاق واقع ہوں گی یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا دو الا ایک تو دو طلاق واقع ہوں گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا ثلث الا واحدہ تو ایک طلاق واقع ہوگی اس واسطے کہ ہر عدد اس سے استثناء قرار دیا جائے گا جس سے متصل ہے چنانچہ جب ایک عدد تین سے مستثنیٰ کیا گیا تو دو باقی رہے پس جب ان کو تین سے استثناء کیا تو ایک رہا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ عشر ہے الا نو الا آٹھ تو نو میں سے آٹھ استثناء کئے تو ایک رہا وہ دس سے استثناء کیا تو نو رہے پس گویا اس نے کہا کہ تو نو طلاق سے طالقہ ہے پس تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر کہا کہ دس الا نو الا ایک تو نو میں سے ایک نکالا آٹھ رہے ان کو دس سے نکالا تو دو رہے پس دو طلاق واقع ہوں گی یہ سراج الوہاج میں ہے ابن سماعہ سے مروی ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ چہار ہے الا تین الا دو فرمایا کہ تین طلاق واقع ہوں گی گویا اس نے کہا کہ تو طالقہ چہار ہے الا ایک کذا فی الحاوی۔

اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے الا واحدہ والا واحدہ تو دو طلاق واقع ہوں گی اور استثناء اخیر باطل ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ تین الا تین الا دو الا ایک تو ایک واقع ہوگی اور اگر کہا کہ دس الا نو الا آٹھ الا سات تو دو باقی رہیں گی یعنی دو طلاق واقع ہوں گی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے غیر تین غیر دو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ دو طلاق واقع ہوں گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے قال المترجم اصل عبارت عربی یوں ہے انت طالق ثلثا غیر ثلث غیر ثنتین قال محمد یقع ثنتان انتہیٰ والاحسن[ل] ترجمۃ الاعداد بالفارسیۃ فنقول اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے غیر سہ غیر دو تو دو طلاق واقع ہوں گی

ل اعداد کا خوبصورت ترجمہ فارسی میں اس طرح ممکن ہے۔ (۱) کچھ نہیں۔

والالتزام فان المقصود المعنی لا العبارۃ خانیہ میں لکھا ہے کہ ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ انت طالق ابدا ما خلا الیوم تو طالقہ ہمیشہ ماسوائے آج کے روز کے تو فی الحال واقع ہوگی گویا اس نے کہا کہ تو طالقہ ایسی طلاق سے ہے کہ آج تجھ پر واقع نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا غیر واحدہ تو مستثنیٰ دو ہوں گی یعنی ایک واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو نے زید سے کلام کیا قبل آنے عمرو کے تو زید[ا] سے قبل آنے عمرو کے کلام کرنے سے طلاق واقع ہوگی خواہ پھر عمرو آئے یا نہ آئے اور بعد آنے عمرو کے کلام کرنے سے طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے الا آنکہ عمرو آجائے تو تمام عمر میں جب عمرو نہ آئے تو طلاق واقع ہوگی یعنی اگر عمرو نہ آیا یہاں تک کہ یہ قسم کھانے والا مر گیا تو اس کے آخر جزو حیات میں طلاق پڑ جائے گی اور اگر عمرو آگیا تو طالقہ نہ ہوگی یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا واحدہ کل کے روز یا کہا کہ الا واحدہ اگر تو نے فلاں سے کلام کیا تو کل کا روز آنے یا فلاں سے کلام واقع ہونے سے پہلے کچھ واقع نہ ہوگی اور کلام واقع ہونے یا کل کا روز آنے کے بعد دو واقع ہوں گی ایک مرد نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ فلاں سے کلام نہ کرے گا الا ناسیا[۱] پھر فلاں سے بھولے سے کلام کیا پھر جان بوجھ کر کلام کیا تو حانث ہو جائے گا اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اگر میں نے فلاں سے کلام کیا الا یہ کہ میں بھول جاؤں پھر بھول کر اس سے کلام کیا پھر جان بوجھ کر کلام کیا تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ کلمہ الا یہ کہ واسطے غائت[۲] کے آتا ہے ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ میں دسویں روز تک تیرے پاس آؤں گا الا یہ کہ میں مر جاؤں اور اپنے دل سے یہ نیت کی کہ اگر کبھی[۳] نہ مروں گا پس اگر اس کی قسم بنام اللہ تعالیٰ ہوگی تو حانث نہ ہوگا اور اگر بطلاق و عتاق ہوگی تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی ایک مرد نے بیوی سے کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہوئی تو تو طالقہ ثلث ہے کہ تجھ پر واقع نہ ہوگی الا بعد فلاں سے کلام کرنے کے پھر عورت دار میں داخل ہوئی تو بسہ طلاق طالقہ ہو جائے گی اور تذکرہ کلام فلاں باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ملتقط میں ہے اگر عورت نے طلاق کو سنا اور استثناء کو نہیں سنا تو اسکو شرعاً گنجائش نہیں کہ اپنے ساتھ وطی کرنے دے:

اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے الا واحدہ اگر تو حائضہ ہو اور طاہر ہو یا کہا کہ اگر تو دار میں داخل ہو تو شرط مستثنیٰ منہ کی طرف راجع ہوگی گویا اس نے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اگر تو نے ایسا کیا یا ایسا ہوا الا واحدہ تو وجود شرط کے وقت دو طلاق واقع ہوں گی یہ شرح زیادات عتابی میں ہے اور ولوالجیہ میں ہے کہ اگر کہا تو طالقہ ثلث الا واحدہ بسنت ہے تو بطریق سنت دو طلاق سے طالقہ ہوگی کہ ہر طہر پر ایک طلاق واقع ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے اور استثناء کی شرط یہ ہے کہ تکلم بحرف ہو خواہ وہ مسموع ہوں یا نہ ہوں یہ شیخ امام ابوالحسن کرخی کے نزدیک ہے اور شیخ امام ابوجعفر فقیہ فرماتے تھے کہ خود اس کا سننا ضرور ہے اور شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل اسی پر فتویٰ دیتے تھے کذا فی المحیط اور صحیح وہی ہے جو فقیہ ابوجعفرؒ نے ذکر فرمایا ہے یہ بدائع میں ہے اور بہرے کا استثناء کرنا صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ملتقط میں ہے کہ اگر عورت نے طلاق کو سنا اور استثناء کو نہیں سنا تو اس کو شرعاً گنجائش نہیں ہے کہ اپنے ساتھ وطی کرنے دے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور استثناء صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اپنے ماقبل کے کلام سے موصول ہو درصورتیکہ فصل کی کوئی ضرورت داعی نہ ہو چنانچہ اگر طلاق و استثناء کے درمیان سکوت وغیرہ سے بدوں ضرورت فصل پایا گیا تو استثناء صحیح

ا یعنی عمرو کے آنے سے پہلے زید سے کلام کرے۔

(۱) یعنی بھولے سے۔

(۲) انتہا ہونے کے۔

(۳) یعنی جب آؤں گا کہ جب کبھی نہ مروں گا۔

نہیں اور اگر مثلاً سانس اکھڑ گئی اور اس نے دم لینے کی ضرورت سے سکوت کیا تو مانع صحت نہ ہوگا اور یہ فصل شمار نہ کیا جائے گا الا اس صورت میں کہ سکتہ ہوا ایسا ہی ہشام نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کیا ہے یہ بدائع میں ہے اور اس نے چھینک لی یا ڈکار لیا یا اس کی زبان میں لکنت تھی کہ دیر تک تردد کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ کہا تو استثناء صحیح ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ تو طالقہ ہے مگر اس کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ بھی بلاقصد اس کی زبان سے نکل گیا تو واقع نہ ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور یہی ظاہر المذہب ہے یہ فتح القدیر میں ہے ایک شخص نے طلاق کی قسم کھائی اور اس کے آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ کہنے کا قصد کیا کہ اتنے میں کسی نے اس کا منہ بند کر لیا پھر اگر منہ پر سے ہاتھ اٹھاتے ہی اس نے علی الاتصال استثناء کہہ دیا تو استثناء صحیح ہوگا جیسے استثناء و طلاق کے درمیان چھینک یا ڈکار آنے میں حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث وثلث ہے انشاء اللہ تعالیٰ یا ثلث و واحدہ انشاء اللہ تعالیٰ ہے یا کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ ہے تو استثناء صحیح [1] نہ ہوگا اور امام اعظمؒ کے نزدیک تین طلاق واقع ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک استثناء صحیح ہوگا اور وہ طالقہ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ واحدہ وثلث انشاء اللہ تعالیٰ ہے تو بالاجماع استثناء صحیح ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ و طالقہ و طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ ہے تو بھی صحیح ہے اس واسطے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی کلام لغو فاصل نہیں ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بچہار ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثناء صحیح نہ ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور مجتبیٰ میں کتاب الایمان میں ہے کہ اگر کہا کہ تو طالقہ رجعی ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو واقع ہوگی اور اگر کہا کہ بائنہ ہے تو واقع نہ ہوگی یہ بحر الرائق میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے تو آگاہ رہ انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء صحیح ہے اور اگر کہا تو طالقہ ثلث ہے تو آگاہ رہ انشاء اللہ تعالیٰ یا کہا کہ تو جا انشاء اللہ تعالیٰ تو تین طلاق واقع ہوں گی اور استثناء باطل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے چھنال انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثناء سب سے متعلق ہے پس نہ طلاق واقع ہوگی:

اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے عمرہ انشاء اللہ تعالیٰ تو طلاق نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور منتقی میں ہے کہ اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اے عمرہ بنت عبداللہ انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اے عمرہ بنت عبداللہ بن عبدالرحمٰن انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے یا طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر کہا کہ اے طالقہ تو طالقہ ثلث ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء مذکور تین طلاق سے متعلق ہوگا وہ واقع نہ ہوں گی مگر ایک طلاق فی الحال [(1)] واقع ہوگی اور نیز امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ تو طالقہ ثلث ہے یا طالقہ انشاء اللہ تعالیٰ کی صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی مگر روایت اول ہے صحیح ہے اس کو فخر الاسلام نے ذکر فرمایا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر کہا کہ اے زانیہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء مذکور خاصۃ طلاق کے ساتھ ہوگا اور عورت سے لعان کرے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے یا زانیہ انشاء اللہ تعالیٰ تو استثناء صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اے چھنال انشاء اللہ تعالیٰ تو یہ استثناء سب سے متعلق ہے پس نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ مرد پر حد لازم ہوگی اور نہ لعان یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اے فلاں الا واحدہ تو دو واقع ہوں گی اور یا فلاں کہنا فاصل قرار نہ دیا جائے گا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے حتیٰ کہ تیرا قلب خوش

---

[1] کیونکہ ایک کلام لغو فاصل ہوا۔

(1) یعنی یا طالقہ کی۔

ہو انشاء اللہ تعالیٰ تو اس میں فاصلہ موجود[1] ہے پس طلاق واقع ہوگی اور استثناء صحیح نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

بیوی کو طلاق دی یا خلع دے دیا پھر استثناء یا شرط کا دعویٰ کیا اور کوئی منازع موجود نہیں ہے تو کچھ اشکال نہیں ہے کہ مرد کا قول قبول ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا اور شوہر نے کہا کہ میں نے استثناء کے ساتھ یوں کہا کہ تو طالق انشاء اللہ تعالیٰ ہے اور عورت نے استثناء میں اس کی تکذیب کی تو روایات ظاہرہ میں مذکور ہے کہ قول شوہر کا قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے پھر اگر گواہوں نے گواہی میں خلع یا طلاق بغیر استثناء کی گواہی دی یعنی یوں کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس نے بغیر استثناء کے خلع دے دیا ہے یا کہا کہ بغیر استثناء کے طلاق دی ہے یا کہا کہ اس نے طلاق دی اور استثناء نہیں کیا تو شوہر کا قول قبول نہ ہوگا اور اگر گواہوں نے یوں کہا کہ ہم نے اس مرد کے منہ سے کوئی کلمہ سوائے کلمہ خلع یا طلاق کے نہیں سنا تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور قاضی ان دونوں میں تفریق نہ کرے گا الا یہ کہ شوہر کی طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو صحت خلع پر دلالت کرتی ہو جیسے بدل الخلع پر قبضہ کر لینا یا کوئی دوسری وجہ ایسی ہی ہو تو ایسی صورت میں عورت کا قول قبول ہوگا یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے۔

مرد نے اگر طلاق میں استثناء کا دعویٰ کیا تو بدوں گواہوں کے اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ خلاف ظاہر ہے اور زمانہ میں فساد پھیل گیا ہے پس تلبیس و جھوٹ سے امن نہیں ہے:

شیخ نجم الدین نسفی سے مروی ہے کہ انہوں نے شیخ الاسلام ابوالحسنؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے باستحسان فرمایا ہے کہ مرد نے اگر طلاق میں استثناء کا دعویٰ کیا تو بدوں گواہوں کے اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ خلاف ظاہر ہے اور زمانہ میں فساد پھیل گیا ہے پس تلبیس و جھوٹ سے امن نہیں ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے گزرے ہوئے کل کے روز طلاق دے دی پس میں نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو ظاہر الروایہ کے موافق شوہر کا قول قبول ہوگا اور نوازل میں اس مسئلہ میں اختلاف صاحبینؒ باہم ذکر کیا ہے کہ بربنا قول امام ابو یوسفؒ شوہر کا قول قبول ہوگا اور بقول امام محمدؒ طلاق واقع ہوگی اور شوہر کا قول نا مقبول ہوگا اور احتیاطاً اسی پر فتویٰ و اعتماد ہے ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر اس مرد کے سامنے دو عادل گواہوں نے گواہی دی کہ تو نے اپنے کلام طلاق میں استثناء موصول کیا تھا حالانکہ خود اس مرد کو یہ بات یاد نہیں آتی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر مرد مذکور نے حالت غضب میں طلاق دی ہو بحالیکہ جو وہ نہیں چاہتا ہے وہ اس کی زبان سے نکل سکتا ہو اور جو بکتا ہے وہ یاد نہیں رہ[2] سکتا ہو تو اس کو ان دونوں کے قول پر اعتماد کر لینا جائز ہے ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان[ع] میں ہے۔

ا یعنی اس زمانہ کے لوگوں میں دیانت جاتی رہی تو دعویٰ بغیر گواہوں کے تصدیق نہ ہوگا۔

ع قال المترجم اور اگر اس نے ایک طلاق یا دو یا بائنہ دی ہو اور ایسا واقع ہوا تو اس کا حکم مذکور نہیں اور بربنائے قول صاحبینؒ اظہر یہ کہ گواہوں کے قول پر اعتماد کرلے اور احوط یہ کہ جدید نکاح کرے فافہم۔

(۱) حتیٰ کہ تیر اقلب۔

(۲) ایسی حالت ہو۔

پانچواں باب:

طلاق مریض کے بیان میں ہے

شیخ خجندیؒ نے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی خواہ اپنی صحت میں یا مرض میں خواہ برضامندی عورت یا بغیر رضامندی پھر عورت کے عدت میں ہونے کی حالت میں مرگیا[1] تو بالاجماع یہ دونوں باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور اسی طرح اگر عورت وقت طلاق کے کتابیہ ہو یا کسی کی مملوکہ ہو پھر وہ عدت میں مسلمان ہوگئی یا آزاد کی گئی تو بھی وہ وارث ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اس کو طلاق بائن دے دی یا تین طلاق دے دیں پھر عورت کو عدت میں چھوڑ کر مرگیا تو بھی اسی طرح ہمارے نزدیک عورت[2] وارث ہوگی اور اگر عدت گزر جانے کے بعد مرا تو وارث نہ ہوگی اور یہ اسی وقت ہے کہ بدوں درخواست عورت کے طلاق دی ہو اور اگر بدرخواست عورت طلاق دی تو بعد طلاق کے پھر یہ عورت وارث نہ[1] ہوگی یہ محیط میں ہے اگر عورت درخواست طلاق پر باکراہ مجبور کی گئی ہو تو بھی وارث ہوگی یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اس مقام پر اہلیت کا وقت طلاق[2] کے ہونا اور اس وقت سے برابر تا وقت موت باقی رہنا معتبر ہے یہ بدائع میں ہے اور مبسوط میں ہے کہ جس وقت عورت کو اپنے مرض میں بائن کیا ہے اس وقت اگر وہ باندی ہو یا کتابیہ ہو پھر وہ باندی آزاد کی گئی یا عورت کتابیہ مسلمان ہوگئی تو اس کو میراث نہ ملے گی یہ حصیری کی شرح جامع کبیر میں ہے اور اگر مریض نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر وہ مرتدہ ہوگئی پھر مسلمان ہوگئی پھر شوہر مرگیا درحالیکہ وہ عدت میں ہے تو وارث نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مرد مرتد ہوگیا نعوذ باللہ وایما ابداً پھر وہ قتل کیا گیا یا دارالحرب میں جاملا یا حالت ارتداد میں دارالاسلام میں مرگیا تو اس کی بیوی اس کی وارث ہوگی اور اگر عورت مرتدہ ہوگئی پھر مرگئی یا دارالحرب میں جاملی پس اگر اپنی صحت میں مرتدہ ہوگئی ہو تو شوہر اس کا وارث نہ ہوگا اور اگر مرض میں مرتد ہوئی ہے تو استحساناً اس کا شوہر اس کا وارث ہوگا اور اگر بیوی مرد دونوں ساتھ ہی مرتد ہوگئے پھر دونوں میں سے ایک مسلمان ہوا پھر ایک مرگیا پاس اگر مسلمان ہونے والا مرا ہے تو مرتد اس کا وارث نہ ہوگا خواہ عورت ہو یا مرد ہو اور اگر مرتد مرا ہے پس اگر یہ مرتد شوہر ہو تو بیوی اس کی وارث ہوگی اور اگر بیوی مرتد مری ہے پس اگر وہ مرض میں مرتدہ ہوئی تھی تو شوہر مسلمان اس کا وراث ہوگا اور اگر صحت میں مرتدہ ہوئی تھی تو وارث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مریض کے پسر نے اپنے باپ[3] کی بیوی سے زبردستی باکراہ جماع[4] کرلیا تو عورت وارث[5] نہ ہوگی اور اصل

---

[1] اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس کی عدت میں دونوں میں سے کوئی مرگیا۔

[2] خصوصیت عورت کی نہیں قید اتفاقی ہے۔

(۱) اگرچہ عورت عدت میں ہو۔

(۲) یعنی طلاق مریض میں۔

(۳) یعنی سوتیلی ماں سے۔

(۴) لعنۃ اللہ علیہ۔

(۵) یعنی مریض کی۔

میں مذکور ہے کہ لیکن اگر باپ نے پسر کو اس فعل کا حکم دیا ہو تو فرقت کے حق میں یہ فعل پسر کا اس کے باپ کی طرف منتقل ہوگا کہ گویا باپ نے خود جدا کر دیا ہے پس فار قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے یعنی بیوی مذکورہ وارث ہوگی فاعلم۔ اگر مریض نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر اس کے پسر[1] نے اس سے جماع کیا یا شہوت سے اس کا بوسہ لیا تو عورت اس کی وارث ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت کو تین طلاق دے دیں اور مریض ہونے کی حالت میں یہ طلاقیں دیں پھر عورت نے اپنے شوہر مذکور کے پسر کا بوسہ[2] لیا پھر اس کی عدت میں شوہر مر گیا تو اس کو میراث ملے گی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت نے اپنے مرض کی حالت میں اپنے شوہر کے پسر کی مطاوعت[3] کی پھر عدت میں مر گئی یعنی بعد اس مطاوعت کے چونکہ جدائی واقع ہوئی اور عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی اور عدت بیٹھی پھر عدت میں مر گئی تو استحساناً شوہر اس کا وارث ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر شوہر نے مرض میں اپنی بیوی کو بائن کر دیا پھر اچھا ہو گیا پھر مر گیا تو عورت وارث نہ ہوگی یہ نہایہ میں ہے اور اگر عورت نے اس سے کہا کہ تو مجھے رجعت کی طلاق دے دے پس شوہر نے اس کو تین طلاق دے دیں یا بائنہ طلاق دی پھر مر گیا تو عورت مذکورہ اس کی وارث ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر اپنے مرض میں عورت سے کہا کہ تیرا امر تیرے ہاتھ ہے یا تو اختیار کر پس عورت نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین طلاق دے دے اس نے ایسا ہی کیا یا عورت نے اپنے شوہر سے خلع لے لیا پھر اس کی عدت میں شوہر مر گیا تو اس کی وارث نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت نے اپنے نفس کو خود بخود تین طلاقیں دے دیں پس مرد نے اس کو جائز رکھا تو مرد کے مرنے پر اپنی عدت میں عورت اس کی وارث ہوگی اس واسطے کہ میراث کی مٹانے والی شوہر کی اجازت ہوئی ہے یہ تبیین میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر مرض میں زوجہ کو طلاق دی اور برابر دو برس سے زیادہ بیمار رہ کر مر گیا پھر عورت نے کے اس شوہر کے مرنے کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول میں عورت کو میراث نہ ملے گی یہ بدائع میں ہے قال المترجم مرد طلاق دہندہ جب ہی فار کہلاتا ہے جب وہ اس غرض سے طلاق دے کہ میراث کا مال عورت کو نہ ملنے پائے یا ایسا اس کی طرف سے گمان ظاہر ہو تو وہ فار ہے گویا اس نے میراث چھینے سے فرار کیا تو حق میراث میں ایسی طلاق کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ میراث ملے گی اگر شرائط موجود ہوں مگر فرار کا حکم جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ جب عورت کا حق اس کے مال سے متعلق ہو جائے اور اسکے مال سے جب ہی متعلق ہوتا ہے کہ جب وہ ایسا مریض ہو جس سے غالباً ہلاکت کا خوف ہو بایں طور کہ وہ بستر پر پڑ گیا ہو کہ وہ گھر کے ضرور امور کا اقدام مثل تندرست آدمیوں کی عادت کے موافق نہ کر سکتا ہو اور اگر وہ بتکلف ان امور کا سرانجام کر سکتا ہو کہ گھر ہی میں اپنی ضروریات کو ادا کرتا ہو حالانکہ بیمار ہو تو وہ فار نہ قرار دیا جائیگا اس واسطے کہ آدمی کمتر اس سے خالی ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ جو شخص اپنی حاجات کو جو گھر کے باہر سرانجام پاتی ہیں ادا نہ کر سکے وہ مریض ہے اگر چہ گھر کے اندر حاجات کو ادا کر سکے اسلئے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہر مریض گھر میں حاجات کے انجام دینے سے عاجز ہو جائے جیسے پیشاب و پاخانہ کے واسطے قیام کرنا یہ تبیین میں ہے۔

جس کو فالج نے مارا ہے جب تک اس کا مرض بڑھنے پر ہو تب تک وہ مریض ہے اور جب ایک حالت پر ٹھہر جائے اور نہ بڑھے اور پرانا ہو جائے تو طلاق وغیرہ کے حق میں وہ مثل صحیح کے ہے:

عورت اگر ایسی ہو کہ بیماری سے چھت پر نہ چڑھ سکتی ہو تو وہ مریضہ ہے ورنہ نہیں اور ایسے امور کے ساتھ بھی حکم فرار ثابت

---

(۱) یعنی جو دوسری بیوی سے ہے۔

(۲) یعنی شہوت سے۔

(۳) یعنی اس سے بدحرکت کرائی مثل جماع وغیرہ۔

ہوا ہے: جو مرض مہلک کے معنی میں ہوتے ہیں کہ جن میں ہلاکت کا احتمال غالب ہے پس اگر ان میں سلامتی کا احتمال غالب ہو تو ان کا حکم مثل صحیح کے ہوگا اور وہ فار قرار نہ دیا جائے گا پس جو شخص محصور[۱] ہو یا صف قتال میں ہو یا درندوں کے جنگل میں اترا ہو یا کشتی میں سوار ہو یا قصاص یا رجم کے واسطے مقید ہو تو عیاناً وہ سلیم البدن ہے اور غالب اس کے حال میں سلامتی ہے اس واسطے کہ قلعہ دشمن کی بدی دور کرنے کے واسطے ہوتا ہے اور وہ ایسا ہی منعہ بھی ہوتا ہے اور بیشتر آدمی قید و درندوں کے چنگل سے نوع حیلہ سے خلاص پا جاتا ہے اور اگر وہ صفوں کے بیچ سے نکلا تا کہ کسی دشمن سے قتال کرے یا قید سے نکال کر ایسے قتل کے واسطے پیش کیا گیا جس کا وہ مستحق ہو چکا ہے یا کشتی ٹوٹ گئی اور وہ ایک تختہ پر رہ گیا یا درندہ کے منہ میں ہے تو ایسی حالت میں غالب گمان اس کے حق میں ہلاکت کا ہے پس اگر ایسی حالت میں اس نے طلاق دی تو فرار کرنے والا قرار دیا جائے گا اور جس کے ہاتھ پاؤں رہ گئے ہیں یعنی گٹھیا ہو گئی ہے اور جس کو فالج نے مارا ہے جب تک اس کا مرض بڑھنے پر ہو تب تک وہ مریض ہے اور جب ایک حالت پر ٹھہر جائے اور نہ بڑھے اور پرانا ہو جائے تو طلاق وغیرہ کے حق میں وہ مثل صحیح کے ہے کذا فی الکافی اور یہی حکم مدقوق کا ہے اور اسی کو بعضے مشائخ نے لیا ہے اور صدر کبیر برہان الدین اور صدر شہید حسام الدین اسی پر فتویٰ دیتے تھے یہ محیط میں ہے۔

اگر شوہر پر طلاق دینے کے واسطے اکراہ کیا گیا پس اگر اسکی جان یا عضو تلف کرنے کی وعید پر اکراہ کیا گیا:

جس کو سل[ا] ہو اگر اس مرض میں اس کو زمانہ دراز گزرا تو وہ صحیح کے حکم میں ہے لیکن اگر اس مرض میں اس کی حالت متغیر ہوئی تو جو زمانہ تغیر کا ہے یعنی ایک حالت سے تغیر شروع ہوا تو اس وقت سے مرض الموت کا زمانہ قرار دیا جائے گا اور یہی حال لنجے اور ایسے مریض کا ہے جس کا ایک طرف کا دھڑ خشک ہو گیا ہو یہ بدائع میں ہے اور زمانہ[۲] دراز کی تفسیر ہمارے اصحاب نے یوں فرمائی ہے کہ ایک سال گزرے پس اگر اس مرض میں ایک سال باقی رہا تو بعد سال کے اس کا جو تصرف ہوگا وہ مثل تندرست آدمی کے تصرف کے ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے اور زخمی آدمی اور جس کے درد ہو بشرطیکہ اس تکلیف نے اس کو صاحب فراش نہ کر دیا ہو تو وہ مثل صحیح کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جو شخص قتل کے واسطے قید خانہ سے نکالا گیا تھا اگر وہ پھر قید میں واپس لایا گیا یا جو صف سے لڑنے کے واسطے نکلا تھا وہ صف میں واپس آ گیا تو وہ صحیح کے حکم میں ہو گیا جیسے مریض کہ وہ مرض سے اچھا ہو گیا یہ بدائع میں ہے اور اگر شوہر پر طلاق دینے کے واسطے اکراہ کیا گیا پس اگر اس کی جان یا عضو تلف کرنے کی وعید پر اکراہ کیا گیا ہو تو وہ طلاق دینے میں فار نہ قرار دیا جائے گا اور اگر قید کرنے یا مار پیٹ کی وعید پر اکراہ ہو تو فار ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر اپنے مرض میں بیوی کو تین طلاق دیں پھر وہ قتل کیا گیا یا اس مرض کے سوائے کسی وجہ سے مر گیا مگر ہاں وہ اچھا نہیں ہو گیا تھا تو اس کی عورت کو میراث ملے گی یہ کافی میں ہے اور اگر مریض نے مرض میں اپنی بیوی کو طلاق دی پھر عورت نے اس کو قتل کر دیا تو عورت کو میراث نہ ملے گی اس واسطے کہ قاتل کو میراث نہیں[۳] ملتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور عورت اسباب فرار میں مثل مرد کے ہے چنانچہ اگر عورت نے بخیار بلوغ اپنے نفس کو اختیار کر لیا یا بخیار عتق اختیار کر لیا یا شوہر کے پسر کو اپنے اوپر کسی حرکت بد کا قابو دے دیا یا مرتد ہو گئی یا مثل اس کے اسباب جدائی مرد سے کسی سبب کو عمل میں لائی بعد اس کے کہ عورت کو ان امور میں سے جو ہم نے مرض وغیرہ کے ذکر کئے ہیں

ا یعنی اس کے پھیپھڑے میں قرحہ پیدا ہو جائے کہ آخر میں اس کو دق لازم ہو جاتی ہے نعوذ باللہ تعالیٰ من تلک الامراض۔

(۱) یعنی دشمن نے گھیرا ہو اور وہ قلعہ میں محصور ہو مثلاً۔

(۲) یعنی اس سے پہلے کا فعل اس کا مثل صحیح ہوگا۔

(۳) یعنی مقتول کی۔

کوئی پیش آیا اور عارض ہوا ہے تو وہ فارہ قرار دی جائے گی اور شوہر اس کا وارث ہوگا اور حاملہ فارہ نہیں قرار پاتی ہے یعنی فقط حمل کے سبب ہونے میں اگر امور فراق میں سے کوئی امر کرے تو فارہ نہ ہوگی لیکن اگر درد زہ شروع ہونے پر اس نے ایسا کیا تو فارہ ہو سکتی ہے یہ تبیین میں ہے۔

اگر مریضہ عورت واس کے شوہر کے درمیان بسبب عنین ہونے کے جدائی کر دی گئی بایں طور کہ شوہر عنین نکلا اور اس کو ایک سال کی مدت دی گئی مگر اس عرصہ میں بھی اس نے عورت سے وطی نہیں کی کہ اس کو قدرت حاصل نہ ہوئی پس عورت کو خیار دیا گیا پس اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا درحالیکہ وہ مریضہ ہے پھر عدت میں مرگئی یا بسبب جب کے یعنی آلہ تناسل کٹے ہوئے کے جدائی ہوئی بایں طور کہ عورت سے دخول کے بعد اس کو طلاق بائن دی پھر مجبوب ہوا پھر عدت میں اس سے نکاح کیا پھر عورت کو یہ معلوم ہوا حالانکہ وہ مریض ہے پس اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا پھر عدت میں مرگئی تو دونوں مسئلوں میں شوہر اس کا وارث نہ ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر عورت کو قذف کیا پھر دونوں میں باہم لعان واقع ہوئی درحالیکہ عورت مریضہ تھی پھر قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی پھر وہ عدت میں مرگئی تو شوہر اس کا وارث نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مرض کی طلاق دی ہوئی[1] عورت مستحاضہ ہو اور اس کے حیض کے ایام مختلف ہوں تو ہم میراث کے واسطے اقل مدت جو اس کی ہے وہ لیں گے اور اگر اس کا حیض معلوم ہو پھر آخری حیض عدت میں اس کا خون منقطع ہو گیا حالانکہ اس کے ایام دس روز سے کم ہیں پس اگر عورت کے غسل کر لینے یا وقت نماز گزر جانے سے پہلے شوہر مریض مرگیا تو عورت وارث ہوگی اور اسی طرح اگر عورت نے غسل کیا مگر کوئی عضو باقی رہا کہ وہاں پانی نہیں پہنچا تو بھی اس صورت میں یہی حکم ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر بسبب عنین ہونے یا مجبوب ہونے شوہر کے شوہر کے مرض میں دونوں میں تفریق دی گئی اور عورت کی عدت میں شوہر مذکور مرگیا تو عورت اس کی میراث نہ پائے گی اس واسطے کہ وہ فرقت پر راضی تھی یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر مرض میں اپنی عورت کو قذف کیا اور مرض اس سے لعان کیا تو بالاجماع یہ عورت اس کی وارث ہوگی اور اگر صحت میں عورت کو قذف کیا ہو اور باہم لعان مرض میں واقع ہوا تو امام ابوحنیفہؒ وامام ابویوسفؒ کے قول میں اس کی وارث ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر مرض میں عورت سے ایلاء کیا اور مدت ایلاء مرض میں گزر گئی تو جب تک عدت میں ہے اگر شوہر مرا تو وارث ہوگی اور اگر ایلاء حالت صحت میں کیا اور مدت ایلاء مرض میں تمام ہوگئی تو پھر وارث نہ ہوگی اور اگر عورت سے اپنے مرض میں کہا کہ میں نے تجھے اپنی صحت میں طلاق مغلظہ دے دی ہے اور تیری عدت گزر گئی ہے پس عورت نے اس کی تصدیق کی پھر اس عورت کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا یا کچھ وصیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت مذکورہ کو اس کے حصہ میراث کی مقدار اور اس مقدار مقرہ یا موصی بہا سے جو کم ہو وہ ملے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک شوہر کا اقرار و وصیت صحیح ہے اور اگر عورت کے حکم سے عورت کو اپنے مرض میں تین طلاق دے دیں پھر اس کے واسطے کچھ قرضہ کا اقرار کیا یا کچھ وصیت کی تو بالاجماع عورت کو اس مقدار اور اس کے حصہ میراث دونوں میں سے جو کم ہو وہ ملے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور ہمارے نزدیک عورت کو اس مقدار اور مقدار حصہ میراث دونوں میں کمتر مقدار جب ہی ملے گی جب عورت کی عدت میں شوہر مذکور مرگیا ہو اور اگر عدت گزرنے کے بعد مرا ہے تو عورت کو تمام وہ مقدار ملے گی جس کا اس کے واسطے اقرار[2] کیا ہے یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر کوئی آدمی مرگیا اور اس کی بیوی نے کہا کہ مجھے وہ اپنے مرض موت میں تین طلاق دے چکا ہے پھر

---

[1] یعنی مریض نے مرض میں طلاق دی۔

(۲) اور وصیت میں یہ حکم نہیں ہے۔

وہ ایسی حالت میں مرا کہ میں عدت میں ہوں پس مجھے میراث چاہیے ہے اور وارثوں نے کہا کہ تجھے اس نے اپنی صحت میں طلاق دی ہے اور تجھے میراث نہیں چاہیے ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وارثوں نے کہا کہ تو باندی تھی اور تو اس کے مرنے کے بعد آزاد کی گئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں برابر آزادہ چلی آتی ہوں تو قول عورت کا قبول ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت باندی ہو پس وہ آزاد کی گئی اور اس کا شوہر مر گیا پس عورت نے شوہر کی زندگی میں آزاد کیے جانے کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے اس کے مرنے کے بعد آزاد کیے جانے کا دعویٰ کیا تو وارثوں کا قول قبول ہوگا اور اگر باندی کے مولیٰ نے کہا کہ میں نے اس کو اس کے شوہر کی زندگی میں آزاد کیا تھا تو مولیٰ کا قول قبول نہ ہوگا اور اسی طرح اگر عورت کتابیہ کسی مسلمان کے تحت میں ہو پس وہ مسلمان ہوگئی اور اس کا شوہر مر گیا پس کتابیہ مذکورہ نے کہا کہ میں شوہر کی زندگی میں مسلمان ہوئی ہوں اور وارثوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد موت شوہر کے تو قول وارثوں کا قبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت نے کہا کہ مجھے اس نے طلاق دی درحالیکہ وہ سوتا تھا اور وارثوں نے کہا کہ تجھے جاگتے میں طلاق دی ہے تو قول عورت کا قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے اپنے مرض میں کہا کہ میں تجھے اپنی صحت میں تین طلاق دے چکا ہوں یا کہا کہ میں نے تیری ماں یا تیری بیٹی سے جماع کرلیا ہے یا کہا کہ میں تجھے اپنی صحت میں تین طلاق دے چکا ہوں یا کہا کہ میں نے تیری ماں یا تیری بیٹی سے جماع کرلیا ہے یا کہا کہ میں نے اس سے گواہوں کے نکاح کیا ہے یا کہا کہ میرے اور اس کے درمیان قبل نکاح کے رضاعت متحقق ہو چکی ہے یا کہا کہ میں نے اس سے ایسی حالت میں نکاح کیا کہ یہ غیر کی عدت میں تھی اور عورت نے اس سے انکار کیا تو مرد سے بائنہ ہو جائے گی مگر اس کو میراث ملے گی اور اگر عورت نے اس کی تصدیق کی تو میراث نہ ملے گی یہ فصول عمادیہ میں ہے۔

اگر اپنے مرض الموت میں بیوی کو تین طلاق دے دیں پھر مر گیا اور اس کی مطلقہ بیوی کہتی ہے کہ میری عدت ابھی نہیں گزری ہے تو اس کا قول قسم سے قبول ہوگا اگر چہ زمانہ دراز گزر گیا ہو پس اگر عورت نے قسم کھالی تو میراث لے لے گی اور اگر نکول کیا تو اس کو میراث نہ ملے گی جیسے عدت گزر جانے کے اقرار کرنے کی صورت میں ہے اور اگر عورت نے کچھ نہیں کہا لیکن کسی دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور مدت اتنی گزری ہے کہ اتنی مدت میں عدت تمام ہو سکتی ہے پھر عورت نے کہا کہ پہلے خاوند سے میری عدت نہیں گزری تھی تو عورت کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی چنانچہ دوسرے شوہر کے حق میں اس کا قول معتبر نہ ہوگا اور وہ اس کی بیوی رہے گی اور اول شوہر کی میراث بھی اس کو نہ ملے گی اور دوسرے شوہر سے اس کا نکاح کرنا یہ دلالۃً اس عورت کی طرف سے عدت گزر جانے کا اقرار ہے اور اگر اس نے کسی سے نکاح نہیں کیا بلکہ اس نے کہا کہ میں حیض سے مایوس ہوگئی ہوں اور اس نے تین مہینہ عدت پوری کی پھر شوہر مر گیا اور وہ میراث سے محروم ہوئی پھر اس کے بعد اس نے کسی شوہر سے نکاح کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا یا حائضہ ہوئی تو اس کو پہلے خاوند سے میراث ملے گی اور دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح فاسد ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی مرد نے جو تندرست ہے اپنی بیوی سے کہا کہ جب شروع ماہ ہو یا جب تو دار میں داخل ہو یا جب فلاں شخص ظہر کی نماز پڑھے یا جب فلاں شخص اس دار میں داخل ہو تو تو طالقہ ہے پھر شوہر کے مریض[1] ہونے کی حالت میں یا تیں پائی گئیں تو طالقہ ہو جائے گی اور شوہر کی میراث نہ پائے گی اور اگر شوہر نے ایسا کلام مرض میں کہا ہو تو وارث ہوگی سوائے اس صورت کے کہ جب تو دار میں داخل ہو کہ اس صورت میں وارث نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر طلاق کو شرط پر معلق کیا پس اگر اپنے ذاتی فعل پر معلق کیا تو

---

(۱) مرض الموت۔

حانث ہونے کا وقت معتبر ہو گا چنانچہ اگر حانث ہونے کے وقت مریض تھا اور مر گیا اور عورت عدت میں تھی تو وارث ہو گی خواہ تعلیق حالت صحت میں کی ہو یا مرض میں خواہ ایسا فعل ہو جس کے کرنے پر وہ مجبور ہو یا نہ ہو اور اگر اجنبی آدمی کے فعل پر معلق کیا تو قسم کھانے اور حانث ہونے دونوں کا وقت معتبر ہو گا پس اگر دونوں حالوں میں قسم کھانے والا مریض ہو تو عورت وارث ہو گی ورنہ نہیں خواہ یہ فعل جس پر معلق کیا ہے ایسا ہو کہ اس سے چارہ ہو یا نہ ہو جیسے یوں کہا کہ جب فلاں آئے تو تو طالقہ[(1)] ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر کوئی فعل آسمانی پر تعلیق کی جیسے کہا کہ جب چاند ہو تو تو طالقہ ہے تو بھی ایسا ہی حکم ہے یہ محیط میں ہے اور اگر فعل عورت پر تعلیق کی پس اگر ایسا فعل ہو کہ عورت کو اس کے نہ کرنے کا چارہ ہے یعنی چاہے نہ کرے تو حانث ہونے پر عورت وارث نہ ہو گی خواہ قسم اور حانث ہونا دونوں مرض میں واقع ہوئے یا تعلیق صحت میں اور حانث ہونا مرض میں ہوا ہو اور اگر ایسے فعل پر معلق کیا جس سے عورت کو کوئی چارہ نہیں ہے جیسے کھانا پینا[۲] نماز روزہ والدین سے کلام کرنا و قرضدار سے قرضہ وصول کرنا وغیرہ پس اگر تعلیق و فعل مشروط دونوں مرض میں واقع ہوں تو بالاجماع وارث ہو گی اور اگر تعلیق صحت میں اور وجود شرط مرض میں ہو تو بھی امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہی حکم ہے جیسے کہ اپنے فعل پر تعلیق طلاق کرنے کا حکم ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اگر اپنی صحت میں اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں بصرہ[(۲)] کے اندر نہ جاؤں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس وہ بصرہ میں نہ آیا حتیٰ کہ مر گیا تو عورت اس کی وارث ہو گی اور اگر بیوی مر گئی اور شوہر زندہ رہا تو اس کا وارث ہو گا اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو بصرہ میں نہ آئی تو تو طالقہ ثلث ہے پھر وہ عورت نہ آئی یہاں تک کہ شوہر مر گیا تو اس کی وارث ہو گی اور اگر یہ عورت مر گئی اور شوہر باقی رہا تو اس کا وارث نہ ہو گا یہ بدائع میں ہے اگر مریض نے اپنی بیوی کو بعد دخول کے طلاق بائن دے دی پھر اس سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر عدت میں اس سے نکاح کر لیا تو طالقہ ثلث ہو جائے گی پھر اگر اس کی عدت میں مریض مر گیا تو یہ جدید عدت میں اس کی موت قرار دی جائے گی اور نکاح کرنے سے حکم فرار باطل ہو گیا اگر چہ اس کے بعد طلاق واقع ہوئی ہے کیونکہ تزوج عورت کے فعل سے واقع ہوا ہے پس شوہر مریض فرار کرنے والا نہ ہو گا یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک باندی ایک غلام کے تحت میں ہے کہ دونوں سے اُنکے مولیٰ نے کہا کہ کل کے روز تم دونوں آزاد ہو:

ایک مریض نے اپنی بیوی سے کہا کہ کل کے روز تو تو طالقہ ثلث ہے حالانکہ یہ عورت باندی ہے اور اس کے مولیٰ نے اس سے کہا کہ کل کے روز تو حرہ ہے پھر کل کا روز ہوا تو طلاق و عتاق ساتھ ہی واقع ہوں گے اور یہ عورت اپنے شوہر کی میراث نہ پائے گی اور اسی طرح اگر مولیٰ نے عتق کا کلام پہلے کہا ہو پھر شوہر نے اس کے بعد کہا ہو کہ تو کل کے روز طالقہ ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر شوہر نے یوں کہا کہ جب تو آزاد کی گئی تو تو طالقہ بسہ طلاق ہے تو شوہر مریض مذکور فرار کنندہ قرار دیا جائے گا پس اگر مولیٰ نے اس باندی سے کہا کہ کل کے روز تو حرہ ہے اور شوہر نے کہا کہ پرسوں تو بسہ طلاق طالقہ ہے پس اگر اس کو گفتگو مولیٰ سے آگاہی ہو تو وہ فار ہو گا اور اگر آگاہ نہ ہو تو فار نہ ہو گا یہ ظہیر یہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ جب میں مریض ہوں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے

۱ یعنی نہ کرنے کا کوئی چارہ نہ ہو جیسے پیخانہ و پیشاب۔

۲ قولہ کھانا پینا سونا ان سے بالطبع ناچار ہے اور نماز روزہ ان سے شرعاً چارہ ہے۔

(۱) جب فلاں پیشاب کرے تو تو طالقہ ہے۔

(۲) نام شوہر۔

پھر بیمار ہوا اور اسی مرض میں مر گیا درحالیکہ وہ عدت میں تھی تو عورت اس کی وارث ہوگی اور شیخ ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ وارث نہ ہوگی اور قول اول ہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ایک باندی ایک غلام کے تحت میں ہے کہ دونوں سے ان کے مولیٰ نے کہا کہ کل کے روز تم دونوں آزاد ہو اور شوہر نے اس سے کہا کہ کل کے روز بسہ طلاق طالقہ ہے تو اس باندی کو اپنے شوہر کی میراث نہ ملے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ تو پرسوں طالقہ ثلث ہے تو قیاساً عورت کے واسطے میراث نہ ہوگی اور استحساناً اگر اس کو گفتگو لے مولیٰ سے آگاہی تھی وہ وارث ہوگی اور اگر نہ تھی تو نہ ہوگی ایک عورت نے اپنے شوہر مریض پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ کو تین طلاق دے دیں مگر وہ انکار کر گیا اور قاضی نے اس سے قسم لی تو قسم کھا گیا پھر عورت نے اس کی تصدیق کی کہ سچا[1] ہے اور شوہر مر گیا پس اگر شوہر کے مرنے کے بعد عورت نے اس کی تصدیق کی ہو تو اس کی تصدیق صحیح نہیں ہے مریض نے اپنی دو بیویوں سے کہا کہ اگر تم اس دار میں داخل ہوئیں تو تم طالقہ ثلث ہو پھر دونوں معاً دار میں داخل ہوئی پھر وہ مر گیا درحالیکہ دونوں عدت میں تھیں تو اس کی وارث ہوں گی اور اگر ایک پہلے داخل ہوئی پھر دوسری تو پہلی وارث ہوگی نہ دوسری ایک مرد نے اپنی صحت میں اپنی بیوی سے کہا کہ جب میں چاہوں فلاں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر بیمار ہوا پھر شوہر اور فلاں دونوں نے معاً طلاق چاہی یا پہلے شوہر نے پھر اجنبی نے چاہی پھر شوہر مر گیا تو عورت وارث نہ ہوگی اور اگر پہلے اجنبی نے چاہی پھر شوہر نے تو عورت وارث ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اگر مسلمان مریض نے اپنی کتابیہ بیوی سے کہا کہ جب تو مسلمان ہو تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر وہ مسلمان ہوگئی پھر شوہر مر گیا تو فرار کنندہ قرار دیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا درحالیکہ یہ عورت کسی مرد کے تحت میں ہے یعنی منکوحہ ہے:

اگر بیوی کتابیہ آزادہ ہو اور اس سے کہا کہ کل کے روز تو طالقہ ثلث ہے پھر وہ کل سے پہلے مسلمان ہوگئی یا بعد کل کے مسلمان ہوئی تو اس عورت کو میراث نہ ملے گی اور اگر مسلمان ہوگئی پھر شوہر نے اس کو تین طلاق دے دیں حالانکہ مرد کو اس کے مسلمان ہونے کا علم نہیں ہے تو عورت کو میراث ملے گی اور اگر کافر کی بیوی مسلمان ہوگئی پھر کافر نے اپنے مرض کی حالت میں اس کو تین طلاق دے دیں پھر خود مسلمان ہوگیا پھر مر گیا درحالیکہ وہ عدت میں تھی تو عورت کو میراث نہ ملے گی اور اسی طرح غلام نے اگر مرض میں اپنی بیوی کو طلاق دے پھر آزاد کیا گیا اور اس نے کچھ مال پایا تو عورت کو میراث نہ ملے گی اور اگر اس نے یوں کہا کہ جب میں آزاد کیا جاؤں تو تو طالقہ ثلث ہے تو فار قرار دیا جائے گا اور اگر بیوی بھی باندی مملوکہ ہو پس غلام نے اپنے مرض میں کہا کہ جب میں اور تو آزاد کیے جائیں تو تو طالقہ ثلث ہے پھر دونوں آزاد کیے گئے تو عورت کو اس کی میراث ملے گی اور اگر بولا کہ تو کل کے روز طالقہ ثلث ہے پھر دونوں آج ہی کے روز آزاد کیے گئے تو وارث نہ ہوگی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔ایک مرد نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا درحالیکہ یہ عورت کسی مرد کے تحت میں ہے یعنی منکوحہ ہے پھر شوہر نے اپنے مرض میں اس کو تین طلاق دے دیں خواہ وہ باندی کے آزاد ہونے سے آگاہ تھا یا نہ تھا بہر حال فرار کنندہ قرار پائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک باندی مرد آزاد کے تحت میں ہے وہ آزاد کی گئی اور اس کو کچھ مال ہبہ کیا گیا پس عورت مذکور نے اپنے نفس کو اختیار کیا بخیار عتق حالانکہ وہ مریضہ ہے پھر عدت میں مر گئی تو شوہر اس کا وارث ہوگا ایک مرد نے اپنے مرض میں دو بیویوں سے کہا کہ تم اپنے نفسوں کو تین طلاق دے دو حالانکہ دونوں اس کی مدخولہ ہیں پھر ہر ایک نے اپنے نفس کو اور سوت کو آگے پیچھے طلاق دے دی تو پہلے طلاق دینے والی عورت کی طلاق سے دونوں میں سے ہر ایک بسہ طلاق طالقہ ہو جائے گی اور اس کے بعد دوسری بیوی کا طلاق دینا اپنے کو اور اپنی سوت کو باطل ہے اور

---

(۱) خواہ شوہر کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد۔

شوہر کی دوسری وارث ہوگی نہ پہلی بخلاف اس کے اگر پہلی نے اولاً اپنی سوت کو طلاق دی نہ اپنے آپ کو حتیٰ کہ سوت پر طلاق واقع ہوئی اور اس پر واقع نہ ہوئی تو دونوں وارث ہوں گی اور اسی طرح اگر ہر ایک نے پہلے اپنی سوت کو طلاق دی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ہر ایک نے اپنے آپ کو اور اپنی سوت کو معاً طلاق دی یعنی ایک ہی ساتھ دونوں میں سے ہر ایک نے ایسا کیا تو دونوں مطلقہ ہوں گی اور کوئی وارث نہ ہوگی اور اگر یوں ہوا کہ ایک نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو طلاق دی اور دوسری نے کہا کہ میں نے اپنی سوت کو طلاق دی اور دونوں کلام ساتھ ہی نکلے تو بھی اکیلی طالقہ ہو جائے گی اور وارث نہ ہوگی۔

ایک مرد نے اپنی دو بیویوں سے حالانکہ دونوں اسکی مدخولہ ہیں کہا کہ تم میں سے ایک بسہ طلاق طالقہ ہے:

اگر ایک نے اپنے آپ کو طلاق دی پھر اسی کو اس کی سوتن نے طلاق دی تو طالقہ ہو جائے گی اور وارث نہ ہوگی اور اگر اس کے برعکس واقع ہوا تو وارث ہوگی اور یہ سب اس وقت ہے کہ دونوں عورتیں اسی مجلس تفویض پر برقرار ہوں اور اگر دونوں اس مجلس سے اٹھ گئی ہوں پھر ہر ایک نے اپنے آپ کو اور اپنی سوتن کو ایک ساتھ ہی یا آگے پیچھے تین طلاقیں دے دیں یا ہر ایک نے اپنی سوتن کو طلاق دی تو دونوں وارث ہوں گی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو طلاق دی تو کوئی طالقہ نہ ہوگی اور اگر مرد نے اپنے مرض میں دونوں سے کہا کہ تم اپنے آپ کو تین طلاق دو اگر تم چاہو پس ایک نے اپنے آپ کو اور اپنی سوتن کو طلاقیں دیں تو جب تک دوسری بھی اپنے آپ کو اور اپنی سوتن کو طلاق نہ دے تب تک کوئی طالقہ نہ ہوگی ہاں اگر اس کے بعد دوسری نے اپنے آپ کو اور سوتن کو تین طلاقیں دیں تو دونوں طالقہ ہو جائیں گی اور پہلی وارث ہوگی نہ دوسری اور اگر دونوں کے کلام ساتھ ہی منہ سے نکلے تو دونوں بائنہ ہوں گی اور دونوں وارث ہوں گی اور اگر دونوں مجلس سے کھڑی ہوگئیں پھر ہر ایک نے دونوں کو ساتھ یا آگے پیچھے طلاقیں دیں تو واقع نہ ہوں گی اور اگر اپنے مرض میں دو بیویوں سے کہا کہ تمہارا امر تمہارے ہاتھ ہے اور اس سے طلاق کا قصد کیا تو دونوں کی طلاق بطریق تملیک دونوں کے سپرد ہوگی حتیٰ کہ اکیلی کوئی دونوں میں سے منفرد[۱] طلاق نہیں ہو سکتی ہے اور یہ تفویض مقصود بر مجلس ہوگی جیسے تعلیق بمشیت میں ہوتا ہے مگر ان دونوں صورتوں میں ایک بات کا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر دونوں کسی ایک کی طلاق پر متفق ہوئیں تو دونوں میں سے جس کی طلاق پر متفق ہوئی ہیں تفویض کی صورت میں اس پر واقع ہوگی اور مشیت کی صورت میں واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تم اپنے آپ کو ہزار درہم پر طلاق دے دو پس ہر ایک نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو اور اپنی سوتن کو ہزار درہم پر طلاق دے دی تو ہزار درہم معاوضہ میں دونوں پر لازم ہوں گے اور دونوں کے مہر پر تقسیم ہوں گے پس جس قدر جس کا مہر ہے اسی قدر حصہ ہزار درہم کا اس کو دینا پڑے گا اور کسی حال میں دونوں میں سے کوئی وارث نہ ہوگی اور اگر ایک نے طلاق دی تو اپنے حصہ ہزار درہم کے عوض طالقہ ہوگی اور وارث نہ ہوگی اور مجلس سے کھڑی ہوگئی اس کے حق میں یہ امر تفویض باطل ہوگیا یہ کافی میں ہے امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک مرد نے اپنی دو بیویوں سے حالانکہ دونوں اس کی مدخولہ ہیں کہا کہ تم میں سے ایک بسہ طلاق طالقہ ہے پھر اس نے اپنے مرض الموت میں بیان کیا کہ وہ یہ ہے تو میراث سے محروم[۲] نہ ہوگی اور اس بیان میں شوہر فرار کرنے والا قرار دیا جائے گا پس اگر ان دونوں کے سوا اس کی کوئی اور بیوی ہو تو اس کو نصف[(۱)] میراث ملے گی اور اگر شوہر کی موت سے پہلے وہ عورت مرگئی جس کے حق میں طلاق واقع ہونا بیان کیا ہے تو اس کے واسطے میراث نہ ہوگی اور بیان بھی اس کے حق

---

[۱] منفرد ...... یعنی تنہا ایک کی طلاق واقع نہ ہوگی اور دونوں مل کر بھی صرف اسی مجلس تک دے سکتی ہیں۔

[۲] نہ ہوگی ...... کیونکہ بیان سے اس نے بالفعل طلاق دی۔

(۱) یعنی سارحات میں سے نصف ملے گا نہ کل میراث سے۔

میں صحیح ہو جائے گا اور دوسری کو میراث ملے گی اور اگر شوہر کی کوئی دوسری بیوی بھی ہو تو میراث ان دونوں میں نصفا نصف ہوگی اور اگر وہ عورت جس کے حق میں طلاق واقع ہونا بیان کیا ہے زندہ رہی اور دوسری مرگئی پھر شوہر مر گیا تو اس عورت کو نصف میراث ملے گی اس واسطے کہ اس کے حق میں بیان طلاق اس نصف حصہ کے واسطے صحیح ہوگا جو اس کا نہ تھا اور نہ صحیح ہونا فقط اسی نصف حصہ کے حق میں ہے جس کی یہ مستحق تھی پس وہ من وجہ منکوحہ ہوگی پس فقط نصف ہی کی مستحق ہوگی حتیٰ کہ اگر اس مرد کی کوئی اور بیوی بھی ہو تو اس طالقہ کو فقط چوتھائی ملے گی اور تین چوتھائی دوسری بیوی پائے گی اور اگر ان دونوں میں سے ایک عورت قبل شوہر کے بیان کرنے اور شوہر کے مرنے کے مرگئی تو دوسری جو زندہ رہی ہے طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور اس کو میراث نہ ملے گی اور اگر شوہر نہیں مرا اور نہ اس نے کچھ بیان کیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک عورت وقت طلاق سے چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں ایک بچہ جنی تو یہ امر مثل بیان کے نہ ہوگا اور شوہر کو اختیار باقی ہے پھر اگر شوہر نے اس بچہ کی نفی کی کہ میرا نہیں ہے تو اس کو حکم کیا جائے گا کہ بیان کرے پس اگر اس نے کہا کہ میں نے ایقاع[1] طلاق کے وقت وہ عورت مراد لی تھی کہ جس کے بچہ نہیں ہوا ہے تو جس کے بچہ ہوا ہے اس کے اور شوہر کے درمیان لعان کیا جائے گا اور بعد لعان کے بچہ کا نسب اس مرد سے منقطع کر کے فقط ماں کی طرف ملحق کیا جائے گا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے یہ عورت جو بچہ جنی ہے مراد لی تھی تو شوہر پر حد[2] واجب ہوگی اور بچہ کا نسب ثابت ہوگا۔

مسئلہ مذکورہ میں مطلقہ کی عدت وضع حمل سے تمام ہو جائے گی اور بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا:

اگر اس نے کہا کہ میں نے ایقاع کے وقت کسی کو مراد نہیں لیا تھا لیکن میں اس عورت کو مراد لیتا ہوں جو بچہ جنی ہے تو ایسی صورت میں حد و لعان کچھ نہیں ہے اور بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اگر وقت ایقاع طلاق سے دو برس سے زیادہ کے بعد بچہ جنی تو دوسری عورت طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اس واسطے کہ ایسی صورت میں ہم کو بیقین معلوم ہے کہ وطی بعد طلاق کے واقع ہوئی ہے اور جو بچہ جنی ہے وہ نکاح کے واسطے متعین ہوگئی تاکہ مرد مذکور طالقہ کے ساتھ وطی کرنے سے حرام کرنے والا نہ ہو جائے اور نہ بچہ ضائع ہو جائے اور اگر اس مرد نے اس بچہ کے نسب سے انکار کیا تو دونوں میں لعان کرایا جائے گا مگر اس مرد سے اس کا نسب قطع نہ کیا جائے گا اس لئے کہ ہرگاہ شرع نے حکم دے دیا کہ اس کا نطفہ اسی مرد سے قرار پایا ہے اور اس سے ایک حکم متعلق کیا یعنی اس مرد سے وطی واقع ہونے کو بیان طلاق قرار دیا تو یہ بات اس کے نسب قطع ہونے سے مانع ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کے وقت ایقاع سے دو برس سے کم میں اور دوسری کے وقت ایقاع سے دو برس سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا تو جس کے دو برس سے کم میں ہوا ہے وہی طلاق کے واسطے متعین ہوگی پس جب اس پر طلاق واقع ہوئی یعنی واقع ہونا معلوم ہو گیا تو اس کی عدت کے واسطے دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے بچہ جننے اور اس کی سوتن کے بچہ جننے میں چھ مہینہ سے کم مدت ہو تو وضع حمل سے اس کی عدت منقضی ہو جائے گی اور اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ ہوں تو اس مطلقہ کی عدت حیض پر ہوگی اور اگر دو برس سے کم میں بچہ جننے والی سے وطی کرنے کا شوہر نے اولاً اقرار کیا تو اس کے اقرار سے دوسری جو دو برس سے زیادہ میں جنی ہے طالقہ ہو جائے گی لیکن دو برس سے کم میں جننے والی سے طلاق دور کرنے میں شوہر کے قول کی تصدیق نہ ہوگی پس دونوں مطلقہ ہو جائیں گی اور اگر وقت طلاق سے دو برس سے زیادہ میں دونوں کے بچہ پیدا ہوا اور دونوں کے جننے میں ایک روز یا زیادہ کا تفاوت ہے تو پہلی عورت کا جننا دوسری کے حق میں طلاق کا بیان ہوگا پھر جب دوسری بھی اس کے بعد جنی تو جو طلاق اس پر پڑ چکی ہے وہ دوسری کی طرف پھیری

---

(۱) جس کے حق میں چاہے طلاق بیان کرے۔

(۲) یعنی حد قذف۔

نہ جائے گی اور ایسا ہو گیا کہ گویا اس نے دونوں میں سے ایک سے جماع کیا پھر دوسری سے جماع کیا تو دوسری جس سے آخر میں جماع کیا ہے طالقہ ہو گی پس ایسا ہی یہاں ہو گا اور مطلقہ کی عدت وضع حمل سے تمام ہو جائے گی اور بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہو گا یہ شرح زیادات عتابی میں ہے۔

اگر اپنی بیوی کی طلاق کسی اجنبی کے سپرد کی اور حالت صحت میں سپرد کی:

اگر بیان سے پہلے دونوں میں سے ایک مر گئی پس شوہر نے کہا کہ میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو شوہر اس کا وارث نہ ہو گا اور دوسری مطلقہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر دونوں ایک بعد دوسری کے مر گئیں پھر شوہر نے کہا کہ جو پہلے مری ہے میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو دونوں میں سے کسی کا وارث نہ ہو گا اور اگر دونوں ساتھ ہی مر گئیں مثلاً دونوں پر دیوار گر پڑی یا دونوں غرق ہو گئیں تو دونوں میں سے ہر ایک سے نصف[1] میراث کا وارث ہو گا اور اسی طرح اگر دونوں ایک بعد دوسری کے مریں لیکن مقدم و موخر معلوم نہیں ہے تو یہ بھی بمنزلہ ساتھ ہی مرنے کے ہے اور اگر دونوں ساتھ ہی مر گئیں پھر اس نے دونوں کی موت کے بعد ایک کو معین کیا اور کہا کہ میں نے اسی کو مراد لیا تھا تو اس کا وارث نہ ہو گا اور دوسری کا وارث ہو گا اور نصف میراث پائے گا اور اگر قبل بیان کے دونوں مرتد ہو گئیں پھر دونوں کی عدت گزر گئی اور شوہر سے بائن ہو گئیں تو شوہر کو یہ اختیار نہ رہے گا کہ دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں طلاق بیان کرے یہ بدائع میں ہے اور اگر اپنی بیوی کی طلاق کسی اجنبی کے سپرد کی اور حالت صحت میں سپرد کی پھر اجنبی نے اس کے مرض میں اس کی عورت کو طلاق دی پس اگر سپرد کرنا ایسے طور پر ہو کہ اس کو معزول نہ کر سکتا ہو تو عورت وارث نہ ہو گی مثلاً اجنبی کو طلاق کا مالک کر دیا تو معزول نہیں کر سکتا ہے اور اگر تفویض ایسے طور پر ہو کہ اس کو معزول کر سکتا ہو مثلاً طلاق کے واسطے وکیل کیا ہو اور وکیل نے موکل کے مرض الموت میں طلاق دے دی تو عورت اس کی وارث ہو گی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

چھٹا باب:

رجعت اور جس سے مطلقہ حلال ہو جاتی ہے اور اس کے متصلات کے بیان میں

مطلقہ جب تک عدت میں ہے اس کے نکاح کے بدستور سابق باقی رکھ لینے کو رجعت کہتے ہیں یہ تبیین میں ہے اور رجعت دو طرح کی ہے سنی و بدعی پس سنی رجعت یہ ہے کہ قول سے عورت سے مراجعت کر لے اور اپنی مراجعت پر دو گواہوں کو گواہ کر لے اور عورت کو اس سے آگاہ کر دے اور رجعت بدعی یہ ہے کہ عورت سے قول سے رجوع کیا مثلاً کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی یا میں نے اپنی بیوی سے مراجعت کر لی مگر گواہ نہ کئے یا گواہ کر لئے مگر عورت کو اس سے آگاہ نہ کیا تو یہ مخالف سنت ہے اور بدعت ہے مگر خیر رجعت صحیح ہو جائے گی اور اگر عورت سے اپنے فعل سے مراجعت کی مثلاً اس سے وطی کر لی یا شہوت سے اس کا بوسہ لیا یا شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا تو ہمارے نزدیک اس سے بھی مراجعت ہو جائے گی مگر یہ فعل اس کا مکروہ ہے پس اس کے بعد مستحب ہے کہ گواہ کر لے یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور الفاظ رجعت دو طرح کے صریح و کنایہ ہیں پس صریح جیسے عورت سے خطاب کر کے کہا کہ میں نے تجھ سے مراجعت کر لی یا عورت کی غیبت میں یا سامنے کہا کہ میں نے اپنی بیوی سے مراجعت کر لی تو یہ صریح ہے اور یہ کہنا

---

[1] یعنی شوہر کی جو میراث ہوتی ہے یعنی نصف یا چہارم۔

کہ میں نے تجھ سے ارتجاع کرلیا یا تجھ سے رجوع کرلیا یا تجھے لوٹا لیا یا تجھے رکھ لیا یہ بھی الفاظ صریح میں سے ہیں اور مسّنک بمنزلہ امسکتک کے ہے یعنی تجھ رکھ لیا پس ان الفاظ سے بلانیت رجعت کرنے والا ہو جائے گا اور کنایات جیسے کہا کہ تو میرے نزدیک جیسی تھی ویسی ہی ہے یا تو میری بیوی ہے تو ایسے الفاظ میں بدون نیت کے مراجعت کرنے والا نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اے رفتہ باز آ در ومت یعنی اے گئی ہوئی میں تجھے پھیر لایا اگر رجعت کی نیت کی تو مراجع (۱) ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر بلفظ تزویج اس سے رجوع کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح اگر اس سے نکاح پڑھ لیا تو بھی بنا پر مختار مراجع ہو جائے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

جب مساس ونظر بغیر شہوت ہو تو یہ بالا جماع رجعت نہیں ہے:

اگر اس سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں لے لیا تو ظاہر الروایہ کے موافق یہ رجعت ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے ہزار درہم مہر پر رجوع کرلیا پس اگر عورت نے اس کو قبول کیا تو یہ زیادتی صحیح ہوگی ورنہ نہیں اس واسطے کہ یہ مہر میں زیادتی ہے پس عورت کو قبول کرنا شرط ہے اور یہ بمنزلہ تجدید نکاح کے ہے یہ محیط میں ہے اور رجعت جیسے[1] قول سے ثابت ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے ثابت ہوتی ہے جیسے وطی کرلینا و شہوت سے مساس کرنا کذافی النہایہ اور ایسے ہی دہن پر شہوت سے بوسہ لینے سے بالا جماع رجعت ثابت ہوتی ہے اور اگر گال یا ٹھوڑی یا پیشانی پر بوسہ لے لیا سر چوم لیا تو اس میں اختلاف ہے اور عیون کی عبارت کے اطلاق سے ظاہر ہے کہ بوسہ چاہے جس جگہ کا ہو موجب حرمت مصاہرہ[2] ہے اور یہی صحیح ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور عورت کی داخل فرج میں شہوت سے نظر کرنا رجعت ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور سوائے فرج کے اور کہیں اس کے بدن پر نظر کرنے سے رجعت نہیں ہوتی ہے یہ تبیین میں ہے اور ہر چیز جس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہے اس سے رجعت ثابت ہوتی ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور بغیر شہوت بوسہ لینا و مساس کرنا مکروہ (۲) ہے جبکہ اس سے رجعت کا قصد نہ ہو اور اسی طرح عورت کو ننگے دیکھنا بغیر شہوت مکروہ ہے ایسا ہی امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے یہ بدائع میں ہے اور جب مساس ونظر بغیر شہوت ہو تو یہ بالا جماع رجعت نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور واضح رہے کہ جیسے مرد کے بوسہ لینے و چھونے و نظر کرنے سے رجعت ہوتی ہے ویسے ہی عورت کی طرف سے بھی ایسے فعل سے رجعت ہو جاتی ہے کچھ فرق نہیں ہے بشرطیکہ جو فعل عورت سے صادر ہوا ہے وہ مرد کی دانست میں ہوا اور مرد نے اس کو منع نہ کیا اور اس میں اتفاق ہے اور اگر عورت نے ایسا فعل باختلاس کیا یعنی مثلاً مرد سوتا تھا اور عورت نے شہوت سے بوسہ لے لیا اور یہ نہیں ہوا کہ مرد نے اس کو قابو دے دیا ہو کہ اس کا بوسہ لے لے یا عورت نے زبردستی کرلیا یا مرد معتوہ ہے تو شیخ الاسلام و شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ بقول امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے رجعت ثابت ہو جائے گی اور یہ اس وقت ہے کہ شوہر نے اس امر کی تصدیق کی کہ شہوت کی حالت میں عورت نے ایسا کیا ہے اور اگر عورت کے شہوت میں ہونے سے انکار کیا تو رجعت ثابت نہ ہوگی اور اسی طرح اگر شوہر مر گیا اور اس کے وارثوں نے تصدیق کی یعنی عورت حالت شہوت میں تھی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر

---

[1] رجعت بدلی میں یہ بیان گزرا لیکن یہاں فائدہ کے لئے یہ اعادہ کیا گیا ہے۔

[2] اس سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوئی اور جس سے حرمت مصاہرہ ثبوت ہو اس سے رجعت ثبوت ہوتی ہے تو دونوں میں زوجیت ثبوت ہوگئی اور یہی مراد ہے۔

(۱) یعنی رجعت کرنے والا۔

(۲) اگر شہوت ہو تو رجعت ہو جائے گی۔

شہوت میں ہونے کے گواہ پیش ہوئے تو مقبول نہ ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے اگر گواہوں نے جماع واقع ہونے کی گواہی دی تو بالا جماع مقبول ہوں گے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر اپنی منکوحہ بیوی سے کہا کہ جب میں تجھ سے رجعت کروں تو تو طالقہ ہے تو یہ قسم حقیقی رجعت پر ہوگی:

اگر مرد سوتا ہو یا وہ مجنون ہو اور عورت مطلقہ رجعی نے مرد کے آلہ تناسل کو اپنی فرج میں داخل کر لیا تو بالاتفاق یہ رجعت ہو گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر عورت نے مرد سے کہا کہ میں نے تجھ سے مراجعت[1] کی تو صحیح نہیں ہے یہ بدائع میں ہے خلوت کرنا رجعت نہیں ہے اس واسطے کہ خلوت مختص بملک نہیں ہے اور جب شوہر نے اپنی معتدہ کے ساتھ ایسا فعل کیا جو مختص بملک نہیں ہوتا ہے تو ہر ایسے فعل سے رجعت ثابت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے جماع کروں تو تو طالقہ ثلث ہے پھر اس سے جماع کیا پس جب دونوں کے ختانین باہم مل گئے اور وہ طالقہ ہوگئی اور کچھ دیر ٹھہرا رہا تو اس پر مہر واجب نہ ہوگا اور اگر نکال کر پھر داخل کر دیا تو اس پر مہر واجب ہوگا قال المترجم یعنی قسم مذکور پر التقائے ختانین ہونے سے طلاق واقع ہوگی پھر اگر وہ اسی حال پر ٹھہرا رہا تو مرد پر بعد طلاق کے وطی کرنے کا عقر واجب نہ ہوگا اور یہ مراد نہیں ہے کہ مہر جس پر نکاح قرار پایا تھا اگر وہ ادا نہیں کیا ہے تو واجب نہ ہوگا بلکہ وہ بعد طلاق کے متاکد ہوگیا کہ سب ادا کر دینا واجب ہو چکا فافہم۔ اگر طلاق رجعی ہو یعنی کہا ہو کہ تو طالقہ بطلاق رجعی ہے تو بعد طلاق واقع ہونے کے اگر نکال کر پھر داخل کیا تو مراجعت کرنے والا ہو جائے گا اور اس پر اتفاق ہے اور اگر فقط ٹھہرا رہا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مراجع ہو جائے گا اور امام محمدؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے مس کیا یعنی چھوا ہاتھ سے تو تو طالقہ ہے پھر عورت کو چھوا پھر اپنا ہاتھ اس پر سے اٹھا لیا پھر دوبارہ ہاتھ لگا کر اس کو چھوا تو یہ رجعت ہے اور اگر اپنی منکوحہ بیوی سے کہا کہ جب میں تجھ سے رجعت کروں تو تو طالقہ ہے تو یہ قسم حقیقی رجعت پر ہوگی نہ عقد نکاح پر حتیٰ کہ اگر اس نے بیوی کو طلاق دے کر پھر اس سے نکاح کر لیا تو طالقہ نہ ہوگی اور اگر اس سے رجعت کی تو طالقہ ہو جائے گی اور اگر کسی اجنبی عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے مراجعت کی تو تو طالقہ ہے تو اس کی قسم نکاح پر قرار دی جائے گی اور اگر رجعی طلاق کی مطلقہ سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے رجعت کی تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے پھر اس مطلقہ کی عدت گزر گئی پھر اس سے دوبارہ نکاح کیا تو وہ طالقہ نہ ہوگی اور اگر طلاق بائنہ کی صورت میں ایسا کہا ہو تو نکاح کرنے پر طالقہ ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر عورت کی دبر یعنی پائخانہ کے مقام کو شہوت سے دیکھا تو یہ بالاجماع رجعت نہیں ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور مشائخ نے دبر[2] میں وطی کرنے میں اختلاف کیا ہے کہ رجعت ہوگی یا نہ ہوگی تو بعض نے فرمایا کہ یہ رجعت نہیں ہے اور اسی طرف قدوریؒ نے اشارہ کیا ہے اور فتویٰ اس امر پر ہے کہ یہ رجعت ہے یہ تبیین میں ہے اور مجنون کی رجعت بالفعل ہوگی اور بقول نہیں صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر مرد پر جس نے طلاق رجعی دی ہے اکراہ کیا گیا کہ وہ رجعت کرے پس اس نے باکراہ رجعت کی یا کسی نے ہزل[3] کے طور پر رجعت کی یا بطور لعب[4] رجعت کی یا بخطاء رجعت کی تو یہ رجعت صحیح ہوگی جیسے نکاح ان صورتوں میں

ل التقائے...... یعنی عورت و مرد کے ختنہ کا مقام مل جائیں اور یہ اس وقت کہ حشفہ غائب ہو۔

(۱) یعنی رجعت۔

(۲) یعنی عورت سے اغلام کیا۔

(۳) ٹھٹھول۔

(۴) کھیل۔

صحیح ہو جاتا ہے اور اگر معد طلاق وہندہ کی معتدہ سے اس کی طرف سے کسی فضولی نے رجعت کی اور مرد مذکور نے اس کی رجعت کی اجازت دے دی تو قنیہ میں لکھا ہے کہ رجعت صحیح ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے۔

حاکم شہیدؒ نے فرمایا کہ اگر عورت کو طلاق دی مگر اس سے چھپائی اور نیز اس سے رجعت کی اور وہ بھی چھپائی تو یہ عورت اس کی بیوی رہے گی مگر بات یہ ہے کہ اس نے اس حرکت میں اساءت کی اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ اساءت کی کہ اس نے استحباب کو ترک کیا ہے یعنی گواہ[1] کر لینے اور آگاہ کرنے[2] کو یہ غایۃ البیان میں ہے رجعت کو کسی شرط پر معلق کرنا نہیں جائز ہے چنانچہ اگر یوں کہا کہ جب کل کا روز آئے تو میں نے تجھ سے رجعت کی یا جب تو دار میں داخل ہو یا جب میں ایسا فعل کروں تو میں نے تجھ سے رجعت کی تو یہ بالا جماع رجعت نہیں ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر رجعت میں خیار کی شرط کی تو صحیح نہیں ہے اور اگر شوہر نے بعد طلاق کے کہا کہ میں نے تجھ سے کل کے روز رجعت کی یا عید کا چاند دیکھے رجعت کی تو بالا جماع یہ رجعت نہیں صحیح ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر مرد نے کہہ دیا کہ میں نے اپنی رجعت کو باطل کر دیا یا میرے واسطے تجھ پر رجعت کا کچھ اختیار نہیں ہے تو اس سے کچھ نہ ہوگا اور مرد کو رجعت کا اختیار باقی رہے گا یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دیں تو اس کو اختیار ہے کہ عدت میں اس عورت سے رجوع کرے خواہ وہ عورت راضی ہو یا نہ ہو یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مرد نے اس عورت[3] کے ساتھ دخول کا دعویٰ کیا حالانکہ اس کے ساتھ خلوت میں رہا تھا تو اس کو رجعت ثابت ہے اور اگر خلوت میں نہ رہا ہو تو اس کو رجعت کا اختیار نہ ہوگا یہ محیط میں ہے روضہ میں لکھا ہے کہ اگر دونوں نے انقضائے عدت پر اتفاق کیا اور رجعت میں اختلاف کیا تو صحیح یہ ہے کہ عورت کا قول قبول ہوگا اور یہی جمہور کا قول ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور عورت پر امام اعظمؒ کے نزدیک قسم واجب نہ ہوگی کذا فی الہدایہ اور اگر عدت باقی ہو تو صحیح یہ ہے کہ قول شوہر کا قبول ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عدت گزر جانے کے بعد شوہر نے گواہ قائم کئے کہ شوہر نے عورت کی عدت میں کہا تھا کہ میں نے اس سے رجوع کیا ہے یا شوہر نے کہا کہ میں نے اس[1] سے جماع کر لیا ہے تو یہ رجعت ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا پس عورت نے اسی دم شوہر کے کلام سے ملے ہوئے کہا کہ میری عدت گزر گئی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک رجعت صحیح نہیں:

اگر عدت گزر گئی ہے پھر مرد نے کہا کہ میں اس سے عدت میں رجوع کر چکا ہوں اور عورت نے اس کی تصدیق کی تو رجعت صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر دونوں نے بروز جمعہ رجعت کرنے پر اتفاق کیا اور عورت نے کہا کہ میری عدت جمعرات ہی کو گزر گئی ہے اور شوہر نے کہا کہ سنیچر کو گزری ہے پس آیا قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یا عورت کا یا جس کا دعویٰ پہلے ہو تو اس میں یہ تین صورتیں ہیں اور صحیح صورت اول ہے یعنی قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ معراج الدرایہ میں ہے اور شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا پس عورت نے اسی دم شوہر کے کلام سے ملے ہوئے کہا کہ میری عدت گزر گئی ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک رجعت صحیح نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک رجعت صحیح ہے یہ نہایہ میں ہے اور صحیح امام اعظمؒ کا قول ہے یہ مضمرات

---

[1] وفی الاصل انہ قال قد جامعتہا اور مراد یہ کہ عدت میں ایسے فعل کے اقرار کی گواہی دی فتامل۔

(۱) رجعت پر۔

(۲) عورت کو۔

(۳) یعنی مطلقہ۔

میں ہے مگر واضح رہے کہ یہ ایسی صورت میں ہے کہ جب طلاق سے اتنی مدت گزری ہو کہ انقضائے عدت کو محتمل ہو اور اگر محتمل نہ ہو تو رجعت ثابت[1] ہو گی یہ نہر الفائق میں ہے اور ایسی صورت میں بالاجماع عورت سے یہ قسم لی جائے گی کہ جس وقت اس نے خبر دی ہے اس وقت اس کی عدت گزر چکی تھی یہ فتح القدیر میں ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر عورت ایک ساعت چپ رہی پھر اس نے کہا کہ میری عدت گزر گئی تو رجعت صحیح ہو گی اور اگر عورت نے پہل کر کے یوں کہا کہ میری عدت گزر گئی ہے پھر شوہر نے اس کے جواب میں فوراً ملا کر کہا کہ میں نے تجھ سے رجوع کیا تو رجعت صحیح نہ ہو گی یہ نہایہ میں ہے اور اگر باندی کے شوہر نے اس کی عدت منقضی ہونے کے بعد کہا کہ میں تجھ سے رجعت کر چکا ہوں اور مولیٰ نے اس کی تصدیق کی اور باندی نے تکذیب کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک باندی کا قول قبول ہو گا اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ مولیٰ کا قول قبول ہو گا کذا فی الہدایہ اور قول امام اعظمؒ کا صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر امر برعکس ہوا کہ مولیٰ نے تکذیب کی اور باندی نے تصدیق کی تو بالاجماع صحیح روایت کے موافق رجعت ثابت نہ ہو گی اور قول مولیٰ کا قبول ہو گا یہ تبیین میں ہے اگر مولیٰ و باندی دونوں نے تصدیق کی تو بالاجماع رجعت ثابت ہو گی اور اگر دونوں نے تکذیب کی تو بالاتفاق رجعت ثابت نہ ہو گی یہ نہر الفائق میں ہے۔

رجعت کا حکم منقطع ہو جاتا ہے اور اگر حرہ کے تیسرے حیض سے خارج ہو جانے کا حکم دے دیا گیا:

اگر باندی نے کہا کہ میری عدت گزر گئی اور مولیٰ اور شوہر نے کہا کہ نہیں گزری ہے تو قول باندی کا قبول ہو گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ بولادت میری عدت گزر گئی تو بدوں گواہوں کے اس کا قول قبول نہ ہو گا یا اس کے ایسا پیٹ گر گیا ہو کہ اس کی بعض خلقت ظاہر ہو گئی پس شوہر کو اختیار ہے کہ عورت سے اس امر پر قسم لے کہ اس کے ایسا پیٹ گر گیا ہے اور یہ بالاتفاق ہے اور عورت خواہ باندی ہو یا آزاد ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے مولیٰ[2] نے اگر شوہر سے کہا کہ تو اس سے رجعت کر چکا ہے مگر شوہر نے کہا کہ نہیں تو باندی کے مولیٰ کا قول باندی کے شوہر کے حق میں قبول نہ ہو گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اگر عورت نے کہا کہ میری عدت گزر گئی پھر اس کے بعد اس نے کہا کہ ہنوز نہیں گزری ہے تو مرد کو اس سے رجعت کر لینے کا اختیار ہو گا اور اگر مرد نے اپنی مطلقہ سے رجعت کر لی اور عورت کو معلوم نہ ہوا پھر اس کی عدت گزر گئی اور اس نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا تو وہ اول کی بیوی ہو گی خواہ دوسرے نے اس سے دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس عورت اور دوسرے کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور مغنی میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور رجعت کا حکم منقطع ہو جاتا ہے اور اگر حرہ کے تیسرے حیض سے خارج ہو جانے کا حکم دے دیا گیا یا باندی کے دوسرے حیض سے وقت تمام ہو جانے دس روز کے مطلقاً اگرچہ ہنوز خون بند نہ ہوا ہو یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر دس روز سے کم میں منقطع ہوا تو رجعت کا حکم منقطع نہ ہو گا یہاں تک کہ عورت مذکور غسل کر لے یا اس پر ایک نماز کا وقت گزر جائے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر اطہر آخر وقت میں ہو تو اس کا یہی خفیف وقت ہے کہ جتنے میں غسل کر کے تحریمہ تکبیر کی نیت کر سکتی ہو اور اس سے کم نہیں ہے اور اگر اول وقت ہو تو ثبوت نہ ہو گا یہاں تک کہ یہ پورا وقت گزر جائے اس واسطے نماز تو قضائے لازم بذمہ بندہ جب ہی ہو جاتی ہے کہ جب پورا وقت گزر جائے یہ بحر الرائق میں ہے۔

اگر وقت میں سے فقط اتنا وقت رہ گیا کہ خالی غسل کر سکتی ہے یا اتنا بھی نہیں ہے تو اس وقت کے گزر جانے پر اس کی طہارت کا حکم نہ دیا جائے گا یہاں تک کہ اس سے اگلی نماز کا پورا وقت گزر جائے یہ شاہان شرح ہدایہ میں ہے اور اگر وقت مہمل میں

---

(۱) یعنی بالاتفاق۔

(۲) باندی کے مولیٰ نے۔

ظاہر ہوئی جیسے وقت شروق یعنی ٹھیک دو پہر تو رجعت تا دخول وقت عصر منقطع نہ ہو گی یہ بحرالرائق میں ہے اور جس عورت کی عادت کبھی پانچ روز ہو اور کبھی چھ روز حیض کی ہو پھر ہو حائضہ ہوئی یعنی حیض عدت آیا تو ہم رجعت کے واسطے اقل مدت عادت معتبر رکھیں گے یعنی پانچ روز کے اندر رجعت کرے تو صحیح ہے اور دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے حق میں اکثر مدت یعنی چھ روز مثلاً گزر جانے معتبر رکھیں گے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر مطلقہ عورت کتابیہ ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ اس رجعت کا استحقاق خون منقطع ہوتے ہی قطع ہو جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت سے بعد اس غسل کے جس میں ہم نے کہا ہے کہ اس سے رجعت منقطع ہو جائے گی رجوع کیا تو ظاہر ہے کہ سروست رجعت صحیح نہ ہونے کا حکم دیا جائے گا لیکن اگر دس روز پورے ایام حیض نہ گزرنے پائے تھے کہ خون نے پھر عود کیا تو رجعت صحیح ہو گی اور ایسا ہی کلام تیمم میں ہے کذا فی النہرالفائق اور اگر اس نے غسل نہ کیا اور نہ اس پر ایک نماز کا وقت کامل گزر گیا بلکہ اس نے تیمم کیا مثلاً وہ مسافر تھی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مجرد تیمم سے رجعت [1] منقطع نہ ہو گی یہ محیط میں ہے مگر ہاں اگر اس نے اس تیمم سے نماز فرض یا نفل ادا کر لی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رجعت منقطع ہو جائے گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس نے اس تیمم سے نماز شروع کی تو شیخینؒ کے نزدیک انقطاع رجعت کا حکم نہ دیا جائے گا جب تک کہ وہ نماز سے فارغ نہ ہو جائے اور یہی شیخینؒ کے مذہب کی صحیح روایت ہے یہ محیط میں ہے اور اگر اس نے تیمم کر کے قرآن شریف کی تلاوت کی یا اس کو چھوا یا مسجد میں داخل ہوئی تو شیخ کرخیؒ نے فرمایا کہ اس سے رجعت منقطع ہو جائے گی اور شیخ ابو بکر رازیؒ نے فرمایا کہ منقطع نہ ہو گی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر گدھے کے جھوٹے پانی سے غسل کیا تو بالاجماع نفس غسل سے رجعت منقطع ہو جائے گی لیکن دوسرے شوہروں [2] کے واسطے وہ حلال نہ ہو گی اور نہ ایسے غسل سے نماز پڑھ سکتی ہے تاوقتیکہ تیمم نہ کرے یہ بدائع میں ہے اگر عورت نے غسل کیا اور اس کے بدن میں کوئی جگہ باقی رہ گئی کہ وہاں پانی نہ پہنچا پس اگر عضو کامل یا اس سے زیادہ رہ گیا تو رجعت منقطع نہ ہو گی اور اگر عضو سے کم ہو تو منقطع ہو جائے گی اور ینابیع میں فرمایا کہ اس کی مقدار ایک انگشت دو انگشت ہے اور یہ استحسان ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی عورت سے خلوت کی پھر اسکو طلاق دے دی پھر کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا تھا:

اسی طرح اگر ساعد یا بازو میں سے کسی قدر حصہ ایک دو انگل سے زائد یا عضو کامل مثل ہاتھ یا پاؤں کے چھوٹ گیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اس نے تیسرے حیض سے دس روز سے کم میں غسل کر لیا مگر اس نے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا چھوڑ دیا تو امام ابو یوسفؒ سے دو روایتیں ہیں روایت ہشام میں مذکور ہے کہ رجعت منقطع نہ ہو گی اور دوسری روایت میں ہے کہ منقطع ہو جائے گی اور یہ غایۃ البیان میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو جائے گی لیکن کسی دوسرے شوہر کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر پورا ایک نتھنا [3] باقی رہا ہو تو بالاتفاق رجعت باقی رہے گی یہ محیط میں ہے اور اگر اس کے وضع حمل شروع ہوا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر آدھا بچہ باہر نکل آیا سوائے سر کے یعنی چوتڑ سے دونوں کندھوں تک تو عدت پوری ہو جائے گی اور ایسی حالت میں رجعت صحیح نہ ہو گی یہ سراج الوہاج میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت سے خلوت کی پھر اس کو طلاق دے دی پھر کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا تھا اور عورت نے اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی تو اس کو رجعت کا استحقاق

---

[1] یعنی بعد اس کے رجعت کر سکتا ہے پس مراد آنکہ استحقاق رجعت منقطع نہ ہو گا۔

[2] یعنی کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی ہے۔

[3] اصل میں ہے کہ احد المنخرین اور اس سے ظاہر یہی کہ نتھنوں میں سے ایک پورا باقی رہا کہ اس کو پانی نہیں پہنچا تو غسل پورا نہ ہوا۔

حاصل نہ ہوگا اور اگر باوجود اس کے اس نے رجعت کر لی پھر یہ عورت دو برس سے ایک روز کم میں بھی بچہ جنی قبل اس کے کہ وہ اپنی عدت گزر جانے کی خبر دے دے تو یہ رجعت صحیح ہوگی یہ تمرتاشی میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ حاملہ ہے یا بعد از آنکہ اس کی عصمت میں بچہ جنی اور اس نے کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا ہے تو مرد کو اس سے رجعت کا اختیار ہے اس واسطے کہ جب حمل ایسی مدت میں ظاہر ہوا کہ اسی کا نطفہ ہونے کا احتمال رکھتی ہے مثلاً وہ یوم نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ میں بچہ جنی تو وہ اسی کا قرار دیا جائے گا اور اسی طرح اگر وہ ایسی مدت میں بچہ جنی کہ یہ متصور ہو سکتا ہے کہ اسی کا ہو مثلاً روز نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ میں جنی تو اسی کا قرار دیا جائے گا حتیٰ کہ ہر دو صورت میں بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو جنی تو تو طالقہ ہے پس وہ جنی پھر دوسرا بچہ جنی مگر پہلے بچہ کی ولادت سے چھ مہینے کے بعد جنی تو مرد مذکور اس سے مراجعت کرنے والا ہو جائے گا اور اگر وہ دو برس سے زیادہ میں جنی ہو تو بھی یہی حکم ہے تاوقتیکہ عورت نے اپنی عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو بخلاف اس کے اگر ہر دو بچوں کی ولادت میں کچھ مہینہ سے کم فرق ہو تو رجعت کرنے والا قرار نہ دیا جائے گا یہ تبیین میں ہے۔

مطلقہ بطلاق رجعی اگر دو برس سے زیادہ میں بچہ جنی تو یہ رجعت ہوگی اور اگر دو برس سے کم میں جنی تو رجعت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اگر کہا کہ ہر بار کہ تو جنی تو تو طالقہ ہے پھر تین بچہ جنی پس اگر ہر دو بچوں کے درمیان چھ مہینہ کا فرق[1] ہو تو اول بچہ کی پیدائش پر طالقہ ہوگی اور دوسرے کا نطفہ قرار پانے پر مرد مراجعت کرنے والا ہو جائے گا پھر دوسرے کی پیدائش پر طالقہ ہوگی یعنی دوسری طلاق واقع ہوگی اور تیسرے کا نطفہ قرار پانے پر مراجع ہو جائے گا اور اس کی پیدائش پر تیسری طلاق واقع ہوگی پھر وہ عدت پوری کرے گی یہ تمرتاشی میں ہے مطلقہ رجعیہ کو زینت و آرائش کے ساتھ سنوارنا مستحب ہے اور اس کے شوہر کے حق میں مستحب ہے کہ اس کے پاس داخل نہ ہو یہاں تک کہ اس کی اجازت لے لے یا اپنے جوتوں سے پاؤں کی آہٹ اس کو سنا دے بشرطیکہ اس کے دل میں رجعت کا قصد نہ ہو اور مرد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو لے کر سفر میں جائے یہاں تک کہ اس رجعت کر لینے پر گواہ کرے یہ ہدایہ میں ہے اور اسی طرح سفر کی مسافت سے کم مسافت پر بھی باہر لے جانا حلال نہیں ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور جیسے اس کو سفر میں لے جانا مکروہ ہے ویسے ہی اس کے ساتھ تخلیہ کرنا بھی مکروہ ہے اور سرخسی نے فرمایا کہ خلوت مکروہ ہے جبکہ اس کے ساتھ وطی کر لینے سے مامون نہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور طلاق رجعی وطی کو حرام نہیں کرتی ہے حتیٰ کہ اگر اس سے وطی کر لی تو عقر[2] لازم نہ آئے گا یہ کفایہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو جو کسی کی باندی ہے طلاق رجعی دے دی پھر حرہ عورت سے نکاح کیا تو اس کو اختیار ہے کہ باندی سے رجوع کر لے یہ بحرالرائق میں ہے۔

فصل:

ان امور کے بیان میں جن سے مطلقہ حلال ہو جاتی ہے اور اس کے متصلات کے بیان میں ہے

اگر تین طلاق سے کم طلاق بائن دے دی ہو تو مرد کو اختیار ہے کہ چاہے اس عورت سے عدت کے اندر نکاح کر لے یا بعد عدت کے اور اگر آزادہ عورت کو تین طلاق اور باندی کو دو طلاق دے دی ہو تو یہ عورت جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے

---

(۱) یعنی کم سے کم۔ (۲) تاوان وطی۔

اور نکاح صحیح ہو اور دوسرا خاوند اس سے دخول بھی کرے پھر اس کو طلاق دے دے یا مر جائے تب تک پہلے خاوند کے واسطے حلال نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے خواہ یہ عورت مطلقہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور یہ شرط ہے کہ دوسرے شوہر کا اس کے ساتھ دخول کرنا ایسا ہو کہ اس کے کرنے سے غسل واجب ہوتا ہے یعنی کم سے کم اتنا ہو کہ ختانیں عورت و مرد کی مل جائیں یہ عینی شرح کنز میں ہے اور حلالہ کے واسطے انزال شرط نہیں ہے اور اگر ایسی عورت سے کسی نے بزنا یا بشبہہ وطی کر لی تو بسبب عدم نکاح کے پہلے خاوند کے واسطے حلال نہ ہوگی اسی طرح اگر باندی سے اس کے مولیٰ نے بملک یمین وطی کر لی مثلاً باندی اپنے شوہر پر بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی اور بعد عدت پوری ہونے کے اس کے مولیٰ نے اس سے وطی کر لی تو اس سے اپنے شوہر[1] کے واسطے حلال نہ ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ حیض یا نفاس یا احرام یا روزہ میں وطی کر لی تو بھی اپنے اول شوہر کے واسطے حلال ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

جس عورت کے ہر دو سوراخ مقعد و فرج ایک ہو گئے ہوں اگر اس سے وطی کی تو حلالہ نہ ہوگی جب تک کہ وہ حاملہ نہ ہو اور اگر صغیرہ ہو کہ ایسی عورت سے جماع نہیں کیا جاتا ہے تو بھی اس کے جماع سے حلالہ نہ ہوگا اور اگر ایسی ہو کہ لائق جماع کے ہے تو اس کے جماع سے وہ حلال ہو جائے گی اگر چہ جماع سے اس کا مقام مقعد و فرج پھٹ کر ایک ہو گیا ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور ینابیع میں ہے کہ جو طفل قریب بہ بلوغ ہو اگر اس نے وطی کی تو حلالہ کے واسطے اس کی وطی مثل بالغ مرد کی وطی کے ہے کہ اگر اس نے قبل بلوغ کے وطی کر لی اور طلاق بعد بالغ ہونے کے دی تو حلالہ ہو جائے گا اور طلاق بعد بلوغ کے ضرور ہے اس واسطے کہ قبل بلوغ کے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جامع صغیر میں مراہق یعنی قریب بہ بلوغ لڑکے کی یہ تفسیر مذکور ہے کہ ایسا لڑکا کہ ہنوز بالغ نہیں ہوا مگر ایسے لڑکے جماع کرنے کے قابل ہیں اس نے اپنی بیوی سے وطی کی تو عورت پر غسل واجب ہوگا اور یہ عورت اپنے پہلے شوہر کے واسطے حلال ہو جائے گی اور اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ ایسا لڑکا ہو کہ اس کا آلہ تناسل شہوت سے استادہ ہوتا ہو یہ ہدایہ میں ہے اور اگر دوسرا شوہر مجنون ہو تو اول کے واسطے حلال[لے] ہو جائے گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر دوسرا شوہر غلام یا مدبر یا مکاتب ہو اور اس نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا تو اول شوہر کے واسطے حلال ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور اگر کسی غلام سے جس کو اس کے مولیٰ نے اجازت نہیں دی ہے نکاح کیا اور اس نے عورت سے دخول کیا پھر مولیٰ نے نکاح کی اجازت دی پھر اس نے وطی نہیں کی یہاں تک کہ اس کو طلاق دے دی تو اول کے واسطے حلال نہ ہوگی جب تک کہ بعد اجازت کے وطی نہ کرے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر شوہر ثانی مجبوب ہو تو اول کے واسطے حلال نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایسی عورت جس کو اس کے شوہر نے تین طلاق دے دی ہیں:

اگر دوسرا شوہر مسلول ہو یعنی اس کو سل کی بیماری ہو تو اول کے واسطے حلال ہو جائے گی یہ محیط میں ہے اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر اپنے ذکر کو کپڑے میں لپیٹ کر عورت کی فرج میں داخل کیا پس اگر شوہر ثانی کو فرج کی حرارت محسوس ہوئی تو عورت مذکورہ شوہر اول کے واسطے حلال ہو جائے گی ورنہ نہیں یہ خلاصہ میں ہے اور بہت بوڑھے آدمی نے جو جماع کرنے پر قادر نہیں ہے اپنی قوت سے نہیں بلکہ ہاتھ کے ذریعہ سے اپنا آلہ تناسل اس کی فرج میں ٹھونس دیا تو شوہر اول کے واسطے حلال نہ ہوگی لیکن اگر اس کا آلہ خود کھڑا ہو کر کام کرے تو البتہ حلال ہو جائے گی یہ بحر الرائق میں ہے اور اگر نصرانیہ کسی مسلمان کے تحت میں ہو جس نے اس کو

لے یعنی مجنون ہونا کچھ معتبر نہیں ہے بلکہ شرط دخول ہے اگر مجنون سے یہ پایا گیا تو اول کے واسطے حلال ہوگی۔

(۱) جو پہلے تھا۔

تین طلاق دے دیں پھر اس عورت نے کسی نصرانی سے نکاح کیا جس نے اس عورت کے ساتھ دخول کر لیا تو وہ شوہر اول یعنی مسلمان [1] کے واسطے حلال ہو جائے گی اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں پس اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس نے قبل دخول کرنے کے اس کو تین طلاق دے دیں پھر اس نے تیسرے شوہر سے نکاح کیا جس نے اس کے ساتھ دخول کیا تو یہ عورت پہلے دونوں شوہروں کے واسطے حلال ہو جائے گی کہ دونوں میں سے جو اس سے نکاح کر لے گا جائز ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایسی عورت جس کو اس کے شوہر نے تین طلاقیں دے دی ہیں مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملی پھر وہ گرفتار ہو کر اسی شوہر کے حصہ میں آئی یا اپنی زوجہ یا باندی [2] کو دو طلاق دے دیں پھر کسی وجہ سے اس کا مالک ہو گیا تو دونوں صورتوں میں اس مرد کو اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہے تاوقتیکہ دوسرے شوہر سے حلالہ واقع نہ ہو یہ نہر الفائق میں ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر یہ عورت حرہ ہو ایسی کہ اس کو حیض آتا ہو:

اگر عورت کو تین طلاق دے دیں پھر اس نے کہا کہ میری عدت گزر گئی اور میں نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس نے میرے ساتھ دخول کیا پھر اس نے مجھے طلاق دے دی اور میری عدت گزر گئی اور اتنی مدت گزری ہے کہ جس میں یہ باتیں ہو سکتی ہیں پس اگر شوہر اول کے گمان غالب میں یہ عورت سچی معلوم ہو تو جائز ہے کہ اس کی تصدیق [3] کرے یہ ہدایہ میں ہے اور ہمارے اصحابؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ اس مدت کی کیا مقدار ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ عورت حرہ ہو ایسی کہ اس کو حیض آتا ہو تو ساٹھ روز سے کم مدت ہونے کی صورت میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر عورت حاملہ ہو اور پس [2]ولادت اس پر طلاق واقع ہوئی پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ میری عدت گزر گئی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ پچاسی روز سے کم میں اس کی تصدیق نہ ہوگی یہ امام محمدؒ کی روایت ہے اور حسنؒ بن زیادہ نے امام اعظمؒ سے روایت کی کہ سو روز سے کم میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ پینسٹھ روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ ایک ساعت اور پچون روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور یہ سب اس وقت ہے کہ عورت مذکورہ آزاد ہو اور اگر باندی ہو اور اس کو حیض آتا ہو تو بنا بر روایت امام محمدؒ کے امام اعظمؒ سے چالیس روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور بنا بر روایت امام حسنؒ بن زیادہ کے امام اعظمؒ سے ترپن روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور بنا بر قول صاحبینؒ اکتیس روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور اگر باندی پر پس ولادت طلاق واقع ہوئی ہو تو امام اعظمؒ کا قول بنا بر روایت امام محمدؒ کے یہ ہے کہ پینسٹھ روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور بنا بر روایت حسنؒ بن زیادہ کے پچھتر روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک چوہتر روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور امام محمدؒ کے قول پر ایک ساعت اور چھتیس روز سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور اگر مطلقہ مذکورہ ایسی عورت ہو کہ مہینوں سے اس کی عدت لگائی جاتی ہو اور وہ آزاد ہو تو ایک ساعت اور نوے روز سے کم میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر باندی ہو تو ڈیڑھ مہینہ سے کم میں اس کی تصدیق نہ ہوگی اور بالا جماع ہے یہ مضمرات میں ہے مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر ایسی عورت جس کو تین طلاق دی گئیں ہیں بعد چار مہینہ کے بچہ جنی حالانکہ اس نے اس درمیان میں کسی

ا یعنی مثلاً شوہر مذکور نے جہاد میں اس کو پکڑا یا غنیمت سے ملی یا خفیہ پکڑ لایا۔

۲ مثلاً شوہر نے کہا ہو کہ جب تو بچہ جنے تو تو طالقہ ہے۔

(۱) یعنی اس کو تین طلاق دی تھیں۔

(۲) جو کسی غیر کی باندی ہو۔

(۳) چنانچہ اس سے نکاح کر لے۔

دوسرے شوہر سے نکاح کیا ہے اور کہتی ہے کہ دوسرے شوہر سے میری عدت گزر گئی اور چاہتی ہے کہ شوہر اول کے نکاح جس واپس جائے پس آیا امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی تصدیق ہوگی یا نہ ہوگی تو شیخ امام زاہد نجم الدین نسفیؒ نے جواب دیا کہ اس کی تصدیق نہ ہو گی اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مطلقہ ثلاثہ نے اپنے شوہر اول سے کہا کہ میں تیرے واسطے حلال ہو گئی ہوں پس اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا پھر عورت مذکورہ نے کہا کہ شوہر ثانی نے میرے ساتھ دخول نہیں کیا تھا پس اگر عورت مذکورہ شرائط علت سے واقف[1] ہو تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی کہ شوہر ثانی نے میرے ساتھ دخول نہیں کیا تھا اور نہ تصدیق ہوگی یہ نہایہ میں ہے اور یہ اس[(1)] وقت ہے کہ عورت کی طرف سے پہلے ایسا قرار نہ پایا گیا ہو کہ شوہر ثانی نے میرے ساتھ دخول کیا ہے تا تارخانیہ میں ہے۔

اگر شوہر اوّل سے نکاح کرنے کے بعد عورت نے کہا کہ میں نے کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہیں کیا:

اگر عورت نے صرف اتنا کہا کہ میں حلال ہو گئی ہوں تو جب تک اس سے استفسار نہ کر لے کیونکر تب تک شوہر اول کو اس سے نکاح کر لینا حلال نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں لوگوں میں اختلاف[2] ہے کذا فی الذخیرہ اور شیخ مولف نے فرمایا کہ یہی صواب ہے یہ قنیہ میں ہے اور اجناس کی کتاب النکاح میں مذکور ہے کہ اگر عورت نے خبر دی کہ شوہر ثانی نے مجھ سے جماع کیا ہے مگر شوہر مذکور نے اس سے انکار کیا تو شوہر اول کے واسطے حلال ہو جائے گی اور اگر اس کے برعکس ہو کہ شوہر ثانی نے اس کی جماع کا اقرار کیا اور عورت نے انکار کیا تو حلال نہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ مجھ سے دوسرے شوہر نے جماع کیا ہے اور شوہر اول نے بعد اس کے ساتھ تزوج کرنے کے کہا کہ تجھ سے دوسرے شوہر نے وطی نہیں کی ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی اور شوہر اول پر عورت کے واسطے نصف مہر مسمیٰ واجب ہوگا اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر شوہر اول سے نکاح کرنے کے بعد عورت[(2)] نے کہا کہ میں نے کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہیں کیا اور شوہر اول نے کہا کہ تو نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس نے تیرے ساتھ دخول کیا ہے تو عورت کے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر دوسرے شوہر نے دعویٰ کیا کہ میرا نکاح اس کے ساتھ فاسد ہوا تھا اس لئے کہ میں نے اس کی ماں کے ساتھ وطی کی تھی تو قاضی امامؒ نے جواب دیا کہ اگر عورت نے اس کے قول کی تصدیق کی تو شوہر اول پر حلال نہ ہوگی اور اگر تکذیب کی تو حلال ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی عورت سے بنکاح فاسد نکاح کیا اور اس کو تین طلاق دے دیں تو اس سے پھر نکاح کر لینا جائز ہے اگرچہ اس نے دوسرے شوہر سے نکاح نہ کیا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے زید نے ہندہ سے بہ نیت حلالہ نکاح کیا یعنی تا کہ اس کے پہلے خاوند پر حلال کر دے مگر دونوں نے یہ شرط نہیں لگائی تو ہندہ اپنے پہلے خاوند پر حلال ہو جائے گی اور کچھ کراہت نہ ہوگی اور نیت مذکورہ کوئی چیز نہیں ہے اور اگر دونوں نے یہ شرط[(3)] لگائی ہو تو مکروہ ہے اور باوجود اس کے امام اعظمؒ و امام زفرؒ کے نزدیک عورت اپنے پہلے خاوند پر حلال ہو جائے گی کذا فی الخلاصہ اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور اگر اپنی عورت کو ایک یا دو طلاق دے دیں اور اس کی عدت گزر گئی اور اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور اس نے عورت سے دخول کیا پھر اس کو طلاق دے دی اور اس کی عدت گزر گئی پھر اس سے شوہر اول نے نکاح کیا تو اس کو پھر اس عورت پر تین طلاق کا اختیار حاصل ہو

---

[1] یعنی اول شوہر کے واسطے حلال ہو جانا کن کن شرطوں سے ہوتا ہے۔

[2] یعنی علماء میں بعضے کہتے ہیں کہ فقط نکاح ہی سے حلال ہو جاتی ہے۔

(1) یعنی تصدیق ہونا۔

(2) یعنی دعویٰ پیش کیا۔

(3) یعنی حلالہ کی۔

جائے گا اور دوسرا شوہر جیسے تین طلاق کو نابود کر دیتا ہے ویسے ہی ایک یا دو طلاق کو جو شوہر اول نے دی تھیں نابود کر دے گا یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور نوازل میں لکھا ہے کہ اگر عورت کے سامنے دو گواہوں نے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھ کو تین طلاق دے دیں حالانکہ اس کا شوہر غائب ہے تو اس عورت کو دوسرے سے نکاح کر لینے کی گنجائش ہے اور اگر شوہر حاضر ہو تو ایسی گنجائش نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور اس سے چھپایا اور وطی کرتا رہا پس تین حیض گزر گئے :

اگر تین طلاق کسی شرط پر معلق کیں پھر شرط پائی گئی اور عورت خوف کرتی ہے کہ اگر وہ شوہر کے سامنے پیش کرتی ہے تو وہ انکار کرے گا اور عورت نے فتویٰ طلب کیا تو علماء نے تین طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا اور عورت کو خوف ہے کہ اگر شوہر کو معلوم ہوا تو دوسرے سے طلاق معلق کرنے سے انکار کر جائے گا تو عورت کو گنجائش ہے کہ شوہر سے پوشیدہ دوسرے مرد سے نکاح کر کے حلالہ کرالے جب وہ کہیں سفر کو جائے پھر جب وہ واپس آئے تو اس سے التماس کرے کہ میرے قلب میں نکاح کی جانب سے کچھ شک ہے جس سے دل کو خلجان ہے لہٰذا تجدید نکاح کر لے نہ بایں کہ شوہر منکر طلاق ہو جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے شیخ الاسلام یوسف بن اسحٰق خطیؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں اور اس سے چھپایا اور اس سے وطی کرتا رہا پس تین حیض گزر گئے پھر عورت کو اس بات سے آگاہ کیا پس آیا عورت کو اختیار ہے کہ ابھی دوسرے خاوند سے نکاح کر لے فرمایا کہ نہیں اس واسطے کہ وطی جو دونوں میں واقع ہوئی وہ بشبہ نکاح تھی اور وہ موجب عدت ہے لہٰذا عدت تک توقف کرے گی لیکن اگر آخری وطی سے تین حیض گزر گئے ہوں تو دوسرے سے فی الحال نکاح کر سکتی ہے پھر اس نے دریافت کیا گیا کہ اگر دونوں حرمت کو جانتے ہوں اور حرمت غلیظہ واقع ہونے کے مقر ہوں لیکن مرد اس سے وطی کیے جاتا ہے اور تین حیض گزر گئے پھر عورت نے دوسرے خاوند سے بطور نکاح کرنا چاہا تو شیخ نے فرمایا کہ نکاح جائز ہے کیونکہ جب دونوں حرمت کے مقر تھے تو یہ وطی زنا ہوئی اور زنا موجب عدت نہیں ہے اور دوسرے سے نکاح کرنے سے مانع نہیں ہوتا ہے اور اسی کو لیتے ہیں لیکن اگر عورت مذکورہ پیٹ سے ہو تو صاحبینؒ کے قول پر تو وضع حمل تک توقف کرے گی اور امام اعظمؒ کے قول پر ابھی نکاح جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور شیخ الاسلام ابوالقسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے سنا کہ اس نے اس عورت کو تین طلاق دے دی ہیں اور عورت کو یہ قدرت نہیں ہے کہ اپنے نفس کو مرد سے باز رکھ سکے پس آیا عورت مذکورہ کو مرد مذکور کے قتل کر ڈالنے کی گنجائش ہے تو فرمایا کہ جس وقت اس سے قربت کرنے کا ارادہ کرے اس وقت عورت کو اس کے قتل کر ڈالنے کی گنجائش ہے درحالیکہ اس کو کسی اور طور سے نہ روک سکتی ہو سوائے قتل کے اور ایسا ہی شیخ الاسلام عطا بن حمزہ نے فتویٰ دیا ہے اور ایسا ہی امام سید ابوشجاع کا فتویٰ ہے اور قاضی اسبیجابیؒ فرماتے تھے کہ قتل نہیں کر سکتی ہے کذا فی المحیط اور ملتقط میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور شیخ نجم الدینؒ سے جواب سید امام ابوشجاعؒ کا حکایت کیا گیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ عورت قتل کر سکتی ہے تو فرمایا کہ وہ بڑا شخص ہے اور اس کے مشائخ بڑے بڑے مرتبہ کے ہیں وہ سوائے صحت کے نہیں کہتا ہے پس اس کے قول پر اعتماد ہے یا تاتارخانیہ میں ہے۔ اگر عورت کے پاس دو عادل گواہوں نے گواہی دی کہ تیرے شوہر نے تجھ کو تین طلاق دے دی ہیں اور شوہر اس سے منکر ہے پھر قبل اس کے کہ دونوں گواہ قاضی کے سامنے یہ گواہی دیں مر گئے یا غائب ہو گئے تو عورت کو اس مرد کے ساتھ قربت کرنے کی اور ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہے اور اگر شوہر اپنے انکار پر قسم کھا گیا اور گواہ لوگ مر چکے ہیں اور قاضی نے اس عورت کو اس مرد کے پاس واپس کیا تو بھی عورت کو اس کے ساتھ رہنے کی گنجائش نہیں ہے اور عورت کو چاہئے کہ اپنا مال دے کر اس سے اپنی جان چھڑائے یا اس سے بھاگ جائے اور اگر عورت اس بات پر قادر نہ ہو تو جب

جانے کہ مجھ سے قربت کرے گا اس کو قتل کر ڈالے مگر چاہئے کہ اس کو دوا[1] سے قتل کرے اور عورت کو یہ گنجائش نہیں ہے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالے اور اگر مرد مذکور کے پاس سے بھاگ گئی تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور شیخ شمس الائمہ حلوائی نے شرح کتاب الاستحسان میں فرمایا کہ یہ جواب قضاءً ہے اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اگر بھاگ جائے تو اس کو اختیار ہے کہ عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کرے یہ محیط میں ہے فتاویٰ نسفیہ میں ہے کہ ایک عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی مگر شوہر اس کے پھندے سے نہیں چھوٹتا ہے اور اگر اس کے پاس سے غائب ہو جاتا ہے تو ہو جادو کر کے اس کو پھر واپس کرا لیتی ہے پس آیا مرد مذکور کو اختیار ہے کہ زہر وغیرہ سے اس کو قتل کر ڈالے تاکہ اس کے پھندے سے چھوٹ جائے فرمایا کہ نہیں جائز ہے مگر جس طور سے ہو سکے اس عورت سے دور ہو جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور حلالہ کے لطیف حیلوں میں سے یہ ہے کہ مطلقہ کسی غلام صغیر سے نکاح کرے جس کے آلہ تناسل کو حرکت ہوتی ہو پھر جب یہ غلام اس سے وطی کر چکے تو کسی سبب ملک سے اس غلام مذکور کی مالک ہو جائے پس دونوں میں نکاح فسخ ہو جائے گا یہ تبیین میں ہے۔

اگر عورت مطلقہ کو خوف ہوا کہ محلل اِس کو طلاق نہ دے گا پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں بدیں شرط دیا کہ ہر بار جب میں چاہوں گی اپنے نفس کو طلاق دے دوں گی اور محلل نے اس کو قبول کیا تو نکاح جائز ہے:

ایک مرد نے کہا کہ اگر میں نے کسی عورت سے نکاح کیا تو وہ طالقہ ثلث ہے تو اس میں حیلہ یہ ہے کہ اس قسم کھانے والے مرد اور کسی عورت کے درمیان ایک فضولی نکاح باندھے اور یہ مرد اپنے قول سے اجازت نہ دے بلکہ اپنے فعل سے اجازت دے پس حانث نہ ہوگا اور اگر اپنے قول سے اجازت دی تو حانث ہو جائے گا اور اسی پر اعتماد ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت مطلقہ کو خوف ہوا کہ محلل[2] اس کو طلاق نہ دے گا پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں بدیں شرط دیا کہ ہر بار جب میں چاہوں گی اپنے نفس کو طلاق دے دوں گی اور محلل نے اس کو قبول کیا تو نکاح جائز ہے اور عورت مذکورہ مختار ہو جائے گی کہ جب چاہے گی اپنے نفس کو طلاق دے دی یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت نے چاہا کہ محلل کی طمع قطع کر دے تو اس سے کہے کہ میں تیری مطاوعت نہ کروں گی یہاں تک کہ تو قسم کھائے کہ تجھ پر تین طلاق ہیں اگر میں تیری درخواست کو قبول نہ کروں تو جب وہ قسم کھا جائے تو اس کو اپنے ساتھ وطی کرنے دے پس جب ایک مرتبہ وطی کر چکے تو اس سے طلاق طلب کرے پس اگر اس نے طلاق دے دی تو غیر مطلقہ ہو جائے گی اور اگر نہ دی تو بھی یہی ہوگا کہ تین طلاق واقع ہو جائیں گی یہ سراجیہ میں ہے۔

ساتواں باب:

ایلا کے بیان میں

اپنے نفس کو اپنی منکوحہ کی قربت سے روکنا بتاکید قسم خواہ اللہ تعالیٰ کی یا طلاق[2] و عتاق و حج و صوم وغیرہ کی مطلقاً یا مقید بچہار

[1] بحرمت غلیظہ ظاہراً صورت مذکور میں خواہ حرمت غلیظہ ہو یا خفیفہ ہو۔ [2] مثلاً عمیری و ہندہ کو طلاق ہے اگر میں تجھ سے قربت کروں برابر چار ماہ یا بجائے برابر کے اور کوئی لفظ کہا جو متصل پر دلالت کرنے یا غلام آزاد ہونے کی یا حج واجب ہونے یا روزے واجب ہونے کی قسم کھائی۔

(۱) زہر وغیرہ۔ (۲) دوسرا شوہر جس سے حلالہ کرایا ہے۔

ماہ آزادہ بیوی میں اور دو ماہ باندی کی صورت میں بدوں کسی ایسے وقت کے بیچ میں سے نکلنے کے کہ اس میں بدون حانث ہونے کے قربت ممکن ہو سکے ایلاء کہتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔پس اگر اس مدت کے اندر عورت مذکورہ سے قربت کی تو حانث ہو جائے گا پس اگر اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں سے کسی صفت کی جس سے عرفاً قسم کھائی جاتی ہے قسم کھائی ہو تو کفارہ واجب ہوگا اور اگر سوائے اس کے دوسری بات کی مثل طلاق وعتاق وغیرہ کے قسم کھائی ہے تو جس اجزاء کی قسم کھائی ہے وہ جزاء واقع ہوگی اور پھر بعد وطی کر لینے کے ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس مدت میں اس سے وطی نہ کی تو بیک طلاق[1] بائنہ ہو جائے گی یہ برجندی شرح نقایہ میں ہے پس اگر قسم چار مہینہ کی ہو تو قسم ساقط ہو جائے گی اور قسم ہمیشہ کی ہو بایں طور کہ اس نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے تا ابد قربت نہ کروں گا یا کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یعنی مطلقاً کہا بدوں کسی وقت کی قید کے تو قسم باقی رہے گی لیکن قبل دوبارہ نکاح کے مکرر طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر چار مہینہ سے زیادہ گزر جائیں اور اگر دوبارہ نکاح کیا تو ایلاء عود کرے گا پھر اگر اس سے وطی کر لے تو خیر ورنہ چار مہینہ گزرنے پر دوسری طلاق واقع ہوگی اور اس ایلاء کی ابتدا نکاح سے قرار دی جائے پھر اگر تیسری بار اس سے نکاح کیا تو پھر ایلاء عود کرے گا پھر اگر اس سے قربت نہ کی تو چار مہینہ گزرنے پر تیسری طلاق واقع ہو جائے گی یہ کافی میں ہے۔

اگر ذمی نے بنام ذات پاک اللہ تعالیٰ یا بصفتے از صفات اللہ تعالیٰ ایلاء کیا تو امام اعظم عِشاللہ کے نزدیک وہ مولیٰ یعنی ایلاء کرنے والا ہوگا:

اگر بعد دوسرے شوہر سے نکاح کرنے کے اس عورت سے نکاح کیا تو ایلاء مذکور کی وجہ سے اب طلاق واقع نہ ہوگی مگر قسم باقی ہے چنانچہ اگر اس سے وطی کی تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ایلاء سے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بائن ہو گئی اور اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر شوہر اول کے نکاح میں آئی تو تین طلاقوں کے ساتھ عود کرے گی اور جب چار ماہ گزریں گے طالقہ ہوگی یہاں تک کہ تین طلاق سے بائن ہو جائے گی اور ایسے ہی دوبارہ سہ بارہ جہاں تک ہوتا جائے یہی ہوتا رہے گا یہ تبیین میں ہے اور اگر ذمی نے بنام ذات پاک اللہ تعالیٰ یا بصفتے از صفات اللہ تعالیٰ ایلاء کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ مولیٰ یعنی ایلاء کرنے والا ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ مولیٰ نہ ہوگا اور اگر اس نے طلاق یا عتاق کے ساتھ ایلاء کیا تو بالا جماع مولی ہوگا اور اگر اس نے حج یا عمرہ یا صوم یا صدقہ سے ایلاء کیا تو بالا جماع مولی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو تو مجھ پر میری ماں کی پشت کے مثل ہے یا فلاں بیوی میری مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے تو مولی نہ ہوگا پھر جس صورت میں ذمی کا ایلاء ٹھیک ہوتا ہے اس کے احکام میں وہ مثل مسلمان ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور اس نے وطی کی تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور جن الفاظ سے ایلاء واقع ہوتا ہے وہ دو قسم کے ہوتے ہیں صریح و کنایہ پس صریح ہر ایسا لفظ ہے جس کے بولنے سے جماع کے معنی متبادر ہوں جیسے تجھ سے قربت نہ کروں گا یا تجھ سے جماع نہ کروں گا یا تجھ سے وطی نہیں کروں گا یا تجھ سے مباضعت[2] نہ کروں گا یا تجھ سے جنابت کا غسل نہ کروں گا اسی وجہ سے کہ جو مباضعت اس عورت کی طرف مضاف کی گئی اس سے محاورہ میں عادت کے موافق جماع کے معنی مقصود ہوتے ہیں اور عورت سے جنانت کا غسل کرنا یوں ہی ہو سکتا ہے کہ عورت سے فرج میں

---

[1] پھر یہ عورت بحرمت غلیظ بائنہ ہوگی کہ بدوں حلالہ کے نکاح نہیں کر سکتا۔

[2] مباضعت جماع کرنا ختانیں ملنا یعنی مرد کا نرد کر عشفہ غائب ہوا صابت: پہنچانا اور رسیدہ کرنا مضاجعت ہم بستری قربت کرنا۔

جماع کرے اور اسی طرح اگر باکرہ سے کہا کہ میں تجھے رسیدہ نہ کروں گا اس واسطے کہ عرف میں اس کا رسیدہ کرنا یوں ہی ہے کہ اس سے مجامعت کرے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

کنایہ ہر ایسا لفظ ہے کہ اس کے بولنے سے جماع کے معنی خیال میں آئیں مگر احتمال اور کا بھی ہو:

اگر عورت سے کہا کہ میں تجھ سے تیری دبر میں یا فرج کے علاوہ وطی نہ کروں گا تو مولی نہ ہوگا اور اگر اس سے کہا کہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا الا برا جماع تو اس کی نیت دریافت کی جائے گی پس اگر اس نے کہا کہ میں نے دبر میں وطی کرنی مراد لی ہے تو مولی ہو جائے گا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے خفیف جماع مراد لیا ہے کہ التقائے ختانین جیسی حالت سے زائد نہ ہوگا تو وہ مولی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے اس سے بھی کم مراد لیا ہے تو وہ مولی ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور ینابیع میں لکھا ہے کہ اگر ان الفاظ کے کہنے کے بعد اس نے دعویٰ کیا کہ میں نے جماع مراد نہیں لیا تھا تو قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ تصدیق ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور کنایہ ہر ایسا لفظ ہے کہ اس کے بولنے سے جماع کے معنی خیال میں آئیں مگر احتمال اور کا بھی ہو پس جب تک وہ اس سے معنی جماع کی نیت نہ کرے گا تو ایلاء نہ ہوگا جیسے کہا کہ تیرے آگے پیش نہ ہوں گا یا تیرے پاس نہ آؤں لا ادخل بھا ولا اغشاھا اپنا و تیرا سر ایک جانہ کروں گا اور تیرے ساتھ بستر پر نہ سوؤں گا تیرے ساتھ مصاحب[1] نہ ہوں گا یا تیرے بستر کے قریب نہ ہوں گا یا تجھ غمناک کروں گا یا تجھے جلا پاؤں گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں تیرے ساتھ سوؤں تو تو بسہ طلاق طالقہ ہے اور اس کی نیت کچھ نہیں ہے تو یہ ایلاء ہے اور عرف کے موافق جماع کے معنی پر قرار دیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور از انجملہ اصابت و مضاجعت دونوں ہے یہ عینیہ شرح کنز میں ہے اور ینابیع میں لکھا ہے۔

کہ ہر لفظ جس سے قسم منعقد ہو جاتی ہے ایلاء بھی منعقد ہوگا جیسے واللہ و باللہ و جلال اللہ و عظمۃ اللہ و کبریاء اللہ و باقی سب الفاظ جن سے قسم منعقد ہوتی ہے منعقد ہوگا اور ہر لفظ جس سے قسم منعقد نہیں ہوتی ہے جیسے وعلم اللہ لا اقربک یعنی قسم علم الٰہی کی کہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یا کہا کہ مجھ پر خدا کا غضب یا خشم یا مثل اس کے کوئی لفظ کہا جس سے قسم منعقد نہیں ہوتی ہے تو ایلاء منعقد نہ ہوگا اور منافع میں لکھا ہے کہ ایلاء کی لیاقت اس کو ہے جو طلاق کی اہلیت رکھتا ہے یہ امام اعظمؒ نے اعتبار فرمایا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جو وجوب کفارہ کی اہلیت رکھتا ہے وہ ایلاء کی اہلیت رکھتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

ایلاء کرنے والا یوں ہی ہوتا ہے کہ فرج میں جماع نہ کرنے پر قسم کھائی ہو پس اگر بدوں فرج میں وطی کرنے کے حانث ہوتا ہوئے تو سزائے ایلاء کا مستوجب[2] نہ ہوگا ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ واللہ میرے بدن کی کھال تیرے بدن کی کھال سے نہ چھوئے گی تو یہ شخص مولی نہ ہوگا اس واسطے کہ اس قسم میں بدوں جماع فرج کے فقط کھال چھونے سے حانث ہوا جاتا ہے اور اگر کہا کہ واللہ میرا آلہ تناسل تیری فرج کو نہ چھوئے گا تو یہ شخص مولی ہوگا اس وجہ سے کہ ایسے کلام سے عرفاً جماع مراد ہوتا ہے اور اگر کہا کہ اگر باتو خسپم پس تو طالقہ ہستی اور کچھ نیت نہیں کی تو وہ تو مولی ہوگا اس واسطے کہ اس سے لوگوں کی مراد جماع ہوتی ہے اور اگر اس نے صرف ساتھ سورہنے کی نیت کی ہو تو مولی نہ ہوگا چنانچہ اگر اس کے ساتھ سویا اور جماع نہ کیا تو قسم میں جھوٹا ہو جائے گا اور اگر

---

(۱) یا تجھ سے مصاحبت نہ کروں گا۔

(۲) کیونکہ وہ مولی نہ تھا۔

کہا کہ اگر من دست[1] بزن فراز کنم یا کیسال پس بریں چنیں وچناں است پھر چار مہینہ عورت سے جماع نہ کیا تو وہ بیک طلاق بائنہ ہو جائے گی اس واسطے کہ عرف میں اس سے جماع مراد ہوتا ہے اسی واسطے اگر اس نے سال کے اندر سوائے فرج کے اس سے جماع کیا تو قسم میں حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

قسم کھائی کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو مجھ پر حج یا عمرہ' صدقہ' صوم' ہدی' اعتکاف ......:

اگر عورت سے کہا کہ انا منک مولی یعنی میں تجھ سے ایلاء کنندہ ہوں پس اگر اس سے جھوٹ خبر دینے کی نیت کی ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ مولی نہ ہوگا لیکن قضاءً اس کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اس نے ایجاب کی نیت کی ہو یعنی تحقیق ایلاء کی نیت کی ہو تو قضاءً فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ دونوں طرح مولی ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ جب میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر نماز واجب ہے تو اس سے مولی نہ ہوگا یہ کافی میں ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ اگر کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں اپنا یہ غلام اپنے کفارہ ظہار سے آزاد کروں اگر میں اپنی بیوی فلاں سے قربت کروں حالانکہ اس نے اس عورت سے ظہار کیا ہے یا نہیں کیا ہے تو اس سے وہ ایلاء کرنے والا نہ ہوگا اور اگر کہا کہ میرا یہ غلام میرے کفارہ ظہار سے آزاد ہے اگر میں اپنی بیوی سے قربت کروں تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا خواہ اس نے ظہار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور آزاد کرنا اس کے کفارہ ظہار سے کافی ہوگا اور اس کلام سے مراد یہ ہے کہ درصورتیکہ وہ مظاہر ہو پھر اس نے بعد قسم مذکور کے عورت مذکورہ سے قربت کر لی ہو تو یہ عتق اس کے کفارہ ظہار سے کافی ہوگا پھر ذکر فرمایا کہ جو بردہ بیوی سے قربت کرنے پر آزاد ہو جاتا ہو تو ایسی قسم میں وہ مولی ہوگا اور جو بردہ کہ بدوں دوسرے فعل کے آزاد نہ ہوتا ہو تو ایسی قسم میں وہ مولی نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں یا تجھے اپنے بستر پر بلاؤں تو تو طالقہ ہے تو وہ مولی[2] نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر عورت سے کہا کہ اگر تو نے میری جنابت سے غسل کیا ماداميکہ تو میری بیوی ہے تو تو طالقہ ثلث ہے اور اس قول کا اعادہ کیا اور اس قول کو نہ جانا اور یہ عورت حاملہ تھی اور قبل وضع حمل کے اس سے جماع نہ کیا پھر اس گفتگو سے چار مہینہ یا زیادہ کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا تو ایک طلاق بائنہ اس پر چار مہینے گزرنے کے باعث سے واقع ہوگی اور بسبب وضع حمل کے اس کی عدت گزر جائے گی پھر اگر اس کے بعد اس سے نکاح کیا تو جائز ہے اور پھر حانث نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اسی طرح قسم کھائی کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو مجھ پر حج یا عمرہ یا صدقہ یا صوم یا ہدی یا اعتکاف یا قسم یا کفارہ قسم واجب ہے تو وہ مولی ہوگا اور اگر کہا کہ مجھ پر اتباع جنازہ یا سجدہ تلاوت یا قرأت قرآن یا بیت المقدس میں نماز یا تسبیح واجب ہے تو وہ مولی نہ ہوگا اور اگر کہا کہ مجھ پر سو رکعت نماز یا مثل اس کے جو عادۃً نفس پر شاق ہوتی ہے واجب ہیں تو واجب ہے کہ ایلاء صحیح ہو اور اگر کہا کہ مجھ پر واجب ہے کہ اس مسکین کو یہ درہم صدقہ دے دوں یا میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے تو ایلاء صحیح نہ ہوگا الا آنکہ اس کی تصدیق کی نیت ہو اور اگر کہا کہ ہر عورت[3] کہ میں اس سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مولی ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر روزہ ماہ محرم مثلاً واجب ہیں پس اگر وقت قسم سے چار مہینے سے پہلے یہ مہینہ گزرتا ہو تو ایلاء کرنے والا نہ ہوگا اور اگر چار مہینے سے پہلے نہ گزرتا ہو تو

ل کہ میں نے جھوٹ خبر کی نیت کی تھی بلکہ وہ ایلاء کرنے والا قرار دیا جائے گا ہاں جبکہ گواہ اقراری ہوں تو نہیں فافہم۔

(۱) یعنی ایک سال تک بیوی کی طرف ہاتھ بڑھاؤں لیکن اردو میں اس معنی پر ایلاء نہ ہوگا۔

(۲) بلکہ فقط قسم ہوگی۔

(۳) یعنی اگر بیوی سے چار مہینے تک قربت کروں تو ہر عورت

مولی ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر چار بیویوں سے کہا کہ میں تم سے قربت نہ کروں گا الا فلاں یا فلاں سے تو وہ ان دونوں سے مولیٰ نہ ہوگا:

اگر کہا کہ اگر میں تجھ سے قربت کروں تو مجھ پر ایک مسکین کا کھانا یا ایک روزہ واجب ہے تو بالاتفاق وہ مولی ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ بیوی سے فلاں زمانہ معین یا فلاں مقام معین میں قربت نہ کرے گا تو وہ مولیٰ نہ ہوگا اگر عورت کے حائضہ ہونے کی حالت میں قسم کھائی کہ اس سے قربت نہ کرے گا تو مولی نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل بیوی فلاں شخص کے ہے حالانکہ فلاں مذکور نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا ہے پس اگر اس نے ایلاء کی نیت کی ہو تو مولی ہو جائے گا ورنہ نہیں اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل مردار کے ہے اور قسم کی نیت کی تو مولی ہو جائے گا اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ سے قربت کی تو تو مجھ پر حرام ہے اور قسم کی نیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک مولی ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تک اس سے قربت نہ کرے تب تک مولی نہ ہوگا اور اگر اپنی بیوی سے ایلاء کیا پھر اپنی دوسری بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کے ایلاء میں شریک کر دیا تو اس سے ایلاء کرنے والا نہ ہوگا اور شیخ کرخیؒ نے ذکر فرمایا کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے پھر دوسری بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے اس کے ساتھ شریک کرا دیا تو دونوں سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور دونوں میں[1] تفریق کر دی جائے گی اور یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا[2] کہ جب میں تم دونوں سے قربت نہ کروں گا تو دونوں سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا پھر اگر چار مہینہ گزر گئے اور ان دونوں سے قربت نہ کی تو دونوں بائنہ ہو جائیں گی اور اگر کسی ایک سے قربت کر لی تو اس کا ایلاء ساقط ہو گیا اور دوسری کا ایلاء اپنے حال پر باقی رہا اور اس مرد پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور اگر دونوں سے قربت کر لی تو دونوں کا ایلاء ساقط ہو گیا اور مرد مذکور پر کفارہ قسم واجب ہوگا اور اگر چار مہینہ گزرنے سے پہلے ایک مر گئی تو دونوں کا ایلاء ساقط ہو جائے گا اور مرد مذکور پر کفارہ قسم واجب نہ ہوگا اگرچہ اس کے بعد زندہ کے ساتھ قربت کرے اور یہ بالاتفاق ہے اور اگر دونوں میں سے ایک کو طلاق دے دی تو ایلاء باطل نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی چار عورتوں سے کہا کہ واللہ میں تم چاروں سے قربت نہ کروں گا تو فی الحال ان چار عورتوں سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا چنانچہ اگر اس نے ان سے قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو سب کی سب بائنہ ہو جائیں گی اور یہ ہمارے اصحاب ثلاثہ کا قول ہے اور یہ استحسان ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر چار بیویوں سے کہا کہ میں تم سے قربت نہ کروں گا الا فلاں یا فلاں سے تو وہ ان دونوں سے مولیٰ نہ ہوگا چنانچہ ان کے ساتھ قربت کرنے سے حانث نہ ہوگا اور بدوں وطی کرنے کے چار مہینہ گزرنے سے اس مرد اور ان دونوں عورتوں کے درمیان مبانیت واقع نہ ہوگی یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر ایک ہی جلسہ میں اپنی بیوی سے تین مرتبہ ایلاء کیا تو صاحبینؒ کے نزدیک استحساناً ایک[3] ہی طلاق واقع ہوگی اور اگر مجلس متعدد ہوں تو طلاق بھی متعدد ہو جائیں گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ واللہ میں تم میں سے ایک سے قربت نہ کروں گا تو وہ ان دونوں میں سے ایک سے ایلاء کرنے والا ہوگا چنانچہ اگر اس نے ان میں سے ایک سے وطی کی تو یہی ایلاء کے واسطے متعین ہوگی اور مرد پر کفارہ

ا اقول مراد یہ ہے کہ چار مہینے سے کم زمانہ ہو بکذا قیل وفیہ تامل۔

(۱) یعنی بیوی و مرد میں۔

(۲) یعنی قسم سے۔

(۳) یعنی وقت گزرنے پر۔

واجب ہوگا اور ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے ایک کو تین طلاق دے دیں یا وہ مرگئی یا مرتد ہو کر بائنہ ہوگئی تو زوال مزاحمت کے باعث سے دوسری بیوی ایلاء کے واسطے متعین ہوگی اور اگر اس نے دونوں میں سے کسی سے قربت نہ کی یہاں تک کہ چار مہینہ گزر گئے تو دونوں میں سے ایک غیر معین بائنہ ہو جائے گی اور مرد مذکور کو اختیار ہوگا کہ جس پر چاہے دونوں میں سے طلاق واقع ہونا اختیار کرے اور اگر چار مہینے گزرنے سے پہلے اس نے ان دونوں میں سے ایک کے حق میں ایلاء متعین کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا چنانچہ اگر اس نے ایک کو معین کیا اور پھر چار مہینہ گزر گئے تو اسی معینہ پر طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ دونوں میں سے ایک غیر معین پر واقع ہوگی پھر مرد مذکور مختار ہوگا جاہے جس کو معین کرے پھر اگر مرد مذکور نے دونوں میں سے کسی ایک پر طلاق واقع نہ کی یہاں تک کہ اور چار مہینے گزر گئے تو دوسری پر بھی طلاق واقع ہوگی اور دونوں اس مرد سے بیک طلاق بائنہ ہو جائیں گی اور یہ ظاہر الروایہ کا حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر دونوں عورتیں دونوں مدتوں کے گزرنے پر بائنہ ہوگئیں پھر دونوں سے ساتھ ہی نکاح کر لیا تو دونوں میں سے ایک سے مولی ہوگا اور اگر دونوں سے آگے پیچھے نکاح کیا تو دونوں میں سے ایک سے مولی ہوگا اور پہلی جس سے نکاح کیا ہے وہ بسبب سبقت نکاح یا بوجہ متعین کرنے کے[1] متعین نہ ہوگی لیکن جب اول کے نکاح کے روز سے چار مہینہ گزریں گے تو وہ بسبب سبقت مدت ایلاء کے پہلے بائنہ ہو جائیں گی پھر جب اس کے بائنہ ہونے سے چار مہینہ اور گزریں گے تو دوسری بھی بائنہ ہو جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ تم دونوں میں سے کسی سے قربت نہ کروں گا تو دونوں سے مولی ہو جائے گا پھر اگر چار مہینہ گزر گئے اور اس نے کسی سے قربت نہ کی تو دونوں بائنہ ہو جائیں گی اور اگر دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو دونوں کا ایلاء باطل ہو جائے گا اور کفارہ قسم واجب ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر قسم کھائی کہ اپنی زوجہ اپنی باندی سے یا اپنی زوجہ و اجنبیہ سے قربت نہ کروں گا تو جب تک کہ اجنبیہ یا باندی سے قربت نہ کرے تب تک مولیٰ نہ ہوگا اور جب ان سے قربت کر لی تو مولیٰ ہو جائے گا اس واسطے کہ بعد اس کے زوجہ سے قربت کرنا بدوں کفارہ کے ممکن نہ ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی و اپنی باندی سے کہا کہ واللہ میں تم سے ایک سے قربت نہ کروں گا تو مولیٰ نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ اس نے اپنی بیوی کو مراد لیا ہو اور اگر اس نے ایک سے قربت کی تو حانث ہو جائے گا اور اگر اس نے باندی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو بھی مولی نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ میں تم میں سے کسی سے قربت نہ کروں گا تو استحساناً وہ حرہ زوجہ سے مولی ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر کسی کی دو بیویاں ہیں جن میں سے ایک باندی ہو اور اس نے کہا کہ واللہ میں تم دونوں سے قربت نہ کروں گا تو دونوں سے مولی ہو جائے گا پھر جب دو مہینہ گزرے اور اس نے کسی سے قربت نہ کی تو باندی بائنہ ہو جائے گی پھر جب اور دو مہینے گزرے بدوں قربت کے تو حرہ بھی بائنہ ہو جائے گی اور اگر کہا کہ واللہ میں تم سے ایک سے قربت نہ کروں گا تو ایک غیر معین سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور اگر اس نے دو مہینہ گزرنے سے پہلے کسی ایک کو معین کرنا چاہا تو نہیں کر سکتا ہے اور اگر دو مہینہ بلا قربت گزر گئے تو باندی بیوی بائنہ ہو جائے گی اور از سرنو حرہ کی مدت ایلاء شروع ہوگی پھر اگر چار مہینے گزرے اور اس نے قربت نہ کی تو حرہ بائنہ ہو جائے گی اور اگر دو مہینے گزرنے سے پہلے باندی مرگئی تو قسم کے وقت سے ایلاء کے واسطے حرہ متعین ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر قبل مدت کے باندی آزاد ہو گئی تو اس کی مدت مثل مدت حرہ کے ہو جائے گی پس جب وقت قسم سے چار مہینہ گزر گئے تو دونوں میں سے ایک بائنہ ہو جائے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ جس کو چاہے متعین کرے اور اگر باندی بعد بائنہ ہونے کے آزاد ہوئی پھر اس سے نکاح کیا تو باندی کے بائنہ

---

[1] یعنی نکاح میں سابق ہونے سے یا خود اس کے معین کرنے سے وہ متعین نہیں ہو سکتی۔

ہونے کے وقت سے چار مہینہ گزرنے پر حرہ بائنہ ہو جائے گی اور باندی آزاد شدہ کے ایلاء سے بائنہ ہونے کے وقت سے حراہ کی مدت ایلاء قرار دی جائے گی اس سے پہلے سے قرار نہ دی جائے گی اور اگر باندی کو دو مہینہ گزرنے سے پہلے خرید لیا تو قسم کے وقت سے چار مہینہ گزرنے پر حرہ بائنہ ہو جائے گی اور اگر باندی کے آزاد ہونے کے بعد پھر ان دونوں سے نکاح کیا تو ان دونوں میں سے ایک سے مولی ہوگا لیکن جب وقت قسم سے مدت ایلاء گزر جائے گی تو حرہ بائنہ ہو جائے گی اور اگر قبل مدت کے حرہ مرگئی تو آزاد شدہ اپنے نکاح کے وقت سے مدت ایلاء گزرنے پر بائنہ ہوگی اور اگر حرہ مری نہیں بلکہ اس کو طلاق بائن دے دی اور ہنوز اس کی عدت نہ گزری تھی کہ قسم کے وقت سے ایلاء کی مدت گزر گئی تو اس پر ایک اور طلاق بائنہ واقع ہوگی یہ کافی میں ہے اور اگر ایلاء کی وجہ سے حرہ بائنہ ہوگئی تو معتقہ از سر نو ایلاء کے واسطے متعین ہو جائے گی اور حرہ کے بائنہ ہونے کے وقت اس کی ایلاء کی مدت شمار ہوگی اور اگر حرہ کی عدت گزر گئی یا اس کو تین طلاق دے دیں تو معتقہ کے تزوج سے جب چار مہینہ گزریں گے تو وہ بائنہ ہو جائے گی اس واسطے کہ وہ ایلاء کے لئے اسی وقت سے متعین ہوئی تھی یہ شرح جامع کبیری حصیری میں ہے۔

اگر کہا میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو تم میں سے ایک مجھ پر مثل پشت میری ماں کے:

اگر اس نے یوں کہا کہ میں تم میں سے ایک سے قربت کروں تو دوسری مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے تو وہ ان میں سے ایک سے مولی ہوگا پھر جب دو مہینہ گزریں گے تو باندی بائنہ ہو جائے گی اور حرہ کا ایلاء باطل ہو جائے گا اور اگر دونوں عورتیں حرہ ہوں اور اس نے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو دوسری مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے تو وہ ایک سے مولی ہوگا پھر اگر چار مہینے گزر گئے تو ان میں سے ایک بسبب ایلاء کے بائنہ ہو جائے گی اور اس کے تعیین کا اختیار اس مولی کو ہوگا پھر اگر اس نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں طلاق کی تعیین نہ کی یا ایک کے حق میں تعیین کی اور دوسرے چار مہینہ گزر گئے تو اور کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ اگر میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو وہ میرے اوپر مثل پشت میری ماں کے ہے تو ایلاء باقی رہے گا اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو تم میں سے ایک مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے تو بھی یہی حکم ہے یہ کافی میں ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قربت کی تو تم میں سے ایک مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے پھر دو مہینے گزرنے سے ان میں جو باندی بیوی ہے وہ بائنہ ہوگئی تو آزاد عورت سے ایلاء ہنوز باقی رہے گا چنانچہ اگر باندی کے بائنہ ہونے کے وقت سے کہا اور چار مہینے گزر گئے تو آزادہ بھی بائنہ ہو جائے گی اور اگر باندی بیوی و آزادہ بیوی دونوں سے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو دوسری طالقہ ہے تو ایلاء کرنے والا ہو جائے گا پھر جب دو مہینے گزر جائیں گے تو باندی بائنہ ہو جائے گی اور حرہ سے ایلاء ساقط نہ ہوگا مگر حرہ کے حق میں ایلاء کی مدت باندی کے بائنہ ہونے کے وقت سے معتبر ہوگی چنانچہ اگر باندی کے بائنہ ہونے کے وقت سے اور چار مہینے گزرے اور ہنوز باندی عدت میں ہے تو حرہ بائنہ ہو جائے گی اس واسطے کہ حرہ قربت کرنا بدوں باندی کے طلاق دیئے ممکن نہیں ہے لیکن اگر اس مدت کے گزرنے سے پہلے باندی کی عدت گزر گئی تو آزادہ سے ایلاء ساقط ہو جائے گا کیونکہ باندی چونکہ محل طلاق نہیں رہی اس واسطے بدوں کسی امر کے لازم آنے کے وہ حرہ سے قربت کر سکتا ہے اور اگر دونوں عورتیں آزادہ ہوں تو چار مہینے گزرنے پر ایک بائنہ ہو جائے گی اور شوہر کو بیان کا اختیار دیا جائے گا اور دوسری جو باقی رہی اس سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا پھر اگر چار مہینے دوسرے گزرے اور ہنوز پہلی عورت عدت میں ہے تو دوسری مطلقہ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

اگر مندرجہ بالا صورت میں شوہر نے کچھ متعین نہ کیا تو اس کی مزید صورتیں:

اگر شوہر نے کسی کے حق میں بیان نہ کیا یہاں تک کہ اور چار مہینے گزر گئے تو دونوں بائنہ ہو جائیں گی اور اگر باندی و آزادہ دو بیویوں سے کہا کہ اگر میں نے تم دونوں میں سے ایک سے قربت کی ایک طالقہ ہے تو وہ ایک سے مولیٰ ہوگا اور دو مہینے گزرنے پر باندی بائنہ ہو جائے گی پھر اس کے بائنہ ہونے کے وقت سے اگر اور چار مہینے گزر گئے تو آزادہ بھی بائنہ ہو جائے گی چاہے باندی مذکورہ عدت میں ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ بدوں کسی چیز کے لازم آئے وہ حرہ سے وطی نہیں کر سکتا ہے اس واسطے کہ جزاء ان دونوں میں سے ایک کی طلاق ہے اور پہلی کی عدت گزرنے پر طلاق اسی کے حق میں متعین ہوگئی جو محل طلاق باقی ہے اور اسی طرح اگر دونوں عورتیں آزادہ ہوں تو بھی یہی حکم ہے ہاں اتنا فرق ہے کہ بائنہ ہونے کی مدت چار مہینے ہوگی اور اگر دونوں سے کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو دوسری طالقہ ہے تو دونوں سے ایلاء کرنے والا ہوگا اور ان میں جو باندی ہے وہ دو مہینے گزرنے پر طالقہ ہو جائے گی اور اگر پھر دو مہینے گزر گئے اور ہنوز باندی عدت میں ہے تو آزادہ طالقہ ہو جائے گی اور اگر باندی کی عدت اس سے پہلے گزر گئی تو حرہ پر کچھ طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر دونوں آزادہ ہوں تو چار مہینے گزرنے کے بعد دونوں بائنہ ہو جائیں گی اور اگر اس نے یوں کہا کہ اگر میں نے تم میں سے کسی ایک سے قربت کی تو ایک تم میں سے طالقہ ہے تو وہ دونوں سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور باندی بعد دو مہینے گزرنے کے طالقہ ہو جائے گی پھر جب دو مہینے گزریں گے تو آزادہ بھی طالقہ ہو جائے گی چاہے باندی اس وقت عدت میں ہو یا نہ ہو اور اگر دونوں آزادہ ہوں تو چار مہینے گزر جانے سے ہر ایک بیک طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اگر اس نے دونوں میں سے کسی سے قربت کر لی تو حانث ہو جائے گا لیکن طلاق فقط ایک واقع ہوگی اور وہ غیر معین طور پر کسی ایک پر واقع ہوگی اور قسم باطل ہو جائے گی یعنی[1] آگے اس کا اثر نہ ہوگا لیکن اگر اس نے یوں کہا کہ اگر میں نے تم میں سے ایک سے قربت کی تو وہ طالقہ ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی سے قربت کی تو وہ طالقہ ہو جائے گی اور ہنوز قسم باطل نہ ہوگی چنانچہ اگر اس نے دوسری عورت سے قربت کی تو وہ بھی طالقہ ہو جائے گی یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کسی نے اپنی بیویوں سے کہا کہ واللہ میں اس[2] سے یا اس سے قربت نہ کروں گا پھر مدت گزر گئی تو دونوں بائنہ ہو جائیں گی یہ فصل عمادیہ میں ہے اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے اس سے قربت کی اور اس سے تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ اگر میں نے تم دونوں سے قربت کی یعنی ان دونوں سے ایلاء کرنے والا ہوگا اور اگر اس نے یوں کہا کہ اگر میں نے اس سے قربت کی پھر اس سے تو ایلاء کرنے والا نہ ہوگا یہ معراج الدرایہ میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا پھر اس کو ایک طلاق بائن دے دی پس اگر وقت ایلاء سے چار مہینے گزرے اور ہنوز وہ عدت طلاق میں ہے تو بسبب ایلاء کے اس پر دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر ایلاء کی مدت گزرنے سے پہلے وہ عدت طلاق میں ہے تو بسبب ایلاء کے اس پر دوسری طلاق واقع ہوگی اور اگر ایلاء کی مدت گزرنے سے پہلے وہ عدت سے خارج ہوگئی ہو تو بسبب ایلاء کے کوئی طلاق واقع نہ ہوگی ایک مرد نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا پھر اس کو طلاق[(۲)] دے دی پھر اس سے نکاح کر لیا پس اگر ایلاء کی عدت گزرنے سے پہلے اس سے نکاح کیا ہے تو ایلاء ویسا ہی باقی رہے گا چنانچہ اگر وقت ایلاء سے چار مہینے بلا وطی گزر گئے تو ایلا کی وجہ سے اس پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر بعد انقضائے عدت کے اس سے نکاح

---

[1] وقت پر اس کی تعیین کا اختیار شوہر کو ہوگا۔

[2] قولہ اس سے اور قولہ اس سے یعنی دو عورتوں کی طرف اشارہ کیا اول اس عورت کی طرف پھر اس دوسری کی طرف۔

(۱) فی الحال کفارہ دینا پڑے گا۔

(۲) ایک بائن۔

کیا تو ایلاء تو رہے گا لیکن مدت ایلاء وقت نکاح سے معتبر ہوگی ایک مرد نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا مگر قبل اس کے اس کو ایک طلاق بائن دے چکا تھا تو ایلاء کرنے والا نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک غلام نے اپنی آزادہ بیوی سے ایلاء کیا پھر وہ آزادہ بیوی اس غلام کی مالک ہوگئی تو ایلاء باقی نہ رہیگا:

اگر مطلقہ رجعیہ سے ایلاء کیا تو مولیٰ ہو جائے گا لیکن اگر مدت گزرنے سے پہلے اس کی عدت طلاق گزر گئی تو ایلاء ساقط ہو جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا پھر مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا پھر چار مہینے گزر گئے تو بسبب ایلاء کے بائنہ نہ ہوگی کیونکہ بسبب مرتد ہونے کے ملک زائل اور بینونت واقع ہو چکی اگرچہ مرتد ہونے کی وجہ سے ایلاء و ظہار باطل ہونے میں دو روایتیں ہیں مگر مختار یہی روایت ہے جو ہم نے ذکر کی ہے ایک مرد نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں اس کو طلاق نہ دوں گا پھر اس عورت سے ایلاء کیا اور مدت ایلاء گزر گئی تو مرد مذکور حانث ہوگا اور اس پر ایک طلاق بوجہ ایلاء کے اور دوسری طلاق بوجہ قسم کے واقع ہوگی اور اگر اس نے قسم کھائی حالانکہ وہ عنین ہے پس قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی تو مختار قول کے موافق بوجہ قسم مذکورہ کے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک غلام نے اپنی آزادہ بیوی سے ایلاء کیا پھر وہ آزادہ بیوی اس غلام کی مالک[1] ہوگئی تو ایلاء باقی نہ رہے گا اور اگر اس عورت نے اس غلام کو بیچ کر دیا یا آزاد کر دیا پھر اس غلام نے اس عورت سے دوبارہ نکاح کیا تو ایلاء سابق عود کرے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے و دو مہینے قربت نہ کروں گا تو ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینہ و دو مہینہ بعد ان دو مہینوں کے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے قربت نہ کروں گا پھر روز ٹھہر کر کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے بعد پہلے دونوں مہینوں کے قربت نہ کروں گا تو ایلاء کنندہ نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے قربت نہ کروں گا پھر ایک ساعت توقف کر کے کہا کہ واللہ میں تجھے دو مہینے قربت نہ کروں گا تو ایلاء کرنے والا نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا دو مہینے اور نہ دو مہینے تو ایلاء کرنے والا نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر کہا کہ میں تجھ سے چار مہینے وطی نہ کروں گا بعد چار مہینے کے تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا گویا اس نے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے آٹھ[2] مہینے وطی نہ کروں گا اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے دو مہینے قبل دو مہینے کے قربت نہ کروں گا تو یہ بھی ایلاء ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد نے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا چار مہینے الا ایک روز پھر اسی دم کہا کہ واللہ میں تجھ سے اس روز قربت نہ کروں گا تو وہ ایلاء کرنے والا ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ میرے تجھ سے قربت کرنے سے ایک مہینے پہلے تو طالقہ ہے تو جب تک ایک مہینے نہ گزرے وہ ایلاء کرنے والا نہ ہوگا پھر جب ایک مہینے گزرے اور وہ قربت نہ کرے تو اس وقت سے ایلاء ہوگا پھر اگر مہینہ گزر جانے کے بعد مدت ایلاء تمام ہونے سے پہلے اس سے جماع کیا تو قسم میں حانث ہونے کی وجہ سے طالقہ ہو جائے گی اور اگر چار مہینے گزر گئے اور اس سے جماع نہ کیا تو ایک طلاق بائنہ سے بسبب ایلاء کے بائن ہوگی اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ میرے تیرے ساتھ قربت کرنے

۱؎ یعنی یوں قسم کھائی کہ اگر میری طرف سے اس پر طلاق واقع ہو تو یہ طالقہ ہے۔

۲؎ اقول اس میں تامل ہے اصل عبارت یہ ہے واللہ لا اطاک اربعۃ اشھر بعد اربعۃ اشھر اور وجہ تامل یہ ہے کہ ہمارے محاورہ میں اس کے معنی یہ ہیں کہ چار مہینے کے بعد ایلاء یعنی قسم ہے اور اس تامل کا رفع یہ ہے کہ ابھی سے ایلاء شروع ہو جائے گا اور اضافت مذکور باطل ہے کما مر۔

(۱) کسی سبب ملک سے۔

سے ایک مہینہ تو طالقہ ہے اگر میں تجھ سے قربت کروں تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور شرح طحاوی میں لکھا ہے کہ میرے تیرے ساتھ قربت کرنے سے کچھ پہلے تو طالقہ ہے تو وہ ایلاء کرنے والا ہو جائے گا پھر اگر اس سے قربت کر لی تو قربت کرتے ہی بلا فصل طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر اس کو چار مہینے چھوڑ دیا تو بسبب ایلاء کے بائنہ ہو جائے گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں بسہ طلاق طالقہ ہو ایک مہینے قبل اس کے کہ میں تم سے قربت کروں تو مہینہ گزرنے سے پہلے وہ دونوں سے ایلاء کنندہ نہ ہوگا پھر مہینہ گزر جانے پر دونوں سے مولیٰ ہو جائے گا پھر اگر دونوں کو چار مہینے چھوڑ دیا تو دونوں بائنہ ہو جائیں گی اور اگر دونوں سے قربت کی تو ہر ایک بسہ طلاق بائنہ ہو جائے گی اور اگر اس نے ان دونوں میں سے ایک سے قبل مہینہ گزرنے کے قربت کی یا دونوں سے قربت کی تو ایلاء باطل ہو گیا اور اگر بعد مہینہ گزرنے کے ایک سے قربت کی تو اسی سے ایلاء ساقط ہوگا اور دوسری سے ایلاء باقی رہے گا پھر اگر اس نے دوسری سے بھی قربت کی تو دونوں بسہ طلاق طالقہ ہو جائیں گی اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ تم دونوں طالقہ ثلث ہو ایک مہینے قبل اس کے کہ میں تم سے قربت کروں تو بھی یہی حکم ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر اپنی بیوی کے ساتھ قربت کرنے پر اپنے غلام آزاد ہونے کی قسم کھائی پھر اس غلام کو فروخت کیا تو ایلاء ساقط ہو جائے گا پھر اگر قبل قربت کرنے کے وہ غلام اس کی ملک میں عود کر آیا تو پھر ایلاء منعقد ہو جائے گا اور اگر بعد قربت کرنے کے اس کی ملک میں آ گیا تو ایلاء منعقد نہ ہوگا اور اگر یوں کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو میرے یہ دونوں غلام آزاد ہیں پھر دونوں میں سے ایک مر گیا یا اس نے ایک کو فروخت کر دیا تو ایلاء باطل نہ ہوگا اور اگر اس نے دونوں کو فروخت کر دیا یا دونوں مر گئے خواہ ساتھ ہی یا آگے پیچھے تو ایلاء ساقط ہو جائے گا پھر اگر قبل قربت کرنے کے ان میں سے ایک غلام اس کی ملک میں آ گیا خواہ کسی وجہ سے ملک میں آیا ہو تو ایلاء منعقد ہو جائے گا پھر اگر دوسرا بھی اس کی ملک میں آ گیا تو پہلے غلام کے ملک میں آنے کے وقت سے ایلاء کا اعتبار ہوگا اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو مجھ پر اپنے فرزند کی قربانی[1] واجب ہے تو وہ ایلاء کرنے والا قرار دیا جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر کہا کہ یہ غلام آزاد ہے اگر میں اس کو خریدوں یا فلاں طالقہ ہے اگر میں اس سے نکاح کروں:

اگر دو غلاموں میں سے ایک غیر متعین کے آزاد ہونے پر ایلاء کیا پھر دونوں میں سے ایک کو فروخت کر دیا پھر اس کو خرید کر لیا پھر دوسرے کو فروخت کر دیا تو مدت ایلاء اس وقت سے ہوگی جس وقت سے پہلے فروخت کردہ غلام کو خرید لیا ہے اور اگر پہلے فروختہ غلام کے خریدنے سے پہلے دوسرے کو فروخت کر دیا ہو تو ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر کہا کہ میں نے تجھ سے قربت کی تو میرا غلام آزاد ہے چاند دیکھے ہر مملوک جس کو میں نے خریدا ہے وہ آزاد ہے تو ایلاء کرنے والا ہوگا اور اگر کہا کہ یہ غلام آزاد ہے اگر میں اس کو خریدوں یا فلاں طالقہ ہے اگر میں اس سے نکاح کروں یا کہا کہ ہر عورت طالقہ ہے جس کو میں عرب میں سے نکاح میں لاؤں یا کہا کہ ہر عورت مسلمہ یا کہا کہ یہ درہم صدقہ ہیں اگر میں ان کا مالک ہو جاؤں تو ایلاء کرنے والا نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ قربت کرنے سے مانع نہیں ہے یہ عتابیہ میں ہے اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر چار مہینے گزر گئے اور عورت نے قاضی کے پاس نالش کی اور قاضی نے دونوں میں تفریق کرا دی پھر غلام نے گواہ قائم کئے کہ میں اصلی آزاد ہوں تو اس کی آزادی کا حکم دیا جائے گا اور ایلاء باطل ہوگا اور عورت مذکورہ اپنے خاوند کو واپس دی جائے گی اس واسطے کہ ظاہر ہوا کہ وہ ایلاء

---

[1] قربانی اقول لیکن سوائے قسم کے اس پر فرزند کا قربانی کرنا کبھی واجب نہ ہوگا بلکہ محض باطل ہے تو ہم نے اس کو قسم کے معنی میں رکھ کر ایلاء ٹھہرایا اور دیگر ائمہ نے باطل ٹھہرایا۔

کنندہ نہ تھا کہ بدوں کوئی بات لازم آنے کے وہ وطی کر سکتا تھا یہ ظہیریہ میں ہے اور ینابیع میں لکھا ہے کہ اگر اس نے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر ایک روز گزرا پھر اکہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر ایک روز گزرا پھر مرد مذکور نے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا تو یہ تین قسمیں اور تین ایلاء ہوں گے چنانچہ اگر چار مہینے گزر گئے تو بیک طلاق بائنہ ہو جائے گی پھر جب ایک روز گزرے گا تو دوسری طلاق واقع ہوگی پھر جب ایک روز اور گزرے گا تو تیسری طلاق پڑ کر عورت مذکورہ بسہ طلاق بائنہ ہو جائے گی پھر جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح کر کے حلالہ[1] نہ کرائے تب تک اس کے واسطے حلال نہیں ہو سکتی ہے اور اگر اس نے بعد ان قسموں کے عورت سے قربت کی تو اس پر تین کفارے لازم آئیں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر اپنی عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال تک الا ایک یوم تو مسئلہ:

اگر کسی نے ایک جلسہ میں تین مرتبہ اپنی بیوی سے ایلاء کیا یعنی کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پس اگر اس نے ایک ہی لفظ کی تکرار کا قصد کیا ہے تو ایلاء واحد اور قسم بھی ایک ہی ہوگی اور اگر اس نے کچھ نیت نہیں کی تو ایلاء ایک اور قسم تین ہوں گی اور اگر تشدید و تغلیظ کی نیت کی ہو تو ایلاء ایک اور قسم تین ہوں گی یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول[(۱)] ہے پھر واضح ہو کہ ایلاء چار طرح پر ہے ایک[2] ایلاء اور ایک قسم جیسے واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اور ایلاء دو اور قسم دو اور اس کی یہ صورت ہے کہ اپنی عورت سے دو جلسہ میں ایلاء کیا یا کہا کہ جب کل کا روز آئے تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اور جب پرسوں کا روز آئے تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اور ایلاء واحد اور قسم دو اور یہی مسئلہ اختلافی ہے چنانچہ اگر اس نے ایک ہی مجلس میں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا اور تغلیظ کی نیت کی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایلاء ایک اور قسم دو ہوں گی حتیٰ کہ اگر اس نے چار مہینے گزرنے تک قربت نہ کی تو بائنہ بیک طلاق ہوگی اور اگر قربت کر لی تو دو کفارے لازم آئیں گے اور دو ایلاء اور ایک قسم جیسے اپنی عورت سے کہا کہ ہر بار کہ تو ان دو گھروں میں داخل ہوئی تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پس عورت ان دونوں میں سے ایک دار میں داخل ہوئی یا دونوں میں ایک بار داخل ہوئی تو یہ دو ایلاء اور ایک قسم ہے چنانچہ ایلاء اول پہلے داخل ہونے پر اور دوسرا دوسرے داخل ہونے پر منعقد ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال الا ایک یوم کم تو یہ روز آخر سال میں سے کم کیا جائے گا اور اس پر اتفاق ہے پس وہ مولی ہوگا ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ واللہ میں ایک سال تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر جب چار مہینے گزرے اور وہ بیک طلاق بائنہ ہوئی پھر اس سے نکاح کیا پھر جب چار مہینے گزرے اور وہ بائنہ ہوئی تو پھر نکاح کیا تو پھر آپ بائنہ نہ ہوگی اس واسطے کہ سال میں سے چار مہینے سے کم باقی رہ گئے ہیں یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال تک الا ایک یوم تو ہمارے اصحاب ثلاثہؒ کے قول میں وہ فی الحال مولی نہ ہوگا اور امام زفرؒ کے نزدیک فی الحال مولی ہو جائے گا پس ہمارے نزدیک اگر سال گزر گیا اور کسی دن اس نے اس عورت سے قربت نہ کی تو اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا اور اگر ایسا کہا پھر اس سے کسی ایک روز قربت کی تو دیکھا جائے گا کہ اگر سال مذکور میں سے چار مہینے یا زیادہ باقی رہ گئے

---

[1] حلالہ مشہور ہے کہ عورت سہ طلاقہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے بعد وطی کے حلال یعنی اس لائق ہوتی ہے کہ خالی ہو کہ مرد اول اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

[2] قولہ ایک ایلاء یعنی ایک قسم یہ ہے کہ ایلاء مع قسم جمع ہو لیکن دونوں میں سے ہر ایک کی تعداد ایک ہی ہو وعلی ہذا القیاس باقی اقسام سمجھو۔

(۱) بخلاف قول امام محمدؒ کے۔

ہیں تو مولی ہو جائے گا اور اگر کم باقی رہے ہوں تو مولی نہ ہوگا اور ایسا ہی اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا ایک سال تک الا ایک بار پس حکم اختلافی مذکور اس میں بھی جاری ہے مگر اتنا فرق ہے کہ الا ایک روز کہنے کی صورت میں جب اس نے سال کے اندر عورت سے کسی روز قربت کی اور سال میں سے چار مہینے یا زائد باقی رہ گئے ہیں تو جب تک اس روز آفتاب غروب نہ ہو جائے تب تک وہ مولی نہ ہوگا اور ایلاء کی مدت اس روز غروب آفتاب کے وقت سے معتبر ہو گی اور الا ایک بار کہنے کی صورت میں ایک بار جماع سے فارغ ہونے کے بعد ہی سے بلافصل[1] مولی ہو جائے گا اور وطی سے فارغ ہوتے ہی ایلاء کی مدت شروع ہو جائے گی یہ بدائع میں ہے۔

اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ واللہ میں تم سے قربت نہ کرونگا الا ایک روز کہ جس میں تم سے قربت کرونگا:

اگر اس نے کوئی مدت معینہ بیان نہ کی مطلق چھوڑ دی مثلاً کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا الا ایک روز تو جب تک اس سے ایک روز قربت نہ کرے تب تک مولی نہ ہوگا پھر جب قربت کر لے گا تو مولی ہو جائے گا اور اگر کہا کہ ایک سال الا ایک روز کہ جس میں میں تجھ سے قربت کروں گا تو کبھی مولی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایسے استثناء کے ساتھ مدت مطلق چھوڑ دی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ واللہ میں تم سے قربت نہ کروں گا الا ایک روز کہ جس میں تم قربت کروں گا تو اس قسم سے وہ کبھی مولی نہ ہوگا پس اگر اس نے ان دونوں سے دو روز جماع کیا تو دوسرے روز آفتاب غروب ہونے پر حانث ہو جائے گا اور اگر کہا کہ واللہ میں تم سے قربت نہ کروں گا الا ایک روز یا الا ایک روز میں یا الا روز واحد کہ جس میں تم سے قربت کروں گا یا الا روز واحد میں کہ جس میں تم سے قربت کروں گا تو مولی نہ ہوگا یہاں تک کہ ایک روز ان دونوں سے قربت کرے پھر جب یہ روز گزرے گا تو دونوں سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا بسبب ایلاء کی علامت پائی جانے کے اور اگر دونوں سے دو روز متفرق میں قربت کی مثلاً ایک سے بروز جمعرات اور دوسری سے بروز جمعہ قربت کی تو حانث ہو جائے گا اور قسم ساقط ہو جائے گی اور اسی طرح اگر دونوں سے بروز جمعرات پھر دونوں سے بروز جمعہ قربت کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں سے بروز جمعرات قربت کی پھر ایک سے بروز جمعہ قربت کی تو جس سے بروز جمعہ قربت نہیں کی ہے اس سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور جس سے قربت کی ہے اس سے ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر بروز جمعرات ایک سے قربت کی اور بروز جمعہ دونوں سے قربت کی تو جس سے جمعرات کو قربت نہیں کی ہے اس سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا جبکہ بروز جمعہ آفتاب غروب ہو جائے اور جس سے جمعرات کو قربت کی ہے اس سے ایلاء ساقط ہو جائے گا پھر جس سے جمعرات کو قربت کی تھی اگر اس کے بعد اس سے پھر قربت کی تو حانث نہ ہو گا اور اگر دوسری سے قربت کی تو حانث ہو جائے گا اور دونوں سے ایلاء ساقط ہو جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک سے چہار شنبہ کے روز قربت کی اور دونوں سے جمعرات کے روز وطی کی تو جمعرات کا روز استثناء کے واسطے متعین ہوگا پھر اگر دوسری بیوی سے جمعہ کے روز قربت کی تو حانث ہو جائے گا اور قسم ساقط ہو جائے گی اس واسطے کہ سوائے روز استثناء کے دونوں سے قربت کرنا پایا گیا اور اگر روز جمعہ کے اسی عورت سے قربت کی جس سے چہار شنبہ کو قربت کی تھی تو حانث نہ ہوگا اس واسطے کہ شرط یہ تھی کہ دونوں سے قربت کرلے نہ یہ کہ ایک سے حالانکہ اس نے ایک ہی سے دو مرتبہ قربت کی پس ایلاء اس عورت کے ساتھ جس سے چہار شنبہ کو قربت نہیں کی تھی باقی رہے گا اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ واللہ میں تم سے قربت نہ کروں گا الا بروز جمعرات تو جب تک جمعرات کا روز گزر نہ جائے تب تک ایلاء کنندہ نہ ہوگا پھر بعد جمعرات کے وہ مولی ہوگا اور اگر اس نے یوں کہا کہ الا کسی جمعرات کو تو وہ کبھی

[1] بلافصل یعنی فارغ ہوتے ہی بدوں اس کے کہ کچھ وقت گزرے۔

مولی نہ ہوگا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

کہاواللہ میں تجھ سے قربت نہ کرونگا یہاں تک کہ میں تیرا مالک ہوں یا تیرے کسی ٹکڑے کا مالک ہوں:

اگر ایک شخص کی بیوی کوفہ میں ہے اور وہ بصرہ میں ہے پس اس نے کہا کہ واللہ میں کوفہ میں داخل نہ ہوں گا تو وہ ایلاء کنندہ نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر کسی نے قربت نہ کرنے کے واسطے کوئی غائت مقرر کی پس اگر ایسی چیز ہو جس کی مدت ایلاء کے اندر پائی جانے کی امید نہ ہو مثلاً کسی نے رجب کے مہینے میں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ میں محرم کے روزے رکھوں یا کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا الا فلاں شہر میں حالانکہ اس شہر میں پہنچنے تک چار مہینے یا زیادہ ضرور گزرتے ہیں تو یہ شخص ایلاء کنندہ ہو جائے گا اور اگر چار مہینے سے کم مدت گزرتی ہو تو ایلاء کنندہ نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ تو اپنے بچہ کا دودھ چھڑائے حالانکہ دودھ چھڑانے کی مدت چار مہینے یا زیادہ ہے تو بھی مولی ہو جائے گا اور اگر چار مہینے سے کم مدت ہو تو مولی نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت کروں گا یہاں تک کہ آفتاب مغرب سے طلاع کرے یا یہاں تک کہ وہ جانور جو قریب قیامت نکلے گا وہ نکلے یا دجال نکلے تو قیاس یہ ہے کہ وہ مولی نہ ہو اور استحساناً مولی ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ یہاں تک کہ قیامت برپا ہو یا یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں گھس کر پار ہو جائے تو بھی وہ مولی ہوگا اور اگر ایسی غائت مقرر کی ہو کہ مدت ایلاء کے اندر اس کے پائے جانے کی امید ہو لیکن بقاء نکاح[1] تو بھی وہ مولی ہوگا جیسے یوں کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ تو مر جائے یا میں مر جاؤں یا یہاں تک کہ تو مجھے قتل کرے یا میں تجھے قتل کروں یا یہاں تک کہ میں قتل کیا جاؤں یا تو قتل کی جائے یا یہاں تک کہ میں تجھے تین طلاق دے دوں تو باتفاق وہ مولی ہوگا اور اسی طرح اگر بیوی باندی ہو اور اس سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ میں تیرا مالک ہوں یا تیرے کسی ٹکڑے کا مالک ہوں تو بھی وہ مولی ہوگا اور اگر کہا کہ یہاں تک کہ میں تجھے خرید کروں تو وہ مولی نہ ہوگا اور نکاح فاسد نہ ہوگا اور اگر ایسی غائت ہو کہ باوجود بقائے نکاح کے مدت ایلاء کے اندر اس کے پائے جانے کی امید ہو پس اگر ایسی چیز ہو کہ اس کے ساتھ (۱) قسم کھائی جاتی اور نذر کی جاتی ہے اور اس نے اپنے اوپر واجب کر لی تو مولی ہو جائے گا جیسے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو میرا غلام آزاد ہے تو مولی ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر باندی بیوی سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ میں تجھ کو اپنے واسطے خرید کروں تو صحیح یہ ہے کہ وہ مولی نہ ہوگا جب تک یوں نہ کہے کہ یہاں تک کہ میں تجھ کو اپنے واسطے خرید کر تجھ پر قبضہ کر لوں یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک فلاں مجھے اجازت دے یا فلاں شخص سفر سے آ جائے تو وہ مولی نہ ہوگا مگر قسم ہو جائے گی حتیٰ کہ اگر اس کے بعد اس سے قربت کی تو اس پر کفارہ لازم آ جائے گا لیکن اگر فلاں مر گیا تو اب امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ مولی ہوگا اور طرفین کے نزدیک قسم باطل ہو جائے گی چنانچہ اگر اس کے بعد عورت سے قربت کی تو حانث نہ ہوگا پس جب قسم ہی باطل ہو گئی تو مولی نہ ہوگا یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے فلاں غلام کو آزاد کروں یا یہاں تک کہ اپنی فلاں بیوی کو طلاق دوں یہاں تک کہ ایک مہینہ روزہ رکھ لوں تو بقول امام اعظمؒ و امام محمدؒ

---

[1] یعنی باوجودیکہ اس غائت کی مدت ایلاء کے اندر پائی جانے کی امید ہو مگر اس طرح کہ نکاح باقی نہ رہے گا تو مولی ہوگا اور اگر نکاح باقی رہے تو نہ ہوگا۔

(۱) یہ قید اس وجہ سے کہ قسم صحیح ہو۔

کے مولی ہو جائے گا اور اگر کہا کہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ اپنے غلام کو قتل کروں یا یہاں تک کہ اپنے غلام کو ماروں یا یہاں تک کہ فلاں کو قتل کروں یا فلاں کو ماروں یا گالی دوں یا اس کے مانند اور کوئی بات کہی تو مولی نہ ہوگا اس واسطے کہ عرف و عادت میں ان چیزوں کی قسم نہیں کھائی[1] جاتی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر اس نے بیوی صغیرہ یا آئسہ[ا] سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یہاں تک کہ تجھے حیض آئے تو مولی ہوگا اگر جانتا ہے کہ چار مہینے تک وہ حائضہ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر بیوی سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا مادامیکہ تو میری بیوی ہے پھر اس کو بائنہ[۲] طلاق دے کر اس سے نکاح کر لیا تو اس سے ایلاء کنندہ نہ ہوگا جب چاہے اس سے قربت کرے اور حانث نہ ہوگا اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا درحالیکہ تو میری بیوی ہوگی پھر اس کو بائنہ[۲] کر کے اس سے نکاح کر لیا تو مولی رہے گا اور اگر قسم کھائی کہ اس سے قربت نہ کرے گا یہاں تک کہ یہ بات کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس بات کے کرنے پر قادر نہ ہوگا جیسے آسمان چھو لینا وغیرہ تو وہ مولی ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا مادامیکہ یہ نہر جاری ہے پس اگر ایسی نہر ہو کہ اس کا پانی منقطع نہیں ہوتا ہے تو وہ مولی ہوگا ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایسے مرد نے جس نے ایلاء کیا ہے مجنون ہو کر وطی کر لی تو قسم منحل[2] ہو جائے گی اور ایلاء ساقط ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کی طرف رجوع کیا تو مدت ایلاء گزرنے سے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی:

ہرگاہ کہ ایلاء مرسل ہو اور ایلاء کنندہ تندرست ہو جماع کرنے پر قادر ہو تو اس کا رجوع کرنا بجماع ہوگا نہ زبانی کذا فی محیط السرخی۔ اگر شہوت سے عورت کا بوسہ لے لیا یا شہوت سے اس کا مساس کیا یا شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا یا فرج سے علاوہ اس سے مباشرت کی تو یہ رجوع نہیں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایلاء کرنے والا مریض ہو کہ جماع کرنے پر قادر نہ ہو یا عورت مریض ہو تو رجوع کر لینے کی یہ صورت ہے کہ کہے کہ میں نے اس عورت کی طرف رجوع کر لیا پس ایسا کہنا قسم پوری کرنے کا حکم باطل کرنے میں مثل وطی سے رجوع کرنے کے ہے مادامیکہ وہ مریض ہے یہ کافی میں ہے اور جب رجوع کرنا بقول پایا جائے یعنی مرد نے کہا کہ میں نے اس عورت کی طرف رجوع کیا تو مدت ایلاء گزرنے سے عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی اور رہی قسم پس اگر مطلق ہو تو وہ بحالہ باقی رہے گی چنانچہ اگر عورت سے وطی کی تو اس پر کفارہ قسم لازم آئے گا اور اگر قسم چار مہینے کے واسطے ہو اور اس مدت میں مولی نے بیوی سے رجوع کر لیا پھر بعد چار مہینے کے عورت سے وطی کی تو مولی پر کفارہ لازم نہ آئے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور جوامع الفقہ میں مذکور ہے کہ اگر مولی اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے اس وجہ سے عاجز ہوا کہ عورت رتقاء[۳] قرناء ہے

ا بسبب بڈھی ہونے کے مایوس از حیض ہو۔ ۲ بائنہ کر کے مثلاً اس کو طلاق بائنہ دے دی یا مطلق طلاق دے دی پھر بعد عدت کے اس سے دوبارہ نکاح کیا اور یہاں بائنہ طلاق کا یہ فائدہ ہے کہ بے اختیاری کسی فعل شہوت سے بدوں جماع کے دور جعت والا نہیں ہوسکتا۔

۳ رتقاء وہ عورت جس کو رتق ہو یعنی فرج کے دونوں لب ایسے چپٹ گئے کہ دخول غیر ممکن ہے اور فتق اس کے برعکس نہایت کشادگی ہے اور قرناء وہ عورت جس کے دونوں طرف کی ہڈیاں ایسی دراز ہوں کہ دخول غیر ممکن ہو اور یہ لاعلاج ہے۔

(۱) یعنی بائنہ کر کے۔

(۲) یعنی کچھ آرام نہ آئے گا۔

صغیرہ ہے' مرد مجبوب ہے' عنین ہے' دارالحرب میں مقید ہے' عورت جماع نہیں کرنے دیتی ہے' عورت ایسی جگہ مخفی ہے کہ یہ مرد کو نہیں معلوم ہے درحالیکہ عورت مذکورہ سرکشی کئے ہوئے ہے یا عورت اتنی دور ہے کہ اس مرد کی جلد سے جلد چال پر کم سے کم چار مہینے کی راہ ہے اگرچہ دوسرا آدمی اس سے جلدی پہنچ سکتا ہو یا تین طلاق دینے کے گواہ گزرنے پر قاضی نے ان دونوں میں حائل کر دیا ہو تو اس کا رجوع کرنا زبانی ہوگا بایں طور کہ کہے کہ میں نے اس عورت کی طرف رجوع کرلیا یا اس سے مراد رجعت کرلی یا ارتجاع کرلیا یا اس کا ایلاء باطل کر دیا بشرطیکہ مدت پوری ہونے تک برابر عاجز رہے اور اسی کے مثل بدائع میں ہے اور فرمایا کہ نیز اگر محبوس ہو یعنی قید خانہ میں ہو اور قاضی نے شرح مختصر طحاوی میں ذکر کیا ہے۔

آیا مریض کی طرف سے فقط دِلی رضامندی کافی ہے:

اگر اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور عورت محبوس ہے یا خود محبوس ہے یا دونوں میں چار ماہ سے کم کی راہ ہے مگر دشمن یا سلطان اس شخص کو مانع آتا ہے تو اس کا رجوع کرنا زبانی نہ ہوگا اور فرمایا کہ قید خانہ میں مقید ہونے کی صورت میں دونوں قولوں میں توفیق دینا اس طرح ممکن ہے کہ جو قاضی نے ذکر کیا ہے وہ اس صورت پر محمول کیا جائے کہ دونوں میں سے ایک کا قید خانہ میں پہنچنا ممکن ہے اور دشمن یا سلطان کا روکنا نادر و زائل ہونے کے کنارے لگا ہے اور جو[(1)] قید برحق[1] ہو اس میں زبانی رجوع کا اعتبار نہیں ہے اور جو بظلم ہو اس میں اعتبار ہے مثل غائب کے یہ غایۃ السروجی میں ہے آیا مریض کی طرف سے فقط دلی رضامندی کافی ہے تو بعض نے فرمایا کہ ہاں کافی ہے حتیٰ کہ اگر عورت نے اس کی تصدیق کی تو رجوع صحیح ہوگا اور بعض نے فرمایا کہ نہیں کافی ہے اور یہی وجہ ہے پھر واضح رہے کہ یہ اس وقت[(2)] ہے کہ وقت ایلاء سے چار مہینے تک عاجز رہے اور اگر ایسا نہ ہوا بلکہ یوں ہوا کہ عورت سے ایلاء کیا درحالیکہ وہ جماع کرنے پر قادر تھا پھر اس نے اتنا توقف کیا کہ اس میں جماع کرتا تو کرسکتا تھا پھر اس کو مرض یا دوری مسافت یا قید یا مجبوب ہونا یا کفار کے ہاتھ اسیر ہونا وغیرہ عاجز ہو جانے کے امور میں سے کوئی امر پیش آیا جس سے وہ عاجز ہو گیا یا ایلاء کرنے کے وقت عاجز تھا پھر درمیان مدت میں اس کا عجز زائل ہو گیا تو اس کا زبانی رجوع کرنا صحیح نہ ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر مانع از جماع کوئی امر شرعی ہو مثلاً وہ احرام میں ہو کہ اس وقت سے تا ادائے حج چار مہینے ہیں تو ایسے شخص کا رجوع کرنا فقط جماع ہی سے ہو سکتا ہے زبانی رجوع صحیح نہ ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور مریض جس نے ایلاء کیا ہے اگر اپنی بیوی سے جس سے ایلاء کیا ہے فرج کے سوائے جماع کیا تو یہ امر اس کی طرف سے رجوع قرار نہ دیا جائے گا اور اگر حالت حیض میں اس سے وطی کی تو یہ رجوع[2] کرنا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر ایلاء کرنے کے وقت شوہر مریض ہو پھر عورت بیمار ہو گئی پھر چار مہینے گزرنے سے پہلے شوہر اچھا ہو گیا تو امام زفرؒ کے نزدیک اس کا رجوع کرنا زبانی ہوگا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فقط جماع سے ہو سکتا ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر ایلاء معلق بشرط ہو تو زبانی رجوع کرنا صحیح ہونے کے لئے شرط پائی جانے کی حالت میں مرض و صحت کا اعتبار ہوگا وقت تعلیق کے ان کا اعتبار نہ ہوگا اور اگر مریض نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھ سے کبھی قربت نہ کروں گا اور اس نے

---

1. برحق ہو یعنی شرعی سے قید ہو۔
2. رجوع اگرچہ صحیح ہے لیکن فعل حرام ہے۔

(1) وجہ دیگر در توفیق۔
(2) یعنی عاجز کی زبانی رجوع کرتا ہو۔

رجوع نہ کیا یہاں تک کہ عورت بائنہ ہوگئی پھر بعد بائنہ ہونے کے وہ اچھا ہو گیا پھر بیمار ہو کر اس سے نکاح کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کا رجوع فقط جماع سے ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مریض نے اپنی بیوی سے کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پھر وہ دس روز ٹھہرا رہا پھر کہا کہ واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا تو وہ دو ایلاء سے ایلاء کنندہ ہو جائے گا اور دو مدتوں کا شمار کیا جائے گا کہ ایک مدت پہلی قسم کے اور دوسری مدت دوسری قسم کے وقت سے شمار ہوگی اور اگر ان دونوں مدتوں میں سے کسی کے گزرنے سے پہلے اس نے بقول رجوع کیا تو صحیح ہے اور دونوں مدتیں مرتفع ہو جائیں گی جیسے جماع کر لینے میں ہوتا ہے پھر اگر مرض برابر رہا یہاں تک کہ دونوں مدتیں پوری ہو گئیں تو یہ رجوع کرنا متاکد[1] ہو جائے گا اور اگر پہلی مدت گزرنے سے پہلے اچھا ہو گیا تو یہ رجوع کرنا باطل ہو گیا اور جماع کے ساتھ رجوع کرے اور اگر اس نے زبانی رجوع نہ کیا تو دونوں مدتوں کے گزرنے پر دو طلاق واقع ہوں گی کہ ایک طلاق پہلی قسم سے چار مہینے گزرنے پر اور دوسری طلاق دوسری قسم سے چار مہینے گزرنے پر یعنی پہلی سے دس روز بعد۔ اگر اس نے جماع کر لیا تو دونوں قسموں میں حانث ہوگا پس دو کفارہ اس پر لازم آئیں گے اور اگر مرض سے اچھا نہ ہوا اور زبانی رجوع نہ کیا یہاں تک کہ ایلاء اول سے مدت چار ماہ گزر گئی تو ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی پھر اگر دوسری ایلاء کی مدت پوری ہونے میں جو دس روز باقی ہیں اگر ان میں اچھا ہو گیا تو ایلاء ثانی سے رجوع کرنا بجماع ہوگا اگرچہ وہ کبھی جماع پر قادر نہ ہو اور اگر دوسری ایلاء سے دس روز باقی مدت میں اچھا نہ ہوا پس اگر دس روز کے اندر زبانی رجوع کیا تو ایلاء دوم باطل ہو جائے گا اور اگر رجوع نہ کیا تو دس روز گزرنے پر دوسری ایک طلاق سے بائنہ ہو جائے گی اور اگر ایلاء اول کی مدت میں زبانی رجوع کیا تو حق اول میں صحیح ہے حتیٰ کہ اول کی مدت گزرنے پر طلاق واقع نہ ہوگی پھر اگر دوسری ایلاء کے دس روز باقی مدت میں اچھا ہو گیا تو رجوع زبانی جو سابق میں کیا ہے اس کا حکم جاتا رہا چنانچہ اب اس کا رجوع کرنا جماع سے ہوگا اور اگر اس نے جماع سے رجوع نہ کیا یہاں تک کہ وہ بائنہ ہوگئی پھر اس سے نکاح کیا درحالیکہ وہ مریض ہے تو اسی ایلاء ثانی کا مولیٰ رہے گا اور اگر عورت مذکورہ سے قربت کی تو دونوں قسموں میں حانث ہو جائے گا اور اس پر دو کفارہ لازم آئیں گے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر تندرست مرد نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور چار مہینے گزر گئے اور ایک طلاق بائنہ ہوگئی پھر اس کے بعد اس سے جماع کیا تو یہ ایلاء باطل ہو جائے گا:

واضح رہے کہ مریض کے زبانی رجوع کرنے کا اعتبار جب ہی تک ہوتا ہے کہ نکاح قائم ہو اور اگر بینونت[2] واقع ہوگئی تو کچھ اعتبار نہیں ہے چنانچہ اگر مریض نے اپنی عورت سے ایلاء کیا اور چار مہینے گزر گئے اور اس سے رجوع نہ کیا یہاں تک کہ ایک طلاق اس سے بائنہ ہوگئی پھر بعد اس کے اس سے زبانی رجوع کیا تو بے کار ہے ایلاء باطل نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس سے نکاح کیا اور ہنوز وہ ویسا ہی مریض ہے پھر چار مہینے گزر گئے کہ اس سے رجوع نہ کیا تو ایک طلاق دیگر بائنہ ہو جائے گی اور بجماع[ا] رجوع کرنا جیسا قیام زوجیت کی حالت میں معتبر ہے ویسا ہی بعد بائنہ ہونے کے بھی معتبر ہے چنانچہ اگر تندرست مرد نے اپنی بیوی سے ایلاء کیا اور چار مہینے گزر گئے اور ایک طلاق بائنہ ہوگئی پھر اس کے بعد اس سے جماع کیا تو یہ ایلاء باطل ہو جائے گا چنانچہ اگر اس کے بعد اس عورت سے نکاح کیا اور چار مہینے بلا جماع گزر گئے تو اس پر دوسری طلاق واقع نہ ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر مدت کے اندر مدت میں دونوں نے اختلاف کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا لیکن اگر عورت جانتی ہو کہ یہ جھوٹ کہتا ہے تو اس کو اس مرد کے ساتھ رہنے کی

ا بجماع یعنی جماع کے ذریعہ سے رجوع کرنا۔

(۱) یعنی خوب صحیح۔ (۲) بائنہ ہوگئی۔

گنجائش نہ ہوگی بلکہ گناہ سے بچنے کے واسطے اس کے پاس سے بھاگ جائے یا اپنا مال دے کر اپنی جان چھڑائے اور اگر مدت گزر جانے کے بعد دونوں نے اختلاف کیا اور شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے چار مہینے کے اندر اس سے جماع کر لیا ہے تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی الا اس صورت میں کہ عورت اس کی تصدیق کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا تو ایک مرتبہ قربت کرنے کے وقت سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو واللہ میں تجھ سے قربت نہ کروں گا پس اگر عورت نے اسی مجلس میں چاہا تو ایلاء کنندہ ہو جائے گا اور اس طرح اگر کہا کہ اگر فلاں چاہے تو فلاں کو بھی اپنی مجلس تک اختیار رہے گا یہ عتابیہ میں ہے اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور یہ امر غیر مذاکرہ طلاق کی حالت میں واقع ہوا پس اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر دو طلاق کی نیت کی تو نہیں صحیح ہے الا آنکہ بیوی کسی کی باندی ہو اور اگر ظہار کی نیت کی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ظہار ہوگا اور اگر قسم کی نیت کی یا کچھ نیت نہ کی تو یہ ایلاء ہے اور اگر کذب[1] کی نیت کی تو یہ کذب ہوگا یہ ظاہر الروایہ کے موافق ہے۔

اسی طرح اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے اوپر حرام کیا یا اپنے اوپر نہ کہا یا کہا کہ تو مجھ پر حرام کردہ شدہ ہے یا حرام ہے مجھ پر یا مجھ پر نہ کہا یا کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں یا حرام کردہ شدہ ہوں یا میں نے اپنے نفس کو تجھ پر حرام کیا تو بھی یہی حکم ہے اور واضح رہے کہ اپنے نفس کے حرام کرنے کی صورتوں میں لفظ تجھ پر کہنا شرط ہے چنانچہ اگر یوں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو حرام کیا اور یہ نہ کہا کہ تجھ پر اور طلاق کی نیت کی تو طالقہ نہ ہوگی اور یہی حکم بینونت میں ہے بخلاف عورت کے نفس کے حرام کرنے کے کہ اس میں مجھ پر ذکر کرنا شرط نہیں ہے اور فرمایا کہ یہ متقدمین کا قول ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے تو اس کی نیت دریافت کی جائے گی پس اگر اس نے کہا کہ میری نیت کذب تھی یعنی دروغگوئی تو اس کے قول کے موافق رکھا جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ محکمہ قضا میں اس کے اس دعویٰ کی تصدیق نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ قسم ظاہرہ[ا] ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت کی تھی تو یہ طلاق بائنہ ہوگی لیکن اگر اس نے کہا کہ میں نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو تین طلاق ہوں گی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے تحریم کی نیت کی یا کچھ نیت نہیں کی تھی تو یہ قسم ہوگی کہ اس سے ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور بعضے مشائخ اس کو بدوں نیت مرد مذکور کے طلاق کی جانب راجع کرتے ہیں کیونکہ یہی عرف ہے اور صاحب کتاب نے فرمایا کہ باب الایمان میں اس کا ذکر آیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔ اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر مثل مردار کے یا مثل خون کے یا مثل سور کے گوشت کے یا مثل خمر کے ہے تو اس کی نیت دریافت کی جائے گی پس اگر اس نے دروغ کی نیت کی ہو تو دروغ ہوگا اور اگر تحریم کی نیت کی تو ایلاء ہوگا اور اگر طلاق کی نیت کی تو طلاق ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو تو مجھ پر حرام ہے پس اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو بالاتفاق اماموں کے نزدیک ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور اگر قسم کی نیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک فی الحال ایلاء کرنے والا ہو جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک جب تک قربت نہ کرے تب تک ایلاء کنندہ نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو تو طالقہ ہے پھر مدت[2] گزر گئی پس اس نے کہا کہ میں نے اس سے مدت کے اندر قربت کی تھی تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی مگر اس کے اقرار سے دوسری طلاق واقع ہوگی یہ فتاویٰ عتابیہ میں ہے اور اگر کہا کہ دونوں تم مجھ پر حرام ہو تو دونوں میں سے ہر ایک سے

ا ظاہرہ یعنی ظاہر قسم ہے اور قاضی پر موافق ظاہر کے حکم دینا شرعاً واجب ہے تو وہ عدول نہیں کر سکتا۔

(۱) دروغ۔ (۲) تو طلاق ایلاء واقع ہوگی۔

ایلاء کرنے والا ہوگا اور عورت کے ساتھ وطی کرنے سے حانث ہوگا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دو عورتوں سے کہا کہ تم مجھ پر حرام ہو اور ایک کے واسطے ایک طلاق کی اور دوسری کے واسطے تین طلاق کی نیت کی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں پر تین تین طلاق واقع ہوں گی اور امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی نیت کے موافق ہوگا اور امام محمد کے قول پر بھی ایسا ہی ہونا واجب ہے اور فتویٰ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول پر ہے اور اگر اس نے کہا کہ میں نے ایک کے واسطے طلاق کی اور دوسری کے واسطے ایلاء کی نیت کی تھی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں پر طلاق واقع ہوگی اور طرفین کے نزدیک اس کی نیت کے موافق ہوگا اور اگر اس نے تین عورتوں سے کہا کہ تم سب مجھ پر حرام ہو اور ایک کے واسطے طلاق کی اور دوسری کے واسطے قسم کی اور تیسری کے واسطے دروغ کی نیت کی تو سب طالقہ ہو جائیں گی اور ایسا ہی کتاب میں مذکور ہے اور لازم ہے کہ یہ بنا بر قول امام ابو یوسفؒ ہو اور بقیاس قول طرفین کے اس کی نیت کے موافق ہونا چاہئے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے پھر مکرر اس کو کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے اور اول قول سے طلاق کی اور دوسرے سے قسم کی نیت کی تو بالاتفاق اس کی نیت کے موافق ہوگا اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل متاع فلاں کے ہے تو حرام نہ ہوگی اگرچہ نیت کی ہو یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے یا کہا کہ میں تجھ پر حرام ہوں تو یہ قسم ہوگی اگرچہ نیت نہ کی ہو جیسے شوہر کی طرف سے کہنے میں ہوتا ہے چنانچہ اگر اس کے بعد عورت نے اپنے شوہر کو اپنے ساتھ وطی کرنے دی تو قسم میں حانث ہو جائے گی اور اس پر کفارہ لازم آئے گا یہ ذخیرہ میں ہے۔

آٹھواں باب:

خلع اور جو اس کے حکم میں ہے اس کے بیان میں

اس میں چند فصلیں ہیں:

فصل اوّل:

شرائط خلع اور اس کے بیان میں

خلع کی تعریف و تفصیل:

ملک نکاح کو بعوض بدل کے بلفظ خلع زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں یہ فتح القدیر میں ہے اور گاہے بلفظ خرید و فروخت صحیح ہوتا ہے اور گاہے بلفظ زبان فارسی صحیح ہوتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور خلع کی شرط وہی ہے جو طلاق کی ہے اور خلع کا حکم یہ ہے کہ طلاق بائن واقع ہوگی یہ تبیین میں ہے اور خلع میں تین طلاق کی نیت صحیح ہے اور اگر عورت سے کئی بار نکاح کیا اور کئی بار اس کو خلع دے دیا تو ہمارے نزدیک تین بار کے بعد بدوں[1] دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کئے یہ عورت اس مرد کو حلال نہ رہے گی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور عامہ علماء کے نزدیک خلع جائز ہونے کے واسطے سلطان کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور انہیں کا قول صحیح ہے یہ

---

(۱) یعنی بدوں حلالہ کے۔

بدائع میں ہے اور جب شوہر و بیوی میں رنش پیش آئی اور دونوں کو اس کا خوف ہوا کہ ہم سے حدود اللہ[1] کی پاسداری نہ ہوگی تو مضائقہ نہیں ہے کہ عورت اتنا مال دے کر کہ شوہر اس پر عورت کو خلع دے دے اپنے نفس کو چھڑائے پس جب دونوں نے ایسا کیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور عورت پر مال لازم ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر سرکشی مرد کی جانب سے ہو تو خلع پر اس کو کچھ عوض لینا حلال نہیں ہے اور یہ حکم براہ دیانت ہے اور اگر اس نے لے لیا تو قضاءً جائز ہوگا اور عورت پر لازم ہوگا حتیٰ کہ عورت اس کو مرد سے واپس لینے کی مختار نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر سرکشی عورت کی جانب سے ہو تو ہمارے نزدیک جس قدر مرد نے اس کو دیا ہے اس سے زیادہ لینا مرد کو مکروہ ہے اور باوجود اس کے اگر اس نے زیادہ لیا تو قضاءً جائز ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو مجھ سے اس قدر کے عوض خلع میں لیا پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع میں لیا تو بعض نے کہا کہ صحیح ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں صحیح ہے مطلقاً اور مختار یہ ہے کہ نہیں صحیح ہے لیکن اگر اس نے تحقیق و تقریر کی نیت کی ہو تو صحیح ہے اس واسطے کہ یہ ظاہر رسوم ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔

مبارات میں باقی قرضوں سے برأت حاصل نہیں ہوتی:

اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھے اتنے مال پر خلع دے دیا پس عورت نے کہا کہ ہاں تو یہ کچھ نہیں ہے گویا عورت نے کہا کہ ہاں تو نے مجھے خلع دے دیا اور اگر عورت نے کہا کہ میں راضی ہوئی یا میں نے اجازت دے دی تو صحیح ہے اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے اتنے مال کے عوض طلاق دے دے پس مرد نے کہا کہ ہاں تو یہ کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ یہ وعدہ ہے بخلاف اس کے اگر عورت نے کہا کہ میں بعوض ہزار درہم کے طالقہ ہوں پس مرد نے کہا کہ ہاں تو طلاق واقع ہوگی گویا اس نے یوں کہا کہ ہاں تو ہزار کے عوض طالقہ ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور خلع اور مبارات ہر حق کو جو ہر ایک کا دوسرے پر تھا مگر وہی جو نکاح سے متعلق ہے ساقط کر دیتا ہے یہ کنز الدقائق میں ہے اور مال پر جو طلاق ہوتی ہے وہ موجب برأت ثابت نہیں ہوتی ہے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور جب خلع بلفظ خلع ہو تو سوائے مہر کے اور قرضہ سے امام اعظمؒ کے نزدیک برأت ثابت نہیں ہوتی ہے یہ ظاہر الروایہ میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی طرح مبارات میں باقی قرضوں سے برأت حاصل نہیں ہوتی ہے اور یہی صحیح ہے اگرچہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور لفظ بیع و خرید میں مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم مثل لفظ خلع و مبارات کے ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور خلع و مبارات اور طلاق علی المال میں نفقہ عدت سے برأت حاصل نہیں ہوتی ہے الا بشرط اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے اور اسی طرح بدوں شرط کئے نفقہ اولاد و رضاع سے برأت حاصل نہیں ہوتی ہے پھر اگر اس سے برأت کی شرط کی پس اگر اس کے واسطے کوئی وقت میعادی مقرر کر دے تو صحیح ہے ورنہ نہیں اور جبکہ بیان وقت و شرط سے برأت جائز ٹھہری پھر اگر اس وقت سے پہلے بچہ مر گیا تو پوری مدت تک جو ایام رہ گئے ہیں اس قدر حصہ اجرت شوہر اس عورت سے واپس لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر سوائے مہر کے کسی قدر مال مسمیٰ معروف پر خلع کیا پس اگر عورت مدخولہ ہو اور اس نے اپنا مہر وصول کر لیا ہو تو وہ شوہر کو

---

[1] حدود اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر کئے کہ ان سے تجاوز کرنا روا نہیں ہے ان حدود کا پہچاننا کتاب النکاح کے شرعی حقوق شوہر اور زوجہ سے معلوم ہے۔

مال عوض خلع دے دے گی اور کوئی دونوں میں سے طلاق کے دوسری کا پیچھا نہ کرے گا اور اگر اس نے مہر وصول نہ پایا ہو تو عورت بدل الخلع مرد کو دے دی گی اور شوہر سے کچھ مہر کے واسطے مطالبہ نہ کرے گی یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر عورت غیر مدخولہ ہو اور اس نے مہر وصول پایا ہو تو شوہر اس سے بدل الخلع لے لے گا اور طلاق قبل دخول واقع ہونے کی وجہ سے نصف مہر مقبوضہ واپس نہ لے گا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر مہر مقبوضہ نہ ہو تو شوہر اس سے بدل الخلع لے لے گا اور وہ شوہر سے نصف مہر نہیں لے سکتی ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر عورت سے کسی قدر مال معلوم پر سوائے مہر کے مبارات^ل کی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا امام اعظمؒ کے نزدیک خلع میں مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر عورت کو اس کے مہر پر خلع دیا پس اگر عورت مدخولہ ہو اور مہر اس کا مقبوضہ ہو تو شوہر اس سے اس کا مہر واپس لے گا اور اگر مقبوضہ نہ ہو تو شوہر سے تمام مہر ساقط ہو جائے گا اور دونوں میں سے کوئی دوسرے کا کسی چیز کے واسطے دامن گیر نہیں ہو سکتا ہے اور اگر مدخولہ نہ ہو پس اگر اس نے مہر پر قبضہ کر لیا مثلاً ہزار درہم ہیں تو استحساناً شوہر اس سے ہزار درہم واپس لے گا اور اگر اس نے مہر وصول نہ کیا ہو تو استحساناً شوہر اس سے کچھ^ع واپس نہ لے گا اور شوہر کے ذمہ سے مہر ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت نے دسویں حصہ مہر پر خلع کیا اور مہر ہزار درہم ہے پس اگر عورت مدخولہ ہو اور مہر مقبوضہ ہو تو شوہر اس سے سو درہم واپس لے گا اور باقی عورت کے قبضہ میں مسلم رہے گا اور یہ اتفاقی سب^(۱) علماء کا قول ہے اور اگر مہر مقبوضہ نہ ہو تو شوہر کے ذمہ سے کل مہر ساقط ہو جائے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر عورت مدخولہ نہ ہو پس اگر مہر مقبوضہ ہو تو شوہر اس سے نصف مہر کا دسواں حصہ واپس لے گا یعنی پچاس درہم اس واسطے کہ طلاق کے وقت اس کا مہر نصف مہر مسمّٰی ہو گا پس نصف مہر کا دسواں حصہ واپس لے گا اور باقی مہر عورت کو مسلم رہے گا اور اگر مہر مقبوضہ نہ ہو تو شوہر پورے مہر سے امام اعظمؒ کے نزدیک بری ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے اور یہ سب اس وقت ہے کہ عورت کو تمام یا بعض مہر پر خلع دیا ہو اور اگر عورت سے تمام مہر یا بعض مہر پر مبارات کی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا حکم وہی ہے جو امام اعظمؒ کے نزدیک خلع کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی کو اس قرار پر خلع دیا کہ جو اس نے شوہر سے وصول کیا ہے سب واپس دے:

ایک شخص نے اپنی عورت کو اس مال مہر پر جو عورت کا شوہر پر آتا ہے خلع دے دیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت کا شوہر پر کچھ مہر نہیں آتا ہے تو عورت پر مہر واپس کر دینا واجب ہو گا جیسے اس کہنے میں کہ عورت سے کہا کہ میں نے تجھے تیرے غلام پر جو میرے قبضہ میں ہے یا تیری متاع پر جو میرے ہاتھ میں ہے خلع دیا پھر ظاہر ہوا کہ عورت کی کوئی چیز اس کے قبضہ میں نہ تھی تو خلع عورت کے مہر پر نہ ہو گا چنانچہ اگر شوہر پر باقی ہو تو ساقط ہو گا اور اگر عورت شوہر سے وصول کر چکی ہو تو شوہر کو تمام واپس کر دے گی اور اگر عورت کو مہر پر خلع دیا یا مال مہر پر جو شوہر پر ہے ایک طلاق دی اور عورت نے قبول کیا حالانکہ شوہر جانتا ہے کہ عورت کا کچھ مہر شوہر پر نہیں ہے تو خلع کی صورت میں بلاعوض ایک طلاق بائن واقع ہو گی اور طلاق بمہر میں ایک طلاق رجعی واقع ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت نے کچھ مہر وصول کیا اور شوہر کو بعض مہر ہبہ کر دیا ہو پھر مجہول چیز کے عوض خلع لے لیا تو شوہر اس قدر مہر کو واپس لے گا جو عورت نے وصول کیا ہے زیادہ کچھ نہیں لے سکتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی کو اس قرار پر خلع دیا کہ جو اس نے شوہر سے وصول کیا ہے سب واپس دے حالانکہ عورت نے جو شوہر سے وصول کیا تھا اس کو فروخت کیا یا ہبہ کر دیا اور مشتری یا موہوب لہ کو سپرد کر دیا حتیٰ کہ عورت یہ چیز شوہر کو واپس کر دینے میں معذور ہے پس اگر یہ چیز قیمتی چیزوں میں سے ہے تو اس کی قیمت

ل مبارات باہم ایک دوسرے سے برادت کر لینا۔ ع یعنی واجب ہے کہ واپس دے و کذا فی الثانی۔

(۱) یعنی ہر سہ علماء۔

واپس کر دے اور اگر مثلی چیزوں میں سے ہے تو مثل واپس دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد نے ایک عورت سے مہر مسمیٰ پر نکاح کیا پھر اس کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے دوبارہ دوسرے مہر پر نکاح کیا پھر عورت نے اس سے اپنے مہر پر خلع لے لیا تو شوہر دوسرے مہر سے بری ہو گا نہ اول سے یہ سراج الوہاج میں ہے عورت کو قبل دخول کے خلع دے دیا حالانکہ نکاح کے وقت اس کا مہر مسمیٰ نہیں کیا تھا تو بدوں بیان کے شوہر کے ذمہ سے متعہ ساقط ہو جائے گا یہ وجیز کردری میں ہے۔ایک مرد نے اپنی بیوی کو کچھ مال پر خلع دیا پھر عورت نے بدل خلع میں بڑھا دیا تو زیادتی باطل ہے یہ تجنیس و مزید میں ہے۔اپنی عورت کو اس قرار پر خلع دیا کہ عورت اس کے ساتھ کسی عورت کو بیاہ[1] دے تو عورت پر فقط یہ بات واجب ہو گی کہ جو مہر شوہر نے اس کو دیا ہے پس وہی واپس کر دے یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر بیوی کو اس کے مہر پر اور اپنے پسر کو دو سال تک دودھ پلانے پر خلع دیا تو جائز ہے اور عورت مذکور جس نے ایسا خلع قبول کر لیا ہے دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی پس اگر اس نے ایسا نہ کیا یا بچہ دو برس سے پہلے مر گیا تو عورت مذکورہ پر اس رضاعت کی قیمت واجب ہو گی یہ محیط سرخسی میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے اپنے مہر پر اور اپنے نفقہ عدت پر اور اس امر پر کہ اس شوہر سے جو اس کا بچہ ہے اس کو تین سال یا دس سال تک اپنے پاس بیا سے نفقہ دے کر اپنے پاس رکھے گی خلع لیا تو خلع صحیح ہو گا اور عورت مذکورہ ایسا کرنے پر مجبور کی جائے گی اگرچہ یہ امر مجہول ہے پھر اگر عورت مذکور اس بچہ کو شوہر کے پاس چھوڑ کر بھاگ گئی تو شوہر کو اختیار ہو گا کہ عورت مذکورہ سے نفقہ کی قیمت لے لے اور عورت کو اختیار ہو گا کہ شوہر سے بچہ کے کپڑے کا مطالبہ کرے لیکن اگر خلع میں بچہ کو نفقہ کے ساتھ کپڑا دینا بھی شرط کیا ہو تو کپڑے کا مطالبہ نہیں کر سکتی ہے اگرچہ لباس مذکور مجہول ہے اور بچہ خواہ دودھ پیتا ہو یا دودھ چھوٹ گیا ہو کچھ فرق نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر کسی قدر درہموں پر خلع کیا پھر عورت مذکورہ کو بدل الخلع کے عوض طفل شیر خوارہ کے دودھ پلانے پر اجیر کیا یعنی نوکر رکھا تو جائز ہے اور اگر عورت کو دودھ چھوٹے ہوئے بچہ کو اس بدل الخلع پر نفقہ و کپڑا اپنے پاس دے کر اپنے پاس رکھنے پر اجارہ لیا تو نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے خلع لیا اس قرار پر کہ اس کا جو مہر شوہر پر آتا ہے وہ اس کا اور جو اس کا بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے جب اس کو جنے تو دو برس تک دودھ پلائے گی:

اگر عورت نے اس شرط پر خلع لیا کہ بدل خلع یہ ہے کہ بچے کو تا بلوغ اپنے پاس رکھے گی تو صحیح ہے اور یہ اس وقت ہے کہ بچہ لڑکی ہو اور اگر لڑکا ہو گا تو نہیں صحیح ہے اس واسطے کہ لڑکا مردوں کے آداب و اخلاق سیکھنے کا محتاج ہے پس اگر اس دراز مدت تک اپنی ماں کے ساتھ رہے گا تو اس میں عورتوں کے اخلاق پیدا ہو جائیں گے اور اس کی خرابی پوشیدہ نہیں ہے پھر اگر بچہ کی ماں نے دوسرا نکاح کر لیا تو باپ کو اختیار ہو گا کہ بچہ اس سے لے لے اور اگر دونوں نے اس پر اتفاق کیا تو بچہ عورت کے پاس چھوڑا جائے گا اس واسطے کہ یہ بچہ کا حق ہے اور دیکھا جائے گا کہ اتنی مدت رکھنے کی اجرت کیا ہوتی ہے اسی قدر شوہر اس عورت سے لے لے گا اور بچہ اپنے پاس رکھنے پر خلع جب ہی صحیح ہوتا ہے کہ مدت بیان کر دی ہو اور اگر بیان نہ کی ہو تو صحیح نہیں ہے خواہ بچہ دودھ پیتا ہو یا دودھ چھوٹ گیا ہو اور منتقی میں لکھا ہے کہ اگر بچہ دودھ پیتا ہو تو صحیح ہے اگرچہ مدت بیان نہ کی ہو اور دو برس تک دودھ پلانے کی یہ خلاصہ میں ہے اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے اپنے شوہر سے خلع لیا اس قرار پر کہ اس کا جو مہر شوہر پر آتا ہے وہ اس کا اور جو اس کا بچہ اس عورت کے پیٹ میں ہے جب اس کو جنے تو دو برس تک دودھ پلائے گی تو یہ خلع جائز ہے پس اگر بچہ

[1] قال چونکہ ہندوستان میں مرد مؤجل وغیرہ وئی رسم نہیں ہے لہٰذا اس حکم شامل ہے براہ لفظ نزدیک بابِ خلع بلا ذکر بدل سے مہر واپس دینا واجب ہوگا پس حکم مذکور میں کوئی خفا نہیں ہے۔

ہو کر مر گیا یا اس کے پیٹ میں بچہ نہ تھا تو رضاعت کی قیمت شوہر کو دے گی اور اگر بچہ ایک سال کے بعد مر گیا تو ایک سال کی قیمت رضاعت دے دی گئی اور اسی طرح اگر عورت خود مر گئی تو اس پر رضاعت کی قیمت واجب ہوگی اور اگر عورت نے دس برس تک مدت بیان کی ہو تو شوہر دو برس تک کی اجرت رضاعت اور باقی آٹھ برس کا نفقہ لے لے گا لیکن اگر عورت نے خلع کے وقت کہا ہو اور اگر بچہ مر گیا یا عورت[1] مر گئی تو عورت پر کچھ نہ ہوگا تو عورت کی شرط کے موافق رکھا جائے گا یہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے یہ فتح القدیر میں ہے عورت کو اس قرار داد پر خلع دیا کہ میرے فرزند کو دس برس تک نفقہ دے اور یہ عورت تنگدست ہے پس اس نے بچہ کا نفقہ اس کے باپ سے مانگا تو مرد مذکور پر نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور یہ جو اس نے عورت پر شرط کر لیا تھا وہ عورت پر قرضہ رہا اور اسی پر اعتماد ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی کو اس شرط پر خلع دیا کہ یہ بچہ جوان دونوں سے پیدا ہوا ہے چند سال معلومہ تک باپ کے پاس رہے تو خلع صحیح ہے اور شرط باطل ہے اس واسطے کہ ایسے صغیر بچہ کا ماں کے پاس رہنا بچہ کا حق ہے کہ جوان دونوں کے باطل کرنے سے باطل نہ ہوگا اسی طرح اگر بیوی کو اس شرط پر طلاق دی کہ بچہ کو اس کے بالغ ہونے تک اپنے پاس سے نفقہ دے کر اپنے پاس رکھے اور بریں شرط کہ عورت کا جو مہر شوہر پر ہے اس کو چھوڑ دے اور عورت نے اس کو قبول کر لیا پھر عورت نے لڑکے کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کیا تو وہ اس امر پر مجبور کی جائے گی اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو لڑکے کے بالغ ہونے تک جو اجرت ہوتی ہو وہ اس پر واجب ہوگی ایک عورت نے اس شرط سے خلع لیا کہ وہ نفقہ وسکنی سے بری ہے تو خلع پورا ہو جائے گا اور شوہر نفقہ سے بری ہوگا مگر سکنی باطل نہ ہوگا اور اگر عورت نے اس شرط سے خلع لیا کہ سکنی کا خرچہ عورت کے ذمہ ہے تو عورت پر واجب ہوگا کہ شوہر سے یا کسی دوسرے سے کوئی مکان کرایہ لے کر اس میں عدت پوری کرے ایک عورت نے اپنے شوہر سے اس شرط پر خلع لیا کہ شوہر کے بچہ کو جو اس عورت کے پیٹ سے ہے جب تک زندہ رہے گا اپنے پاس سے نفقہ دے گی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ عورت پر واجب ہوگا کہ جو کچھ اس نے مہر وصول پایا ہے وہ واپس دے ایک عورت نے اپنے شوہر سے اس شرط پر خلع لیا کہ اپنا مہر جو شوہر پر ہے اپنے فرزند کے واسطے ملک قرار دے یا اس شرط سے اپنا مہر مذکور واسطے فلاں اجنبی کے قرار دے گی تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ خلع جائز ہے اور فرزند یا اجنبی کو کچھ نہ ملے گا جو کچھ مہر ہے وہ شوہر کا ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو خلع دے دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دی:

اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو خلع دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ سے خلع دیا اور شوہر نے اجازت دی تو بغیر مال جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ تو اپنے آپ کو خلع دے دے تو واقع نہ ہوگا یہ خلع الا بعوض مال لیکن اگر شوہر نے بغیر مال کی نیت کی ہو تو بغیر مال ہوگا اور اگر کسی غیر سے کہا کہ میری بیوی کو خلع دے دے تو وہ بغیر مال خلع نہیں دے سکتا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو خلع دے دے پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے آپ کو طلاق دی تو عورت پر مال لازم ہوگا لیکن اگر شوہر نے بغیر مال کی نیت کی ہو تو ایسا[2] نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے بعوض ہزار درہم کے خلع دے دے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے تو اس میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ شوہر کا کلام جواب ہوگا اور خلع تمام ہو جائے گا اور بعضوں نے کہا کہ طلاق ہوگی خلع نہ ہوگا اور مختار یہ ہے کہ یہ کلام جواب قرار دیا جائے گا پھر اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس سے جواب کا قصد نہیں کیا تھا تو اس کا قول قبول ہوگا اور طلاق بغیر مال واقع ہو

لے　یعنی ایسا ہی اختلاف ہے۔

(۱)　یعنی یا اپنے تئیں کہا۔　(۲)　یعنی اگر بغیر مال خلع دیا تو بعوض مال ہوگا ورنہ باطل۔

کی اور اسی طرح اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ سے خلع کر دیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی تو بعض نے کہا کہ یہ جواب ہوگا اور خلع پورا ہو جائے گا اور بعض نے فرمایا کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور بعض نے فرمایا کہ شوہر کی نیت دریافت کی جائے گی پس اگر اس نے کہا کہ میں نے جواب کی نیت کی تھی تو جواب ہوگا اور مسئلہ اولیٰ میں بھی شوہر کی نیت دریافت کرنی چاہئے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔عورت نے کہا کہ تو مجھے اتنے کے عوض خلع دے دے پس شوہر نے جواب دیا کہ میں نے تجھے البتہ طلاق دے دی یعنی طلاق بتہ دی تو بلا خلاف یہ ابتداءً طلاق ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ تو مجھے خلع دے دے یا خویشتن خریدم پس شوہر نے اس کے جواب میں کہا کہ تو طالقہ ہے تو یہ بمنزلہ اس قول کے ہے کہ میں نے تجھے خلع دیا ایسا ہی نوازل میں مذکور ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ اگر اس نے جواب کی نیت کی ہو تو جواب ہوگا اور اگر شوہر نے کہا کہ فروختم بیک طلاق تو بدوں نیت جواب ہوگا امام استاد ظہیر الدینؒ نے فرمایا کہ یہ کہنا کہ تو طالقہ ہے یا بیک طلاق پائے تو کشادہ کردم بدوں نیت جواب ہوگا اور یہ محیط میں مذکور ہے کہ فتویٰ شمس الاسلام اور زجندی میں بھی ایسا ہی ہے اور یہی صحیح ہے یہ خلاصہ میں ہے اور اس میں باہم اختلاف ہے کہ آیا شوہر مہر سے بری ہو جائے گا یا نہیں اور فتویٰ اس پر ہے کہ بری نہ ہوگا اور یہی اصح ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر مرد نے عورت سے کہا کہ تو نے مجھ سے بیچ لئے یا خرید کئے تین طلاق بعوض اپنے مہر و نفقہ عدت کے پس عورت نے کہا کہ میں نے خرید ے تو صحیح یہ ہے کہ طلاق واقع نہ ہوگی جب تک کہ عورت کے کلام کے بعد شوہر یوں نہ کہے کہ میں نے فروخت کئے کذا فی فتاویٰ قاضی خان میں لیکن اگر شوہر نے اس کلام سے تحقیق طلاق کی نیت کی ہو نہ مساومت کی تو طلاق واقع ہو جائے گی یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو تین طلاق اپنے مہر و نفقہ عدت کے عوض خرید لے پس[1] عورت نے کہا کہ میں نے خرید یں تو دونوں میں خلع پورا ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنی طلاق فروخت کی یا ہبہ کی یا تیری مِلک میں کر دی:

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تین طلاق تیرے ہاتھ مہر و نفقہ عدت کے عوض فروخت کیں پس عورت نے جواب دیا کہ بعث میں نے بیچی اور احتمال ہے کہ بعضے خریدی ہو اور یہ نہ کہا کہ میں نے خریدی تو فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ طلاق واقع نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اپنا مہر و نفقہ عدت فروخت کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے خریدا تو اٹھ چلی جا پس وہ اٹھ کر چلی گئی تو ظاہر یہ ہے کہ اس پر طلاق واقع نہ ہوگی لیکن احوط یہ ہے کہ اگر اس سے پہلے دو طلاق[2] نہ ہو چکی ہوں تو تجدید نکاح کر لے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایک طلاق بعوض تیرے مہر و نفقہ عدت کے فروخت کی پس عورت نے فارسی میں کہا کہ بجاں خریدم تو طلاق واقع ہوگی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے اپنی طلاق فروخت[(1)] کی یا ہبہ کی یا تیری ملک میں کر دی پس شوہر نے کہا کہ میں نے قبول کی اور طلاق کی نیت کی تو کچھ واقع نہ ہوگی ایک عورت سے اس کے خاوند نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایک طلاق بعوض تیرے مہر و نفقہ عدت کے بمثل آنکہ جبرائیل علیہ السلام رسول ﷺ کی طرف لائے فروخت کر دی پس عورت نے کہا کہ میں قبول کی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر عورت مذکورہ طاہرہ ہو اور مرد نے اس طہر میں اس سے جماع نہ کیا ہو تو طالقہ ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایک طلاق بعوض تیرے مہر کے فروخت کی پس عورت نے کہا کہ میں طالقہ ہو گئی تو شوہر سے بعوض اپنے مہر کے بائنہ ہو جائے گی گویا یوں کہا کہ

---

[1] اس میں تامل ہے اور ضرور یوں کہنا چاہئے کہ مجھ سے فافہم۔
[2] یعنی زمانہ سابق میں۔

(1) یعنی تیرے ہاتھ۔

میں نے خریدی اور بعض نے فرمایا کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگی مگر اول اصح ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایک تطلیقہ فروخت کی پس عورت نے کہا کہ میں نے خریدی تو مفت ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اس واسطے کہ یہ صریح طلاق ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ تیرے نفس کو فروخت کیا پس عورت نے کہا کہ میں نے خریدا تو طلاق بائن واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے مبارات کی' مبارات کی اور کچھ مال بیان نہ کیا:

ایک مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ ایک تطلیقہ بعوض تین ہزار درہم کے فروخت کی اس کو اس نے تین بار کہا اور عورت نے ہر کلام کے بعد کہا کہ میں نے خریدی پھر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے دوم وسوم کلام سے تکرار کی اور اولی کے اخبار کی نیت کی تھی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی پس تین طلاق واقع ہوں گی مگر عورت پر تین ہزار درہم لازم ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان وخلاصہ وجیز کردری میں ہے اور اسی کو فقیہ نے اختیار کیا ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے خلع کر دیا اور طلاق کی نیت کی تو یہ ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے تیرے اس مال مہر پر جو مجھ پر آتا ہے خلع دے دیا اور اسی کو تین بار کہا پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا[1] یا کہا کہ راضی ہوئی تو تین طلاق سے مطلقہ ہو جائے گی اس واسطے کہ اس کے قبول ہی سے واقع ہوئی ہیں اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے مبارات کی میں نے تجھ سے مبارات کی میں نے تجھ سے مبارات کی اور کچھ مال بیان نہ کیا پس عورت نے کہا کہ میں راضی ہوئی یا میں نے اجازت دی تو مفت تین طلاق واقع ہوں گی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے اپنے نفس کو بعوض ہزار درہم کے خلع کیا میں نے تجھ سے اپنے نفس کو بعوض ہزار درہم کے خلع کیا میں نے تجھ سے اپنے نفس کو بعوض ہزار درہم کے خلع کیا پس شوہر نے کہا کہ میں نے اجازت دی یا میں راضی ہوا تو تین ہزار درہم کے عوض تین طلاق واقع ہوں گی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ تیرا امر بعوض ہزار درہم کے فروخت کیا پس عورت نے مجلس میں کہا کہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ہزار درہم کے عوض طلاق واقع ہوگی ایک مرد نے اپنی بیوی کے ہاتھ ایک تطلیقہ بعوض اس کے تمام مہر کے اور تمام اس چیز کے جو گھر میں عورت کی ملک ہے سوائے اس کے تن پر کے کپڑے کے فروخت کی پس عورت نے کہا کہ میں نے خریدی حالانکہ عورت کے تن پر بہت سے کپڑے اور زیور ہیں تو طلاق بائن اس مال پر واقع ہوگی جو گھر میں اس کا مع مہر ہے اور تمام وہ سب جو اس کے تن پر ہے کپڑے وزیور سے عورت ہی کی ملک ہوگا مرد نے اپنی بیوی کے ہاتھ ایک طلاق بعوض اس مہر کے جو اس کا شوہر پر آتا ہے فروخت کی حالانکہ شوہر جانتا ہے کہ عورت کا مجھ پر کچھ نہیں آتا ہے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

کہا: اشتری نفسی منك بما اعطیت یعنی خریدتی ہوں یا خریدوں گی اپنے نفس کو تجھ سے بعوض اس مال کے جو تو نے مجھے عطا کیا ہے:

ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ اشتریت نفسی منك بما اعطیت یعنی میں نے اپنے نفس کو تجھ سے بعوض اس چیز کے جو تو نے عطا کی ہے خریدا یا کہا اشتری نفسی منك بما اعطیت یعنی خریدتی ہوں یا خریدوں گی اپنے نفس کو تجھ سے بعوض اس

---

[1] مترجم کہتا ہے کہ نسخہ میں یوں ہی مذکور ہے اور شاید یہ کاتب کی غلطی ہے اور صحیح یا کہ میں نے فروخت کیا فافہم۔

مال کے جو تو نے مجھے عطا کیا ہے اور اگر چہ لفظ اشتری ان دونوں معنوں کو محتمل ہے مگر عورت نے ایجاب ہی کی نیت کی نہ وعدہ کی پس شوہر نے کہا کہ میں نے عطا کیا تو طلاق واقع[1] ہو گی اور یہ اس وقت ہے کہ عورت نے عربی زبان میں لفظ اشتری کہا ہو اور اگر اردو میں کہا یا فارسی میں کہا پس اگر فارسی میں کہا کہ خرمی اور مسئلہ بحالہ ہو تو صحیح ہے اور نیت پر نہ ہو گی اور اگر اس نے کہا کہ خرم تو صحیح نہیں ہے اور نہ نیت کرے گی اس واسطے کہ فارسی میں ایجاب کے واسطے لفظ خرمی علیحدہ ہے اور وعدہ کے واسطے لفظ خرم علیحدہ ہے پس نیت کچھ موثر نہ ہو گی اور عربی زبان میں دونوں کے واسطے ایک ہی لفظ اشتری ہے پس نیت معتبر ہو گی قال المترجم فارسی محاورہ شاید توران کے نواح کا ہو ورنہ ظاہر فصیح یہ ہے کہ خریدم ایجاب ہے اور خرمی وخرم ہر دو ایجاب نہیں ہیں واللہ اعلم۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا مہر ہبہ کیا پھر کہا کہ مجھے کچھ عوض دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے تین طلاق عوض دیں تو سہ طلاق طالقہ ہو جائے گی یہ تجنیس ومزید میں ہے۔ ایک مرد نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ اس نے ایک سری بھنی ہوئی خریدی پس شوہر نے اس سے کہا کہ سر خریدی پس عورت نے زعم کیا کہ یہ مجھ سے سری خریدی ہوئی کا حال پوچھتا ہے پس اس نے کہا کہ خریدم پس شوہر نے کہا کہ فروختم تو خلع صحیح نہ ہو جائے گا لیکن اگر شوہر نے طلاق کی نیت کی ہو تو واقع[1] ہو گی یہ خلاصہ میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی بیوی کو خلع دیا پس اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے کتنی طلاق کی نیت کی تھی اس نے کہا کہ جتنی ہم نے چاہی پس اگر شوہر نے کچھ نیت نہ کی تو بیک طلاق طالقہ ہو گی

اگر جلسہ کے لوگوں نے عورت سے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو بیک طلاق بعوض اپنے کل حق کے جو عورتوں کا مردوں پر ہوتا ہے مہر ونفقہ عدت سے خرید کیا پس اس نے کہا کہ ہاں میں نے خریدا پھر شوہر سے پوچھا گیا کہ تو نے فروخت کیا پس اس نے کہا کہ ہاں تو خلع صحیح ہو جائے گا اور شوہر تمام حقوق مذکورہ سے بری ہو جائے گا اگر چہ جلسہ کے گواہوں نے عورت سے یہ نہیں کہا کہ تو نے اس سے خریدا[(1)] اس واسطے کہ عورت کا اپنے نفس کو خریدنا سوائے شوہر کے اور کسی سے ممکن نہیں ہے کذا فی الفتاویٰ الکبریٰ اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے خلع لینے کا ارادہ کیا اور قوم کے لوگ جمع ہوئے اور پہلے انہوں نے عورت سے کہا کہ تو نے اپنے نفس کو بعوض ان تمام حقوق کے جو تیرے شوہر پر آتے ہیں خرید کیا پس عورت نے کہا کہ میں نے خرید کیا پھر ان لوگوں نے شوہر سے کہا کہ تو نے فروخت کیا اس نے جواب دیا کہ میں نے فروخت کیا حالانکہ شوہر کے دل میں یہ تھا کہ اسباب خانہ میں سے کوئی مال فروخت کیا تو قضاءً طلاق واقع ہونے کا حکم دیا جائے گا ایک مرد نے بطلاق واحد اپنی بیوی کو خلع دے دیا پس اس کے رفیقوں نے کہا کہ تو نے ایسا کیوں کیا پس اس نے کہا کہ رؤ سہ باریعنی جا تین بار تو اس کلام سے کچھ واقع نہ ہو گی اس واسطے کہ یہ ایجاب نہیں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی کو خلع دیا پس اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے کتنی طلاق کی نیت کی تھی اس نے کہا کہ جتنی ہم نے چاہی پس اگر شوہر نے کچھ نیت نہ کی تو بیک طلاق طالقہ ہو گی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے خلع دے دے اور فارسی میں کہا کہ سہ خواہم پس شوہر نے کہا کہ سہ بار پھر اس کے بعد اس کو خلع دے دیا بیک طلاق تو ایک طلاق واقع ہو گی اس واسطے کہ سہ بار کہنے سے کوئی واقع نہیں ہوتی تھی یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

---

[1] واقع ہو گی اگر وہم ہو کہ مرد نے اس شرط پر طلاق دی کہ عورت منظور کرے جواب یہ کہ طلاق واقع کرنے میں عورت کی رضامندی شرط نہیں ہے جیسے ابتدا میں تھا تو یہی اب بھی رہا پس طلاق میں مرد خود مختار ہے۔

(1) یعنی شوہر سے۔

فصل دوم:

جس چیز کا بدل خلع ہونا جائز ہے اور جس کا جائز نہیں ' اُس کے بیان میں

جس چیز کا مہر ہونا جائز ہے اس کا بدل خلع ہونا بھی جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر باہم رضامندی سے خلع شراب یا سور یا مردار یا خون پر واقع ہوا اور شوہر نے اس کو عورت سے قبول کیا تو فرقت ثابت ہو جائے گی اور عورت پر کچھ مال واجب نہ ہوگا اور نہ وہ اپنے مہر میں سے کچھ واپس کرے گی یہ حاوی قدسی میں ہے اور اگر بیوی کو اپنے ذاتی غلام پر خلع دے دیا یا اپنے ذاتی غلام پر اس کو طلاق دے دی تو عورت کے ذمہ کچھ لازم نہ ہوگا لیکن وقوع طلاق کے واسطے قبول ضروری ہے پھر ہر جس صورت میں مال لازم نہیں ہوتا ہے اور خلع بلفظ خلع یا بیع واقع ہوا تو ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی اور جس صورت میں خلع بلفظ طلاق واقع ہوا تو مدخولہ ہونے کی صورت میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگی چنانچہ اگر شراب پر یا عورت کے شوہر کو سوائے مہر کے دوسرے قرضہ سے جو عورت کا شوہر پر آتا ہے بری کر دینے پر یا شوہر کو کفالت نفس جو اس نے اس عورت کے واسطے قبول کی تھی اس سے بری کر دینے پر یا جو قرضہ عورت کا شوہر پر آتا ہے اس میں تاخیر و مہلت دے دینے پر عورت کو طلاق دی تو بری کرنا صحیح ہے اور مہلت دینا اگر تا وقت معلوم ہو تو صحیح ہے اور یہ طلاق رجعی واقع ہوگی یہ عتابیہ میں ہے اور اگر خلع میں ایسی چیز بیان کی جس میں احتمال ہے کہ مال ہو یا نہ ہو مثلاً جو چیز اس کے گھر میں ہے یا جو اس کے ہاتھ میں ہے اس پر خلع لیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس کے ہاتھ میں یا گھر میں اس دن کوئی چیز ہو تو وہ شوہر کی ہوگی اور اگر نہ ہوگی تو شوہر کو کچھ نہ ملے گا اسی طرح اگر عورت نے جو اس کی بکریوں کے پیٹ میں ہے یا اس کی باندی کے پیٹ میں ہے اس پر خلع لیا اور بچہ کا نام صریح نہ لیا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت نے خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال تو ہے مگر وہ فی الحال موجود نہیں ہے اور ثانی الحال میں مل سکے گی مثلاً خلع لیا اس پر کہ جو اس کے درخت خرما پر سال کے پھل آئیں یا جو وہ امسال کمائے تو اس پر واجب ہوگا کہ جو مہر اس نے وصول پایا ہے واپس کر دے خواہ یہ چیز پائی جائے یا نہیں۔

اگر خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال ہے اور اس کی مقدار معلوم ہو سکتی ہے:

اگر عورت نے خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال ہے اور اس کے وجود کے واسطے زمانہ درکار نہیں ہے لیکن اس کی مقدار مجہول ہے کہ اس کی مقدار پر وقوف نہیں ہو سکتا ہے مثلاً خلع لیا اس متاع پر جو اس کے گھر میں یا اس کے ہاتھ میں موجود ہے یا خلع لیا ان پھلوں پر جو اس کے درختوں خرما میں موجود ہیں یا خلع لیا ان بچوں پر جو اس کی بکریوں کے پیٹ میں ہیں یا اس دودھ پر جو اس کی بکریوں کے تھنوں میں ہے پس اگر وہ چیز جو اس نے بیان کی ہے وہاں موجود ہو تو شوہر کو وہی ملے گی اور اگر وہاں کچھ نہ ہو تو عورت پر مہر مقبوضہ واپس کر دینا لازم ہوگا اور اگر خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال ہے اور اس کی مقدار معلوم ہو سکتی ہے مثلاً یوں کہا کہ علی ما فی یدی من الدراهم اوالدنانیر اوالفلوس جو میرے ہاتھ میں درہموں یا دیناروں یا فلوس سے ہیں تو ادنے مقدار جس پر دراہم کا اطلاق ہوتا ہے تین ہیں پس اس کی مقدار معلوم ہوئی پس اگر عورت کے ہاتھ میں تین یا زیادہ ہوں تو شوہر کو یہ ملیں گے اور اگر عورت کے ہاتھ میں اس میں سے کچھ نہ ہو تو درہم یا دینار کی صورت میں وزن کے حساب سے تین درہم یا دینار ملیں گے اور فلوس کی صورت میں گنتی کے تین پیسے ملیں گے اور اگر اس کے ہاتھ میں دو درہم ہوں تو عورت کو حکم دیا جائے گا کہ تین درہم پورے کر

دے۔ قال المترجم یہ اس وقت ہے کہ اس نے عربی زبان میں دراہم وغیرہ لفظ جمع کا اطلاق کیا اور اگر فارسی[1] یا اردو میں کیا تو اقل جمع دو ہے۔ پس صور مذکورہ دو پر جاری ہوں گی فافہم واللہ اعلم۔

اگر عورت کو ایک غلام معین پر خلع دیا جس کی قیمت ہزار درہم ہے بدیں شرط کہ شوہر اسکو ہزار درہم واپس دے:

اگر عورت نے عقد خلع میں ایسی چیز بیان کی جو مال ہے اور اشارہ ایسی چیز کی طرف کیا جو مال نہیں ہے مثلاً اس نے اس مٹکہ سرکہ پر خلع لیا یعنی اشارہ کیا مگر اس میں شراب نکلی پس اگر شوہر کو معلوم تھا کہ اس میں شراب ہے تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر یہ معلوم نہ تھا تو جو کچھ مہر اس نے عورت کو دیا ہے واپس لے گا اور یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ محیط میں ہے اور اگر عورت کو ایک غلام معین پر خلع دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے یا مر گیا ہے تو شوہر نے جو کچھ اس کو دیا ہے واپس کر دے گی اور اگر وہ غلام استحقاق میں لیا گیا تو عورت سے اس کی قیمت لے لے گا اور اگر ظاہر ہوا کہ یہ غلام ایسا ہے کہ اس کا خون حلال ہے تو بعض نے فرمایا کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اس کی قیمت واپس لے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر نقصان واپس لے گا اور اگر عورت کو ایک غلام معین پر خلع دیا جس کی قیمت ہزار درہم ہے بدیں شرط کہ شوہر اس کو ہزار درہم واپس دے پھر غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو شوہر عورت سے ہزار درہم واپس لے گا اور غلام کی نصف قیمت لے گا اس واسطے کہ نصف غلام بعوض ہزار کے بیع ہے پس جب وہ استحقاق میں لیا گیا تو اس کا ثمن واپس لے گا اور وہ ہزار درہم ہیں اور نصف غلام بدل الخلع ہے پس اس کی قیمت لے لے گا یہ عتابیہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے اس قرارداد پر خلع لیا کہ مہر و نفقہ عدت بدل الخلع ہے بشرطیکہ شوہر اس کو بیس درہم واپس کر دے تو صحیح ہے اور شوہر کے ذمہ بیس درہم لازم ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر عورت نے بھاگے ہوئے غلام پر خلع لیا بریں شرط کہ عورت اس کی ضمان سے بری ہے تو بری نہ ہوگی پس اگر عورت اس پر قابو پائے تو بعینہ اس کے سپرد کرے گی اور بعینہ اس کے سپرد کرنے سے عاجز ہو تو اس کی قیمت سپرد کرے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت نے خلع لیا ایک حیوان پر جس کا وصف بیان کر کے اپنے ذمہ لیا ہے جیسے گھوڑا و خچر و گدھا وغیرہ تو خلع جائز ہے اور شوہر کو اس جنس سے وسط[(1)] ملے گا مگر عورت کو اختیار ہے چاہے وسط جانور دے دے یا اس کی قیمت دے دے اور اگر عورت کو حیوان غیر موصوف پر خلع دیا تو طلاق واقع ہوگی اور عورت پر واجب ہوگا کہ جس چیز کا استحقاق عورت کا بسبب نکاح کے مرد پر ہوا ہے مرد کو واپس دے یہ ینابیع میں ہے اور اگر عورت کو دراہم معینہ پر خلع دیا پھر ان کو ستوقہ پایا تو کھرے درہم عورت سے لے لے گا اسی طرح اگر کپڑے پر بدیں شرط کہ ہروی ہے خلع دیا پھر وہ مروی نکلا تو درمیانی ہروی کپڑا لے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ میں نے تجھے خلع دیا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو مہر میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا اور مرد کے اس قول سے عورت پر طلاق بائن واقع ہوگی بشرطیکہ مرد نے نیت کی ہو اور عورت کے قبول کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے چنانچہ اگر مرد نے اس قول سے طلاق کی نیت کی اور عورت نے قبول نہیں[(۲)] کیا ہے تو بھی ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو واقع نہ ہوگی اور قضاءً و دیانۃً دونوں طرح اس کے قول کی تصدیق ہوگی اور اگر عورت سے باہم خلع کر دیا اور مال عوض کا بیان نہ کیا تو صحیح یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کے حق سے بری ہو جائے گا اور اگر شوہر پر مہر باقی نہ ہو تو جو مہر مرد نے اس کو دیا ہے وہ واپس کر دے گی

---

[1] فارسی۔ مثلاً کہا کہ انچہ دردست من است از زر با جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے روپیوں سے۔

(۱) یعنی درمیانی درجہ کا۔

(۲) اگرچہ عورت نے قبول کیا ہو۔

اس واسطے کہ عرف میں خلع کے ذکر میں مال گویا مذکور ہوتا ہے پس حکم میں معتبر ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور یہی خلاصہ میں ہے۔
اگر عورت سے کہا کہ میں نے تجھے اس قدر پر خلع دے دیا یعنی مال معلوم ذکر کیا تو جب تک عورت قبول نہ کرے تب تک طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر عورت کے قبول کے بعد مرد نے کہا کہ میں نے اس سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت نے حکم شوہر پر خلع لیا اور شوہر نے بعد کو یہ حکم کیا کہ میں نے جو دیا ہے اس قدر واپس کر دے:

اگر عورت و مرد نے باہم خلع کا عقد کیا مگر بدل الخلع یہ قرار پایا کہ شوہر حکم ہے جو کہہ دے یا عورت حکم ہے یا اجنبی حکم ہے تو مانند مہر کی صورت کے جائز ہے لیکن مہر کی صورت میں معیار مہر المثل ہے اور یہاں معیار وہ ہے جو مرد نے اس کو دیا ہے چنانچہ اگر عورت نے حکم شوہر پر خلع لیا اور شوہر نے بعد کو یہ حکم کیا کہ میں نے جو دیا ہے اس قدر واپس کر دے یا اس سے کم مقدار کا حکم دیا تو صحیح ہے اور اگر اس سے زیادہ کا حکم دیا تو عورت پر زیادتی لازم نہ ہوگی الا آنکہ عورت اس پر راضی ہو جائے اور اگر عورت کے حکم پر ہو پس اگر عورت نے اس قدر کا حکم دیا جس قدر شوہر نے اس کو دیا ہے یا اس سے زیادہ کا حکم دیا تو جائز ہے اور اگر اس سے کم کا حکم دیا تو کمی ثابت نہ ہوگی الا آنکہ شوہر اس پر راضی ہو جائے یہ مبسوط میں ہے اور اگر حکم کوئی اجنبی ہو پس اگر اس نے بقدر مہر حکم دیا تو جائز ہے اور اگر اس نے زیادتی یا کمی کا حکم دیا تو زیادتی جائز نہ ہوگی الا آنکہ عورت راضی ہو جائے اور کمی جائز نہ ہوگی الا آنکہ شوہر راضی ہو جائے یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت نے مرد سے اس شرط پر خلع لیا کہ شوہر کے باپ کو جو عورت کی ملک میں ہے عورت آزاد کر دے پس عورت نے ایسا کیا تو یہ آزاد کرنا عورت کی طرف سے ہوگا اور ولاء عورت کی ہوگی اور اگر اس شرط پر خلع دیا کہ شوہر کے باپ کو شوہر کی طرف سے آزاد کر دے اور عورت نے ایسا کیا تو عتق شوہر کی طرف سے ہوگا پھر صورت اول میں آیا شوہر عورت سے جو عورت کو اس نے مہر دیا ہے واپس لے گا یا نہیں تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ واپس لے گا اور اصح یہ ہے کہ عورت سے کچھ واپس نہ لے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

تیسری فصل:

طلاق بر مال کے بیان میں

اگر شوہر نے عورت کو کسی قدر مال پر طلاق دی اور اس نے قبول کی تو طلاق واقع ہوگی اور مال عورت کے ذمہ لازم ہوگا اور طلاق بائنہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے ایک شخص نے اپنی عورت کو قبل دخول کے ہزار درہم پر طلاق دی اور عورت کے مرد پر تین ہزار درہم مہر کے ہیں تو اس میں سے ڈیڑھ ہزار درہم بسبب طلاق قبل دخول واقع ہونے کے ساقط ہو جائیں گے اور باقی رہے ڈیڑھ ہزار درہم کہ اس میں ایک ہزار کا باہم مقاصہ ہو جائے گا پھر عورت اپنے شوہر سے شیخ بلخیؒ کے نزدیک پانچ سو درہم نہیں لے سکتی ہے اور باقی مشائخ کے نزدیک لے سکتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ وجیز کردری میں ہے مرد نے عورت کے مہر کے تین حصہ برابر کئے اور ایک تہائی مہر پر اس کو طلاق دی اور پھر دوسری و تیسری طلاق بھی اسی طرح دی تو تین طلاق واقع ہوں گی اور تہائی مہر ساقط ہوگا اور شوہر اس کے دو تہائی مہر کا ضامن ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق ہزار درہم کے عوض دے دے پس شوہر نے اس کو ایک طلاق دی تو عورت پر ہزار کی تہائی واجب ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے تین طلاق ہزار درہم پر دے دے پس اس نے ایک طلاق دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت پر کچھ لازم نہ آئے گا اور شوہر کو رجوع کرنے کا اختیار ہوگا اور اگر

شوہر نے کہا کہ تو اپنے نفس کو تین طلاق بعوض ہزار درہم کے یا ہزار درہم پر دے دے پس عورت نے اپنے آپ کو ایک طلاق دی تو کچھ واقع نہ ہوگی یہ ہدایہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے تین طلاق بعوض ہزار درہم کے دے حالانکہ شوہر اس کو دو طلاق دے چکا ہے پس اس نے ایک طلاق دے دی تو ہزار درہم عورت پر واجب ہوں گی یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے دے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ واحدہ وواحدہ وواحدہ ہے تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوں گی ایک بعوض ہزار درہم کے اور دو طلاقیں مفت بلاعوض یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے دے دے یا ہزار درہم پر دے دے:

شوہر نے کہا کہ تو طالقہ چہار طلاق بعوض ہزار درہم کے ہے پس عورت نے قبول کیا تو عورت بسہ طلاق بعوض ہزار درہم کے مطلقہ ہو جائے گی اور اگر عورت نے تین طلاق بعوض ہزار درہم کے قبول کیں تو کوئی واقع نہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے چار طلاق بعوض ہزار درہم کے دے دے پس مرد نے اس کو تین طلاق دیں تو یہ بعوض ہزار درہم کے ہوں گی اور اگر ایک طلاق دی تو بعوض تہائی ہزار کے ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے دے دے یا ہزار درہم پر دے دے پس مرد نے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے اور ہزار کا ذکر نہ کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مفت مطلقہ ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک مطلقہ ثلث ہو جائے گی اور اس پر ہزار درہم واجب ہوں گے جو بمقابلہ ایک طلاق کے ہوں گے اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے یا ہزار درہم پر دے دے پس مرد نے کہا کہ تو طالقہ ثلث بعوض ہزار درہم تو امام اعظمؒ کے نزدیک جب تک عورت اس کو قبول نہ کرے کوئی واقع نہ ہوگی اور جب کہ عورت نے سب کو قبول کر لیا تو تین طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوں گی اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر عورت نے قبول نہ کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور باقی دو طلاق واقع نہ ہوں گی اور اگر اس نے قبول کیا تو مطلقہ ثلث ہوگی جس میں سے ایک بعوض ہزار کے ہوگی اور دو طلاق مفت واقع ہوں گی یہ کافی میں ہے اور ابوالحسن نے امام ابو یوسفؒ سے حکایت کی ہے کہ انہوں نے امام اعظمؒ کے قول کی طرف رجوع کیا اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بھی اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کے قول کی طرف رجوع کیا ایسا ہے جامع میں مذکور ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہزار درہم پر ہے پس عورت نے قبول کیا تو طالقہ ہو جائے گی اور اس پر ہزار درہم واجب ہوں گے اور یہ مثل اس قول کے ہے کہ تو طالقہ بعوض ہزار درہم کے ہے اور ان دونوں صورتوں میں عورت کا قبول کرنا ضرور ہے یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اور تجھ پر ہزار درہم ہیں پس عورت نے قبول کیا یا عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے اور تیرے واسطے ہزار درہم ہیں پس مرد نے اس کو طلاق دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت بلا مال مطلقہ ہو جائے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک بعوض مال مطلقہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر شوہر نے جواب میں بڑھایا اور کہا کہ میں نے تجھے تین طلاق بعوض ہزار درہم کے دیں تو امام اعظمؒ کے نزدیک عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے پس اگر عورت نے قبول کیا تو طلاق واقع ہوگی اور عورت پر ہزار درہم واجب ہوں گے اور اگر عورت نے قبول نہ کیا تو باطل ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک تین طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوں گی خواہ عورت قبول کرے یا نہ کرے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے اور تیرے واسطے ہزار درہم ہیں پس مرد نے کہا کہ میں نے تجھے ان ہزار درہموں پر جن کو تو نے بیان کیا طلاق دے دی پس اگر عورت نے قبول کیا تو طلاق واقع ہوگی اور مال واجب ہوگا اور اگر قبول نہ کیا تو واقع نہ ہوگی اور مال واجب نہ ہوگا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک طلاق واقع اور مال واجب ہو

گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے بعوض ہزار درہم کے طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے اور تجھ پر ہزار درہم ہیں تو ہزار درہم کے عوض طلاق واقع ہوگی اور اگر مرد نے کہا کہ تو طالقہ ثلث بعوض ہزار درہم کے ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے قبول کی ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے تو تینوں طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوں گی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے بعوض دو ہزار درہم کے قبول کی تو طلاق واقع ہوگی اور[1] ہزار درہم عورت کے ذمہ لازم نہ ہوں گے اور اگر مرد نے کہا کہ اگر تو نے مجھے ہزار درہم دیئے تو تو طالقہ ہے پس عورت نے اس کو دو ہزار درہم دیئے تو طالقہ ہو جائے گی اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے بعوض دو ہزار درہم کے قبول کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے ایک اجنبی عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہزار درہم پر ہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت نے قبول کیا پھر اس نے اس عورت سے نکاح کیا تو قبول کرنا وہی معتبر ہوگا جو بعد نکاح کرنے کے ہو یہ نہر الفائق میں ہے۔

ایک مرد کی دو بیویاں ہیں دونوں نے اس سے درخواست کی کہ دونوں کو ہزار درہم پر یا انکے عوض طلاق دیدے:

اگر عورت نے کہا کہ تو مجھے تین طلاق دے دے بعوض ہزار درہم کے تو مجھے تین طلاق دے دے بعوض سو دینار کے پس مرد نے اس کو تین طلاق دے دیں تو بعوض سو دینار کے طالقہ ہو جائے گی اور اگر شوہر[2] کی طرف سے ایجاب دونوں باتوں کا ہو تو عورت پر دونوں مال لازم ہوں گے یہ ظہیریہ میں ہے عورت نے شوہر سے کہا کہ تو مجھے اور میری سوتن کو ہزار درہم پر طلاق دے دے پس مرد نے اس کو یا اس کی سوتن کو طلاق دے دی تو ہزار درہم کا نصف واجب ہوگا بشرطیکہ دونوں کا مہر مثل برابر ہو جیسے اگر کہا کہ تو مجھے اور میری سوتن کو بعوض ہزار درہم کے طلاق دے دے تو یہی حکم ہے اور اگر دونوں کے مہر مثل میں تفاوت ہو تو ہزار میں سے اس قدر حصہ واجب ہوگا جو مطلقہ کے مہر مثل کے پرتے میں پڑتا ہے بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ بنا بر قول صاحبینؒ کے ہے اور امام اعظمؒ کے قول پر کچھ واجب نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ یہ سب کا قول ہے لیکن اول ہی اصح ہے اور اگر ایک مرد کی دو بیویاں ہیں کہ دونوں نے اس سے درخواست کی کہ دونوں کو ہزار درہم پر یا ہزار درہم کے عوض طلاق دے دے پس اس نے ایک کو طلاق دے دی تو مطلقہ پر ہزار درہم میں سے جو اس کے پرتے میں پڑتا ہو واجب ہوگا پھر اگر اس نے دوسری کو بھی طلاق دے دی تو اس کے ذمہ اس کا حصہ بھی واجب ہوگا بشرطیکہ اسی مجلس میں اس کو بھی طلاق دی ہو یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر یہ سب قبل اس کے کہ شوہر ان میں سے کسی کو طلاق دے متفرق ہوگئیں تو بسبب افتراق کے ان دونوں کا ایجاب مذکور باطل ہو گیا چنانچہ اگر اس کے بعد اس نے طلاق دی تو طلاق بدوں معاوضہ واقع ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ واحدہ بعوض ہزار درہم ہے پس عورت نے کہا کہ میں نے اس تطلیقہ کی نصف قبول کی تو بلا خلاف وہ بیک طلاق بعوض ہزار درہم کے طالقہ ہوگی اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے نصف اس تطلیقہ کی بعوض پانچ سو درہم کے قبول کی تو باطل ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے دے دے پس شوہر نے کہا کہ تو طالقہ نصف تطلیقہ ہے تو بیک طلاق بعوض ہزار درہم کے طالقہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ نصف تطلیقہ بعوض پانچ سو درہم ہے تو پانچ سو درہم کے عوض بیک طلاق طالقہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے بوقت سنت بعوض ہزار درہم کے حالانکہ اس وقت عورت طاہرہ[3] موجود ہے تو

---

(۱) یعنی زائد تبرا۔

(۲) یعنی بحرف عطف ہو مثلاً

(۳) طہر بلا جماع۔

ایک طلاق بعوض تہائی ہزار کے واقع ہوگی پھر دوسرے طہر میں مفت واقع ہوگی الا آنکہ اس سے پہلے عورت سے نکاح کرے پھر تیسری بھی اسی طرح واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تین طلاق بوقت سنت جس میں سے ایک بعوض ہزار درہم ہے تو ہزار درہم کے عوض تیسری طلاق واقع ہوگی اور اگر ہنوز دخول واقع نہ ہوا ہو تو ایک طلاق مفت واقع ہو کر بائنہ ہو جائے گی پھر اگر اس سے نکاح کیا تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے پرسوں بعوض ہزار درہم کے اور کل بعوض ہزار درہم کے اور آج بعوض ہزار درہم کے پس عورت نے قبول کیا تو فی الحال ایک طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوگی پھر جب کل کا روز آئے گا تو واقع نہ ہوگی الا آنکہ پہلے تیسرے دن سے نکاح کرے تو تیسری طلاق واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ بدو طلاق ہے کہ اس میں سے ایک بعوض ہزار درہم ہے تو ایک فی الحال واقع ہوگی اور دوسری طلاق عورت کے قبول پر متعلق رہے گی اور اگر عورت نے کہا کہ اگر تو نے مجھے طلاق دی تو تیرے واسطے ہزار درہم ہیں یا شوہر نے کہا کہ اگر تو میرے پاس لائی یا تو نے مجھے دیئے یا ادا کئے ہزار درہم تو تو کذا[1] ہے تو یہ مجلس ہی تک کے واسطے ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ثلث ہے جبکہ تو نے مجھے ہزار درہم دیئے یا ہر گاہ تو نے مجھے ہزار درہم دیئے تو وہ اس کی بیوی رہے گی یہاں تک کہ اس کو ہزار درہم دے پھر جب اس کو ہزار درہم دے گی خواہ مجلس مذکور میں یا اس کے بعد تو اس پر طلاق واقع ہوگی اور جب لائے تو شوہر کو اس سے انکار کا اختیار نہ ہوگا نہ یہ کہ اس کے قبول پر مجبور کیا جائے گا لیکن جب عورت اس کو لا کر مرد کے سامنے رکھ دے گی تو طالقہ ہو جائے گی اور یہ استحسان ہے یہ مبسوط میں ہے اصل یہ ہے کہ ہر گاہ مرد نے دو طلاق ذکر کیں اور دونوں کے بعد ہی مال ذکر کیا تو وہ دونوں کے مقابلہ میں ہوگا الا آنکہ اس نے اول کے ساتھ ایسا وصف بیان کیا جو منافی وجوب مال ہے تو ایسی صورت میں مال بمقابلہ دوم ہوگا اور یہ کہ عورت پر وجوب مال کی شرط یہ ہے کہ بینونت حاصل ہو پس اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اس دم بیک طلاق اور کل کے روز بطلاق دیگر بعوض ہزار درہم کے یا بدیں شرط کہ تو طالقہ ہے کل کے روز بطلاق دیگر بعوض ہزار درہم کے یا کہا کہ آج کے روز طلاق واحدہ اور کل کے روز طلاق دیگر رجعیہ بعوض ہزار درہم کے پس عورت نے قبول کیا تو ایک طلاق فی الحال بعوض پانچ سو درہم کے واقع ہوگی اور کل کے روز دوسری طلاق مفت واقع ہوگی الا آنکہ قبل اس کے نکاح کر کے مالک کا اعادہ کر لے یہ فتح القدیر میں ہے۔

اگر کسی کی دو بیویاں ہیں پس اس نے کہا کہ تم میں سے ایک طالقہ ہے بعوض ہزار درہم کے اور دوسری بعوض پانچ سو درہم کے پس دونوں نے قبول کیا تو دونوں مطلقہ ہو جائیں گی:

اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اس دم ایسی ایک طلاق کے ساتھ کہ مجھے رجعیت کا اختیار ہے بدیں شرط کہ تو طالقہ ہے کل کے روز بیک طلاق بعوض ہزار درہم کے پس عورت نے قبول کیا تو عورت پر ایک طلاق فی الحال مفت واقع ہوگی پھر جب کل کا روز ہوگا تو عورت پر دوسری طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے امروز بیک طلاق بائن بدیں شرط کہ تو طالقہ ہے کل کے روز بطلاق دیگر بعوض ہزار درہم کے تو فی الحال ایک طلاق مفت واقع ہوگی پھر جب کل کا روز ہوگا تو دوسری طلاق مفت واقع ہوگی اور اگر کل کے روز ہونے سے پہلے اس نے نکاح کر لیا پھر کل کا روز ہوا تو دوسری طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ واحدہ ہے اور تو طالقہ طلاق دیگر ہے بعوض ہزار درہم کے پس عورت نے اس کو قبول کیا تو دو طلاق بعوض ہزار درہم کے واقع ہوں گی اور معاوضہ دونوں کی طرف منصرف ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ تو طالقہ ہے امروز بواحدہ اور کل ہے بدیگر بعوض ہزار درہم کے پس عورت نے قبول کیا تو آج کے روز ایک طلاق بعوض نصف ہزار کے واقع ہوگی اور اگر کل کا

---

1. قولہ کذا یعنی طالقہ بیک یا بسہ طلاق۔

روز ہونے سے پہلے نکاح کر لیا تو کل کے روز دوسری طلاق بعوض پانچ سو درہم یعنی نصف ہزار کے واقع ہوگی اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے اس ساعت ایسی ایک طلاق سے کہ مجھے اس میں رجعت کا اختیار ہے اور کل کے روز بیک طلاق دیگر کہ اس میں رجعت کا اختیار ہے بعض ہزار درہم یا کہا کہ تو طالقہ ہے اس ساعت بیک طلاق بائنہ اور کل کے روز بطلاق دیگر بائنہ بعوض ہزار درہم کے یا کہا کہ تو طالقہ ہے اس ساعت بیک طلاق بدوں کچھ عوض کے اور کل کے روز بطلق دیگر بدوں کچھ عوض کے بعوض ہزار درہم کے تو معاوضہ ہزار درہم مذکور دونوں طلاقوں کی جانب منصرف ہوگا چنانچہ ایک طلاق بمقابلہ نصف ہزار کے ہوگی پس ایک طلاق فی الحال بعوض نصف ہزار کے واقع ہوگی اور کل کے روز دوسری طلاق مفت واقع ہوگی الا آنکہ کل کے روز آنے سے پہلے دوبارہ نکاح کر لیا ہو تو پھر کل کے روز آنے پر دوسری طلاق بھی بعوض نصف ہزار کے واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے اس ساعت بیک طلاق کہ مجھے اس میں رجعت کا اختیار ہے یا کہا کہ بائنہ یا کہا کہ مفت اور کل کے روز بطلاق دیگر بعوض ہزار درہم کے تو معاوضہ مذکور منصرف بطلاق بائنہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو طالقہ ہے امروز بیک طلاق اور کل کے روز بطلاق دیگر کہ مجھے اس میں رجعت کا اختیار ہے بعوض ہزار درہم کے تو معاوضہ مذکور ہر دو طلاق کی جانب منصرف ہوگا یہ محیط میں ہے اگر کسی کی دو بیویاں ہیں پس اس نے کہا کہ تم میں سے ایک طالقہ ہے بعوض ہزار درہم کے اور دوسری بعوض پانچ سو درہم کے پس دونوں نے قبول کیا تو دونوں مطلقہ ہو جائیں گی اور ہر ایک پر پانچ سو درہم واجب ہوں گے اس واسطے کہ اس کے سوا جو زائد مذکور ہے وہ ہر ایک کی نسبت کر کے مشکوک ہے کہ کس پر واجب ہوا اور اگر اس نے کہا کہ اور دوسری بعوض سو دینار کے تو دونوں پر کچھ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں شک پڑ گیا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت کو طلاق دی اس شرط پر کہ عورت اس کو کفالت نفس فلاں سے بری کر دے تو طلاق رجعی ہوگی اور اگر عورت کو طلاق دی اس شرط پر کہ اس کو ان ہزار درہم سے بری کر دے کہ جن کی کفالت اس نے عورت کے واسطے فلاں کی طرف سے قبول کی تھی تو طلاق بائنہ ہوگی یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

عورت نے درخواست کی کہ تو مجھے طلاق دے دے اس شرط سے کہ جو میرا تجھ پر آتا ہے میں اس میں تاخیر دوں پس مرد نے طلاق دے دی پس اگر تاخیر کی مدت معلومہ ہو تو تاخیر صحیح ہے اور اگر مدت معلومہ نہ ہو تو نہیں صحیح ہے اور طلاق بہر حال رجعی ہوگی یہ خلاصہ میں ہے اور بدل خلع کا ادھار میعادی کرنا صحیح ہے باوجود جہالت مدت کے لیکن ایسی جہالت ہو کہ وہ قریب دریافت کے ہو جیسے آوان حصار[1] دو دیاس[2] اور اگر ایسی جہالت ہو کہ محض فاحش ہے جیسے عطاء[ا] ذہوب[3] الریح او میرہ تو نہیں صحیح ہے اور جس صورت میں کہ مدت میعادی نہیں صحیح ہوتی ہے مال فی الحال واجب ہوگا اور عورت کو خلع دینا اس کی زمین زراعت کرنے پر یا اس کے جانور سواری کے سواری پر یا خود عورت سے خدمت لینے پر ایسی طرح کہ اس خدمت سے اس کے ساتھ خلوت لازم نہ آئے اور ایسے ہی بخدمت اجنبی[ب] صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور مرد کی طرف سے خلع کا ایجاب یوں قرار دیا جاتا ہے کہ گویا اس نے طلاق کو عورت کے قبول پر معلق کر دیا ہے حتیٰ کہ مرد کو اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور مجلس سے مرد کے کھڑے ہو

ا عطاء بادشاہ کی طرف سے انعام ملنا و میرہ اناج کے رسد آنا۔

ب اجنبی یعنی کسی اجنبی کی خدمت بجیاں جو کوئی اس عقد سے الگ ہو وہ اجنبی ہے اگرچہ عورت کا چچا یا موموں ہو اور یہی فقہاء کا عرف ہے۔

(۱) کھیتی کٹنے کا وقت۔

(۲) روندنے کا وقت۔

(۳) ہوا چلنے۔

جانے سے باطل نہیں ہوتا ہے اور جبکہ عورت سامنے نہ ہو غائبہ ہو تو بھی صحیح ہے اور جبکہ عورت کو خبر پہنچی تو اس کو اپنی مجلس تک خیار قبول یا عدم قبول حاصل رہے گا اور خلع کی تعلیق شرط کے ساتھ جائز ہے اور نیز وقت کی طرف اضافت بھی صحیح ہے جیسے جبکہ کل کا روز آئے یا جب فلاں شخص سفر سے آئے تو میں نے تجھے ہزار درہم پر خلع دیا تو قبول کا اختیار عورت کو کل کا روز آنے یا فلاں مرد کے آجانے پر ہے اور عورت کی جانب یہ اعتبار کیا جاتا ہے کہ بالعوض اس کو مالک کر دیا مثل بیع کے پس قبول کرنے سے پہلے عورت کا اس سے رجوع کرنا صحیح ہے اور عورت کے مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے سے باطل ہو جائے گا اور بحالت غیبت متوقف نہ ہوگا اور تعلیق[۱] بشرط و اضافت بجانب وقت نہیں جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور خلع میں عورت کے واسطے شرط خیار جائز ہے نہ مرد کے واسطے یہ کنز الدقائق میں ہے اور طلاق بمال احکام میں بمنزلہ خلع کے ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جس صورت میں بدل خلع باطل ہو تو طلاق بائن رہ جائے گی اور عوض طلاق جب باطل ہو تو طلاق رجعی رہے گی اور جب واجب ہو تو بائن واقع ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو طالقہ ہے ہزار درہم پر اس شرط سے کہ مجھے تین روز خیار ہے پس عورت نے قبول کیا تو خیار باطل ہوگا اور طلاق واقع ہوگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالقہ ہے ہزار درہم پر بشرطیکہ آنکہ تجھے تین روز تک خیار ہے پس عورت نے قبول کیا پس اگر عورت نے تین روز کے اندر کر دیا تو طلاق باطل ہو جائے گی اور اگر اس نے تین روز کے اندر طلاق اختیار کی تو طلاق واقع ہوگی اور شوہر کے واسطے ہزار درہم واجب ہوں گے یہ کافی میں ہے۔

عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کی بعوض ہزار درہم کے درخواست کی مگر تو نے ایک طلاق مجھے دی:

اگر دونوں نے خلع کا عقد باندھا اور وہ دونوں پیدل[(۱)] چلے جاتے تھے پس اگر ہر ایک کا کلام دوسرے سے متصل واقع ہوا تو خلع صحیح ہوگا اور جو متصل نہ ہوا تو صحیح نہ ہوگا اور طلاق بھی واقع نہ ہوگی یہ خلاصہ میں ہے عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھ سے تین طلاق کی بعوض ہزار درہم کے درخواست کی مگر تو نے ایک طلاق مجھے دی اور شوہر نے کہا کہ تو نے ایک طلاق کی درخواست کی تھی تو قول عورت کا اور گواہ مرد کے قبول ہوں گے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے کل کے روز گذشتہ میں ہزار درہم پر طلاق دی تھی مگر تو نے قبول نہیں کی اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کی تھی تو قسم سے قول شوہر کا قبول ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے تیری طلاق بعوض ہزار کے کل کے روز گزشتہ میں فروخت کی مگر تو نے قبول نہیں کی تھی اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کی تھی تو قول عورت کا قبول ہوگا اس واسطے کہ بیع کا اقرار قبول کا اقرار ہے اس واسطے کہ وہ جزو بیع[۲] ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی تو مجھے سو درہم کے عوض طلاق دے دے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ بعوض ہزار درہم کے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ شوہر کے قبول ہوں گے اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ تو نے مجھے مفت خلع دے دیا اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ بعوض ہزار درہم کے تو قول عورت کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ شوہر کے مقبول ہوں گے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت نے شوہر سے کہا کہ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ تو مجھے تین طلاق بعوض ہزار درہم کے دے دے پس تو نے مجھے خالی ایک طلاق دی اور مرد نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تجھے تین طلاق دیں

[۱] یعنی عورت کا قبول کرنا معلق بشرط یا مضاف بوقت صحیح نہیں ہے۔

[۲] علی ہذا اگر مرد نے کہا کہ میں نے ایجاب کیا تھا مگر تو نے قبول نہ کی تو اس صورت میں مرد کا قول قبول ہوگا۔

(۱) یعنی بیوی و مرد۔

پس اگر دونوں مجلس درخواست ہی میں موجود ہوں تو قول مرد کا قبول ہوگا اور اگر مجلس مذکور سے متفرق ہو کر ایسا اختلاف کیا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور مرد کے واسطے اس پر ہزار کی تہائی واجب ہوگی اور عورت پر تین طلاق واقع ہوں گی بشرطیکہ ہنوز عدت میں ہو اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھ سے درخواست کی تھی کہ تو مجھے اور میری سوتن کو بعوض ہزار درہم کے طلاق دے دے پس تو نے فقط مجھے طلاق دی اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ میں نے تم دونوں کو طلاق دے دی ہے تو اگر دونوں اسی مجلس میں ہوں جس میں ایجاب واقع ہوا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر دونوں مجلس سے متفرق ہو چکے ہوں تو قول عورت کا قبول ہوگا اور عورت پر ہزار درہم میں سے اسی کا حصہ واجب ہوگا کیونکہ وہ اس کی معترف ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ پس تو نے اس مجلس میں مجھے طلاق نہیں دی اور نہ میری سوتن کو طلاق دی تو قسم سے عورت کا قول قبول ہوگا اور شوہر پر لازم ہے کہ اپنے مال کو گواہوں سے ثابت کر دے لیکن عورت پر طلاق واقع ہوگی اس وجہ سے کہ شوہر نے اقرار کیا ہے یہ مبسوط میں ہے۔

عورت نے اگر شوہر سے مال پر خلع لیا پھر اس نے گواہ قائم کئے کہ اس نے یعنی شوہر نے مجھے قبل خلع کے تین طلاق یا طلاق بائن دے دی تھی تو گواہ قبول ہوں گے اور بدل الخلع مسترد کر دیا جائے گا اس مقام پر تناقض ہونا گواہوں کے مقبول ہونے سے مانع نہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر عورت نے گواہ قائم کئے کہ میرے شوہر مجنون نے اپنی صحت میں مجھے خلع دیا ہے اور شوہر کے ولی نے یا خود شوہر نے بعد افاقہ کے گواہ دیئے کہ میں نے حالت جنون میں اس کو خلع دیا ہے تو گواہ عورت کے مقبول ہوں گے یہ قنیہ میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اس عورت کو تین طلاق بعوض ہزار درہم کے دے دیں پس عورت نے کہا کہ یہ تیری جانب سے اقرار ماضی ہے اور میں قبول کر چکی ہوں اور شوہر نے کہا کہ یہ میری طرف سے اقرار مستقبل ہے جبکہ میں نے یہ کلام کیا ہے پس تو نے قبول نہیں کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو عورت کے گواہ لئے جائیں گے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ تو طالقہ ہے کل کے روز اپنے اس غلام پر پس عورت نے فی الحال قبول کیا اور وہ غلام فروخت کیا پھر کل کا روز ہوا تو عورت پر اس غلام کی قیمت واجب ہوگی اور اگر کل کا روز ہونے سے پہلے اس کو تین طلاق دے دیں تو یہ باطل ہو گیا یہ عتابیہ میں ہے شیخ الاسلام علی بن محمد اسبیجابی سے دریافت کیا گیا کہ ایک بیوی و مرد نے باہم خلع کیا پھر شوہر سے کہا گیا کہ کتنی بار تم دونوں میں خلع ہوا اس نے کہا کہ دو بار پس عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ خلع ہم دونوں میں تین بار ہوا ہے تو فرمایا کہ قول شوہر کا قبول ہوگا اور شیخ نجم الدین نفسی نے فرمایا کہ مجھ سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا گیا تو میں نے کہا کہ اگر یہ اختلاف دونوں میں بعد نکاح واقع ہونے کے پیش آیا چنانچہ عورت نے کہا کہ یہ نکاح صحیح نہ ہوا اس واسطے کہ یہ نکاح تیسرے خلع کے بعد ہے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ صحیح ہے اس واسطے کہ دوسرے خلع کے بعد ہے تو دونوں میں یہ نکاح جائز ہوگا اور قول شوہر کا قبول ہوگا اور اگر عورت کی عدت گزر جانے کے بعد قبل نکاح کے یہ امر پیش آیا تو دونوں میں نکاح جائز نہ ہوگا اور نہ لوگوں کو حلال ہے کہ عورت کو نکاح پر برانگیختہ کر کے دونوں میں نکاح کرا دیں یہ ظہیریہ میں ہے۔

عورت نے اپنے شوہر سے درخواست کی کہ مال پر مجھے خلع دے دے پس مرد نے دو عادل گواہوں کو گواہ کر لیا کہ جب میری بیوی مجھے کہے گی کہ من از تو خویشتن خریدم بآوندی تو میں کہوں گا فروختم اور یہ نہ کہوں گا کہ فروختم پھر خلع کے واسطے یہ سب قاضی کے حضور میں جمع ہوئے اور قاضی کے پاس یہ معاملہ گیا اور قاضی نے اس کو سن لیا پھر اس کے بعد شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے فروختم نہیں کہا بلکہ فروختم کہا ہے اور ہر دو گواہ اس کے گواہی دیتے ہیں پس اگر قاضی نے سنا ہو کہ اس نے فروختم کہا ہے تو خلع صحیح ہونے کا حکم دے دے گا اور گواہوں کی گواہی پر التفات نہ کرے گا اور ایسے اشہاد کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر قاضی نے کہا کہ مجھے

یقین نہیں ہے نہیں معلوم اس نے فروختم کہا یعنی نجاء مجمہ یا بفء اور دونوں گواہ شاہد ہیں کہ اس نے بفاء کہا ہے تو ان کی گواہی کی سماعت کرے گا اور خلع باطل کر دے گا اگر حاضرین مجلس میں سے بعض نے گواہی دی کہ اس نے فروختم کہا ہے تو صحت خلع کا حکم دے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے اور اگر خلع کسی قدر بدل مسمیٰ پر واقع ہوا اور عورت نے یہ مقدار مسمیٰ شوہر کو دی اور کہا کہ یہ بدل خلع ہے اور شوہر نے سوائے جہت خلع کے اور جہت سے اس پر قبضہ کر لیا تو بعض نے فرمایا کہ قول شوہر کا قبول ہوگا اور ظہیر الدین مرغینانی یہی فتویٰ دیتے تھے اور بعض نے فرمایا کہ قول عورت کا قبول ہوگا کیونکہ تملیک از جانب عورت صادر ہوئی ہے تو وجہ تملیک بیان کرنے میں قول عورت کا قبول ہوگا اور شروع میں اصل[1] کبیر ہے یہ محیط میں ہے اور جس پر خلع واقع ہوا ہے اگر اس کی جنس یا نوع یا مقدار یا صفت میں دونوں نے اختلاف کیا تو قول عورت کا قبول ہوگا اور گواہ مرد کے مقبول ہوں گے یہ بدائع میں ہے اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں نے مفت خلع لیا[2] ہے تو قول عورت کا اور گواہ مرد کے قبول ہوں گے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر دونوں نے اس طرح اختلاف (۱) کیا کہ عورت نے کہا کہ خلع ہم دونوں میں صحیح واقع ہوا اور مرد نے کہا کہ میں کھڑا (۲) ہو گیا پھر میں نے تجھے خلع دیا ہے تو قول مرد کا قبول ہوگا اور یہ خلع سے انکار ہے یہ خلاصہ میں ہے۔

اپنی زوجہ کے ساتھ بزبانِ فارسی خریدم و فروختم کے ساتھ خلع کرنا:

اگر اپنی بیوی سے فارسی زبان میں خریدم وفروختم کے ساتھ خلع کیا پس شوہر نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات تھی کہ فروختم یعنی بکری کی سری میں نے فروخت کی یا کہا کہ میں فروختم مخفف از افروختم بمعنی روشن کرنا کہا ہے یا کہا کہ میں فروختم بفاء کہا ہے تو بعض نے فرمایا کہ اس میں قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا لیکن اگر اس نے بدل الخلع پر قبضہ کر لیا ہو تو اس کا قول قبول نہ ہوگا اس واسطے کہ ظاہر حال اس مرد کی تکذیب کرتا ہے اور بعض نے فرمایا کہ شوہر کا قول قضاءً قبول نہ ہوگا اگرچہ اس نے بدل الخلع پر قبضہ نہ کیا ہو اس واسطے کہ مرد کا کلام جواب کی راہ پر نکلا ہے اور جواب متقید بسوال ہوتا ہے اور سوال تملیک نفس کا تھا تو جواب اسی طرف منصرف ہوگا اور علی ہذا اگر مرد نے کہا کہ میرے دل میں تھا کہ میں نے اپنی قبا فروخت کی تو بھی بعضے مشائخ کے نزدیک اس کا قول قبول نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر فروختم کہنے کے وقت شوہر نے بکری کی سری کی طرف یا قبا کی طرف اشارہ کیا ہو تو بر بنائے قول ان بعضے مشائخ کے کچھ چیز نہیں ہے اور خلع صحیح ہوگا لیکن اگر اس نے تصریح کر دی کہ میں نے اپنی قبا فروخت کی تو ایسی صورت میں خلع صحیح نہ ہوگا اور اگر شوہر نے گواہ قائم کئے کہ اس نے بکری کا سر فروخت کیا ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے کہا کہ میں نے بکری کا سر فروخت کیا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اسی طرح اگر گواہ قائم کئے جنہوں نے گواہی دی کہ اس نے فروختم از فروختن کہا ہے تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر اس کے معاوضہ میں عورت نے گواہ قائم کئے کہ اس نے نفس عورت کو فروخت کیا یا عورت کو فروخت کیا ہے تو عورت کے گواہ اولیٰ ہوں گے یعنی وہی مقبول ہوں گے اور ایسا ہی بعض نے کہا ہے اور اس میں میرے نزدیک نظر

[1] اصل یعنی یہ قاعدہ بہت جگہ معمول ہے کہ ملکیت دینے میں جب اختلاف پڑے اور گواہ نہ ہوں تو قول اسی شخص کا قبول ہوگا جس کی طرف سے ملکیت دی گئی ہے۔

[2] قول ظاہراً مراد یہ ہے کہ عورت نے یوں کہا کہ طلاق مجھ پر مفت واقع ہوئی ہے ورنہ خلع خود مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے یا یہاں بعض کی رائے پر ہو۔

(۱) یعنی نفس خلع میں۔

(۲) مجلس سے۔

ہے اور لازم یہ ہے کہ شوہر کے گواہ اولیٰ ہوں یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت نے کسی کو خلع کے واسطے وکیل کیا پھر اُس کے علم میں لائے بغیر رجوع کرلیا:

اگر کسی مرد سے کہا کہ تو میری عورت کو خلع دے دے تو اس کو سوائے بعوض مال کے اور کسی طرح خلع دینے کا اختیار نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔ ایک عورت نے ایک مرد کو وکیل کیا کہ مجھے میرے شوہر سے خلع کرا دے بعوض ہزار درہم کے پس اگر وکیل نے بدل الخلع کو مطلق[1] رکھا مثلاً کہا کہ اپنی بیوی کو ہزار درہم پر خلع دے دے یا کہا کہ ان ہزار درہم پر خلع دے دے یا بدل خلع کو اپنی طرف مضاف کیا باضافت ملک یا اضافت ضمان مثلاً یوں کہا کہ اپنی بیوی کو خلع دے دے ہزار درہم پر میرے مال سے یا ہزار درہم پر بدیں شرط کہ میں ضامن ہوں تو وکیل کے قبول سے خلع پورا ہو جائے گا پھر اگر بدل خلع اس نے مرسل رکھا ہے تو وہ عورت پر ہوگا کہ اسی سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا اور اگر بدل خلع مضاف بجانب وکیل ہو خواہ باضافت ملک یا باضافت ضمان تو عورت سے مطالبہ نہ ہوگا بلکہ وکیل ہی سے مطالبہ بدل ہوگا پھر جو کچھ وکیل نے ادا کیا ہے از جانب عورت وہ عورت سے واپس لے گا اور اگر عورت نے کسی کو وکیل کیا کہ مجھے میرے شوہر سے خلع کرا دے پھر وکیل نے اپنے کسی اسباب پر عورت کا خلع کرا دیا اور شوہر کو سپرد کرنے سے پہلے وہ اسباب وکیل کے ہاتھ میں تلف ہو گیا تو وکیل اس کی قیمت کا عورت کے شوہر کے واسطے ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر مرد نے کسی غیر سے کہا کہ میری بیوی کو طلاق دے دے پس اس نے عورت کو مال پر خلع کر دیا یا مال پر طلاق دے دی تو صحیح یہ ہے کہ عورت اگر مدخولہ ہو تو جائز نہیں اور اگر مدخولہ نہ ہو تو جائز ہے و علی ہذا وکیل بخلع نے اگر مطلقاً طلاق دے دی تو جائز ہونا چاہئے اور بعض نے فرمایا کہ یہی اصح ہے اس واسطے کہ خلع بعوض و بغیر عوض متعارف ہے پس دونوں کا وکیل ہوگا یہ ظہیریہ و محیط سرخسی میں ہے۔ ایک عورت نے کسی کو خلع کے واسطے وکیل کیا پھر اس سے رجوع کرلیا پس اگر وکیل کو اس کا علم نہ ہوا تو عورت کا رجوع کرنا کچھ کارآمد نہ ہوگا اور اگر خلع کے لئے اپنے شوہر کے پاس ایلچی بھیجا پھر پیغام پہنچانے سے پہلے عورت نے اس سے رجوع کرلیا تو اس کا رجوع کرنا صحیح ہوگا اگرچہ ایلچی کو یہ بات معلوم نہ ہوئی ہو اور اگر دو مردوں سے کہا کہ تم دونوں میری بیوی کو بلا بدل خلع دے دو پس ایک نے اس کو خلع دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر دو مردوں سے کہا کہ تم دونوں میری عورت کو ہزار درہم پر خلع دے دو پس دونوں میں سے ایک نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ہزار درہم پر خلع دیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اس کی اجازت دی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ نہیں جائز ہے اور اگر ایک نے کہا کہ میں اس عورت کو خلع دیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ہزار درہم پر خلع دیا تو یہ جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر ایک مرد کو وکیل کیا کہ اتنے مال پر خلع دے دے پس وکیل نے کہا کہ میں نے فلاں عورت کو اس کے شوہر سے اتنے مال پر خلع کر دیا تو جائز ہے اگرچہ وکیل مذکور اس عورت کے حضور میں نہ ہو اور اس کے بعد ذکر فرمایا کہ ایک ہی آدمی کا دونوں طرف سے وکیل ہونا نہیں جائز ہے حالانکہ یہ مسئلہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ جائز ہے اور حاکم ابو الفضل نے فرمایا کہ یہ روایت اصل کے موافق ہے اور یہی صحیح ہے یہ عتابیہ میں ہے ایک مرد نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری بیوی کو خلع دے دے جبکہ وہ میری قبا دے دے اور عورت نے قبا وکیل کو دی اور دونوں میں خلع جاری ہو گیا پھر جب مرد مذکور نے قبا کو دیکھا تو ظاہر ہوا کہ اس کا استر نہیں ہے تو خلع غیر صحیح ہے اور اسی طرح اگر اس کا استر ہو مگر کھلا کہ آستینیں نہیں ہیں تو بھی خلع صحیح نہ ہوا اور اگر ایک ہی آستین نہ ہو تو خلع صحیح ہو جائے گا یہ خلاصہ میں ہے اور اگر چند آدمی کسی مرد کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ تیری عورت نے ہم کو تجھ سے خلع لینے کے واسطے

---

[1] قولہ مطلق رکھا یعنی بدل الخلع کے ساتھ کوئی قید نہیں لگائی اور یہی مرسل ہے۔

وکیل کیا ہے پس مرد مذکور نے ان سے دو ہزار درہم پر عورت مذکور کا خلع کر دیا پھر عورت مذکورہ نے وکیل کرنے سے انکار کیا پس اگر ان لوگوں نے شوہر کے واسطے مال کی ضمانت کر لی ہو تو طلاق عورت پر واقع ہو گی اور مال ان لوگوں پر ہو گا اور اگر ان لوگوں نے ضمانت نہ کی ہو پس اگر شوہر نے یہ دعویٰ نہ کیا کہ عورت مذکورہ نے ان کو وکیل کیا تھا تو طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ عورت مذکورہ نے ان لوگوں کو وکیل کیا تھا تو طلاق واقع ہو گی لیکن مال واجب نہ ہو گا اور یہ اس وقت ہے کہ شوہر نے خلع دے دیا ہو اور اگر اس نے ان لوگوں کے ہاتھ ایک تطلیقہ بعوض دو ہزار درہم کے فروخت کی تو شیخ ابوبکر اسکاف نے فرمایا کہ یہ اور خلع دونوں یکساں ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے کسی غیر سے کہا کہ میری بیوی کو خلع دے دے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو طلاق دے دے پھر عورت نے خلع سے انکار کیا پس وکیل نے اس کو طلاق دے دی پھر عورت نے کہا کہ میں خلع لئے لیتی ہوں پس وکیل نے اس کو خلع دیا تو خلع جائز ہو گا بشرطیکہ طلاق رجعی ہو یہ محیط میں ہے ایک مرد نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنی بیوی کو اس غلام پر یا ان ہزار درہم پر یا اس دار پر خلع دے دے پس اس نے ایسا ہی کیا تو قبول کا اختیار عورت کو حاصل ہو گا پس اگر عورت نے قبول کیا تو طالقہ ہو جائے گی اور اس پر واجب ہو گا کہ جو بدل بیان ہوا ہے وہ شوہر کو سپرد کر دے اور اگر بدل مذکور استحقاق میں لے لیا گیا تو عورت ضامن ہو گی اور اگر اجنبی نے شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی کو میرے اس غلام پر یا اس میرے دار پر یا میرے اس ہزار درہم پر خلع دے دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو خلع واقع ہو گا اور عورت کے قبول کی حاجت نہ رہے گی اور نیز شوہر کے خالی اس کہنے سے کہ میں نے خلع دے دیا خلع تمام ہو جائے گا اور اجنبی کے (قبول کیا میں نے) کہنے کی حاجت نہ رہے گی ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو مجھے خلع دے دے فلاں کے گھر یا فلاں کے غلام پر پس شوہر نے ایسا کیا تو عورت کے ساتھ خلع واقع ہو گا اور مالک غلام یا مکان کے قبول کی احتیاج نہ رہے گی اور عورت پر واجب ہو گا کہ شوہر کو یہ دار یا غلام سپرد کر دے اور اگر سپرد کرنا متعذر ہو تو عورت پر شوہر کو اس کی قیمت دینی واجب ہو گی اور اگر شوہر نے ابتدا کی اور کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی یا خلع کر دیا فلاں کے دار پر تو قبول کرنا عورت کے اختیار میں ہو گا نہ مالک دار کے اور اگر شوہر نے مالک غلام کو مخاطب کیا اور عورت مذکورہ حاضر ہے پس کہا کہ میں نے اپنی عورت کو تیرے اس غلام پر خلع دیا اور عورت نے قبول کیا تو خلع واقع نہ ہو گا حتیٰ کہ مالک غلام قبول کرے اور اگر اجنبی نے ابتدا کی اور بدل الخلع اس اجنبی کا نہیں ہے بلکہ کسی اور اجنبی کا ہے پس اس نے کہا کہ اپنی عورت کو فلاں کے اس غلام پر یا فلاں کے اس دار پر یا فلاں کے ان ہزار درہم پر خلع دے دے تو قبول کا اختیار مالک دار وغلام ودراہم کو ہے نہ عورت کو اور اگر اجنبی نے کہا کہ تو اپنی عورت کو ہزار درہم پر خلع دے دے بدیں شرط کہ فلاں اس کا ضامن ہے تو قبول کرنا اسی ضامن کے اختیار میں ہے مخاطب یا عورت کے اختیار میں نہ ہو گا۔

اگر بیوی یا شوہر میں سے کسی نے طفل یا معتوہ یا مملوک کو خلع دینے یا لینے میں اپنے قائم مقام وکیل کیا تو جائز ہے:

اگر عورت ہی مخاطبہ ہو مثلاً عورت نے کہا کہ مجھے ہزار درہم پر خلع دے دے بدیں شرط کہ فلاں ضامن ہے پس شوہر نے خلع دے دیا تو خلع واقع ہو گا پھر اگر فلاں مذکور نے مال کی ضمانت کر لی تو شوہر کو اختیار ہو گا کہ عورت یا فلاں جس کو چاہے مال کے واسطے ماخوذ کرے اور اگر فلاں نے ضمانت سے انکار کیا تو عورت ہی کو مال کے واسطے ماخوذ کرے گا اور اگر اجنبی نے شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی کو اس غلام پر خلع دے دے پس اس نے کہا کہ میں نے خلع دے دیا پھر یہ غلام کسی دوسرے شخص کا نکلا لیکن اس دوسرے شخص نے قبول کیا تو اس کے قبول کرنے پر التفات نہ کیا جائے گا بلکہ قبول کا اختیار عورت کو ہو گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر بیوی شوہر میں سے کسی نے طفل یا معتوہ یا مملوک کو خلع [1] دینے یا خلع لینے میں اپنے قائم مقام وکیل کیا تو جائز ہے یہ مبسوط

[1] خلع دینا مرد کا وکیل خلع لینا عورت کا وکیل بطور لف ونشر۔

میں ہے اور اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ خلع دے اپنے نفس کو یا کہا کہ خلع کر لے اپنے نفس کو تو مسئلہ میں تین صورتیں ہیں اول آنکہ یوں کہا کہ خلع کر دے اپنے نفس کو بمال اور اس مال کی کوئی مقدار نہیں بیان کی پس عورت نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تجھ سے ہزار درہم کے عوض خلع کر دیا تو اس صورت میں جب تک شوہر یوں نہ کہے کہ میں نے اجازت دی تب تک طلاق واقع نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے اور ابن سماعہ نے روایت کی کہ خلع صحیح ہوگا اور اسی کو بعضے مشائخ نے لیا ہے کذافی الفصول العمادیہ دوم اس جگہ عورت سے کہا کہ اپنے نفس کو ہزار درہم کے عوض خلع کر دے پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع کر دیا تو ایک روایت میں ہے کہ خلع بعوض ہزار درہم پورا ہو جائے گا اگرچہ شوہر نے یہ نہ کہا ہو کہ میں نے اجازت دی اور یہی صحیح ہے سوم آنکہ یوں کہا کہ اپنے نفس کو خلع کر دے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہا پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع لے لیا تو منتقی میں امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ خلع نہ ہوگا اور ابن سماعہ نے امام محمدؒ سے روایت کی کہ اگر عورت سے کہا کہ تو اپنے نفس کو خلع کر لے پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع کر لیا تو بلا بدل ایک طلاق بائن واقع ہوگی گویا اس نے کہا کہ اپنے نفس کو بائنہ کر لے اور اسی کو اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اگر خطاب از جانب عورت ہو کہ اس نے کہا کہ تو مجھے خلع کر دے یا مبارات[1] کر دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے ایسا کیا تو مرد کی طرف سے خطاب ہونا اور عورت کی طرف سے ایسا خطاب ہونا سب صورتوں میں یکساں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو خلع کر دے اپنے نفس کا بغیر مال پس عورت نے کہا کہ میں نے خلع کر دیا عورت کے قول ہی سے خلع پورا ہو گیا عورت نے کہا کہ مجھے بغیر مال خلع کر دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے خلع کر دیا تو کہتے ہیں طلاق واقع ہوگا ئے گی یہ محیط میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کا خلع بعوض اس قدر مال کے لے لے پھر عورت کو عربی زبان میں سکھلایا کہ اس نے کہا کہ میں نے خلع لے لیا یعنی یوں کہا کہ اختلعت حالانکہ عورت مذکورہ اسے جانتی نہیں ہے تو یہ صحیح یہ ہے کہ خلع پورا نہ ہوگا جب تک کہ عورت اس کو نہ جانے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ میں تیری بیوی کی طرف سے تیرے پاس آیا ہوں تو اس کو طلاق دے یا اس کو رکھ پس شوہر نے کہا کہ میں اس کو نہیں رکھوں گا بلکہ طلاق دے دوں گا پس ایلچی نے کہا کہ میں نے تجھے تمام اس سے جو اس کا تجھ پر ثابت ہے بری کر دیا پس مرد نے اس عورت کو طلاق دے دی پھر عورت نے انکار کیا کہ میں نے ایلچی کو بری کرنے کا اختیار نہیں دیا تھا اور ایلچی اس کا دعویٰ کرتا ہے پس اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ عورت نے اس ایلچی کو ایلچی کر کے بھیجا اور جس طرح ایلچی کہتا ہے اس کو وکیل بھی کیا تو طلاق واقع ہوگی مگر عورت کا حق ویسا ہی رہے گا اور اگر شوہر نے ایسا دعویٰ نہ کیا پس اگر ایلچی نے یوں کہا کہ میں نے تجھے عورت کے حق سے بری کیا بدیں شرط کہ تو اس کو طلاق دے دے تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر ایلچی نے یہ نہ کہا ہو کہ بدیں شرط کہ تو اس کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہوگی اور عورت اپنے حق پر ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر فضولی نے کہا کہ اپنی بیوی کو ہزار درہم پر طلاق دے دے پس شوہر نے کہا کہ میں نے طلاق دی تو متوقف رہے گی چنانچہ اگر عورت نے اجازت دی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ عتابیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیٹی کا اپنے داماد سے خلع کرا لیا پس اگر دختر بالغہ ہو اور باپ نے بدل الخلع کی ضمانت کر لی تو خلع پورا ہو گیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر باپ نے اپنی صغیرہ کا بعوض مال دختر کے خلع کرالیا تو یہ صغیرہ پر جائز نہ ہوگا پس اس کا مہر اس کے شوہر کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا:

ایک مرد نے اپنی بیٹی بالغہ کا اس کے شوہر سے اس کے مہر پر جو شوہر پر باقی ہے اس کی اجازت سے خلع کرا لیا تو یہ اس دختر بالغہ پر نافذ ہوگا اور اگر دختر مذکورہ کی اجازت نہ تھی اور اس کی بھی اس نے اجازت نہ دی پس اگر باپ نے بدل الخلع کی ضمانت نہ کی

[1] مبارات یعنی ہر طرح کے تعلق وحقوق سے ایک دوسرے سے بری ہو۔

ہو سوائے برأت مہر کے تو خلع جائز نہ ہوگا اور طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر دختر مذکورہ نے اجازت دے دی تو خلع واقع ہوگا اور طلاق پڑ گئی اور شوہر اس کے مہر سے جو اس پر آتا ہے بری ہو گیا اور اگر باپ نے بدل الخلع کی ضمانت کر لی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی پھر جب عورت کو خبر پہنچے گی پس اگر اس نے اجازت دے دی تو خلع مذکور اس دختر پر نافذ ہوگا اور شوہر اس کے مہر سے بری ہو جائے گا اور اگر اس نے اجازت نہ دی تو دختر مذکورہ اپنا مہر مذکور شوہر سے واپس لے گی اور شوہر بدل الخلع کو اس کے باپ سے لے لے گا کیونکہ وہ ضامن ہوا ہے یہ ذخیرہ کردری میں ہے اور اگر باپ نے اپنی صغیرہ کا بعوض مال دختر کے خلع کرالیا تو یہ صغیرہ پر جائز نہ ہوگا پس اس کا مہر اس کے شوہر کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا اور شوہر اس کے مال کا مستحق نہ ہوگا اور رہا یہ امر کہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں سو اس میں دو روایتیں ہیں اور اصح یہ ہے کہ واقع ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر باپ نے دختر صغیرہ کا ہزار درہم پر خلع کرایا بدیں شرط کہ باپ ان ہزار درہم کا ضامن ہے تو خلع جائز ہوگا اور ہزار درہم باپ پر ہوں گے اور اگر صغیرہ پر ہزار درہم کی شرط کی ہو تو دختر مذکورہ کے قبول پر موقوف رہے گا بشرطیکہ وہ قبول کی اہلیت رکھتی ہو یعنی واقف ہو کر خلع سلب کنندہ[۱] ہوتا ہے اور نکاح جلب کنندہ ہوتا ہے از روئے شرع کے یوں مشروع ہے پس اگر اس نے قبول کیا تو بالاتفاق طلاق واقع ہوگی لیکن مال واجب نہ ہوگا اور اگر باپ نے اس کی طرف سے قبول کیا تو ایک روایت میں صحیح ہے اور ایک روایت میں نہیں صحیح ہے اور یہی اصح ہے یہ کافی میں ہے اور زوجہ صغیر کو خلع دیا اور مہر کی ضمان (۱) نہ لی عورت کے قبول پر موقوف ہوگا پس اگر عورت مذکورہ نے قبول کیا تو طالقہ ہو جائے گی اور مہر ساقط نہ ہوگا اور اگر اس کی طرف سے اس کے باپ نے قبول کیا تو اس میں دو روایتیں ہیں اور اگر باپ نے مہر کی ضمانت کی اور وہ ہزار درہم ہیں تو عورت مذکورہ مطلقہ ہو جائے گی اور استحساناً اس کے ذمہ پانچ سو درہم لازم ہوں گے یہ ہدایہ میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ وہ مدخولہ نہ ہو اور اگر مدخولہ ہو تو عورت کے واسطے پورا مہر لازم ہوگا اور شوہر کے واسطے اس کا باپ ضامن ہوگا یعنی باپ تاوان دے گا یہ فصول عمادیہ میں ہے۔ صغیرہ کے شوہر اور صغیرہ کی ماں کے درمیان خلع کی گفتگو واقع ہوئی پس اگر زوجہ صغیرہ کی ماں نے بدل خلع کو اپنے ذاتی مال کی طرف مضاف کیا یا اس کی ضامن ہوئی تو خلع پورا ہو جائے گا جیسے اجنبی کے ساتھ اس طرح گفتگو میں ہوتا ہے اور اگر ماں نے اپنے مال کی طرف مضاف نہ کیا اور نہ ضامن ہوئی پس آیا طلاق واقع ہوگی جیسے باپ کے ساتھ خلع کی ایسی گفتگو میں واقع ہوتی ہے تو اس کی کوئی روایت نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ واقع نہ ہوگی اور اگر خلع کا عقد کرنے والا اجنبی ہو اور وہ بدل کا ضامن نہ ہو اپس آیا خلع متوقف رہے گا تو بعض نے فرمایا کہ اگر زوجہ صغیرہ ہو کہ وہ خلع کو سمجھتی ہو اور تعبیر کر سکتی ہو تو خلع اس کے قبول کرنے پر موقوف[۲] رہے گا اور بعض نے کہا کہ موقوف نہ رہے گا اور اگر صغیرہ نے جو خلع کو سمجھتی اور تعبیر کر سکتی ہے اپنے شوہر سے اپنے مہر پر خلع لیا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور مہر ساقط نہ ہوگا اور اگر صغیرہ نے خلع کے واسطے کوئی وکیل کیا پس وکیل نے یہ کام کیا تو اس میں دو (۲) روایتیں ہیں ایک روایت میں وکیل کرنا صحیح ہے اور وکیل کے قبول سے مثل صغیرہ کے خود قبول کرنے کے خلع پورا ہو جائے گا اور ایک روایت میں اگر وکیل بدل خلع کا ضامن نہ ہوا تو طلاق واقع نہ ہوگی جیسے اجنبی کے خلع کرانے میں ہوتا ہے اور اگر باپ نے اپنے پسر صغیر کی طرف سے خلع (۳) دیا تو صحیح نہیں ہے اور صغیرہ مذکور کی اجازت پر بھی موقوف نہ رہے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[۱] سلب کنندہ یعنی نذارد کرنے والا اور جدا کرنے والا مثلاً نکاح نذارد ہوا اور عورت سے مال مہر جو عوض خلع ہے جدا کیا۔

[۲] یعنی حق طلاق میں نہ حق مال میں یعنی مال بہر حال واجب ہوگا اور طلاق ابھی اس کے قبول پر توقف میں رہے گی۔

(۱) کسی سے۔ (۲) یعنی طلاق پڑ جائے گی۔ (۳) اس کی زوجہ کرنا۔

اگر باندی کے مولیٰ نے باندی کے رقبہ پر باندی کا خلع کرالیا اور شوہر مرد آزاد ہے تو مفت طلاق واقع ہوگی:

جو شخص نشہ میں ہے یا زبردستی مجبور کیا گیا ہے اس کا خلع دینا ہمارے نزدیک جائز ہے اور طفل کا خلع دینا باطل ہے اور جو شخص معتوہ یا مرض کے سبب سے اس پر اغماطارہ ہوا وہ اس میں بمنزلہ طفل کے ہے یہ مبسوط میں ہے اگر باندی نے اپنے شوہر سے خلع لیا یا طلاق بمال لی تو طلاق واقع ہوگی مگر مالی عوض کے واسطے وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگی ہاں بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ کیا جائے گا اور اگر باندی نے مولیٰ کی اجازت سے ایسا کیا ہو تو معاوضہ کے واسطے فی الحال ماخوذ ہوگی اور معاوضہ کے واسطے فروخت کی جائے گی الا آنکہ مولیٰ اس کی طرف سے دے کر بچائے اور اگر باندی مذکورہ کسی کی مدبرہ یا ام ولد ہو تو اس حکم میں مثل محض باندی کے ہے الا بات یہ ہے کہ وہ بیع نہیں کی جاسکتی ہے پس وہ بدل کو اپنی کمائی سے ادا کرے گی بشرطیکہ اس نے مولیٰ کی اجازت سے ایسا کیا ہو اور اگر مکاتبہ باندی ہو تو وہ بدل خلع کے واسطے ماخوذ نہ ہوگی الا بعد آزاد ہونے کے چاہے اس نے مولیٰ کی اجازت سے خلع لیا ہو یا بلا اجازت۔ اگر باندی نے اپنے شوہر سے اپنے مہر کے عوض بدوں اجازت مولیٰ کے خلع لیا تو طلاق واقع ہوگی لیکن مہر ساقط نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر باندی کے مولیٰ نے باندی کے رقبہ پر باندی کا خلع کرالیا اور شوہر مرد آزاد ہے تو مفت طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر مکاتب یا مدبر یا غلام ہو تو خلع جائز ہوگا اور یہ باندی اس مدبر یا غلام کے مالک کی ہو جائے گی اور رہا مکاتب سو اس کا اس باندی میں حق ملک ثابت ہوگا دو باندیاں ایک مرد آزاد کے تحت میں ہیں اور دونوں باندیوں کے مولیٰ نے شوہر سے ان دونوں کا خلع ان میں خاص ایک کے رقبہ پر کرالیا تو معینہ خاص کا خلع باطل اور دوسری کا خلع صحیح ہوگا اور ثمن ان دونوں کے مہر پر تقسیم کیا جائے گا پس جو کچھ اس باندی کے پرتے میں واقع ہوا جس کے حق میں خلع صحیح ہوا ہے اس قدر شوہر کا حق[1] دوسری باندی میں ثابت ہوگا اور اگر مولیٰ نے ہر ایک کا دونوں میں سے خلع بعوض دوسری رقبہ کے کرایا تو ہر ایک پر ایک ایک طلاق بائن مفت واقع ہوگی اور اگر دونوں میں سے ہر ایک کو اس نے دوسری کے رقبہ پر طلاق دی تو طلاق رجعی واقع ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے۔

ایک باندی کسی غلام کی بیوی ہے پس باندی کے مولیٰ نے ایک غلام مقبوض پر اس باندی کا اس کے شوہر غلام سے خلع کرایا اور غلام نے اس کو قبول کیا تو جائز ہے خواہ غلام نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے ایسا کیا ہے یا بلا جازت اور باندی کا قبول کرنا شرط نہیں ہے پھر اگر وہ غلام جو خلع میں بدل قرار دیا گیا ہے کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو خلع ویسا ہی صحیح رہے گا اور باندی کے مولیٰ پر تاوان واجب نہ ہوگا مگر جو غلام استحقاق میں لیا گیا ہے اس کی قیمت باندی کی گردن پر ہوگی کہ اگر مولیٰ باندی پر سے یہ قیمت فدیہ دے دے تو خیر ورنہ باندی مذکورہ اس کے واسطے فروخت کی جائے گی اور اگر مولیٰ نے وقت خلع کے اس غلام بدل الخلع کی بابت ضمان درک کر لی ہو تو بسبب ضمانت کر لینے کے اس سے قیمت غلام مستحق شدہ لی جائے گی اور اگر باندی پر قرضہ ہو جو خلع سے پہلے کا ہے تو باندی فروخت کی جائے گی اور پہلے قرضداروں کا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر اس کے ثمن میں سے کچھ باقی رہا تو اس کے شوہر کے مولیٰ کا ہوگا اور اگر باقی بچا ہوا ثمن اس غلام کی پوری قیمت نہ ہو جو استحقاق میں لے لیا گیا ہے تو جس قدر کمی ہے وہ باندی مذکورہ بعد اپنے آزاد ہونے کے پوری کر دے گی اور اگر باندی کے قرضخواہوں نے باندی کو بیع سے پہلے یا بعد بیع کے اپنے قرضہ سے بری[2] کر دیا تو اس سے قیمت غلام مستحق کا مواخذہ کیا جائے گا جیسا کہ قبل بری کر دینے کے تھا اور یہ نہ ہوگا کہ رقبہ باندی

---

(۱) یعنی دوسری کے رقبہ میں۔

(۲) یعنی معاف کر دیا۔

مذکورہ اس کے شوہر کے مولیٰ کو دے دیا جائے اور اگر باندی کے مولیٰ نے غلام بدل الخلع کی بابت ضمان[ا] درک کر لی ہو تو باندی مذکورہ اپنے قرضہ کے واسطے فروخت[(۱)] ہو سکتی ہے اور غلام مستحق کی قیمت باندی کا مولیٰ اس کے شوہر کے مولیٰ کو بسبب ضامن ہونے کے تاوان دے گا اور باندی کی گردن پر اس کی ضمان واجب نہ ہوگی اگرچہ آزاد کر دی جائے اور اگر باندی کے مولیٰ نے باندی کو اس کے رقبہ پر خلع کرالیا اور باندی پر قرضہ نہیں ہے اور مولیٰ[ب] نے ضامن نہ ہوا تو باندی مذکور شوہر کے مولیٰ کو سپرد کر دی جائے گی اور اگر باندی پر قرضہ ہو تو وہ قرضہ میں فروخت کی جائے گی پھر اگر کچھ باقی رہا تو اس کو مولائے شوہر لے گا اور باندی کے مولیٰ پر ضمان واجب نہ ہوگی اگر بیچا ہوا ثمن اس باندی کی قیمت کا ملہ نہ ہوا اور اگر بیع ہونے سے پہلے باندی کے قرضخواہوں نے باندی کو اپنے قرضہ سے بری کر دیا تو رقبہ باندی اس کے شوہر کے مولیٰ کو دیا جائے گا اور باندی کے مولیٰ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر بری کرنا بعد بیع کے ہو تو اس کا ثمن مولائے شوہر کو دے دیا جائے گا اور اگر ثمن میں بہ نسبت قیمت کے زیادتی ہو تو زیادتی مولیٰ کی ہوگی اور اگر کچھ کمی ہو پس اگر مولائے باندی نے ضمان درک کر لی ہو تو یہ کمی مولائے باندی پر ہوگی اور اگر ضمان درک نہ کی ہو تو باندی پر ہوگی کہ بعد آزاد ہونے کے اس سے مواخذہ کیا جائے گا یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر کسی اجنبی نے تبرعاً شوہر کے مریض ہونے کی حالت میں شوہر سے اس کی بیوی کا خلع کرالیا:

اگر عورت نے اپنے مرض الموت میں اپنے مہر کے عوض جو اس کا شوہر پر آتا ہے خلع لے لیا پھر وہ عدت میں مرگئی تو شوہر کو اپنی عورت کی میراث کی مقدار و مہر مذکور کی مقدار دونوں میں سے کم مقدار ملے گی بشرطیکہ مہر اس کے تہائی مال سے برآمد ہوتا ہو اور اگر عورت کا کچھ مال سوائے اس کے نہ ہو تو شوہر کو عورت کے مال کی اپنی حصہ میراث اور تہائی سے جو کم مقدار ہو وہ ملے گی اور اگر وہ انقضائے عدت کے بعد مری تو مرد مذکور کو عورت کے تہائی مال میں سے مہر مذکور ملے گا اور اگر عورت غیر مدخولہ ہو کہ اس نے اپنے مرض میں بعوض اپنے مہر کے اس سے خلع لے لیا تو ہم کہتے ہیں کہ نصف مہر تو شوہر کے ذمہ سے بسبب طلاق قبول دخول کے ساقط ہو گیا نہ از جانب عورت اور باقی نصف مرد مذکور کو عورت کے تہائی مال سے ملے گا[(۲)] اور اسی طرح اگر عورت نے اپنے مہر سے زائد پر خلع لیا ہو تو نصف مہر بسبب طلاق قبول دخول کے ساقط ہو گیا اور باقی نصف مع زیادتی کے شوہر کو اس کے تہائی مال سے ملے گا اور اگر عورت کا مرض موت نہ ہو بلکہ وہ مرض سے اچھی ہو گئی تو مرد کو تمام مہر مسمیٰ ملے گا[(۳)] اور اگر عورت نے اپنی صحت کی حالت میں شوہر کی بیماری کی حالت میں خلع لیا تو خلع جائز ہے۔

جو کچھ بدل قرار پائے خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور عورت کو اس مرد[(۴)] کی کچھ میراث نہ ملے گی اور اگر کسی اجنبی نے تبرعاً شوہر کے مریض ہونے کی حالت میں شوہر سے اس کی بیوی کا خلع کرالیا کسی قدر مال مسمیٰ کے عوض جس کا وہ شوہر کے واسطے ضامن ہو گیا پس اگر شوہر اس مرض سے مرگیا تو یہ خلع اس کے تہائی[(۵)] سے جائز ہوگا اور اگر اجنبی نے یہ فعل بدوں رضامندی عورت کے شوہر کے

ا　ضمان درک یعنی اس معاملہ میں جو نقصان پیش آئے کہ یہ چیز تجھے نہ ملے تو میں ضامن ہوں کہ تیرا نقصان پورا کروں۔

ب　اقول وجہ ضمان اس مقام کا ظاہر نہیں ہے فافہم و ہذا انظر الی قولہ اور باندی پر قرضہ نہیں ہے۔

(۱)　یعنی اگر مولیٰ اس کا فدیہ نہ دے۔　　(۲)　اگر برآمد ہوا۔

(۳)　یا جو کمی ہو۔　　(۴)　اگر مر گیا۔

(۵)　مول اس کا تہائی مال سے نکلے۔

مرض کی حالت میں کیا پس اگر قبل انقضائے عدت کے شوہر مر گیا تو عورت کو اس کی میراث ملے گی یہ مبسوط میں ہے۔

اگر شوہر اس عورت کا چچازاد بھائی ہو اور عورت اس کی مدخولہ ہو چکی ہو پس اگر شوہر اس سے میراث قرابت نہ پا سکتا ہو بدیں وجہ کہ مثلاً اس کا کوئی اور عصبہ موجود ہے جو بہ نسبت شوہر کے اقرب ہے تو یہ اور درصورتیکہ شوہر محض اجنبی ہے دونوں یکساں ہیں اور اگر شوہر اس سے میراث قرابت پا سکتا ہو اور وہ بعد انقضائے عدت کے مر گئی تو دیکھا جائے گا کہ مقدار بدل الخلع کیا ہے اور جو اس کو عورت مذکورہ کی میراث بحق قرابت پہنچتی ہے وہ کیا پس اگر بدل الخلع مقدار میراث کے مساوی یا کم ہو تو شوہر کو بدل الخلع دیا جائے گا اور اگر زیادہ ہو تو مقدار میراث سے جس قدر زائد ہو وہ شوہر کو نہ دیا جائے گا الا باجازت باقی وارثوں کے۔

اگر عورت غیر مدخولہ ہو تو نصف مہر بسبب طلاق قبول دخول کے ساقط ہو گیا پس اس نصف کے حق میں عورت تبرع کرنے والی شمار نہ ہوگی ہاں باقی نصف کی بابت وہ تبرع کرنے والی شمار ہو سکتی ہے اور باوجود اس کے وہ وارث کے حق میں تبرع ہوئی تو اس نصف کی مقدار دیکھی جائے گی اور عورت کے مال سے اس کی میراث کی مقدار پر لحاظ کیا جائے گا پس جو دونوں میں سے کم ہو وہ شوہر کو دی جائے گی اور یہ سب اس وقت ہے کہ عورت اس مرض سے مر گئی ہو اور اگر اچھی ہو گئی تو جو کچھ اس نے بدل بیان کیا ہے وہ سب پورا شوہر کو دیا جائے گا گویا ایسا ہوا کہ عورت نے اس کو کچھ ہبہ کیا پھر وہ مرض سے اچھی ہو گئی یعنی پورا ہبہ صحیح ہوا یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت کے دو چچازاد بھائی ہیں اور دونوں اس کے وارث ہیں پھر ایک نے اس سے نکاح کیا اور دخول کر لیا پھر عورت مذکورہ نے اپنے مرض الموت میں اپنے مہر پر خلع لے لیا اور اس عورت کا کچھ مال سوائے اس کے نہیں ہے پھر وہ عدت میں مر گئی تو مہر مذکور ان دونوں بھائیوں کے درمیان نصفا نصف ہوگا اور اگر شوہر نے اس کے مہر پر طلاق دے دی پھر وہ عدت میں مر گئی تو یہ طلاق رجعی ہوگی پس شوہر کو نصف مہر بسبب حق میراث زوجیت کے ملے گا اور باقی دونوں بھائیوں میں نصفا نصف مشترک ہوگا یہ کافی میں ہے۔

نواں باب:

ظہار کے بیان میں

قال المترجم ظہار کی تعریف میں کہ کس کو کہتے ہیں فرمایا کہ ظہار تشبیہ دینا اپنی زوجہ کا یا اس کے کسی جزو کا جو شائع[1] ہے یا اس کے ساتھ کل بدن سے تعبیر کی جاتی ہے محرمات ابدیہ کی ایسی چیز[1] کے ساتھ جس کی طرف نظر حلال نہیں ہے اگرچہ حرمت ابدی بسبب رضاعت یا رشتہ صہریت[2] کے پیدا ہوئی ہو یہ فتح القدیر میں ہے چاہے زوجہ حرہ ہو یا باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد یا کتابیہ یہ سراج الوہاج میں ہے اور شرط صحت ظہار عورت میں یہ ہے کہ وہ زوجہ[3] ہو اور مرد میں یہ ہے کہ وہ اہل کفارہ[4] میں سے ہو پس ذمی کا ظہار مثل طفل[2] و مجنون کے نہیں صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے پس اگر کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس نے نکاح کی اجازت نہیں دی ہے پھر اس کے ساتھ ظہار کیا پھر اس نے نکاح کی اجازت دی تو ظہار باطل ہے اور اگر غلام یا مدبر یا مکاتب نے اپنی عورت سے ظہار کیا تو اس کا ظہار صحیح ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے پس اگر کسی نے اپنی باندی سے ظہار کیا خواہ وہ موطوءہ[5] ہو یا غیر موطوءہ ہو تو نہیں صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اسی طرح اگر بیوی کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دی جس کی حرمت ابدی نہیں ہے بلکہ موقت کسی وقت تک ہے جیسے مطلقہ ثلاثہ تو ظہار صحیح نہ ہوگا یہ تلخیص الحیط میں ہے رکن ظہار اپنی بیوی سے یہ کہنا کہ انت کظهر امی تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے یا جو لفظ اس کے قائم مقام بایں طور ہو کہ اس کے معنی اس سے حاصل ہوں یہ نہایہ میں ہے اور اگر بیوی سے کہا کہ تیرا سر[3] سر مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے یا تیرا چہرہ یا تیری گردن یا تیری فرج تو مظاہر[6] ہو جائے گا یعنی ظہار کرنے والا ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بیوی سے کہا کہ تیرا بدن مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے یا تیرا چوتھائی یا تیرا نصف حصہ یا اس کے مثل[7] کوئی جزو شائع بیان کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے۔

---

۱ قال لفظ عام ہے چاہے کل کے ساتھ تشبیہ ہو یا کسی ایسے جزو کے ساتھ۔

۲ قلت اس میں لطیف بلاغت ظاہر ہے۔

۳ قال المترجم سر ایسا جزو ہے کہ تمام بدن سے اس کی تعبیر کی جاتی ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ ایک راس گاؤ پیش یعنی ایک بھینس اور ایسا ہی چہرہ چنانچہ بولتے ہیں کہ تیرے چہرہ پر لعنت یعنی تجھ پر یا مدت کے بعد یہ صورت نظر آئی اور صورت بمعنی چہرہ اطلاق فارسی بھی ہے چنانچہ ظفرا نے مرثیہ میں کہا ہے شعر نخوردہ تیغ کہ خورشید تابان زخم بر صورت۔ از چہ تیرا آسمانی خوچکاں رفتہ۔ اور گردن کی مثالیں معروف ہیں والفرج اظہر نے اظہار۔

(۱) یعنی تمام بدن میں۔

(۲) صہر یہ رشتہ خسر و دامادی از مذکر و مونث ہے۔

(۳) بوقت ظہار۔

(۴) یعنی کفارہ ظہار کی اہلیت رکھتا ہو۔ (۵) وطی کردہ شدہ۔

(۶) مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے۔

(۷) تہائی و پانچواں و چھٹا و ساتواں وغیرہ۔

اگر عورت کو اپنی ماں کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جس کی طرف نظر کرنا اس کو حلال نہیں:

اگر ایسا جزو ذکر کیا جس سے تمام بدن سے تعبیر نہیں کی جاتی ہے جیسے ہاتھ یا پاؤں تو ظہار ثابت نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اگر کہا کہ تیری پیٹھ مجھ پر مثل میری ماں کی پیٹھ کے ہے یا مثل اس کے پیٹ یا مثل اس کی فرج کے ہے تو یہ ظہار نہیں ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے قال المترجم وفیہ نظر ظاہر فافہم اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل گھٹنے میری ماں کے ہے تو قیاساً وہ مظاہر[1] ہوگا اور اگر کہا کہ تیری ران مجھ پر مثل ران میری ماں کے ہے تو یہ ظہار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت کو اپنی ماں کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جس کی طرف نظر کرنا اس کو حلال نہیں ہے تو یہ مثل پشت کے ساتھ تشبیہ کے ہے اور اسی طرح اگر سوائے ماں کے اور کسی عورت سے جس سے اس کو کبھی نکاح کرنا حلال نہیں ہے اپنی بیوی کو تشبیہ دی جیسے بہن و پھوپھی و رضاعی ماں و رضاعی بہن وغیرہ تو بھی یہی حکم ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں قال المترجم[2] الا تری کیف صرح هقهمنا بان التشبیه الی عضو من امه لا یحل له النظر الیه من انظهار والفرج من تلك الاعضاء فالنظر منی لا یدفع له علی مامر فافهم۔ اور اگر عورت کو ایسی چیز سے تشبیہ دی جس کی طرف اس کو نظر حلال ہے جیسے بال و چہرہ و ہاتھ و پاؤں تو یہ ظہار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مرد نے کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے تو مظاہر ہو جائے گا خواہ عورت مدخولہ ہو یا نہ ہو اور اگر کہا کہ مثل پشت تیری دختر کے ہے پس اگر مدخولہ ہو تو مظاہر ہوگا ورنہ نہیں یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر اپنی بیوی کو اپنے باپ یا بیٹے کی بیوی سے تشبیہ دی تو ظہار ہے خواہ باپ یا بیٹے نے اپنی بیوی سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر اپنی بیوی کو ایسی عورت سے تشبیہ دی جس سے اس کے باپ یا بیٹے نے زنا کیا ہے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ یہ ظہار ہوگا اور یہی صحیح ہے قال المترجم اگر فتویٰ دیا جائے کہ ظہار نہ ہوگا تو مفتی کی فقاہت کی دلیل ہے بنظر زمانہ موجودہ واللہ اعلم۔ اگر اپنی بیوی کو ایسی عورت کی ماں یا بیٹی سے تشبیہ دی جس سے زنا کیا ہے تو ظہار ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر شہوت سے کسی اجنبیہ کا بوسہ لیا یا شہوت سے اس کی فرج کو دیکھا پھر اپنی بیوی کو اس کی دختر سے تشبیہ دی تو امام اعظمؒ کے نزدیک یہ شخص مظاہر نہ ہوگا اور افعال مذکورہ وطی کے مشابہ نہیں ہیں یہ محیط میں ہے ظہار کا حکم یہ ہے کہ تا وقت ادائے کفارہ تمام و کمال وطی و اس کی دواعی[3] حرام ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر قبل کفارہ ادا کرنے کے اس عورت سے وطی کی تو اللہ تعالیٰ استغفار کرے اور کچھ اس پر واجب نہیں ہے سوائے پہلے کفارہ کے اور معاودت نہ کرے یہاں تک کہ کفارہ ادا کردے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت سے ظہار کیا پھر اس کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے نکاح کر لیا تو اس کی وطی و استمتاع حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ کفارہ ادا کرے اور اسی طرح اگر اس کی زوجہ باندی ہو اور اس سے ظہار کیا پھر اس کو خرید کیا حتیٰ کہ بسبب ملک یمین کے نکاح باطل ہو گیا تو بھی اس کی وطی و استمتاع جب تک کہ کفارہ نہ ادا کردے حلال نہیں ہے اسی طرح اگر عورت حرہ ہو پھر وہ اسلام سے مرتد ہو گئی اور دارالحرب میں جا ملی پھر قید ہو کر دارالاسلام میں آئی پھر مرد مذکور نے اس کو خرید کیا تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر عورت سے ظہار کیا پھر خود اسلام سے مرتد ہو گیا

۱؎ ظاہراً صحیح عبارت یوں ہے کہ تو یہ ظہار ہوگا واللہ اعلم۔

۲؎ مترجم کہتا ہے کہ یہاں صریح کہا کہ ماں کے کسی جزو بدن کی طرف جس کا دیکھنا حلال نہیں ہے تشبیہ دینا ظہار ہے اور فرج ضرور ایسا عضو ہے تو میرا اعتراض کامل ہو گیا کہ ظہار ہوگا۔

۳؎ جو چیزیں وطی کی طرف بلانے والی ہوں جیسے مساس وغیرہ۔

(۱) مظاہر ظہار کرنے والا۔

تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر عورت کو تین طلاق دے دیں پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا پھر وہ اول شوہر کے نکاح میں آئی تو پہلے کفارہ ادا کر دینے کے بغیر اس کی وطی جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر ایک ساتھ دونوں مرتد ہو گئے پھر دونوں اسلام لائے تو امام ابو حنیفہؒ کے قول میں وہ دونوں اپنے ظہار پر ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہ سب ظہار مطلق اور ظہار مؤبد میں ہے اور رہا ظہار مؤقت جیسے کسی قدر مدت معلومہ مثل ایک روز یا ایک مہینہ یا ایک سال کے واسطے ظہار کیا تو ایسے ظہار مؤقت میں اگر اس نے اس مدت کے اندر اس سے قربت کی تو اس پر کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس سے قربت نہ کی یہاں تک کہ یہ مدت گزر گئی تو اس کے ذمہ سے کفارہ ساقط ہو جائے گا اور ظہار باطل ہو گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور عورت کو اختیار ہے کہ ظہار کرنے والے سے وطی کا مطالبہ کرے اور عورت پر واجب ہے کہ اپنے ساتھ استمتاع سے اس کو مانع ہو یہاں تک کہ وہ کفارہ ادا کرے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ظہار کرنے والے نے کفارہ ادا نہ کیا اور یہ معاملہ قاضی کے سامنے بطور نالش پیش ہوا تو قاضی اس کو قید کرے گا تا کہ کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو میری ماں ہے تو مظاہر نہ ہو گا مگر لائق ہے کہ مکروہ ہو:

اگر ظہار کرنے والے نے کہا کہ میں نے کفارہ ادا کر دیا ہے تو اس کی تصدیق کی جائے گی جب تک اس کا دروغ معلوم نہ ہو یہ نہر الفائق میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے تو مظاہر ہو جائے گا چاہے اس نے ظہار کی نیت کی ہو یا اس کی کچھ نیت اصلا نہ ہو اور نیز اگر اس نے کرامت یا منزلت یا طلاق یا تحریم بقسم کی نیت کی ہو تو بھی ظہار کے سوائے کچھ نہ ہو گا اور اگر اس نے کہا کہ میں نے زمانہ ماضی کے اخبار دروغ کی نیت کی تو قضاءً اس کے قول کی تصدیق نہ ہو گی اور عورت کو بھی روا نہیں ہے کہ اس کے قول کی تصدیق کرے جیسے قاضی کو تصدیق کرنا روا نہیں ہے اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کے قول کی تصدیق ہو گی اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں تجھ سے مظاہر ہوں یا ظاہر تک یعنی میں نے تجھ سے مظاہرت کی تو وہ مظاہر ہو گا خواہ اس نے ظہار کی نیت کی ہو یا اس کی کچھ نیت نہ ہو اور جو کچھ وہ نیت کرے گا سوائے ظہار کے اور کچھ نہ ہو گا اور اگر اس نے زمانہ ماضی کے خبر دروغ کی نیت کی ہو تو قضاءً تصدیق نہ ہو گی اور دیانۃً تصدیق ہو گی اور اسی طرح اگر اس نے کہا کہ تو مجھ پر مثل پیٹ میری ماں کے ہے یا مثل ران میری ماں کے ہے یا مثل فرج میری ماں کے ہے تو یہ قول اور تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے دونوں یکساں ہیں یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ انت فی کظھر امی او عندی او معی یعنی تو مجھ سے یا میرے نزدیک یا میرے ساتھ مثل ظہر میری ماں کے ہے تو مظاہر ہو گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو میری ماں ہے تو مظاہر نہ ہو گا مگر لائق ہے کہ مکروہ ہو اور اسی طرح اگر کہا کہ اے میری دختر یا اے میری بہن یا مثل اس کے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے یا مانند میری ماں کے ہے پس نیت کر کے کہا اور طلاق کی نیت کی تو طلاق بائن واقع ہو گی اور اگر کرامت یا ظہار کی نیت کی تو اس کی نیت کے موافق ہو گا یہ فتح القدیر میں ہے۔ اگر اس کی کچھ نیت نہ ہو تو امام اعظمؒ کے قول پر اس پر کچھ لازم نہ ہو گا بسبب لفظ کو معنی کرامت پر محمول کرنے کے یہ جامع صغیر میں ہے۔

قال المترجم اس میں اشارہ ہے کہ اس حکم میں صاحبینؒ کا خلاف ہے لہٰذا غایۃ البیان میں لکھا کہ صحیح قول امام اعظمؒ ہے انتہی اور اگر تحریم کی نیت کی تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کے نزدیک ظہار ہو گا اور اگر اس نے یوں کہا کہ تو مثل میری ماں کے ہے اور یہ نہ کہا کہ مجھ پر یا میرے نزدیک اور کچھ نیت نہیں کی تو بالاتفاق اس پر کچھ لازم[1] نہ آئے گا یہ فتاویٰ قاضی

---

(۱) اگرچہ مکروہ ہے۔

خان میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے وطی کی تو اپنی ماں سے وطی کی تو اس پر کچھ لازم[1] نہ آئے گا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے مثل میری ماں کے اور طلاق یا ظہار یا ایلاء کی نیت کی تو اس کی نیت کے موافق ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ کی تو امام محمدؒ کے قول میں ظہار ہوگا اور شیخ خصافؒ نے ذکر فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے موافق بھی صحیح وہی ہے جو امام محمدؒ نے فرمایا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے مثل پشت میری ماں کے اور طلاق یا ایلاء کی نیت کی تو امام اعظمؒ کے نزدیک ظہار کے سوائے کچھ نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک طلاق ہوگی اور اگر اس نے تحریم کی نیت کی یا کچھ نیت نہیں کی تو بالاجماع ظہار ہوگا اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میرے باپ کے ہے یا مثل پشت میرے قریب کے ہے یا مثل پشت کسی مرد اجنبی کے بیان کیا تو مظاہر نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کہا کہ کفرج ابی و کفرج ابنی مثل فرج میرے باپ یا مثل فرج میرے پسر کے ہے تو مظاہر ہوگا قال المترجم فرج کا لفظ عرب میں شرم گاہ مرد و عورت دونوں پر اطلاق ہوتا ہے فافہم اور عورت اپنے شوہر سے مظاہرہ نہیں ہوتی ہے یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی صحیح ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور ظہار کی شرط یہ ہے کہ شوہر اہل کفارہ میں سے ہو پس ذمی کا ظہار مثل طفل و مجنون کے صحیح نہ ہوگا اور اگر ظہار کیا پھر مجنون ہوگیا پھر اس کو افاقہ ہوا تو اپنے ظہار پر برابر رہے گا یہ نہیں ہے کہ افاقہ حاصل ہونے کے سبب سے ظہار کے عود کیا ہو یہ فتح القدیر میں ہے۔

جو شخص نشہ میں ہے اس کا ظہار لازم ہوگا اور گونگے کا ظہار اگر بذریعہ تحریر ہو یا بذریعہ اشارہ:

منجملہ شرائط ظہار کے یہ ہے کہ معتوہ نہ ہو اور مدہوش نہ ہو اور برسام کا مریض نہ ہو اور مغمی[2] علیہ نہ ہو اور خواہ میں سویا ہوا نہ ہو پس ان لوگوں کا ظہار صحیح نہیں ہے اور یہ شرط نہیں ہے کہ اس نے بجد[1] ظہار کیا ہو حتیٰ کہ ہزل کے ساتھ ظہار کرنے والا مظاہر ہوگا اسی طرح طوعاً و عمداً ہونا صحت ظہار کے واسطے ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے پس مکرہ کا ظہار یعنی جس نے باکراہ ظہار کیا اور خطاء سے کرنے والا مظاہر ہوگا جیسے کہ اس کی طلاق صحیح ہوتی ہے ظہار بھی صحیح ہوگا اسی طرح شرط خیار سے خالی ہونا بھی ہمارے نزدیک شرط نہیں ہے پس جس نے شرط خیار کے ساتھ ظہار کیا اس کا ظہار صحیح ہوگا یہ بدائع میں ہے قال المترجم یعنی شرط باطل اور ظہار صحیح ہوگا فافہم۔ جو شخص نشہ میں ہے اس کا ظہار لازم ہوگا اور گونگے کا ظہار اگر بذریعہ تحریر ہو یا بذریعہ اشارہ کہ سمجھ میں آئے اور اس نے نیت کی ہو نیز لازم ہے جیسے طلاق میں حکم ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے مجوسیہ کا شوہر مسلمان ہوگیا اور قبل اس کے کہ اس کی بیوی پر اسلام پیش کیا جائے اس نے مجوسیہ سے ظہار کر لیا تو صحیح ہوگا اس واسطے کہ وہ اہل کفارہ میں سے ہوگیا ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور واضح رہے کہ ظہار موجب نقصان عدد[2] ورموجب بینونت نہیں ہوتا ہے اگرچہ مدت طویل ہو جائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر بیوی صغیرہ ہو یا رتقاء[3] ہو یا قرناء ہو یا حائض ہو یا نفاس میں ہو یا مجنونہ ہو یا غیر مدخولہ ہو ان میں سے ظہار ہر ایک سے صحیح ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔

اگر عورت کو طلاق رجعی دے دی پھر اس سے عدت کے اندر ظہار کیا تو ظہار صحیح ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور جس

---

[1] جد مقابلہ ہزل یعنی فضول سے نہ کہنا۔

[2] یعنی تین طلاق کا اختیار جو عورت پر حاصل ہے اس میں کمی نہیں ہوتی ہے۔

[3] رتقاء عضو شرم کے دونوں کنارے ایسے چسپیدہ ہوں کہ دخول ممکن نہ ہو قرناء دونوں طرف سے ہڈیاں ایسی ملی ہوں کہ دخول ممکن نہ ہو۔

(۱) استغفار کرے مکروہ ہے۔

(۲) مغمی علیہ جس پر بے ہوشی طاری ہو۔

عورت کو تین طلاق دے چکا ہے اور جس کو بائنہ کر چکا ہے اور جس کو خلع دے دیا ہے اس سے ظہار نہیں صحیح ہے اگرچہ عدت میں ہو یہ بدائع میں ہے اور ظہار کے ساتھ ملا کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو بالاجماع اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا کیونکہ عود منتفی ہے یہ غیاثیہ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے یوں کہا کہ تو مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے کل کے روز یا بعد کل کے روز کے تو یہ ایک ہی ظہار ہے اور اگر یوں کہا کہ تو مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے کل کے روز اور جب پرسوں کا روز آئے تو یہ دو ظہار ہیں پس اگر آج کے روز کفارہ دے دیا[1] تو یہ پرسوں[2] کے واسطے کافی نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے ہر روز تو یہ ایک ہی ظہار ہوگا کہ ایک ہی کفارہ سے باطل ہو جائے گا اور اگر عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے ہر دن میں تو ہر دن آنے پر ظہار جدید ہوتا جائے گا پھر جب ایک روز گزرے گا تو اس روز ظہار باطل ہو جائے گا اور دوسرے روز میں مظاہر ہو جائے گا اور جدید ظہار ہوگا اسی طرح دن ہی دن میں ہر روز ایسا ہی ہوتا رہے گا مگر اس کو اختیار ہوگا کہ رات میں عورت سے قربت کرے یہ کافی میں ہے اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے ہر روز از روئے ظہار کے تو ہر روز ظہار جدید پیدا ہوگا پس ہر روز وہ مظاہر ہوگا اور ہر روز جب نیا دن آئے گا تو ظہار جدید پیدا ہوگا پھر جب یہ روز گزر جائے گا تو اس روز کا ظہار باطل ہو جائے گا اور دوسرے دن پھر وہ مظاہر ہو جائے گا بظہار جدید مگر اس کو اختیار رہے گا کہ چاہے رات میں عورت سے قربت کرے اور اگر اس نے ایک روز کفارہ دے دیا تو اسی روز کا ظہار باطل ہوگا اور دوسرے روز پھر جدید ظہار آ جائے گا اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے ہر بار جبکہ روز آئے تو جب کوئی دن آئے گا تو مرد مذکور اس عورت سے مظاہر ہو جائے گا اور اس روز کا ظہار اس روز کے گزرنے سے منتہی نہ ہو جائے گا اور اسی طرح جب دن آتا جائے گا تو وہ جدید ظہار دیگر سے بھی مظاہر ہوتا جائے گا یعنی باوجود اول ظہار کے باقی رہنے کے اور سوائے کفارہ کے اس کو کوئی باطل نہیں کر سکتا ہے یہ شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے۔

اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر دوسرے مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے فلاں کی بیوی فلاں پر:

منتقی میں لکھا ہے کہ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے ماہ رمضان پورا اور پورا رجب۔ پھر اس نے رجب میں کفارہ دے دیا تو اس سے رجب کا ظہار اور رمضان کا ظہار استحساناً ساقط ہو جائے گا اور یہ ایک ہی ظہار ہوگا اور اگر اس نے شعبان میں کفارہ دیا تو جائز نہیں ہے اور فرمایا کہ آیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اگر عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے ہمیشہ الا بروز جمعہ پھر کفارہ دیا پس اگر روز استثناء میں کفارہ دیا تو کافی[3] نہ ہوگا اور اگر ایسے روز دیا جس روز وہ مظاہر ہے تو سب ایام کے واسطے باقی ہوگا اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر دوسرے مرد نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے فلاں کی بیوی فلاں پر ہے تو وہ اپنی بیوی سے مظاہر ہو جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے ظہار کیا پھر اس عورت کے ساتھ دوسری بیوی کو شریک کر دیا یا کہا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسی یہ حالانکہ اس کی نیت ظہار تھی تو صحیح ہے اسی طرح اگر مظاہرہ عورت کے مرنے کے بعد یا کفارہ دینے کے بعد کہا تو بھی بہ نیت مذکور دوسری سے مظاہر ہو جائے گا یہ عتابیہ میں ہے اور اگر اس نے تیسری بیوی سے کہا کہ میں نے تجھ کو ان دونوں کے ظہار میں شریک کیا تو وہ تیسری بیوی سے بدو ظہار مظاہر ہو جائے گا یہ تہذیب میں ہے اور اگر کسی نے اپنی

(۱) یعنی کل کے روز کے واسطے۔

(۲) جو ظہار پرسوں واقع ہو۔

(۳) یعنی جمعہ جیسا کہ مسئلہ مذکورہ میں ہے۔

بیویوں سے کہا کہ تم مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہو تو وہ سب سے مظاہر ہو جائے گا اور اس پر ہر ایک کے واسطے ایک کفارہ واجب ہو گا یہ کافی میں ہے اور اپنی عورت سے کئی بار ایک مجلس میں یا کئی مجلسوں میں ظہار کیا تو اس پر ہر ظہار کے واسطے کفارہ لازم ہوگا الا آنکہ وہ پہلے ہی ظہار کو مراد لے جیسا کہ اسبیجابی وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور بعض نے کہا کہ مجلس واحد اور مجالس متعددہ میں فرق ہے لیکن اعتماد(۱) قول اول پر ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔

ظہار کے تعلیق اپنی بیوی کے ساتھ صحیح ہی چنانچہ اگر کہا کہ اگر تو اس دار میں داخل ہوئی یا تو نے فلاں سے کلام کیا تو تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے تو بطور تعلیق[ل] صحیح ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی اجنبیہ سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے پھر اس سے نکاح کیا تو مظاہر ہو جائے گا اور اگر اجنبیہ عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے اور کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے پھر اس سے نکاح کیا تو طلاق وظہار دونوں لازم آئیں گے اس واسطے کہ ان دونوں کا وقوع ایک ہی حالت میں ہو سکتا ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے اور تو طالقہ ہے پھر اس سے نکاح کیا تو دونوں لازم آئیں گے اور اگر کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح کروں تو تو طالقہ ہے اور تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے پھر اس سے نکاح کیا تو طلاق لازم آئے گی اور ظہار لازم نہ آئے گا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر اجنبیہ عورت سے کہا کہ تو مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے اگر تو اس دار میں داخل ہوئی تو صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس سے نکاح کیا اور وہ اس دار میں داخل ہوئی تو بالاجماع قول مذکور کی وجہ سے مظاہر نہ ہوگا اگر ظہار کو کسی شرط پر معلق کیا پھر قبل شرط پائی جانے کے عورت کو بائنہ کر دیا پھر اس کی عدت میں یہ شرط پائی گئی تو ظہار واقع نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو ظہار نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تو مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے اگر فلاں نے چاہا تو یوں کہا تو مجھ پر مثل پشت میری ماں کے ہے اگر تو نے چاہا تو یہ چاہنا اسی مجلس تک کے واسطے ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر کہا کہ اگر میں نے تجھ سے قربت کی تو تو مجھ پر مثل ظہر میری ماں کے ہے تو ایلاء کرنے والا ہوگا پس اگر اس کو چار مہینے تک چھوڑ دیا تو بوجہ ایلاء کے بائنہ ہو جائے گی اور اگر چار مہینے کے اندر اس سے وطی کی تو ظہار لازم ہو جائے گا اور جس صورت میں کہ بوجہ ایلاء کے بائنہ ہو گئی پھر اس سے نکاح کیا پھر قربت کی تو بھی مظاہر ہوگا یہ مبسوط میں ہے۔

دسواں باب:

کفارہ کے بیان میں

مظاہر پر کفارہ جب ہی واجب ہوتا ہے جب بعد ظہار کے عورت سے وطی کا قصد کیا اور اگر اس امر پر راضی ہوا کہ عورت مذکورہ مظاہر پر محرمہ باقی رہے بسبب ظہار کے اور اس کی وطی کا عزم نہ کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا اور جب اس نے عورت کی وطی کا عزم کیا اور اس پر کفارہ واجب ہوا تو وہ کفارہ دینے پر مجبور کیا جائے گا پھر اس کے بعد اس نے عزم کیا کہ اس سے وطی نہ کرے گا تو کفارہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا اور اسی طرح اگر بعد عزم کے دونوں میں سے کوئی مر گیا تو بھی ساقط ہو جائے گا یہ

ل یعنی اگر وہ دار میں داخل ہوئی یا فلاں سے کلام کیا تو مرد مذکور اس سے مظاہر ہو جائے گا۔

(۱) یعنی فرق نہیں ہے۔

ینابیع میں ہے کفارہ ظہار یہ ہے کہ ایک بردہ جو محض مملوک ہو جو اس کی ملک ہو اور جو منافع چاہئے ہیں اس کی جنس کے موجود ہوں نیت کفارہ کے ساتھ بلاعوض آزاد کرے کذا فی الجوہرۃ النیرہ خواہ یہ بردہ کافر ہو یا مسلمان ہو خواہ مذکر ہو یا مونث ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو یہ شرح نقایہ برجندی میں ہے اور جب نصف بردہ آزاد کیا پھر قبل جماع کے باقی نصف بھی آزاد کر دیا تو اس کے کفارہ سے جائز ہوگا اور اگر جماع کے بعد باقی نصف آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کے کفارہ سے جائز نہ ہوگا اور اگر ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہو اور ان میں سے ایک نے اپنا حصہ اپنے کفارہ سے آزاد کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک کفارہ سے روانہ ہوگا خواہ یہ شریک موسر[1] ہو یا معسر ہو اور اگر اپنا غلام آزاد کیا اور اپنے کفارہ سے آزاد کرنے کی نیت نہ کی یا بعد آزاد کرنے کے نیت کی تو کفارہ سے جائز نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر دو بردوں میں سے نصف آزاد کیا مثلاً اس کے اور اس کے شریک کے درمیان دو غلام مشترک ہیں ان میں سے نصف اپنا حصہ آزاد کیا تو نہیں[(۱)] جائز ہے یہ مبسوط میں ہے اور بہرا[۲] کفارہ ظہار سے جائز ہے اگر کچھ سنتا ہو اور اگر کچھ بھی نہ سنتا ہو تو نہیں جائز ہے یہی مختار ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور گونگے کا آزاد کرنا کفارہ ظہار سے نہیں جائز ہے اسی واسطے کہ ایک جنس منفعت یعنی بولنا فوت ہے یہ کافی میں ہے۔

اگر ایسا غلام کفارہ ظہار سے آزاد کیا جس کا خون حلال ہے کہ اس کا حکم ہو گیا ہے پھر اس سے خون عضو کر دیا گیا تو جائز نہ ہوگا:

اگر منفعت میں خلل ہو تو وہ جائز ہونے سے مانع نہیں ہے حتیٰ کہ عوراء[(۲)] اور جس کا ایک ہاتھ اور دوسری طرف کا ایک پاؤں کٹا ہوا ہو جائز ہے بخلاف اس کے اگر ایک ہاتھ اور ایک پاؤں ایک ہی طرف سے کٹا ہوا ہو وہ نہیں جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے اور جس کے دونوں ہاتھ شل ہوں وہ نہیں روا ہے کیونکہ اس جنس کی منفعت معدوم ہے یہ مبسوط میں ہے اور مجبوب کا آزاد کرنا جائز ہے اور اندھے کا یا جس کے دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں آزاد کرنا نہیں جائز ہے اور مدبر و ام ولد کا تحریر[(۳)] کرنا نہیں جائز ہے اس واسطے کہ یہ ایک وجہ سے آزاد ہیں اور ایسے مکاتب کا آزاد کرنا جس نے کچھ بدل کتابت ادا کیا ہے نہیں جائز ہے اور اگر مکاتب نے کچھ بدل کتابت ہنوز ادا نہ کیا ہو آزاد کرے تو جائز ہے یہ کافی میں ہے اور اگر مکاتب ادائے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا پھر اس کو کفارہ ظہار سے آزاد کیا تو جائز ہے خواہ اس نے کچھ بدل کتابت ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر خصی ہو یا اس کے ہر دو کان کٹے ہوئے ہوں یا ذکر کٹا ہوا ہو تو ہمارے نزدیک اس کا آزاد کرنا جائز ہے اور جس کا انگوٹھا دونوں ہاتھوں کا کٹا ہوا ہو وہ نہیں جائز ہے اسی طرح اگر ہر ہاتھ میں سے تین انگلیاں کٹی ہوئی ہوں تو نہیں جائز ہے یہ نہایہ میں ہے اور اگر سوائے دونوں انگوٹھوں کے اور دو انگلیاں کٹی ہوں تو جائز ہے اگر چہ ہر ہاتھ میں سے سوائے انگوٹھے کے دو انگلیاں کٹی ہوں اور جس کے دانت گر گئے ہوں کہ وہ کھانے سے عاجز ہو تو نہیں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے رتقاء[(۴)] و قرناء و عمشاء و برصا اور رمداء و خلشی و نکفا جائز ہے یہ

---

۱ یعنی خوشحال یا تنگدست۔

۲ یعنی بہرا غلام آزاد کرنا نہیں کافی ہے۔

(۱) یعنی کفارہ ظہار سے۔

(۲) کانی یا کانا۔

(۳) آزاد کرنا۔

(۴) امراض مخصوص پر باندی ہیں۔

بحرالرائق میں ہے اور عشواء وبخرومہ وعنین جائز ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور جس کی پلکیں جاتی رہی ہوں اور داڑھی کے بال نابود ہوں وہ جائز ہے اور نیز ہونٹ کٹا جائز ہے بشرطیکہ کھانے پر قادر ہو اور مجنون ومعتوہ نہیں جائز ہے اور اگر کبھی جنون ہو جاتا ہو اور کبھی افاقہ پس حالت افاقہ میں اس کو آزاد کر دیا تو جائز ہے اور اسی طرح جو مریض کہ بحد مرض الموت پہنچا ہو نہیں جائز ہے اور اگر ایسا ہو کہ اس کی موت کا بھی خوف ہو اور امید زندگی بھی ہو یعنی شاید اچھا ہو جائے تو جائز ہے اور مرتد بعضے مشائخ کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک نہیں جائز[1] ہے اور مرتدہ بلا خلاف جائز ہے یہ محیط میں ہے اور ابراہیم نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایسا غلام کفارہ ظہار سے آزاد کیا جس کا خون حلال[2] ہے کہ اس کا حکم ہو گیا ہے پھر اس سے خون عفو کر دیا گیا تو جائز[3] نہ ہوگا یہ فتح القدیر ونہایہ میں ہے۔

کرخیؒ نے مختصر میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر غلام جس کا خون حلال ہے کفارہ ظہار سے آزاد کیا تو جائز ہے یہ شرح مبسوط سرخسی میں ہے اور اگر کچھ مال پر اپنا غلام بہ نیت کفارہ آزاد کیا تو کافی نہ ہوگا اگرچہ مال عوض ساقط کر دیا ہو اور جو غلام بھاگ گیا ہے اگر معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے تو اس کا آزاد کرنا کفارہ سے جائز ہے یہ محیط میں ہے اور نہایت بڑھا جو عاجز ہو گیا ہے کفارہ سے نہیں جائز ہے اور جو غائب کہ اس کی خبر منقطع ہو نیز نہیں جائز ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر دودھ پیتے ہوئے کو اپنے کفارہ سے آزاد کر دیا تو جائز ہے اور اگر وہ جو اس کی باندی کے پیٹ میں ہے کفارہ سے آزاد کیا تو کفارہ سے جائز نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور مفلوج[4] جس کا ایک طرف کا دھڑ رہ گیا ہو کفارہ سے نہیں جائز ہے اور نیز لنجا اور جس کو گٹھیا مار گئی ہو نہیں جائز ہے اور اگر کفارہ ظہار سے اپنا غلام آزاد کیا درحالیکہ وہ مریض ہے اور یہ غلام اس کے تہائی مال سے برآمد نہیں ہوتا ہے پھر خود مر گیا تو غلام مذکور اس کے کفارہ سے جائز نہ ہوگا اگرچہ وارثوں نے اس کی اجازت دے دی ہو اور اگر مرض سے اچھا ہو گیا تو جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر غلام حربی کو دارالحرب میں اپنے کفارہ ظہار سے آزاد کیا تو جائز نہ ہوگا اور اگر دارالاسلام میں اس کو آزاد کیا تو کافی ہے یہ شرح مبسوط سرخسی میں ہے اور اگر بدوں اس کے فعل[ا] و دخل کے کوئی ذی رحم محرم اس کا اس کی ملک میں داخل ہوا جیسے وہ کسی ذی رحم محرم کا وارث ہوا تو بالاجماع اس کے کفارہ ظہار سے اس کا آزاد کرنا جائز[5] نہ ہوگا اور اگر اس کے فعل سے اس کی ملک میں داخل ہوا پس اگر اپنے فعل کے ساتھ اس نے یہ نیت کی ہو کہ یہ میرے کفارہ سے آزاد ہوگا تو ہمارے نزدیک جائز ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اس نے ایسا غلام آزاد کیا جس کو کسی نے غصب کر لیا تھا تو وہ اس کے کفارہ سے جائز ہو جائے گا جبکہ وہ اس کو وصول[6] ہو جائے اور اگر غاصب نے دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے یہ غلام ہبہ کر دیا تھا اور جھوٹے گواہ قائم کئے اور حاکم نے اس کے واسطے غلام مذکور کا حکم دے دیا تو کفارہ سے اس کا آزاد کرنا کافی نہ ہوگا یہ بحرالرائق میں ہے۔

ا فعل......اور اگر اس نے اس نیت سے خریدا تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔

(۱) وہو الاصح عندی۔

(۲) یعنی قصاص کا۔

(۳) ہاں اب اگر آزاد کر دے تو روا نہ ہوگا۔

(۴) فالج زدہ۔

(۵) کیونکہ وہ خود بخود آزاد ہو جائے گا۔

(۶) یعنی اس کے ہاتھ آ جائے۔

اگر غلام مقروض کو کفارہ سے آزاد کیا تو جائز ہے اگر چہ اس پر قرضہ کے واسطے سعایت واجب ہے اسی طرح اگر غلام مرہون کو اپنے کفارہ سے آزاد کیا تو جائز ہے اگر چہ راہن مذکور تندرست ہو اور غلام مذکور قرضہ [1] کے واسطے سعایت کرے گا یہ شرح مبسوط سرخسی میں ہے اور اگر کسی نے اپنا غلام کسی دوسرے کے کفارہ سے بدوں اس کے حکم کے آزاد کیا تو بالاتفاق نہیں جائز ہے اور اس غلام کا عتق اس آزاد کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگا اور اگر غیر نے اس کو اس کام کا حکم کیا ہو پس اگر یوں کہا کہ اپنا غلام میری طرف سے آزاد کر دے اور کچھ معاوضہ کا ذکر نہیں کیا تو اس کا آزاد ہونا آزاد کرنے والے کی طرف سے واقع ہوگا یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر یوں کہا کہ اپنے غلام کو میری طرف سے ہزار درہم پر آزاد کر دے تو اس غیر کی طرف سے عتق واقع ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے باپ کو میرے واسطے خرید کرے پس اس کو بعد ایک ماہ کے میرے کفارہ ظہار سے آزاد کر دے پس وکیل نے اس کو خرید اتو آزاد ہو جائے گا جیسے اس کو خود خرید نے کی صورت میں ہے مگر موکل [ل] کے کفارہ ظہار سے جائز ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جس شخص پر دو کفارے دو ظہار کے واجب ہوئے پس اس نے دو بردے آزاد کئے اور کسی کو کسی خاص کفارہ کے واسطے متعین نہیں کیا تو یہ اس کے دونوں کفاروں سے جائز ہوں گے اور اسی طرح اگر اس نے چار ماہ کے روزے رکھ لئے یا ایک سو بیس مسکینوں کو کھانا دے دیا تو جائز ہے اور اگر اس نے دونوں ظہاروں سے ایک بردہ آزاد کیا یا دو مہینے کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا دیا تو اس کو اختیار ہوگا کہ دونوں ظہار میں سے جس کا کفارہ چاہے قرار دے اور اگر اس نے ایک ظہار سے بردہ آزاد کیا اور وہ قتل کیا گیا تو دونوں میں سے کسی سے جائز نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ رقبہ مومنہ ہو اور اگر کافرہ ہو تو اس کے ظہار سے جائز ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر اپنی چار عورتوں سے ظہار کیا پس اس نے ایک بردہ آزاد کیا اور اس کی ملک میں اور نہیں ہے پھر چار مہینے کے پے در پے روزے رکھے پھر بیمار ہو گیا اور اس نے ساٹھ مسکینوں کا کھانا دیا اور اس نے کسی ایک کی خصوصیت کسی ظہار سے نہیں کی تو سب عورتوں کی طرف سے یہ تمام کفارہ استحساناً صحیح ہو جائے گا اور اگر مظاہر سے اس کی عورت بائنہ ہوگئی پھر اس نے اس کا کفارہ ادا کیا حالانکہ وہ دوسرے شوہر کے تحت میں ہے یا مرتد ہو کر دارالحرب میں چلی گئی ہے تو کفارہ اس کے ظہار سے ادا ہو جائے گا اور اگر شوہر مرتد ہو گیا پھر اس نے اپنا ایک غلام اپنے کفارہ ظہار سے آزاد کیا پھر وہ مسلمان ہو گیا تو یہ عتق اس کے کفارہ سے جائز ہو جائے گا اور یہ اصح ہے یہ شرح مبسوط میں ہے۔

اگر زید نے گمان کیا کہ میں نے ہندہ اپنی بیوی سے ظہار کیا ہے پس اس کا کفارہ دیا:

اگر کسی غلام سے کہا کہ اگر میں نے تجھے خرید کیا تو تو آزاد ہے پھر اس کو بہ نیت کفارہ ظہار خرید کیا تو وہ ظہار سے جائز نہ ہو گا اور اگر اس نے قسم کے وقت یوں کہا کہ تو میرے کفارہ ظہار سے آزاد ہے تو ایسی صورت میں کفارہ ظہار سے جائز ہوگا اور اگر اس نے کسی غلام سے کہا کہ اگر میں نے تجھے خرید اتو تو میرے کفارہ قسم سے آزاد ہے یا کہا کہ تطوعاً آزاد ہے پھر اس کو بہ نیت کفارہ ظہار خرید تو وہ ظہار سے آزاد نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے اس کو خرید اتو یہ تطوعاً آزاد ہے پھر کہا کہ اگر میں نے اس کو خرید اتو یہ میرے کفارہ ظہار سے آزاد ہے پھر اس کو خرید کیا تو وہ تطوعاً آزاد ہوگا اور عتق کے واسطے وہی جہت متعین ہوگی جو اس نے پہلے بیان کی ہے اور وہ کسی گفتگو کے لاحق کرنے سے فسخ نہ ہوگی اور علی ہذا اگر یوں کہا کہ اگر میں نے اس کو خرید اتو یہ میرے کفارہ ظہار سے آزاد ہے پھر کہا کہ اگر میں نے اس کو خرید اتو یہ میرے کفارہ قسم سے آزاد ہے پھر اس کو خرید کیا تو وہ کفارہ ظہار سے آزاد ہوگا اور

ل مگر یعنی ایک ماہ کی تاخیر لغو ہے لیکن کفارہ بوجہ نیت کے ادا ہوگا۔

(۱) یعنی جس مال کے عوض رہن ہو۔

اسی طرح اگر کہا کہ اگر میں نے اس غلام کو خریدا تو یہ میرے کفارہ ظہار فلاں عورت سے آزاد ہے پھر کہا کہ اگر میں نے اس کو خریدا تو یہ میرے کفارہ ظہار فلاں عورت دیگر سے آزاد ہے پھر اس کو خرید کیا تو وہ پہلی عورت کے کفارہ سے آزاد ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اگر زید نے گمان کیا کہ میں نے ہندہ اپنی بیوی سے ظہار کیا ہے پس اس کا کفارہ دیا پھر ظاہر ہوا کہ اس نے سلمیٰ سے ظہار کیا تھا تو کفارہ مذکور اس کے واسطے کافی نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اگر مظاہر نے آزاد کرنے کے واسطے بردہ نہ پایا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے پے در پے روزے رکھے جس میں ماہ رمضان نہ ہو اور روز فطر درمیان[1] میں نہ آئے اور یوم نحر و ایام تشریق درمیان میں نہ پڑیں یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر کفارہ روزے سے ادا کرتا تھا اور اس نے دن میں اپنی اس عورت سے جس سے ظہار کیا ہے بھولے سے جماع کر لیا یا رات میں عمداً یا بھولے سے جماع کر لیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک از سرنو روزے شروع کرے اور اگر دن میں عمداً جماع کر لیا تو بالاتفاق از سرنو روزے شروع کرے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر اس عورت سے جس سے ظہار کیا ہے جماع نہ کیا بلکہ دوسری بیوی سے جماع کیا پس اگر اس سے جماع اس طور سے واقع ہوا کہ روزے کے پے در پے ہونے میں بسبب فساد صوم کے خلل واقع ہوا تو بالاتفاق از سرنو شروع کرے اور اگر صوم میں فساد نہ ہوا کہ جس سے پے در پے ہونے میں خلل پڑے مثلاً دن میں اس نے بھولے سے یا رات میں عمداً یا بھولے سے جماع کیا تو بالاتفاق اس پر از سرنو شروع کرنا لازم نہ ہوگا یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر روزے سے کفارہ ادا کرنا شروع کیا پھر کسی روز بسبب عذر مرض یا سفر کے افطار[(۱)] کیا تو از سرنو روزے شروع کرے اور اسی طرح اگر روز عید فطر یا روز قربانی اور ایام تشریق درمیان میں آ گئے تو بھی از سرنو شروع کرے گا اور اگر اس نے ان دنوں میں بھی روزہ[(۲)] رکھا اور افطار نہ کیا تو بھی از سرنو شروع[2] کرے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے۔

اگر روزہ ظہار میں بھولے سے کھا لیا تو روزے کے واسطے کچھ مضر نہیں ہے:

جب مظاہر نے دو مہینے چاند کے حساب سے روزہ رکھ لئے تو کافی ہو گئے اگرچہ ہر چاند انتیس روز کا ہوا اور اگر اس نے چاند کے حساب سے نہیں بلکہ ایام کے حساب سے رکھے اور ایک مہینہ تیس کا اور ایک مہینہ انتیس کا قرار دے کر انسٹھ روز کے بعد افطار کیا تو اس پر از سرنو روزے رکھنا لازم ہوگا اور اگر اس نے پندرہ روز روزے رکھ کر چاند دیکھ کر ایک مہینے چاند کے حساب سے انتیس روزے رکھے اور پھر پندرہ روزے اور رکھے تو کافی ہیں اور یہ بر بنائے قول صاحبینؒ ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک نہیں کافی ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر سفر میں شعبان مع رمضان اپنے کفارہ ظہار سے روزہ رکھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر روزہ ظہار میں بھولے سے کھا لیا تو روزے کے واسطے کچھ مضر نہیں ہے یہ نہایہ میں ہے اور اگر مہینے پے در پے روزہ رکھنے کے بعد آخر روز میں آفتاب غروب ہونے سے پہلے وہ بردہ آزاد کرنے پر قادر ہو گیا تو اس پر آزاد کرنا واجب ہوگا اور اس کے

---

[1] روز فطر یعنی یوم عید اور نحر روز بقر عید اور ایام تشریق تین روز بعد دسویں ذی الحجہ کے یعنی گیارھویں وتیرھویں ذی الحجہ۔

[2] قال المترجم: اگر اعتراض ہو کہ ہمارے نزدیک ان ایام میں روزہ مشروع ہے اگرچہ مکروہ ہے تو روزہ ہو جائے گا جواب یہ کہ واجب صوم کامل ہے اور ادا ناقص ہوا تو ایسا ہو گیا جیسے گونگا غلام آزاد کیا پس جائز نہیں ہے۔

(۱) یعنی روزہ نہ رکھا۔

(۲) اگرچہ حرام ہے۔

روزے نفل ہو جائیں گے اور اس کے حق میں یہ افضل ہے کہ یہ روزہ بھی پورا کر دے[1] اور اگر اس نے تمام نہ کیا بلکہ افطار کر ڈالا تو ہمارے نزدیک اس پر قضا واجب نہ ہوگی اور اگر آخر روز آفتاب غروب ہونے کے بعد وہ بردہ آزاد کرنے پر قادر ہوا تو اس کے روزے اس کے کفارہ کے واسطے کافی ہو گئے یہ شرح طحاوی میں ہے اور کفارہ دہندہ کی تنگی وخوشحالی کا تکفیر[(۱)] کے وقت میں اعتبار ہے نہ وقت ظہار میں چنانچہ اگر ظہار کے وقت وہ خوشحال ہو اور کفارہ دینے کے وقت تنگدست ہو گیا ہے تو روزے سے کفارہ اس کے حق میں کافی ہے اور اگر اس کے برعکس[(۲)] ہو تو نہیں کافی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر وہ ایک بردہ کا مالک ہو گیا تو اس پر اعتاق لازم ہے اگرچہ اس کی احتیاج رکھتا ہو اور اسی طرح اگر ایک بردہ کا ثمن کا درہم یا دینار سے مالک ہو گیا تو بھی یہی حکم ہے اور گھر جس میں رہتا ہے اور جو اس کے اندر اسباب کپڑے وغیرہ ضروری ہیں ان کا کچھ اعتبار نہیں ہے اعتبار اسی کا ہے جو زائد از ضرورت ہے یہ محیط میں ہے ایک تنگدست کا لوگوں پر بہت قرضہ ہے پس اگر وہ لوگوں سے وصول کر لینے پر قادر نہ ہو تو وہ عاجز ہے تو مال سے کفارہ دینے سے عاجز ہوگا پس روزے سے کفارہ جائز ہے اور اگر وہ لوگوں سے وصول کر لینے پر قادر ہو تو اس کو روزے کافی نہ ہوں گے اور اگر اس کے پاس مال ہو اور اس پر بھی اسی قدر قرضہ ہو تو قرضہ دے دینے کے بعد اس کو روزے سے کفارہ ادا کرنا کافی ہے یہ بحر الرائق میں ہے اور غلام کے واسطے کچھ جائز نہیں ہے سوائے روزہ کے پس وہ روزہ ہی سے کفارہ ادا کرے اگرچہ وہ مکاتب ہو یا سعایت کنندہ ہو اور اگر اس کے مولیٰ نے اس کی طرف سے بردہ آزاد کیا یا مسکینوں کو کھانا دے دیا اگرچہ اس کے حکم سے ایسا کیا ہو نہیں جائز ہے یہ نہر الفائق میں ہے بخلاف فقیر کے کہ اگر اس کی طرف سے دوسرے نے بردہ آزاد کیا یا مسکینوں کو کھانا دے دیا تو جائز[(۳)] ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر غلام قبل کفارہ ادا کرنے کے آزاد ہو گیا پھر وہ مال کا مالک ہوا تو اس کا کفارہ بردہ آزاد کرنے سے ادا ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر غلام نے کفارہ ظہار کے روزے شروع کئے تو مولیٰ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو ان روزوں سے منع کرے یہ نہر الفائق میں ہے بخلاف نذر و کفارہ قسم کے روزوں کے کہ مولیٰ ان روزوں سے اس کو منع کر سکتا ہے یہ بدائع میں ہے اور غلام کے واسطے بھی کفارہ ظہار کے روزے پے در پے دو مہینے کے ہیں یہ تبیین میں ہے۔

کسی غیر کو حکم دیا کہ میری طرف سے میرے کفارہ ظہار سے کھانا کھلائے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے:

اگر ظہار کنندہ روزے رکھنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یہ سراج الوہاج میں ہے اور فقیر و مسکین یکساں ہیں یہ بحر الرائق میں ہے اور جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا روا نہیں ہے ان کو اس کفارہ سے بھی دینا روا نہیں ہے الا ذمی فقیر کہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ذمی فقیروں کو کفارہ ظہار میں سے دے سکتا ہے مگر فقرائے اسلام ہمارے نزدیک دینے کے واسطے محبوب تر

---

[1] اگر کہا جائے کہ غروب سے کچھ پہلے قادر ہوا حتیٰ کہ اس پر اعتاق واجب ہوا پھر بعد غروب کے عاجز ہو گیا تو کیا روزے اعادہ کرے یہ حکم کتاب میں مذکور نہیں ہے اور مشائخ سے دونوں قسم کی روایت ہے اور اصح یہ کہ اعتاق اگر بقدرت نہ کیا تو قیاس یہ کہ اعادہ کرے اور استحسان یہ کہ عاجز کی بے اختیاری میں یہ قدرت کالعدم ہے پس کفارہ ہو چکا کیونکہ اس نے امکان میں قصور نہ کیا بخلاف اس کے عاجزی میں اس کا دخل ہو تو قدرت حاصل تھی۔

(۱) کفارہ ادا کرنا۔

(۲) یعنی اعتاق ضروری ہے۔

(۳) یعنی اس کے حکم سے۔

ہیں اور یہ روا نہیں ہے کہ حربی فقیروں کو اس میں سے دے اگر چہ وہ امان لے کر دارالاسلام میں آئے ہوں یہ شرح مبسوط میں ہے اور اگر اس نے تحری کر کے کفارہ ظہار میں سے کسی کو دیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ مصرف نہ تھا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس کے سر سے ادا ہو جائے گا یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر کسی غیر کو حکم دیا کہ میری طرف سے میرے کفارہ ظہار سے کھانا کھلائے پس مامور نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے لیکن مامور کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ حکم دہندہ سے اس کو واپس لے یہ ظاہر الروایہ میں ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس میں احتمال قرض و ہبہ دونوں کا ہے پس شک کے ساتھ واپس لینے کا استحقاق حاصل نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر حکم دہندہ نے یہ کہہ دیا ہو کہ بدیں شرط کہ تو مجھ سے واپس لینا تو مامور اس سے واپس لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر مظاہر کی طرف سے غیر نے بدوں اس کے حکم کے صدقہ دے دیا تو مظاہر کے حق میں کافی نہیں ہے یہ شرح مبسوط میں ہے اور ہر مسکین کی نصف صاع گیہوں یا ایک صاع چھوہارے یا جو اس کی قیمت ہو دے دے اور اگر کسی نے ایک صاع گیہوں اور دو صاع چھوہارے یا جو دے دیئے تو مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے جائز ہے یہ کافی میں ہے اور گیہوں کا آٹا اور اس کے ستو اس کے مثل معتبر ہوں گے یعنی نصف صاع دینا چاہئے اور جو آٹا اور اس کے ستو بھی جو کے مثل ہیں یعنی ایک صاع دینا چاہئے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر عمدہ چھوہارے نصف صاع دیئے جو نصف صاع گیہوں کی قیمت کو پہنچتے ہیں تو نہیں جائز ہے اور اسی طرح اگر نصف صاع سے کم گیہوں ایسے دیئے جو قیمت میں ایک صاع جو یا چھوہارے تک پہنچتے ہیں تو نہیں جائز ہے اور اصل یہ ہے کہ جو جنس طعام منصوص[1] علیہ ہے وہ دوسری جنس منصوص علیہ کا بدل نہیں ہو سکتی ہے اگر چہ قیمت میں زیادہ ہو اور اگر تین سیر ذرہ یعنی چینہ[(۱)] دانہ و قیل باجرہ جس کی قیمت دو سیر گیہوں کے مساوی ہے دیئے تو جائز ہے اور ہشام نے فرمایا کہ یہ جب ہی جائز ہے کہ جب اتنے یہ ارادہ کیا ہو کہ ذرہ کو بدل گیہوں کا قرار دے اور اگر یہ ارادہ کیا کہ گیہوں کو بدل ذرہ کا قرار دے تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک مسکین کو ایک صاع گیہوں اپنے دو ظہاروں کے واسطے خواہ ایک ہی عورت سے تھے یا دو عورتوں سے تھے دیئے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں ظہاروں سے کافی نہیں:

اگر کفارہ ظہار سے ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز ہر روز نصف صاع دیا تو جائز ہے یہ فتاویٰ سراجیہ میں ہے اور اگر یہ سب ایک ہی مسکین کو ایک ہی روز دے دیا تو فقط اسی روز کے سوائے جائز نہ ہوگا اور یہ حکم متفق علیہ اسی صورت میں ہے کہ اس نے ایک ہی دفعہ دے دیا اور ایک ہی دفعہ مباح کر دیا اور اگر اس نے ایک ہی روز میں ساٹھ دفعہ کر کے دیا تو بعض نے فرمایا کہ کافی ہو گیا اور بعض نے فرمایا کہ اسی روز کے سوائے کافی نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر اس نے تیس مسکینوں کو ہر مسکین کو ایک صاع گیہوں کے حساب سے دیا تو سوائے تیس مسکینوں کے کافی نہ ہوگا اور اس پر واجب ہے کہ اور تیس مسکینوں کو بھی نصف صاع گیہوں ہر مسکین کو دے دیئے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اس نے ساٹھ مسکینوں کو ہر مسکین کو ایک مد گیہوں کے حساب سے دیا تو کافی نہ ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ ہر مسکین کو اور ایک مد کے حساب سے دے دے اور اگر اس نے پہلے مسکینوں کو نہ پایا اور دوسرے ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو ایک مد گیہوں کے حساب سے دے دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا یہ محیط میں ہے اور اگر اس نے ساٹھ مکاتبوں کو

---

[1] منصوص علیہ قرآن میں اس پر نص کر دی گئی ہے۔

(۱) دکا کن و جوار۔

ایک ایک مد گیہوں کے حساب سے دیا پھر یہ سب عاجز ہو کر رقیق کر دیئے گئے اور ان کے موالی لوگ غنی ہیں پھر یہ دوبارہ مکاتب کئے گئے پس کفارہ دہندہ نے دوبارہ ان کو باقی ایک ایک مد کے حساب سے دیا تو اس کا کفارہ ادا نہ ہوا اس وجہ سے کہ یہ غلامان مکاتب عاجز ہو کر ایسے ہو گئے تھے کہ ان کو یہ کفارہ دینا جائز نہ تھا پس گویا دوسری جنس ہو گئے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر کسی نے ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک مسکین کو ایک صاع گیہوں اپنے دو ہاروں کے واسطے خواہ ایک ہی عورت سے تھے یا دو عورتوں سے تھے دیئے تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں ظہاروں سے کافی نہیں ہے فقط ایک ظہار کا کفارہ ادا ہو گا یہ کافی میں ہے اور اگر اس نے ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں ایک ظہار کے واسطے دیئے اور پھر نصف صاع دیگر دوسرے کفارہ ظہار سے دیئے تو بالاتفاق جائز ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر دو کفارہ دو جنس مختلف سے ہوں تو ایسی صورت بالا جماع جائز ہے اور اگر اس نے نصف بردہ آزاد کیا اور ایک مہینہ روزے رکھے یا تیس مسکینوں کو کھانا دیا تو اس کا کفارہ ادا نہ ہو گا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر اس نے ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام دونوں وقت پیٹ بھر کے کھانا دیا تو کفارہ ادا ہو گیا خواہ میری مقدار مذکور سے کم میں حاصل ہوئی ہو یا زیادہ میں یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے اور اگر اس نے ساٹھ مسکینوں کو دو دن ایک وقت صبح یا شام کا کھانا دیا یا صبح کا کھانا اور سحری کا کھانا دیا یا دو دن سحری کا کھانا دیا تو کفارہ ادا ہو گیا یہ بحرالرائق میں ہے مگر اوفق و اعدل یہ ہے کہ صبح و شام دونوں وقت کھلائے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر اس نے صبح ساٹھ مسکینوں کو کھانا دیا اور شام دوسرے ساٹھ مسکینوں کو ان کے سوائے کھانا دیا تو کفارہ ادا نہ ہو گا الا آنکہ ان دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق ساٹھ مسکین کو پھر صبح یا شام کسی وقت کھلائے یہ تبیین میں ہے اور مستحب یہ ہے کہ صبح و شام دونوں وقت کے کھانے کے ساتھ روکھی روٹی نہ ہو بلکہ اس کے ساتھ کے واسطے حسب[(1)] مقدور ہو یہ شرح نقایہ ابو المکارم میں ہے اور جو یا ذرہ کی روٹی کے ساتھ ادام[1] ہونا ضروری ہے تاکہ سیر ہو کر روٹی کھا سکیں بخلاف گیہوں کی روٹی کے اور اگر ان ساٹھوں میں کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ ہو تو جائز نہیں ہے اسی طرح اگر کھانے سے پہلے ان میں سے بعضے پیٹ بھرے ہوں تو بھی جائز نہیں ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر اطفال ہوں کہ ایسوں کا مزدوری میں لینا جائز ہے تو روا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز تک دو وقتہ پیٹ بھر کے کھانا دیا تو جائز ہے اور اگر اس نے ساٹھ ساٹھ کے دو فریق یعنی ایک سو بیس مسکینوں کو ایک دفعہ کھانا کھلا دیا یعنی ایک وقت تو اس پر واجب ہو گا کہ ان میں سے ایک فریق کو دوسرے وقت بھی سیر کر کے کھانا کھلائے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر ساٹھ مسکینوں کو صبح کھانا کھلایا اور شام کے واسطے شام کے کھانے کی قیمت ان کو دے دی یا شام کو کھلایا اور صبح کے کھانے کی قیمت ہر ایک کو دے دی تو جائز ہے ایسا ہی اصل میں مذکور ہے اور بقالی[2] میں لکھا ہے کہ اگر ساٹھ مسکینوں کو صبح کھانا کھلا دیا اور ہر ایک کو ایک مد یعنی چہارم صاع دے دیا تو اس میں دو روایتیں ہیں یہ محیط میں ہے اور واضح رہے کہ جس عورت سے ظہار کیا ہے اس سے قربت کرنے سے پہلے کھانا کھلانا واجب ہے اور اگر کھانا کھلانے کے درمیان میں قربت کر لی تو از سرنو اعادہ کرنا واجب نہ ہو گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

---

[1] ادام روٹی کے ساتھ کی چیز سالن دال وغیرہ ہو روکھی روٹی نہ ہو۔

[2] شاید صاحب محیط کی غرض بیان اختلاف نہیں بلکہ مسئلہ جداگانہ ہے کیونکہ اصل میں درہم اور بقالی میں طعام ہے اور دونوں کا فرق ظاہر ہے۔

(1) دال سالن وغیرہ۔

گیارھواں باب:

لعان کے بیان میں

لعان ہمارے نزدیک شہادت موکدات بقسم از ہر دو جانب مقروں بلعن وغضب ہیں جو مرد کے حق میں قائم مقام حد قذف ہیں اور عورت کے حق میں قائم مقام حد زنا ہیں یہ کافی میں ہے قال المترجم اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو زنا کی طرف منسوب کیا کہ اس نے زنا کیا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو موافق حکم کلام باری تعالیٰ کے دونوں سے لعان لیا جائے گا جس کی صورت آگے مذکور ہے فاحفظہ۔ اگر کسی نے اپنی بیوی کو چند بار زنا کی طرف منسوب کیا تو اس پر ایک ہی لعان واجب ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اس امر اجماع ہے کہ بیوی ومرد کے درمیان فقط ایک ہی مرتبہ تلاعن ہوگا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور لعان محتمل عفو وابراء وصلح نہیں ہے اور اسی طرح اگر عورت نے قبل مرافعہ کے عفو کیا یا کسی قدر مال پر اس سے صلح کر لی تو صحیح نہیں ہے اور عورت پر بدل صلح واپس کرنا واجب ہے اور اس کے بعد عورت کو اختیار ہوگا کہ اس سے لعان کا مطالبہ کرے اور اس میں نیابت نہیں جاری ہو سکتی ہے چنانچہ اگر بیوی یا مرد کسی نے لعان کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو توکیل صحیح نہیں ہے اور توکیل بگواہان امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے یہ بدائع میں ہے اور لعان کا سبب یہ ہے کہ مرد اپنی عورت کو ایسا قذف کرے جو اجنبیوں[ل] میں موجب حد ہوتا ہے پس بیوی ومرد میں اس سے لعان واجب ہوگی یہ نہایہ میں ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ اے زانیہ یا تو نے زنا کیا ہے یا میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا تو لعان واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مرد نے اپنی بیوی کو قذف کیا حالانکہ یہ عورت ایسی ہے کہ اس کے قذف کرنے والے پر حد واجب نہیں ہوتی ہے بایں طور کہ یہ عورت ایسی ہو کہ شبہہ میں اس سے وطی کی گئی ہو یا قبل اس کے اس کا زنا کرنا لوگوں میں ظاہر ہو گیا ہو یا اس کا کوئی بچہ ہو کہ اس کا باپ معروف نہ ہو تو ایسی بیوی ومرد میں لعان جاری نہ ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر بیوی سے کہا کہ تو بجماع حرام جماع کی گئی یا کہا کہ تو بحرام وطی کی گئی تو لعان وحد کچھ واجب نہ ہوگی اور اگر عورت کو عمل قوم لوط کا قذف کیا یعنی اغلام کرانے کا قذف کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک لعان وحد کچھ واجب نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور لعان جاری ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں بیوی ومرد ہوں اور نکاح دونوں کے درمیان صحیح ہو خواہ عورت مدخولہ ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو حتیٰ کہ اگر اس کو قذف کیا پھر اس کو تین طلاق دے دیں یا ایک طلاق بائن دے دی تو حد ولعان کچھ واجب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر نکاح دونوں میں فاسد ہو تو بھی لعان واجب نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ زوج مطلق نہیں ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر بعد طلاق کے پھر اس عورت سے نکاح کیا پھر عورت نے اس سے اس قذف سابق کا مطالبہ کیا تو حد ولعان کچھ واجب نہ ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر عورت کو طلاق رجعی دے دی تو لعان ساقط نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو طلاق بائن یا تین طلاق دے دیں پھر اس کو زنا کے ساتھ قذف کیا تو بسبب عدم زوجیت کے لعان واجب نہ ہوگی اور اگر اس کو طلاق رجعی دے دی پھر اس کو قذف کیا تو لعان واجب ہوگی اور اگر اپنی بیوی کو بیوی کی موت کے بعد قذف کیا تو ہمارے نزدیک ملاعنت نہ کی جائے گی یہ بدائع میں ہے اہل لعان ہمارے نزدیک وہ لوگ ہیں جو اہل شہادت ہیں چنانچہ ایسے بیوی ومرد کے درمیان لعان جاری نہ ہوگی جو دونوں محدود القذف ہوں یا ان میں سے ایک ہو یا دونوں رقیق ہوں یا ایک ہو یا دونوں کافر ہوں یا ایک ہو یا دونوں اخرس[1] ہوں یا ایک ہو یا دونوں نابالغ ہوں یا ایک ہو اور ان کے ماسوائے میں جاری ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی مرد کو قذف کیا پس اس کو تھوڑی

ل یعنی جن میں رشتہ بیوی خصم کا نہیں ہے۔

(۱) یعنی گونگے۔

حد ماری گئی پھر اس نے اپنی بیوی کو قذف کیا تو اس پر لعان واجب نہ ہوگی اور اس پر پوری حد واسطے مرد مقذوف[1] کے واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر دونوں فاسق یا دونوں اندھے ہوں تو لعان واجب ہوگی اس واسطے کہ یہ دونوں فی الجملہ اہل شہادت میں سے ہیں یہ مضمرات میں ہے اور اگر بہرے نے اپنی بیوی کو قذف کیا تو لعان واجب ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور ہرگاہ لعان بوجہ شرط شہادت نہ پائی جانے کے ساقط ہوئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر مرد کی جانب سے خلل واقع ہوا ہے تو اس پر حد واجب ہوگی اور اگر عورت کی جانب سے خلل ہے تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر مرد و عورت دونوں محدود القذف ہوں تو مرد پر حد واجب ہوگی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مرد غلام ہو اور بیوی محدود القذف ہو تو غلام پر اگر اس نے قذف کیا تو حد قذف واجب ہوگی عورت نے اگر زنا کا اقرار کر لیا تو وہ اہل لعان ہونے سے خارج ہوگئی یہ مبسوط میں ہے اور حکم لعان یہ ہے کہ جب ہی دونوں لعان سے فارغ ہوں تو باہم وطی و استمتاع حرام ہوگیا لیکن نفس لعان سے دونوں میں فرقت واقع نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر ایسی حالت میں مرد نے اس کو طلاق بائن دے دی تو واقع ہوگی اور اسی طرح اگر مرد نے اپنے نفس کی تکذیب کی تو بدوں تجدید نکاح کے وطی حلال ہو جائے گی یہ نہایہ میں ہے امام اعظمؒ و امام محمدؒ نے فرمایا کہ لعان سے جو فرقت واقع ہوتی ہے وہ بیک طلاق بائنہ ہوتی ہے پس ملک نکاح زائل ہو جاتی ہے اور جب تک اس حالت لعان پر باقی ہیں دونوں میں حرمت اجتماع و تزوج ثابت ہوتی ہے یہ بدائع میں ہے۔

مرد کے لعان کرنے پر عورت پر بھی لعان کرنا واجب ہو جاتا ہے انکار پر حاکم قید کرنے کا حق رکھتا ہے:

لعان کے واسطے شرط یہ ہے کہ عورت مطالبہ کرے پس اگر مرد نے اس سے انکار کیا تو حاکم اس کو قید کرے گا یہاں تک کہ وہ لعان کرے یا اپنی تکذیب کرے کذا فی الہدایہ پس اگر اس نے اپنی تکذیب کی تو اس کو حد قذف ماری جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مرد نے لعان کیا تو عورت پر لعان کرنا واجب ہوگا اور اگر عورت نے اس سے انکار کیا تو حاکم اس کو قید کرے گا یہاں تک کہ لعان کرے یا مرد کی تصدیق کرے یہ ہدایہ میں ہے اور عورت کے واسطے افضل یہ ہے کہ خصومت و مطالبہ ترک کرے اور اگر اس نے ترک نہ کیا اور قاضی کے حضور میں مخاصمہ کیا تو قاضی اس کو فہمائش کرے گا کہ تو اس کو چھوڑ دے اور اس سے اعراض کر پس اگر عورت نے اس کو ترک کیا اور اعراض کر کے چلی گئی پھر اس کی رائے میں آیا کہ مرد سے مخاصمہ کرے تو اس کو یہ اختیار ہے اگرچہ مدت گزر گئی ہو اس واسطے کہ یہ اس کا حق ہے اور حق العبد بسبب زمانہ دراز گزر جانے کے ساقط نہیں ہوتا ہے یہ بدائع میں ہے صفت لعان یہ ہے کہ قاضی پہلے شوہر سے لعان کرائے پس شوہر چار مرتبہ یوں کہے کہ اشهد بالله انی لمن الصادقین فیما رمیتها به من الزنا یعنی میں گواہی دیتا ہوں بقسم اللہ تعالیٰ کی کہ میں البتہ ضرور سچا ہوں اس بات میں جو میں نے اس عورت کی نسبت لگائی ہے زنا سے اور پانچوں مرتبہ یوں کہے لعنة الله علیه ان کان من الکاذبین فیما رماها به من الزنا یعنی مرد مذکور اپنے تئیں کہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو اس امر میں جو اس نے اس عورت کو لگایا ہے زنا سے اور مرد ان سب پانچوں میں اس عورت کی طرف اشارہ[2] کرے پھر یہ عورت چار مرتبہ شہادت ادا کرے اور ہر بار یوں کہے کہ اشهد بالله انه لمن الکاذبین فیما رمانی به الزنا یعنی میں گواہی دیتی ہوں بقسم اللہ تعالیٰ کی کہ یہ مرد البتہ ضرور جھوٹوں میں سے ہے اس بات میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے زنا سے اور پانچویں مرتبہ عورت یوں کہے کہ غضب الله علیها ان کان من الصدقین فیما رمانی به الزنا یعنی عورت اپنے آپ کو کہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ہے مجھ پر اگر یہ مرد سچوں میں سے ہو اس امر میں جو اس نے مجھ کو لگایا ہے زنا سے کذا فی الہدایہ

---

[2] یعنی جہاں اس عورت کے لفظ پر پہنچے تو اس کی طرف اشارہ کرے۔ (۱) جس کے واسطے تھوڑی حد مارا گیا ہے۔

اور وقت لعان کے عورت کا کھڑا ہونا شرط نہیں ہے لیکن مندوب ہے یہ بدائع میں ہے اور لعان ہمارے نزدیک لفظ شہادت پر موقوف ہے حتیٰ کہ اگر مرد نے کہا کہ میں قسم کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی کہ میں البتہ سچوں میں سے ہوں یا عورت نے اس طرح قسم کھا کر لعان کیا تو لعان صحیح نہ ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور جب عورت و مرد دونوں لعان کر چکے تو حاکم ان دونوں میں تفریق کر دے گا اور فرقت واقع نہ ہوگی یہاں تک کہ قاضی شوہر پر فرقت کا حکم دے دے پس شوہر اس کو طلاق کے ساتھ جدا کر دے پھر اگر اس نے انکار کیا تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا اور قبل اس کے کہ حاکم تفریق کرے فرقت واقع نہ ہوگی اور زوجیت قائم ہے شوہر کی طلاق اس پر واقع ہوگی اور اس کا ظہار و ایلاء درست ہوگا اور اگر دونوں میں کوئی مر گیا تو باہم دونوں میں میراث جاری ہوگی اور دونوں ہر گاہ لعان سے فارغ ہوں دونوں نے قاضی سے درخواست کی کہ دونوں میں تفریق نہ کرے تو قاضی دونوں کی درخواست کو قبول نہ کرے گا اور دونوں میں تفریق کر دے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر قاضی نے خطا کر کے لعان پوری ہونے سے پہلے دونوں میں تفریق کر دی تو دیکھا جائے گا کہ اگر دونوں باہم اکثر حصہ لعان کر چکے ہیں تو تفریق مذکور نافذ ہو جائے گی اور اگر دونوں نے باہم اکثر حصہ لعان نہ کیا ہو یا دونوں میں سے ایک نے اکثر حصہ لعان نہ کیا ہو تو تفریق مذکور نافذ نہ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر قاضی نے بعد لعان شوہر کے قبل لعان عورت کے تفریق کر دی تو اس کا حکم نافذ ہو جائے گا اس واسطے کہ یہ صورت مجتہد[1] فیہا ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر بعد لعان کے قبل قاضی کے تفریق کرنے کے دونوں میں یا ایک میں ایسی بات پیدا ہوگئی جو مانع لعان ہے تو لعان باطل ہو جائے گا:

اگر قاضی نے خطا کر کے پہلے عورت سے لعان شروع کی پھر مرد سے لعان لی تو عورت سے لعان کا اعادہ کرائے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا بلکہ دونوں میں تفریق کر دی تو فرقت واقع ہو جائے گی یہ فتاویٰ کرخی میں ہے اور قاضی نے اس میں اساءت[(1)] کی یہ ینابیع میں ہے اور اگر مرد و عورت نے کسی حاکم کے پاس لعان کیا پھر اس نے ہنوز دونوں میں تفریق نہ کی تھی کہ مر گیا یا معزول ہو گیا تو دوسرا قاضی ان دونوں سے از سر نو لعان کرائے گا یہ امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ فتاویٰ کرخی میں ہے اور اگر بعد لعان کے قبل قاضی کے تفریق کرنے کے دونوں میں یا ایک میں ایسی بات پیدا ہوگئی جو مانع لعان ہے تو لعان باطل ہو جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ بعد لعان کے فارغ ہونے کے قبل حاکم کے تفریق کر دینے کے دونوں گونگے ہو گئے یا ایک گونگا ہو گیا یا دونوں میں سے ایک مرتد ہو گیا یا دونوں میں سے ایک نے اپنی تکذیب کی یا دونوں میں سے کسی نے کسی کو قذف کیا یعنی زنا کی تہمت لگائی جس سے اس کو حد قذف[2] ماری گئی یا عورت سے حرام وطی کی گئی تو لعان باطل ہو گیا اور حد بھی واجب نہ رہی اور دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور اگر لعان سے فارغ ہوتے ہی دونوں میں سے ایک مجنون ہو گیا تو قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا یہ سراج الوہاج میں ہے ایک مرد اور اس کی بیوی نے باہم لعان کیا اور قاضی نے دونوں میں ہنوز تفریق نہ کی تھی کہ دونوں میں ایک معتوہ ہو گیا تو

---

[1] مجتہد فیہا یعنی اس میں اجتہاد جاری ہوتا ہے تو قطعیت کے قابل نہیں ہے اگرچہ مترجم کو یہ معلوم نہ ہوا کہ اس میں کیوں کر اجتہاد واقع ہوا ہے لہٰذا محل اجتہاد ہونا کافی ہے۔

[2] حد قذف میں مارا جانا شرط ہے جیسے عورت سے زنا کیا جانا شرط ہے۔

(1) برا کیا جو شرعاً مذموم ہے۔

قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا اگرچہ معتوہ ہو جانا اہلیت لعان کے واسطے مخل ہے اور اگر مرد نے لعان کیا اور عورت نے ہنوز لعان نہ کی تھی کہ وہ معتوہہ ہو گئی یا عورت لعان سے فارغ ہونے سے پہلے معتوہہ ہو گئی یا مرد اپنی لعان سے فارغ ہو کر قبل لعان عورت کے معتوہ ہو گیا تو دونوں میں تفریق نہ کرے گا اور عورت کو لعان کرنے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر دونوں نے باہم لعان کیا پھر مرد یا عورت نے فرقت کے واسطے وکیل کیا اور موکل خود غائب ہو گیا یعنی سفر کو چلا گیا مثلاً تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا اس واسطے کہ لعان تمام ہونے کے بعد تفریق کی حاجت ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس میں نیابت جاری ہوتی ہے یہ شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

اگر دونوں نے باہم لعان کیا پھر دونوں غائب ہو گئے پھر دونوں نے فرقت کے واسطے وکیل کیا تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی یہ سراج الوہاج میں ہے زید نے بکر کی بیوی کو زنا کے ساتھ قذف کیا پس بکر نے کہا کہ تو سچا ہے یہ عورت ایسی ہی ہے جیسا تو کہتا ہے تو بکر اپنی بیوی کا قذف کرنے والا ہو گا حتیٰ کہ باہم لعان واجب ہو گی اور اگر بکر نے صرف اسی قدر کہا کہ تو سچا ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو قاذف نہ ہو گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر کہا کہ تو طالقہ بسہ طلاق ہے اے زانیہ تو حد واجب ہو گی نہ لعان اور اگر کہا کہ اے زانیہ تو طالقہ ثلث ہے تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہو گا یہ غایۃ السروجی میں ہے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر اپنی عورت غیر مدخولہ سے کہا کہ تو طالقہ ہے یا زانیہ بسہ طلاق تو تین طلاق واقع ہوں گی اور حد و لعان لازم نہ آئے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر مرد نے بیوی سے کہا کہ اے زانیہ پس عورت نے کہا کہ تو مجھ سے زیادہ زانی ہے تو مرد پر لعان واجب ہو گی اس واسطے کہ عورت کا کلام قذف[1] نہیں ہے اس واسطے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو مجھ سے زیادہ زنا کرنے پر قادر ہے اسی واسطے اگر کسی اجنبی کو اس لفظ سے قذف کیا تو مستوجب حد نہیں ہوتا ہے اور نیز اگر اپنی بیوی کو کہا کہ تو فلاں عورت سے زیادہ زانی ہے یا تو ازنی الناس ہے یعنی سب لوگوں سے زیادہ زنا کنندہ ہے تو حد و لعان واجب نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اے زانی[2] تو یہ قذف ہے اس واسطے کہ تاء کبھی حذف ہوتی ہے بخلاف اس کے اگر عورت نے مرد کو کہا کہ اے زانیہ تو نہیں صحیح ہے اور اگر عورت سے کہا کہ اے زانیہ بنت زانیہ یا یوں کہا کہ اے چھنال کی چھنال تو یہ اس کا اور اس کی ماں دونوں کا قذف ہے یہ عتابیہ میں ہے پس اگر عورت و اس کی ماں دونوں نے حد کے مطالبہ پر اتفاق کیا تو مرد مذکور سے پہلے عورت کی ماں کے واسطے حد لی جائے گی پس لعان ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت کی ماں نے حد قذف کا مطالبہ نہ کیا بلکہ عورت نے فقط مطالبہ کیا تو بیوی و مرد میں باہم لعان کرایا جائے گا پھر اگر عورت کی ماں نے اس کے بعد مطالبہ کیا تو ظاہر الروایہ کے موافق اس کے واسطے حد قذف مرد مذکور پر واجب ہو گی اور اسی طرح اگر عورت کی ماں مر گئی ہو پس اس سے کہا کہ اے چھنال کی چھنال تو اس کو مطالبہ کا استحقاق ہے پس اگر عورت نے دونوں قذفوں کی بابت مطالبہ و مخاصمہ ایک ساتھ کیا تو مرد مذکور پر اس عورت کی ماں کے واسطے حد قذف ماری جائے گی حتیٰ کہ بیوی و مرد کے درمیان لعان ساقط ہو جائے گا اور اگر اس نے اپنی ماں کے قذف کا مطالبہ و مخاصمہ نہ کیا بلکہ فقط اپنے قذف کی نالش کی تو دونوں میں لعان واجب ہو گی یہ شرح طحاوی میں ہے۔ اگر کسی مرد نے ایک اجنبیہ عورت کو قذف کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر اس کو قذف کیا پس عورت نے حد و لعان کا مطالبہ کیا تو مرد مذکور کو حد ماری جائے گی اور لعان نہ کرایا جائے گا اور اگر عورت مذکورہ نے فقط لعان کا مطالبہ کیا نہ حد کا پس دونوں میں لعان کرایا گیا پھر عورت مذکور نے حد کا مطالبہ کیا تو حد ماری جائے گی اس واسطے کہ حد و لعان میں جمع کرنا مشروع ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر کسی کی چار بیویاں ہوں اور اس نے ان سب کو بہ کلام واحد قذف کیا یا ہر ایک کو زنا کے ساتھ بکلام

(۱) مرد کے حق میں ہے۔

(۲) یعنی زانیہ نہیں کہا۔

علیحدہ قذف کیا پس اگر شوہر اور یہ عورتیں اہل لعان سے ہوں تو مرد مذکور سے ہر قذف کے واسطے ہر عورت کے ساتھ علیحدہ لعان کرایا جائے گا اور اگر شوہر اہل لعان سے نہ ہو تو اس کو حد قذف کی سزا دی جائے گی پس ایک ہی حد سب کی طرف سے کافی ہوگی اور اگر شوہر اہل لعان سے ہو اور ان عورتوں میں سے بعض اہل لعان سے نہ ہو تو جو عورت ان میں سے اہل لعان سے ہے اسی کے ساتھ ملاعنت کرائی جائے گی اور بس یہ بدائع میں ہے اور اگر مرد آزاد نے اپنی ذمیہ بیوی یا[1] باندی بیوی کا قذف کیا پھر یہ ذمیہ مسلمان ہوگئی یا یہ باندی آزاد کی گئی تو مرد مذکور پر حد یا لعان کچھ واجب نہ ہوگی اور اگر باندی بیوی آزاد کی گئی پھر اس کے خاوند نے اس کو قذف کیا تو مرد مذکور پر لعان واجب ہوگا کیونکہ وقت آزاد کئے جانے باندی مذکورہ کے دونوں میں نکاح قائم تھا پھر اگر اس معتقہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی بخیار عتق تو لعان باطل ہوگیا اور مرد مذکور پر مہر بھی واجب نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو اور اگر معتقہ مذکورہ نے اپنے نفس کو اختیار نہ کیا یہاں تک کہ باہم لعان واقع ہوا اور دونوں میں تفریق کی گئی تو مرد مذکور پر نصف مہر واجب ہوگا اور اسی طرح اگر اس عورت سے دخول کیا ہو پھر دونوں میں بسبب لعان کے تفریق کردی گئی تو اس عورت کو عدت کا نفقہ وسکنی[2] ملے گا یہ مبسوط میں ہے بیوی وخاوند دونوں کافر ہیں ان میں سے زوجہ مسلمان ہوگئی اور شوہر مسلمان نہ ہوا اور ہنوز قاضی نے شوہر پر اسلام پیش نہ کیا تھا کہ اس نے عورت کو زنا کے ساتھ قذف کیا یا اس کے بچہ کے نسب کی نفی کی یعنی کہا میرا نہیں ہے تو مرد مذکور پر حد واجب ہوگی اور اگر اس پر تھوڑی حد ماری گئی تھی کہ پھر وہ مسلمان ہوگیا پھر عورت مذکورہ کو دوبارہ قذف کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر باقی حد پوری کرنے کے بعد دونوں میں باہم لعان کرایا جائے گا یہ ینابیع میں ہے۔

اگر عورت سے کہا کہ تو نے زنا کیا درحالیکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حال یہ ہے کہ اس کا جنون معہود ہے تو حد ولعان کچھ واجب نہ ہوگی:

اگر قذف کو کسی شرط سے معلق کیا تو حد ولعان کچھ واجب نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو زانیہ ہے یا تو زانیہ ہے اگر فلاں چاہے تو یہ سب باطل ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ تو نے زنا کیا قبل اس کے کہ میں تجھ سے نکاح کروں یا میں نے تجھے زنا کرتے دیکھا قبل اس کے کہ میں تجھ سے نکاح کروں تو وہ آج کے روز قذف کرنے والا[3] ہوگا اور اس پر لعان واجب ہوگی بخلاف اس کے اگر اس نے کہا کہ میں نے تجھے زنا کے ساتھ قذف کیا قبل اس کے کہ میں تجھ سے نکاح[4] کروں تو اس پر حد واجب ہوگی اس واسطے کہ اس کے اقرار سے ظاہر ہوا کہ اس نے نکاح کرنے سے پہلے اس کو قذف کیا ہے تو یہ ایسا ہے جیسے یہ امر گواہوں سے ثابت ہوا اور اگر عورت سے کہا کہ تیری فرج زانی ہے یا تیرا جسد زانی ہے یا تیرا بدن زانی ہے تو یہ قذف ہے بخلاف ہاتھ پاؤں کے اور جس زبان میں عورت کو زنا کی تہمت لگائے قذف ہے پس اگر نو برس کی لڑکی ہو تو وہ مطالبہ کرے گی جب بالغ ہو اور مرد پر حد ماری جائے گی اور اگر نو برس سے چھوٹی ہو تو قاذف کو تعزیر دی جائے گی یہ عینی میں ہے اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے تجھے باکرہ نہیں پایا تو کچھ حد ولعان واجب نہ ہوگی یہ جمہور کا قول ہے اور یہی چاروں[5] اماموں وان کے اصحاب کا قول ہے اور یہی اصح ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر کہا وجدت معھاء فلا یجامعھا یعنی پایا میں نے عورت کے ساتھ ایک مرد کہ اس کے ساتھ مجامع[ا] تھا تو اس قول سے وہ قاذف نہ ہوگا اور اگر کہا کہ تیرے ساتھ زبردستی زنا کیا گیا یا تیرے ساتھ طفل نے زنا

[ا] مجامع جیسے کنایہ وطی سے ہے ویسے ہی لغت میں یکجا ہونے کے محاورہ میں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ زبان اردو میں اگر جماع کہا تو قذف متعین ہے کیونکہ یہاں لغت متروک ہے فافہم۔ (۱) یعنی یہودیہ یا نصرانیہ۔ (۲) یعنی واجب ہوگا۔ (۳) یعنی جس روز کہا ہے۔

(۴) یا قبل میرے تجھ سے نکاح کرنے کے۔ (۵) امام مالک وشافعی واحمد وامام اعظم۔ (مترجم)

کیا تو قاذف نہ ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو نے زنا کیا درحالیکہ تو صغیرہ تھی یا مجنونہ تھی اور حال یہ ہے کہ اس کا جنون معہود ہے تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہوگی اور مرد مذکور فی الحال قاذف قرار نہ دیا جائے گا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر عورت سے کہا کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا سے ہے تو دونوں میں باہم لعان واجب ہوگی بسبب قذف پائی جانے کے کیونکہ اس نے زنا کو صریح ذکر کیا ہے مگر بعد لعان کے قاضی اس حمل کی نفی نہ کرے گا یعنی یہ نہ ہوگا کہ اس بچہ کا نسب منقطع کر کے صرف اس کی ماں کی طرف منسوب کرے یہ ہدایہ میں ہے۔

اور اگر شوہر نے کہا کہ تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان واجب نہ ہوگی اور یہ امام ابوحنیفہؒ و امام زفرؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ اگر چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو دونوں لعان کریں گے اور اگر اس سے زیادہ میں پیدا ہوا تو لعان نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ مضمرات میں ہے اور ایسا ہی متون میں مذکور ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے بچہ کے بعد ولادت کے پیدا ہوتے ہی یا جس حال میں کہ قبول مبارکباد یا سامان ولادت کی خرید کا وقت ہے نفی کی تو نفی صحیح ہے اور باہم لعان واقع ہوگا اور اگر اس کے بعد نفی کی تو لعان واقع ہوگا مگر بچہ کا نسب ثابت ہوگا اور اگر مرد اپنی بیوی کے پاس سے غائب ہوا اور اس کو ولادت طفل سے آگاہی نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ سفر سے آیا تو جس مقدار میں تہنیت قبول ہوتی ہے اس عرصہ تک اس کو امام اعظمؒ کے نزدیک بچہ کی نفی کا اختیار ہے اور صاحبینؒ نے کہا کہ بعد آ جانے کے مقدار مدت نفاس تک نفی کر سکتا ہے اس واسطے کہ نسب لازم نہیں ہوتا ہے الا بعد اس کے علم کے پس آنے کی حالت بمنزلہ حالت ولادت کے ہوئی یہ کافی میں ہے اور اگر صریحاً یا دلالۃً بچہ کے نسب کا اقرار کر لیا تو پھر اس کے بعد اس کی نفی صحیح نہیں ہے خواہ بحضور ولادت ہو یا اس کے بعد اور صریح کی صورت یہ ہے کہ یوں کہے کہ یہ میرا بچہ ہے اور دلالت کی صورت یہ ہے کہ مبارکباد دینے کے وقت ساکت ہو جائے لیکن اس سے لعان کرا دیا جائے گا یہ غایۃ البیان میں ہے کسی مرد کی بیوی کے بچہ پیدا ہوا پس مرد مذکور نے اس کی نفی کی اور کہا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے یا کہا کہ یہ بچہ زنا کا ہے اور لعان کسی وجہ سے ساقط ہے تو نسب منتفی نہ ہوگا خواہ مرد مذکور پر حد واجب ہو یا واجب نہ ہو اسی طرح اگر مرد مذکور و اس کی بیوی دونوں اہل لعان سے ہوں مگر دونوں نے باہم لعان نہ کیا تو نسب منتفی نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر اپنی زوجہ حرہ کے بچہ کی نفی کی پس عورت نے اس کی تصدیق کی تو حد و لعان کچھ لازم نہ ہوگی اور یہ بچہ ان دونوں سے ثابت النسب ہوگا اس کی نفی پر ان دونوں کے قول کی تصدیق اس بچہ کے حق میں نہ ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر اپنی زوجہ کے بچہ کی نفی کی اور یہ دونوں ایسی حالت میں ہیں کہ دونوں پر لعان واجب نہیں ہوتی ہے تو بچہ کا نسب منتفی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر بچہ کا نطفہ ایسے حال میں قرار پایا ہو کہ دونوں پر لعان واجب نہ ہوتا ہو پھر دونوں ایسی حالت میں ہو گئے کہ لعان کر سکتے ہیں مثلاً عورت کسی کی باندی یا عورت کتابیہ کافرہ تھی اس وقت بچہ کا علوق ہوا پھر باندی آزاد کی گئی یا کافرہ مسلمان ہو گئی تو نفی[1] کرنے کی صورت میں دونوں میں لعان نہ کرایا جائے گا اور بچہ کا نسب منتفی نہ ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر زوجہ کے بچہ پیدا ہوا پھر وہ مر گیا پھر شوہر نے اس کی نفی کی تو بچہ کا نسب اس مرد کو لازم ہوگا بعد لعان کے بھی اور دونوں سے لعان کرایا جائے گا اور اسی طرح اگر عورت کے دو بچہ پیدا ہوئے کہ ان میں سے ایک مردہ ہے پس شوہر نے دونوں کی نفی کی تو باہم لعان کرایا جائے گا اور دونوں بچہ اس مرد کو لازم ہوں گے اور اسی طرح اگر عورت کے بچہ پیدا ہوا پھر شوہر نے اس کی نفی کی پھر قبل لعان کے بچہ مر گیا تو شوہر سے لعان کرایا جائے گا اور بچہ اس کے ساتھ لازم ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

---

[1] نفی سے یہ غرض ہے کہ مرد نے بچہ کے نسب سے انکار کیا کہ یہ میرا نہیں ہے تو لہ لازم ہوگا یعنی ثابت النسب بچہ کے جو احکام پرورش وغیرہ شرعاً ثابت ہیں وہ مرد کے ذمہ لازم ہوں گے۔

ایک عورت ایک ہی پیٹ[1] سے دو بچے جنی ☆ یعنی آگے پیچھے پس شوہر نے اول بچہ کا اقرار کیا اور دوسرے بچہ کی نفی کی تو دونوں بچے اس کو لازم ہوں گے اور عورت سے لعان کرے گا اور اگر اول کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو دونوں بچے اس کے لازم ہوں گے اور اس پر حد قذف واجب ہوگی اور اگر دونوں کی نفی کی پھر دونوں میں سے ایک قبل لعان کے مر گیا تو زندہ بچہ کی بابت لعان کرے گا اور یہ دونوں اسی کے بچے قرار دیئے جائیں گے اور اسی طرح اگر عورت دو بچے جنی جن میں سے ایک مردہ ہے پس شوہر نے دونوں کی نفی کی تو دونوں اس کو لازم ہوں گے اور زندہ بچہ کی بابت لعان کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت ایک بچہ جنی پس شوہر نے اس کی نفی کی اور اس کی بابت لعان کیا پھر دوسرے روز عورت دوسرا بچہ جنی تو دونوں بچے اس مرد کے لازم ہوں گے اور لعان ہو چکا پس اگر اس نے کہا کہ یہ دونوں میری اولاد ہیں تو سچا ہوگا اور اس پر حد واجب نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ دونوں میری اولاد نہیں ہیں تو اس کی اولاد ہوں گے اور اس پر حد واجب نہ ہوگی اور اگر مرد مذکور نے کہا کہ میں نے دروغ لعان کی اور جو کچھ میں نے عورت مذکورہ کو قذف میں کہا جھوٹ تہمت لگائی تو مرد مذکور پر حد واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اباحت نکاح کے واسطے عورت کی تصدیق چار مرتبہ شرط ہے اور حد و لعان ساقط ہونے کے واسطے ایک ہی مرتبہ کافی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی پھر دو برس سے ایک روز کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا پس مرد نے اس کی نفی کی پھر دو برس سے ایک روز بعد دوسرا بچہ پیدا ہوا کہ اس کے نسب کا اقرار کیا تو عورت مذکورہ اس سے بائنہ ہوگئی اور حد لعان کچھ واجب نہ ہوگی یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور اگر طلاق بائن ہو اور باقی مسئلہ بحالہا ہو تو مرد مذکور پر حد ماری جائے گی اور دونوں بچوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا یہ امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے یہ ایضاح میں ہے اور حسنؒ نے ذکر کیا امام اعظمؒ سے کہ اگر ایک عورت تین بچے ایک ہی پیٹ سے جنی پس شوہر نے اول کا اقرار کیا اور دوسرے کی نفی کی اور تیسرے کا اقرار کیا تو لعان کرایا جائے گا اور یہ سب بچے اس کی اولاد ہوں گے اور اگر اس نے پہلے و تیسرے کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا پھر نفی کی پھر اقرار کیا تو باہم لعان کرایا جائے گا اور بچہ اس سے ثابت النسب اس کو لازم ہوگا اور اگر پہلے اس کی نفی کی پھر اقرار کیا تو اس کو حد ماری جائے گی اور بچہ اس کو لازم ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں ایک بسہ طلاق طالقہ ہے اور وہ دونوں سے دخول کر چکا ہے:

اگر کسی مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول نہ کیا اور نہ اس کو دیکھا یہاں تک کہ اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پس مرد نے اس کی نفی کی تو وہ عورت سے لعان کرے گا اور بعد لعان کے بچہ مذکور اس کی ماں کو لازم کیا جائے گا اور شوہر پر مہر کامل واجب ہوگا یہ تحریری شرح تلخیص جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں ایک بسہ طلاق طالقہ ہے اور وہ دونوں سے دخول کر چکا ہے اور اس نے دونوں میں سے کسی کو بیان نہ کیا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک عورت وقت طلاق سے دو برس زیادہ میں بچہ جنی تو دوسری عورت طلاق کے واسطے متعین ہو جائے گی اور دوسری عورت جو بچہ جنی ہے نکاح کے واسطے متعین ہو جائے گی پس اگر اس نے بچہ کی نفی کی تو قاضی ان دونوں میں لعان کرا دے گا کیونکہ سبب لعان موجود ہے اور بچہ کا نسب منقطع نہ ہوگا اور اگر عورت کے بچہ پیدا ہوا اور اس کا شوہر غائب ہے پھر اس نے بچہ کا دودھ اپنے وقت پر چھڑایا اور قاضی سے درخواست کی کہ اس کا اور اس کے بچہ کا نفقہ مقدر کر دے اور گواہ قائم کر دیئے پس قاضی نے دونوں کا نفقہ مقدر کر دیا پھر شوہر آیا اور اس نے بچہ کی نفی کی تو قاضی ان دونوں میں لعان کرا کے بچہ کا نسب اس مرد سے منقطع کر دے گا اور اگر نسب محکوم بہ ہو تو بحکومت قاضی دونوں سے

---

(۱) یعنی حمل سے۔ ☆ یعنی جڑواں بچے۔

باہم لعان کرائے گا اور اگر عورت کے ایک بچہ پیدا ہوا اور یہ بچہ دائی کے بچہ پر لوٹ کر گرا جس سے وہ دودھ پیتا بچہ مر گیا اور اس کی دیت کا حکم اس بچہ کے باپ کی مددگار برادری پر کیا گیا پھر اس کے باپ نے اس کے نسب کی نفی کی تو قاضی اس بچہ کے ماں و باپ میں لعان کرائے گا اور اس بچہ کا نسب قطع نہ کرے گا یہ تنویر شرح تلخیص جامع کبیر میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پس وقت نکاح سے چھ مہینے پورے ہونے کے بعد اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو قاضی اس بچے کے ثبوت نسب اور عورت مذکورہ کے ساتھ دخول واقع ہونے کا حکم دے گا حتیٰ کہ عورت کے واسطے پورے مہر و نفقہ عدت کا حکم کرے گا اور اگر مرد نے اس بچے کی نفی کی تو ان دونوں میں باہم لعان کرایا جائے گا اور بچہ کا نسب مرد سے منقطع کیا جائے گا اگر چہ وہ اس بات کا محکوم بہ ہو گیا ہے کہ اس مرد کا ہے کیونکہ پورے مہر و نفقہ عدت کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح اگر مطلقہ طلاق رجعی دو برس سے زیادہ میں بچہ جنی تو یہ رجعت ہوگی اور اگر مرد نے اس بچہ کی نفی کی تو قاضی دونوں میں لعان کرائے گا اور بچہ کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دے گا یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے۔

لعان کی صورت یہ ہے کہ حاکم اس مرد کو حکم دے کہ یوں قسم کھائے: اشهد بالله انى لمن الصادقين فيما ميتها به من نفي الولد:

اگر قذف[1] بولد ہو تو قاضی اس ولد کا نسب منقطع کر کے اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دے گا اور اس لعان کی صورت یہ ہے کہ حاکم اس مرد کو حکم دے کہ یوں قسم کھائے اشهد بالله انى لمن الصادقين فيما ميتها به من نفي الولد یعنی شہادت دیتا ہوں میں قسم اللہ تعالیٰ کی کہ میں البتہ ضرور سچوں میں سے ہوں اس بات میں جو میں اس عورت کو لگائی ہے ولد کی نفی سے۔ اسی طرح عورت کی جانب سے بھی عورت یوں کہے کہ اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رماني به من نفي الولد یعنی میں قسم اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتی ہوں کہ اس مرد نے نفی ولد کی بات جو مجھے لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے اور اگر مرد نے اس کو زنا اور نفی ولد دونوں سے قذف کیا ہو تو لعان میں دونوں باتیں ذکر کرے یعنی مرد یوں کہے کہ اشهد بالله انى لمن الصادقين فيما ميتها به من الزنا ونفي الولد اور عورت یوں کہے کہ اشهد بالله انه لمن الكاذبين فيما رماني به من الزنا ونفي الولد یہ کافی میں ہے اور جب قاضی نے بعد لعان کے ان دونوں میں تفریق کر دی تو یہ بچہ اپنی ماں کو لازم ہوگا اور بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ ضرور ہے کہ قاضی یوں کہے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق کر دی اور اس بچہ کا نسب اس مرد سے قطع کر دیا حتیٰ کہ اگر قاضی نے یہ بات نہ کہی تو مرد مذکور سے اس کا نسب قطع نہ ہوگا اور یہ صحیح ہے یہ مبسوط و نہایہ میں ہے پھر قاضی اس بچہ کا نسب نفی کر کے اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دے گا اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ قاضی دونوں میں تفریق کرے گا اور کہے گا کہ میں نے یہ بچہ اس کی ماں کے ساتھ لاحق کیا اور اس مرد کو اس کے نسب سے خارج کر دیا چنانچہ اگر قاضی نے یہ نہ کہا تو نسب قطع نہ ہوگا یہ کافی میں ہے مبسوط میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ شرح مجمع البحرین ابن الملک میں ہے۔

اگر بعد لعان کے بیوی و مرد دونوں سے یا ایک سے ایسی کوئی بات پائی گئی کہ اگر قبل لعان کے پائی جاتی تو لعان سے مانع ہوتی تو دونوں باہم لعان کنندہ باقی نہ رہیں گے پس مرد مذکور کو حلال ہوگا کہ اس عورت سے نکاح کر لے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً مرد نے اپنی تکذیب کی پس اس کو حد ماری گئی یا عورت نے اپنی تکذیب کی یا دونوں میں سے کسی نے کسی آدمی کو قذف کیا جس کے سبب سے اس پر حد قذف ماری گئی یا دونوں میں سے کوئی گونگا ہو گیا یا عورت مجنونہ ہو گئی یا بوطی حرام اس کے ساتھ وطی کی گئی یا

---

[1] یعنی زنا کی تہمت کسی کلام سے نہیں لگائی بلکہ اس طرح کہ بچہ کے نسب سے انکار کیا بایں طور کہ میرا نہیں ہے بلکہ اجنبی مرد کا ہے۔

دونوں میں کوئی مرتد ہو کر مسلمان ہو گیا پس ان امور مذکورہ میں سے اگر کوئی بات پائی گئی تو امام اعظمؒ وامام محمدؒ کے نزدیک مرد مذکور کو اس عورت سے نکاح کر لینا حلال ہو جائے گا یہ ینابیع وسراج الوہاج میں ہے اور اگر دونوں میں تفریق کر دی گئی پھر عورت معتوہہ ہو گئی تو مرد کو اس سے نکاح کر لینا جائز نہیں ہے کیونکہ معتوہ ہونے میں اہلیت لعان باقی رہتی ہے یہ تحریر شرح جامع کبیر حصیری میں ہے اور اگر مرد مجبوب یا خصی ہو تو اس کے نفی ولد کی صورت میں لعان مشروع نہیں یہ بحر الرائق میں ہے ملاعنہ عورت کا بچہ یعنی جس کا نسب مرد ملاعن سے قطع کر کے اس کی ماں کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے بعضے احکام میں وہ نسب کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے چنانچہ علماء نے فرمایا ہے کہ اگر ملاعنہ کے بچہ نے اپنے باپ کے واسطے گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اسی طرح اگر اس کے باپ نے یعنی جس نے نفی کی ہے اور لعان کیا ہے اس بچہ کے واسطے گواہی دی مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر مرد نے اپنے مال کی زکوٰۃ اپنی ملاعنہ بیوی کے اس بچہ کو دی جس کی نسبت لعان کیا ہے یا اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ اس مرد کو دی تو نہیں جائز ہے اور اسی طرح اگر ملاعنہ کے اس بچہ کا پسر پیدا ہوا اور اس مرد ملاعن کی دختر کسی دوسری بیوی سے ہے اور دونوں میں نکاح ہوا یا ملاعنہ کے ولد کی دختر اور اس کی مرد کی دوسری بیوی سے بیٹا ہوا اور اس پسر نے اس دختر سے نکاح کیا تو نکاح جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر اس ولد ملاعنہ کا کسی شخص نے دعویٰ کیا یعنی اپنے نسب کا دعویٰ کیا تو صحیح نہیں ہے اگرچہ ولد نے اس کے قول کی تصدیق کی ہو اور بعضے احکام میں ولد ملاعنہ اجنبیوں کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے حتیٰ کہ ملاعنہ کا ولد اس مرد ملاعن کا وارث نہ ہوگا اور اسی طرح مرد ملاعن اس کا وارث نہ ہوگا اور اسی طرح ان دونوں میں سے کوئی دوسرے پر نفقہ کا مستحق نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے شوہر پر نالش کی اور دعویٰ کیا کہ اس نے مجھ کو قذف کیا ہے اور شوہر نے اس سے انکار کیا تو قذف ثابت کرنے کے واسطے عورت کی طرف سے سوائے دو عادل مردوں کی گواہی کے اور گواہی قبول نہ ہوگی اور عورتوں کی گواہی قبول نہ ہوگی اور نہ شہادت علی الشہادۃ قبول ہوگی یعنی گواہوں نے اپنی گواہی پر اور گواہ قائم کر دیے جنھوں نے گواہی دی تو نامقبول ہوگی اور قاضی کا خط بجانب قاضی دیگر اس اثبات کے واسطے بھی مقبول نہ ہوگا جیسے اجنبی پر قذف ثابت کرنے کے واسطے نامقبول ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر عورت نے دو مرد گواہ قائم کئے پھر مرد نے بھی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس امر کی گواہی دیں کہ عورت مدعیہ نے مرد مذکور کے قذف کرنے کی تصدیق کی تھی تو لعان ساقط ہو گیا اور مرد پر حد بھی لازم[1] نہ ہوگی اور اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں اور اس نے چاہا کہ شوہر کو اس امر پر قسم دلا دے تو عورت کو قسم دلانے کا اختیار نہیں ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر شوہر نے عورت کے تصدیق کرنے کا یعنی اس نے میری تصدیق کی تھی دعویٰ کیا اور چاہا کہ عورت کو اس بات پر قسم دلا دے تو عورت پر قسم لازم نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت پر زنا کے چار گواہ قائم ہوئے تو لعان واجب نہ ہوگی اور عورت پر حد زنا جاری کی جائے گی اور اگر چار گواہ قائم ہوئے مگر ان میں سے ایک گواہ اس کا شوہر ہے پس اگر قبل اس کے مرد مذکور کی طرف سے قذف نہ ہوا ہو تو ان گواہوں کی گواہی قبول ہوگی اور ہمارے نزدیک عورت پر حد زنا جاری کی جائے گی اور اگر شوہر اس سے پہلے اس کو قذف کر چکا ہے پھر اپنے سوائے زنا کے اور تین گواہ لایا تو یہ گواہ قذف کنندہ قرار دیے جائیں گے کہ ان پر حد قذف جاری کی جائے گی اور چوتھے شوہر پر عورت کے ساتھ لعان کرنی واجب ہوگی اور اگر شوہر اور تین گواہ اور آئے اور ان سب نے گواہی دی کہ اس عورت نے زنا کیا ہے مگر ان گواہوں کی تصدیق نہ ہوئی عورت پر حد زنا واجب نہ ہوگی اور نہ ان گواہوں پر حد قذف واجب ہوگی اور نہ شوہر پر لعان واجب ہوگی یہ بدائع میں ہے اور اگر شوہر کے ساتھ تین اندھوں نے عورت پر زنا کی گواہی دی تو ان اندھوں کو حد قذف ماری جائے گی اور

---

[1] قولہ حد کیونکہ مرد کے گواہ اگرچہ مثبت نہیں ہیں لیکن موجب اشتباہ ہوئے والحد تندرء بالشبہات۔

شوہر پر لعان واجب ہوگا اور اگر عورت کے واسطے اس کے دو لڑکوں نے اس کے شوہر پر گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کو قذف کیا ہے تو ان دونوں کی گواہی جائز نہ ہوگی اور اسی طرح اگر عورت کے باپ اور عورت کے پسر نے اس طرح گواہی دی تو بھی ناجائز ہے اور اگر عورت کے دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ اس مرد یعنی عورت کے شوہر نے اس عورت کو زنا کے ساتھ قذف کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کے بچہ کو کہا کہ یہ زنا سے پیدا ہے تو یہ گواہی جائز نہ ہوگی یعنی قذف کرنا ثابت نہ ہوگا اور اگر ایک گواہ نے کہا کہ اس مرد نے اس کو عربی زبان میں قذف کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے فارسی زبان میں قذف کیا تو یہ گواہی قبول نہ ہوگی اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کو کہا کہ تیرے ساتھ زید نے زنا کیا اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے کہا کہ تیرے ساتھ عمرو نے زنا کیا ہے تو مرد مذکور پر لعان واجب ہوگا اور اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو زید کے ساتھ قذف کیا پھر زید آیا اور اس نے اس مرد سے اپنے قذف کرنے کا مطالبہ کیا تو اس مرد کو حد قذف ماری جائے گی اور لعان ساقط ہو جائے گا اور جب دو گواہوں نے کسی عورت کے شوہر پر اس کے قذف کرنے کی گواہی دی تو قاضی اس کو قید کر لے گا یہاں تک کہ ان گواہوں کی عدالت دریافت کرے اور مرد مذکور سے کفیل نفس قبول نہ کرے گا اور اگر دونوں گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس مرد نے اپنی بیوی کو اور باندی کو ایک ہی کلمہ سے قذف کیا تو یہ گواہی جائز نہ ہوگی اور اگر زید کے دو بیٹوں نے جو ہندہ اس کی بیوی کے سوائے دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں زید پر گواہی دی کہ زید نے اس ہندہ کو قذف کیا ہے اور ان دونوں کی ماں زید کے پاس ہے تو ان دونوں کی گواہی جائز نہ ہوگی لیکن اگر زید غلام ہو یا محدود القذف ہو تو ضرب حد کی گواہی ان دونوں کی زید پر قبول ہوگی اور اگر زید پر دو گواہوں گواہی نے دی کہ اس نے اپنی بیوی کو قذف کیا ہے پھر دونوں گواہوں کی تعدیل ہو گئی پھر قبل اس کے کہ قاضی ان کی گواہی پر کچھ حکم دے یہ دونوں گواہ مر گئے یا کہیں چلے گئے تو قاضی لعان کا حکم دے دے گا اس واسطے کہ مر جانا یا غائب ہو جانا ان کی عدالت میں قادح نہیں ہے بخلاف اس کے اگر دونوں اندھے ہو گئے یا مرتد یا فاسق ہو گئے تو ایسا[1] نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت نے چار گواہ قائم کئے جن میں سے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے شوہر زید نے اس کو جمعرات کے روز قذف کیا ہے اور باقی دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے جمعہ کے روز قذف کیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک دونوں بیوی و مرد میں باہم لعان کرنے کا حکم دیا[2] جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر مرد قذف نے دو مرد گواہ اس مضمون کے قائم کئے کہ عورت نے خود زنا کا اقرار کیا ہے تو شوہر کے ذمہ سے لعان ساقط ہو جائے گا:

اگر شوہر نے دعویٰ کر دیا کہ میرے اس کو قذف کرنے کے روز یہ باندی یا ذمیہ تھی تو لعان واجب نہ ہوگا الا آنکہ عورت مذکورہ قاضی کے نزدیک حریت یا اسلام کی راہ سے معروف ہو اور اگر شوہر نے گواہ قائم کئے کہ بروز قذف کرنے کے یہ عورت رقیقہ یا کافرہ تھی اور عورت نے اپنے آزاد ہونے یا مسلمان ہونے کے گواہ قائم کئے تو گواہ عورت کے اولیٰ[(1)] ہوں گے لیکن اگر شوہر کے گواہوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہو کہ یہ عورت بعد اسلام کے مرتد ہو گئی تھی تو یہ حکم نہیں ہے یہ عتابیہ میں ہے اگر مرد قاذف نے دو مرد گواہ اس مضمون کے قائم کئے کہ عورت نے خود زنا کا اقرار کیا ہے تو شوہر کے ذمہ سے لعان ساقط ہو جائے گا اور عورت کے ذمہ

---

[1] اس گواہی پر حکم نہ دے گا۔

[2] دیا جائے گا کیونکہ شاید اس نے دونوں گواہوں پر قذف کیا ہو اور نصاب دونوں فریق کا پورا ہے۔

(1) یعنی وہی مقبول ہوں گے۔

حدزنا لازم نہ آئے گی جیسے کہ اس کے ایک مرتبہ اقرار کر دینے سے لازم نہیں آتی ہے اور اگر مرد اور دو عورتوں نے عورت پر اس مضمون کی گواہی دی تو بھی استحساناً لعان ساقط ہونے کا حکم ہوگا اور اگر مرد نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ عورت زانیہ ہے یا بوطی حرام اس سے وطی کی گئی تو مرد پر لعان واجب ہوگی پس اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میرے پاس اس امر کے گواہ ہیں کہ میں جس طرح کہتا ہوں کہ یہ عورت ایسی ہی ہے تو مجلس سے قاضی کے اٹھنے تک اس کو مہلت دی جائے گی پس اگر وہ گواہ لے آیا تو خیر ورنہ ضرورت سے لعان کرے گا اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو قذف کیا درحالیکہ یہ صغیرہ تھی اور عورت نے کہا کہ اس نے وقت بلوغ کے قذف کیا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور گواہ اگر دونوں نے قائم کیے تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر عورت نے قذف متقادم کا دعویٰ کیا یعنی ایسے قذف کا جس کو زمانہ دراز گزر گیا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے تو جائز ہے پھر اگر شوہر نے گواہ قائم کیے کہ میں نے اس عورت کو اس کے بعد طلاق رجعی دے دی اور خطبہ کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیا تو دونوں میں لعان و حد کچھ واجب نہ ہوگی یہ مبسوط میں ہے۔

بارھواں باب:

عنین کے بیان میں

عنین اس کو کہتے ہیں جو باوجود قیام آلہ کے عورتوں سے واصل نہ ہو سکے پس اگر وہ ایسا ہو کہ ثیبہ عورتوں تک پہنچتا ہو اور باکرہ عورتوں تک نہ پہنچتا ہو یا بعض عورتوں تک پہنچتا ہو اور بعض تک نہ پہنچتا ہو اور یہ امر کسی مرض یا ضعف خلق یا بڑھاپے یا[1] سحر کی وجہ سے ہو تو جن عورتوں کی طرف یہ نہیں پہنچ سکتا ہے ان کے حق میں یہ عنین ہوگا یہ نہایہ میں ہے اور اگر اس نے حشفہ یعنی ذکر کا سر اندر کر دیا تو وہ عنین نہیں ہے اور اگر سرذکر کٹا ہوا ہو تو ضرور ہے کہ باقی ذکر کو اندر[2] کرے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر عورت اپنے شوہر کو قاضی کے پاس لے گئی اور اس پر دعویٰ کیا کہ یہ عنین ہے اور فرقت کی درخواست کی تو قاضی اس کے شوہر سے دریافت کرے گا کہ تو اس عورت تک پہنچا ہے یا نہیں پہنچا پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نہیں پہنچا تو اس کو ایک سال کی مہلت دے گا خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو اور اگر شوہر نے اس کے دعویٰ سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس تک پہنچا ہوں پس اگر یہ عورت ثیبہ ہو تو قول مرد کا معتبر ہوگا مگر قسم کے ساتھ کہ میں اس تک پہنچا ہوں یہ بدائع میں ہے۔ پس اگر مرد مذکور نے قسم کھالی تو عورت کا حق باطل ہو گیا اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو قاضی اس کو ایک سال کی مہلت دے گا یہ کافی میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں ویسی ہی باکرہ موجود ہوں تو عورتیں اس کو دیکھیں اور ایک عورت کافی ہے اور دو ہوں تو احوط[ا] واوثق ہے پس اگر عورتوں نے کہا کہ یہ ثیبہ ہے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے پس اگر مرد نے قسم کھالی تو عورت کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر عورتوں نے کہا کہ یہ باکرہ ہے تو بدوں قسم کے عورت کا قول قبول ہوگا اور اگر عورتوں کو اس کے معاملہ میں شک پیدا ہوا

ا　احوط زیادہ احتیاط ہے اوثق زیادہ معتمد ہے۔

(۱)　جادو۔

(۲)　ورنہ عنین ہوگا۔

تو اس عورت کا امتحان کیا جائے گا پس بعض نے فرمایا کہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ دیوار پر پیشاب کرے پس اگر وہ دیوار پر دھار پھینک سکے تو باکرہ ہے ورنہ ثیبہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ مرغی کے انڈے سے اس کا امتحان کیا جائے پس اگر مرغی کا انڈا اس کے اندام نہانی میں چلا جائے یعنی سما جائے اس سوراخ سے تو ثیبہ ہے اور اگر نہ سمائے تو باکرہ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر بعض عورتوں نے کہا کہ باکرہ ہے اور بعض نے کہا کہ ثیبہ ہے تو ان عورتوں کے سوائے دوسری عورتوں کو دکھلائے پس جب ثابت ہو جائے کہ مرد مذکور اس عورت تک نہیں پہنچا ہے تو اس کو ایک سال کی مہلت دے خواہ یہ مرد درخواست کرے یا نہ کرے اور مہلت مذکور دینے پر گواہ کر دے اور اس کی تاریخ لکھ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ابتدائے مدت مذکورہ وقت مخاصمہ سے ہو گی یہ محیط میں ہے اور یہ مہلت سوائے قاضی مصر[1] یا مدینہ کے اور کی طرف سے نہ ہو گی پس اگر عورت نے خود اس کو مہلت دی یا قاضی کے سوائے دوسرے نے مہلت دی تو اس مہلت کا اعتبار نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

سال شمسی تین سو پینسٹھ روز اور ایک چوتھائی روز اور ایک سو بیسواں حصہ روز کا ہوتا ہے اور سال قمری تین سو چون روز کا ہوتا ہے:

اس مدت میں سال قمری معتبر ہے یہی ظاہر الروایہ ہے کذا فی التبیین اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں ہے اور حسنؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ سال شمسی معتبر ہے اور وہ سال قمری سے چند روز زیادہ ہوتا ہے اور شمس الائمہ سرخسی شرح کافی میں روایت حسنؒ کی طرف گئے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے میں احتیاط ہے اور یہی مذہب صاحب تحفہ کا ہے اور یہی میرے نزدیک مختار ہے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اسی کو شمس الائمہ نے اختیار کیا ہے یہ مبسوط میں ہے اور امام قاضی خان و امام ظہیر الدین نے مدت مہلت میں یہ اختیار کیا ہے کہ سال شمسی کی مہلت دی جائے کہ اس کے اختیار کرنے میں احتیاط ہے یہ کفایہ میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے۔ شمس الائمہ حلوائی سے منقول ہے کہ سال شمسی تین سو پینسٹھ روز اور ایک چوتھائی روز اور ایک سو بیسواں حصہ روز کا ہوتا ہے اور سال قمری تین سو چون روز کا ہوتا ہے یہ کافی میں ہے اور مجتبیٰ میں لکھا ہے کہ اگر تاجیل درمیانی مہینہ سے واقع ہوئی تو بالاجماع سال کا اعتبار دونوں[1] کے شمار سے ہو گا یہ بحر الرائق میں ہے اور ان ایام میں سے عورت کے ایام حیض و ماہ رمضان محسوب کر دیا جائے گا یہ شرح جامع کبیر قاضی خان میں ہے اور مرد کے مرض یا عورت کے مرض کے ایام محسوب نہ کئے جائیں گے یہ ہدایہ میں ہے پس اگر اس سال میں مرد مذکور مریض ہو گیا تو بقدر مدت مرض کے امام محمدؒ کے نزدیک اس کو اور مہلت دی جائے گی اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر مرد نے حج کیا یا کہیں غائب ہو گیا تو یہ ایام مرد کے ذمہ محسوب ہوں گے اور اگر عورت نے حج کیا یا کہیں غائب ہو گئی تو یہ ایام مرد کے حساب مدت میں شمار نہ ہوں گے یہ تبیین میں ہے اور اگر مخاصمہ کرنے کے وقت عورت احرام میں ہو تو قاضی مرد کے واسطے مدت مہلت مقرر نہ کرے گا یہاں تک کہ حج سے فارغ ہو جائے یہ نہایہ میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر عورت نے مرد سے ایسے وقت میں قاضی کے یہاں مخاصمہ پیش کیا کہ وہ محرم تھا تو قاضی بعد اس کے حلال ہو جانے کے مہلت ایک سال تک قرار دے گا اور اگر ایسی حالت میں عورت نے خصومت کی کہ مرد مذکور مظاہر تھا پس اگر وہ بردہ آزاد کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو قاضی اس کو میعاد ایک سال کی مہلت وقت خصومت سے دے گا اور اگر وہ اعتاق پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے چودہ مہینے کی مہلت

۱؎ قال المترجم: یعنی تین سو چون روز شمار کئے جائیں گے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مہینہ تیس روز کا قرار دیا جائے گا ورنہ سال قمر کہ (۳۶۰) روز قمری ہوئے کمافی العدۃ اور موافق مختار کے سال شمسی کے ۳۱/۱۲۰ ۳۶۵ روز شمار ہوں گے فافہم۔

(۱) یعنی قاضی شہر کلاں یا خرد۔

مقرر کردے گا اور اگر قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کردی حالانکہ مرد مظاہر نہ تھا پھر سال اندر اس نے اس عورت سے ظہار کرلیا تو مدت میں کچھ بڑھایا نہ جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت کا شوہر ایسا مریض پایا گیا کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہے تو اس کو تاجیل و مہلت ابھی سے نہ دی جائے گی بلکہ جب اچھا ہو جائے تب سے مہلت دی جائے گی اگرچہ مرض طول کپڑے اور اگر معتوہ کے ساتھ اس کے ولی نے کسی عورت کا نکاح کیا مگر معتوہ مذکور اس عورت تک نہ پہنچا تو معتوہ کی طرف سے کسی خصم کے مقابلہ میں قاضی معتوہ کو ایک سال کی مہلت دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر شوہر قید کیا گیا اور عورت نے قید خانہ میں اس کے پاس آنے سے انکار کیا تو یہ ایام مرد کی مہلت میں محسوب نہ ہوں گے اور اگر عورت نے انکار نہ کیا اور قید خانہ میں کوئی جگہ خلوت کی بھی ہے تو یہ ایام مرد کے ایام مہلت میں محسوب ہوں گے اور اگر کوئی جگہ خلوت کی نہ ہو تو محسوب نہ ہوں گے اور اسی طرح اگر عورت کے مہر کے واسطے قید کیا گیا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت کسی حق کے واسطے قید کی گئی اور شوہر اس تک جا سکتا ہے اور خلوت میں اس کے ساتھ رہ سکتا ہے اور رات گزر سکتا ہے تو یہ ایام شوہر کی میعاد مہلت میں محسوب ہوں گے ورنہ نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر میعاد مہلت گزر جانے کے بعد عورت قاضی کے پاس آئی اور دعویٰ کیا کہ میرا شوہر مجھ تک نہیں پہنچا ہے اور شوہر نے پہنچنے کا دعویٰ کیا پس اگر عورت پہلے سے ثیبہ ہو تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا پس اگر شوہر نے قسم کھالی تو عورت کا حق باطل ہو گیا اور اگر اس نے قسم سے نکول کیا تو قاضی اس عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے اس کے ساتھ رہنا اختیار کرے یا تفریق کرے اور اگر عورت نے کہا کہ میں ویسی ہی باکرہ موجود ہوں تو عورتیں اس کو دیکھیں اور ایک عورت کافی ہے اور دو ہوں تو احتیاط زیادہ ہے پس اگر ان عورتوں نے کہا کہ یہ ثیبہ ہے تو قسم سے مرد کا قول قبول ہوگا اور اگر ان عورتوں نے کہا کہ یہ باکرہ ہے یا شوہر نے خود اقرار کیا کہ میں اس تک نہیں پہنچا ہوں تو قاضی اس عورت کو در باب فرقت اختیار دے گا کذا فی شرح الجامع الصغیر قاضی خان پس اگر عورت نے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کیا یا مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی یا قاضی کے پیادوں نے اس کو اٹھا دیا یا اس کے اختیار کرنے سے پہلے قاضی اٹھ کھڑا ہوا تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا کذا فی المحیط اور ایسا ہی امام محمدؒ سے مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتارخانیہ میں واقعات سے منقول ہے۔

اگر عورت نے فرقت کو اختیار کیا تو قاضی اس کے شوہر کو حکم دے گا کہ اس کو ایک طلاق بائنہ دے دے اور اگر شوہر نے انکار کیا تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے گا ایسا ہی امام محمدؒ نے اصل میں ذکر فرمایا ہے یہ تبیین میں ہے اور فرقت ایک طلاق بائنہ ہے یہ کافی میں ہے اور عورت کے واسطے مہر کامل واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی بشرطیکہ شوہر نے اس کے ساتھ خلوت کی ہو یہ بالاجماع ہے اور اگر عورت سے خلوت نہ کی ہو تو عورت پر عدت واجب نہ ہوگی اور اس کو نصف مہر ملے گا اگر مسمّیٰ ہوا ہو اور اگر مہر مسمّیٰ نہ ہو تو اس کے واسطے متعہ واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر میعاد مہلت ایک سال گزر گئی اور بعد اس کے عورت نے ایک زمانہ تک مخاصمہ نہ کیا تو اس کا حق باطل نہ ہو جائے گا اگرچہ اس نے اس درمیان میں ساتھ سونے میں مرد کی مطاوعت کی ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور اگر بعد مہلت گزرنے کے شوہر نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے ایک سال دیگر یا ایک مہینہ یا زیادہ کی مہلت اور دے تو قاضی کو ایسا کرنا نہیں چاہئے الا برضامندی عورت اور اگر عورت پہلے اس پر راضی ہوئی پھر اس نے رجوع کرلیا تو اس کو یہ اختیار ہے پس مہلت باطل ہو جائے گی اور عورت کو خیار حاصل ہوگا یہ نہایہ میں ہے اور اگر مہلت کا سال گزرنے پر قاضی مر گیا یا معزول کیا گیا قبل اس کے کہ عورت اپنے امر میں کچھ اختیار کرے اور بجائے اس قاضی کے دوسرا مقرر کیا گیا پس عورت اپنے شوہر کو دوسرے قاضی کے پاس لائی اور گواہ قائم کئے کہ فلاں قاضی اول نے میرے اس شوہر کو

ایک سال کی مہلت میرے بارہ میں دی تھی اور وہ سال گزر گیا تو قاضی دوم اس مقدمہ کو قاضی اول کی روداد پر مبنی[۱] کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی کے تفریق کرنے کے بعد دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے قبل تفریق قاضی کے یہ اقرار کیا تھا کہ مرد مذکور اس تک پہنچا[(۱)] ہے تو قاضی کی تفریق باطل ہوگی اور اگر عورت نے بعد تفریق قاضی کے اقرار کیا کہ یہ مرد مجھ تک پہنچا تھا تو اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت کا مرد ایک بار اس تک پہنچا ہو پھر عاجز ہو گیا تو عورت کے واسطے کچھ خیار[(۲)] نہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور اگر عورت کو وقت نکاح کے یہ معلوم ہو کہ یہ مرد عنین ہے عورتوں تک نہیں پہنچتا ہے تو عورت کو حق خصومت حاصل نہ ہوگا اور اگر عورت کو اس وقت معلوم نہ تھا پھر اس کے بعد معلوم ہوا تو اس کا حق خصومت اس کو حاصل رہے گا اور ترک خصومت سے اس کا حق باطل نہ ہوگا اگرچہ زمانہ دراز تک وہ خصومت نہ کرے جب تک کہ وہ اس امر پر راضی نہ ہو جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر عنین اور اس کی بیوی کے درمیان قاضی نے تفریق کر دی پھر اس عورت کے ساتھ اس عنین نے نکاح کیا تو عورت کو اپنا خیار حاصل نہ ہوگا اور اگر عنین نے کسی دوسری عورت سے نکاح کیا جو اس کے حال سے آگاہ ہے تو اصل میں مذکور ہے کہ اس کو خیار حاصل نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور یہ صحیح ہے کہ دوسری عورت کو حق خصومت حاصل ہوگا اگر مرد مذکور اس تک نہ پہنچا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور ایسا ہی غایۃ السروجی میں ہے۔

اگر بالغہ عورت نے اپنے شوہر صغیر کو عنین پایا تو اس کے بالغ ہونے تک انتظار کرے:

اگر عورت سے نکاح کیا اور ایک مرتبہ اس تک پہنچا پھر عنین ہو گیا پھر اس عورت کو جدا کر دیا یعنی طلاق دے دی پھر اس عورت سے نکاح کیا اور اس تک نہ پہنچا تو اس عورت کو خیار حاصل ہوگا یہ محیط سرخسی میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے فرج کے سوائے مباشرت کرتا تھا یہاں تک کہ اس کو اور عورت کو انزال ہو جاتا تھا اور اس سے فرج میں وصولی نہیں کر سکتا تھا اور یہ عورت اس کے ساتھ یوں ہی مدت تک رہی اور یہ عورت باکرہ ہے یا ثیبہ ہے پھر اس نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس مرد کو ایک سال کی مہلت دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت کی دبر یعنی پاخانہ کے سوراخ میں دخول کرے تو وہ عنین ہونے سے خارج نہ ہوگا یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر مرد کی منی نہ ہو اور وہ جماع کرتا ہے پس منزل نہیں ہوتا ہے تو عورت کو حق خصومت حاصل نہ ہوگا یہ نہایہ میں ہے اور اگر بالغہ عورت نے اپنے شوہر صغیر کو عنین پایا تو اس کے بالغ ہونے تک انتظار کرے اور اگر عورت صغیرہ ہو تو اس کا ولی بھی تفریق نہیں کرا سکتا ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر معتوہ کو عنین پایا تو معتوہ کے ولی سے مخاصمہ کرے گی اور بمخاصمت ولی اس معتوہ کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی یہ کافی میں ہے اور اگر باندی کا شوہر عنین نکلا تو امام اعظمؒ کے قول میں خیار اس کے مولیٰ کو ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور جیسے عنین کو ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے ایسے ہی خصی کو بھی مہلت دی جائے گی اور یہی حکم بوڑھے آدمی کا ہے اگرچہ وہ خود کہے کہ مجھے امید نہیں ہے کہ میں اس عورت تک پہنچ سکوں گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے خنثیٰ اگر مردوں کے آلہ سے پیشاب کرتا ہو یعنی جس سے مرد پیشاب کرتے ہیں تو وہ مرد ہے اس کو نکاح کرنا جائز ہے پس اگر اس نے نکاح کیا اور عورت تک نہ پہنچا تو مثل عنین کے اس کو بھی مہلت دی جائے گی یہ مبسوط میں ہے

---

۱ یعنی از سر نو نہیں شروع کرے گا بلکہ جس قدر کام اس مقدمہ میں ہو چکا اس کے بعد سے پورا کرے گا۔

(۱) یعنی وطی کر لی ہے۔

(۲) تفریق کرانے کا۔

اور خنثیٰ مشکل کا حکم مثل عنین کے ہے یعنی اگر عورت نے اپنے شوہر کو خنثیٰ مشکل پایا تو وہی حکم ہوگا جو عنین کے ساتھ ہوتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر عورت نے کہا کہ یہ مجبوب ہے اور مرد نے کہا کہ میں مجبوب نہیں ہوں اور حال یہ ہے کہ میں اس تک پہنچا ہوں:

اگر عنین کی عورت رتقاء یا قرناء ہو تو وہ مہلت نہ دیا جائے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو مجبوب پایا تو عورت کو قاضی فی الحال اختیار دے گا اور اس مرد کو مہلت ایک سال کی نہ دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جس کا ذکر بہت چھوٹا ہو جیسے گھنڈی تو وہ بھی مجبوب کے ساتھ لاحق کیا جائے گا نہ وہ شخص جس کا آلہ چھوٹا ہو کہ داخل فرج تک نہ پہنچ سکے یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ یہ مجبوب ہے اور مرد نے کہا کہ میں مجبوب نہیں ہوں اور حال یہ ہے کہ میں اس تک پہنچا ہوں تو قاضی اس مرد کو کسی مرد کو دکھلائے گا پس اگر چھونے اور ٹٹولنے سے کپڑے کے باہر سے معلوم کر سکے بدوں بے پردہ کرنے کے تو اس کو بے پردہ نہ کرے گا اور اگر بدوں کشف ستر کئے ہوئے اور نظر ڈالے ہوئے معلوم نہ کر سکے تو کسی غیر کو حکم دے گا کہ اس کو دیکھے کیونکہ ضرورت ہے اور اگر مرد اس عورت تک پہنچ گیا پھر مجبوب ہو گیا تو عورت کو خیار حاصل نہ ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر مجبوب کی عورت وقت نکاح کے اس کو جانتی ہو تو اس کو خیار حاصل نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر شوہر مجبوب ہو اور عورت نہ جانتی ہو پھر عورت کے بچہ پیدا ہوا اور مجبوب مذکور نے اس کے نسب کا دعویٰ کیا اور قاضی نے اس کا نسب اس مجبوب سے ثابت کر دیا پھر عورت اس کے حال سے آگاہ ہوئی اور اس نے فرقت کی درخواست کی تو عورت کو اس امر کا اختیار ہوگا اس واسطے کہ بچہ اس شخص مجبوب کو بغیر جماع کے لازم ہوا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر قاضی نے مجبوب اور اس کی بیوی کے درمیان بعد خلوت واقع ہونے کے تفریق کر دی پھر دو برس تک میں اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مجبوب سے ثابت[1] ہوگا اور قاضی کا تفریق کرنا باطل نہ ہوگا اور عنین کی صورت میں نسب ثابت ہوگا اور قاضی کی تفریق باطل ہو جائے گی بشرطیکہ شوہر دعویٰ کرتا ہو کہ میں اس عورت تک پہنچا ہوں یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر صغیر کو مجبوب پایا تو قاضی عورت کی خصومت پر فی الحال تفریق کر دے گا اور شوہر کے بلوغ تک انتظار نہ فرمائے گا اور طفل کو حکم دے گا کہ اس کو طلاق دے دے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یہ فرقت بغیر طلاق ہوگی اور اول اصح ہے لیکن قاضی دونوں میں تفریق نہ کرے گا جب تک کہ اس طفل کی طرف کوئی خصم قرار نہ پائے جیسے اس کا باپ یا باپ کا وصی اور اگر اس طفل کا کوئی ولی و وصی نہ ہو تو اس کا دادا یا دادا کا وصی اس کی طرف سے خصم ہوگا اور اگر وہ بھی نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے کوئی خصم قرار دے دے گا اور اگر ایسے گواہ پیش ہوئے جن سے حق عورت باطل ہوتا ہے مثلاً گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عورت اس کے حال پر راضی ہو چکی ہے یا وقت عقد کے اس کے حال سے واقف تھی تو قاضی دونوں میں تفریق نہ کرے گا اور اگر گواہ نہ ہوں اور عورت سے قسم طلب کی تو عورت سے قسم لی جائے گی پس اگر عورت نے قسم سے نکول کیا تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور اگر عورت نے قسم کھالی تو قاضی تفریق کر دے گا یہ غایۃ السروجی میں ہے۔

اگر عورت صغیرہ ہو کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا ہو اور اس نے اپنے شوہر کو مجبوب پایا تو اس صغیرہ کے باپ کی خصومت سے قاضی ان دونوں میں تفریق نہ کرے گا یہاں تک کہ یہ عورت خود بالغ ہو اور اگر عورت بالغہ ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو پس

---

[1] ثابت ہوگا جبکہ بغیر زنا و بغیر شوہر پیدا ہوا تو طفل کا حق فرض ہے کہ اسی مجبوب سے رکھا جائے ورنہ قتل کرنا لازم آتا ہے کیونکہ بے باپ رکھنا قتل ہے پس حکم قضا باطل ہوا۔

عورت نے کسی کو وکیل کیا کہ اس کے شوہر سے خصومت کرے اور خود یہ عورت غائبہ ہے پس آیا وکیل کی خصومت سے قاضی ان دونوں میں تفریق کرے گا یا نہیں تو اس صورت کو امام محمدؒ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا ہے اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ تفریق نہیں کرے گا بلکہ اس عورت کے حاضر ہونے کا انتظار کرے گا اور بعض نے فرمایا کہ قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا یہ محیط میں ہے اور اگر باندی کا شوہر مجبوب ہو تو تفریق کی بابت اختیار اس کے مولیٰ کو ہوگا یہ امام اعظمؒ و امام زفرؒ کا قول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر معتوہ کو جس کی صحت کی امید نہیں ہے اس کے ولی نے کوئی بالغہ عورت بیاہ دی پھر وہ مجبوب نکلا تو اس کے ولی کی حضوری میں قاضی ان دونوں میں فی الحال تفریق کر دے گا اور اگر وہ مجبوب نہ ہو بلکہ وہ اس عورت تک نہیں پہنچتا ہے پس اگر اس کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے ایک خصم مقرر کرے گا اور اس کو مہلت ایک سال کی دے گا پھر اگر اس مدت کے اندر وہ اس عورت تک نہ پہنچا تو قاضی ان [1] دونوں میں تفریق کر دے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر زوجہ میں کوئی عیب ہو تو شوہر کو در باب نکاح کوئی خیار [2] حاصل نہ ہوگا اور اگر شوہر کو جنون یا برص یا جذام ہو تو عورت کو کوئی اختیار نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر جنون پیدا ہو گیا ہو تو مثل عنین ہونے کی صورت میں قاضی شوہر کو ایک سال کی مہلت دے گا پھر اگر وہ سال کے اندر اچھا ہو گیا اور سال پورا ہو گیا تو عورت کو اختیار دے گا اور اگر جنون مطبق ہو تو وہ مثل مجبوب ہونے کے ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ حاوی قدسی میں ہے۔

تیرھواں باب:

عدت کے بیان میں

عدت کہتے ہیں انتظار مدت معلومہ تک جو عورت کو لازم ہوا ہے بعد زوال نکاح کے حقیقۃً ہو یا شبہۃً جو متاکد ہو بدخول یا موت یہ شرح نقایہ برجندی میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے بنکاح جائز نکاح کیا پھر بعد دخول یا بعد خلوت صحیحہ کے اس کو طلاق دی تو عورت پر عدت واجب ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر نکاح فاسد ہوا اور قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی پس اگر قبل دخول کے تفریق کر دی تو عدت واجب نہ ہوگی اور اسی طرح اگر بعد خلوت کے تفریق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر بعد دخول واقع ہونے کے تفریق کی تو وقت تفریق سے عورت پر عدت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر فرقت بغیر قضاء واقع ہوئی تو بھی عدت لازم ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور فضولی کے نکاح کرنے میں وطی واقع ہونے سے عدت واجب نہیں ہوتی ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور زانیہ پر عدت واجب نہیں ہوتی ہے یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ شرح طحاوی میں ہے ایک مرد نے کہا کہ ہر عورت جس سے میں نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے پھر جو اس نے کہا تھا وہ بھول گیا اور عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا تو وہ طالقہ ہوگی اور ایک مہر کامل [3] اور نصف [4] مہر واجب ہوگا اور اس پر عدت واجب ہوگی اور اگر بچہ پیدا ہو تو اس کا نسب اس کے شوہر سے ثابت

---

(۱) یعنی تفریق وغیرہ۔

(۲) ہاں طلاق کا اختیار ہے۔

(۳) یعنی تفریق وغیرہ۔

(۴) یعنی مہر مثل۔

ہوگا یہ خلاصہ میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول کیا پھر کہا کہ میں قسم کھا چکا تھا کہ اگر میں کسی ثیبہ سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ثلث ہے اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ ثیبہ ہے تو طلاق بوجہ اقرار مرد مذکور کے واقع ہوگی پھر اگر عورت نے اس کی تصدیق کی تو عورت مذکورہ کو نصف مہ بوجہ طلاق قبل دخول کے ملے گا اور مہر مثل کامل بوجہ دخول کے ملے گا اور عورت پر بوجہ ایسی وطی کے عدت واجب ہوگی مگر اس کو نفقہ عدت نہ ملے گا اور اگر عورت نے اس مرد کی تکذیب کی کہ اس نے قسم نہیں کھائی تھی تو عورت کو ایک ہی مہر ملے گا اور اس کو نفقہ وسکنی بھی ملے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اُن عورتوں کا بیان جن پر عدت واجب نہیں ہوتی:

چار عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان پر عدت واجب نہیں ہوتی ہے ایک وہ عورت جس کو قبل دخول کے طلاق دی گئی ہو دوم حربیہ عورت جو ہمارے ملک میں امان [1] لے کر داخل ہوئی حالانکہ وہ دارالحرب میں اپنا شوہر چھوڑ آئی ہے سوم دو بہنیں جن سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا گیا پس نکاح فسخ کیا گیا چہارم چار عورتوں سے زیادہ جمع کیں پس ان کا نکاح فسخ کر دیا گیا یہ تاتارخانیہ میں ہے عورتوں پر عدت واجب ہونا بالاجماع ثابت ہے یہ تمرتاشی میں ہے اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی یا رجعی یا تین طلاق دی یا دونوں میں بغیر طلاق فرقت واقع ہوئی اور عورت آزادہ ایسی ہے کہ اس کو حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں خواہ یہ عورت آزادہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور جو عورت کہ بسبب نابالغ ہونے یا بڈھی ہونے کے حائضہ نہ ہوتی ہو یا اس کا سن اس قدر ہو گیا ہو جو بالغہ کا ہوتا ہے مگر اس کو حیض نہ آتا ہو تو ایسی عورت کی عدت تین مہینہ ہے یہ نقایہ میں ہے اسی طرح جس عورت نے خون دیکھا پھر نہ دیکھا تو اس کی عدت بھی مہینوں کے حساب سے تین مہینے ہوگی اور یہی صحیح ہے اور اگر عورت نے تین روز تک خون دیکھا ہو پھر اس کا خون منقطع ہو گیا تو اس کی عدت کا حساب حیض سے ہوگا اگرچہ زمانہ دراز گزر جائے[ا] یہاں تک کہ وہ بڈھی ہو کر آئسہ ہو جائے یہ عنایہ میں ہے اور جوامع الفقہ میں لکھا ہے کہ جس عورت نے تین روز سے کم خون دیکھا اس کی عدت مہینوں کے شمار سے ہوگی اور یہی صحیح ہے اور جس نے تین روز دیکھا ہے اس کی عدت حیض سے شمار ہوگی یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر نابالغہ مہینوں کے شمار سے اپنی عدت پوری کرتی ہو کہ اس درمیان میں اس نے خون حیض دیکھا تو اگلا شمار باطل ہو گیا اور از سر نو حیض کے حساب سے عدت کا شمار کرے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

جب طلاق یا وفات کی عدت [2] مہینوں کے شمار سے واجب ہوئی پس اگر اتفاقاً غرہ ماہ میں ایسا واقع ہوا تو مہینوں کا شمار چاند سے ہوگا اگرچہ تیس یوم سے کم میں چاند نکل آئے اور اگر یہ واقعہ درمیان ماہ میں ہوا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اور دو روایتوں سے ایک روایت کے موافق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مہینوں کا پورا کرنا دنوں کے شمار سے ہوگا چنانچہ طلاق کی عدت نوے روز میں اور وفات کی عدت ایک سو تیس روز میں پوری ہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر چاند کی اول تاریخ میں عصر کے وقت اپنی عورت کو طلاق دی اور یہ عورت ایسی ہے کہ مہینوں سے اس کی عدت کا شمار ہوتا ہے تو اس کی عدت کا حساب چاند سے لگایا جائے گا اور ایک روز میں سے کچھ حصہ گزر جانا اس امر کا موجب نہ ہوگا کہ دنوں سے اس کی عدت کا حساب لگایا جائے بخلاف اس کے اگر دوسری یا تیسری تاریخ کو طلاق دی تو یہ حکم نہیں ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی تو اس پر عدت کے تین حیض کامل واجب ہوں گے اور یہ حیض جس میں طلاق دی ہے عدت میں حساب نہ کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے باندی و مدبرہ و ام ولد و

[ا] یعنی تمام عمر گزر جائے اور اس کو پھر حیض نہ آئے یہاں تک کہ وہ بڈھی ہو کر مایوس از حیض ہو جائے۔

(۱) یعنی یہاں آ کر مسلمان ہو گئی تو بلا عدت نکاح کر سکتی ہے۔ (۲) یعنی عورت ایسی ہے کہ حیض نہیں آتا ہے علیٰ ماہر۔

مکاتبہ کی طلاق وفسخ کی عدت دو حیض ہیں اور اگر ایسی عورت ہو کہ اس کو حیض نہیں آتا ہے تو طلاق وفسخ میں اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے یہ کافی میں ہے جو مملوکہ آزاد ہو گئی ہو مگر اس پر سعایت واجب ہو اس وجہ سے وہ مستسعاۃ ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ مثل مکاتبہ کے ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک وہ مثل حرہ کے ہے یہ سراج لوہاج میں ہے اگر کسی مرد نے کسی عورت سے بطور شبہہ یا نکاح فاسد کے دخول کیا تو اس مرد پر اس کا مہر[2] واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہو گی اگر حرہ ہو تو تین حیض اور اگر باندی ہو تو دو حیض خواہ یہ مرد اس عورت کو چھوڑ کر مر گیا ہو یا دونوں میں تفریق کر دی گئی ہو اور عورت زندہ ہو اور اگر یہ عورت بسبب صغر یا کبر کے حائضہ نہ ہوتی ہو تو حرہ کی عدت تین مہینہ اور باندی کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو جو غیر کی باندی ہے خرید لیا حالانکہ اس کے ساتھ دخول کر چکا ہے تو نکاح فاسد ہو گیا اور اس مرد کے حق میں اس عورت پر عدت واجب نہ ہو گی حتیٰ کہ اس سے وطی کرنا اس مرد کو حرام نہیں ہے مگر غیر مرد کے حق میں یہ باندی مثل معتدۃ الغیر کے ہو گی حتیٰ کہ اس مرد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی دوسرے مرد سے اس باندی کا نکاح کرے تاوقتیکہ اس کو وہ حیض نہ آ جائیں یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر زید نے اپنی بیوی کو خریدا اور اس عورت کا زید سے ایک لڑکا ہے پس زید نے اس کو آزاد کر دیا تو اس پر تین حیض واجب ہوں گے جن میں سے دو حیض میں جن امور کا منکوحہ سے اجتناب ہوتا ہے اجتناب ہوگا اور ایک حیض عتق ہے کہ اس میں جن امور کا منکوحہ سے اجتناب ہوتا ہے نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر اپنی بیوی کو خریدا اور اس کو ایک حیض آ گیا پھر اس کو آزاد کر دیا تو بعد عتق کے وہ دو حیض دیگر سے اپنی عدت پوری کر لی گئی اور انہیں امور سے اجتناب کیا جائے گا جن سے حرہ سے اجتناب کیا جاتا ہے اور اگر اس کو بیک طلاق بائنہ بائن کر کے خرید کیا تو بملک یمین اس سے وطی کر سکتا ہے بخلاف اس کے اگر دو طلاق دے کر اس کو بائن کر دیا ہو پھر خرید لیا تو اس پر حلال نہ ہو گی یہاں تک کہ وہ غیر شوہر سے حلالہ کرا دے اور اگر اس کو دو حیض آ گئے پھر اس کو آزاد کر دیا تو اس پر عدت نکاح واجب نہ ہو گی لیکن اس پر عدت عتق واجب ہو گی کہ اس میں ایک گونہ تختی ہے بشرطیکہ اس مرد سے اس کے کوئی اولاد ہو یہ عتابیہ میں ہے مکاتب نے اپنی منکوحہ کو خرید کیا تو نکاح فاسد نہ ہوگا پھر اگر مکاتب مذکور ادائے کتابت سے عاجز ہو گیا تو دونوں اپنے نکاح پر بدستور باقی رہیں گے اور اگر ادا کر کے آزاد ہو گیا تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور اس عورت پر عدت واجب نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جو عورت کہ حائضہ ہوتی ہے وہ اپنی عدت حیض سے پوری کرے گی اگر اس کا حیض دس روز کا ہو تو اس کے غسل کرنے میں جو وقت صرف ہوگا وہ اس کے حیض میں داخل نہ ہوگا:

اگر مکاتب نے اپنی زوجہ کو خریدا پھر مر گیا اور اس قدر مال چھوڑا جو ادائے کتابت کے واسطے کافی ہے پس مال کتابت ادا کر دیا گیا تو حکم دیا جائے گا کہ مکاتب کے آخر جزو اجزائے حیات میں یعنی دم واپسین نکاح فاسد ہو گیا اور اس عورت پر فساد نکاح کی عدت واجب ہو گی اور وہ دو حیض ہیں بشرطیکہ مکاتب مذکور سے اس کی اولاد نہ ہوئی ہو اگرچہ اس نے اس کے ساتھ دخول کیا ہو اور اگر اولاد ہوئی ہو تو عورت مذکورہ پر پورے تین حیض عدت واجب ہوں گے اور مکاتب مذکور نے ادائے کتابت کے واسطے مال

---

[1] جس پر سعایت واجب ہے وہ اگر مال سعایت ادا نہ کرے تو رقیق نہیں ہو سکتی ہے بلکہ اس پر سعایت کے واسطے جبر کیا جائے گا بخلاف مکاتبہ کے کہ اگر اس نے ادائے کتابت سے انکار کیا یا عاجز ہوئی تو رقیق کر دیا جائے گی۔

[2] یعنی مہر مثل۔

(۱) یعنی نصف عدت وفات۔

کافی نہ چھوڑا ہو اور اس عورت کے اس مکاتب سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو اس پر دو مہینہ پانچ روز کی عدت واجب ہوگی خواہ مکاتب نے اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو پس اگر عورت مذکورہ نے مکاتب سے کوئی اولاد جنی ہو تو یہ عورت اور اس کا بچہ مکاتب کی طرف سے اس کے اقساط کے موافق سعایت کریں گے اور اگر دونوں سعایت سے عاجز ہوئے یعنی ادا نہ کر سکے تو اس کی عدت دو مہینہ و پانچ روز ہوگی اور اگر دونوں نے مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیں گے اور مکاتب بھی آزاد ہو جائے گا یعنی حکم دیا جائے گا کہ وہ آخر جزو اجزائے حیات میں آزاد ہو کر مرا ہے پس اگر ادائے مال کتابت اثنائے عدت میں واقع ہوا تو اس عورت پر تین حیض از سر نو اس کے آزاد ہونے کے روز سے واجب ہوں گے کہ اس میں دو مہینے پانچ روز مکاتب کے مرنے کے روز سے پورے کر دے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر مکاتب نے اپنے مولیٰ کی دختر سے اس کی اجازت سے نکاح کیا پھر مکاتب بعد وفات مولیٰ کے بقدر ادائے بدل کتابت کے کافی مال چھوڑ کر مر گیا تو اس عورت کی عدت چار مہینے دس دن ہوگی خواہ مکاتب نے اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس عورت کو مہر اور میراث ملے گی اس واسطے کہ مکاتب مذکو آزاد مراد ہے اور اگر مکاتب مذکور بدوں مال کافی چھوڑے مر گیا تو اس کا نکاح فاسد ہو گیا اس واسطے کہ عورت مذکورہ اس کی زندگی کے آخر جزو میں اس کی مالک ہو گئی ہے[ا] پس اگر مکاتب نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو تو مہر میں سے اس قدر کہ جتنی اس کی مالک ہوئی ہے ساقط ہو جائے گا اور وہ عورت تین حیض سے عدت پوری کرے گی اور اگر مکاتب نے دخول نہ کیا ہو تو مہر و عدت کچھ نہ ہوگی یہ محیط سرخسی میں ہے اور جو عورت کہ حائضہ ہوتی ہے وہ اپنی عدت حیض سے پوری کرے گی اگر اس کا حیض دس روز کا ہو تو اس کے غسل کرنے میں جو وقت صرف ہوگا وہ اس کے حیض میں داخل نہ ہوگا اور اگر دس روز سے کم اس کو حیض آتا ہو تو غسل کرنے کا وقت ایام حیض میں داخل ہوگا اور اگر عورت کافرہ ہو تو یہ وقت دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں حیض میں داخل نہ ہوگا اور شوہر کو اس سے وطی کرنا حلال ہوگا اور اس کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا حلال ہوگا جبکہ یہ وقت آخری عدت کا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے۔

حاملہ کی عدت[(۱)] یہ ہے کہ وضع حمل کرے یہ کافی[۲] میں ہے اور جو عورت حیض سے اپنی عدت گزارتی ہے اگر اس کے حیض کے ایام پورے دس روز ہوں تو اس کے غسل کا وقت حیض میں داخل نہیں ہے پس تیسرے حیض میں خون منقطع ہوتے ہی رجعت کا حکم باطل ہوگا اور اگر شوہر نے اس کو طلاق نہ دی ہو تو اس سے قربت کر سکتا ہے اور اگر طلاق دے دی ہو تو عورت کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے کا اختیار حاصل[(۲)] ہوگا اور اگر اس کے ایام حیض دس روز سے کم ہوں پس اس نے غسل نہ کیا یا ایک نماز کا وقت کامل نہ گزر گیا تو رجعت باطل نہ ہوگی اور عورت کے واسطے یہ جائز نہ ہوگا کہ دوسرے شوہر سے نکاح کر لے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ عورت مسلمان ہو اور اگر عورت کتابیہ ہو تو خون منقطع ہوتے ہی رجعت کا حکم باطل ہو جائے گا اور اس کے شوہر کو اس سے وطی کرنا حلال ہوگا اور عورت کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا جائز ہوگا خواہ اس کے ایام حیض دس روز کے ہوں یا کم ہوں یہ سراج

ا بعض نے کہا کہ شاید مراد یہ کہ آخر جزو حیات میں رقیق ہو کر عورت کا مملوک ہوا جواب یہ کہ نہیں بلکہ مولیٰ کے مرنے سے بوجہ میراث کے اس کا مملوک ہوا تھا۔

۲ قال المترجم یہ بے محل ہے لہٰذا ہم عنقریب اس کا اعادہ کریں گے قاہراً یہ خلط و خبط ناسخ سے واقع ہوا ہے۔

(۱) یعنی پوری ہونا۔

(۲) یعنی بجواز شرع۔

(۳) اگر طلاق نہ دی ہو۔

الوہاج میں ہے حاملہ کی عدت وضع حمل ہے کذا فی الکافی خواہ وجوب عدت کے وقت حاملہ ہو یا بعد وجوب کے حاملہ ہو گئی ہو کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور خواہ عورت حرہ ہو یا مملوکہ کسی طور کی ہو قنہ یا مدبرہ یا مکاتبہ یا ام ولد یا مستسعاۃ[1] خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ ہو کذا فی البدائع خواہ عدت از طلاق ہو یا وفات یا مشارکت یا وطی بشبہہ کذا فی النہر الفائق اور خواہ حمل ثابت النسب ہو یا نہ ہو اور نہ ہونے کی صورت یہ ہے کہ کسی نے زنا[2] سے حاملہ کے ساتھ نکاح کیا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر شوہر کی موت کے بعد عدت میں حمل پیدا ہو گیا تو شیخ کرخیؒ نے ذکر کیا ہے کہ انقضائے عدت بوضع حمل ہو گی اور صحیح یہ ہے کہ ایسی صورت میں انقضائے عدت وضع حمل پر نہ ہو گی اور تاویل مسئلہ یہ ہے کہ قرار نطفہ مضاف ہوتا ہے قبل موت کے وقت کی طرف اور اسی وجہ سے میت سے نسب ثابت ہوتا ہے اور جب یہ فرض مسئلہ ہے کہ علوق نطفہ بعد موت کے حادث ہوا تو انقضائے عدت ایسے حمل کے وضع پر بلا خلاف نہ ہو گی یہ عتابیہ میں ہے معتدہ بحمل کے واسطے کوئی مدت مقرر نہیں ہے چاہے طلاق یا موت سے ایک روز یا اس سے کم کے بعد وضع حمل ہو تو عدت تمام ہو جائے گی یہ جوہرۃ النیر میں ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ اگر شوہر مر گیا اور ہنوز وہ تختہ پر نہلایا جاتا ہے یا کفنایا جاتا ہے اور اس کی عورت نے وضع حمل کیا تو عدت پوری ہو گئی اور ایسی عدت کی انقضاء کی شرط یہ ہے کہ جو وضع ہوا ہے اس کی خلقت ظاہر ہو گئی ہو اور اگر بالکل ظاہر نہ ہوئی ہو مثلاً خون کا تھکا یا گوشت کا لوتھڑا گر گیا تو اس سے عدت پوری نہ ہو گی یہ بدائع میں ہے اگر معتدہ عورت حاملہ ہو اور اس کے دو بچے پیدا ہوئے تو آخری بچہ کی پیدائش پر عدت منقضی ہو گی یہ محیط میں ہے اگر عورت کے پیٹ سے بچہ کا اکثر حصہ نکل آیا تو علماء کا قول ہے کہ اسی وقت سے رجعت منقطع ہو جائے گی اور اگر طلاق رجعی ہو لیکن عورت کو دوسرے شوہر سے اسی وقت نکاح کر لینا احتیاطاً حلال نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ہشام نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی عورت کو طلاق دی حالانکہ وہ حاملہ ہے تو جب بچہ اس کے پیٹ سے سر کے بل یا پاؤں کے بل آدھا بدن اس کا سوائے سر و ٹانگوں کے نکل آیا تو عدت پوری ہو گئی اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کا بدن جوڑوں سے لے کر کندھوں تک ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر آئسہ عورت ہو اور وہ حرہ ہے تو اس کی عدت تین مہینے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت آئسہ ہو اور اس نے مہینوں کے شمار سے عدت شروع کی پھر اس نے خون دیکھا تو جس قدر ایام اس کی عدت میں سے گزر چکے ہیں وہ سب باطل ہو گئے اور اس پر واجب ہوا کہ از سر نو حیض سے اپنی عدت پوری کرے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اپنی عادت کے موافق خون دیکھا کیونکہ عادت کے موافق خون دیکھنے سے اس کا آئسہ ہونا باطل ہو گیا اور یہی صحیح ہے کذا فی الہدایہ اور صدر شہیدؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ حکم بایاس کے بعد جو خون اس کو دکھلائی دیا ہے اگر وہ خون خالص ہو تو وہ حیض ہے اور حکم بایاس باطل ہو جائے گا لیکن آئندہ زمانہ کے واسطے نہ زمانہ ماضی کے احکام کے حق میں اور اگر دیکھا ہوا خون خالص نہ ہو بلکہ مکدر یا سبز ہو تو یہ حیض نہ ہو گا اور فساد منیت[ا] پر محمول کیا جائے گا اور یہی قول مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جب عورت مدت ایاس تک پہنچ گئی ہو اور وہ خون نہیں دیکھتی ہے پس آیا اس کے[3] گزشتہ وقت عدت کے نہ باطل ہونے کے واسطے حکم حاکم بایاس شرط ہے یا نہیں شرط ہے تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اولیٰ یہ کہ شرط ہے کہ حاکم حکم دے دے کہ یہ آئسہ ہے یہ سراج الوہاج میں

ا یعنی قاضی نے اس کے آئسہ ہونے کا حکم دے دیا۔

(۱) سعایت کرتی ہو۔

(۲) یعنی نکاح کرنے والے سے زنا کا حمل تھا۔

(۳) اور اس نے مہینوں سے عدت گزرانی شروع کی۔

ہے۔ مجموع النوازل میں لکھا ہے آئسہ عورت نے اگر مہینوں سے اپنی عدت پوری کر کے کسی مرد سے نکاح کیا پھر اس نے خون دیکھا تو بعض کے نزدیک نکاح فاسد ہوگا اور اگر قاضی نے جواز نکاح کا حکم دے دیا ہو پھر اس نے خون دیکھا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور راجح یہ ہے کہ نکاح جائز ہے اور قضائے قاضی شرط نہیں ہے ہاں آئندہ عدت حیض ہوگی یہ خلاصہ میں ہے آئسہ نے اگر کچھ عدت مہینوں کے شمار سے گزاری تھی کہ اتنے میں وہ حاملہ ہوگئی تو وضع حمل[1] سے عدت کی تکمیل کرے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی مرد نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک معین کو بعد ان دونوں کے ساتھ دخول کرنے کے طلاق دے دی اور یہ دونوں حائضہ ہوتی ہیں:

حرہ کی عدت وفات چار مہینے دس روز ہے مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ مسلمان ہو یا مسلمان مرد کے تحت میں کتابیہ ہو خواہ صغیرہ ہو یا بالغہ یا آئسہ ہو خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام خواہ اس مدت میں اس کو حیض آئے یا نہ آئے مگر حمل ظاہر نہ ہو یہ فتح القدیر میں ہے یہ عدت فقط نکاح صحیح میں واجب ہوتی ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور جمہور کے نزدیک دس روز مع دس راتوں کے معتبر ہیں یہ معراج الدرایہ میں ہے اور اگر منکوحہ باندی ہو پس اس کا شوہر اس کو چھوڑ کر مر گیا تو اس کی عدت دو مہینے پانچ روز ہے اور مدبرہ و مکاتبہ و ام ولد و مستسعاۃ کا بھی امام اعظمؒ کے قول پر یہی حکم ہے یہ غایۃ البیان میں ہے ایک مرد سفر میں دور ہے اس کی بیوی کو ایک مرد نے خبر دی کہ وہ مر گیا اور دو مردوں نے خبر دی کہ وہ زندہ ہے پس جس نے اس کے موت کی خبر دی ہے اگر عورت کو یوں خبر دے کہ میں نے اس کی موت کو یا جنازہ کو اپنی آنکھوں سے معائنہ کیا اور یہ شخص عادل ہے تو اس عورت کو گنجائش ہے کہ عدت پوری کر کے دوسرا نکاح کر لے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ خبر دینے والوں نے تاریخ بیان نہیں کی اور اگر تاریخ بیان کی مگر جن لوگوں نے اس کے زندہ ہونے کی تاریخ بیان کی ہے ان کی تاریخ بہ نسبت موت کے خبر دہندہ کے پیچھے ہے تو انہیں دونوں کی شہادت اولیٰ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ شیخ سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت کا شوہر سفر میں غائب ہے پس ایک مرد اس عورت کے پاس آیا اور اس کے شوہر کے مرنے کی خبر دی پس اس عورت اور اس کے اہل خانہ نے مثل اہل مصیبت کے تعزیت کی اور عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور اس نے اس کے ساتھ دخول کیا پھر ایک شخص دوسرا آیا اور اس نے اس عورت کو خبر دی کہ اس کا شوہر زندہ ہے اور کہا کہ میں نے اس کو فلاں شہر مین دیکھا پس اس کے نکاح ثانی کی کیا کیفیت ہے اور آیا اس کو دوسرے شوہر کے ساتھ قیام کرنا حلال ہے یا نہیں اور یہ اور شوہر ثانی کیا کرے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر اس نے اول مخبر کی تصدیق کی تھی تو اس سے یہ ممکن نہیں ہے کہ دوسرے مخبر کی تصدیق کرے اور ان دونوں میں دوسرا نکاح باطل نہ ہوگا اور ان دونوں کو اختیار ہے کہ اس نکاح پر برقرار رہیں یہ تاتارخانیہ و بحرالرائق میں نسفیہ سے منقول ہے اور اگر کسی مرد نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک معین کو بعد ان دونوں کے ساتھ دخول کرنے کے طلاق دے دی اور یہ دونوں حائضہ ہوتی ہیں پھر مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ مطلقہ کون ہے تو ان میں سے ہر ایک پر عدت وفات واجب ہوگی کہ اس عدت میں تین حیض کی تکمیل کرے گی اسی طرح اگر اس نے ہر دو بیویوں میں سے ایک غیر معین کو تین طلاق دے دیں اور یہ اپنی صحت کی حالت میں کیا پھر قبل بیان کے مر گیا تو ان میں سے ہر ایک پر عدت وفات واجب ہوگی جن میں وہ تین حیض کی تکمیل کرے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں اس دار میں داخل نہ ہوا آج کے روز تو تو طالقہ ثلث ہے پھر یہ دن گزرنے کے بعد مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ داخل ہوا تھا یا نہیں تو اس عورت پر عدت وفات واجب ہوگی اور عدت حیض اس پر لازم نہیں ہے یہ مبسوط میں ہے اور اگر طفل اپنی بیوی کو چھوڑ کر مر گیا پھر طفل کی موت کے بعد اس کے حمل ظاہر ہوا تو مہینوں کے شمار سے عدت پوری کرے گی اور اگر حاملہ ہونے کی حالت میں طفل مذکور مر گیا تو استحساناً وضع

---

[1] یعنی پیدا ہونے کی جگہ میں کچھ مرض ہے۔ [2] صورت مسئلہ قابل امتحان ہے۔

حمل سے عدت پوری کرے گی کذا فی محیط السرخسی اور ہر دو صورت میں بچہ کا نسب اس طفل[ا] سے ثابت نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور بروز موت حمل موجود ہونے کا علم اس طرح ہو سکتا ہے کہ عورت مذکورہ طفل کی موت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنے اور بعد موت کے حادث ہونے کے شناخت اس طرح ہو سکتی ہے کہ روز موت سے چھ مہینے یا زیادہ میں بچہ جنے یہ جامع صغیر میں ہے اور اگر خصی اپنی بیوی کو چھوڑ کر مر گیا درحالیکہ وہ حاملہ تھی یا بعد موت کے حمل پیدا ہوا تو اس کی عدت وضع حمل ہے اور مجبوب اگر بیوی کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا یا اس کی موت کے بعد حمل حادث ہوا تو دو روایتوں میں سے ایک روایت میں ہے کہ اس کا حکم مثل نحل کے ہے کہ بچہ کا نسب اس مجبوب سے ثابت ہوگا اور انقضائے عدت بوضع حمل ہوگی اور دوسری روایت میں یہ ہے کہ وہ مثل طفل کے ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر مجنون اپنی بیوی کو چھوڑ مرا تو نسب ولد و عدت میں اس کا حکم مثل مرد تندرست کے ہے یہ بحرالرائق میں ہے اگر اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر مر گیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو اس کی عدت منتقل بعدت وفات ہو جائے گی خواہ مرد مذکور نے اس کو حالت مرض میں طلاق دی ہو یا صحت میں اور عدت طلاق منہدم ہو جائے گی اور اگر طلاق بائنہ یا تین طلاق ہوں پس اگر وہ وارث نہ ہو سکتی ہو بایں طور کہ اس کو حالت صحت میں طلاق دی ہو تو اس کی عدت طلاق منتقل بعدت وفات نہ ہوگی اور اگر وہ وارث ہوتی ہو بایں طور کہ اس کو حالت مرض میں طلاق دی ہو پھر عدت گزرنے سے پہلے مر گیا پس عورت وارث ٹھہری تو چار مہینے دس روز عدت وفات پوری کرے گی جن میں تین حیض کی تکمیل کا لحاظ رکھے گی حتیٰ کہ اگر چار مہینے دس روز میں اس کو تین حیض نہ آئے تو اس کے بعد تک پورے کرے گی اور یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے یہ بدائع میں ہے۔

اگر مرد مرتد اپنی ردت پر قتل کیا گیا حتیٰ کہ اس کی بیوی اس کی وارث ٹھہری تو اس کی عدت ہر دو[۱] مدت میں سے دراز ہوگی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے اور اگر ام ولد کا مولیٰ اس کو چھوڑ کر مر گیا یا اس کو آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہوگی اور یہ اس وقت ہے کہ ام ولد مذکورہ عدت کے اندر نہ ہو اور نہ کسی شوہر کے تحت میں ہے اور ام ولد مذکورہ کو نفقہ عدت نہ ملے گا اور اگر وہ حائضہ نہ ہوتی ہو تو اس کی عدت تین مہینے ہیں اور اگر ایسی باندی کو چھوڑ[۲] مرا جس سے وطی کیا کرتا تھا یا ایسی مدبرہ کو چھوڑ مرا جس سے وطی کیا کرتا تھا یا ایسی باندی یا مدبرہ کو آزاد کر دیا تو اس پر کچھ واجب[۳] نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر اپنی ام ولد کا کسی سے نکاح کر دیا پھر خود مر گیا درحالیکہ ام ولد مذکورہ اپنے شوہر کے تحت میں تھی یا کسی شوہر کی عدت میں تھی تو مولیٰ کے موت کی عدت اس پر واجب نہ ہوگی اور اگر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا پھر شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو اس پر آزادہ عورتوں کی عدت واجب ہوگی اور اگر شوہر نے اس کو پہلے طلاق دی پھر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا پس اگر طلاق رجعی ہو تو اس کی عدت منقلب بعدت حرائر ہو جائے گی اور اگر طلاق بائن ہو تو عدت منقلب نہ ہوگی پھر اگر اس کی عدت منقضی ہو گئی پھر مولیٰ مر گیا تو اس پر موت مولیٰ سے تین حیض کی عدت واجب ہوگی اور اگر مولیٰ و شوہر دونوں مر گئے پس اگر یہ معلوم ہو کہ شوہر پہلے مرا ہے اور یہ معلوم ہو کہ دونوں کی موت کے درمیان دو مہینے[۴] پانچ روز کا تفاوت ہے تو اس پر دو مہینے پانچ روز کی عدت واجب ہوگی جیسے باندیوں پر اپنے شوہر

ا قال المترجم ظاہرا مراد طفل سے ایسا طفل ہے جو مراہق نہ ہو فتامل۔

(۱) یعنی عدت بینونت و عدت وفات ہر دو کی عدت۔

(۲) یعنی اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(۳) یعنی عدت۔

(۴) یا زیادہ کا۔

کے مرنے میں واجب ہوتی ہے پھر مولیٰ کے مرنے کی اس پر تین حیض کی عدت ہوگی اور اگر دونوں کی موت میں دو مہینے پانچ روز سے کم فرق ہو تو بھی اس پر شوہر کی وفات کی دو مہینے پانچ روز کی عدت واجب ہوگی پھر مولیٰ کے موت کی اس پر کچھ عدت لازم نہ ہو گی یہ بدائع میں ہے۔

اگر صغیرہ کو جو حائضہ نہیں ہوتی ہے طلاق دے گئی اور شوہر نے اس سے دخول کر لیا ہے اور یہ صغیرہ ایسی ہے کہ اس کی مثل سے جامع کیا جاتا ہے تو اس کی عدت تین مہینے ہو گی:

اگر ام ولد کا شوہر و مولیٰ دونوں اس کو چھوڑ کر مر گئے اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا ہے اور دونوں کی موت میں دو مہینہ پانچ روز سے کم فرق ہے تو اس پر چار مہینے دس روز کی عدت احتیاطاً دونوں میں سے آخر کی موت سے واجب ہوگی اور اس میں حیض کا اعتبار نہیں ہے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینے پانچ روز یا زیادہ ہیں تو اس پر چار مہینے دس روز کی عدت واجب ہوگی جس میں تین حیض کی بھی تکمیل کرے گی اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں کی موت میں کتنے دنوں کا فرق ہے اور نیز معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک عدت چار مہینے دس روز ہوگی جس میں حیضوں کی تکمیل معتبر نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس میں تین حیض کی تکمیل بھی کرے گی اور اسی طرح اگر شوہر نے اس کو طلاق رجعی دے دی ہو تو بھی ان صورتوں میں یہی حکم ہے اور اس عورت کو اپنے شوہر سے کچھ میراث نہ ملے گی اور یہ مبسوط میں ہے اگر صغیرہ کو جو حائضہ نہیں ہوتی ہے طلاق دے گئی اور شوہر نے اس سے دخول کر لیا ہے اور یہ صغیرہ ایسی ہے کہ اس کی مثل سے جماع کیا جاتا ہے تو اس کی عدت تین مہینے ہوگی اور شیخ ابو علی نسفیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ صغیرہ ایسی ہو کہ مراہقہ یعنی قریب بہ بلوغ نہ ہو اور اگر قریب بہ بلوغ ہو تو شیخ ابو الفضل نے فرمایا کہ اس کی عدت مہینوں کے شمار سے منقضی نہ ہوگی بلکہ توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ کھل جائے کہ اس کو اس وطی سے حمل رہا ہے یا نہیں رہا ہے یہ تمرتاشی میں ہے صغیرہ کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی پھر اس پر ایک روز کم تین مہینے گزرے پھر اس کو حیض آیا تو جب تک اس کو تین حیض نہ آجائیں تب تک اس کی عدت منقضی نہ ہوگی ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی پس اس نے تین حیض سے عدت پوری کی مگر ایک روز کم رہا تھا پس شوہر مر گیا تو اس کے اوپر چار مہینے دس روز کی عدت واجب ہوگی یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر مطلقہ نے اپنی عدت حیض سے پوری کرنی شروع کی اور ایک حیض یا دو حیض آ چکے تھے کہ پھر اس کا حیض مرتفع ہو کر بند ہو گیا تو وہ عدت[1] سے خارج نہ ہوگی یہاں تک کہ آئسہ ہو جائے پھر اگر بند رہا یہاں تک کہ وہ آئسہ ہوگئی تو از سر نو مہینوں سے عدت پوری کرے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

منکوحہ باندی کو اگر اس کے شوہر نے طلاق رجعی دے دی پھر اس کی عدت میں مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو وقت طلاق سے اس کی عدت منتقل بعدت حرائر ہو جائے گی پس اس پر تین حیض کی عدت پوری کر دینی واجب ہوگی اگر اس کو حیض آتا ہو یا تین مہینے سے پوری کرنی لازم ہوگی اگر حیض نہ آتا ہو اور اگر اس کے شوہر نے ایک طلاق بائن یا تین طلاق دے دی یا اس کو چھوڑ کر مر گیا پھر وہ عدت میں آزاد کر دی گئی تو اس کی عدت منتقل بعدت حرائر نہ ہوگی پس اس پر واجب ہوگا کہ دو حیض سے عدت پوری کرے یا

[1] یعنی اس مطلقہ کی عدت تا وقت مایوسی کے منقطع نہ ہوگی لیکن مخفی نہیں کہ اس حکم شدید میں اس پر زنا کا خوف شدید ہے کیونکہ وہ نکاح نہیں کر سکتی پس فقیہ مفتی پر اس کی حفاظت لازم ہے تا کہ حرج دور ہو واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔

ایک مہینہ[1] ونصف مہینے سے پوری کرے یا دو مہینے پانچ روز سے عدت پوری کرے گی بحسب اختلاف احوال عورت کذا فی غایۃ البیان صغیرہ باندی کو بعد دخول کے طلاق دی گئی تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینے ہوگئی اور اگر عدت منقضی ہونے کے قریب[2] پہنچ کر اس کو حیض آ گیا تو اس کی عدت منتقل بحیض ہو جائے گی پس دو حیض سے عدت پوری کرے گی پھر جب حیض کی عدت پوری ہونے کے قریب ہوئی تو آزاد کر دی گئی تو اس کی عدت تین حیض ہو جائے گی پھر جب اس کی عدت گزرنے کے قریب پہنچی تو اس کا شوہر مر گیا تو اس پر چار مہینے دس روز کی عدت لازم ہوگی یہ عتابیہ میں ہے طلاق کی صورت میں ابتدائے عدت بعد طلاق سے ہوگی اور وفات میں میں بعد وفات سے اور اگر عورت کو طلاق یا وفات کا حال معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ مدت عدت گزر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگئی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر عورت کو شوہر کی موت میں شک ہوا تو جس وقت سے اس کو یقین ہو جائے اس وقت سے عدت شروع کرے گی یہ عتابیہ میں ہے اور نکاح فاسد میں ابتدائے عدت وقت تفریق سے ہوگی یا جس وقت سے وطی کنندہ نے اس عورت سے وطی ترک کرنے پر عزم کر لیا ہو یہ ہدایہ میں ہے۔

اگر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی اس بیوی کو فلاں وقت سے طلاق دی ہے تو عدت اسی وقت اقرار سے ہوگی چاہے عورت نے اس مرد کے قول کی تصدیق کی یا تکذیب کی یا کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے مگر اس اسناد میں شوہر کے قول کی تصدیق[3] نہ ہوگی اور یہی مختار ہے اور امام محمدؒ نے کتاب میں یوں جواب دیا ہے کہ درصورتیکہ عورت نے اس کے قول کی تصدیق کی تو عدت اسی وقت سے ہوگی جس وقت سے طلاق دی ہے مگر متاخرین مشائخ نے وجوب عدت کو وقت اقرار سے اختیار کیا ہے حتیٰ کہ اس مرد کو یہ حلال نہ ہوگا کہ اس عورت کی بہن سے نکاح کرے یا اس کے سوائے چار عورتوں کو نکاح میں لائے اور یہ مرد مذکور کی زجر ہے کہ اس نے عورت مذکورہ کی طلاق کو پوشیدہ رکھا لیکن عورت کے واسطے نفقہ وسکنی واجب[4] نہ ہوگا اور شوہر پر دوبارہ مہر دیگر واجب ہوگا اگر اس نے دخول کیا ہو کیونکہ اس نے خود اقرار کیا اور عورت نے اس کی تصدیق کی ہے یہ غایۃ البیان میں نقلاً عن التتمہ والفتاویٰ الصغریٰ ہے۔ اگر عورت کو تین طلاق دے دیں حالانکہ وہ اس عورت کے ساتھ رہتا ہے پس اگر وہ مقر طلاق ہو تو عدت گزر جائے گی اور اگر منکر طلاق ہو تو ان دونوں کی زجر کی غرض سے اس وقت اقرار سے عدت واجب ہوگی اور یہی مختار ہے یہ عتابیہ میں ہے ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اور اس کی طلاق لوگوں سے چھپائی پھر جب اس کو دو حیض آ چکے تو اس سے وطی کی پس عورت مذکورہ کو حمل رہ گیا پھر مرد مذکور نے اس کے طلاق دینے کا اقرار کیا تو جب تک عورت مذکورہ کو وضع حمل نہ ہو اس کے لئے نفقہ واجب ہوگا اس واسطے کہ اس کی عدت جب ہی منقضی ہوگی جب وضع حمل ہو یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

ایک مرد نے اپنی مدخولہ بیوی سے کہا کہ ہر بار کہ تجھے حیض آئے اور تو طاہر ہو جائے تو تو طالقہ ہے پس عورت مذکورہ کو تین

ل یعنی اگر اس نے ایسے وقت سے طلاق کا اقرار کیا کہ حساب سے اس وقت سے اب تک اس کی عدت پوری ہوگئی لیکن اس کے اقرار کے وقت سے عدت شمار ہوگی اور اس کے قول کی تصدیق نہ ہوگی کہ اسی وقت سے طلاق دی ہے۔

(۱) یعنی ڈیڑھ مہینہ۔

(۲) یعنی ایک دو روز باقی رہے۔

(۳) اگرچہ عورت تصدیق کرے۔

(۴) یعنی درصورت تصدیق قول شوہر کے۔

حیض آئے تو عدت کا شمار طلاق اول واقع ہونے کے وقت سے[1] ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر طلاق سے انکار کر گیا پس اس پر گواہ قائم کئے گئے اور قاضی نے دونوں میں تفریق کرنے کا حکم دیا تو عدت وقت طلاق سے ہوگی نہ وقت قضائے قاضی سے یہ خلاصہ میں ہے دو عدتیں ہمارے نزدیک مدت واحدہ میں منقضی ہوتی ہیں خواہ جنس واحد سے ہوں یا دو جنس سے ہوں چنانچہ اول کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ کو ایک حیض آیا پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اس سے وطی کی اور دونوں میں تفریق کر دی گئی اور پھر اس کو دو حیض[2] آئے تو اب اس دوسرے شوہر کو اختیار ہوگا چاہے اس سے نکاح کر لے کیونکہ شوہر اول کی عدت اب گزر گئی مگر دوسرے کسی شخص کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس عورت سے نکاح کر سکے جب تک کہ وقت تفریق سے اس کے تین حیض پورے نہ ہو جائیں کیونکہ غیر کے حق میں دوسرے شوہر کی عدت ابھی باقی ہے اور اگر شوہر اول نے اس کو طلاق رجعی دی ہو تو جب تک کہ بعد تفریق از نکاح ثانی کے عورت کو دو حیض نہیں آئے ہیں تب تک شوہر اول کو اختیار ہوگا کہ اس عورت سے مراجعت کر لے اور اگر نکاح ثانی کی تفریق کے بعد سے اس عورت کے تین حیض آ گئے تو دونوں عدتیں گزر جائیں گی اور دوم کی صورت یعنی دونوں عدتیں دو جنس کی ہوں یہ صورت ہے کہ ایک عورت کا شوہر اس کو چھوڑ کر مر گیا پھر اس عورت سے بشبہہ وطی کی گئی تو پہلی عدت وفات چار مہینے دس روز گزرنے پر تمام ہو جائے گی اور دوسری عدت وطی بشبہہ بھی اگر ان مہینوں میں اس کو تین بار حیض آیا ہو تو منقضی ہو جائے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت کے بیک طلاق بائنہ یا بدو طلاق بائنہ طلاق دی پھر اس عورت سے عدت میں باوجود اقرار بحرمت کے وطی کی تو عورت پر واجب ہوگا کہ ہر وطی کے واسطے وہ از سر نو عدت گزرے اور یہ عدت پہلی عدت کے ساتھ متداخل ہو جائے گی یہاں تک کہ پہلی منقضی ہو جائے تو متداخل نہ رہے گی پھر جب پہلی عدت گزر گئی اور دوسری و تیسری باقی رہیں تو دوسری و تیسری عدتیں وطی کی عدت ہوں گی چنانچہ اگر عورت کو اس حالت میں طلاق دی تو دوسری طلاق واقع نہ ہوگی پس اصل یہ ہے کہ جو عورت کہ طلاق کی عدت میں ہو اس کو طلاق دیگر لاحق ہوتی ہے اور جو معتدہ بعدت وطی ہو اس کو طلاق دیگر لاحق نہیں ہوتی ہے اور مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ اگر اس کے شوہر نے اس کی عدت میں وطی کی باوجود علم اس امر کے کہ یہ مجھ پر حرام ہے اور باوجود اقرار بحرمت کے تو یہ عدت جدید نہ گزارے گی لیکن شوہر و عورت دونوں رجم[ا] کئے جائیں گے اور اسی طرح اگر عورت نے کہا کہ میں حرمت سے آگاہ تھی اور جو شرائط احصان کے ہیں وہ پائے گئے تو بھی یہی حکم ہے[3] اور اگر مرد نے شبہہ کا دعویٰ کیا بایں طور کہ یوں کہا کہ مجھے گمان تھا کہ یہ میرے واسطے حلال ہے تو عورت مذکورہ ہر وطی کے واسطے عدت جدید پوری کرے گی اور پہلی عدت میں متداخل ہو جائے گی الا اس وقت میں متداخل نہ رہے گی کہ عدت اول گزر جائے اور جب عدت اول گزر گئی اور دوسری و تیسری باقی رہی تو یہ وطی کی عدت ہوگی کہ ایسی حالت میں عورت نفقہ کی مستحق نہ ہوگی اور یہ جو ہم نے بیان کیا ہے اس وقت ہے کہ عورت سے اس کو طلاق دینے کے اقرار کے بوجود وطی کی ہو اور اگر عورت سے درحالیکہ اس کی طلاق دینے سے منکر تھا وطی کی تو عورت جدید پوری کرے گی یہ ذخیرہ میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاق دے دیں پس عورت نے اسی دم ایک مرد سے نکاح کیا اور اس نے اس عورت سے دخول کیا

ا قولہ رجم یعنی پتھروں سے یہاں تک مارنا کہ دونوں مر جائیں۔

(۱) یعنی ہنوز عدت تمام نہیں ہوئی۔

(۲) بعد تفریق کے۔

(۳) یعنی رجم کی جائے۔

پھر دونوں میں تفریق کر دی گئی تو عورت مذکورہ پر ان دونوں کی وجہ سے تین حیض کی عدت گزارنی واجب ہوگی اور اس عورت کا نفقہ و سکنی شوہر اول پر واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر عورت نے عدت وفات میں دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور اس نے اس سے دخول کیا پھر دونوں میں تفریق کر دی گئی تو عورت پر شوہر متوفی کی باقی عدت چار مہینے دس روز تک پوری کرنی ہوگی اور دوسرے شوہر کی عدت وطی کے تین حیض واجب ہوں گے اور ان میں وہ حیض بھی محسوب ہوگا جو عورت کو بقیہ عدت وفات کے اندر آیا ہو یہ معراج الدرایہ میں ہے عورت کو بعوض مال کے یا بغیر مال کے خلع کر دیا پھر عدت میں اس عورت سے باوجود اس کی حرمت کے آگاہی[1] کے اس سے وطی کر لی تو ہر وطی کے واسطے وہ جدید عدت پوری کرے گی اور عدت خلع اور عدت وطی متداخل ہوگی یہاں تک کہ عدت اول منقضی ہو جائے پھر اس کے بعد دوسری و تیسری عدت وطی ہوگی نہ عدت طلاق حتیٰ کہ اس عورت پر طلاق دیگر واقع نہیں ہو سکتی اور عورت کے واسطے نفقہ بھی واجب نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر عورت کتابیہ کسی مسلمان کے تحت میں ہو تو اس پر وہی واجب ہوگا جو مسلمان عورت پر واجب ہوتا ہے پس اگر یہ کتابیہ عورت آزادہ ہو تو مثل مسلمہ آزادہ کے اور اگر باندی ہو تو مثل مسلمان باندی کے احکام کا برتاؤ لازم ہوگا اور اگر کتابیہ کسی کافر[2] کے تحت میں ہو تو موت و فرقت کسی صورت میں اس پر عدت نہ ہوگی بشرطیکہ ان کے مذہب میں ایسا ہی ہو یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت پر عدت واجب ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔

چودھواں باب:

حداد کے بیان میں

عورت مبتوتہ[3] یا جس کا شوہر چھوڑ کر مر گیا ہو اگر وہ بالغہ مسلمہ ہو تو اس پر ایام عدت میں سوگ واجب ہے یہ کافی میں ہے اور سوگ سے یہ مراد ہے کہ خوشبو و تیل و سرمہ و حنا و خضاب و خوشبو[4] دار کپڑے کے پہننے اور کسم کے رنگے و سرخ کپڑے کے پہننے سے اجتناب کرے اور نیز جو زعفران سے رنگا ہوا ہو اس کے پہننے سے اجتناب کرے لیکن اگر وہ دھویا گیا ہو کہ اس کی خوشبو نہ اڑتی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور قصب اور خز[5] و حریر کے پہننے سے اجتناب کرے اور زیور پہننے سے اجتناب کرے اور اپنی زینت کرنے اور کنگھی سے سر کے بال سنوارنے سے اجتناب کرے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ ان کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ نئے ایسے کپڑے جن سے زینت حاصل ہو نہ پہنے اور اگر پرانے ہوں کہ ان سے زینت نہیں ہوتی ہے تو پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر عورت نے اپنے سر میں کنگھی ایسی طرف سے کر لی جس طرف دندانہ موٹے کھلے ہوئے ہوتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور کنگھی کرنا دوسری طرف سے مکروہ ہے جدھر کے دندانہ باریک ہوتے ہیں کیونکہ اس طرف سے

---

(۱) یعنی یہ جان کر کہ یہ مجھ پر حرام ہے۔

(۲) یعنی ذمی۔

(۳) یعنی قطعی جدائی ہوئی مثلاً تین طلاق دی ہوئی۔

(۴) بسائے ہوئے۔

(۵) ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔

زینت کے واسطے ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور عورت پر اجتناب کرنا اس کی حالت اختیاری تک واجب ہے اور حالت اضطرار میں کچھ مضائقہ نہیں ہے مثلاً اس کے سر میں درد وغیرہ کوئی بیماری ہوئی کہ جس کی وجہ سے اس نے سر میں تیل ڈالا یا آنکھ میں کوئی بیماری ہوئی کہ اس نے سرمہ لگایا بغرض معالجہ کے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر سر میں تیل ڈالنے کی عورت کی عادت پڑ گئی ہو کہ اس کو نہ ڈالنے کی صورت میں کسی بیماری و درد وغیرہ کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو تیل ڈالنے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس بیماری کے بیٹھ جانے کا غالب گمان ہو یہ کافی میں ہے اور حریر کا لباس نہ پہنے کیونکہ اس میں زینت ہے الا بضرورت مثلاً اس کے بدن میں خارش ہو یا چیلی پڑ گئی ہوں اور دمشق کا رنگا ہوا کپڑا پہننا اس کو حلال نہیں ہے اور سیاہ رنگا ہوا پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یہ تبیین میں ہے۔

اجنبی کو روا نہیں کہ معتدہ غیر کو صریح خطبہ کرے خواہ وہ طلاق کی عدت میں ہو یا شوہر کی وفات کی عدت میں:

اگر عورت ایسی فقیر ہو کہ اس کے پاس سوائے ایک رنگین کپڑے کے نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے کہ اس کو بغیر ارادہ زینت کے پہنے یہ شرح طحاوی میں ہے اور صغیرہ پر اور مجنونہ پر اگرچہ بالغہ ہو اور کتابیہ پر اور جو عورت نکاح فاسد کی عدت میں ہو اس پر اور مطلقہ بطلاق رجعی پر حداد یعنی سوگ واجب نہیں ہے اور یہ ہمارے نزدیک ہے کذا فی البدائع۔ اگر کافرہ عورت عدت میں مسلمان ہوگئی تو اس پر باقی عدت تک سوگ کرنا لازم ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور باندی پر جب کہ منکوحہ ہو تو شوہر کی وفات یا طلاق بائن دینے کی عدت میں سوگ لازم ہے اور یہی حکم مدبرہ وام ولد و مکاتبہ و مستسعاۃ کا ہے اور اگر ام ولد کو اس کے مولیٰ نے آزاد کر دیا یا چھوڑ کر مر گیا تو اس پر سوگ نہیں ہے اور یہی حکم ایسی عورت کا ہے جس سے شبہ سے وطی کی گئی ہو یہ فتح القدیر میں ہے اور اجنبی کو روا نہیں ہے کہ معتدہ غیر کو صریح خطبہ کرے خواہ وہ طلاق کی عدت میں ہو یا شوہر کی وفات کی عدت میں ہو یہ بدائع میں ہے اور رہا تعریض کرنا سو اس پر اجماع ہے کہ رجعی مطلقہ سے تعریض ممنوع ہے اور ایسے ہی ہمارے نزدیک جس کو طلاق بائن دی گئی ہو اور تعریض اسی عورت سے جائز ہے جو شوہر کی وفات کی عدت میں ہو یہ غایۃ السروجی میں ہے اور تعریض کی صورت یہ ہے کہ اس سے یوں کہے کہ میں بھی نکاح کرنا چاہتا[۱] ہوں یا کہے کہ میں ایسی عورت پسند کرتا ہوں جس میں یہ صفت ہو پھر ایسی صفتیں بیان کرے جو اس عورت میں ہیں یا یوں کہے کہ تو ماشاءاللہ حسینہ یا جمیلہ ہے یا تو مجھے خوش[۲] معلوم ہوتی ہے یا میرے پاس تجھ جیسی کوئی نہیں ہے یا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے تجھے یکجا کر دے یا اگر اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں ایک امر مقدر کیا ہوگا تو ہوگا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت معتدہ از نکاح صحیح ہو اور یہ عورت مطلق حرہ[۳] بالغہ عاقلہ مسلمہ ہے اور حالت اختیاری ہے تو یہ عورت نہ رات میں باہر نکلے گی نہ دن میں خواہ طلاق تین دی گئی ہوں یا ایک بائنہ یا رجعی یہ بدائع میں ہے اور جس عورت کو اس کا شوہر چھوڑ کر مر گیا وہ دن میں نکل سکتی ہے اور کچھ رات تک مگر اپنی منزل کے سوائے دوسری جگہ رات بسر کرے گی یہ ہدایہ میں ہے اور جو عورت نکاح فاسد کی عدت میں ہو وہ نکل سکتی ہے الا اس صورت میں نہیں نکل سکتی ہے کہ اس کے شوہر نے اس کو ممانعت کر دی ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر معتدہ باندی ہو تو وہ اپنے مولیٰ کی خدمت کے واسطے نکل سکتی ہے خواہ عدت وفات ہو یا عدت خلع یا طلاق خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن اور اگر وہ عدت کے اندر آزاد کر دی گئی تو باقی عدت میں اس پر وہی امور واجب ہوں گے جو حرہ بائن کردہ شدہ پر واجب ہوتے ہیں

---

(۱) یعنی یوں کہے کہ تجھ سے۔
(۲) اچھی لگتی ہے۔
(۳) یعنی ہر وجہ سے۔

دجیز کردری میں لکھا ہے کہ اگر مولیٰ نے باندی کو اس کے شوہر کے ساتھ رہنے کے واسطے کوئی جگہ دے دی ہو جب تک وہ اس حال پر ہے یہاں سے خارج نہ ہوگی الا آنکہ مولیٰ اس کو یہاں سے نکال لے اور مدبرہ باندی و ام ولد و مکاتبہ کا حکم باہر نکلنا مباح ہونے کے حق میں مثل باندی کے ہے یہ محیط میں ہے۔

جو مستسعاۃ ہے یعنی سعایت کرتی ہے وہ امام اعظمؒ کے نزدیک مثل مکاتبہ کے ہے اور کتابیہ عورت کو عدت میں باجازت شوہر کے باہر نکلنا حلال ہے اور بدوں اجازت شوہر کے حلال نہیں ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ ہو یا تین طلاق ہوں اور اسی طرح عدت وفات میں اس کو اختیار ہے کہ منزل شوہر کے سوائے دوسری منزل میں رات گزارے یہ مبسوط میں ہے اور اگر کتابیہ عدت کے اندر مسلمان ہوگئی تو باقی مدت عدت میں اس پر وہی احکام لازم ہوں گے جو مسلمہ[1] عورت پر واجب ہوتے ہیں اور حرہ مسلمہ نہیں نکل سکتی ہے نہ باجازت شوہر کے اور نہ بغیر اجازت شوہر کے اور رہی لڑکی نابالغہ پس اگر طلاق رجعی ہو تو باجازت شوہر کے نکل سکتی ہے اور اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بغیر اجازت شوہر کے نکلے جیسے قبل طلاق کے حکم تھا اور اگر طلاق بائنہ ہو تو اس کو بغیر اجازت شوہر کے اور باجازت شوہر کے دونوں طرح نکلنے کا اختیار ہے الا آنکہ یہ لڑکی قریب بہ بلوغ ہو تو بدوں اجازت شوہر کے نہیں نکل سکتی ہے ایسا ہی مشائخ نے اختیار کیا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر مولیٰ نے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا تو اس کو اختیار ہے کہ عدت میں نکلے یہ ظہیریہ میں ہے اور مجنونہ و معتوہہ کا حکم مثل کتابیہ کے ہے کہ نکل سکتی ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور مجوسیہ عورت کا شوہر اگر مسلمان ہوگیا اور اس عورت نے اسلام سے انکار کیا یہاں تک کہ دونوں میں تفریق ہوگئی اور عورت پر عدت واجب ہوئی بایں طور کہ شوہر نے اس سے دخول کیا تھا تو اس کو نکلنے کا اختیار ہے لیکن اگر شوہر نے اپنے نطفہ کی حفاظت[(1)] کی غرض سے اس عورت سے چاہا کہ نہ نکلے اور اس سے مطالبہ کیا تو اس پر لازم ہوگا کہ نہ نکلے اور اگر مسلمان عورت نے اپنے شوہر کے پسر کا شہوت سے بوسہ لیا یہاں تک کہ دونوں تفریق واقع ہوئی اور چونکہ بعد مدخولہ ہونے کے ایسا ہوا ہے عورت پر عدت واجب ہوئی تو اس کو اپنی منزل سے نکلنے کا اختیار نہیں ہے یہ بدائع میں ہے ایک عورت نے اپنے نفقہ عدت پر اپنے شوہر سے خلع لیا پس اس عورت کو اپنے نفقہ کے واسطے ضرورت ہوئی کہ باہر نکلے تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ وہ نکل سکتی ہے جیسے وہ عورت جس کو شوہر چھوڑ مرا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں نکل سکتی ہے اور یہی مختار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

یہ اصح ہے یہ محیط سرخسی میں ہے معتدہ پر واجب ہے کہ اسی مکان میں عدت گزارے جو حالت وقوع فرقت یا وقوع وفات شوہر میں اس کے رہنے کا مکان کہلاتا تھا یہ کافی میں ہے اور اگر وہ اپنے کنبے والوں کو دیکھنے گئی یا کسی دوسرے گھر میں کسی سبب سے تھی کہ اس وقت اس پر طلاق واقع ہوئی تو اسی وقت بلاتاخیر اپنے رہنے کے مکان کو چلے جائے اور یہی حکم عدت وفات میں ہے یہ غایۃ البیان میں لکھا ہے اور اگر اپنے رہنے کے مکان سے نکلنے پر مضطر ہوئی یعنی مجبور ہوئی بایں طور کہ اس مکان کے گر پڑنے کا خوف ہوا یا عورت کو اپنے مال کا خوف ہوا یا یہ مکان کرایہ پر تھا اور عورت ایسا کچھ نہیں پاتی ہے کہ عدت وفات اگر یہاں پوری کرے تو اس کو کرایہ اس سے دے دے تو ایسی حالت میں اس کو مکان منتقل کر لینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ کرایہ دے سکتی ہو تو منتقل نہ کرے گی اور اگر حویلی اس کے شوہر کی ہو اور وہ اس کو چھوڑ کر مر گیا تو عورت اپنے حصہ میں رہے اور اگر اس کا حصہ اس میں سے اس

---

[1] قال المترجم مسئلہ میں قید آزادہ ہے لیکن اس کو ترک کرنا چاہئے کیونکہ کتابیہ اگر باندی ہو تو اس پر آزادہ مسلمات کے احکام نہیں بلکہ باندیوں کے لازم ہوں گے پس اولیٰ یہی ہے قید آزادی ترک کی جائے۔

(1) یعنی شاید کہ نطفہ رہا ہو۔

قدر ہو کہ اس کے رہنے کے لائق کافی ہو اور باقی وارثوں سے جو اس کے محرم نہ ہوں اس سے پردہ کرے گی یہ بدائع میں ہے اور اگر شوہر متوفی کے گھر میں سے جو اس کا حصہ ہے وہ اس کے رہنے بھر کو کافی نہ ہو اور باقی وارثوں نے اپنے حصہ سے اس کو نکال دیا تو مکان منتقل کر دے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر وارثوں نے اپنے حصہ میں اس کو اجرت پر رہنے دیا اور یہ کرایہ دے سکتی ہے تو مکان منتقل نہ کرے گی یہ شرح مجمع البحرین ابن الملک میں ہے اور جب عورت عذر کے ساتھ دوسری جگہ منتقل کرے تو جس میں منتقل کر کے عدت گزارے وہ شوہر کی حرمت باقی رکھنے میں ایسا ہے کہ گویا اس نے وہیں عدت گزاری ہے جہاں سے منتقل ہو آئی ہے یہ بدائع میں ہے اگر عورت سواد شہر میں ہو اور اس کو سلطان وغیرہ کی طرف سے خوف پیدا ہوا تو اس کو شہر میں منتقل ہو جانے کے واسطے گنجائش ہے یہ مبسوط میں ہے اگر عورت معتدہ ایسے گھر میں ہو کہ وہاں اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے اور اس کو چوروں یا پڑوسیوں کسی سے خوف نہیں ہے لیکن اس کو مردہ کی طرف سے دل میں ڈر بیٹھ گیا ہے پس اگر خوف شدید نہیں ہے تو مکان منتقل نہیں کر سکتی ہے اور اگر خوف شدید ہے تو مکان منتقل کر سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

معتدہ عورت سفر نہ کرے گی نہ حج کیلئے اور نہ کسی اور کام سے اور اُسکا شوہر بھی اِسکو لے کر سفر نہ کرے:

اگر کوٹھری جس میں عدت بیٹھی ہے منہدم ہو گئی تو دوسرے گھر کی تدبیر کرنا عدت وفات کی صورت میں اور طلاق بائن کی صورت میں درحالیکہ شوہر غائب ہو اس کے اختیار میں ہے اور طلاق بائن یا رجعی میں درصورتیکہ شوہر حاضر ہو تدبیر کا اختیار شوہر کو ہے یہ محیط میں ہے اور اگر عورت کو تین طلاق یا ایک طلاق بائن دے دی اور اس مرد کے سوائے ایک کوٹھری کے اور مکان نہیں ہے تو چاہئے کہ اس کے اور اپنے درمیان ایک پردہ ڈال دے تاکہ اس کے اور اجنبیہ کے درمیان خلوت واقع نہ ہو اور اگر فاسق ہو کہ اس کی طرف سے عورت کے حق میں خوف ہو تو عورت وہاں سے نکل کر دوسری جگہ رہنا اختیار کرے اور اگر شوہر وہاں سے نکل گیا اور عورت وہیں رہی تو یہ بہتر ہے اور اگر قاضی نے اس عورت کے ساتھ کوئی ثقہ عورت کر دی کہ وہ ان دونوں کے درمیان حائل ہونے کی قدرت رکھتی ہو تو یہ اچھا ہے یہ محیط میں ہے اور اگر جنگل میں اپنی عورت کو طلاق دی حالانکہ جنگل ہی میں اس کا خیمہ ہے اور عورت اس کے ساتھ اس کے خیمہ میں ہے اور مرد مذکور جہاں گھاس و پانی دیکھتا ہے وہاں اس کو ضرور منتقل ہونا پڑتا ہے پس آیا اس کو روا ہے کہ اس عورت کو بھی وہاں منتقل کر لے جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اگر اس جگہ رہنے میں عورت کے جان و مال کے حق میں ضرر ظاہر ہوتا ہے تو تحویل روا ہے ورنہ نہیں یہ ظہیریہ میں ہے معتدہ عورت سفر نہ کرے گی نہ حج کے لئے اور نہ کسی اور کام سے اور اس کا شوہر بھی اس کو لے کر سفر نہ کرے یہ ہمارے نزدیک ہے اور اگر اس کو سفر میں ساتھ لے گیا حالانکہ اس کی نیت رجعت کی نہیں ہے تو اس سے وہ رجعت کرنے والا نہ ہو جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

معتدہ کو روا ہے کہ بڑے گھر کے صحن میں نکلے اور اس گھر کی جس منزل[1] میں چاہے رات کو رہے لیکن اگر اس دار میں غیروں کی حویلیاں ہوں تو اپنی کوٹھری سے ان حویلیوں کی طرف نہ نکلے گی اور اگر عورت کو ساتھ سفر میں لے گیا پھر اس کو طلاق بائن یا تین طلاق دے دیں یا اس کو چھوڑ کر مر گیا حالانکہ اس عورت اور اس کے شہر کے اور منزل مقصود کے درمیان سفر کی مقدار سے کم ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ چاہے چلی جائے اور چاہے واپس چلی آئے خواہ کسی شہر میں نزول ہو یا غیر شہر میں اور خواہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو یا نہ ہو لیکن واپس آنا بہتر ہے تاکہ عدت گزارنا شوہر کے گھر میں واقع ہو اور اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا وفات واقع

---

(۱) دالان کوٹھری وغیرہ۔

ہوئی ہے منزل مقصود یا اس کا شہران دونوں میں سے ایک بقدر سفر کے ہو اور دوسرا کم تو جو کم ہے[1] اسی کو اختیار کرے اور اگر دونوں طرف مقدار سفر ہو پس اگر یہ عورت جنگل میں ہو تو چاہے آگے چلی جائے جہاں مقصود تھا یا کسی محرم یا غیر محرم کے ساتھ واپس آئے لیکن واپس آنا بہتر ہے اور اگر کسی شہر میں نزول ہو تو بغیر محرم وہاں سے خارج نہ ہو اور اس کے ساتھ محرم ہو تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک خارج نہ ہو اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ نکل سکتی ہے اور یہ امام اعظمؒ کا پہلا قول ہے اور ان کا دوسرا قول اظہر ہے اور اگر شوہر نے اس کو طلاق رجعی دے دی ہو تو شوہر کے ساتھ رہے گی خواہ وہ آگے جائے یا واپس آئے اور اس سے جدا نہ ہوگی یہ کافی میں ہے۔

پندرھواں باب:

ثبوت نسب کے بیان میں

ثبوتِ نسب کے واسطے مراتب کا بیان:

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ ثبوت نسب کے واسطے تین مراتب ہیں اول نکاح صحیح اور جو اس کے معنی میں ہے یعنی نکاح فاسد اور اس کا حکم یہ ہے کہ نسب بغیر دعوۃ[2] کے ثابت ہوتا ہے اور مجرد نفی کرنے سے نسب منتفی نہیں ہوتا ہے ہاں لعان سے منتفی ہوتا ہے پس اگر بیوی و مرد میں ایسی بات ہو کہ ان میں لعان واجب نہیں ہوتا ہے تو نسب ولد منتفی نہ ہوگا یہ محیط میں ہے دوم ام ولد اور اس کے ولد کا حکم یہ ہے کہ بدوں دعویٰ مولیٰ کے نسب ثابت ہوتا ہے اور مجرد نفی کرنے سے منتفی ہو جاتا ہے یہ ظہیریہ میں ہے اور نہایہ میں بحوالہ مبسوط نقل کیا کہ مولیٰ کو نفی کا اختیار جب ہی تک ہے کہ قاضی نے اس کے نسب کے ثبوت کا حکم نہ دیا ہو اور نیز زمانہ دراز نہ گزرا ہو اور اگر قاضی نے اس کا حکم دے دیا تو نسب مولیٰ کی طرف لازم ہوگا کہ پھر وہ اس کو باطل نہیں کر سکتا ہے اور اسی طرح اگر زمانہ دراز گزر گیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ ام ولد کے بچہ کا نسب مولیٰ سے بدوں دعوت کے جب ہی ثابت ہوگا کہ جب مولیٰ کو اس سے وطی کرنی حلال ہو اور اگر حلال نہ ہو تو نسب بدوں دعویٰ کے ثابت نہ ہوگا جیسے مولیٰ نے اپنی ام ولد کو مکاتبہ کر دیا یا دو شریکوں کی باندی سے ایک شریک نے وطی سے استیلاد کیا پھر اس کے بعد اس کے بچہ ہوا تو بدوں دعویٰ کے نسب ثابت نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اسی طرح اگر اس پر اس کی وطی کرنی حرام ہوگئی بسبب اس کے کہ اس کے باپ نے یا بیٹے نے اس سے وطی کر لی یا اس نے اس باندی ام ولد کی ماں یا بیٹی سے وطی کر لی تو پھر اس کے بعد اگر اس کے بچہ پیدا ہوا تو بدوں دعویٰ کے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا یہ اختیار شرح مختار میں ہے سوم باندی کہ اگر اس کے بچہ پیدا ہوا تو ہمارے نزدیک[3] بدوں دعویٰ کے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے۔

مدبرہ باندی کا حکم مثل باندی کے ہے کہ مدبرہ کے بچہ کا نسب بھی بدوں دعویٰ مولیٰ کے ثابت نہیں ہوتا ہے یہ نہایہ میں ہے اور اگر باندی سے وطی کرتا ہو اور اس سے عزل نہ کرتا ہو یعنی وقت انزال کے جدا نہ ہو جاتا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ اس کو حلال نہیں

---

[1] یعنی اگر منزل مقصود سفر سے کم ہو تو چلی جائے اور اگر شہر اپنا کم ہو تو واپس چلی جائے۔

[2] دعوۃ بالکسر دعویٰ نسب۔

[3] قال یہاں نفی کا ذکر نہ کیا اس واسطے کہ نفی فرع ثبوت ہے بمعنی آنکہ ثابت ہو تو اس کی نفی کی جائے گی اور یہاں سرے سے ثابت نہیں بدوں دعویٰ کے۔

ہے کہ اس کے بچہ کی نفی کرے اس پر لازم ہے کہ اعتراف کرے کہ میرا ہے اور اگر اس سے عزل کرتا ہو اور اس کی تحصین نہ کی ہو تو اس کو نفی کرنا روا ہے بوجہ اس کے کہ دو امر ظاہری متعارض ہیں یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور اگر اپنی باندی کا نکاح ایک رضیع[1] سے کر دیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے نسب سے ہے تو ثابت ہوگا اس واسطے کہ وہ مولیٰ کا غلام ہے اور اس کا کچھ نسب نہیں[2] ہے اور اگر شوہر مجبوب ہو تو مولیٰ کے دعویٰ پر مولیٰ سے نسب ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ اگر چہ وہ مولیٰ کا غلام ہے مگر اس کا نسب معلوم ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور روز نکاح سے چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت[3] نہ ہوگا اور اگر چھ مہینے پورے یا زیادہ میں پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا خواہ اس مرد نے اقرار کیا ہو یا ساکت رہا اور اگر اس نے ولادت سے انکار کیا تو ایک عورت کی گواہی سے جو ولادت میں شہادت دے ولادت ثابت ہو جائے گی یہ ہدایہ میں ہے اور اگر وقت نکاح سے ایک روز کم چھ مہینے میں ایک بچہ جنی اور چھ مہینے سے ایک روز بعد دوسرا بچہ جنی تو دونوں میں سے کسی کا نسب ثابت نہ ہوگا یہ عتابیہ میں ہے اور اصل یہ ہے کہ ہر عورت جس پر عدت واجب نہیں ہوئی تو اس کے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ یقیناً[4] معلوم ہو جائے کہ یہ بچہ اس شوہر کا ہے اور اس کی یہ صورت ہے کہ چھ مہینے[5] سے کم میں پیدا ہوا اور ہر عورت جس پر عدت واجب ہوئی اس کے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا الا اس صورت میں کہ یقیناً معلوم ہو جائے کہ یہ اس کا نہیں ہے اور اس کی یہ صورت ہے کہ دو برس بعد پیدا ہوا اور جب یہ اصل معلوم ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ ایک مرد نے قبل دخول کے اپنی بیوی کو طلاق دے دی پھر وقت طلاق سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو شوہر سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے کے بعد یا پورے چھ مہینے پر پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر ایک اجنبی عورت سے کہا کہ جب میں تجھے نکاح میں لاؤں تو تو طالقہ ہے پھر اس سے نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی پھر اگر وقت نکاح سے پورے چھ مہینے پر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر وقت نکاح سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر بعد دخول کے اس کو طلاق دی پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو دو برس تک پیدا ہونے میں نسب ثابت ہوگا اور اس کے پیدا ہونے پر عدت پوری ہو جائے گی یعنی اب عدت پوری ہونے کا حکم ثابت ہوگا اور اگر دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا پس اگر طلاق رجعی ہو تو نسب ثابت اور مرد مذکور اس عورت سے مراجعت[6] کرنے والا قرار دیا جائے گا اور اگر طلاق بائن ہو تو نسب ثابت نہ ہوگا جب تک کہ شوہر دعویٰ نہ کرے اور جب دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور آیا عورت کی تصدیق کی بھی ضرورت ہے یا نہیں تو اس میں دو روایتیں ہیں ایک میں ہے کہ حاجت ہے اور دوسری میں ہے کہ نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ مرد نے اس کو طلاق دی ہو اور اگر قبل دخول کے یا بعد دخول کے اس کو چھوڑ کر مر گیا پھر وقت وفات سے دو برس تک میں عورت کے بچہ پیدا ہوا تو نسب اس متوفی سے ثابت ہوگا اگر وقت وفات سے دو برس بعد ہوا ہو تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ سب اس وقت ہے کہ عورت نے قبل اس کے انقضائے

---

(۱) دودھ پیتا لڑکا۔

(۲) یعنی رضیع کا بچہ ہونا متصور نہیں۔

(۳) بلکہ مطلقاً ثابت نہ ہوگا۔

(۴) بطریق شرعی۔

(۵) وقت فرقت سے۔

(۶) کیونکہ بعد مراجعت کے ایسا ہوا ہے۔

عدت عدت کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر عورت نے انقضائے عدت کا اقرار کیا خواہ طلاق کی عدت ہو یا وفات کی اور اتنی مدت گزرنے پر اقرار کیا ہے کہ ایسی مدت میں یہ عدت گزر سکتی ہے پھر وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو ثابت النسب ہوگا ورنہ نہیں اور یہ سب اس وقت ہے کہ یہ عورت کبیرہ ہو خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو اور اگر صغیرہ ہو کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی ہو پس اگر قبل دخول طلاق دے دی اور وقت طلاق سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو نسب ثابت ہو نہ ہوگا اور اگر بعد دخول کے اس کو طلاق دی پس اگر اس نے حمل کا دعویٰ کا تو طلاق رجعی کی صورت میں ستائیس مہینے تک بچہ ہونے میں نسب ثابت ہوگا اور طلاق بائن کی صورت میں دو برس تک ثابت ہوگا اور اگر اس نے انقضائے عدت کا اقرار کیا پھر وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر اس نے دعویٰ[1] سے سکوت کیا ہو تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک سکوت بمنزلہ اقرار کے ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک سکوت بمنزلہ دعویٰ حمل کے ہے یہ شرح طحاوی میں ہے ایک عورت نے عدت وفات میں کہا کہ میں حاملہ نہیں ہوں پھر اس نے دوسرے[2] روز کہا کہ میں حاملہ ہوں تو قول اسی کا قبول ہوگا اور اگر اس نے چار مہینے دس روز گزر جانے کے بعد کہا کہ میں حاملہ نہیں ہوں پھر کہا کہ میں حاملہ ہوں تو اس کو قول قبول نہ ہوگا الا اس صورت میں بچی سمجھی[3] جائے گی کہ شوہر کی موت کے وقت سے چھ مہینے سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا پس اس کا اقرار انقضائے عدت باطل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مبتوتہ کے اگر دو بچے پیدا ہوئے ایک دو برس سے کم میں اور دوسرا دو برس سے زیادہ میں اور ہر دو ولادت میں ایک روز کا فرق ہے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں کا نسب ثابت ہوگا:

اگر صغیرہ کو چھوڑ کر اس کا خاوند مر گیا پس اگر اس نے حمل کا اقرار کیا تو وہ مثل کبیرہ کے ہے کہ دو برس تک اس کے بچہ کا نسب ثابت ہوگا کیونکہ اس بارہ میں قول اسی کا مقبول ہے اور اگر چار مہینے دس روز گزرنے کے بعد اس نے انقضائے عدت کا اقرار کیا پھر چھ مہینے یا زیادہ گزرنے پر اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کے شوہر متوفی سے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر اس نے حمل کا دعویٰ نہ کیا اور نہ انقضائے عدت کا اقرار کیا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر دس روز سے کم میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوگا ورنہ ثابت نہ ہوگا تبیین میں ہے۔ مبتوتہ[1] کے اگر دو بچے[2] پیدا ہوئے ایک دو برس سے کم میں اور دوسرا دو برس سے زیادہ میں اور ہر دو ولادت میں ایک روز کا فرق ہے تو امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دونوں کا نسب ثابت ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر بچہ کا بعض بدن دو برس سے کم میں خارج ہوا یعنی پیٹ سے نکلا پھر تمام متولد نہ ہوا یہاں تک کہ باقی بچہ دو برس بعد نکلا تو اس کے شوہر کو لازم نہ ہوگا جب تک کہ دو برس کے اندر اس کا آدھا بدن نہ نکلا ہو یا ٹانگوں کی جانب سے زیادہ بدن دو برس سے کم میں نکل آیا ہو اور باقی دو برس بعد

۱؎ جس کو طلاق دے دی گئی یعنی بائنہ وغیرہ۔

۲؎ یعنی ایک پیٹ سے۔

(۱) یعنی دعویٰ حمل سے۔

(۲) یعنی اس کے بعد۔

(۳) یعنی اس کا قول قبول ہوگا۔

نکلا ہو اس کو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر طلاق بائنہ یا وفات کی عدت میں ہے اور دو برس تک میں اس کے بچہ پیدا ہوا پس شوہر نے ولادت سے انکار کیا یا شوہر کے وارثوں نے بعد وفات شوہر کے اس سے انکار کیا اور اس عورت نے دعویٰ کیا پس اگر اس کے شوہر نے حمل کا اقرار نہ کیا ہو اور نہ حمل ظاہر ہو تو نسب ثابت نہ ہوگا الا بگواہی دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں کے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر شوہر حمل کا اقرار کر چکا ہے یا حمل ظاہر تھا تو ولادت کے ثبوت میں عورت کا قول قبول ہوگا اگرچہ اس کے ثبوت میں کوئی قابلہ گواہی نہ دے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور اگر وہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ جو تو جنی ہے وہ اس کے سوائے دوسرا ہے تو اس کو قول قبول نہ کیا جائے گا یہ امام اعظمؒ کا قول ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔

اگر وفات کی عدت میں ہو اور وارثوں نے ولادت میں اس کے قول کی تصدیق کی اور ولادت پر کسی نے گواہی نہ دی تو یہ بچہ اس کے شوہر متوفی کا بیٹا ہوگا اور اس پر اتفاق ہے اور یہ بیٹا اس کا وارث ہوگا اور یہ حق میراث میں ظاہر ہے اس واسطے کہ ارث ان وارثوں کا خالص حق ہے اور رہا حق نسب پس اگر یہ وارث لوگ اہل شہادت سے ہوں پس اگر ان میں سے دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں نے گواہی دی تو اس بچہ کے اثبات نسب کا حکم واجب ہوا حتیٰ کہ یہ بچہ تصدیق کرنے والوں اور تکذیب کرنے والوں سب کے ساتھ شریک ہوگا اور بعض کے نزدیک مجلس حکم میں لفظ شہادت سے گواہی دینا شرط ہے اور صحیح یہ ہے کہ لفظ شہادت شرط نہیں ہے یہ کافی میں ہے اور اگر معتدہ نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا پس اگر اول شوہر کی وفات یا طلاق دینے کے وقت سے دو برس سے کم میں اور دوسرے شوہر کے نکاح سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے تو بچہ اول شوہر کا ہوگا اور اگر اول کی وفات یا طلاق دینے سے دو برس سے زیادہ میں اور دوسرے شوہر کے نکاح سے چھ مہینے سے کم میں پیدا ہوا ہے تو یہ بچہ نہ اول شوہر کا ہوگا اور نہ دوسرے کا اور آیا دوسرا نکاح جائز ہوا تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے قول میں جائز ہے اور یہ اس وقت ہے کہ مرد کو وقت نکاح کے یہ معلوم نہ ہو کہ عورت نے عدت میں نکاح کیا ہے اور اگر شوہر دوم کو وقت نکاح کے یہ بات معلوم تھی چنانچہ یہ نکاح فاسد واقع ہوا ہے پھر اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو نسب شوہر اول سے ثابت کیا جائے گا اور اگر اثبات ممکن ہو بایں طور کہ اول کے طلاق دینے یا مرنے سے دو برس سے کم میں پیدا ہوا اگرچہ دوسرے شوہر کے نکاح کرنے سے چھ مہینے یا زیادہ کے بعد پیدا ہوا اس واسطے کہ دوسرا نکاح فاسد واقع ہوا ہے تو جب تک نسب کا احالہ فراش صحیح کی طرف ممکن ہو اولیٰ ہے اور اگر شوہر اول سے اسکا اثبات نسب ممکن نہ ہوا اور ثانی سے ممکن ہوا تو ثانی سے نسب ثابت کیا جائے گا مثلاً اول کے طلاق دینے یا مرنے سے دو برس بعد بچہ جنی اور دوسرے کے نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ کے بعد جنی تو نسب دوسرے سے ثابت رکھا جائیگا اس واسطے کہ دوسرا نکاح اگرچہ فاسد واقع ہوا ہے لیکن ہرگاہ نکاح صحیح سے اسکا نسب ثابت کرنا متعذر ہوا تو زنا پر محمول کرنے سے یہ بہتر ہے کہ نکاح فاسد سے اسکا نسب ثابت کیا جائے یہ بدائع میں ہے۔

ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا پس اس کا پیٹ گرا جس کی خلقت ظاہر ہوگئی پس اگر نکاح سے چار مہینے پر ایسا پیٹ گرا ہے تو نکاح مذکور جائز ہوا اور اس کا نسب شوہر نکاح کنندہ سے ثابت ہوگا اور اگر ایک دن کم چار مہینے پر ایسا پیٹ گرا ہے تو نکاح جائز نہ ہوا یہ بحر الرائق میں ہے ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا پھر دونوں میں اختلاف ہوا چنانچہ شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے ایک مہینے سے اپنے نکاح میں لیا ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک سال سے تو یہ بچہ اس شوہر سے ثابت النسب ہوگا یہ ظہیریہ میں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے کہ شوہر سے قسم لی جائے بخلاف قول امام اعظمؒ کے یہ کافی میں ہے اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ ہاں شوہر نے ایک مہینے سے اپنے نکاح میں لیا ہے تو اس بچہ کا نسب اس شوہر سے ثابت نہ ہو

گا پھر اگر بعد باہمی اتفاق کے گواہ قائم ہوئے کہ اس مرد نے اس عورت کو ایک سال سے اپنے نکاح میں لیا ہے تو یہ گواہ قبول ہوں گے اور یہ جواب صحیح و مستقیم ہے درصورتیکہ اس بچہ نے بعد بڑے ہونے کے ایسے گواہ قائم کئے ہوں اور اگر گواہوں کا قائم ہونا اس بچہ کی صغرسنی میں ہو تو اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ گواہ قبول نہ ہوں گے تاوقتیکہ قاضی اس صغیر کی طرف سے کوئی خصم مقرر نہ کر دے اور بعضوں نے کہا کہ اس تکلف کی کچھ حاجت نہیں ہے بلکہ بدوں خصم مقرر کرنے کے قاضی ایسی گواہی کی سماعت[1] کرے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور پانچ مہینے گزرنے پر اس کے بچہ پیدا ہوا پس شوہر نے کہا کہ یہ بچہ میرا بیٹا ہے ایسے سبب سے کہ وہ اس کا موجب ہے کہ یہ بچہ میرا ہوا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ زنا کا ہے تو ایک روایت میں قول شوہر کا قبول ہوگا اور دوسری روایت میں ہے کہ جو کچھ عورت کہتی ہے وہی قبول کیا جائے گا اور اگر نکاح سے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا اور باقی مسئلہ بحالہا ہے تو شوہر کا قول قبول ہوگا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر ایک باندی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دے دی پھر اس کو خرید لیا پھر وقت خرید سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنی تو اس کو لازم[2] ہوگا ورنہ لازم نہ ہوگا الا بدعویٰ نسب اور یہ اسی وقت ہے کہ بعد دخول کے ایسا واقع ہوا اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے کہ طلاق کیسی ہو خواہ طلاق بائن ہو یا رجعی ہو بہر حال یہی حکم ہے اور اگر قبل دخول کے ایسا ہو پس اگر وقت طلاق سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو اس کو لازم[(1)] نہ ہوگا اور اگر اس سے کم مدت میں جنی ہو تو بچہ اس مرد کو لازم ہوگا بشرطیکہ وقت نکاح سے چھ مہینے یا زیادہ میں جنی ہو اور اگر وقت نکاح سے اس سے کم مدت میں جنی ہو تو لازم نہ ہوگا اور اسی طرح اگر اس نے طلاق دینے سے پہلے اپنی زوجہ کو خرید اہو تو بھی احکام مذکورہ بالا میں یہی حکم ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر اپنی زوجہ باندی کو دو طلاق دے دیں حتیٰ کہ اس پر بحرمت غلیظہ حرام ہو گئی تو وقت طلاق سے دو برس تک اس کے بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اگر اپنی مدخولہ زوجہ کو خریدا پھر اس کو آزاد کر دیا پھر خریدنے کے وقت سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا الا آنکہ شوہر اس کا دعویٰ کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک وقت خرید سے دو برس تک بدوں دعویٰ کے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اسی طرح اگر اس کو آزاد نہیں کیا بلکہ اس کو فروخت کر دیا پھر وقت فروخت سے چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اگر چہ اس کا دعویٰ کرے الا بتصدیق مشتری اور امام محمدؒ کے نزدیک بدوں تصدیق مشتری کے نسب ثابت نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اگر ام ولد کو اس کا مولیٰ چھوڑ کر مر گیا یا آزاد کر دیا تو آزاد کرنے یا مرنے کے وقت سے دو برس تک اس کے بچہ کا نسب مولیٰ سے ثابت ہوگا یہ عتابیہ میں ہے۔

ایک مرد نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر مر گیا پھر غلام کی ماں آئی اور وہ آزادہ ہے اور کہا کہ میں اس مرد میت کی بیوی ہوں تو یہ اُس کی بیوی ہوگی اور دونوں اُس کے وارث ہوں گے:

ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ میرا ہے پھر ایک عورت نے ولادت پر گواہی دی تو یہ باندی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں جنی ہو اور اگر چھ مہینے یا زیادہ میں جنی تو مولیٰ کے ذمہ لازم نہ ہوگا لیکن تجھے معلوم کر لینا چاہئے کہ یہ حکم اسی صورت میں ہے کہ جب مولیٰ نے بلفظ شرط وتعلیق کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو یا اگر تجھے حمل ہو تو وہ میرا ہے اور اگر مولیٰ نے یوں کہا کہ یہ مجھ سے حاملہ ہے تو اس کا بچہ مولیٰ کو

[1] کیونکہ اثبات نسب بحق شرع ہے۔

[2] اور ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں یہ بچہ مولی اول کا غلام ہو۔

(1) یعنی اس مرد کو۔

لازم ہوگا اگر چہ چھ مہینے سے زیادہ دو برس تک میں پیدا ہو لیکن اگر مولیٰ نے اس کی نفی[1] کر دی تو لازم نہ ہوگا چنانچہ کتاب الاجناس کی کتاب الاعتاق میں اس کی تصریح ہے یہ غایۃ البیان میں ہے ایک مرد نے غلام کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر مر گیا پھر غلام کی ماں آئی اور وہ آزادہ ہے اور کہا کہ میں اس مردمیت کی بیوی ہوں تو یہ اس کی بیوی ہوگی اور دونوں اس کے وارث ہوں گے اور نوادر میں ذکر کیا ہے کہ یہ استحسان ہے اور یہ اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ یہ عورت حرہ ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو اور میت کے وارثوں نے دعویٰ کیا کہ یہ میت کی ام ولد ہے اور یہ عورت نکاح کا دعویٰ کرتی ہے تو یہ عورت وارث نہ ہوگی یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے اور اگر مرد نے عورت کو تین طلاق دے دیں پھر قبل اس کے کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح کر کے حلالہ کرا دے دوبارہ اس سے نکاح کر لیا اور اس کے اس مرد سے بچہ پیدا ہوا اور حال یہ ہے کہ یہ دونوں اس نکاح کے فاسد ہونے کو نہیں جانتے تھے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر دونوں فساد نکاح کو جانتے ہوں تو بھی امام اعظمؒ کے نزدیک نسب ثابت ہوگا یہ تاتارخانیہ میں تجنیس ناصری سے نقل ہے ایک مرد کی تحت میں ایک عورت ہے اور اس کے پاس ایک بچہ ہے اور یہ بچہ اس مرد کے قابو میں نہیں ہے پس عورت نے کہا کہ تو نے مجھ سے جب نکاح کیا ہے کہ جب میرے یہ بچہ تجھ سے پہلے ایک شوہر کے پاس پیدا ہو چکا ہے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ تو میرے تحت میں اس کو جنی ہے تو وہ اس شوہر کا بیٹا ہوگا اور اگر بچہ شوہر کے پاس ہو نہ عورت کے پاس پس شوہر نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے نہیں بلکہ دوسری عورت سے ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ مجھ سے ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور عورت کے قول کی تصدیق نہ ہوگی یہ ظہیریہ میں ہے۔

ایک مرد مسلمان نے ایسی عورتوں سے جو اس پر دائمی حرام ہیں نکاح کیا پس ان سے اولاد پیدا ہوئی تو اولاد کا نسب اس مرد سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثابت ہوگا:

اگر بچہ بیوی و مرد دونوں کے ہاتھ میں ہو پس شوہر نے کہا کہ یہ بچہ تیرا تیرے پہلے شوہر سے ہے جو مجھ سے پہلے تھا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھ سے پیدا ہے تو یہ اسی مرد سے قرار دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی عورت سے زنا کیا پس وہ حاملہ ہوگئی پھر اس سے نکاح کر لیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا پس اگر وقت نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے کم میں جنی تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا الا آنکہ شوہر اس کا دعویٰ کرے اور اس نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ زنا سے ہے اور اگر اس نے کہا کہ یہ مجھ سے زنا سے ہے تو اس کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور اس کا وارث بھی نہ ہوگا یہ ینابیع میں ہے ایک مرد نے ایک باندی خریدی پس اس سے بچہ جنی پھر ایک مرد نے دعویٰ کیا کہ یہ میری بیوی ہے اس کو میرے ساتھ اس کے مولیٰ نے بیاہ دیا تھا اور اس پر گواہ قائم کیے تو یہ اس کی بیوی قرار دی جائے گی اور یہ بچہ اس کے شوہر کا بچہ قرار دیا جائے گا اور چونکہ مولیٰ[2] نے اس کا دعویٰ کیا تھا اس وجہ سے وہ آزاد ہوگا ایک طفل ایک عورت کے پاس ہے پس ایک مرد نے اس عورت سے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے نکاح سے پیدا ہوا ہے اور عورت نے کہا کہ یہ تیرا بچہ مجھ سے زنا سے پیدا ہوا ہے تو بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا اور اگر عورت نے اس کے بعد کہا کہ یہ تیرا بیٹا نکاح سے ہے تو اس کا نسب ان دونوں سے ثابت ہو جائے گا ایک مرد مسلمان نے ایسی عورتوں سے جو اس پر دائمی حرام ہیں نکاح کیا پس ان سے اولاد پیدا ہوئی تو اولاد کا نسب اس مرد سے امام اعظمؒ کے نزدیک

ل قال المترجم: غلام سے مراد اس مقام پر لڑکا ہے نہ مملوک۔

(۱) یعنی کہا کہ یہ میرا نہیں ہے۔

(۲) یعنی مشتری نے۔

ثابت ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں ثابت ہوگا اور یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ ایسا نکاح امام اعظمؒ کے نزدیک فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک باطل ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

اگر اپنی بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ کی پھر اس کو صریح طلاق دے دی اور کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا ہے پس عورت نے اس کی تصدیق کی یا تکذیب کی تو عورت پر عدت واجب ہوگی اور عورت کو پورا مہر ملے گا پھر اگر مرد مذکور نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے مراجعت کر لی تو مراجعت صحیح نہ ہوگی اور اگر دو برس سے کم میں یہ عورت بچہ جنی اور ہنوز اس نے انقضائے عدت کا اقرار نہیں کیا ہے تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور مراجعت مذکورہ صحیح ہوگی اور قبل طلاق کے اس سے وطی کرنے والا قرار دیا جائے گا یہ سراج الوہاج میں ہے ام ولد نے اگر کسی سے نکاح فاسد کیا ہے اور شوہر نے اس سے دخول کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا اگرچہ مولیٰ اس کا دعویٰ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہے نسب باشارہ ثابت ہو جاتا ہے باوجودیکہ زبان سے بولنے کی قدرت حاصل ہو یہ نہایہ میں ہے۔

ایک مرد نے ایک عورت اپنے صغیر بیٹے کو بیاہ دی جو جماع کرنے کے لائق نہیں ہے اور نہ ایسا ہے کہ اس سے حمل رہ جائے یعنی جماع نہیں کر سکتا ہے پھر اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو یہ اس صغیر کو لازم نہ ہوگا لیکن جو کچھ اس شوہر کے باپ نے اس عورت کو اپنے پسر کی طرف سے دیا ہے وہ واپس نہ[1] دے گی اور اگر اس عورت نے اقرار کیا کہ میں نے خود نکاح کیا ہے تو چھ مہینے مقدار مدت حمل کا نفقہ شوہر کو واپس دے گی' یہ ظہیریہ میں ہے۔

طفل قریب بلوغ کی عورت کے اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اسی طفل سے ثابت ہوگا یہ سراجیہ میں ہے اگر دارالحرب سے کوئی عورت حاملہ دارالحرب میں شوہر چھوڑ کر ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئی اور یہاں بچہ جنی تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا بچہ حربی شوہر کو لازم نہ ہوگا یہ تمرتاشی میں ہے۔

حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہیں یہ کافی میں ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ مدت کا اعتبار نکاح صحیح میں وقت نکاح سے ہے اور بعض نے فرمایا کہ نکاح صحیح میں دخول شرط[2] ہے لیکن خلوت ہونا ضروری ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

سولھواں باب:

حضانت[3] کے بیان میں

چھوٹے بچے کی حضانت کے واسطے سب سے زیادہ مستحق اس کی ماں ہے خواہ حالت قیام نکاح ہو یا فرقت واقع ہوگئی

---

[1] قال المترجم: نسب ثبوت ہونا ٹھیک ہے لیکن امامؒ کے قول پر فتویٰ نہ دیا جائے گا اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر درست ہے اور ایسا شخص قتل کیا جائے اگر مصر ہو باوجود علم۔

[2] قال المترجم: یعنی ظاہر ثبوت کے واسطے نہ واقع و نفس الامر میں۔

[3] حضانت مراد آنکہ گود میں پرورش کرنا۔

(1) یعنی نہ دینا جائز ہے۔

لیکن اگر اس کی ماں مرتدہ یا فاجرہ غیر[1] ماموتہ ہو تو ایسا نہیں ہے یہ کافی میں ہے خواہ وہ مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی ہو یا دارالاسلام میں موجود ہو پھر اگر اس نے مرتد ہونے سے توبہ کر لی یا فجور سے توبہ کر لی تو پھر سب سے زیادہ مستحق ہو گئی یہ بحرالرائق میں ہے اسی طرح اگر ماں چوٹی یا گانے[2] والی یا نائحہ[ا] ہو تو اس کا کچھ حق نہیں ہے یہ نہرالفائق میں ہے مگر ماں حضانت[3] سے اگر انکار کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس پر جبر نہ کیا جائے گا بسبب احتمال اس کے عجز کے لیکن اگر اس بچہ کا کوئی ذی رحم محرم سوائے اس کے نہ ہوئے تو اس پر پرورش کے واسطے جبر کیا جائے گا تاکہ وہ بچہ ضائع نہ ہو جائے بخلاف باپ کے کہ جب بچہ ماں سے مستغنی ہو اور باپ نے اس کے لینے سے انکار کیا تو باپ پر جبر کیا جائے گا یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اگر بچہ کی ماں مستحق حضانت نہ ہو مثلاً بسبب امور مذکورہ کے وہ اہلیت حضانت کی نہ رکھتی ہو یا غیر محرم سے تزوج کر لیا ہو یا مر گئی ہو تو ماں کی ماں اولیٰ ہے بہ نسبت اور سب کے اگرچہ اونچے درجہ میں ہو یعنی پرنانی وغیرہ ہو اور اگر ماں کی ماں یا ماں کی ماں علیٰ ہذا القیاس کوئی نہ ہو تو باپ کی ماں اگرچہ اونچے[4] درجہ کی ہو بہ نسبت اور ون کے اولیٰ ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور خصافؒ نے نفقات میں ذکر کیا ہے کہ اگر صغیرہ کی جدہ اس کے باپ کی جانب سے ہو یعنی اس کی ماں کے باپ کی ماں تو یہ بمنزلہ اس جدہ کے نہیں ہے جو اس کی ماں کی جانب سے ہو یعنی ماں کی ماں یہ بحرالرائق میں ہے پس اگر وہ[5] مر گئی یا اس نے نکاح کر لیا تو ایک ماں باپ کی سگی بہن بھی اولیٰ ہے پس اگر اس نے بھی نکاح کر لیا یا مر گئی تو اخیافی یعنی ماں کی طرف کی بہن اولیٰ ہے اور اگر اس نے نکاح کر لیا یا مر گئی تو سگی بہن کی دختر پھر اگر وہ بھی مر گئی یا نکاح کر لیا تو اخیافی بہن کی دختر اولیٰ ہے پس یہاں تک ان سب کی ترتیب میں اختلاف روایت نہیں ہے اور اس کے بعد پھر روایات مختلف ہیں چنانچہ خالہ و پدری بہن میں اختلاف ہے کہ کتاب النکاح کی روایت میں علاتی بہن یعنی باپ کے طرف کی بہن خالہ سے اولیٰ ہے اور کتاب الطلاق کی روایت میں خالہ اولیٰ ہے اور سگی بہنوں و ماں کی طرف کی اخیافی بہنوں کی بیٹیاں بالاتفاق خالاؤں سے اولیٰ ہیں اور علاتی بہن کی بیٹی اور خالہ کی صورت میں اختلاف روایات ہے اور صحیح یہ ہے کہ خالہ ولی ہے پھر خالاؤں میں وہ خالہ اولیٰ ہے جو ایک ماں و باپ کی طرف سے سگی خالہ ہو پھر ماں کی طرف سے خالہ پھر باپ کی طرف سے خالہ اور بھائیوں کی بیٹیاں پھوپھیوں سے اولیٰ ہیں اور پھوپھیوں میں وہی ترتیب ہے جو ہم نے خالاؤں میں بیان کی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ولایت از جانب مادر مستفاد ہوتی ہے پس اس میں جانب مادری کو جانب پدری پر تقدیم ہوگی:

پھر بعد اس کے ماں کی خالہ جو ایک ماں و باپ سے ہو اولیٰ[6] ہے پھر ماں کی خالہ[۲] جو فقط ماں کی طرف سے ہو پھر جو فقط

ا رونے والی جو مصیبتوں میں اجرت پر روتی ہیں۔

۲ ماں کی خالہ اس وجہ سے مقدم ہے۔

(۱) بدکار زانیہ۔

(۲) ڈومنی وغیرہ۔

(۳) بعد طلاق کے۔

(۴) یعنی پر دادی وغیرہ۔

(۵) ایسی جدہ۔

(۶) یعنی بچہ اس کے سپرد کیا جائے گا۔

باپ کی طرف سے ہو پھر ماں کی پھوپھیاں اسی ترتیب سے اولیٰ ہیں اور ہمارے نزدیک باپ کی خالہ سے ماں کی خالہ اولیٰ ہے پھر اگر یہ نہ ہوں تو باپ کی خالہ و پھوپھیاں اسی ترتیب مذکور سے اولیٰ ہوں گی یہ فتح القدیر میں ہے اور اس باب میں اصل یہ ہے کہ ولایت از جانب مادر مستفاد ہوتی ہے پس اس میں جانب مادری کو جانب پدری پر تقدیم ہوگی یہ اختیار شرح مختار میں ہے اور چچا و ماموں و پھوپھی و خالہ کی دختروں کو حضانت میں کچھ استحقاق نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور نکاح کر لینے سے ان عورتوں کا حق حضانت جب ہی باطل ہو جاتا ہے جب یہ کسی اجنبی سے نکاح کریں اور اگر ایسے مرد سے نکاح کیا جو اس بچہ کا ذی رحم محرم ہے مثلاً نانی نے ایسے مرد سے نکاح کیا جو اس بچہ کا دادا ہے یا ماں نے اس بچہ کے چچا سے نکاح کیا تو اس عورت کا حق حضانت باطل نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور جس عورت کا حق بسبب نکاح کر لینے کے باطل ہو گیا تھا تو جب زوجیت مرتفع ہو جائے گی تو اس کا حق حضانت عود کرے گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر طلاق رجعی ہو تو جب تک عدت نہ گزر جائے تب تک حق حضانت عود نہ کرے گا اس واسطے کہ زوجیت ہنوز باقی ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اگر بچہ کی ماں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور اس عورت کی ماں یعنی بچہ کی نانی اس بچہ کو اس کی ماں کے شوہر کے گھر میں لے کر رہتی ہے تو بچہ کے باپ کو اختیار ہوگا کہ اس سے لے لے ایک صغیرہ اپنی نانا کی کے پاس ہے کہ وہ اس کے حق میں خیانت کرتی ہے تو اس کی پھوپھیوں کو اختیار ہوگا کہ اس صغیرہ کو اس سے لے لیں جبکہ اس کی خیانت ظاہر ہو یہ قنیہ میں ہے اور اگر بچہ کے باپ نے دعویٰ کیا کہ اس کی ماں نے دوسرا نکاح کیا ہے اور ماں نے اس سے انکار کیا تو قول اس کی ماں کا قبول ہوگا اور اگر اس کی ماں نے اقرار کیا کہ ہاں اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا تھا مگر اس نے طلاق دے دی پس میرا حق عود کر آیا ہے پس اگر عورت نے کسی شوہر کو معین نہ کیا ہو تو قول عورت ہی کا قبول ہوگا اور اگر کسی مرد کو معین کیا ہو تو دعویٰ طلاق میں اس کا قول قبول نہ ہوگا یہاں تک کہ یہ شوہر اس کا اقرار[(۱)] کرے اور اگر ان عورتوں سے جو بچہ کی پرورش کی مستحق ہوتی ہیں کسی سبب سے بچہ کا لے لینا واجب ہوا یا بچہ کی پرورش کی کوئی عورت مستحق نہیں ہے تو وہ اپنے عصبہ[ل] کو دیا جائے گا پس مقدم باپ ہوگا پھر باپ کا باپ علیٰ ہذا اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ پر ہو پھر ایک ماں باپ سے سگا بھائی پھر باپ کی طرف[(۲)] کا بھائی پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر علاتی بھائی کا بیٹا اور یہی ترتیب ان کے پوتوں پرپوتوں میں ملحوظ ہوگی پھر سگا چچا پھر علاتی[(۳)] چچا۔ رہی چچوں کی اولاد سو بچہ ان کو دیا جائے گا پس مقدم سگے چچا کا بیٹا ہے پھر علاتی چچا کا بیٹا مگر صغیر پسر ان کو دیا جائے گا کہ پرورش کریں اور صغیرہ دختر نہ دی جائے گی اور اگر صغیر کے چند بھائی یا چچا ہوں تو جو ان میں سے زیادہ صالح ہو وہ پرورش کے واسطے اولیٰ ہوگا اور اگر پرہیزگاری میں سب یکساں ہوں تو جو سب سے مسن ہو وہ اولیٰ ہے یہ کافی میں ہے۔

تحفۃ الفقہا میں مذکور ہے کہ اگر صغیرہ دختر کا کوئی عصبہ نہ ہو سوائے چچا کے پسر کے تو قاضی کو اختیار ہے کہ اگر اسکو دیکھے کہ وہ اصلح ہے تو اسکو پرورش کے واسطے دے دے ورنہ کسی اپنے امین کے یہاں رکھے یہ غایۃ البیان میں ہے اور اگر صغیرہ کا کوئی عصبہ نہ ہو تو ماں کی طرف کے بھائی کو دی جائے پھر اسکے پسر کو پھر ماں کی طرف کے چچا کو پھر سگے ماموں کو پھر علاتی ماموں کو پھر اخیافی ماموں کو یہ کافی میں ہے ماں کا باپ بہ نسبت ماموں کے اولیٰ ہے اور بہ نسبت اخیافی بھائی کے بھی اولیٰ ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور صغیر[ع] بیٹا پرورش کے واسطے مولی العتاقہ کو دیا جائے گا اور صغیرہ دختر نہ دی جائے گی یہ کافی میں ہے اور باندی اور ام ولد کو حضانت میں کچھ حق

ل عصبہ وہ ہے جو ایسا وارث ہو کہ حصہ دار کو حصہ دے کر باقی سب مال پائے۔

ع یعنی اس پسر کے باپ نے کسی غلام کو آزاد کیا اور اب اس پسر کا کوئی نہیں ہے تو اس مولی العتاقہ کو پرورش کے لئے دیا جائے۔

(۱) یعنی تصدیق کرے۔ (۲) ایک ماں باپ سے۔ (۳) باپ کی طرف سے۔

نہیں ہے جب تک کہ دونوں آزاد نہ ہوں پس حضانت کا اختیار ان کے مولیٰ کو ہوگا بشرطیکہ یہ بچہ رقیق ہو مگر اس کو اختیار نہیں ہے کہ اس بچہ اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کرے یعنی جدا کرے بشرطیکہ دونوں اس کے ملک میں ہوں اور اگر بچہ آزاد ہو تو حضانت کا استحقاق اس کے آزاد اقرباؤں کو ہے اور جب باندی وام ولد آزاد ہو جائیں تو ان کو اپنی آزاد اولاد کی پرورش و حضانت کا حق حاصل ہوگا اور مکاتبہ کا جو بچہ حالت کتابت میں پیدا ہوا ہے اس کی حضانت کی وہی مستحق ہے بخلاف اس بچہ کے جو کتابت سے پہلے پیدا ہوا ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے اور مدبرہ باندی مثل قنہ[1] باندی کے ہے یہ تبیین میں ہے اور غیر ذی رحم محرم کو صغیرہ دختر کی حضانت میں کچھ حق نہیں ہے اور نیز عصبہ فاسق کو بھی صغیرہ کی پرورش میں کچھ حق نہیں ہے یہ کفایہ میں ہے اور جو شخص ہر وقت گھر سے باہر چلا جاتا ہے اور دختر کو ضائع چھوڑ جاتا ہے اس کی حضانت کچھ نہیں ہے یہ بحر الرائق میں ہے۔

صغیرہ اگر مشتہاۃ نہ ہو حالانکہ اس کا شوہر ہے تو ماں کا حق اس کی حضانت میں ساقط نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ مردوں کے لائق ہو جائے:

ماں و نانی پسر کی مستحق ہے یہاں تک کہ وہ حضانت سے مستغنی ہو جائے اور اس کی مدت سات برس مقرر کی گئی ہے اور قدوری نے فرمایا کہ اس وقت تک مستحق ہیں کہ تنہا کھالے اور تنہا پی لے اور تنہا استنجا کر لے اور شیخ ابوبکر رازیؒ نے نو برس مقدار بیان کی ہے اور فتویٰ قول اول پر ہے اور لڑکی کی صورت میں ماں و نانی اس وقت تک مستحق ہیں کہ اس کو حیض آئے اور نوادر ہشام میں امام محمدؒ سے روایت ہے کہ جب دختر حد شہوت تک پہنچ جائے تو اس کی پرورش کا باپ مستحق ہوگا اور یہ صحیح ہے یہ تبیین میں ہے اور صغیرہ اگر مشتہاۃ نہ ہو یعنی قابل شہوت نہ ہو حالانکہ اس کا شوہر ہے تو ماں کا حق اس کی حضانت میں ساقط نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ مردوں کے لائق ہو جائے یہ قنیہ میں ہے اور جب پسر حضانت سے مستغنی ہو گیا اور دختر بالغہ ہو گئی یعنی حد تک پہنچ گئی تو ان کے عصبات ان کی پرورش کے واسطے اولیٰ ہوں گے پس بترتیب جو اقرب ہو مقدم کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور پسر کو یہ لوگ اپنے پاس رکھیں گے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر اس کی رائے ٹھیک اور اپنے نفس پر مامون[2] ہے تو اس کی راہ کھول دی جائے گی جہاں چاہے جائے اور اگر اپنے نفس پر مامون نہ ہو تو باپ اپنے ساتھ ملا لے گا اور اس کا ولی رہے گا مگر باپ پر اس کا نفقہ واجب نہیں ہے اس کا جی چاہے بطور تطوع دے یہ شرح طحاوی میں ہے اور لڑکی اگر ثیبہ ہو اور اپنے نفس پر غیر موموں ہو تو اس کی راہ بند رکھی جائے گی اور باپ اس کو اپنے ساتھ میل میں کر لے گا اور اگر وہ اپنے نفس پر مامون ہو تو عصبہ کو اس پر کوئی حق ایسا نہیں ہے اور اس کی راہ کھول دی جائے گی جہاں چاہے رہے یہ بدائع میں ہے اور اگر بالغہ باکرہ ہو تو اس کے ولیوں کو اختیار ہوگا کہ اپنے میل میں رکھیں اگر اس پر فساد کا خوف نہ ہو بوجہ اس کی کم سنی کے اور جب وہ سن تمیز کو پہنچ جائے اور بارائے و ہوش ہو کر عفیفہ ہو تو اولیاء کو اپنے میل میں رکھنے کا ضروری اختیار نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے رہے بشرطیکہ وہاں اس کے حق میں خوف نہ ہو یہ محیط میں ہے اور اگر عورت کا باپ دادا اور دیگر عصبات میں کوئی نہ ہو یا اس کا کوئی عصبہ ہو مگر وہ مفسد ہو تو قاضی اس کے حال پر نظر کرے پس اگر وہ مامونہ ہو تو اس کی راہ چھوڑ دے کہ تنہا سکونت اختیار کرے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو ورنہ اس کو کسی عورت امینہ ثقہ کے پاس جو اس کی حفاظت پر قادر ہو رکھے اس واسطے کہ قاضی تمام مسلمانوں کے حق میں خیر خواہ مقرر ہوتا ہے یہ

---

[2] مامون یعنی بچہ بدچلن نہیں بلکہ اس کی ذات سے اطمینان ہے۔

(۱) محض مملوک۔

عینی شرح کنز میں ہے۔

اگر ایک عورت ایک طفل کو لائی اور ایک مرد سے نفقہ طلب کیا اور کہا کہ تجھ سے اور میری دختر سے یہ بیٹا ہے اور اس کی ماں مرگئی ہے پس مجھے اس کا نفقہ دے پس اس مرد نے کہا کہ تو سچی ہے یہ تیری دختر سے میرا بیٹا ہے مگر اس کی ماں نہیں مری ہے بلکہ وہ میرے گھر میں موجود ہے اور چاہا کہ اس عورت سے یہ لڑکا لے لے تو اس کو یہ اختیار خود نہ ہوگا یہاں تک کہ قاضی اس بچہ کی ماں کو خبردار کرے کہ وہ حاضر ہو کر اس بچہ کو لے لے پس اگر مرد مذکور ایک عورت کو حاضر لایا اور کہا کہ یہ تیری دختر ہے اور اسی عورت سے میرا یہ بیٹا ہے اور بچہ کی نانی نے کہا کہ یہ میری بیٹی نہیں ہے بلکہ میری بیٹی اس پسر کی ماں مرگئی ہے پس قول اس مقدمہ میں اسی مرد کا اور جو اس کے ساتھ عورت آئی ہے دونوں کا قبول ہوگا اور طفل مذکور اس کو دے دیا جائے گا اسی طرح اگر نانی ایک مرد کو حاضر لائی اور ایک طفل کی نسبت کہا کہ یہ بیٹا میری دختر کا اس مرد سے ہے اور اس کی ماں مرگئی ہے اور مرد مذکور نے کہا کہ یہ میرا بیٹا تیری دختر سے نہیں بلکہ دوسری میری بیوی سے ہے تو قول مرد کا قبول ہوگا اور طفل مذکور کو اس سے لے لے گا اور اگر یہ مرد ایک عورت کو لایا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے نہ تیری دختر سے اور طفل کی نانی نے کہا کہ یہ عورت اس طفل کی ماں نہیں ہے بلکہ اس کی ماں میری دختر تھی اور جس عورت کو مرد مذکور لایا ہے اس نے کہا کہ تو سچی ہے میں اس کی ماں نہیں ہوں اور یہ مرد جھوٹ بولتا ہے مگر میں اس کی بیوی ہوں تو مرد مذکور یعنی اس طفل کا باپ اس کے واسطے اولیٰ ہوگا کہ اس کو لے لے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور سراجیہ میں مذکور ہے کہ اگر بچہ کی ماں اس کے باپ کے نکاح میں نہ ہو اور نہ عدت میں ہو تو وہ حضانت کی اجرت لے لی گی اور یہ اجرت علاوہ اجرت دودھ پلائی کے ہوگی یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر بچہ کا باپ تنگدست ہو اور ماں نے بدوں اجرت کے پرورش کرنے سے انکار کیا اور اس بچہ کی پھوپھی نے کہا کہ میں بغیر اجرت کے پرورش کروں گی تو پھوپھی اس کی پرورش کے واسطے اولیٰ ہوگی یہ صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے اور بچہ جب ماں و باپ میں سے ایک کے پاس ہو تو دوسرا اس کی جانب نظر کرنے اور اس کی تعاہد و پرداخت کرنے سے منع نہ کیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں حاوی سے منقول ہے۔

فصل:

حضانت[1] کا مکان زوجین کا مکان ہے

جبکہ دونوں میں زوجیت قائم ہو حتیٰ کہ اگر شوہر نے اس شہر سے باہر جانا چاہا اور چاہا کہ اپنے صغیر فرزند کو اس عورت سے جس کو حق حضانت حاصل ہے لے لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ بچہ مذکور اس کی حضانت سے بے پرواہ ہو جائے اور اگر عورت نے چاہا کہ جس شہر میں ہے وہاں سے نکل کر دوسرے شہر میں چلی جائے تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ اس کو جانے سے منع کرے خواہ اس کے ساتھ فرزند ہو یا نہ ہو اور اسی طرح اگر عورت معتدہ ہو تو اس کو مع ولد کے اور بدوں اس کے خروج روا نہیں ہے اور شوہر کو اس کا نکال دینا روا نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر مرد اور اس کی بیوی کے درمیان فرقت واقع ہوئی پس اس نے عدت پوری ہونے کے وقت چاہا کہ بچہ کو اپنے ساتھ لے کر اپنے شہر کو چلی جائے پس اگر نکاح اسی کے شہر میں بندھا ہو تو اس کو یہ اختیار ہوگا اور اگر اس کے شہر کے سوائے دوسری جگہ واقع ہوا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ اس مقام فرقت و اس کے شہر میں ایسی قربت ہو کہ اگر بچہ کا باپ اس بچہ کو دیکھنے کے واسطے نکل کر جائے تو رات سے پہلے اپنے مکان کو واپس آسکے پس ایسی صورت

[1] حضانت کا مکان جہاں رکھ کر وہ پرورش کرے وہی مکان ہے جہاں شوہر و زوجہ رہتے تھے۔

میں بمنزلہ ایک شہر کے محلات مختلفہ کے ہو جائے گا اور عورت کو یہ اختیار ہے کہ ایک محلّہ سے دوسرے محلّہ میں چلی جائے اور اگر عورت نے اپنے شہر کے سوائے دوسرے شہر میں منتقل کرنا چاہا اور اس شہر میں نکاح واقع نہیں ہوا ہے تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ دونوں مقاموں میں ایسی ہی قربت ہو جیسی ہم نے اوپر بیان کی ہے یہ محیط میں ہے اگر عورت نے ایسے شہر میں منتقل کرنا چاہا جو اس طرح قریب نہیں ہے اور نہ وہ اس کا شہر ہے لیکن اصل عقد نکاح وہیں واقع ہوا تھا تو مبسوط کی روایت پر اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

اگر بیوی و مرد دونوں سواد شہر کے ہوں اور عورت نے چاہا کہ بچہ کو اپنے ساتھ گاؤں میں لے جائے اور وہیں رکھے اور نکاح اسی گاؤں میں واقع ہوا تھا جہاں لئے جاتی ہے تو عورت کو یہ اختیار ہے اور اگر نکاح دوسرے گاؤں میں واقع ہوا ہو تو عورت کو اپنے گاؤں میں منتقل کر کے لے جانے کا اختیار نہیں ہے اور نہ اس گاؤں میں جہاں نکاح واقع ہوا ہے درصورتیکہ یہ گاؤں دور ہو اور اگر دونوں گاؤں قریب ہوں ایسے کہ باپ لڑکے کو دیکھ کر غور پرداخت کے بعد رات سے پہلے اپنے گاؤں میں واپس آ سکے تو عورت کو وہاں منتقل کر لینے کا اختیار ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر بچہ کا باپ شہر میں متوطن ہو اور عورت نے بچہ کو گاؤں میں منتقل کر لے جانے کا ارادہ کیا پس اگر یہ گاؤں عورت کا ہو اور اسی میں عورت سے نکاح کیا ہو تو عورت کو یہ اختیار ہے اگر چہ وہ شہر سے دور ہو اور اگر یہ عورت کا گاؤں نہ ہو پس اگر قریب ہو اور اصل نکاح اسی میں واقع ہوا ہو تو عورت کو یہ اختیار ہے جیسے شہر کی صورت میں مذکور ہوا ہے اور اگر اس میں نکاح واقع نہ ہوا ہو تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اگر چہ وہ شہر سے قریب[1] ہو یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت نے بچہ کو گاؤں سے شہر جامع میں منتقل کر کے لے جانا چاہا حالانکہ یہ شہر اس عورت کا نہیں ہے اور نہ اس میں نکاح واقع ہوا ہے تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے الا اس صورت میں کہ شہر مذکور گاؤں سے ایسا ہی قریب ہو جیسا ہم نے بیان کیا ہے یہ محیط میں ہے اور عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بچہ کو دارالحرب میں منتقل کر لے جائے اگر چہ اصل نکاح وہاں واقع ہوا ہو اور یہ عورت حربیہ ہے اور شوہر مسلمان ہے یا ذمی ہے اور اگر دونوں حربی ہوں تو عورت کو یہ اختیار حاصل ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر ماں مرگئی یہاں تک کہ حق حضانت بچہ کی نانی یعنی ماں کی ماں کو حاصل ہوا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو اپنے شہر کو منتقل کر لے جائے اگر چہ اصل عقد اسی میں واقع ہوا ہو اسی طرح ام ولد جب آزاد کر دی گئی تو وہ بچہ کو اس شہر سے جس میں اس کا باپ ہے باہر نہیں لے جا سکتی ہے یہ غایۃ البیان میں ہے۔

اگر طلاق دہندہ نے اپنے بچہ کو اس کی ماں سے جس کو طلاق دے دی ہے اس وجہ سے لے لیا کہ اس عورت نے نکاح کر لیا ہے تو مرد مذکور کو اختیار ہے کہ اس بچہ کو لے کر سفر کو جائے:

جب نانی کو یہ اختیار نہیں ہے تو نانی کے سوائے اور عورتوں کا حکم بھی مثل نانی کے ہے یہ بحرالرائق میں ہے منتقی میں ابن سماعہ کی روایت سے امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ ایک مرد نے بصرہ میں ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر یہ مرد اس بچہ صغیر کو کوفہ میں لے گیا اور اس عورت کو طلاق دے دی پس عورت نے اپنے بچہ کے بارہ میں مخاصمہ کیا اور چاہا کہ مجھے واپس دیا جائے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر مرد مذکور اس بچہ کو اس عورت کی اجازت سے کوفہ میں لے آیا ہے تو مرد پر واجب نہیں ہے کہ اس کو واپس لائے اور عورت سے کہا جائے گا کہ تو خود وہاں جا کر اس بچہ کو لے لے اور فرمایا کہ اگر بدون عورت مذکورہ کی اجازت کے مرد مذکور اس کو لے آیا ہے تو مرد پر واجب ہوگا کہ اس بچہ کو اس عورت کے پاس لے آئے ابن سماعہ نے امام

[1] قریب کے معنی اوپر مذکور ہوئے ہیں۔

ابو یوسفؒ سے روایت کی ہے کہ ایک مرد اپنی بیوی کو مع فرزند کے جو اس عورت کے پیٹ سے ہے بصرہ سے کوفہ میں لے آیا پھر عورت کو بصرہ واپس بھیج دیا اور اس کو طلاق دے دی تو مرد مذکور پر واجب ہوگا کہ اس بچہ کو بھی اس عورت کے پاس بھیج دے پس عورت کے واسطے اس مرد سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر طلاق دہندہ نے اپنے بچہ کو اس کی ماں سے جس کو طلاق دے دی ہے اس وجہ سے لے لیا کہ اس عورت نے نکاح کر لیا ہے تو مرد مذکور کو اختیار ہے کہ اس بچہ کو لے کر سفر کو جائے یہاں تک کہ پھر اس بچہ کی ماں[1] کا حق عود کرے یہ بحر الرائق میں سراجیہ سے منقول ہے۔

سترھواں باب:

نفقات کے بیان میں

اس کی چھ فصلیں ہیں:

فصل اوّل:

نفقہ زوجہ کے بیان میں

واضح رہے کہ مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ واجب ہے خواہ بیوی مسلمان ہو یا ذمیہ[(1)] ہو یا فقیرہ ہو یا غنیہ ہو خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ کبیرہ ہو یا ایسی صغیرہ ہو کہ اس سے جماع کیا جا[(2)] سکتا ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان خواہ حرہ ہو یا مکاتبہ ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور مشائخ نے اس میں کلام کیا ہے کہ جماع کے لائق کب تک ہوتی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ جب تک نو برس کی نہ ہو تب تک قابل جماع نہیں ہوتی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی التاتارخانیہ اور صحیح یہ ہے کہ سن کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اس کا ہے کہ وہ مشقت جماع کو برداشت کر سکے اور اس کی قدرت اس کو حاصل ہو جائے یہ کافی میں ہے اور اگر عورت ایسی صغیرہ ہو کہ اس کے مثل سے وطی نہیں کی جاتی ہے اور وہ جماع کے لائق نہیں ہے تو ہمارے نزدیک اس کے واسطے نفقہ نہ ہوگا یہاں تک کہ اس کی حالت ایسی ہو جائے کہ وہ جماع کو برداشت کر لے خواہ وہ اپنے باپ کے گھر ہو یا شوہر کے گھر ہو یہ محیط میں ہے اور کبیرہ[2] نے اگر اپنا نفقہ طلب کیا اور وہ ہنوز اپنے شوہر کے گھر نہیں بھیجی گئی تو اس کو یہ اختیار ہے جبکہ شوہر نے اس کے اپنے گھر بھیجے جانے کا مطالبہ نہ کیا ہو اور بعضے مشائخ بلخ نے کہا کہ جب وہ اپنے شوہر کے گھر نہیں بھیجی گئی ہے تو مستحق نفقہ نہ ہوگی مگر فتویٰ قول اول پر ہے یہ فتاویٰ غیاثیہ میں ہے پس اگر شوہر نے اس کے گھر اپنے بھیجے جانے کا مطالبہ کیا اور اس نے شوہر کے گھر جانے سے انکار نہ کیا تو اس کو نفقہ ملے گا اور اگر اس نے وہاں منتقل ہونے سے انکار کیا پس اگر انکار بحق ہو مثلاً اس نے اس وجہ سے انکار کیا کہ اپنا مہر معجل وصول کر لے تو بھی اس کو نفقہ ملے گا اور اگر انکار بغیر حق ہو مثلاً شوہر نے اس کا مہر اس کو دے دیا ہو یا مہر میعادی ہے کہ جس کی عدت ابھی دور ہے یا اس نے اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دیا ہے پھر اس نے انکار[(3)] کیا تو اس کو کچھ نفقہ نہ ملے گا یہ محیط میں ہے اور اگر عورت[4] نے نشوز

---

[1] یعنی مثلاً نکاح فسخ ہو گیا یا شوہر دوم نے طلاق دے دی تو پھر عورت لے سکتی ہے اور مرد مذکور یعنی بچہ کا باپ اس کو نہیں لے جا سکتا ہے یہاں تک کہ بچہ مذکور حضانت سے مستغنی ہو جائے۔ [2] ظاہر مراد کبیرہ سے اس مقام پر بالغہ نہیں ہے بلکہ عام از بالغہ و قابل جماع غیر بالغہ ہے فافہم۔ (1) اہل کتاب سے۔ (2) اور جب تک لائق جماع نہیں ہے تب تک نفقہ واجب نہ ہوگا۔ (3) یعنی شوہر کے گھر جانے سے۔ (4) مثلاً سرکشی سے اپنے باپ کی جگہ بیٹھ رہی۔

کیا تو عورت کے واسطے کچھ نفقہ نہ ہوگا یہاں تک کہ شوہر کے گھر میں آ جائے اور نشوز کرنے والی وہ عورت ہوتی ہے جو شوہر کے گھر سے نکل جائے اور اپنے نفس کو شوہر سے روکے بخلاف اس کے اگر وہ شوہر کے گھر میں ہو اور شوہر کو اپنے اوپر قابو دینے سے روکے تو وہ ناشزہ نہ ہوگی اس واسطے کہ ہنوز وہ محبس موجود ہے اور اگر گھر عورت کی ملک ہو اور اس نے شوہر کو اپنے پاس داخل ہونے سے منع کیا تو اس کے واسطے نفقہ نہ ہوگا لیکن اگر اس نے شوہر سے درخواست کی ہو کہ مجھے اس میرے مکان سے اپنے گھر لے جائے یا میرے واسطے کوئی مکان کرایہ لے لے تو ایسی صورت میں حکم ایسا نہیں ہے اور جب عورت نے نشوز چھوڑ دیا تو اس کو نفقہ ملے گا اور اگر شوہر زمین غصب میں رہتا ہو یعنی غیر کی ملک غصب کر کے اس میں رہتا ہو پس عورت نے وہاں رہنے سے انکار کیا تو عورت کو نفقہ ملے گا یہ کافی میں ہے اور اگر عورت نے اپنے نفس کو شوہر کو سپرد کر دیا ہو پھر مہر وصول پانے کے واسطے قابو دینے سے انکار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک ناشزہ نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک مرد سلطان کی زمین میں رہتا ہے اور سلطان سے مال لیتا ہے پس عورت نے کہا کہ میں سلطانی زمین میں تیرے ساتھ نہ رہوں گی اور نہ تیرے مال سے کھاؤں گی تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اس سے انکار کرنے سے گنہگار ہو گی اور ناشزہ ہو جائے گی اور بعضے علماء سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت کا مرد نماز نہیں پڑھتا ہے اور عورت نے اس کے ساتھ رہنے سے انکار کیا تو فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے ایک عورت اپنے شوہر سے روپوش ہو گئی یا اس کے ساتھ جانے سے جس شہر میں ہو جانا چاہتا ہے انکار کیا اور یہ مرد اس عورت کو اس کا پورا[(۱)] مہر دے چکا ہے تو اس عورت کے واسطے اس شوہر پر کچھ نفقہ نہ ہوگا اور اگر مرد مذکور نے اس کو اس کا مہر نہ دیا ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو عورت کے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور یہ اس وقت ہے کہ اس عورت سے دخول نہ کیا ہو اور اگر اس عورت سے دخول کیا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی یہی حکم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک عورت کے واسطے کچھ نفقہ نہ ہوگا خواہ شوہر نے اس کو اس کا مہر دے دیا ہو یا نہ دیا ہو شیخ امام ابوالقاسم صفار نے فرمایا کہ یہ ان اماموں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں شوہر اس کو لے کر سفر نہیں جا سکتا ہے[(ل)] اگر چہ اس کا مہر ادا کر ہو یہ محیط میں ہے اور اگر عورت اپنے قرضہ کی وجہ سے قید کی گئی تو اس کے واسطے شوہر پر نفقہ واجب نہ ہوگا اور شیخ کرخی نے فرمایا کہ اگر عورت ایسے قرضہ کی وجہ سے قید کی گئی جس کے ادا کی اس کو قدرت نہیں ہے تو اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور اس کے ادا کرنے پر قادر ہو تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا اور فتویٰ اس پر ہے کہ عورت کے واسطے دونوں صورتوں میں نفقہ نہ ہوگا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ شوہر اس عورت تک قید خانہ میں نہ پہنچ سکتا ہو اور اگر قید خانہ میں کوئی ایسی جگہ ہو کہ وہاں اس تک پہنچ سکتا ہو تو مشائخ نے فرمایا کہ عورت کے واسطے نفقہ واجب ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

مسئلہ ذیل کی جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ عورت کو دیکھا جائے اگر وہ جماع کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا:

اگر عورت کو کوئی غاصب لے کر بھاگ گیا یا وہ ظلم سے قید کی گئی تو خصافؒ نے ذکر فرمایا کہ وہ مستحق نفقہ نہ ہوگی اور صدر شہید حسام الدین نے ذکر فرمایا کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر شوہر قید کیا گیا اور وہ ادائے قرضہ پر قادر ہے یا نہیں قادر

ل اور ہمارے زمانہ میں لے جا سکتا ہے۔

(۱) یا مہر معجل۔

ہے یا شوہر بھاگ گیا تو عورت کے واسطے نفقہ لازم ہوگا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر شوہر قید خانہ[ا] سلطانی میں ظلم سے قید کیا گیا تو اس میں اختلاف مشائخ ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت نفقہ کی مستحق ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر شوہر کسی دوسرے شہر میں ہو اور عورت سے اور اس سے بقدر مسافت سفر کے دوری ہو اور شوہر نے وہاں راہ خرچ اور سواری بھیجی تا کہ اس کے پاس چلی آئے مگر عورت نے اپنے ساتھ کوئی ذی رحم محرم نہ پایا پس نہ گئی تو وہ نفقہ کی مستحق ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے اور اس جنس کے مسائل میں اصل یہ ہے کہ عورت کو دیکھا جائے اگر وہ جماع کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا خواہ شوہر جماع کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور اگر عورت جماع کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا خواہ مرد جماع کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو یہ محیط میں ہے اور اگر شوہر صغیر ہو اور بیوی کبیرہ ہو تو اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا کیونکہ اپنے تن کا سپرد کرنا عورت کی طرف سے پایا گیا اور اسی طرح جبکہ عورت کی طرف سے اپنے آپ کا سپرد کرنا پایا گیا مگر شوہر مجبوب ہے یا عنین[1] ہے یا مریض[2] ہے کہ جماع کرنے پر قادر نہیں ہے یا حج کے واسطے نکلا ہے کہ احرام[3] میں ہے تو بھی عورت کے واسطے نفقہ واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر بیوی و مرد دونوں صغیر ہوں کہ جماع کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو عورت کے واسطے نفقہ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ عجز اس کی جانب سے بھی ہے پس گویا کہ مجبوب یا عنین کے تحت میں صغیرہ عورت ہے یہ تبیین میں ہے۔

اگر عورت رتقاء یا قرناء ہو یا مجنونہ ہوگئی یا اس کو کوئی بلا لاحق ہوگئی کہ اس کی وجہ سے جماع کے قابل نہ رہی یا ایسی بڑھیا ہوگئی کہ بسبب بڑھاپے کے وطی کے قابل نہ رہی تو اس کا نفقہ لازم ہوگا:

اگر عورت قبل شوہر کے پاس جانے کے ایسی مریضہ ہو کہ جماع سے ممنوع ہو پھر وہ شوہر کے گھر بھیجی گئی اور اس حال میں بھی مریضہ تھی تو بعد شوہر کے یہاں پہنچنے کے اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور قبل وہاں سے جانے کے بھی لازم ہوگا بشرطیکہ اس نے نفقہ کا مطالبہ کیا ہو اور شوہر اس کو نہ لے گیا حالانکہ وہ جانے سے انکار نہیں کرتی تھی اور اگر شوہر اس سے چلنے کے واسطے کہتا اور وہ جانے سے انکار کرتی تھی تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا جیسے تندرست عورت کا حکم ہے ایسا ہی ظاہر الروایہ میں مذکور ہے اور اگر عورت کو اس کا شوہر تندرستی کی حالت میں لے گیا پھر وہ شوہر کے گھر میں ایسی بیمار ہوگئی کہ جماع کرنے کے لائق نہ رہی تو بلا خلاف اس کا نفقہ باطل[4] نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر دخول واقع ہونے کے بعد شوہر ہی کے گھر میں عورت بیمار پڑی اور وہاں سے اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسی تھی کہ محفہ وغیرہ میں بیٹھ کر اپنے شوہر کے یہاں جاسکتی تھی مگر نہ گئی تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا اور اگر وہ شوہر کے گھر نہ جاسکتی ہو تو اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت رتقاء یا قرناء ہو یا مجنونہ ہوگئی یا اس کو کوئی بلا لاحق ہوگئی کہ اس کی وجہ سے جماع کے قابل نہ رہی یا ایسی بڑھیا ہوگئی کہ بسبب بڑھاپے کے وطی کے قابل نہ رہی تو اس کا نفقہ لازم ہوگا چاہے شوہر کے یہاں جانے کے بعد اس کو یہ عوارض لاحق ہوگئے ہوں یا قبل

ا دو قید خانہ ہوتے تھے قید خانہ قاضی موافق شرع کے اور قید خانہ سلطانی۔

(۱) عذر خلقی۔

(۲) عذر طبعی۔

(۳) عذر شرعی۔

(۴) بلکہ واجب ہوگا۔

اس کے لاحق ہوئے ہوں بشرطیکہ وہ بغیر حق اپنے نفس کو روکنے والی اور مانع نہ ہو یہ محیط میں ہے اور اگر عورت نے حج فریضہ ادا کیا پس اگر شوہر کے یہاں جانے سے پہلے اس نے ایسا کیا پس اگر بلا محرم کے اس نے ایسا کیا اور اس کے ساتھ شوہر بھی نہیں ہے تو وہ ناشزہ ہوگئی اور اگر اس نے سوائے شوہر کے کسی محرم[1] کے ساتھ حج کیا تو اس کے واسطے نفقہ لازم[2] نہ ہوگا اس میں سب اماموں کا اتفاق ہے اور اگر اس نے شوہر کے یہاں جانے کے بعد ایسا کیا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اس کے واسطے نفقہ نہ ہوگا کذا فی البدائع اور یہ اظہر ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر شوہر نے اس کے ساتھ حج کیا ہو تو بالا جماع اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا مگر شوہر پر نفقہ حضر واجب ہوگا نہ نفقہ سفر اور شوہر پر کرایہ بھی واجب نہ ہوگا اور اگر عورت نے حج نفل ادا کیا تو بالا جماع اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا درصورتیکہ اس کے ساتھ شوہر نہ ہو یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر اس نے شوہر کے ساتھ حج نفل ادا کیا تو عورت کے واسطے نفقہ[ا] حضر واجب ہوگا یہ نفقہ سفر یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اس امر پر اجماع ہے کہ نماز و روزہ نفقہ کو ساقط نہیں کرتا ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے ایک مرد ایک عورت سے متہم کیا گیا جس کو حمل ہے پس اس عورت کے باپ نے اسی مرد سے اس کا نکاح کر دیا اور یہ مرد منکر ہے کہ یہ حمل میرا نہیں ہے تو نکاح جائز ہوگا اور شوہر پر نفقہ واجب نہ ہوگا اس واسطے کہ عورت کی طرف سے ایک امر کی وجہ[3] سے شوہر اس سے استمتاع سے ممنوع[4] ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر شوہر نے اقرار کیا کہ یہ حمل میرا ہے تو نکاح بالاتفاق صحیح ہوگا اور اس کے ساتھ وطی بھی کر سکتا ہے پس بالاتفاق عورت مستحق نفقہ ہوگی یہ محیط میں ہے اگر کسی مرد کی چند عورتیں ہوں کہ بعض ان میں سے مسلمان آزادہ ہوں اور بعض باندیاں ہوں یا ذمی نصرانیہ یا یہودیہ ہوں تو یہ سب نفقہ میں یکساں ہوں گی یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جس عورت سے شبہہ سے وطی کی گئی ہے اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا یہ خلاصہ میں ہے فرمایا کہ نکاح فاسد کی صورت میں نفقہ نہیں ہے اور نہ نکاح فاسد کی وجہ سے تفریق ہونے کی عدت میں نفقہ ہے اور اگر نکاح من حیث الظاہر صحیح ہو اور قاضی نے عورت کے واسطے نفقہ مقرر کیا جس کو اس نے ایک مہینہ لیا پھر فساد نکاح ظاہر ہوا مثلاً بایں طور کہ گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عورت اس مرد کی رضاعی بہن ہے اور قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی تو عورت نے جو کچھ لیا ہے وہ شوہر اس سے واپس لے گا اور اگر شوہر نے خود ہی بدوں فرض قاضی کے عورت کو نفقہ دیا ہو تو عورت مذکورہ سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ صدر الشہید نے شرح ادب القاضی میں ذکر فرمایا ہے کذا فی الذخیرہ اور اگر نکاح بغیر گواہوں کے واقع ہوا تو بالا جماع ایسے نکاح میں عورت نفقہ کی مستحق ہوگی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر عورت سے ایلاء کیا یا ظہار کیا تو عورت کے واسطے نفقہ واجب ہوگا اور اگر اپنی بیوی کی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کیا اور جب تک اس سے دخول کیا تب تک اس کو نہ جانا پھر دونوں میں تفریق کر دی گئی اور مرد پر واجب ہوا کہ جب تک اس کی

ا قال المترجم یہ مراد نہیں ہے کہ جب تک وہ حاضر ہے تب تک کا نفقہ ملے گا اور جب سے سفر کو نکلے گی تب سے واپس ہونے تک کچھ لازم نہ ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسا نفقہ واجب ہوگا کہ جو حضر میں دیا جاتا ہے اور سفر میں کہ زیادہ خرچ ہوتا ہے اس زیادتی کے حساب سے نفقہ واجب نہ ہوگا پس حضر کے حساب سے برابر واجب رہے گا یہاں تک کہ وہ چاہے سفر میں جائے یا یہاں رہے۔

(۱) ذی رحم محرم۔

(۲) تو ناشزہ نہ ہوگی مگر۔

(۳) یعنی حمل۔

(۴) تا کہ نطفہ غلط نہ ہو۔

بیوی کی بہن عدت میں رہے تب تک اپنی بیوی سے الگ رہے تو اس کی بیوی کے واسطے نفقہ واجب ہوگا اور اس کی بیوی کی بہن کے واسطے لازم نہ ہوگا اگرچہ اس پر عدت واجب ہوئی ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی مرد کی بیوی کے ساتھ ایک خادمہ یعنی باندی بھی ہو اور یہ مرد خوشحال ہے تو اس پر اس عورت کے نفقہ کے ساتھ اس کی خادمہ کا نفقہ بھی مقدر کیا جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ عورت آزادہ ہو اور اگر باندی ہو تو وہ خادمہ کے نفقہ کی مستحق نہ ہوگی اور اگر بیوی کے ساتھ دو یا زیادہ خادمہ ہوں تو امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ایک خادمہ سے زیادہ کا نفقہ مقدر نہ کیا جائے گا اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ خادمہ کے نفقہ میں شوہر خوشحال پر اسی قدر واجب ہوگا جو تنگدست پر اپنی زوجہ کے واسطے واجب ہوتا ہے یعنی ادنیٰ مقدار کفایت جس سے بسر ہو جائے یہ کافی میں ہے اور اس خادمہ میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا کہ خادمہ یعنی عورت کی مملوکہ باندی ہو پس اگر غیر مملوکہ ہوگی تو عورت اس کے نفقہ کی مستحق نہ ہوگی یہ ظاہر الروایہ ہے اور اگر شوہر تنگدست ہو تو اس پر بیوی کی خادمہ کا نفقہ واجب نہ ہوگا اگرچہ عورت کے پاس[1] خادمہ ہو اور یہ شیخ حسن نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے اور یہی اصح ہے یہ تبیین میں ہے اور اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیری خادمہ میں سے کسی کو نفقہ نہیں دوں گا لیکن اپنی خادمہ باندیوں میں سے تیری خدمت کے واسطے دوں گا اور عورت نے اس کو قبول نہ کیا تو شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے اور وہ مجبور[2] کیا جائے گا کہ عورت کی ایک خادمہ کا نفقہ دے ایک عورت کے غلام و باندیاں ہیں پس اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو میرے مہر میں سے ان کو نفقہ دے پس اس نے ان ممالیک کو نفقہ دیا پھر عورت نے کہا کہ میں اس نفقہ کو محسوب نہ کروں گی اس وجہ سے کہ تو نے ان سے خدمت لی ہے تو شوہر نے جو کچھ بطور معروف ان کو نفقہ دیا ہے وہ عورت ہی کے حساب میں محسوب ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے۔

قاضی نے عورت کے واسطے ماہواری نفقہ مقرر کر دیا تو شوہر اس کو ماہواری دیا کرے گا:

اگر ایک عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کے واسطے اس کے شوہر پر نفقہ مقرر کر دے پس اگر شوہر یہیں حاضر ہو اور صاحب دستر خوان ہو تو قاضی اس عورت کے واسطے نفقہ نہیں مقرر کرے گا اگرچہ عورت درخواست کرے الا اس صورت میں مقرر کر دے گا کہ جب قاضی کو یہ بات ظاہر ہو جائے کہ شوہر اس کو مارتا ہے اور اس کو نفقہ نہیں دیتا ہے اور اگر شوہر صاحب دستر خوان نہ ہو تو قاضی عورت کے واسطے ماہواری نفقہ مقرر کر دے گا کہ شوہر اس کو دیا کرے یہ محیط میں ہے اور عورت کا نفقہ درہموں یا دیناروں سے جس بھاؤ پر ہو مقرر[ل] نہیں کرے گا بلکہ اسی قدر درہم جو اس وقت کے بھاؤ سے ہیں برحسب اختلاف ارزانی[ع] و گرانی و نرخ کے مقرر کرے گا کہ اس میں دونوں جانب کی رعایت ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر قاضی نے عورت کے واسطے ماہواری نفقہ مقرر کر دیا تو شوہر اس کو ماہواری دیا کرے گا اور اگر ماہواری نہ دیا اور عورت نے روزانہ طلب کیا تو شام کے وقت عورت کو مطالبہ کا اختیار ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور جب قاضی نے نفقہ مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو حالت یہ دیکھے کہ شوہر آسودہ حال ہے میدہ کی روٹیاں اور بھنا گوشت کھاتا ہے اور عورت تنگدست ہے یا اس کے برعکس حال دیکھا تو اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کے حال کا اعتبار کرے کذا فی الغیاثیہ اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ عورت کو آسودہ حالی کا نفقہ ملے گا اگر دونوں آسودہ حال ہوں اور تنگدستی کا نفقہ

ل کیونکہ ارزانی کے وقت عورت کا خسارہ ہوگا اور گرانی ہونے پر مرد کا خسارہ ہوگا۔

ع یعنی ارزانی کے وقت جس قدر زیادہ ہو جائیں یا گرانی کے وقت جس قدر کم ہو جائیں۔

(۱) یعنی ملک میں۔

(۲) درحالیکہ وہ خوشحال ہے۔

ملے گا اگر دونوں تنگدست ہوں اور اگر عورت خوشحال اور مرد تنگدست ہو تو بغرض تنگدستی عورت کے جو اس کے واسطے مقرر کیا جاتا اس سے کچھ زیادہ مقرر کیا جائے گا پس مرد سے کہا جائے گا کہ اس کو گیہوں کی روٹی اور ایک طرح کا بھاجہ یا دو طرح کا کھانے کو دے اور اگر شوہر نہایت مالدار ہو کہ مثل حلوا و گوشت برہ وغیرہ کھاتا ہو اور عورت تنگدست ہو کہ اپنے گھر میں جو وغیرہ کی روٹی کھاتی ہو مرد پر یہ واجب نہ ہوگا کہ اس کو وہ کھلا دے جو خود کھاتا ہے اور یہ بھی نہیں ہے کہ جو وہ اپنے گھر میں کھاتی تھی وہ کھلائے لیکن یہ لازم ہے کہ اس کو گیہوں کی روٹی اور ایک دو طرح کا سالن کھلائے اور ظاہر الروایہ کے موافق تنگدستی و خوشحالی میں مرد کے حال کا اعتبار ہے کذا فی الکافی اور اسی کو مشائخ کی جماعت کثیر نے اختیار کیا ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے یہ فتح القدیر میں ہے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اگر شوہر نہایت آسودہ حال ہو اور عورت فقیر ہو تو شوہر کے حق میں مستحب ہے کہ اپنے کھانے کے ساتھ عورت کو شریک کرے اور کتاب میں فرمایا کہ جو حکم نفقہ کی تقدیر میں مذکور ہوا باعتبار حال شوہر فقط یا باعتبار حال شوہر عورت دونوں کے ویسا ہی حکم لباس میں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ مرد خوشحال ہے تو اس پر خوشحالوں کے مثل نفقہ قرض کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ عورت کے مقبول ہوں گے:

اگر شوہر تنگدست ہو اور عورت خوشحال ہو تو فی الحال عورت کو اس قدر دے دے جو تنگدست عورتوں کا نفقہ ہوتا ہے اور جو باقی رہا وہ شوہر کے ذمہ قرضہ ہوگا یہ تبیین میں ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ میں تنگدست ہوں اور مجھ پر تنگدستوں کے مانند نفقہ واجب ہوگا تو قول شوہر کا قبول ہوگا الا آنکہ عورت گواہ قائم کرے پس اگر عورت نے گواہ قائم کیے کہ یہ مرد خوشحال ہے تو اس پر خوشحالوں کے مثل نفقہ قرض کیا جائے گا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ عورت کے مقبول ہوں گے اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں اور عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ اس مرد کا حال دریافت کرائے تو قاضی پر دریافت کرانا واجب نہیں ہے لیکن اگر قاضی نے دریافت کرایا تو بہتر ہے پس اگر قاضی کو ایک مرد عادل نے خبر دی کہ یہ خوشحال ہے تو قاضی اس کو قبول نہ کرے گا اور اگر دو مرد عادلوں نے قاضی کو اس کے خوشحال ہونے کی خبر دی تو قاضی اس مرد پر خوشحالوں کا نفقہ مقرر کرے گا اگرچہ ان عادلوں نے بلفظ شہادت خبر نہ دی ہو اور ایسی خبر میں عدد و عدالت شرط ہے مگر اس میں لفظ شہادت شرط نہیں ہے اور اگر ان دونوں عادلوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ وہ خوشحال ہے یا ہم کو خبر پہنچی ہے کہ یہ خوشحال ہے تو قاضی اس کو قبول نہ کرے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی نے شوہر پر تنگدستی کا نفقہ مقرر کر دیا پھر مرد مالدار ہو گیا پس عورت نے نالش کی تو قاضی اس کے واسطے خوشحالی کا نفقہ پورا کر دے گا یہ کافی میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں روٹی سالن نہیں پکاؤں گی تو کتاب میں لکھا ہے کہ وہ روٹی[1] و سالن وغیرہ پکانے پر مجبور نہ کی جائے گی اور شوہر پر واجب ہوگا کہ پکا پکایا یا تیار کھانا اس کے واسطے لائے یا اس کے پاس کوئی ایسی خادمہ دے دے کہ اس کی روٹی سالن پکانے کے کام کے واسطے کفایت[2] کرے اور فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا کہ اگر عورت نے روٹی سالن پکانے سے انکار کیا تو شوہر پر اس عورت کے واسطے پکا پکایا کھانا تیار دینا اسی صورت میں واجب ہے کہ یہ عورت اشراف کی لڑکی ہو کہ اپنے ماں باپ وغیرہ میں خود اپنی ذات سے ایسے کام نہ کرتی ہو یا اشراف کی لڑکی نہ ہو مگر عورت کو کوئی ایسی علت لاحق ہو کہ جس کی وجہ سے وہ روٹی سالن نہ پکا سکتی ہو اور اگر یہ بات نہ ہو تو شوہر پر یہ واجب نہ ہوگا یہ عورت کے واسطے کھانا تیار لائے یہ ظہیریہ میں ہے

[1] یعنی براہ حکم نہ براہ دیانت کیونکہ دیانت کی راہ سے عورت پر گھر کے کاروبار واجب ہیں حتیٰ کہ بچہ کو دودھ پلانا۔

[2] یعنی اس سے زیادہ خدمت کرنا اس پر لازم نہیں ہے۔

اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ ایسے کام عورت پر دیانت کی راہ سے واجب ہیں اگر چہ تقضاءً قاضی اس کو ان کاموں کے واسطے مجبور نہ کرے گا یہ بحرالرائق میں ہے اور اگر عورت کو کھانا پکانے کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو نہیں جائز ہے اور عورت کو اس کی اجرت دینی بھی جائز نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور شوہر پر واجب ہے کہ پینے کا آلہ یعنی چکی لائے اور کھانے کے اور پینے کے برتن لائے مثل کوزہ و گھڑا ہانڈی پتیلی وغیرہ و چمچا وڈویا اور اس کے مثل آلات یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے پھر بنا بر ظاہر الروایہ کے عورت اور اس کی خادمہ کے نفقہ میں فرق ہے چنانچہ اگر اس کی خادمہ نے ایسے کاموں سے انکار کیا تو اپنی مولاۃ کے شوہر سے نفقہ کی مستحق نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور نفقہ واجب ماکول ہے اور ملبوس ہے اور سکنیٰ ہے پس ماکول آٹا ہے اور پانی اور نمک اور لکڑی و روغن یہ تاتارخانیہ میں ہے اور جیسے عورت کے واسطے قدر کفایت روٹی مقرر کی جائے گی ویسے ہی اس کے ساتھ کے واسطے قدر کفایت ادام بھی مقرر کیا جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے۔

عورت کے غسل اور وضو کے پانی کا ثمن شوہر پر واجب ہے خواہ عورت غنیہ ہو یا فقیرہ ہو!

نیز عورت کے واسطے واجب ہوگی وہ چیز جس سے تنظیف [1] کرے اور جس سے وسخ [2] زائل کرے جیسے کنگھی و تیل اور نیز سدر و خطمی وغیرہ جس سے سر دھوئے اور نیز وہ بھی واجب ہے جس سے بدن سے میل چھڑا دے جیسے اشنان و صابون وغیرہ سے موافق عادت شہر کے اور جن چیزوں سے تلذذ و استمتاع مقصود ہوتا ہے جیسے خضاب [3] و سرمہ وغیرہ تو وہ شوہر پر واجب نہیں ہے بلکہ شوہر مختار ہے اس کا جی چاہے لائے اور چاہے نہ لائے مگر جب شوہر اس غرض سے لایا تو عورت پر اس کا استعمال لازم ہے اور رہی وہ چیز جس سے خوشبو مقصود ہوتی ہے تو وہ شوہر پر واجب نہیں ہے الا اتنی ہی کہ جس سے ہوکت [4] دور ہو جائے اور بس اور جس سے بوئے بغل دور کرے وہ مرد پر واجب ہے اور مرض کے واسطے دوا اور طبیب کی اجرت اور نیز فصد و پچھنے لگانے کی اجرت و خرچہ بھی مرد پر واجب نہیں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور مرد پر اس قدر پانی واجب ہے جس سے اپنے کپڑے اور بدن کا میل دھو ڈالے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے فتاویٰ شیخ ابواللیثؒ میں ہے کہ عورت کے غسل اور وضو کے پانی کا ثمن شوہر پر واجب ہے خواہ عورت غنیہ ہو یا فقیرہ ہو اور صیرفیہ میں لکھا ہے کہ اسی پر مشائخ بلخ کا فتویٰ ہے اور اسی پر صدر شہید نے فتویٰ دیا ہے اور اسی کو امام قاضی خان نے اختیار کیا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

قابلہ کو اگر عورت نے اجارہ پر لیا تو اس کی اجرت عورت پر ہوگی اور اگر شوہر نے اجارہ پر رکھا تو شوہر پر ہوگی اور اگر قابلہ خود ہی حاضر ہوگئی تو کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شوہر پر واجب ہوگی اس واسطے کہ وہ وطی کی مونث ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مثل اجرت طبیب کے عورت پر واجب ہوگی یہ وجیز کردری میں ہے ایک شخص اپنی عورت کو خود چھوڑ کر گاؤں میں چلا گیا تو قاضی کو روا ہے کہ اس عورت کے واسطے نفقہ مقرر کر دے باوجودیکہ شوہر غائب ہو اور یہ شرط نہیں ہے کہ غیبت بمقدار سفر ہو یہ قاضی خان و صاحب محیط سے قنیہ میں ہے ایک عورت قاضی کے پاس آئی اور کہا کہ میں فلاں بنت فلاں بن فلاں ہوں اور میرا شوہر فلاں بن فلاں بن

۱۔ کھانا و کپڑا رہنے کا مکان۔

۲۔ ساتھ کا سالن وغیرہ۔

۳۔ جیسے کھلی و آنولہ وغیرہ موافق عرف کے۔

۴۔ اختیار ... اور یہی صحیح ہے اور یہی حکم ان دونوں میں میت کے واسطے ہے دیکھو کتاب الجنائز اور بحرالرائق وغیرہ میں اسی کو صحیح مختار رکھا۔

(۱) ستھرائی کرنا۔ (۲) چرک میل۔ (۳) ابٹن۔ (۴) بساندہ۔

فلاں مجھے چھوڑ کر غائب ہو گیا اور میرے واسطے کچھ نفقہ نہیں چھوڑا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس کے واسطے نفقہ مقدار کر دے پس اگر غائب مذکور کا کچھ حال از جنس نفقہ مثل درہم و دینار و اناج اور نیز کپڑے جیسے لباس واجب میں چاہئے ہیں اس کے مکان میں ہو اور قاضی جانتا ہو کہ یہ اس کی منکوحہ ہے تو قاضی اس سے یوں قسم لے لے گا کہ واللہ اس نے اپنا نفقہ نہیں بھر پایا ہے اور نہ اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان کوئی سبب مثل نشوز وغیرہ کے مانع از نفقہ ہے پھر اس کے بعد اس کو حکم دے گا کہ اس مال میں سے اپنی ذات پر بغیر اسراف و تقتیر کے خرچ کرے اور اس سے کفیل نے لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے اور اگر غائب مذکور کا کچھ مال موجود نہ ہو تو ہمارے اصحاب ثلاثہ کے نزدیک یہ حکم نہ دے گا کہ تو اس قدر نفقہ شوہر پر قرض لے اور اگر غائب مذکور کا مال موجود ہو مگر قاضی ان دونوں میں نکاح نہ جانتا ہو اور عورت نے اپنے نکاح پر گواہ قائم کئے تو امام اعظمؒ کے نزدیک قبول نہ ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قبول ہوں گے اور قاضی نفقہ مقرر کر دے گا اگرچہ قاضی اس غائب کے حق میں نکاح واقعی کا حکم جاری نہ کرے گا چنانچہ اگر غائب مذکور نے حاضر ہو کر انکار کیا تو قاضی اس عورت کو تکلیف دے گا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے پس اگر اس نے دوبارہ گواہ پیش نہ کئے تو غائب مذکور اس سے نفقہ واپس لے گا یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر غائب مذکور نے واپس آ کر نکاح سے انکار کیا تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا:

اس زمانہ میں قاضی لوگ امام زفر و امام ابو یوسفؒ کے مذہب کے موافق بسبب لوگوں کی حاجت کے نفقہ مقرر کرتے ہیں یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر ایک مرد غائب ہو گیا اور اس کی عورت نے نفقہ کی درخواست کی اور مرد غائب کا مال ایک شخص کے پاس ہے کہ وہ اس کا اقرار کرتا ہے اور اس کا بھی مقر ہے کہ ان دونوں میں زوجیت قائم ہے تو قاضی اسی مال میں سے غائب کی زوجہ کے واسطے نفقہ مقرر کر دے گا اور اسی طرح اگر مرد مذکور نے اعتراف نہ کیا مگر قاضی کو یہ بات معلوم ہے تو بھی قاضی حکم دے گا خواہ یہ مال اس کے پاس امانت یا قرضہ ہو یا بطور مضاربت ہو اور عورت سے اس کا کفیل لے لے گا اور نیز عورت سے قسم لے لے گا کہ واللہ مرد غائب نے اس کو نفقہ معتد عو یہ نہیں دیا ہے اور نہ ان دونوں میں کوئی سبب سقوط نفقہ کا نشوز وغیرہ سے ثابت ہوا ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر قاضی کو مال یا زوجیت ان دونوں میں سے ایک ہی بات معلوم ہے تو دوسری بات جو اس کے علم میں نہیں ہے اس کے اقرار کی احتیاج ہوگی اور یہی صحیح ہے اور جس کے پاس غائب کا مال ہے اس نے اقرار نہ کیا اور قاضی کو معلوم بھی نہیں ہے پس عورت نے چاہا کہ مال کو یا زوجیت کو یا دونوں کو بذریعہ گواہوں کے ثابت کرائے تا کہ قاضی اس غائب کے مال میں سے اس کا نفقہ مقرر کر دے یا عورت کو حکم دے کہ غائب مذکور پر قرضہ لے تو قاضی اس کا حکم نہ کرے گا اس واسطے کہ یہ قضا علی الغائب ہے اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ قاضی اس کے گواہوں کی سماعت کرے گا مگر نکاح کا حکم نہ دے گا اور مال شوہر سے اس کا نفقہ دلائے گا بشرطیکہ اس کا مال ہو ورنہ عورت کو حکم دے گا کہ قرضہ لے اور یہی قول ائمہ[1] ثلاثہ کا ہے اور اسی پر اس زمانہ میں قاضیوں کا عملدرآمد ہے اور اسی پر فتویٰ[ل] ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے پھر جب شوہر واپس ہو کر آیا تو دیکھا جائے گا اگر اس نے پیشگی نفقہ نہیں دیا تھا تو جو ہوا ہے وہ ٹھیک ہوا اور اگر وہ پیشگی دے گیا ہے اور اس نے اس امر کے گواہ قائم کئے یا گواہ قائم نہ کئے مگر عورت سے قسم لی اور اس نے قسم سے نکول کیا تو مرد

ل فتویٰ ہے......اور جیسے ائمہ ثلاثہ کے قول پر اس مسئلہ میں فتویٰ ہے حالانکہ دارالاسلام قائم تھا تو ہمارے زمانہ میں مفقود کی زوجہ کے لئے چار برس بعد نکاح کر لینے کا فتویٰ بقول مالکؒ ضروری ہے بلکہ کاش اس سے بھی زیادہ آسانی نکلتی کیونکہ اس وقت پریشانی میں ایک سال گزرنا دشوار ہے اور عوام الناس جو اس کے برخلاف ہیں وہ فقہ سے خبر نہیں رکھتے اور دین میں مفسد ہیں۔

(۱) یعنی شافعی و احمد و مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مذکور کو اختیار ہوگا چاہے عورت سے یہ نفقہ واپس لے یا کفیل سے مطالبہ کر کے وصول کرے اور اگر عورت نے اقرار کر دیا کہ میں نے پیشگی نفقہ پالیا تھا تو وہ عورت ہی سے واپس لے گا اور کفیل سے نہیں لے سکتا ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر غائب مذکور نے واپس آ کر نکاح سے انکار کیا تو قسم سے اسی کا قول قبول ہوگا پس اگر وہ قسم کھا گیا اور مال جس میں سے نفقہ دیا گیا ہے وہ ودیعت تھا تو اس کو اختیار ہوگا چاہے عورت سے لے لے یا مستودع سے لے اور اگر مال مذکور قرضہ تھا تو اپنا مال وہ قرضدار سے لے گا پھر قرضدار اس عورت سے واپس لے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے۔

اگر شوہر نے واپس ہو کر گواہ دیے کہ میں اس کو طلاق دے چکا تھا اور اس کی عدت گزر چکی تھی تو عورت لینے والی ضامن ہوگی دینے والا ضامن نہ ہوگا الا اس صورت میں کہ مرد غائب کے گواہوں نے بیان کیا ہو کہ یہ دینے والا جانتا تھا کہ اس پر طلاق پڑی اور عدت گزر گئی ہے یہ عتابیہ میں ہے اور اگر دینے والے نے کہا کہ میں ان دونوں میں زوجیت قائم ہونے کو جانتا تھا اور طلاق سے آگاہ نہ تھا تو وہ ضامن نہ ہوگا مگر اس سے قسم لی جائے گی کہ وہ طلاق سے آگاہ نہ تھا یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر ودیعت و قرضہ دونوں ہوں تو پہلے ودیعت میں سے عورت کو نفقہ دینا شروع کرنا بہ نسبت قرضہ سے شروع کرنے کے بہتر ہے اور جب قاضی نے مدیوں یا مستودع کو حکم دیا کہ مال غائب سے اس کی عورت کو نفقہ دے پھر مستودع نے کہا کہ مال ودیعت غائب سے میں نے اس کو نفقہ دے دیا ہے تو اس کا قول قبول ہوگا اور اگر قرضدار نے ایسا دعویٰ کیا تو بدوں گواہوں کے اس کا قول قبول نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر مال ودیعت یا وہ مال جو شوہر کے گھر میں موجود ہے وہ عورت کے حق کی جنس سے نہ ہو اس کے خلاف جنس ہو تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس میں سے کوئی چیز اپنے ذاتی نفقہ کے واسطے فروخت کرے اور اسی طرح قاضی بھی اس میں سے کوئی چیز اس کے نفقہ کے واسطے فروخت نہ کرائے گا اور یہ حکم سب کے نزدیک بالاتفاق ہے اور فرمایا کہ غائب کے غلام یا مکان کی مزدوری و کرایہ میں سے اس عورت کو نفقہ دیا جا سکتا ہے یہ محیط میں ہے اور مرد مفقود بمنزلہ غائب[1] کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

جس صورت میں قاضی کے واسطے روا ہے کہ عورت کے واسطے مال شوہر سے نفقہ کا حکم دے دے ایسی صورت میں خود عورت کے واسطے بھی روا ہے کہ بدوں حکم قاضی کے مال شوہر سے بقدر کفایت بطور معروف لے لے اور اگر عورت نے قاضی سے اپنے نفقہ مقرر کرنے کی درخواست کی اور شوہر کا مال عورت پر قرضہ ہے پس اس نے کہا کہ اس مال میں سے اس عورت کا نفقہ محسوب کیا جائے تو شوہر کو ایسا اختیار ہے یہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے نفقہ کا حکم دے دیا پھر اناج گراں ہو گیا یا ارزاں ہو گیا تو قاضی اپنے حکم کو بدل دے گا یہ ظہیریہ میں ہے اگر شوہر نفقہ سے عاجز ہوا تو اس کے باعث سے دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی بلکہ عورت کو حکم دیا جائے گا کہ اس پر قرضہ لے یہ کنز میں ہے اور نفقہ دینے سے عاجز ہونا جب ہی ظاہر ہوگا کہ جب شوہر حاضر ہو اور اگر شوہر عورت کو چھوڑ کر بغیبت منقطعہ غائب[(1)] ہو گیا اور اس عورت کے واسطے کچھ نفقہ چھوڑ گیا پس عورت نے یہ معاملہ قاضی کے حضور میں پیش کیا پس اس نے ایسے عالم سے فتویٰ طلب کیا جو نفقہ سے عاجز ہونے کے سبب سے تفریق کو جائز جانتا ہے پس اس کی تحریر پر قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی تو صحیح یہ ہے کہ اس کا حکم قضاء ٹھیک نہ ہوگا اور اگر یہ حکم دوسرے قاضی کے سامنے پیش کیا گیا اور

---

[1] سفر کو چلا گیا۔

(۱) غیبت منقطعہ کی تفسیر میں اختلاف ہے اصح یہ ہے کہ سال میں وہاں سے ایک بار قافلہ کا وصول ہو لیکن باب نکاح میں متنبی والا اسکی رائے تک صبر نہ کر سکے اگرچہ وہ شہر میں چھپا ہو۔

اس نے اس کی اجازت دے دی تو اس کا حکم قضاءً بھی نافذ نہ ہوگا یہی صحیح ہے اس واسطے کہ یہ حکم قضاءً مسئلہ مجتہد فیہ میں نہیں ہے اس واسطے کہ ہم نے[1] بیان کر دیا ہے کہ عاجز ہونا ہی ثابت نہیں ہوا ہے یہ نہایہ میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر سے زمانہ گزشتہ کے نفقہ کی بابت مخاصمہ کیا قبل[2] ازیں کہ قاضی نے اس کے واسطے کچھ مقدر کر دیا ہو یا کسی قدر پر باہم دونوں راضی ہوئے ہوں تو ہمارے نزدیک قاضی اس کے واسطے گزشتہ زمانہ کے نفقہ کا حکم نہ دے گا یہ محیط میں ہے ایک عورت نے قبل اس کے کہ قاضی اس کے واسطے کچھ مفروض کرے یا دونوں باہم کسی قدر پر راضی ہوں اپنے شوہر پر قرضہ لیا اور اس سے کچھ اپنے نفقہ میں خرچ کیا تو وہ اس کو اپنے شوہر سے نہیں لے سکتی ہے بلکہ خرچ کرنے میں متطوعہ ہوگی خواہ شوہر غائب ہو یا حاضر ہو اور اگر اس نے قاضی کے مفروض کرنے یا باہمی رضامندی کے بعد اپنے مال سے خرچ کیا تو اپنے شوہر سے واپس لے سکتی ہے اور نیز اگر شوہر پر قرض لیا خواہ بحکم قاضی لایا یا خود ہی لیا تو بھی شوہر سے ملے گا ہاں فرق اس قدر ہوگا کہ اگر اس نے بغیر حکم قاضی قرضہ لیا ہے تو قرض خواہ کا مطالبہ خاصۃً اسی عورت سے ہوگا اور قرض خواہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو کچھ اس نے قرضہ لیا ہے اس کو اس کے شوہر سے طلب کرے اور اگر اس نے قاضی کے حکم سے لیا ہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ قرض خواہ کو شوہر پر اترائے پس وہ شوہر سے اپنے قرضہ کا مطالبہ[3] کرے گا یہ بدائع میں ہے اور اگر قاضی نے عورت کے واسطے شوہر پر کچھ ماہواری مقرر کیا یا دونوں خود کسی قدر مقدار معلوم پر ماہواری کے حساب سے راضی ہوئے پھر چند مہینے گزر گئے اور شوہر نے اس کو کچھ نفقہ نہ دیا اور عورت نے قرضہ لے کر خرچ کیا یا اپنے مال سے خرچ کیا پھر شوہر مر گیا یا عورت مر گئی تو ہمارے نزدیک یہ سب نفقہ ساقط ہو گیا اور اسی طرح اگر اس صورت میں اس کو طلاق دے دی تو بھی جو کچھ نفقات شوہر پر مجتمع ہوئے ہیں بعد قرض قاضی کے سب ساقط ہو جائیں گے اور یہ سب اس وقت ہے کہ قاضی نے عورت کے واسطے نفقہ قرض کیا ہو اور اس کے ساتھ عورت کو قرضہ لینے کی اجازت نہ دی ہو اور اگر عورت کو شوہر پر قرضہ لینے کی اجازت دی اور اس نے قرضہ لیا پھر دونوں میں سے ایک مر گیا تو یہ باطل نہ ہوگا ایسا ہی حاکم شہید نے اپنے مختصر میں ذکر فرمایا ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح مسئلہ طلاق[4] میں ایسا ہی جواب ہونا چاہئے یہ محیط میں ہے اور اگر شوہر نے عورت کو پیشگی نفقہ دیا پھر یہ خرچ ہونے سے پہلے دونوں سے ایک مر گیا یا شوہر نے طلاق دے دی تو امام اعظمؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ واپس نہ ہوگا اگرچہ ویسا ہی قائم ہو اور اسی پر فتویٰ ہے یہ نہر الفائق میں ہے اور یہی حکم لباس میں ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر نفقہ دیا اور شرط کر لی کہ تجھے نفقہ دیتا ہوں اس شرط پر کہ تو مجھ سے بعد عدت کے نکاح کر لے پھر اس نے عدت کے بعد اس سے نکاح کیا یا نہ کیا بہر حال اس کو اختیار ہے کہ اپنا نفقہ اس سے واپس کر لے:

اگر عورت کو تین طلاق دے دیں پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا اور دوسرے شوہر نے طلاق دی اور وہ عدت میں ہے پس شوہر اول نے اس کو اس عدت میں نفقہ دیا تا کہ بعد انقضائے عدت کے اسکے ساتھ نکاح کرے مگر اس نے بعد عدت کے اس مرد سے نکاح نہ کیا تو شیخ ابو بکر محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اگر اس کو درہم دیئے ہیں تو واپس لے سکتا ہے الا اگر بطور صلہ دیئے ہیں تو نہیں

---

[1] یعنی اوپر کہا ہے کہ عاجز ہونا جب ہی ثابت ہوتا ہے کہ جب شوہر حاضر ہو وفیہ نظر فان ہذا ایضا مختلف فیہ۔

[2] مراد یہ ہے کہ یہ نفقہ اس سے پہلے کا ہے یعنی قاضی کے مقدر کرنے اور باہمی رضامندی کے بعد کا نہیں ہے بلکہ پہلے کا ہے۔

[3] یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قسم حوالہ کی ایسی ہے کہ بدوں قبول محال علیہ کے اس پر مطالبہ ثابت ہوتا ہے اور یہی مسئلہ اس کی دلیل ہے فلیتامل۔

[4] یعنی بابت نفقہ عدت۔

واپس لے سکتا ہے اور انکے سوائے اور مشائخ نے فرمایا کہ اگر اس کو نفقہ دیا اور شرط کر لی کہ تجھے نفقہ دیتا ہوں اس شرط پر کہ تو مجھ سے بعد عدت کے نکاح کر لے پھر اس نے عدت کے بعد اس سے نکاح کیا یا نہ کیا بہر حال اسکو اختیار ہے کہ اپنا نفقہ اس سے واپس کر لے اور اگر یہ شرط ذکر نہ کی لیکن از روے دلالت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس نے اسی غرض سے دیا ہے تو بعض نے کہا کہ واپس نہیں لے سکتا ہے اور شیخ امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ ہر حال میں اسکو واپس لے گا اس واسطے کہ یہ رشوت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

نفقہ میں ٹال مٹول کی صورت اگر قرضدار محبوس غنی ہو تو اسکو رہا نہ کرے گا یہاں تک کہ وہ قرضہ ادا کرے:

اگر قاضی کو کسی عورت مدعیہ کے شوہر کی تنگی کا حال معلوم ہو تو قاضی اس کو قید نہیں کرے گا یہ محیط میں ہے اور اگر قاضی کو اس کی تنگی کا حال معلوم نہ ہوا اور عورت نے درخواست کی کہ نفقہ کے واسطے یہ قید کیا جائے تو پہلی مرتبہ قاضی اس کو قید نہ کرے گا بلکہ اس کو حکم دے گا کہ اس عورت کو نفقہ دیا کرے اور اس کو آگاہ کر دے گا کہ اگر تو نے اس کو نفقہ نہ دیا تو میں تجھے قید کروں گا پھر اگر عورت دوسری بار یا تیسری بار نالشی ہوئی تو قاضی اس کے شوہر کو قید کرے گا اور اسی طرح نفقہ کے سوائے اور قرضہ میں بھی یہی حکم ہے اور جب قاضی نے اس کو دو یا تین مہینے قید کیا تو اس کا حال دریافت کرائے گا اور بعض جگہ چار مہینے لکھے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کوئی مدت مقرر نہیں ہے بلکہ قاضی کی رائے پر ہے اگر اس کی رائے میں آیا اگر اس کا کچھ مال ہوتا تو ضرور تنگ ہو کر قرضہ ادا کر دیتا پس اس کی راہ چھوڑ دے گا مگر طالب قرضہ کو اس امر سے ممانعت نہ کرے گا کہ چاہے اس کے ساتھ رہے بلکہ قرض خواہ کو اختیار ہے کہ جہاں وہ جائے اس کے ساتھ جائے مگر یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو کسی جگہ بٹھلا رکھے اور نیز اس کو تصرفات سے منع نہیں کر سکتا ہے اور اگر قرضدار محبوس غنی ہو تو اس کو رہا نہ کرے گا یہاں تک کہ وہ قرضہ ادا کرے یا نفقہ ادا کرے الا برضامندی طالب کہ اگر طالب رضامند ہو جائے کہ یہ رہا کیا جائے تو اس کو رہا کر دے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر حاکم نے شوہر پر نفقہ مقرر کر دیا پھر اس نے دینے سے انکار کیا حالانکہ وہ آسودہ حال ہے اور عورت نے اس کو قید کئے جانے کی درخواست کی تو قاضی اس کو قید کر سکتا ہے لیکن اس کو اول ہی مرتبہ میں قید نہ کرنا چاہئے بلکہ دو بار یا تین بار تک تاخیر دے گا اور ہر بار جب اس کے حضور میں پیش ہوگا تو اس کو ملامت کرے گا اور دھمکا دے گا پھر اگر اس نے نہ دیا تو مثل اور قرضوں کے اب اس کو قید کرے گا یہ بدائع میں ہے اور جب شوہر قید کیا گیا تو نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا بلکہ عورت کو حکم دیا جائے گا کہ اس پر قرضہ لے حتیٰ کہ اس کا مال ظاہر ہونے پر یہ مال مقروضہ اس سے لیا جائے گا اور اگر شوہر نے قاضی سے کہا کہ اس عورت کو بھی میرے ساتھ قید کر کہ میرے قید خانہ میں ایک جگہ خلوت کی ہے تو قاضی اس عورت کو قید نہ کرے گا لیکن عورت مذکورہ اپنے شوہر کے گھر میں کر دی جائے گی اور شوہر اس کے واسطے قید کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور جب شوہر نفقہ کے واسطے قید کیا گیا تو جو مال اس کا از جنس نفقہ ہو وہ قاضی اس عورت کو بدوں رضامندی اس کے شوہر کے دے دے گا یہ بالاتفاق ہے اور جو مال خلاف جنس نفقہ سے ہو اس کو شوہر کی طرف سے فروخت نہ کرائے گا بلکہ شوہر کو حکم دے گا کہ خود فروخت کرے اور یہی حکم باقی قرضوں میں ہے یہ امام اعظمؒ کا قول ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ قاضی اس کی طرف سے فروخت کر دے گا اور بیع اس پر نافذ ہوگی یہ بدائع میں ہے اور بنا بیع قول صاحبینؒ کے جبکہ قاضی کو اس محبوس شوہر کے مال کی بیع کا اختیار حاصل ہوا تو قاضی پہلے عروض [1] سے شروع کرے گا پس اگر عروض کا ثمن ادائے نفقہ و قرضوں کے واسطے کافی نہ ہوا تو پھر بیع [2] عقار شروع کرے گا یہ ذخیرہ میں ہے ایک مرد کا ایک ہی عمامہ ہے تو وہ نفقہ کے واسطے اس کے فروخت پر مجبور نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ قرضدار جیسے اور قرضوں میں اپنے تن کے کپڑے فروخت کرنے پر

---

(۱) عروض اسباب مال منقولہ۔ (۲) مال غیر منقولہ۔

مجبور نہیں کیا جاتا ہے ایسے ہی دین کے نفقہ کے واسطے بھی مجبور نہ کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دونوں نے قاضی کے نفقہ مقرر کر دینے کے وقت سے جس قدر مدت گزری ہے اس کی مقدار میں اختلاف کیا تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور گواہ عورت کے اولیٰ ہوں گے یہ وجیز کردری میں ہے۔

اگر دونوں نے اس چیز کی مقدار و جنس میں اختلاف کیا جس پر صلح واقع ہوئی یا جس کا حکم دیا گیا ہے نفقہ میں تو قول شوہر کا اور گواہ عورت کے قبول ہوں گے:

اگر عورت کے واسطے نفقہ مقرر کر دیا گیا اور عورت کا کچھ مہر بھی شوہر پر باقی ہے پھر شوہر نے اس کو کچھ دیا پھر دونوں نے اختلاف کیا شوہر نے کہا کہ یہ مہر میں میں نے دیا ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ نفقہ میں تھا تو قول شوہر کا قبول ہوگا اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ دی ہوئی چیز ایسی ہو کہ عادت کے موافق مہر میں دی جاتی ہو اور اگر ایسی چیز ہو کہ عادت کے موافق مہر میں نہیں دی جاتی ہے جیسے ایک پیالہ کھیر و کروہ و روٹی اور ایک طباق فواکہ وغیرہ ایسی چیزیں تو شوہر کا قول قبول نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور اگر دونوں نے اس چیز کی مقدار و جنس میں اختلاف کیا جس پر صلح[1] واقع ہوئی یا جس کا حکم دیا گیا ہے نفقہ میں تو قول شوہر کا اور گواہ عورت کے قبول ہوں گے اور اگر عورت کو ایک کپڑا بھیجا پس عورت کہتی ہے کہ وہ ہدیہ تھا اور مرد کہتا ہے کہ وہ کپڑا اس میں سے ہے جو مجھ پر عورت کے واسطے واجب ہے تو قسم سے شوہر کا قول قبول ہوگا اور اگر عورت نے گواہ قائم کئے کہ اس نے ہدیہ بھیجا ہے تو گواہ قبول ہوں گے اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو مرد کے گواہ قبول ہوں گے اور اگر ہر ایک نے اپنے دعویٰ کے دوسرے کے اقرار کرنے کے گواہ قائم کئے تو بھی شوہر کے گواہ مقبول ہوں گے اور اسی طرح اگر مرد نے درہم بھیجے ہوں پس مرد نے کہا کہ یہ نفقہ تھا اور عورت نے کہا کہ یہ ہدیہ تھا تو قول شوہر کا قبول ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو نفقہ دیا ہے اور عورت نے انکار کیا تو قسم سے عورت کا قبول قبول ہوگا یہ محیط میں ہے ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میرا شوہر مجھ سے غائب ہونا چاہتا ہے اور درخواست کی کہ نفقہ کا کفیل دلایا جائے تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ایک مہینے کے نفقہ کے لئے استحساناً کفیل کیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ سفر میں ایک مہینہ سے زیادہ رہے گا تو ایک مہینے سے زیادہ کے واسطے کفیل کیا جائے گا یہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک مرد نے دوسرے کی بیوی کے واسطے دوسرے کی طرف سے نفقہ و مہر کی ضمانت کر لی تو فرمایا کہ نفقہ کی ضمانت باطل ہے الا آنکہ ماہواری کوئی مقدار معلوم بیان کی ہو اور اس کے معنی یہ ہیں کہ شوہر و بیوی دونوں کسی قدر نفقہ ماہواری پر باہم رضامند ہوئے پھر ضامن نے ضمانت کی تو روا ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر عورت کے واسطے کوئی شخص ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل ہو گیا تو فقط ایک ہی مہینہ کے واسطے کفیل ہوگا اور اگر کفیل نے کہا کہ میں نے تیرے شوہر کی طرف سے تیرے واسطے سال بھر کے نفقہ کی کفالت کی تو سال بھر کے نفقہ کے واسطے کفیل ہوگا اور اسی طرح اگر کہا کہ میں نے تیرے واسطے ہمیشہ کے واسطے یا جب تک میں زندہ ہوں نفقہ کی کفالت کی تو وہ اس وقت تک کے واسطے کفیل ہوگا جب تک یہ عورت اس مرد کے نکاح میں ہے جس کی طرف سے کفالت کی ہے اور اگر کفیل نے ایک مہینہ یا ایک سال کے نفقہ کی کفالت کی پھر عورت کو اس کے شوہر نے طلاق بائن یا رجعی دے دی تو نفقہ عدت کے واسطے کفیل ماخوذ[2] رہے گا ایک مرد کو اس کی بیوی قاضی کے پاس نفقہ کی نالش میں لے گئی پس شوہر کے باپ نے کہا کہ میں تجھے نفقہ دیتا ہوں پس باپ نے سو درہم اس کو دیے

---

[1] یعنی دونوں نے اس پر رضامندی کر لی۔ [2] یعنی عدت تک کفالت سے باہر نہ ہوگا۔

پھر شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو شوہر کے باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو کچھ عورت کو نفقہ میں دیا ہے وہ اس سے واپس لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو اپنے نفقہ سے بری کر دیا بایں طور کہ کہا کہ تو میرے نفقہ سے ہمیشہ کے واسطے بری ہے جب تک میں تیری بیوی ہوں پس اگر قاضی نے اس عورت کے واسطے کچھ نفقہ مقدر و مفروض نہ کیا ہو تو یہ برأت باطل ہے اور اگر قاضی نے اس کے واسطے ماہواری نفقہ مثلاً دس درہم مقرر کر دیئے ہوں تو ماہ اول کے نفقہ سے برأت صحیح ہوگی اور اس مہینہ کے سوائے اور مہینوں کے نفقہ کی برأت درست نہ ہوگی اور اگر فرض قاضی کے بعد ایک مہینے ٹھہر کر عورت نے کہا کہ میں نے تجھے پچھلے اور اگلے زمانہ کے نفقہ سے بری کیا تو گزشتہ ایام کے نفقہ سے اور اگلے ایک مہینے کے نفقہ سے بری ہوگا اور اس سے زیادہ سے بری نہ ہوگا یہ فتاویٰ کبریٰ میں ہے اور ایسا ہی تجنیس و مزید میں ہے۔

جب عورت کے نفقہ سے ایک خادم وسط پر صلح واقع ہوئی اور اُس کے کوئی میعاد نہیں لگائی گئی یا معیاد بھی مقرر کی گئی:

اگر عورت نے کہا کہ میں نے تجھے ایک سال کے نفقہ سے بری کیا تو فقط ایک مہینہ کے نفقہ سے بری ہوگا لیکن اگر اس کے واسطے سالانہ نفقہ مقرر کیا گیا ہو تو ایک سال بھر کے نفقہ سے بری ہو جائے گا یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر عورت نے اپنے نفقہ سے ماہواری تین درہم پر صلح کر لی تو جائز ہے اور نفقہ سے صلح کے جنس مسائل میں اصل یہ ہے کہ جب بیوی و مرد کے درمیان نفقہ سے صلح ایسی چیز پر واقع ہوئی کہ قاضی کو کسی حال میں اس چیز پر نفقہ مقرر و مفروض کرنا روا ہے تو یہ صلح ان دونوں میں یوں اعتبار کی جائے گی کہ گویا تقدیر و فرض نفقہ ہے اور معاوضہ اعتبار نہ کی جائے گی خواہ یہ صلح ایسے وقت واقع ہوئی ہو کہ ہنوز قاضی نے اس کے واسطے کوئی نفقہ مفروض و مقدر نہیں کیا ہے یا خود دونوں کسی قدر ماہواری پر راضی نہیں ہوئے ہیں اور خواہ ایسے وقت واقع ہوئی ہو کہ قاضی اس کے واسطے کچھ نفقہ مفروض و مقدر کر چکا ہے یا خود دونوں کسی قدر ماہواری پر راضی ہو چکے ہیں اور اگر صلح ایسی چیز پر واقع ہوئی کہ قاضی کو کسی حال میں اس چیز کے ساتھ شوہر پر نفقہ مقدر و مفروض کرنا روا نہیں ہے جیسے صلح ایک غلام پر یا ایک کپڑے پر واقع ہوئی تو دیکھا جائے گا کہ اگر قاضی کی عورت کے واسطے ماہواری نفقہ مقدر و مفروض کرنے اور نیز دونوں کے کسی چیز ماہواری پر راضی ہونے سے پہلے یہ صلح واقع ہوئی تو بھی یہ تقدیر و فرض نفقہ اعتبار کی جائے گی اور اگر یہ صلح بعد قاضی کے عورت کے واسطے نفقہ مقدر کر دینے یا بعد دونوں کے باہمی ماہواری کسی قدر نفقہ پر راضی ہونے کے واقع ہوئی ہے تو یہ صلح دونوں میں معاوضہ قرار دی جائے گی اور تقدیر نفقہ اعتبار کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس پر زیادتی یا اس سے کمی جائز ہے پس اسی اصل پر اس جنس کے مسائل سب برآمد ہوتے ہیں اگر عورت نے تین درہم ماہواری پر شوہر سے صلح کر لی پھر عورت نے کہا کہ اس قدر مجھے کافی نہیں ہوتے ہیں تو عورت کو اختیار ہے کہ شوہر سے مخاصمہ کرے یہاں تک کہ شوہر اس کی ماہواری میں اس کی کفایت کے لائق بڑھائے بشرطیکہ شوہر آسودہ حال ہو اور اگر عورت نے شوہر سے تین درہم ماہواری پر اپنے نفقہ سے صلح کر لی پھر شوہر نے کہا کہ مجھے اس قدر دینے کی طاقت نہیں ہے تو اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی اور اس کو یہ سب پورے دینے پڑیں گے اور کتاب میں فرمایا کہ الا اس صورت میں کہ قاضی اس کو اس سے بری کر لے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ لیکن اگر قاضی کو اس کا حال لوگوں سے دریافت کرنے سے معلوم ہو جائے کہ یہ اس قدر دینے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور قاضی اس میں سے کم کر دے تو قاضی کم کر سکتا ہے اور کم کر کے اس پر اسی قدر لازم کر دے گا جس قدر وہ اٹھا سکے۔

اگر مہینہ میں کچھ نہیں گزرا تھا کہ اس نے عورت سے اس تین درہم نفقہ سے ایسی چیز پر صلح کر لی کہ قاضی کو کسی حال میں جائز ہے کہ عورت کے نفقہ میں اس کو مقرر کرے مثلاً اس تین درہموں سے تین مختوم گندم پر جو معین ہیں یا غیر معین ہیں صلح کی تو یہ صلح تقدیر نفقہ اعتبار کی جائے گی اور اگر ایسی چیز پر صلح کی کہ قاضی کو کسی حال میں روا نہیں ہے کہ اس کو عورت کے نفقہ میں مقرر کرے تو یہ دوسری صلح معاوضہ قرار دی جائے گی اور جو جواب ہم نے صلح از نفقہ میں ذکر کیا ہے اگر کپڑے سے صلح کی تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے اور اگر اپنی عورت کے لباس واجبہ سے درع[1] یہودی یا چادر زطی یا شامی اوڑھنی پر صلح کر لی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر اپنی عورت کے ایک سال کے نفقہ سے ایک کپڑے پر صلح کر لی اور کپڑا اس کو دے دیا تو جائز ہے پھر اگر اس کے بعد وہ کپڑا کسی نے اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر یہ صلح قاضی کی اس کے واسطے ماہواری نفقہ فرض کر دینے یا باہمی قرارداد ماہواری نفقہ کے بعد اس نفقہ مفروضہ سے اس کپڑے پر صلح واقع ہوئی ہے تو عورت اپنے شوہر سے اس حساب سے نفقہ لے لے گی جو قاضی نے اس کے واسطے مقدر کر دیا تھا یا خود دونوں اس پر راضی ہوئے تھے اور اگر ابتدائے صلح و قرارداد اسی کپڑے پر واقع ہوئی ہو تو عورت اس سے اس کپڑے کی قیمت لے لے گی اور یہ مسئلہ نظیر اس مسئلہ کی ہے کہ جب عورت کے نفقہ سے ایک خادم وسط پر صلح واقع[2] ہوئی اور اس کے واسطے کوئی میعاد نہیں لگائی گئی یا کوئی میعاد مقرر کی گئی پس اگر یہ صلح قبل قاضی کے نفقہ مقدر کر دینے کے یا قبل باہمی رضامندی کے ہو تو جائز ہے اور اگر یہ صلح بعد فرض قاضی یا باہمی رضامندی کے ہو تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں ہے۔

اگر عورت نے شوہر سے خرچ کھانے و کپڑے سے زیادہ مقدار پر صلح کی:

اگر کسی مرد کی دو عورتیں ہوں کہ ایک ان میں سے آزاد اور دوسری باندی ہو مگر باندی کے واسطے اس کے مولیٰ نے ایک جگہ علیحدہ رہنے کو دی ہے پھر مرد مذکور نے دونوں سے دونوں کے نفقہ سے صلح کر لی حالانکہ باندی کے واسطے آزاد زوجہ سے زیادہ اس صلح میں قبول کیا تو یہ جائز ہے اور اگر اس باندی کے مولیٰ نے اس کے واسطے کوئی جگہ رہنے کو نہ دی ہو اور اس نے اپنے شوہر سے اپنے نفقہ سے صلح کر لی تو یہ صلح جائز نہیں ہے اور مرد مذکور کو اختیار ہوگا کہ یہ نفقہ یعنی مال صلح اس سے واپس کرے اور اسی طرح اگر مرد نے اپنی بیوی سے اس کے نفقہ سے صلح کر لی حالانکہ دونوں کا نکاح فاسد ہے تو بھی نہیں جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے شوہر سے خرچ کھانے و کپڑے سے زیادہ مقدار پر صلح کی پس اگر زیادتی صرف اسی قدر ہے کہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں اتنا خسارہ اٹھاتے ہیں تو صلح جائز ہوگی اور اگر خسارہ اس قدر ہے کہ اندازہ کرنے والوں کے اندازہ سے زائد ہے یعنی لوگ اپنے اندازہ میں اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو زیادتی باطل ہوگی اور شوہر پر نفقہ مثل واجب[1] ہوگا یہ خلاصہ میں ہے اگر غلام نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کیا تو اس کا نفقہ اس غلام پر واجب ہوگا کہ درصورت نہ ادا ہونے کے وہ بار[3] بار فروخت کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ا۔ یعنی مہینہ میں سے کچھ آ میں گزرا کہ اس کے حساب سے تین درہم میں سے واجب ہو جاتا۔

۲۔ یعنی اگر ایک مولیٰ کے پاس اس کے ذمہ نفقہ واجب ہوا اور وہ فروخت کیا گیا پھر دوسرے مولیٰ کے پاس بھی اگر اس پر نفقہ چڑھ گیا تو فروخت کیا جائے گا۔

(۱) جیسے مرد کے واسطے قمیص۔

(۲) یعنی درمیانی درجہ کی باندی یا غلام۔

(۳) جیسا اس عورت کے واسطے دیا جاتا ہے۔

مولیٰ کو یہ اختیار ہے کہ اس کے فدیہ میں خود مال دے دے اور اس کو فروخت سے بچالے اور اگر غلام مذکور مر گیا تو نفقہ بھی ساقط ہو گیا اور اسی طرح اگر قتل کیا گیا تو بھی صحیح قول کے موافق نفقہ ساقط ہو جائے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں لکھا ہے اور اگر کسی مدبر نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا تو عورت کا نفقہ اس مدبر کی کمائی سے متعلق ہوگا اور یہی حکم مکاتب کا ہے جب تک وہ کتابت سے عاجز نہ ہو جائے اور اگر عاجز ہو گیا تو نفقہ کے واسطے فروخت کیا جائے گا اور اگر ایسے غلاموں نے بغیر اجازت اپنے مولیٰ کے نکاح کر لیا تو ان پر نفقہ و مہر کچھ واجب نہ ہوگا یہ کافی میں ہے اور اگر ان میں سے کوئی آزاد ہو گیا تو جس وقت سے آزاد ہوا ہے اس وقت سے اس کا نکاح جائز ہو گیا اور اس پر مہر واجب ہوگا اور آئندہ سے نفقہ بھی واجب ہوگا اور جس پر غلام میں سے کچھ ٹکڑا آزاد ہو گیا ہو وہ امام اعظمؒ کے نزدیک بمنزلہ مکاتب کے ہے یہ محیط میں ہے اور اگر کسی نے اپنے غلام کو اپنی باندی سے بیاہ دیا تو اس باندی کا نفقہ مولیٰ پر ہوگا اس کے واسطے علیحدہ مکان مقرر کر دیا ہو یا نہیں یہ کافی میں ہے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میں اس باندی کو نفقہ نہ دوں گا تو وہ اس کے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر اپنی دختر کو اپنے غلام کے ساتھ بیاہ دیا تو دختر کا نفقہ غلام پر واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے منکوحہ عورت اگر باندی ہو پس اگر باندی کے مولیٰ نے اس کے واسطے کوئی مکان رہنے[1] کا مقرر کر دیا ہو تو اس کے واسطے نفقہ واجب ہوگا ورنہ نہیں اور یہی حکم مدبرہ و ام ولد کا ہے اور رہنے کو جگہ دینے کے یہ معنی ہیں کہ مولیٰ نے اس باندی سے خدمت لینا چھوڑ دیا اور اس کو اس کے شوہر کے ساتھ کر دیا اور اگر مولیٰ نے باندی کے واسطے رہنے کا مکان دے دیا پھر مولیٰ کی رائے میں آیا اور مصلحت وقت معلوم ہوئی کہ اس باندی سے خدمت لیا کرے تو مولیٰ کو اختیار[2] ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور وہ تمام دن اپنے مولیٰ کے کار خدمت میں رہتی ہے اور رات کو اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہے تو فرمایا کہ دن کا نفقہ مولیٰ پر اور رات کا نفقہ اسکے شوہر پر واجب ہوگا:

جب تک مولیٰ اس سے خدمت لے تب تک کی مدت کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا اور اگر مولیٰ نے اس کو اس کے شوہر کے گھر رہنے دیا مگر وہ خود بدوں مطالبہ مولیٰ کے کسی کسی وقت آ کر مولیٰ کی خدمت کرتی ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اس کا نفقہ ساقط نہ ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر وہ کسی وقت مولیٰ کے یہاں آئی اور مولیٰ گھر میں نہیں ہے پھر مولیٰ کے اہل خانہ نے اس سے خدمت لی اور اس کو اپنے شوہر کے یہاں واپس جانے سے روکا تو اس کے واسطے نفقہ نہ ہوگا یہ محیط میں ہے اور مکاتبہ باندی نے اگر مولیٰ کی اجازت سے نکاح کر لیا تو وہ مثل حرہ کے ہے اس کے حق میں نفقہ واجب ہونے کے لئے مولیٰ کے رہنے کی جگہ دینے کی ضرورت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ میرے والدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا اور وہ تمام دن اپنے مولیٰ کے کار خدمت میں رہتی ہے اور رات کو اپنے شوہر کی خدمت کرتی ہے تو فرمایا کہ دن کا نفقہ مولیٰ پر اور رات کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہوگا یہ تاتارخانیہ میں تیمیہ سے منقول ہے اور اگر غلام یا مکاتب یا مدبر نے اپنے مولیٰ کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس عورت سے اولاد ہوئی تو شوہر اس اولاد کے نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا خواہ عورت یعنی اولاد کی ماں آزادہ ہو یا باندی یا مدبریہ یا ام ولد یا مکاتبہ پھر اگر یہ عورت مکاتبہ ہو تو اولاد کا نفقہ اسی مکاتبہ پر لازم ہوگا اور اگر عورت مدبریہ یا ام ولد ہو تو ان کی اولاد مثل ان کے ہوگی کہ اولاد کا نفقہ بھی ان کے مولیٰ پر واجب ہوگا اور اگر عورت کسی دوسرے شخص کی باندی ہو تو اولاد کا نفقہ اس

---

(۱) یعنی علیحدہ۔

(۲) اور اسی وقت سے نفقہ ساقط ہو جائے گا۔

کے مولی پر لازم ہوگا اور اگر عورت آزادہ ہو تو اولاد کا نفقہ اسی عورت پر واجب ہوگا اگر اس کے پاس مال ہو اور اگر اس کا مال نہ ہو تو نفقہ اولاد کا ان لوگوں پر ہوگا جو اس اولاد کے وارث ہوں پس جو سب سے زیادہ قریب ہو پہلے اس پر پھر دوسروں پر علی الترتیب لازم ہوگا اسی طرح آزاد مرد نے اگر کسی باندی یا مکاتبہ یا مدبر یا ام ولد سے نکاح کیا تو ایسی صورت میں اولاد کا وہی حکم ہے جو غلام و مدبر و مکاتب کی صورت میں بیان ہوا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر باندی یا ام ولد یا مدبرہ کا مولیٰ فقیر ہو کہ اولاد کو نفقہ نہ دے سکے اور اس اولاد کا باپ غنی ہے پس آیا باپ کو حکم دیا جائے گا کہ اولاد کو نفقہ دے تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر باندی سے اولاد ہو تو باپ کو نفقہ دینے کا حکم نہ دیا جائے گا اور اگر مدبرہ یا ام ولد سے اولاد ہو تو باپ کو حکم دیا جائے گا کہ اولاد کو نفقہ دے یہ محیط میں ہے پھر اس اولاد کا باپ جو کچھ ان کے نفقہ میں خرچ کرے گا وہ عورت کے مولی سے واپس لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ایک شخص نے اپنی باندی اور اپنے غلام کو مکاتب کیا پھر اس عورت کو اسی مکاتب سے بیاہ دیا پھر اس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس ولد کا نفقہ اس کی ماں پر ہوگا باپ پر نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر مکاتب نے اپنی باندی سے وطی کی اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نفقہ مکاتب پر ہوگا اور اگر مکاتب نے کسی کی باندی سے نکاح کیا پھر اس سے اولاد ہوئی یا نہ ہوئی یہاں تک کہ مکاتب نے اس باندی کو خود خرید لیا پھر اس سے بچہ پیدا ہوا تو اولاد کا نفقہ مکاتب کے ذمہ لازم ہوگا یہ محیط میں ہے اور خاوند پر اپنی زوجہ کے واسطے لباس موافق عرف کے اس قدر واجب ہوتا ہے کہ جو اس کے لئے جاڑے و گرمی میں لائق ہے یہ تاتارخانیہ میں ینابیع سے منقول ہے اور سال میں دو ہی دفعہ کپڑا مفروض کیا جائے گا یعنی ہر شش ماہی میں ایک مرتبہ موافق مفروض کے دے دے یہ مبسوط میں ہے اور اگر عورت کے واسطے چھ مہینے کی مدت کے لئے کپڑا مفروض کر دیا گیا تو اب اس کے سوائے اس کے لئے نہ ہوگا یہاں تک کہ یہ مدت گزر جائے اور اگر اس مدت کے گزرنے سے پہلے یہ کپڑے پھٹ گئے پس اگر ایسی حالت ہو کہ اگر وہ بطور معتاد پہنتی پہنتے تو شوہر پر کچھ واجب نہ ہوگا ورنہ اور واجب ہوں گے اور اگر چھ مہینے کی مدت کے بعد بھی کپڑے باقی رہے پس اگر اس وجہ سے باقی رہے کہ عورت نے دوسروں کے کپڑے پہنے یا ایک روز پہنے دوسرے روز نہ پہنے یا بالکل نہیں پہنے تو اس صورت میں عورت کے واسطے دوسرے کپڑے مفروض کئے جائیں گے ورنہ نہیں یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور اگر نفقہ و لباس ضائع ہوا یا چوری گیا تو بدوں فصل گزرنے کے جدید نفقہ و لباس مفروض نہ کیا جائے گا بخلاف ایسی قرابت دار مرد و عورتوں کے جن کا کھانا کپڑا مرد پر واجب ہوتا ہے کہ ان کے کھانے کپڑے میں ایسی صورت میں یہ حکم نہیں ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے۔

عادت ہر ملک و زمانہ کی مختلف ہوتی ہے لہٰذا اس میں بوجوہ مذکورہ اختلاف ہوگا:

نیز شوہر پر واجب ہے کہ اپنی استطاعت کے موافق عورت کے بیٹھنے کو فرش دے چنانچہ اگر شوہر مال دار ہے تو اس پر جاڑوں میں طنفسہ[1] اور گرمیوں میں نطع واجب ہے مگر یہ دونوں بدوں بوریا بچھائے نہیں بچھائے جائیں گے اور اگر فقیر ہے تو گرمیوں میں بوریا اور جاڑوں میں نمدا دے یہ سراج الوہاج میں ہے اور کتاب میں فرمایا کہ جس صورت میں قاضی شوہر پر عورت کی خادمہ کا نفقہ مفروض کرے گا اس صورت میں خادمہ کا لباس بھی مفروض کرے گا پس خادمہ کا لباس تنگدست آدمی پر جاڑوں میں بہت سستی کرباس کی قمیص اور ازار اور چادر ہے اور گرمیوں میں ایسے ہی قمیص و ازار ہے اور خوشحال آدمیوں پر جاڑوں میں زطی قمیص اور

---

[1] طنفسہ نہالی یعنی جس میں اون یا روئی وغیرہ ہو جیسے نطع چمڑے کا بچھونا جس پر گرمیوں میں ٹھنڈک کا آرام ملتا ہے اور ان دونوں کے نیچے بوریا بچھاتے ہیں۔

36

کرباس کی ازار اور سستی سی چادر ہے اور گرمیوں میں اس کے مثل ہے پس جاڑوں میں اس کے واسطے لباس بہ نسبت گرمیوں کے زیادہ مفروض کرے گا پھر واضح ہو کہ عورت کی خادمہ کے واسطے اوڑھنی مفروض نہیں کی اور کتاب میں فرمایا کہ عورت کی خادمہ کے واسطے مکعب[1] یا موزہ جو اس کو کافی ہو لازم ہے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ امام محمدؒ نے خادمہ کے واسطے جس طرح لباس وغیرہ بیان فرمایا ہے یہ اپنے ملک کے عرف و زمانہ کے موافق ذکر فرمایا ہے اور چونکہ بعضے ملک میں بہ نسبت دوسرے ملک کے جاڑے و گرمی میں زیادتی و کمی کی راہ سے فرق ہوتا ہے اور نیز عادت ہر ملک و زمانہ کی مختلف ہوتی ہے لہٰذا اس میں بوجوہ مذکورہ اختلاف ہوگا پس قاضی پر لازم ہے کہ خادمہ کے نفقہ و لباس میں ہر ملک و زمانہ کے اعتبار سے اس قدر مفروض کرے جو اس کو کافی ہو مگر یہ ضرور ہے کہ خادمہ کا لباس عورت کے لباس کے برابر نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔

فصل دوم:

سکنیٰ کے بیان میں

قال المترجم سکنیٰ سے مراد یہ ہے کہ عورت کے رہنے کا ٹھکانا اپنی استطاعت کے لائق موافق شرع کے معین کرے اور اس کی تفصیل کتاب میں ہے کما قال المترجم پس عورت کے واسطے سکنیٰ ایسے مکان میں جو شوہر کے اہل و عورت کے اہل سے خالی ہو واجب ہے لیکن اگر عورت ان لوگوں میں رہنا پسند کرے تو ہو سکتا ہے یہ عینی شرح کنز میں ہے اور اگر عورت کو ایسے مکان میں رکھا کہ اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے پس عورت نے قاضی سے شکایت کی کہ میرا شوہر مجھے مارتا اور ایذا دیتا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس کو حکم کرے کہ مجھے صالح نیکوکار لوگوں کے بیچ[2] میں لے کر رہے کہ جو اس کی نیکی و بدی کو پہچانیں پس اگر قاضی کو یہ بات معلوم ہو کہ بات یہی ہے جو یہ عورت کہتی ہے تو اس کے شوہر کو زجر کرے گا اور اس تعدی سے اس کو منع کر دے گا اور اگر اس کو یہ بات معلوم نہ ہو تو دیکھے کہ اگر اس گھر کے پڑوسی لوگ پرہیزگار ہوں تو اس کو وہیں رکھے گا مگر پڑوسیوں سے دریافت کرے گا کہ اس مرد کی کیا حرکتیں ہیں پس اگر ان لوگوں نے وہی بیان کیا جو عورت نے کہا ہے تو اس مرد کو زجر کرے گا اور اس کو عورت کے حق میں تعدی کرنے سے منع کرے گا اور اگر ان لوگوں نے بیان کیا کہ وہ اس کو ایذا نہیں دیتا ہے تو اس کو وہیں چھوڑ دے گا اور اگر اس کے پڑوسیوں میں کوئی ایسا نہ ہو جس پر اعتبار کیا جائے یعنی ثقہ نہ ہو یا ایسے لوگ ہوں کہ وہ شوہر کی جانبداری کرتے ہیں تو قاضی اس مرد کو حکم دے گا کہ پرہیزگار لوگوں میں اس عورت کو لے کر بود و باش اختیار کرے اور لوگوں سے دریافت کرے گا اور ان کی خبر پر اس کام کا عملدرآمد کرے گا یہ محیط میں ہے۔

ایک عورت نے اپنی سوتن کے ساتھ رہنے سے انکار کیا یا شوہر کے قریبیوں مثل شوہر کی ماں وغیرہ کے ساتھ رہنے سے انکار کیا پس اگر اس دار میں بیوت ہوں اور شوہر نے اس عورت کے واسطے ایک بیت خالی کر دیا ہو اور اس کا دروازہ علیحدہ کر دیا ہو تو عورت کو اختیار نہیں ہے کہ شوہر سے دوسرے بیت کا مطالبہ کرے اور اگر اس دار میں فقط ایک ہی بیت ہو تو عورت کو یہ اختیار ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں تیری باندی کے ساتھ نہ رہوں گی تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں تیری ام ولد کے ساتھ نہ رہوں گی تو بھی اس کو یہ اختیار نہیں ہے یہ ظہیریہ میں ہے۔

---

[1] مکعب ایک قسم کا موزہ جس کے گرد چمڑا ہو۔

[2] یعنی محلہ میں نیکوکاروں و پرہیزگاروں کے گھر ہوں۔

برہان الائمہ نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر شوہر نے چاہا کہ اپنے گھر میں عورت کے پاس اس کے باپ کو یا ماں کو یا اس کے کسی ذی رحم محرم قربت دار کو نہ آنے دے تو علماء نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ ہر جمعہ کو اس کے والدین کو اس کے دیکھنے کو آنے دینے سے منع نہیں کرسکتا ہے ہاں اس کے پاس رہنے سے منع کرسکتا ہے اور اسی کو ہمارے مشائخ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور بعض نے فرمایا کہ ہر جمعہ کو اس کو ایک مرتبہ اپنے والدین کی زیارت کے واسطے جانے سے منع نہیں کرسکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور آیا سوائے والدین کے اوروں کی زیارت سے منع کرسکتا ہے تو بعض نے فرمایا کہ ذی رحم محرم کو ہر مہینہ ایک بار زیارت سے منع نہیں کرسکتا ہے اور مشائخ بلخ نے کہا کہ ہر سال ایک مرتبہ زیارت سے منع نہیں کرسکتا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اسی طرح اگر عورت نے چاہا کہ اپنی محارم مثل خالہ و پھوپھی و بہن کی زیارت کے واسطے جائے تو اس میں بھی ایسے ہی اقوال ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

عورت اپنے غلام کے ساتھ سفر نہ کرے اگرچہ وہ خصی ہو اور نہ اپنے مجوسی پسر کے ساتھ:

شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کے والدین کو اور اس کے فرزند کو جو دوسرے شوہر سے ہے اور اس کے اہل کو اس کی طرف دیکھنے اور اس سے کلام کرنے سے جب وہ لوگ چاہیں منع کریں یہ ہدایہ میں ہے مجموع النوازل میں ہے کہ اگر عورت قابلہ[1] ہو یا غسالہ[2] ہو یا اس عورت کا دوسرے پر کچھ حق آتا ہو یا اس پر دوسرے کا کچھ حق آتا ہو تو باجازت و بغیر اجازت نکل سکتی ہے اور حج[3] کا بھی یہی حکم ہے اور سوائے اس کے اجنبیوں کی زیارت یا ان کی عیادت یا ولیمہ کے واسطے شوہر اس کو اجازت نہ دے اور نہ وہ[ا] نکلے اور اگر شوہر نے اس کو اجازت دی اور وہ نکلی تو دونوں گنہگار ہوں گے اور عورت کو حمام میں داخل ہونے سے ممانعت کرے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر عورت کو مجلس وعظ میں جو بدعت سے خالی ہے جانے کی اجازت دی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور عورت اپنے غلام کے ساتھ سفر نہ کرے اگرچہ وہ خصی ہو اور نہ اپنے مجوسی پسر کے ساتھ اور نہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے[ب] زمانہ میں اور نہ دوسری عورت کے اور نہ ایسے لڑکے محرم کے ساتھ جو بالغ نہیں ہے الا آنکہ یہ لڑکا قریب بہ بلوغ یعنی بارہ تیرہ برس کا ہو اور صغیرہ لڑکی جو غیر مشتہاۃ[4] ہے وہ بلا محرم سفر کرسکتی ہے اور عورت اپنی دختر کے خاوند کے ساتھ اور اپنے شوہر کے پسر[5] کے ساتھ اور اپنی ماں کے خاوند[6] کے ساتھ سفر کرسکتی ہے یہ وجیز کردری میں ہے اور عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز بدوں اس کی اجازت کے دے دے اور نہ[ا] سوائے فریضہ روزوں کے روزے رکھ سکتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

ا نہ وہ نکلے یعنی اگر شوہر بے شرمی سے اجنبیوں کے یہاں جانے کی اجازت دے تو عورت کو خود جائز نہیں ہے کیونکہ فساد سے خوف جہنم ہے اور اس زمانہ میں بعض فرقہ نیچر نے دنیاوی عیش کے لئے بے حیائی سے اس کو پسند کیا تو اس وجہ سے کہ نفس غالب ہے اور یقین آخرت معدوم ہے۔

ب ہمارے زمانہ کی قید اس وجہ سے کہ اب رضاعت کی حرمت دلوں سے مٹ گئی ہے۔

(۱) دائی۔

(۲) نہلانے والی۔

(۳) حج فرض۔

(۴) یعنی اس سے شہوت نہیں ہوتی ہے۔

(۵) جو دوسری بیوی کے پیٹ سے ہے۔

(۶) یعنی سوتیلا باپ۔

تیسری فصل:

نفقہ عدت کے بیان میں

جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ نفقہ و سکنی کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائنہ یا تین طلاق ہوں خواہ عورت حاملہ ہو یا نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اصل یہ ہے کہ فرقت ہر گاہ از جانب شوہر ہو تو عورت کو نفقہ ملے گا اور اگر از جانب عورت ہو پس اگر برحق ہو تو بھی نفقہ ملے گا اور اگر بمعصیت ہو تو اس کو نفقہ نہ ملے گا اور اگر عورت کے سوائے غیر کی جہت سے کوئی بات پیدا ہونے سے فرقت واقع ہوئی تو عورت کو نفقہ ملے گا پس ملاعنہ عورت کو نفقہ و سکنی ملے گا اور جو عورت بسبب خلع و ایلاء کے بائنہ ہوئی یا بسبب شوہر کے مرتد ہو جانے کے یا اس سبب سے کہ شوہر نے اس کی ماں سے جماع کر لیا اور وہ بائنہ ہو گئی تو وہ نفقہ کی مستحق ہو گی اور اسی طرح عنین کی عورت نے اگر فرقت کو اختیار کیا تو مستحق نفقہ ہے اور اسی طرح مدبرہ و ام ولد اگر کسی کے نکاح میں ہو اور وہ آزاد کی گئیں اور فرقت کو اختیار کیا حالانکہ مولیٰ نے ان کے واسطے شوہر کے ساتھ رہنے کو جگہ دے دی تھی اور اپنی خدمت لینے سے الگ کر دیا تھا تو یہ بھی مستحق نفقہ ہوں گی اور نیز صغیرہ نے بعد بلوغ کے اس نے فرقت کو اختیار کیا یا بسبب غیر کفو ہونے کے بعد دخول کے فرقت واقع ہوئی تو وہ بھی مستحق نفقہ ہو گی یہ خلاصہ میں ہے۔

اگر عورت نے عدت میں اپنے شوہر کے بیٹے یا باپ کی مطاوعت کی یا شہوت سے اس کو چھوا:

اگر عورت مرتد ہو گئی یا اس نے اپنے شوہر کے بیٹے یا باپ کی مطاوعت[1] کی یا شہوت سے اس کو چھوا تو استحساناً اس کو نفقہ ملے گا مگر سکنی کی مستحق ہو گی اور اگر زبردستی اس کے ساتھ ایسا کیا گیا تو نفقہ و سکنی کی مستحق ہو گی یہ بدائع میں ہے پھر اگر مرتدہ مسلمان ہو گئی اور ہنوز عدت باقی ہے تو اس کے واسطے نفقہ نہ ہو گا بخلاف اس کے اگر عورت نے نشوز کیا پس مرد نے اس کو طلاق دے دی پھر اس نے نشوز کو ترک[(1)] کیا تو اس کو نفقہ ملے گا یہ محیط سرخسی میں ہے اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ ہر عورت جس کا نفقہ فرقت کے ساتھ باطل نہیں ہوا پھر عدت میں عورت کی طرف سے کسی عارضہ کی وجہ سے ساقط ہوا پھر عدت میں وہ عارض برطرف ہو گیا تو اس کا نفقہ عود کرے گا اور جس عورت کا نفقہ فرقت کے ساتھ باطل ہوا ہے تو پھر عدت میں اس کا نفقہ عود نہیں کرے گا اگرچہ سبب فرقت زائل ہو جائے یہ بدائع میں ہے اور اگر عورت کو تین طلاق دے دیں پھر وہ مرتد ہو گئی نعوذ باللہ منہا تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا مگر نفس روت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ وہ قید کی جائے گی یہاں تک کہ توبہ کرے پس وہ شوہر کے گھر میں نہ ہو گی پس نفقہ نہ ملے گا چنانچہ اگر وہ مرتد ہوئی اور ہنوز قید نہیں کی گئی بلکہ شوہر کے گھر میں ہے تو اس کو نفقہ ملے گا اور اگر قید خانہ میں توبہ کر کے اپنے شوہر کے گھر میں آ گئی تو اس کو عدت کا نفقہ ملے گا کیونکہ عارض زائل ہو گیا یعنی قید جاتی رہی اور یہ اس وقت ہے کہ تین طلاق یا ایک طلاق بائنہ ہو اور اگر طلاق رجعی کی عدت میں ہے اور وہ مرتد ہو گئی خواہ قید کی گئی یا نہیں تو اس کو نفقہ نہ ملے گا یہ کافی میں ہے اور اگر عورت نے عدت میں اپنے شوہر کے بیٹے یا باپ کی مطاوعت کی یا شہوت سے اس کو چھوا پس اگر وہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو اس کا نفقہ

---

[1] یعنی بدوں اجازت کے۔

[2] یعنی کوئی ممنوع فعل کرنے دیا۔

(1) یعنی عدت میں۔

ساقط ہو گیا اور اگر طلاق بائنہ کی عدت میں ہو یا بغیر طلاق کے فرقت واقع ہونے کی عدت میں ہو تو اس کو نفقہ و سکنیٰ ملے گا بخلاف اس کے اگر عدت میں مرتدہ ہو کر دارالحرب میں چلی گئی پھر عود کر کے مسلمان ہوئی یا قید کر کے لائی گئی خواہ آزاد کی گئی یا نہیں تو اس کو نفقہ نہ ملے گا یہ بدائع میں ہے۔

اور جس کا شوہر چھوڑ کر مر گیا ہے اس کے واسطے نفقہ نہیں ہے خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو اور اگر ام ولد ہو اور وہ حاملہ ہے تو اس کو میت کے تمام مال سے نفقہ ملے گا یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر عورت پر عدت واجب ہوئی پھر وہ اس وجہ سے قید کی گئی کہ اس پر کسی کا حق آتا ہے تو اس کا نفقہ عدت ساقط ہو جائے گا اور معتدہ اگر اپنے عدت کے مکان میں برابر نہیں رہتی ہے بلکہ کبھی رہتی ہے اور کبھی خارج ہو جاتی ہے تو وہ نفقہ کی مستحق نہ ہو گی یہ ظہیریہ میں ہے اور اگر مرد نے عورت کو طلاق دے دی درحالیکہ وہ ناشزہ[1] تھی تو اس کو اختیار ہو گا کہ چاہے شوہر کے گھر میں چلی آئے اور اپنا نفقہ عدت لیا کرے اور اگر معتدہ کی عدت کو طول ہو گیا بسبب اس کے کہ حیض بند ہو گیا ہے تو اس کو برابر نفقہ ملے گا یہاں تک کہ وہ آئسہ ہو جائے اور اس کی عدت مہینوں کے شمار سے گزر جائے اور اگر عورت نے حیض کے شمار سے عدت گزرنے سے انکار کیا تو قسم سے عورت ہی کا قول قبول ہو گا اور اگر شوہر نے گواہ قائم کئے کہ اس نے اپنی عدت گزرنے کا اقرار کیا ہے تو اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت پر عدت واجب ہوئی پس اس نے دعویٰ کیا کہ وہ حاملہ ہے تو اس کو وقت طلاق سے دو برس تک نفقہ ملے گا پھر اگر دو برس گزر گئے اور وہ نہ جنی اور اس نے کہا کہ میرا گمان تھا کہ میں حاملہ ہوں اور میں اتنی مدت تک حائضہ نہیں[2] ہوئی اور اس نے نفقہ طلب کیا تو عورت کو نفقہ ملے گا یہاں تک کہ حیض سے اس کی عدت گزر جائے یا آئسہ ہو کر مہینوں سے اس کی عدت گزر جائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر تینوں مہینوں میں حائضہ ہوئی پھر از سرنو اس پر عدت[(1)] بحساب حیض لازم ہوئی تو اس کو نفقہ عدت ملے گا اور اسی طرح اگر قابل جماع صغیرہ کو بعد دخول کے طلاق دے دی اور تین مہینے تک اس کو نفقہ دیا مگر وہ انہیں تین مہینوں کے اندر آخر میں حائضہ ہوئی پس اس پر از سرنو حیض کے شمار سے عدت واجب ہوئی تو برابر اس کو نفقہ دے گا یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے یہ بدائع میں ہے اور اگر حربی بیوی و مرد دونوں میں سے ایک مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آیا پھر دوسرا آیا تو بیوی کو نفقہ نہ ملے گا جس طرح معتدہ عورت نفقہ کی مستحق ہوتی ہے ویسے ہی لباس کی بھی مستحق ہوتی ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر قاضی نے معتدہ عورت کے واسطے اس کی عدت میں اس کا نفقہ فرض کر دیا اور اس نے کچھ نفقہ نہ ہو گا:

اس نفقہ میں اس قدر کا اعتبار ہے جو عورت کو کافی ہو جائے اور وہ درمیان درجہ کا نفقہ کافی ہے اور وہ مقدر نہیں ہے اس واسطے کہ یہ نفقہ نظیر نفقہ نکاح ہے پس جو نفقہ نکاح میں معتبر ہے وہی اس میں بھی معتبر ہے معتدہ نے اگر اپنے نفقہ کی بابت مخاصمہ نہ کیا اور قاضی نے اس کے واسطے کچھ مفروض نہ کیا یہاں تک کہ عدت گزر گئی تو اس کے واسطے کچھ نفقہ نہ ہو گا یہ محیط میں ہے اور اگر قاضی نے معتدہ عورت کے واسطے اس کی عدت میں اس کا نفقہ فرض کر دیا اور اس نے شوہر پر قرضہ لیا یا نہ لیا پھر قبل اس کے کہ وہ شوہر سے کچھ وصول کرے اس کی عدت گزر گئی پس اس نے اگر بحکم قاضی قرضہ لیا ہو تو اس قدر شوہر سے لے سکتی ہے اور اگر اس نے بغیر حکم قاضی قرضہ لیا یا بالکل نہیں لیا تو بعض نے فرمایا کہ نفقہ ساقط ہو گیا اور یہی صحیح ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے ایک مرد اپنی بیوی سے

---

[1] یعنی سرکشی کر کے شوہر کے گھر سے باہر چلی گئی تھی۔

[2] ظاہر یہ ہے کہ یہ قول بدوں قسم کے قبول نہ ہو گا۔

(1) کسی سبب سے۔

غائب ہو گیا پس اس کی بیوی نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کیا اور دوسرے مرد نے اس سے دخول کر لیا پھر شوہر اول واپس آیا تو قاضی شوہر ثانی اور اس عورت میں تفریق کر دے گا اور اس عورت پر عدت واجب ہو گی مگر ایام عدت میں اس کے واسطے کچھ نفقہ نہ شوہر اول پر اور نہ شوہر ثانی پر کسی پر واجب نہ ہوگا ایک مرد نے بعد دخول کے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیں اور اس نے قبل عدت گزرنے کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اس سے دخول کر لیا پھر قاضی نے ان دونوں میں تفریق کر دی تو امام اعظمؒ کے قول میں اس کے واسطے نفقہ وسکنی شوہر اول پر واجب ہوگا اگر کسی مرد کی منکوحہ نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور اس نے اس سے دخول کیا پھر قاضی کو یہ بات معلوم ہوئی اور اس نے دونوں میں تفریق کر دی پھر شوہر اول کو معلوم ہوا اور اس نے عورت کو تین طلاق دے دیں تو اس عورت پر ان دونوں کی جہت سے عدت واجب ہو گی اور اس کے واسطے دونوں میں سے کسی پر نفقہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مولیٰ نے اپنی ام ولد کو جو دوسرے کے نکاح میں ہے آزاد کر دیا تو اس کو عدت کا نفقہ نہ ملے گا:

اگر اپنی بیوی کو جو باندی ہے طلاق بائن دے دی اور حال یہ ہے کہ اس کا مولیٰ اس کو اس کے شوہر کے ساتھ جگہ دے چکا ہے کہ برابر اس کے ساتھ رہا کرے اور خدمت مولیٰ نہ کرے یہاں تک کہ اس باندی کے واسطے اپنے شوہر پر نفقہ واجب تھا پھر اس باندی کو اس کے مولیٰ نے اپنی خدمت کے واسطے اس مکان سے نکال لیا تھا یہاں تک کہ شوہر کے ذمہ سے نفقہ ساقط ہو گیا تھا پھر چاہا کہ اس کو اپنے شوہر کے پاس بھیج دے تا کہ وہ نفقہ لے تو مولیٰ کو ایسا اختیار ہے اور اگر ہنوز مولیٰ نے اس کو اس کے شوہر کے ساتھ کسی مکان میں رہنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ شوہر نے اس کو طلاق دی پھر مولیٰ نے چاہا کہ عدت میں اس کو اپنے شوہر کے پاس کر دے تا کہ وہ نفقہ کی مستحق ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا اور اصل اس میں یہ ہے کہ ہر عورت جس کے واسطے بروز طلاق نفقہ واجب تھا پھر ایسی حالت ہو گئی کہ اس کے واسطے نفقہ نہ رہا تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جس حالت پر بروز طلاق تھی اسی حالت پر عود کر جائے اور نفقہ لے اور ہر عورت جس کے واسطے بروز طلاق نفقہ نہ تھا تو اس کے واسطے پھر نفقہ نہ ہوگا سوائے ناشزہ[1] کے یہ بدائع میں ہے ایک مرد نے ایک باندی سے نکاح کیا اور ہنوز اس کے مولیٰ نے اس کو شوہر کے ساتھ مکان میں جگہ نہ دی تھی یعنی شوہر کے ساتھ رہنے کی اجازت نہ دی تھی کہ مرد مذکور نے اس کو طلاق رجعی دے دی تو مولیٰ کو اختیار ہوگا کہ اس کے شوہر سے کہے کہ تو کسی مکان کو لے کر اس کو اپنے ساتھ رکھ اور اس کو نفقہ دے اور اگر طلاق بائن ہو تو مولیٰ کو اس کے اور اس کے شوہر کے درمیان تخلیہ کر دینے کا اختیار نہیں ہے اور باندی اپنے شوہر سے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی ہے اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ وہ قبل طلاق بائن کے شوہر کے ساتھ جگہ دیئے جانے کی مستحق نفقہ نہ تھی پس بعد طلاق بائن کے مستحق نفقہ نہ ہو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر شوہر نے اس کو طلاق رجعی دے دی پھر مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا تو اس باندی کو اختیار ہوگا کہ اپنے شوہر سے مطالبہ کرے کہ اس کو کسی مکان میں رکھے اور اس کو نفقہ دے اس واسطے کہ اب وہ اپنے نفس کی مالک ہو گئی ہے اور اگر طلاق بائن ہو تو شوہر اس کے ساتھ ایک گھر میں تخلیہ میں نہیں رہ سکتا ہے اور وہ شوہر کو سکنی کے واسطے ماخوذ نہیں کر سکتی ہے اور آیا نفقہ کے واسطے ماخوذ کر سکتی ہے تو صحیح یہ ہے یہ نفقہ کے واسطے بھی مواخذہ نہیں کر سکتی ہے اور اگر مولیٰ نے اپنی ام ولد کو جو دوسرے کے نکاح میں ہے آزاد کر دیا تو اس کو عدت کا نفقہ نہ ملے گا اور اسی طرح اگر مولیٰ مر گیا کہ وہ آزاد ہو گئی بسبب موت مولیٰ کے تو میت کے ترکہ سے اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا اور اس کے پیٹ سے مولیٰ کا کوئی لڑکا ہو تو ام ولد کا نفقہ اس پسر کے حصہ سے ہوگا یہ محیط میں ہے۔

---

[1] یعنی اگر وہ نشوز سے باز آئے شوہر کے گھر عدت گزارے تو مستحق نفقہ ہو گی۔

امام خصافؒ نے اپنی کتاب النفقات میں فرمایا ہے کہ اگر کسی مرد کو اس کی عورت قاضی کے پاس لائی اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور مرد نے قاضی سے کہا کہ میں اس کو ایک سال سے طلاق دے چکا ہوں اور اس کی عدت اس مدت میں گزر گئی اور عورت نے طلاق سے انکار کیا تو قاضی اس مرد کا قول قبول نہ کرے گا اور اگر اس مرد کے واسطے دو گواہوں نے گواہی دی کہ جن کی عدالت کو قاضی نہیں جانتا ہے تو اس مرد کو حکم دے گا کہ اس عورت کو نفقہ دے پھر اگر گواہوں کی تعدیل ہو گئی یا عورت نے اقرار کیا کہ اس کو تین حیض اسی سال میں آ گئے ہیں تو عورت کے واسطے اس مرد پر کچھ نفقہ نہ ہو گا پس اگر عورت نے اس سے کچھ نفقہ میں لیا ہے تو اس کو واپس دے گی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر عورت نے کہا کہ میں اس سال میں حائضہ نہیں ہوئی تو نفقہ کے واسطے قول عورت ہی کا قبول ہو گا پس اگر شوہر نے کہا کہ یہ مجھے خبر دے چکی ہے کہ میری عدت گزر گئی تو شوہر کا قول اس کے نفقہ باطل کرنے کے حق میں قبول نہ ہو گا یہ بدائع میں ہے اور اگر دو گواہوں نے ایک مرد پر گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی ہیں اور عورت طلاق کا دعویٰ کرتی ہے یا انکار کرتی ہے تو جب تک قاضی ان گواہوں کی عدالت دریافت کرنے میں مشغول رہے تب تک مرد کو حکم دے گا کہ اس عورت کے پاس نہ جائے اور اس کے ساتھ خلوت نہ کرے مگر اس صورت میں قاضی اس عورت کو اس کے شوہر کے گھر سے باہر نہ کرے گا اس کو جامع میں صریح بیان فرمایا ہے لیکن یہ کرے گا کہ اس عورت کے ساتھ ایک عورت امینہ رکھ دے گا تا کہ شوہر کو اس کے پاس نہ آنے دے اگرچہ اس کا شوہر مرد عادل ہو اور اس صورت میں امینہ عورت کا نفقہ بیت المال سے ہو گا اور اگر عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا حالانکہ یہ عورت کہتی ہے کہ مجھے اس نے طلاق دی ہے یا کہتی ہے کہ نہیں دی ہے یا کہتی ہے کہ میں نہیں جانتی ہوں کہ مجھے طلاق دی ہے یا نہیں تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر شوہر نے اس کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو قاضی اس کے واسطے نفقہ کا حکم نہ دے گا اور اگر شوہر نے اس سے دخول کیا ہے تو قاضی اس کے واسطے بمقدار نفقہ عدت کے حکم دے دے گا یہاں تک کہ گواہوں کا حال دریافت کرے پھر اگر گواہوں کا حال دریافت ہونے میں دیر ہوئی یہاں تک کہ عدت گزر گئی تو قاضی اس عورت کے واسطے نفقہ عدت سے زیادہ کچھ نہ دلائے گا پھر بعد اس کے اگر گواہوں کی تعدیل ہو گئی اور دونوں میں تفریق کر دی گئی تو جو کچھ اس نے نفقہ میں لیا ہے وہ اس کے واسطے مسلم رہا اور اگر گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تو عورت نے دو کچھ نفقہ لیا ہے اس کو واپس کر دینا واجب ہو گا یہ محیط میں ہے۔

اگر شوہر نکاح کا مدعی ہو اور عورت انکار کرتی ہو پس شوہر نے اس پر گواہ قائم کیے تو بعد ثبوت نکاح کے اس عورت کے واسطے کچھ نفقہ اس مدت متقدمہ تک کا نہ ہو گا:

اگر شوہر نے اس کو بطریق اباحت دیا ہو تو اس سے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے ایک عورت نے ایک مرد پر نکاح کے گواہ قائم کیے تو جب تک گواہوں کا حال دریافت کیا جائے تب تک اس کے واسطے کچھ نفقہ نہ دلایا جائے گا اور اگر قاضی نے کوئی مصلحت دیکھ کر عورت کے واسطے نفقہ مقرر کرنا چاہا تو یوں کہنا چاہیے کہ اگر تو اس کی بیوی ہو تو میں نے تیرے واسطے اس مرد پر ماہواری اس اس قدر مقرر کر دیا اور اس پر گواہ کر لے پھر اگر ایک مہینہ گزرا حالانکہ عورت نے قرضہ لے کر خرچ کیا ہے اور گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو عورت اس سے اپنا نفقہ سب لے لے گی جب سے اس کے واسطے قرض لیا گیا ہے اور اگر شوہر نکاح کا مدعی ہو اور عورت انکار کرتی ہو پس شوہر نے اس پر گواہ قائم کیے تو بعد ثبوت نکاح کے اس عورت کے واسطے کچھ نفقہ اس مدت متقدمہ تک کا نہ ہو گا دو بہنوں میں سے ہر ایک دعویٰ کرتی ہے کہ اس مرد نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور وہ انکار کرتا ہے پھر دونوں نے نکاح و دخول کے گواہ قائم کیے تو جب تک گواہوں کا حال دریافت کیا جائے تب تک کے واسطے دونوں کو ایک عورت کا نفقہ ملے گا امام

خصافؒ نے اس کی تصریح کردی ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ایک مہینے تک نفقہ لیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عورت اس مرد کی رضاعی بہن ہے تو دونوں میں تفریق کردی جائے گی اور جو کچھ عورت نے لیا ہے وہ شوہر کو واپس کردے گی یعنی شوہر اس سے لے لے گا یہ ظہیریہ میں ہے۔

فصل چہارم:

نفقہ اولاد کے بیان میں

صغیر اولاد کا نفقہ ان کے باپ پر ہے کہ اس میں کوئی اس کے ساتھ شریک[1] نہ کیا جائے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اگر بچہ صغیرہ دودھ پیتا ہو پس اگر اس کی ماں اس کے باپ کے نکاح میں ہو اور یہ بچہ دوسری عورت کا دودھ لیتا ہے تو اس کی ماں اس کے دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے گی اور اگر بچہ مذکور دوسری عورت کا دودھ نہیں لیتا ہے تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق اس صورت میں بھی ماں دودھ پلانے پر مجبور نہ کی جائے گی اور شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ مجبور کی جائے گی اور اس میں کچھ اختلاف ذکر نہیں فرمایا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر باپ کا بچہ کا کچھ مال نہ ہو تو اس کی ماں اس کے دودھ پلانے پر بالاجماع مجبور کی جائے گی کذافی فتاویٰ قاضی خان اور یہی صحیح ہے اور درحالیکہ صغیرہ کی دودھ پلانے والی سوائے اس کی ماں کے دوسری عورت ممکن ہو تو باپ پر اس کا دودھ پلوانا یعنی باجرت جب ہی واجب ہے کہ جب صغیرہ کا کچھ مال نہ ہو اور اگر ہوگا تو دودھ پلوائی کا خرچہ اسی صغیر کے مال سے دیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور صغیر کا باپ ایسی عورت دودھ پلائی کو تلاش کرے گا جو صغیر کی ماں کے پاس دودھ پلایا کرے اور یہ اس وقت ہے کہ جب اس کی دودھ پلانے والی پائی جائے یعنی ممکن ہو اور اگر ممکن[2] نہ ہو تو اس کی ماں دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی اور بعض نے فرمایا کہ ظاہر الروایہ کے موافق اس کی ماں دودھ پلانے پر مجبور نہ کی جائے گی مگر اول قول کی طرف امام قدوری اور شمس الائمہ سرخسی نے میل کیا ہے یہ کافی میں ہے اور دودھ پلائی سے اگر شرط نہ کرلی گئی ہو تو اس پر واجب نہیں ہوگا کہ وہ بچہ کے ساتھ اس کی ماں کے گھر میں رہے درحالیکہ بچہ اس وقت اس سے مستغنی ہے اور اگر دودھ پلائی نے اس امر سے انکار کیا کہ اس کی ماں کے پاس دودھ پلائے اور عقد اجارہ میں یہ شرط نہیں قرار پائی تھی کہ بچہ کی ماں کے پاس دودھ پلائے گی تو دودھ پلائی کو اختیار ہوگا کہ بچہ کو اپنے گھر لے جائے اور وہیں دودھ پلائے یا کہے کہ بچہ کو اس کی ماں کے گھر کے دروازہ پر لاؤ کہ وہاں دودھ پلائے پھر اس کی ماں کے پاس کردیا جائے اور اگر باہم شرط کرلی ہو کہ دودھ پلائی اس کو اس کی ماں کے پاس دودھ پلائے گی تو اس دودھ پلائی پر واجب ہوگا کہ جو اس نے شرط کی ہے اس کو وفا کرے یہ شرح جامع صغیر قاضی خان میں ہے۔

اگر کسی کی باندی یا ام ولد اس سے بچہ جنی تو اس کو اختیار ہوگا کہ بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے اس پر جبر کرے اس واسطے کہ اس کا دودھ اور اس کے منافع اسی مولیٰ کے ہیں اور اگر مولیٰ نے چاہا کہ بچہ کسی دوسری دودھ پلائی کو دے اور اس کی ماں نے چاہا کہ خود دودھ پلائے تو اختیار مولیٰ کو ہیں یہ سراج الوہاج میں ہے امام محمدؒ سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص نے بچہ کے لئے ایک مہینہ کے واسطے دودھ پلائی اجرت پر رکھی پھر جب مدت گزر گئی تو اس نے دودھ پلائی کی نوکری سے انکار کیا حالانکہ یہ بچہ اس کے سوائے

---

[1] یعنی کسی پر شرکت لازم نہیں ہے جبکہ باپ اپاہج نہ ہو۔

[2] خواہ مرضعہ نہ ملے یا بچہ اس کا دودھ نہ لے۔

دوسری کا دودھ نہیں لیتا ہے تو یہ عورت اجارہ باقی رکھنے اور نوکری کرنے پر مجبور کی جائے گی یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر اپنی زوجہ یا اپنی معتدہ طلاق رجعی کو اس کے فرزند[1] کے دودھ پلانے کے واسطے اجارہ پر مقرر کیا تو نہیں[2] جائز ہے یہ کافی میں ہے اور اگر اس نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دے دی یا تین طلاق دے دیں پھر عدت میں اس کو اسی کے فرزند کے دودھ پلانے پر اجارہ لیا تو وہ اجرت کی مستحق ہوگی یہ ابن زیاد کی روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ جواہرا خلاطی میں ہے اور اگر مطلقہ رجعی کی عدت گزر گئی پھر اس کو اسی کے فرزند کے دودھ پلانے کے واسطے اجارہ پر لیا تو جائز ہے اور اگر بچہ کے باپ نے کہا کہ میں اس عورت کو اجارہ پر نہیں مقرر کرتا ہوں بلکہ دوسری دودھ پلائی لایا اور بچہ کی ماں اسی قدر اجرت پر راضی ہوئی جتنے پر یہ اجنبیہ راضی ہے یا بغیر اجرت راضی ہوئی تو بچہ کی ماں ہی دودھ پلانے کی مستحق ہوگی اور اگر اس کی ماں نے زیادہ اجرت مانگی تو باپ اسی سے دودھ پلوانے پر مجبور نہ کیا جائے گا یہ کافی میں ہے اور اگر اپنی منکوحہ یا معتدہ کو اپنے طفل کے دودھ پلانے کے واسطے جو دوسری بیوی کے پیٹ سے ہے اجارہ پر مقرر کیا تو جائز ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر بیوی نے اپنے شوہر سے دودھ پلائی کی اجرت سے کسی چیز پر صلح کر لی پس اگر صلح حالت قیام نکاح یا طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر طلاق بائن یا تین طلاق کی عدت میں ہو تو دو روایتوں میں سے ایک روایت کے موافق جائز ہے پھر اگر اس نے کسی چیز معین پر صلح کی تو صلح جائز ہوگی اور اگر غیر معین چیز پر صلح کی تو جائز نہیں ہے الا آنکہ اسی مجلس میں یہ چیز اس عورت کو دے دے اور ہر جس صورت میں کہ اجارہ نہیں جائز ہوا اور نفقہ واجب ہوا ہے تو شوہر کے مرجانے سے یہ اجرت ساقط نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ نفقہ نہیں ہے اجرت ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور دودھ چھڑانے کے بعد صغیر[(1)] اولاد کا نفقہ قاضی ان کے باپ پر بقدر اس کی طاقت کے مقرر کرے گا اور نفقہ اس اولاد کی ماں کو دیا جائے گا تاکہ اولاد پر خرچ کرے اور اگر ماں عورت ثقہ نہ ہو تو دوسری کسی عورت کو دیا جائے گا کہ وہ ان پر خرچ کرے ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی اور اس کے پیٹ سے صغیر اولاد ہیں پس اس عورت نے کہا کہ میں نے ان اولاد کا پانچ مہینے کا نفقہ وصول پایا ہے پھر اس کے بعد اس عورت نے کہا کہ میں نے بیس درہم فقط وصول پائے تھے حالانکہ ان اولاد کا نفقہ مثل پانچ ماہ کا سو درہم ہیں تو منتقی میں مذکور ہے کہ یہ ان کے نفقہ[(2)] مثل پر قرار دیا جائے اور عورت کے اس قول کی کہ میں نے ان کا نفقہ مثل نہیں بلکہ فقط بیس درہم وصول پائے ہیں تصدیق نہ کی جائے گی اور اگر عورت نے بعد اقرار وصول یابی نفقہ کے دعویٰ کیا کہ یہ نفقہ ضائع ہو گیا تو ان کے باپ سے ان کا نفقہ مثل پھر لے لے گی ایک مرد تنگدست کا ایک لڑکا صغیر ہے پس اگر مرد مذکور کمائی کرنے پر قادر ہو تو اس پر واجب ہوگا کہ کمائی کر کے اپنے بچہ کو کھلائے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مرد مذکور نے کمائی کرنے سے انکار کیا کہ کمائی کرے اور ان کو کھلائے تو وہ اس امر کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور قید کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور اگر مرد مذکور کمائی کرنے پر قادر نہ ہو تو قاضی ان کا نفقہ مفروض کر کے ان کی ماں کو حکم دے گا کہ بمقدار مفروضہ مقدرہ قرض لے کر ان پر خرچ کرے پھر جب انکا باپ آسودہ حال ہو تو اس سے واپس لے اور اسی طرح اگر باپ کو اس قدر ملتا ہے کہ فرزند کا نفقہ دے سکتا ہے مگر وہ نفقہ دینے سے انکار کرتا ہے تو قاضی اس مرد پر نفقہ مقرر کر دے گا پھر اولاد کی ماں اس سے اس قدر وصول کرے گی اور اسی طرح اگر قاضی نے اولاد کے باپ پر نفقہ مقرر کر دیا مگر اس مرد نے اولاد کو بلا نفقہ چھوڑ دیا اور

---

[1] یعنی بچہ اس کے پیٹ سے ہے۔

[2] قولہ نہیں جائز ہے اسلئے کہ از راہ دیانت اس عورت پر دودھ پلانا واجب ہے اگرچہ براہ حکم قضاء وہ مجبور نہ کی جائے پس نفس الامر میں اجارہ منعقد نہ ہوگا۔

(1) خواہ ایک ہو یا کئی ہوں۔ (2) یعنی اقرار عورت۔

قاضی کے حکم سے اولاد کی ماں نے قرضہ لے کر ان پر خرچ کیا تو عورت مذکورہ اس قدر مال کو اولاد کے باپ سے لے لے گی اور باپ اپنی اولاد کے نفقہ کے واسطے اگر نہ دے تو قید کیا جائے گا اگر چہ باقی قرضوں کے واسطے[1] قید نہ کیا جائے اور اگر قاضی نے اولاد کا نفقہ ان کے باپ پر مقرر کر دیا مگر ماں نے ان کے واسطے قرضہ نہ لیا اور بچوں نے لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنی اوقات بسر کی تو عورت مذکورہ ان کے باپ سے کچھ نہیں لے سکتی ہے اور اگر اولاد کو بھیک مانگنے سے قدر کفایت سے آدھا مل گیا تو نصف نفقہ ان کے باپ کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور باقی نصف کے واسطے قرضہ لینا صحیح ہوگا اور اسی طرح اگر سوائے اولاد کے اور محارم[1] کا نفقہ کسی شخص پر فرض کیا گیا اور انہوں نے لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنی گزر کی تو جس پر ان کا نفقہ فرض کیا گیا ہے اس سے کچھ نہیں لے سکتے ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر قاضی نے نفقہ اولاد ان کے اپ پر فرض کیا اور ان کی ماں کو قرضہ لے کر ان پر خرچ کرنے کا حکم دے دیا پس عورت مذکورہ نے قرضہ لے کر ان پر خرچ کیا حتی کہ اس کے واسطے یہ استحقاق حاصل ہوا کہ ان کے باپ سے واپس لے پھر باپ قبل ادا کرنے کے مر گیا پس آیا اس عورت کو یہ اختیار ہے کہ اس کے ترکہ میں سے اگر مال اس نے چھوڑا ہو لے لے یا نہیں تو اصل میں مذکور ہے کہ ترکہ میں سے لے سکتی ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر قاضی نے عورت کو قرضہ لینے کا حکم نہ دیا ہو مگر عورت نے قرضہ لے کر ان پر خرچ کیا پھر ان کا باپ قبل اس کے کہ عورت کو ادا کرے مر گیا تو بالاتفاق اگر اس مرد نے ترکہ میں مال چھوڑا ہو تو عورت مذکورہ اس میں سے مال مفروضہ[2] کچھ نہیں لے سکتی ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور دودھ چھڑانے کے بعد بچہ کا نفقہ اگر اس کا کچھ مال ہو تو اس کے مال سے ہوگا یہ محیط میں ہے۔

اگر باپ لنجا ہو اور صغیر کا کچھ مال نہیں ہے تو نفقہ کا حکم دادا پر دیا جائیگا اور دادا اسکو کسی سے واپس نہیں لے سکتا:

اگر مال صغیرہ ہو مگر غائب ہو تو باپ کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو نفقہ دے پھر اس کے مال سے واپس لے اور اگر باپ نے بدوں حکم قاضی اس کو نفقہ دیا تو اس کے مال سے واپس نہیں لے سکتا ہے الا اس صورت میں کہ باپ نے نفقہ دینے پر گواہ کر لیے ہوں کہ میں اس کو نفقہ دیتا ہوں بشرطیکہ اس کے مال سے واپس لوں گا اور فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ باپ کو واپس کر لینے کی گنجائش ہے اگر چہ اس نے گواہ نہ کر لیے ہوں بشرطیکہ دینے کے روز اس کی یہ نیت ہو کہ میں واپس لوں گا مگر قضاءً بدوں اس صورت کے کہ گواہ کر لئے ہوں واپس نہیں لے سکتا ہے یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر صغیر کا مال عقار یا چادریں یا کپڑے ہوں اور اس کے نفقہ میں ان کے فروخت کی ضرورت پڑی تو باپ کو اختیار ہے کہ یہ سب جو ہو[1] فروخت کرے اور اس کے نفقہ میں خرچ کرے یہ ذخیرہ میں ہے ایک صغیر کا باپ تنگدست ہے اور دادا مالدار ہے اور صغیر کا مال ہے مگر غائب ہے تو دادا کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو نفقہ دے اور مال اس کے باپ پر قرضہ ہوگا پھر باپ اس قرضہ کو مال صغیر سے واپس لے گا اور اگر صغیر کا کچھ مال نہ ہو تو یہ اس کے باپ پر قرضہ ہوگا کذا فی فتاویٰ قاضی خان و کذا فی القدوری اور صحیح مذہب یہ ہے کہ فقیر باپ میت میں شمار ہے یعنی ایسی صورت میں نفقہ اس کے دادا پر واجب ہوگا اور دادا پر نفقہ واجب ہونے کے حق میں باپ فقیر میت میں شمار ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر باپ لنجا ہو اور صغیر کا کچھ مال نہیں ہے تو نفقہ کا حکم دادا پر دیا جائے گا اور دادا اس کو کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اسی طرح اگر صغیر کی ماں خوشحال ہو یا نانی خوشحال ہو

ل مثلاً مجبور باپ یا ماں کا نفقہ بیٹے پر فرض کیا گیا۔

ع یعنی خواہ عقار ہو یا عروض ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ کل فروخت کر سکتا ہے بعض نہیں۔

(۱) یعنی اول مرتبہ میں۔

(۲) یعنی نہ بقدر قرضہ نہ کم نہ زیادہ۔

اور باپ تنگدست ہو تو اس عورت کو حکم دیا جائے گا کہ اس صغیر کو نفقہ دے اور یہ اس کے باپ پر قرضہ ہوگا بشرطیکہ باپ لنجا نہ ہو اور اگر لنجا ہوگا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور کافر پر اپنے ولد صغیر مسلمان کے نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اسی طرح مسلمان پر اپنے فرزند کافر لنجے کے نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اور نرینہ اولاد بالغ کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے الا اس صورت میں کہ پسر بسبب لنجے ہونے یا کسی مرض کے کمائی سے عاجز ہو:

صغیر کی ماں بہ نسبت اور اقارب کے تحمل نفقہ کے واسطے مقدم ہے چنانچہ اگر باپ تنگدست ہو اور ماں مالدار ہو اور صغیر کا دادا بھی مالدار ہے تو ماں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے مال سے ان کے نفقہ میں خرچ کرے پھر اس کے باپ سے واپس لے گی اور دادا کو یہ حکم نہ دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر ماں نے اولاد کو بقدر نصف کفایت کے دیا تو باپ سے اسی قدر واپس لے گی یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اولاد کے باپ تنگدست کا بھائی مالدار ہو تو بھائی کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے بھائی کی اولاد کو نفقہ دے پھر اولاد کے باپ سے واپس لے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اولاد نرینہ جب اس حد تک پہنچ جائے کہ کمائی کر سکے حالانکہ فی ذاتہ وہ لائق نہ ہو تو باپ کو اختیار ہوگا کہ ان کو کسی کام میں دے دے تاکہ وہ کمائیں یا ان کو اجارہ دے دے پھر ان کی اجرت و کمائی سے ان کو نفقہ دے اور اولاد اناث یعنی مونث کے حق میں باپ کو اختیار نہیں ہے کہ ان کو کسی کار یا خدمت کے واسطے مزدوری پر دے دے یہ خلاصہ میں ہے پھر نرینہ اولاد کو اگر کسی کار میں سپرد کر دیا اور انہوں نے مال کمایا تو باپ ان کی کمائی لے کر ان کی ذات پر اس میں سے خرچ کرے گا اور جو ان کے خرچہ سے باقی رہے گا وہ ان کے لئے حفاظت سے رکھ چھوڑے گا یہاں تک کہ وہ بالغ ہوں جیسے اور املاک کی بابت حکم ہے اور اگر باپ مبذر و مسرف یعنی بیجا خرچ کنندہ ہو کہ وہ امانت داری کے لائق نہ سمجھا جائے تو قاضی یہ مال اس کے ہاتھ سے لے کر اپنے امین کے پاس رکھے گا کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کو سپرد کر دے گا یہ محیط میں ہے اور امام حلوائیؒ نے فرمایا کہ اگر پسر بزرگوں کی اولاد سے ہو اور اس کو لوگ مزدوری پر نہ لیتے ہوں تو وہ عاجز ہے اور ایسے ہی طالب علم لوگ اگر کمائی سے عاجز ہوں کہ اس کی طرف راہ نہ پاتے ہوں تو ان کے باپوں کے ذمہ سے ان کا نفقہ ساقط نہ ہوگا بشرطیکہ وہ علوم شرعیہ حاصل کرتے ہوں نہ یہ کہ خلافیات رکیکہ و ہذیان[1] فلاسفہ کی تحصیل میں مشغول ہوں حالانکہ ایسے ہیں کہ علوم شرعی کی اہلیت رکھتے ہیں پس باپ کے ذمہ سے ان کا نفقہ ساقط ہے اور اگر ایسا[2] نہ ہو تو باپ کے ذمہ نفقہ واجب ہوگا یہ وجیز کروری میں ہے اور اناث یعنی لڑکیوں کا نفقہ ان کے باپوں پر مطلقاً واجب ہے جب تک ان کا نکاح نہ ہو جائے بشرطیکہ ان کا خود[3] کچھ مال نہ ہو یہ خلاصہ میں ہے اور نرینہ اولاد بالغ کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہے الا اس صورت میں کہ پسر بسبب لنجے ہونے یا کسی مرض کے کمائی سے عاجز ہو اور جو کام کر سکتا ہے مگر اچھا نہیں کرتا خراب کرتا ہے وہ بمنزلہ عاجز کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] قال المترجم اس سے نکلتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں جو طالب علم میبذی و صدرہ و شمس بازغہ و دیگر کتب حکمت و فلاسفہ و نیز شرح ملا حسن و حمد اللہ و قاضی مبارک وغیرہ کتب منطق جو محض منطق نہیں بلکہ منسوب بدقائق فلسفہ ہیں تحصیل کرتے ہیں ان کے باپوں کو ان کا نفقہ دینا واجب نہیں بلکہ تطوع بے جا ہے اور اصل حالت تو یہ ہے کہ مطمح نظر و مقصود اصل اکثر کے نزدیک یہی علوم ہیں کہ جن پر اطلاق علم در واقع جہل ہے واللہ تعالیٰ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

[2] یعنی اگر علم شرعیہ حاصل کرتے ہیں مگر ان کی کمائی کی راہ بھی نکلی ہے تو ان کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب نہیں۔

[3] مال کی یہ صورت ہے کہ مثلاً انہوں نے میراث میں روپیہ جائداد وغیرہ پائی۔

مرد بالغ اگر لنجا ہو یا اس کو گھٹیا ہو یا دونوں ہاتھ شل ہوں کہ ان سے کام نہیں کر سکتا ہے یا معتوہ ہو یا مفلوج ہو پس اگر اس کا کچھ مال ہو تو نفقہ اس کے مال سے واجب ہو گا:

پسر کی بیوی کا نفقہ بھی باپ پر لازم ہے بشرط آنکہ پسر فقیر ہو یا لنجا ہو اس وجہ سے کہ یہ بھی کفایت صغیر میں داخل ہے اور مبسوط میں مذکور ہے کہ پسر کی زوجہ کو نفقہ دینے کے واسطے باپ پر جبر نہیں کیا جا سکتا ہے یہ اختیار شرح مختار میں ہے مرد بالغ اگر لنجا ہو یا اس کو گھٹیا ہو یا دونوں ہاتھ شل ہوں کہ ان سے کام نہیں کر سکتا ہے یا معتوہ ہو یا مفلوج ہو پس اگر اس کا کچھ مال ہو تو نفقہ اس کے مال سے واجب ہو گا اور اگر نہ ہو اور اس کا باپ مالدار اور ماں مالدار ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہو گا اور جب اس نے قاضی سے درخواست کی کہ میرے واسطے میرے باپ پر نفقہ فرض کر دے تو قاضی اس کی درخواست کو قبول کر کے فرض کرے گا اور جو کچھ وہ باپ پر فرض کرے گا باپ اسی پسر بالغ کو دے دے گا یہ محیط میں ہے اور اگر شوہر سے اس کی عورت نے اولاد صغیر کے نفقہ سے صلح کر لی تو صحیح ہے خواہ اولاد کا باپ تنگدست ہو یا خوشحال ہو پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ جس پر صلح واقع ہوئی اگر وہ ان کے نفقہ سے زائد ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر اس قدر زائد ہو کہ لوگ اپنے انداز کرنے ایسا خسارہ اٹھا جاتے ہیں بایں طور کہ وہ اندازہ کرنے والوں کی انداز کے اندر داخل ہو کہ جو بقدر کفایت نفقہ کا اندازہ کریں تو ایسی زیادتی عفو ہے اور اگر زیادتی ایسی زائد ہو کہ اندازہ کرنے والوں کے اندازہ میں داخل نہ ہو بلکہ زائد ہو تو ایسی زیادتی شوہر کے ذمہ سے طرح دے دی جائے گی اور اگر صلح کم مقدار پر ہو اور کمی ایسی ہو کہ ان کے نفقات میں کافی نہ ہو سکے تو مقدار میں بقدر ان کی کفایت کے بڑھا دیا جائے گا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر کوئی مرد غائب ہو اور اس کا مال موجود حاضر ہو تو قاضی اس میں سے کسی کو خرچ کر لینے کا حکم نہ دے گا الا چند لوگوں کو اور وہ یہ ہیں ماں باپ اور اولاد صغیر فقیر خواہ مذکر ہوں یا مونث ہوں اور اولاد کبیر میں سے ایسے مذکروں کو جو فقیر ہیں اور کسب سے عاجز ہیں اور اولاد کبیر مونثوں کو اور زوجہ کو پھر اگر مال ان لوگوں کے پاس حاضر ہو اور نسب معروف ہو یا قاضی کو معلوم ہو تو قاضی ان کو اس مال سے خرچ کر لینے کا حکم دے دے گا اور اگر قاضی کو نسب معلوم نہ ہو اور بعض نے ان میں سے چاہا کہ قاضی کے حضور میں بذریعہ گواہوں کے ثابت کرے تو اس کی طرف سے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور نیز اگر مال ان لوگوں کے پاس حاضر نہ ہو بلکہ کسی کے پاس ودیعت ہو اور وہ اقرار کرتا ہے تو بھی ان لوگوں کو قاضی حکم دے گا کہ اس میں سے خرچ کریں اسی طرح اگر اس کا مال کسی پر قرضہ ہو اور وہ اقرار کرتا ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر ودیعت والا یا قرضدار منکر ہو اور ان لوگوں نے چاہا کہ ہم بذریعہ گواہوں کے ثابت کریں تو قاضی گواہوں کی سماعت نہ کرے گا اور یہ سب اس وقت ہے کہ مال مذکور از جنس نفقہ ہو یعنی درہم و دینار و اناج وغیرہ یہ بدائع میں ہے۔

جس پر نفقہ واجب ہے جب وہ حاضر ہو تو کسی کو اس کے عقار یا عروض کے بیچنے کا اختیار نہیں:

اگر غائب کا مال اس کے والدین یا فرزند یا زوجہ کے پاس ہو اور وہ از جنس نفقہ ہو جس کے یہ لوگ مستحق ہیں پس انہوں نے اس میں سے خرچ کر لیا تو جائز ہے اور ضامن نہ ہوں گے اور اگر ان کے سوا دوسرے کے پاس ہو اور اس نے قاضی کے حکم سے ان لوگوں کو دیا کہ انہوں نے اپنے نفقہ میں خرچ کیا تو دینے والا ضامن نہ ہو گا اور اگر اس نے بغیر حکم قاضی دے دیا تو ضامن ہو گا اور یہ اس وقت ہے کہ جو غائب چھوڑ گیا ہے وہ ان کے حق کی جنس سے ہو اور اگر ان کے حق کی جنس سے نہ ہو اور انہوں نے چاہا کہ اپنے نفقات کے واسطے اس میں سے کوئی چیز فروخت کریں تو بالاجماع سوائے فرزند محتاج کے اور کوئی اس غائب کے عقار یا عروض

ا یعنی بقدر معروف۔

کو نفقہ کے لئے فروخت نہیں کر سکتا ہے مگر محتاج باپ کو استحساناً اختیار ہے کہ اس کے مال منقولہ کو اپنے نفقہ کے واسطے فروخت کرے لیکن عقار کو فروخت نہیں کر سکتا ہے الا اس صورت میں کہ ولد غائب صغیر ہو یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا کتاب الاقضیہ میں مذکور ہے اور اس پر اجماع ہے کہ جس پر نفقہ واجب ہے جب وہ حاضر ہو تو کسی کو اس کے عقار یا عروض کے بیچنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے اور اگر باپ مر گیا اور بہت قسم کا مال چھوڑا اور اولاد صغیر چھوڑی تو اولاد کا نفقہ ان کے حصوں میں سے ہوگا اور اسی طرح ہر مستحق نفقہ جو وارث ہو اس کا نفقہ اس کے حصہ میراث میں سے ہوگا اور اسی طرح میت کی بیوی کا نفقہ بھی اس کے حصہ میراث سے ہوگا خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو اور بعد اس کے دیکھا جائے گا کہ اگر میت نے کسی شخص کو وصی مقرر کیا ہے تو وصی ان اولاد صغار کو ان کے حصوں سے نفقہ دے گا اور اگر کسی کو وصی نہیں کیا ہے تو قاضی بلحاظ وسعت و تنگی مال کے ان اولاد صغار میں سے ہر ایک کے واسطے اس کی حاجت کے قدر نفقہ مقرر کر دے گا اور صغیر کے واسطے خادم خرید دے گا اگر اس کی ضرورت ہوگی اس واسطے کہ یہ بھی منجملہ اس کے مصالح کے ہے اور ایسے ہی ہر چیز کا حکم جو اس کے مصالح سے ہو یہی ہے کہ قاضی اس صغیر کے واسطے اس کے حصہ سے خرید دے گا اور اگر میت نے کسی کو وصی نہیں کیا اور اس کی اولاد صغار و کبار دونوں ہیں تو ان میں سے ہر ایک کا نفقہ اس کے حصہ میراث سے ہوگا جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اور قاضی اس کے مال میں ایک وصی مقرر کر دے گا اور اگر شہر میں کوئی قاضی نہ ہو اور کبیر اولاد نے صغیر اولاد کو ان کے حصوں میں سے نفقہ دیا تو اس نفقہ کے وہ لوگ ضامن ہوں گے اور یہ حکم قضاءً ہے ورنہ فیما بینہم و بین اللہ تعالیٰ ضامن نہ ہوں گے یہ ذخیرہ میں ہے۔

اگر اولادِ کبیر نے اولادِ صغیر کو نفقہ دیا پھر اِس کا اقرار نہ کیا اور جس قدر ان صغیر کا حصہ باقی ہے اُسی کا اقرار کیا تو اُمید ہے کہ ان اولاد کبار پر کچھ لازم نہ آئے گا:

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ دو شخص سفر میں تھے پس ایک پر بے ہوشی طاری ہوئی اور دوسرے نے اس بے ہوش کے مال سے اسی کی حاجت میں صرف کیا تو استحساناً ضامن نہ ہوگا اور اسی طرح اگر ایک مر گیا اور دوسرے نے اسی کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین کر دی تو بھی استحساناً ضامن نہ ہوگا اسی طرح ماذون غلاموں کا حکم ہے کہ اگر اور شہروں میں ہوں اور ان کا مولیٰ مر گیا پس انہوں نے راہ میں خرچ کیا تو ضامن نہ ہوں گے مگر قضاءً ضامن ہوئے گئے یہ خلاصہ میں ہے اور اگر اولاد کبیر نے اولاد صغیر کو نفقہ دیا پھر اس کا اقرار نہ کیا اور جس قدر ان صغیر کا حصہ باقی ہے اسی کا اقرار کیا تو امید ہے کہ ان اولاد کبار پر کچھ لازم نہ آئے اور اسی طرح اگر کوئی مر گیا اور کسی کو وصی نہیں کیا اور اس کی اولاد صغار موجود ہے اور اس کا کچھ مال دوسرے کے پاس ودیعت ہے تو قضاءً اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ مودع کی اولاد مذکور کو اس میں سے نفقہ دے اور مال میت سے محسوب کرے اور اگر اس نے مال میت سب ان کو نفقہ میں دیا پھر قسم کھائی کہ مجھ پر میت کا کچھ مال نہیں ہے تو مجھے امید ہے کہ آخرت میں اس سے مواخذہ نہ ہوگا یہ وجیز کردری میں ہے۔

فصل پنجم:

نفقہ ذوی الارحام کے بیان میں

فرمایا کہ مالدار بیٹا اپنے محتاج والدین کو نفقہ دینے کے واسطے مجبور کیا جائے گا خواہ دونوں مسلمان ہوں یا ذمی ہوں خواہ

دونوں کمائی کرنے پر قادر ہوں یا قادر نہ ہوں بخلاف اس کے اگر اس کے والدین حربی ہوں کہ امان لے کر دارالاسلام میں آئے ہوں تو یہ حکم نہیں ہے اور مالدار بیٹے کے ساتھ والدین کو نفقہ دینے میں کوئی شریک[1] نہ کیا جائے گا یہ عتابیہ میں ہے امام ابو یوسفؒ سے جو روایت ہے اس میں مذکور ہے کہ مالدار ہونا یہ ہے کہ مالک نصاب ہو اور اسی پر فتویٰ ہے اور نصاب سے وہ نصاب[2] سے مراد ہے جس کے ہونے پر صدقہ سے محروم ہوتا ہے یہ ہدایہ میں ہے اور اگر ذکور و اناث مختلط ہوں یعنی اولاد میں ذکور مالدار و اناث مالدار ہوں تو والدین کا نفقہ دونوں فریق پر برابر ہوگا یہ ظاہر الروایہ میں ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیثؒ نے ذکر کیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے یہ وجیز کردری میں ہے اور اگر فقیر کے دو پسر ہوں ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ مالدار ہو اور دوسرا فقط نصاب کا مالک ہو تو اس کا نفقہ ان دونوں پر یکساں واجب ہوگا اور اگر دونوں میں سے ایک مسلمان ہو اور دوسرا ذمی ہو تو بھی نفقہ دونوں پر مساوی ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر باپ محتاج فقیر ہو اور اس کی اولاد صغیر محتاج ہوں اور پسر کبیر مالدار ہو تو یہ بیٹا اپنے باپ اور اس کی اولادِ صغار کے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا:

شمس الائمہ نے کہا کہ ہمارے مشائخ کا قول ہے کہ دونوں پر نفقہ جب ہی برابر ہوگا کہ جب دونوں کی مالداری میں خفیف تفاوت ہو اور اگر دونوں میں بہت تفاوت کھلا ہوا ہو تو واجب ہے کہ دونوں پر جس قدر نفقہ مفروض کیا جائے اس میں بھی تفاوت ہو یہ ذخیرہ میں ہے پھر جب قاضی نے دونوں پر نفقہ مقدر کر دیا پھر دونوں میں سے ایک نے باپ کو نفقہ دینے سے انکار کیا تو قاضی دوسرے کو حکم دے گا کہ پورا نفقہ اپنے باپ کو دے اور پھر بقدر حصہ دوسرے کے جس نے نہیں دیا ہے اس سے واپس لے اور اگر کسی مرد کی جو تنگدست و محتاج ہے زوجہ ہو اور یہ اس کے پسر بالغ مالدار کی ماں نہیں ہے تو پسر مذکور اپنے باپ کی بیوی کو نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا اسی طرح اگر باپ کی ام ولد ہو یا باندی ہو تو بھی ان کو نفقہ دینے پر وہ مجبور نہ کیا جائیگا الا اس صورت میں کہ باپ مریض یا ایسا ضعیف ہو کہ اپنی ذاتی خدمت میں کسی خادمہ کا محتاج ہو جو اس کے کار ضروری کو سرانجام دے اور اس کی خدمت کرے تو ایسی صورت میں پسر مذکور اسکی خادمہ کے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائیگا خواہ یہ خادمہ اسکی منکوحہ ہو یا باندی ہو یہ محیط میں ہے اور اگر باپ محتاج فقیر ہو اور اس کی اولاد صغیر محتاج ہوں اور پسر کبیر مالدار ہو تو یہ بیٹا اپنے باپ اور اسکی اولاد صغار کے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائیگا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

ماں اگر فقیرہ ہو تو پسر پر اس کا نفقہ لازم ہے اگرچہ خود تنگدست ہو اور ماں لنجی نہ ہو اور اگر پسر کو صرف اس قدر نفقہ استطاعت ہو کہ والدین میں سے ایک کو نفقہ دے سکتا ہے دونوں کو نہیں دے سکتا ہے تو ماں اس نفقہ کی زیادہ مستحق ہے یعنی اسی کو دیا جائے گا اور اگر کسی مرد کا باپ و صغیر بیٹا ہو اور وہ فقط ایک کے نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہے تو بیٹے ہی کو دے گا اور اگر اس کے والدین ہوں اور وہ ان میں سے کسی کے نفقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو جو کچھ وہ کھائے اس کے ساتھ یہ بھی کھائیں گے اور اگر بیٹا مالدار ہے اور باپ کو زوجہ کی ضرورت ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس کا نکاح کر دے یا اس کے واسطے باندی خرید ے اور اگر باپ کی دو زوجہ یا زیادہ ہوں تو پسر مالدار پر فقط ایک زوجہ کا نفقہ واجب ہوگا کہ جس کو وہ باپ کو دے دے گا پھر باپ اس قدر نفقہ کو ان سب پر تقسیم کر دے گا یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر پسر فقیر کماتا ہو اور باپ لنجا ہو تو وہ بیٹے کے روزینہ میں بطور معروف شریک ہو جائے گا اس واسطے کہ اگر وہ مشارک نہ ہوا تو باپ کے حق میں تلف کا خوف ہے اور امام خصافؒ نے

---

[1] یعنی شرعی حکم سوائے بیٹے کے دوسروں پر ملزم نہیں ہوگا کہ خواہ مخواہ پسر کے ساتھ شریک ہوں۔

[2] قولہ نصاب یعنی وہ نصاب مراد نہیں ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور مصارف زکوٰۃ کا باب دیکھو۔

ادب القاضی میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر باپ فقیر ہو اور کماؤ نہ ہو اور بیٹا فقیر کماؤ ہو پس باپ نے قاضی سے کہا کہ میرا بیٹا اس قدر کماتا ہے کہ مجھے اس میں سے نفقہ دے سکتا ہے تو قاضی اس کے بیٹے کی کمائی کو دیکھے گا پس اگر اس کی کمائی میں اس کے روزینہ سے زیادتی ہو تو بیٹا اس میں سے باپ کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر اس کے روزینہ سے زیادتی نہ ہو تو پسر پر کچھ واجب نہیں ہے اور یہ حکم قضاءً ہے اور براہ دیانت پسر کو حکم دیا جائے گا کہ کھلائے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ بیٹا تنہا ہو اور اگر بیوی اور چھوٹے بچے ہوں تو پسر پر جبر کیا جائے گا کہ باپ کو بھی ان میں داخل کرے اور مثل اپنے ایک عیال کے قرار دے مگر اس امر پر مجبور نہ کیا جائے گا کہ باپ کو علیحدہ کچھ دیا کرے اور اگر باپ کماؤ ہو تو آیا پسر کو کمانے و نفقہ دینے کا حکم کیا جائے گا یا نہیں تو اس میں اختلاف کیا گیا ہے اور بعض نے فرمایا ہے کہ جبر کیا جائے گا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ذوی الارحام غنی ہوں تو ان میں سے کسی کو نفقہ دینے کا حکم نہ کیا جائے گا:

دادا کے حق میں استحقاق نفقہ کے واسطے بنابر ظاہر الروایہ کے فقط فقر کا اعتبار ہے اور کچھ نہیں جیسا کہ باپ کے حق میں ہے اور نانا مثل دادا کے ہے اور ایسے ہی دادیاں[1] و نانیاں مستحق نفقہ ہیں اور دادی و نانی کے حق میں بھی استحقاق نفقہ کے لئے وہی معتبر[2] ہے جو دادا نانا کے حق میں ہے یہ محیط میں ہے اور نفقہ ہر ذی رحم محرم کے واسطے ثابت واجب ہے بدیں شرط کہ وہ صغیر فقیر ہو یا عورت بالغہ فقیرہ ہو یا مرد فقیر لنجا ہو یا اندھا ہو پس یہ نفقہ بحساب قدر میراث کے واجب ہوگا اور اس پر اس نفقہ دینے کے واسطے جبر کیا جائے گا یہ ہدایہ میں ہے اور میراث کا درحقیقت ہونا معتبر نہیں ہے بلکہ اہلیت ارث[3] معتبر ہے یہ نقایہ میں ہے اور اگر ذوی الارحام غنی ہوں تو ان میں سے کسی کو نفقہ دینے کا حکم نہ کیا جائے گا اور مردان ذوی الارحام جو بالغ ہوں اور تندرست ہوں ان کے نفقہ کے واسطے کسی پر حکم نہ دیا جائے گا اگرچہ سردست فقیر ہوں اور عورتیں ذوی الارحام حالانکہ بالغہ ہوں ان کے واسطے نفقہ واجب[4] ہے اگرچہ تندرست ہوں درصورتیکہ وہ نفقہ کی محتاج ہوں یہ ذخیرہ میں ہے اور شوہر کے ساتھ اپنی زوجہ کو نفقہ دینے میں کوئی شریک نہ کیا جائے گا اور اگر عورت کا شوہر تنگدست ہو اور بیٹا جو دوسرے شوہر سے ہے مالدار ہو یا باپ یا بھائی مالدار ہوں تو اس عورت کا نفقہ اس کے شوہر پر ہوگا باپ و بیٹے و بھائی پر نہ ہوگا لیکن اس کے باپ یا بیٹے بھائی کو حکم دیا جائے گا کہ اس عورت کو نفقہ دے پھر جب اس کا شوہر آسودہ حال ہو جائے تو اس سے واپس لے یہ بدائع میں ہے اور مرد فقیر کا والد و اس کے بیٹے کا بیٹا دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ اس کے والد پر واجب ہوگا اور اگر مرد فقیر کی دختر و پوتا دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ خاصۃً اس کی دختر پر ہوگا اگرچہ میراث ان دونوں میں مساوی پہنچتی ہے اور اگر مرد فقیر کی دختر کی دختر یا دختر کا بیٹا اور سگا بھائی ایک ماں و باپ سے مالدار ہوں تو اس کا نفقہ اس کی دختر کی اولاد پر ہوگا خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ہو اگرچہ مستحق میراث بھائی ہے نہ دختر کی اولاد اور اگر مرد فقیر کا والد و فرزند[5] ہو اور دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ اس کے ولد پر واجب ہوگا اگرچہ دونوں قربت میں یکساں ہیں لیکن پسر کی جانب ترجیح ہے بایں معنی کہ ثابت ہوا ہے کہ بیٹے کا مال باپ کا ہے اگرچہ اس کے معنی ظاہر مراد نہ ہوں مگر ترجیح کے واسطے کافی ہے اور اگر مرد فقیر کا دادا و پوتا

---

(۱) یعنی پردادی و پرنانی وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(۲) یعنی فقر و محتاجگی۔

(۳) یعنی نفقہ دینے والا وارث ہونے کی اہلیت رکھتا ہو اگرچہ کسی وجہ پر ہو نہ بالفعل۔

(۴) فقیرہ ہونے کی صورت میں۔

(۵) خواہ بیٹا یا بیٹی۔

موجود ہو اور دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ ان دونوں پر بقدر ان کی میراث کے واجب ہوگا یعنی دادا پر چھٹا حصہ اور باقی پوتے پر ہوگا اور اگر مرد فقیر کی دختر و سگی بہن دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ اس کی دختر پر ہوگا اگرچہ میراث میں دونوں مساوی نہیں اور اسی طرح اگر مرد فقیر کا بیٹا نصرانی اور بھائی مسلمان ہو اور دونوں مالدار ہوں تو نفقہ پسر پر واجب ہوگا اگرچہ میراث بھائی پر پہنچتی ہے اسی طرح اگر مرد فقیر کی دختر و مولی العتاقہ دونوں مالدار موجود ہوں تو نفقہ اس کی دختر پر واجب ہوگا اگرچہ میراث میں دونوں مساوی[1] ہیں اسی طرح اگر فقیرہ عورت کی دختر و سگی بہن دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ اس کی دختر پر واجب ہے اگرچہ میراث میں دونوں مساوی ہیں یہ محیط میں ہے۔

اگر ذی رحم غیر محرم مثل اولاد چچا کے موجود ہو یا محرم ہو مگر ذی رحم نہ ہو:

اگر مرد فقیر کی ماں و دادا دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ ان دونوں پر بقدر حصہ میراث کے واجب ہوگا یعنی ایک تہائی ماں پر اور دو تہائی دادا پر واجب ہوگا اور اسی طرح اگر ماں و سگا بھائی دونوں مالدار ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح اگر ماں و سگے بھائی کا بیٹا یا سگا چچا یا کوئی عصبہ دیگر مالدار ہوں تو دونوں پر بقدر ان کے حصہ میراث کے تین تہائی واجب ہوگا اور اگر مرد فقیر کی نانی[2] و دادا ہو تو نفقہ دونوں پر چھ حصہ ہر کر ایک حصہ نانی پر اور پانچ حصے دادا پر واجب ہوگا اور اگرچہ چچا سگا اور پھوپھی سگی مالدار ہوں تو نفقہ چچا پر ہوگا نہ پھوپھی پر اور اسی طرح اگر اس کا سگا چچا اور سگا ماموں ہو تو نفقہ چچا پر ہوگا نہ ماموں پر اور اگر مرد فقیر کی سگی پھوپھی اور اس کا ماموں موجود ہو تو ان دونوں پر تین تہائی واجب ہوگا یعنی دو تہائی پھوپھی پر ایک تہائی ماموں پر اور اسی طرح اگر اس کا ماموں و خالہ سگی موجود ہوں تو بھی نفقہ ان دونوں پر تین تہائی واجب ہوگا اور اگر اس کا ماموں سگا اور سگے چچا کا بیٹا ہو تو نفقہ ماموں پر واجب ہوگا اگرچہ میراث اس کے چچا زاد بھائی کو ملے گی اور وجہ یہ ہے کہ نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس پر واجب ہوتا ہے کہ جو ذی رحم محرم اہل میراث سے ہو اور اگر ذی رحم غیر محرم مثل اولاد چچا کے موجود ہو یا محرم ہو مگر ذی رحم نہ ہو جیسے رضاعی بھائی۔ بہن یا ذی رحم محرم ہو مگر محرم ہونا اس کا از راہ قرابت نہ ہو جیسے چچائی اولاد اس کی دودھ شریکی ہو کر محرم ہو گئی تو ایسی صورت میں اس پر نفقہ واجب نہ ہوگا یہ شرح طحاوی میں ہے۔

اگر شخص فقیر کے تین بھائی متفرق ہوں یونی ایک بھائی عینی سگا ماں باپ سے دوسرا علاتی فقط باپ کی جانب سے تیسرا اخیافی فقط ماں کی جانب سے تو اس کا نفقہ اس کے عینی بھائی اور اخیافی بھائی پر واجب ہوگا اسی طرح کہ بحساب میراث کے ایک چھٹا حصہ اخیافی بھائی پر اور باقی اس کے عینی بھائی پر ہوگا اور اگر مرد فقیر پھوپھی و خالہ و چچا موجود ہوں تو اس کا نفقہ اس کے چچا پر ہوگا اور اگر چچا خود تنگدست ہو تو اس کا نفقہ اس کی پھوپھی و خالہ پر مساوی واجب ہوگا اور اصل اس باب میں یہ ہے کہ جو شخص اہل میراث میں سے کل میراث بسبب عصبہ لینے والا تھا جب وہ تنگدست ہو تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا وہ مر گیا ہے اور جب وہ مرا ہوا قرار دیا گیا تو باقیوں کا جو استحقاق اس کے مر جانے کی صورت میں میراث کا پیدا ہوا ہے اسی حساب سے ان پر نفقہ واجب ہوگا اور جو شخص

---

[1] یہ کتاب الفرائض میں مذکور ہے خلاصہ یہ کہ بہن دختر کے ساتھ عصبہ ہے پس نصف دختر کا اور باقی بہن کا ہوا تو ہر ایک کو نصف نصف پہنچا۔

[2] قال المترجم: یعنی دو تہائی ماموں پر اور ایک تہائی خالہ پر بحساب حصہ میراث کے لیکن سابق میں گزرا کہ ظاہر الروایہ کے موافق مالدار لڑکی اور مالدار پسر پر والدین کا نفقہ مساوی ہے نہ بحساب میراث فتامل فیہ۔

(۱) نصف نصف کے مستحق ہیں۔

(۲) یا دادی وغیرہ۔

تمام میراث نہیں بلکہ بعض میراث کا لینے والا ہے وہ تنگدستی کی صورت میں مثل مردہ کے قرار نہ دیا جائے گا پس باقیوں پر اسی قدر حساب سے نفقہ واجب ہوگا جس طرح وہ اس مفلس وارث کے ساتھ میراث کے مستحق ہیں اور اس اصل کا بیان مثال میں اس طرح ہے کہ ایک مرد تنگدست کمائی سے عاجز ہے اور اس کا بیٹا بھی تنگدست کمائی سے عاجز ہے یا صغیر ہے اور اس کے تین بھائی متفرق مالدار ہیں تو اس فقیر کا نفقہ اس کے عینی و اخیافی بھائی پر چھ حصے ہو کر واجب[1] ہوگا کہ چھٹا اس کے اخیافی بھائی پر اور باقی اس کے سگے بھائی پر واجب ہوگا اور اس کے بیٹے کا نفقہ اس کے سگے بھائی پر خاصۃً واجب ہوگا اور اگر اس کی تین بہنیں متفرقہ ہوں تو اس کا نفقہ ان بہنوں پر پانچ حصے ہو کر واجب ہوگا جن میں سے تین حصے سگی بہن پر اور ایک حصہ علاتی اور ایک حصہ اخیافی بہن پر واجب ہوگا جیسے کہ ان کی میراثوں کی مقدار ہے اور اس کے پسر مذکور کا نفقہ اس کی سگی بہن پر خاصۃً واجب ہوگا اور اگر مسئلہ مذکورہ میں بجائے پسر کے دختر فرض کی جائے اور باقی صورت بحالہ رہے تو متفرق بھائیوں کی صورت میں اس مرد فقیر کا نفقہ اس کے سگے بھائی پر اور متفرق بہنوں کی صورت میں سگی بہن پر واجب ہوگا اور اسی طرح دختر مفروضہ کا نفقہ اس دختر کے سگے چچا یا سگی پھوپھی پر واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے۔

اگر پسر نے اقرار کیا کہ وہ غلام تھا پھر آزاد کیا گیا تو اس پر نفقہ واجب ہوگا:

اگر باپ و بیٹے میں اختلاف ہوا باپ نے کہا کہ میں تنگدست ہوں اور بیٹا کہتا ہے کہ یہ غنی ہے اس کا نفقہ مجھ پر واجب نہیں ہے تو منتقی میں مذکور ہے کہ قول بیٹے کا قبول ہوگا اور گواہ باپ کے مقبول ہوں گے اور باپ کا یہ قول کہ میں تنگدست ہوں قبول نہ ہوگا اگرچہ ظاہر حال اس کے واسطے شاہد ہو اور اگر پسر نے اقرار کیا کہ وہ غلام تھا پھر آزاد کیا گیا تو اس پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر بیٹے کے مال سے اپنی ذات پر خرچ کیا پھر بیٹے نے مخاصمہ کیا اور کہا کہ تو نے درحالت اپنے مالدار ہونے کے میرا مال خرچ کیا ہے اور باپ کہتا ہے کہ میں نے اپنی تنگدستی کی حالت میں خرچ کر لیا ہے تو فرمایا کہ خصومت کے روز جو حالت باپ کی ہے اس کو دیکھا جائے پس اگر وہ تنگدست ہو تو اس کے نفقہ[ا] مثل تک کی بابت استحساناً اسی کا قول قبول ہوگا اور اگر خوشحال ہو تو بیٹے کا قول قبول ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ بیٹے کے قبول ہوں گے کذا فی اطلاق المنتقی یہ خلاصہ میں ہے اگر پسر پر اس کے باپ کے واسطے روٹی کپڑا فرض کیا گیا پس اس نے ایک مہینے کا کھانا اور سال بھر کا کپڑا دے دیا پھر باپ نے کہا کہ وہ ضائع ہو گیا پس اگر معلوم ہو کہ وہ سچا ہے تو دوبارہ دینے پر جبر کیا جائے گا اور یہی حکم باقی محارم کے نفقہ میں ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور اگر باپ محتاج ہو اور بیٹے نے اس کو نفقہ دینے سے انکار کیا اور وہاں کوئی قاضی نہیں ہے تو اس کو اپنے بیٹے کا مال چرا لینے کا اختیار ہے اور اگر وہاں قاضی موجود ہو تو چرانے سے گنہگار ہوگا اور اگر بیٹے نے اس قدر دیا کہ اس کو کافی نہیں ہے تو بقدر کفایت چرا سکتا ہے اور اگر کفایت سے زائد چرایا تو گنہگار ہوگا اور اسی طرح اگر محتاج نہ ہو اور بیٹے پر اس کا نفقہ نہ ہو تو بھی اس کا مال چرانا جائز نہیں ہے یہ بحرالرائق میں ہے۔

اگر باپ کے واسطے مکان و جانور سواری ہو یعنی ملک میں ہو تو ہمارے مذہب میں بیٹے پر نفقہ فرض کیا جائے گا لیکن اگر گھر اس کی سکونت سے زائد ہو مثلاً وہ اس گھر کے ایک گوشہ میں رہ سکتا ہو تو باپ کو حکم کیا جائے گا کہ زائد فروخت کر کے اپنی ذات پر

[ا] یعنی جو مال باپ نے خرچ کر لیا اس میں سے اسی قدر کی بابت اس کا قول قبول ہوگا جتنا بطور معروف اس کا نفقہ ہو سکتا ہے اور اس سے زیادہ کا وہ ضامن رہے گا۔

(۱) اور بیٹا مردہ تصور کیا جائے گا۔

خرچ کرے پھر جب وہ خرچ ہو چکا اور ہنوز وہ مفلس ہے کوئی آمدنی کی صورت نہ ہوئی تو اب اس کے بیٹے پر اس کا نفقہ فرض کیا جائے گا اسی طرح اگر باپ کے پاس سواری نفیس ہو تو حکم دیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر کے کم قیمت سواری خرید لے اور باقی کو اپنی ذات پر خرچ کرے پھر جب کم قیمت پر نوبت پہنچ گئی تو اس وقت اس کے بیٹے پر نفقہ فرض کیا جائے گا اور اس میں والدین اور اولاد اور سب محارم یکساں ہیں اور یہی صحیح مذہب ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور باوجود اختلاف دین کے نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے سوائے زوجہ و والدین واجداد وجدات کے اور ولد وولد کے ولد کے اور نصرانی پر اپنے بھائی مسلمان کا نفقہ واجب نہ ہوگا اور اسی طرح مسلمان پر نصرانی بھائی کا نفقہ واجب نہ ہوگا یہ ہدایہ میں ہے اور مسلمان یا ذمی اپنے والدین کے نفقہ کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اگر چہ اس کے والدین دارالاسلام میں امن لے کر آئے ہوں اسی طرح اگر حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا تو وہ اپنے والدین مسلمان یا ذمی کے نفقہ کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا یہ محیط میں ہے اور ذمی لوگ اپنے درمیان نفقہ کی بات وہی التزام رکھیں گے جو اہل اسلام میں ہے اگر چہ باہم ان میں ملتیں مختلف ہوں یہ سرخسی میں ہے اور اگر ذمی مرد مسلمان ہو گیا اور اس کی بیوی واہل کتاب سے نہیں ہے اور اس نے اسلام سے انکار کیا اور دونوں میں تفریق کر دی گئی تو اس کو نفقہ عدت نہ[1] ملے گا اور اگر عورت ہی مسلمان ہوئی اور اس کے شوہر نے اسلام سے انکار کیا اور دونوں میں تفریق کر دی تو شوہر پر نفقہ وسکنی عدت تک لازم ہوگا یہ مبسوط میں ہے اور اگر حربی واس کی بیوی امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوئی اور عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا تو قاضی اس کے واسطے شوہر پر نفقہ مقرر نہ کرے گا اور سیر کبیر میں فرمایا کہ اگر قاضی نے زوجہ ووالدین وولد کا نفقہ ایسے مسلمان کے مال میں فرض کر دیا جو دارالحرب میں اسیر ہے پھر گواہ قائم ہوئے کہ یہ اسیر مرتد ہو گیا اور قاضی کے نفقہ مذکورہ فرض کرنے سے پہلے سے مرتد ہوا ہے تو بیوی نے جو کچھ نفقہ لیا ہے وہ اس کی ضامن ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ میرے نفقہ عدت میں محسوب کر لیا جائے تو حکم ہوگا کہ تیرے واسطے نفقہ لازم نہیں ہے یہ محیط میں ہے ذمی نے اگر محارم میں سے کسی عورت سے نکاح کر لیا اور یہ نکاح اس کے دین میں جائز ہے پس عورت نے اس مرد سے اپنے نفقہ کا مطالبہ پیش کیا تو بقیاس قول امام اعظمؒ کے قاضی اس کے واسطے نفقہ فرض کرے گا اور اگر نکاح بغیر گواہوں کے واقع ہوا تو بالاجماع عورت نفقہ کی مستحق ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے۔

فصل نمبر:

ممالیک[1] کے نفقہ کے بیان میں

غلام وباندی کے نفقہ کا بیان:

مولیٰ پر واجب ہے کہ اپنے غلام وباندی کو نفقہ دے خواہ باندی وغلام قن ہوں یا مدبر یا ام ولد خواہ صغیر ہو یا کبیر خواہ ہاتھ پاؤں سے بیکار یا تندرست ہو خواہ اندھا ہو یا آنکھوں والا خواہ کسی کے پاس رہن ہو یا اجارہ پر ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر مولیٰ نے نفقہ دینے سے انکار کیا تو جو مملوک اجارہ پر دیئے جانے کے لائق ہے وہ اجارہ پر دیا جائے گا اور مال اجارہ سے اس کو نفقہ دیا جائے گا اور جو بسبب صغر سنی وغیرہ کے اجارہ دیئے جانے کے لائق نہ ہو تو غلام وباندی کی صورت میں مولیٰ کو حکم دیا جائے گا کہ ان کو نفقہ دے یا فروخت کرے اور مدبر وام ولد کی صورت میں مولیٰ پر جبر کیا جائے گا کہ ان کو نفقہ دے اور بس یہ محیط میں ہے اور اگر باندی ایسی ہو کہ وہ کسی سبب سے اجارہ پر نہیں دی جا سکتی ہے مثلاً خوبصورت ہے کہ اس کی وجہ سے فتنہ[2] پیدا ہونے کا خوف ہے تو

---

[1] کیونکہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ (۱) باندی غلام۔ (۲) خوف زنا سے۔

مولیٰ پر جبر کیا جائے گا کہ اس کو نفقہ دے یا فروخت کرے یہ فتح القدیر میں ہے اور اگر ان کی کمائی ان کے خرچ کو کافی نہ ہو تو باقی مولیٰ پر واجب ہوگا اور اگر ان کے خرچ سے بچتی ہو تو بچی ہوئی کمائی مولیٰ کی ہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور رقیق کا نفقہ اس طرح مفروض و مقدر کیا جائے گا کہ اس شہر کا جو غالب[1] کھانا ہو اس سے بقدر کفایت جس قدر روٹی و اس کے ساتھ کی چیز انداز کی جائے وہ واجب کی جائے گی اور یہی لحاظ کپڑے میں ہے اور کپڑے میں یہ جائز نہیں کہ فقط اسی قدر دے کہ اس سے ستر عورت ہو اور اگر مولیٰ نے اپنے خرچ میں فراخی کے ساتھ اٹھایا کہ طرح طرح کے کھانے اور عمدہ عمدہ استعمال میں لایا تو اس پر واجب نہیں ہے کہ رقیق کو بھی ایسا ہی دے ہاں مگر مستحب ہے اور اگر مولیٰ بسبب بخل یا راضت کے معتاد سے بھی کم کھاتا پہنتا ہے تو اصح قول کے موافق اس پر رقیق کی رعایت بحسب الغالب ہے اور اگر مولیٰ کے چند غلام ہوں تو اس پر واجب ہے کہ انہیں کھانے و کپڑے میں مساوات رکھے اور بعض نے کہا کہ اس کو بیش قیمت نفیس غلام کو تفضیل دینے کا اختیار ہے کہ خسیس و کم قیمت سے اس کو زیادہ دے مگر قول اول اصح ہے اور یہی حکم باندیوں میں ہے اور غلام کو اپنے کھانے پکانے کے واسطے مامور کیا اور وہ پکا لایا تو چاہئے کہ اپنے ساتھ کھانے کے واسطے اس کو بٹھلائے اور اگر غلام نے بنظر ادب ساتھ کھانے سے انکار کیا تو مولیٰ کو چاہئے کہ اس کھانے میں سے اس کو بھی دے دے مگر ساتھ بٹھلانا افضل ہے اور اقرب بتواضع و مکارم اخلاق ہے یہ سراج الوہاج میں ہے۔

اگر کسی نے غلام غصب کر لیا تو جب تک اسکے مولیٰ کو واپس نہ دے تب تک اسکا نفقہ اسی غاصب پر ہے:

جو باندی اس نے استمتاع کے واسطے پسند کر لی ہو اس کے کپڑے میں بسبب رواج کے زیادتی کر سکتا ہے یہ غایۃ السروجی میں ہے اور رقیقہ کے واسطے مولیٰ پر اس کی طہارت کا پانی خرید دینا واجب ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے اور مولیٰ پر اپنے مکاتب کا نفقہ واجب نہیں ہے اور معتق البعض کا جس کا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو یہی حکم ہے یہ بدائع میں ہے ایک مرد کا ایک غلام ہے کہ اس کو نفقہ نہیں دیتا ہے پس اگر یہ غلام کمائی کرنے پر قادر ہو تو اس کو روا نہیں ہے کہ بدوں رضامندی مولیٰ کے مولیٰ کا مال کھائے اور اگر عاجز ہو تو اس کو کھانا روا ہے اور اگر غلام کمائی کر سکتا ہو مگر مولیٰ نے اس کو منع کر دیا تو غلام اس سے کہے کہ یا مجھے اجازت دے کہ کمائی کروں یا مجھے نفقہ دے پھر اگر اس نے اجازت نہ دی تو اپنے مولیٰ کے مال سے جس طرح پائے کھائے یہ تاتارخانیہ میں ہے اور فروخت شدہ غلام کا نفقہ جب تک مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے بائع پر واجب ہے جب تک بائع کے قبضہ میں ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر بیع بخیار ہو تو انجام کار میں جس کی ملک ہو جائے اس پر واجب ہوگا اور بعض نے کہا کہ بائع پر واجب ہے اور بعض نے کہا کہ قرضہ سے اس کا نفقہ دیا جائے پھر جس کی ملک ہو جائے وہی ادا کرے یہ شرح نقایہ برجندی میں ہے غلام ودیعت کا نفقہ اس پر ہے جس نے ودیعت رکھا ہے اور عاریت غلام کا نفقہ عاریت لینے والے پر ہے یہ بدائع میں ہے اور اگر کسی نے غلام غصب کر لیا تو جب تک اس کے مولیٰ کو واپس نہ دے تب تک اس کا نفقہ اسی غاصب پر ہے پس اگر غاصب نے قاضی سے درخواست کی کہ اس کو نفقہ دینے کا حکم دے یا بیع کر دینے کا تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا لیکن اگر غاصب کی طرف سے غلام کے حق میں خوف ہو تو قاضی اس غلام کو لے کر فروخت کر کے اس کا ثمن اپنے پاس رکھ چھوڑے گا اور اگر زید نے ایک غلام عمرو کے پاس ودیعت رکھا پھر خود غائب ہو گیا کہ سفر کو چلا گیا پھر غلام قاضی کے پاس آیا اور درخواست کی کہ عمرو کو نفقہ دینے کا حکم دے یا بیع کر دینے کا تو قاضی کو اختیار ہے کہ عمرو کو حکم کرے کہ اس کو اجارہ پر دے اور اس کی مزدوری سے اس کو نفقہ دے اور اگر قاضی نے اس کا بیچنا مصلحت دیکھا تو فروخت کر دے اور غلام مرہون کا اگر رہن ہونا ثابت ہو گیا تو اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو غلام ودیعت کے ساتھ مذکور ہوا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

[1] یعنی اکثر لوگ وہی کھاتے ہوں۔

غلام صغیر ایک مرد کے قبضہ میں ہے اس نے دوسرے سے کہا کہ یہ تیرا غلام میرے پاس ودیعت ہے اس نے انکار کیا تو اس سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس کو ودیعت نہیں رکھا ہے پس قابض پر اس کے نفقہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر غلام کبیر ہو تو قابض سے قسم نہ لی جائے گی اور نفقہ اس پر واجب ہوگا جس کے واسطے اس کی منفعت ہے خواہ مالک ہو یا غیر مالک ہو یہ غایۃ السروجی میں ہے اور اگر زید نے وصیت کی کہ میرا غلام عمرو کو دیا جائے مگر ایک سال تک وہ بکر کی خدمت کرے اور وصیت تمام ہوگئی تو ایسے غلام کا نفقہ اسی پر واجب ہوگا جس کے واسطے اس کی منفعت خدمت ہے اور اگر وہ صغیر ہو کہ ہنوز لائق خدمت نہیں ہوا ہے تو اس کا نفقہ اس پر واجب ہے جو اس کے رقبہ کا مالک ہے یہاں تک کہ وہ خدمت کے لائق ہو جائے پھر اس کے بعد اس کے مخدوم پر نفقہ واجب ہوگا اس واسطے کہ وہ بغیر عوض کے اس کی منفعت کا مالک ہوا ہے اور اگر وہ بکر کے پاس مریض ہو گیا تو دیکھا جائے گا کہ اگر مرض مثل لنجے پن وغیرہ کے ایسا ہے کہ وہ خدمت نہیں کرسکتا ہے تو اس کا نفقہ مالک رقبہ پر واجب ہوگا اور اگر ایسا مرض ہے کہ وہ خدمت کرسکتا ہے تو مستحق خدمت پر واجب رہے گا اور اگر مرض نے طول پکڑا اور قاضی نے مصلحت دیکھی کہ اس کو فروخت کا حکم دے تو اس کو فروخت کر کے اس کے ثمن سے دوسرا غلام خریدے کہ وہ خدمت کرنے میں اس کا قائم مقام ہو پس اس کا رقبہ بھی اسی کی ملک ہوگا جس کی ملک پہلے غلام کا رقبہ تھا اور اگر زید نے اپنی باندی کی عمرو کے واسطے وصیت کی اور جو اس کے پیٹ میں ہے اس کی بکر کے واسطے وصیت کی تو اس باندی کا نفقہ عمرو پر واجب ہوا یہ محیط سرخسی میں ہے۔

اگر ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہے پھر ایک غائب ہو گیا اور دوسرے نے بغیر حکم قاضی اور بغیر اجازت اپنے شریک کے اس کو نفقہ دیا تو وہ احسان کرنے والا ہوا:

اگر مملوک دو شریکوں میں مشترک ہو تو اس کا نفقہ ان دونوں پر بقدر دونوں کی ملکیت کے واجب ہوگا اسی طرح اگر مملوک دو شخصوں کے قبضہ میں ہو کہ ہر ایک دعویٰ کرتا ہو کہ یہ میرا ہے اور کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کا نفقہ ان دونوں پر واجب ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ باندی دو مردوں میں مشترک ہے اور اس کے ایک بچہ پیدا ہوا اور دونوں مولاؤں نے دعویٰ[1] کیا کہ یہ میرا نطفہ ہے تو اس ولد کا نفقہ[2] ان دونوں پر واجب ہوگا اور اگر لڑکا بڑا ہو گیا اور یہ دونوں مفلس ہوئے تو اس پر ان دونوں کا نفقہ واجب ہوگا یہ بدائع میں ہے اور اگر ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہے پھر ایک غائب ہو گیا اور دوسرے نے بغیر حکم قاضی اور بغیر اجازت اپنے شریک کے اس کو نفقہ دیا تو وہ احسان کرنے والا ہوا یہ فتح القدیر میں ہے ایک غلام دو شریکوں میں مشترک ہے ان میں سے ایک غائب ہو گیا اور اس کو اپنے شریک کے پاس چھوڑ گیا اور شریک نے یہ مقدمہ قاضی کے حضور میں پیش کیا اور اس پر گواہ قائم کر دیئے تو قاضی کو اختیار ہے چاہے اس گواہی کو قبول کرے اور چاہے قبول نہ کرے اور اگر قبول کی تو اس کو نفقہ دینے کا حکم دے گا اور حکم وہی ہو گا جو ودیعت کی صورت میں مذکور ہوا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ایک شخص نے غلام صغیر یا باندی صغیرہ آزاد کر دی تو آزاد کنندہ پر اس کا نفقہ واجب نہ رہے گا اور اس کا نفقہ بیت المال سے دیا جائے گا اگر اس کا کچھ مال نہ ہو اور علیٰ ہذا اگر بہت بوڑھا ہو یا لنجا ہو یا مریض ہو اور اس کی قرابت میں کوئی نہیں ہے تو اس کا نفقہ بیت المال سے دیا جائے گا یہ مضمرات میں ہے اور اگر اپنے غلام کو آزاد کیا حالانکہ وہ بالغ تندرست ہے تو اس کا نفقہ اس کی کمائی سے ہوگا یہ بدائع میں ہے ایک شخص نے ایک بھاگا ہوا غلام پکڑا اور اس کے مولیٰ کو واپس دینے کے واسطے پکڑا اور بغیر حکم قاضی اس کو نفقہ دیا تو احسان کنندہ ہوگا کہ اس کے مولیٰ[3] سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

---

(۱) یعنی ایک ہی ساتھ۔ (۲) جیسے کہ دونوں سے نسب ثابت ہوگا۔ (۳) کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔

ایک شخص نے ایک بھاگا ہوا غلام پایا اور اس کو اس کے مولیٰ کو تلاش کیا مگر نہ پایا پھر قاضی کے پاس حاضر ہو کر اس قصہ سے آگاہ کیا اور درخواست کی کہ مجھے اس کے نفقہ دینے کا حکم دے دے تو بدوں گواہ قائم کیے قاضی التفات نہ کرے گا اور بعد گواہ قائم کرنے کے قاضی کو اختیار رہے چاہے گواہی قبول کرے اور چاہے قبول نہ کرے جیسے لقیط[1] ولقطہ میں حکم ہے اور اگر قاضی نے گواہی قبول کر لی پس اگر اس شخص کا نفقہ دینا مالک غلام کے حق میں بہتر نظر آئے تو اس کو نفقہ دینے کا حکم کرے اور اگر اس کا نفقہ نہ دینا بہتر معلوم ہو مثلاً یہ خوف ہو کہ نفقہ اس غلام کو کھا جائے گا یعنی نفقہ کی تعداد اس قدر ہو جائے گی کہ جتنے کا غلام ہے تو اس کو حکم دے گا کہ اس کو فروخت کر کے اس کا ثمن رکھ چھوڑے یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ حرہ ہے تو گواہ قبول ہوں گے اگرچہ قاضی ان کی عدالت سے واقف نہ ہو پھر ان کی عدالت کا حال دریافت کرے گا مگر تا مدت دریافت حال گواہان اس قابض کو حکم دے گا کہ اس قدر نفقہ مفروضہ اس کو دیا کرے اور اس کو نفقہ دینے پر مجبور کرے گا اور اس باندی کو ایک ثقہ عورت کے پاس رکھے گا اور اس ثقہ عورت کی حفاظت کرنے کی اجرت بیت المال پر ہوگی پھر اگر گواہوں کا حال دریافت کرنے میں دیر ہوئی اور مدعا علیہ نے نفقہ دیا پھر گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اس کی آزادی کا حکم دیا گیا تو مدعا علیہ اس عورت سے اپنا دیا ہوا نفقہ واپس لے گا خواہ اس عورت نے دعویٰ کیا ہو کہ میں اصلی حرہ ہوں یا یہ دعویٰ کیا ہو کہ مولیٰ نے مجھے آزاد کر دیا ہے یا بالکل حریت کا دعویٰ نہ کیا ہو اور وجہ یہ ہے کہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اس نے بغیر حق کے نفقہ لیا ہے اور اسی طرح اگر اس عورت نے اس مرد کے مال سے کوئی چیز بلا اجازت کھائی ہو تو ضامنہ ہو گی اور اگر یہ گواہ مردود ہوئے تو یہ باندی اپنے مولیٰ کو واپس دی جائے گی اور مولیٰ اس سے نفقہ کے حساب میں کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور نیز جو اس نے بلا اجازت لے لیا ہے وہ نہیں لے سکتا ہے اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک باندی ہو اور اس نے قاضی سے شکایت کی کہ یہ مجھ کو نفقہ نہیں دیتا ہے تو قاضی اس مرد کو حکم کرے گا کہ اس کو نفقہ دے یا فروخت کر دے پس اگر قاضی نے اس کو نفقہ دینے پر مجبور کیا اور اس نے نفقہ دیا پھر اگر گواہ قائم ہوئے کہ یہ عورت اصلی حرہ ہے اور قاضی نے اس کی حریت کا حکم دے دیا تو مولیٰ اس سے اس قدر نفقہ کو واپس لے گا اور نیز جو کچھ اس کا مال بدوں اس کی اجازت کے لیا ہو واپس لے سکتا ہے اور جو با جازت کھا لیا ہو اس کو واپس نہیں لے سکتا ہے زید نے عمرو کی مقبوضہ باندی پر دعویٰ کیا کہ یہ میری ملک ہے اور عمرو نے انکار کیا اور زید نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے تو قاضی اس باندی کو کسی عادل کے پاس رکھ کر گواہوں کا حال دریافت کرے گا اور چونکہ بظاہر عمرو کی ملک قائم ہے اس کو حکم دے گا کہ اس باندی کو نفقہ دے پس اگر عمرو نے اس کو نفقہ دیا پھر گواہ مذکور رد کر دیئے گئے تو باندی مذکور عمرو کی ملک رہے گی اور باندی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر گواہوں کی تعدیل ہوئی اور قاضی نے زید کی ڈگری کر دی تو عمرو اس مال نفقہ کو زید سے نہیں لے سکتا ہے اس واسطے کہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ باندی مغصوبہ تھی کہ اس نے غاصب کا مال کھایا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مغصوب اگر غاصب کے حق میں جنایت کرے تو وہ ہدر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

اگر مالکِ غلام غلط صحبت کا شکار ہو تو غلام کو اس کے قبضہ سے نکال کر عادل کے پاس رکھے گا بطور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے:

اگر بجائے باندی کے غلام ہو اور باقی مسئلہ بحالہ ہو تو قاضی اس غلام کو اپنے عادل کے پاس نہ رکھے گا الا اس صورت میں

---

(۱) لقیط پڑا ہوا بچہ آدمی ولقطہ پڑی ہوئی چیز۔

کہ مدعا علیہ اپنے نفس کا کفیل اور غلام کا کفیل بتائے اور مدعی اس کے ساتھ رہنے پر قادر نہ ہو اور اگر مدعا علیہ سے خوف ہو کہ غلام مقبوضہ کو تلف کر دے گا تو ایسی صورت میں قاضی اس کو عادل کے پاس رکھے گا بخلاف باندی کے اسی طرح اگر مدعا علیہ مرد فاسق ہو کہ لونڈوں سے اغلام کرنے میں معروف ہو تو قاضی اس کے قبضہ سے نکال کر مرد ثقہ کے پاس رکھے گا اور یہ امر مختص بدعویٰ و گواہی نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں غلام کا مالک لونڈے بازی میں معروف فاجر ہو وہاں غلام کو اس کے قبضہ سے نکال کر عادل کے پاس رکھے گا بطور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اور جب قاضی نے غلام کو عادل کے پاس رکھا پس اگر غلام کمائی کر سکتا ہے تو اس کو حکم دے گا کہ کمائے اور اپنی کمائی سے کھائے بخلاف باندی کے کہ وہ کمائی سے عاجز ہے حتیٰ کہ اگر باندی کو کوئی ہنر آتا ہو کہ اس کے ذریعہ سے وہ کمائی کرنے میں معروف ہو مثلاً باورچن یا غستالہ ہو تو اس کو یہی حکم دیا جائے گا اور شیخ ابو بکر بلخی اور فقیہ ابو اسحٰق حافظ نے فرمایا کہ اگر غلام کمائی سے بسبب مرض یا صغیر سنی وغیرہ کے عاجز ہو تو مدعا علیہ کو اس کے نفقہ دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر بجائے غلام کے چوپایہ ہو اور مدعا علیہ کو کفیل نہیں ملتا ہے اور اس کی ذات سے تلف کر دینے کا خوف ہے اور مدعی اس کی ملازمت پر قادر نہیں ہے تو قاضی مدعی سے کہے گا کہ میں مدعا علیہ کو اس کے نفقہ دینے پر مجبور نہیں کرتا ہوں پس تیرا جی چاہے تو اس کو میں عادل کے پاس رکھوں اور تو اس کا نفقہ دے ورنہ میں عادل کے پاس نہ رکھوں گا اور یہ بخلاف باندی و غلام کے ہے یہ محیط میں ہے۔

جو شخص کسی چوپایہ کا مالک ہوا تو اس پر اس کا چارہ پانی واجب ہے اور اگر اس نے اس سے انکار کیا تو اس پر اس کے واسطے جبر نہ کیا جائے گا اور نہ اس کی فروخت کے واسطے جبر کیا جائے گا لیکن فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ دیانۃً اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو فروخت کرے یا اس کو نفقہ دے اور یہ بطریق امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے اور یہی اصح ہے اور دودھا جانور کا بالکل بمبالغہ دودھ دوہ لینا مکروہ ہے درصورتیکہ اس کے حق میں یہ امر بسبب قلت چارہ کے مضر ہو اور بالکل دوہنا چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے اور مستحب ہے کہ دوہنے والا اپنے ناخن کٹوا دے کہ اس کو ایذا نہ ہو اور مستحب ہے کہ جب تک اس کا بچہ دودھ پیتا ہے اور کچھ نہیں کھاتا ہے تب تک اس کا دودھ نہ لے الا اسی قدر کہ بچہ سے بچ رہے اور نیز جانور کو ایسی تکلیف دینا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا ہے مثلاً بہت بوجھ لادنا اور برابر اس کو چلانا وغیرہ مکروہ ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے ایک چوپایہ دو شخصوں کی شرکت میں ہے کہ ایک نے اس کو چارہ دینے سے انکار کیا اور دوسرے نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے حکم دے کہ چارہ دوں تاکہ متطوع نہ ہو اور واپس لے سکے تو قاضی اس انکار کرنے والے سے کہے گا کہ تو اپنا حصہ فروخت کر یا چارہ دے ایسا ہی امام خصافؒ نے اپنی نفقات میں ذکر فرمایا ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی کی ملک میں شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہو تو اس پر مستحب ہے کہ مکھیوں کے واسطے کچھ شہد ان کے چھتوں میں باقی چھوڑ دے اور مستحب ہے کہ جاڑوں میں بہ نسبت گرمیوں کے زیادہ چھوڑ دے اور اگر ان کی غذا کے واسطے بجائے شہد کے اور چیز موجود ہو تو اس پر شہد چھوڑ دینا متعین نہیں ہے یہ جوہرۃ النیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔